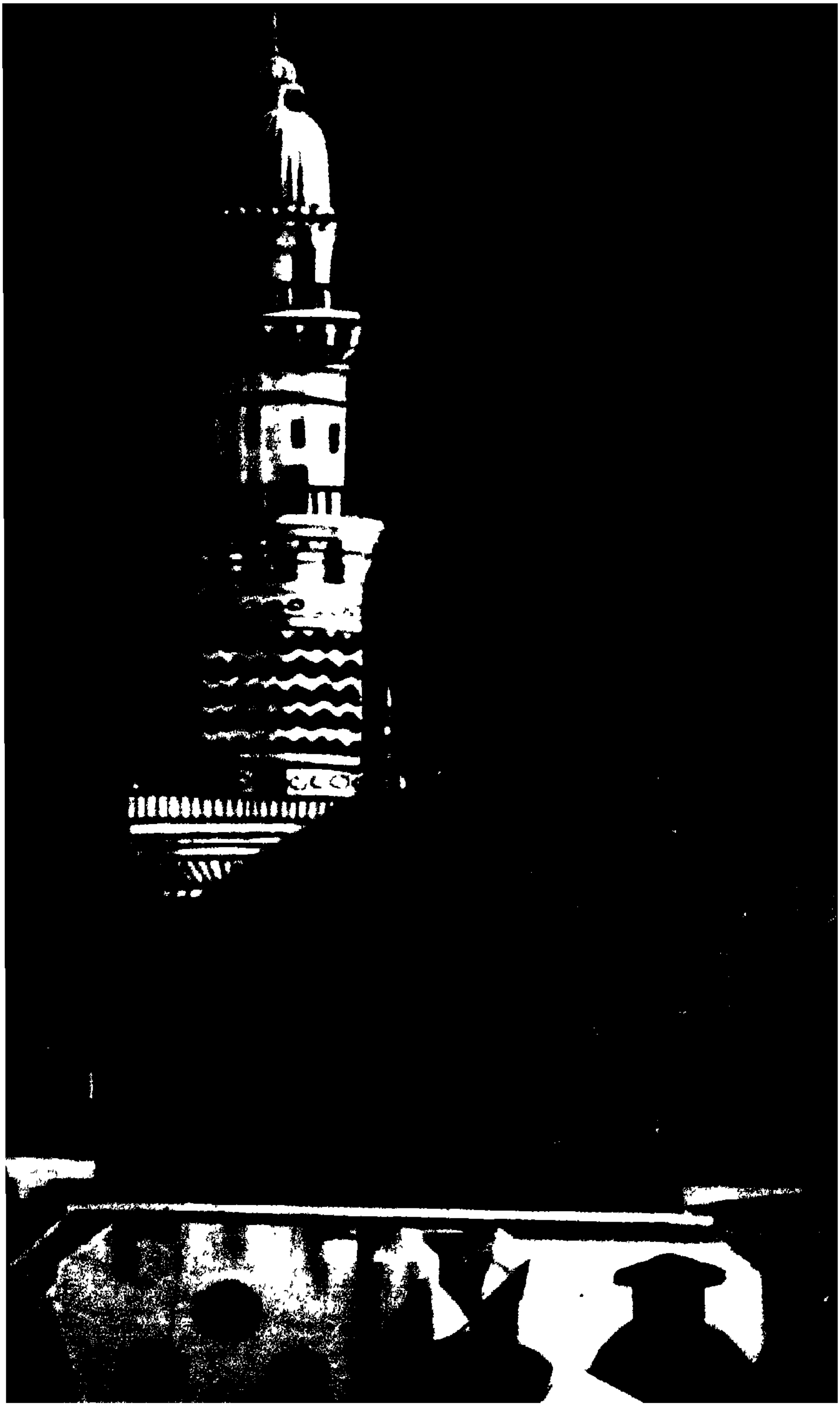


ماہنامہ

نعت لاہور

جلد : ۱
شمارہ : ۳

مارچ ۱۹۸۸ء

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
حصہ اول

○ ایڈیٹر : راجا رشید محمود
○ معاون : ضیاء الحق قریشی ایم اے

○ خطاط : جمیل احمد قریشی تنویر رقم
محمد یوسف نگینہ
خلیل احمد نوری

○ مینجر : اظہر محمود
○ دفتر رابطہ :
۱۸۔ راحت مارکیٹ
اردو بازار۔ لاہور۔ فون ۵۸۶۶۶

○ پرنٹر : محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز، لاہور
○ پبلشر : راجا رشید محمود
○ بائنڈر : خلیفہ عبدالمجید
بک بائنڈنگ ہاؤس۔ ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مشیرِ خصوصی :
چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مشیرِ قانون :
شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

قیمت —
فی شمارہ : ۱۰ روپے
زرِ سالانہ : ۱۲۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرزمینِ محبت ہے
جہاں سے محبت کے سوتے پھوٹے، یہی مقام محبت کا منبع و مصدر ہے
اسی لیے لوگوں کی محبت کا مرجع ہے
اللہ کریم نے اس خاک کی قسم کھائی جہاں اس کے محبوب چلتے پھرتے
اور جہاں اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقل قیام ہے
"اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است"
"زمیں کا اتنا ٹکڑا آسماں ہے"
زمین کا وہ حصہ ہر مقام سے افضل ہے
اس سرزمینِ محبت تک رسائی آقا و مولا کے نام لیواؤں کی معراج ہے
اہلِ محبت اس حسنِ عاقبت کی دعا کرتے ہیں
کہ گنبدِ خضرا نظر آئے اور طائرِ روح مقیدِ قفسِ جاں سے پرواز کر جائے

اور
"تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے"
زیرِ نظر شمارے میں اسی تمنا نے پیرہنِ الفاظ پہنا لیے

ایڈیٹر

مقالے مضامین

نعتیں

نظمیں

مدینہ منورہ کی فضیلت و فوقیت

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

مکان کی عزت مکین سے ہوتی ہے، ظرف کی عزت مظروف سے ہوتی ہے، شہر کی عزت شہر کے باسیوں کے حوالے سے اور وقت کی عزت وحرمت اس میں آنے والے کے باعث ہوا کرتی ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زمان ومکان کے اجزاء اپنے اندر بالذات کوئی فضل و شرف اور ترجیح وتفاضل نہیں رکھتے۔ زمان ومکان کے اجزا ایک دوسرے کے متشابہ اور مشترک بالذات ہیں۔ اِن میں بعض کا بعض پر قدر وشرف کے اعتبار سے کوئی امتیاز و اختصاص نہیں ہے لیکن سنتِ الٰہیہ جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لُطف وکرم سے بعض عوارض وواقعات کی بنا پر اور اپنے برگزیدہ بندوں کے قدموں کے توسُّط سے بعض مقامات کو زمین کے دیگر خطوں پر افضلیت وفوقیت عطا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس رات کو اپنی آخری کتاب قرآنِ مجید نازل فرمایا اسے لیلۂ مبارکہ اور لیلۃ القدر کے نام سے یاد فرمایا اور جس ماہ میں یہ کتاب اُتری اسے خصوصی شرف عطا کیا اور اس کا تعارف یوں کرایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ [1] ——— مہینہ ہونے کے اعتبار سے یہ بھی انتیس یا تیس راتوں پر مشتمل مہینہ ہے، بالذات اس میں کوئی تخصیص نہیں مگر چونکہ اس کی ایک رات میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر قرآن کریم اُتارا گیا تھا اس لیے یہ پورا مہینہ بابرکت قرار پا گیا ——— اسی طرح مسلمانوں کے قبلۂ اول ——— مسجدِ اقصیٰ ——— کو دیگر مساجد پر بالذات کوئی شرف وامتیاز نہیں مگر ایک

خاص نسبت کی وجہ سے ایسے عز و شرف عطا کیا گیا، فرمایا "اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ" یعنی (وہ مسجد اقصیٰ) جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھ دی ہے ـــــ مسجد کو شرف اس لیے عطا کیا گیا کہ اِس کا ماحول بابرکت تھا۔ اگر ذاتی طور پر یہ مسجد خصوصی شرف کی حامل ہوتی تو پھر ماحول کا تعارف مسجد کے حوالے سے کرایا جاتا اور یوں کہا جاتا کہ وہ جگہ یا وہ ماحول جسے ہم نے مسجد کے قرب کے باعث بابرکت بنایا مگر یہاں تو ماحول کی برکت سے مسجد کی عظمت کو یاور کرایا گیا۔

مسجدِ اقصیٰ کے ماحول اور گرد و پیش کو یہ عزت و رفعت کیوں حاصل ہوئی؟

تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ یہ ماحول انبیاء کا مولد و مسکن تھا۔ یہاں انبیاء کرام کے مزارات ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی رفعت و سربلندی واضح کرنے اور ان کی عظمت کا نقش ثبت کرنے کے لیے اُس سرزمین کو بابرکت قرار دیتا ہے جس کے ذروں کو انبیاء کرام کے تلووں سے مس ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ دیگر انبیاء کرام سے منسوب سرزمین کو اس قدر عزت ملی تو خاک کے اُن ذرّوں اور زمین کے اِن خطوں کو اللہ تعالیٰ جل و علا کیونکر مشرف نہ فرماتا جنہیں حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم چومنے کا شرف نصیب ہوا۔

اللہ ربُّ العزت کی ذات کے بعد کائنات بھر میں سب سے مکرم و معظم حضور رسالت مآب فداہ روحی کی ذات ستودہ صفات ہے ـــــ آپؐ کی ذاتِ اقدس سے جس چیز کی جتنی زیادہ نسبت اور جتنا قوی تعلق ہوگا وہ اتنی ہی معزز و متبرک ہو جائے گی۔ ـــــ وہ مکہ ہو یا مدینہ ـــــ اگر مکہ مکرمہ آپؐ کا مولد ہے تو مدینہ منورہ آپؐ کا مسکن و مستقر ہے ـــــ اگر مکہ میں آپؐ کا سطوت و جلال ہے تو مدینہ میں آپؐ کے دینِ محترم کی برکات کا کمال اور فیضانِ مصطفویؐ کا ہر سو جمال ہے۔

اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ کائنات کے مقدس ترین شہر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ہیں زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً لیکن ان دونوں شہروں میں سے کس کو دوسرے پر فضیلت و ترجیح دی جاتی ہے؟ اِس میں علماء کے عقول و اذہان بھی متحیر ہیں۔ بعض علماء کرام مدینہ منورہ

کی فوقیت کے قائل ہیں وہ شہرِ مدینہ کو شہرِ مکہ پر فضیلت دیتے ہیں البتہ کعبۃ اللہ کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں لیکن امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک کثیر جماعت امام دار الہجرہ مالک بن انس اور اکثر اہلِ مدینہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے[۴]
گویا ان کے نزدیک مدینہ منورہ کی عزت و مرتبت، کرامت و شرافت، عظمت و حرمت اور افضلیت و فوقیت تمام اقطاع و بقاع اور دیار و امصار سے بڑھ کر ہے کسی خطہ کو ارضِ مدینہ سے کچھ نسبت نہیں ——— خطہ ہائے زمین تو کیا، افلاک بھی خاکِ پاکِ یثرب کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

اس امر پر متقدمین و متاخرین علماء و محدثین کا اجماع اور اُمت کا اتفاق ہے کہ زمین کا وہ بقعۂ مبارکہ جسے آرام گاہِ حبیبِ خدا ہونے کا افتخار حاصل ہے، خاک کے وہ ذرّے جو حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر اور اعضاءِ شریفہ سے مس کئے ہوئے ہیں، وہ نہ صرف مکہ مکرمہ بلکہ کعبۃ اللہ سے بھی افضل و اکرم اور ارفع ہیں۔ سبع سموات تو کجا عرشِ معلّٰی سے بھی اس کی شان اعلیٰ، بالا، برتر، ارفع اور انتہائی بلند ہے[۵] علامہ نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " قد انعقد الاجماع علی تفضیل ما ضم الاعضاء الشریفۃ حتی علی الکعبۃ المنیفۃ ..... عن ابن عقیل انھا افضل من العرش"[۶] قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام خطّہ ہائے زمین پر اس بقعۂ مبارکہ کی افضلیت میں کسی کو اختلاف نہیں[۷]

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ جس چیز کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے ہو جائے وہ اپنی ہم جنس اشیا سے مکرم بن جاتی ہے ——— قطب سماویہ میں سے جس مقدس کتاب کو حضور علیہ السلام والصلوٰۃ سے نسبت ہو گئی وہ ھدًی للعالمین کے شانِ امتیاز سے اکنافِ عالم میں چمکی، جن خوش بخت لوگوں کو آپؐ کے اُمتی ہونے کی سعادت نصیب ہوئی وہ خیر الامم کے امتیازی لقب سے ملقب ہو کر پوری نسلِ انسانیت میں رتبۂ بلند پر فائز ہوئے۔ اسی طرح شہروں میں سے جس شہر کو بلدِ رسول، مسکنِ رسول اللہ

مدینۃ الرسول ہونے کا اعزاز ملا وہ احب البلاد، خیر الارض اور افضل المدائن بن گیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا یہ وہ بقعۂ مبارکہ ہے جسے سرکارِ دو عالم ﷺ کے رب کریم نے اپنے محبوب کے لیے منتخب فرمایا، جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رہائش کے لیے پسند فرمایا اور اس میں دفن ہونے کی خواہش کی، جس کی در و دیوار پر نظر پڑتے ہی اپنی سواری کو تیز تر کر دیا کرتے، جس کے غبار کو باعثِ شفا قرار دیا اور فرمایا۔ قالذی نفسی بیدہ ان فی غبارۃ المدینۃ شفاء من کل داء۔ جس کی مٹی کو ایمان دار ہونے کا تمغہ دیا۔ ان تربتھا لمؤمنۃ۔ کتنی گہری نسبت ہے اس سرزمین کو رسولِ عربی سے ـــــ کتنا تعلق ہے اس شہر کو اللہ کے حبیب سے ـــــ یہی تعلق اور یہی نسبت اس شہر کو دنیا بھر کے شہروں پر فوقیت اور افضلیت عطا کرتی ہے۔

ہر چند کہ مکہ مکرمہ اللہ کا حرم ہے ـــــ اس میں واقع کعبہ شریف بیت اللہ ہے۔ اسی طرح عرشِ عظیم بلند رتبہ ہے کہ وہ عرشِ الٰہی ہے ـــــ لیکن ان مقامات کا تشرّف ان کی عظمت، اور ان کی رفعت، نسبتِ تشریفی کے باعث ہے مگر یہ مقامات و مکانات اس لامکاں کے مکین ہونے کی سعادت سے قطعاً محروم ہیں۔

اللہ ربُّ العزت جل شانہٗ وعم نوالہٗ شش جہات سے پاک ہے، کسی ایک مکان میں مقید نہیں۔ وہ ہر آن، ہر لمحہ، ہر جا اور ہر کہیں موجود ہے۔ اس کا کوئی ایک مستقر یا ٹھکانا نہیں۔ مگر اللہ کے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم نے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور اب بھی مدینہ کے سینہ میں مقیم ہیں، گنبدِ خضرا میں محوِ خرام ہیں، مدینہ رعالیہ آپ کے انوار و تجلیات کا مخزن و منبع ہے ـــــ اللہ تعالیٰ مکہ میں، کعبہ میں یا عرشِ معلّٰی پہ مقیم نہیں مگر حضور پُرنور بنفسِ نفیس مدینہ منورہ میں استراحت فرما ہیں۔ روضۂ اطہر میں جلوہ افروز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گنبدِ خضرا کا شان و مرتبہ کعبۃ اللہ اور عرشِ معلّٰی سے بھی فزوں تر ہے، اور اسی حوالے سے شہرِ مدینہ تمام شہروں سے اعلیٰ و والا ہے۔

مدینہ منورہ کی سرزمین اور قبرِ انور کی مبارک جگہ ساری کائنات سے افضل ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب رسولِ پاک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام میں آپ کی تدفین کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا کہ آپ کو کس مقام میں دفن کیا جائے تو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا لیس فی الارض بقعۃ اکرم علی اللہ من بقعۃ قبض فیہا نفس نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جس جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس خطے سے افضل کوئی خطہ نہیں ــــــ اسی لیے تو سرکار کو اس شہر میں دفن ہونے کی تمنا تھی۔ آپ فرماتے ہیں ما علی الارض بقعۃ احب الی من ان یکون قبری بہا منہا یعنی روئے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں جو مجھے اپنی قبر کے لیے مدینہ منورہ سے زیادہ پسند ہو۔ اسی طرح خلیفۂ اول لول البشر بعد الانبیاء والرسل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ لا یقبض النبی الا فی احب الامکنۃ الیہ رواہ ابو یعلیٰ[۱۴] اللہ کے نبی کی روح اسی مکان میں قبض کی جاتی ہے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ لہٰذا یہ خطہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ عزیز تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آقا علیہ السلام والصلوٰۃ کی پسند اللہ جل جلالہٗ کی پسند کے تابع ہے لہٰذا یہ سرزمین اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب و پسندیدہ تھی۔ اسی بات کے پیش نظر آنحضرتؐ کی منشا تھی کہ اہلِ ایمان مکہ سے بڑھ کر مدینہ کو محبوب جانیں۔ اس لیے دعا فرمائی اللّٰھم حبب الینا المدینۃ کما حببت مکۃ او اشد[۱۳] کہ اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ کی طرح محبوب کر دے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہر محترم سے شدید محبت و اُنس رکھتے تھے اور یہ اُنسیت و دلبستگی ایک فطری تقاضا تھا کیونکہ یہ بات حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جس مقام کی مٹی سے انسان کا خمیر تیار ہوتا ہے اسی مقام میں اس کی تدفین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لیے حضورؐ کو ہادی و رہبر بنا کر بھیجا تو آپؐ کے بشری پیکر کا خمیر سرزمینِ مدینہ کی مٹی سے تیار کیا گیا[۱۴] ــــــ اللہ اللہ کس قدر معظم و مکرم ہے وہ دھرتی جس سے افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر پاک تیار کیا گیا ــــــ جب اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم

مدینۃ الرسولﷺ ہونے کا اعزاز علاوہ احبُّ البلاد، خیر الارض اور افضل المدائن بن گیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا یہ وہ بقعۂ مبارکہ ہے جسے سرکارِ دو عالمﷺ کے رب کریم نے اپنے محبوب کے لیے منتخب فرمایا، جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رہائش کے لیے پسند فرمایا اور اس میں دفن ہونے کی خواہش کی، جس کی در و دیوار پر نظر پڑتے ہی اپنی سواری کو تیز تر کر دیا کرتے، جس کے غبار کو باعثِ شفا قرار دیا اور فرمایا "فالذی نفسی بیدہٖ ان فی غبارۃ المدینۃ شفاء من کل داءٍ" جس کی مٹی کو ایمان دار ہونے کا تمغہ دیا "ان تربتھا لمؤمنۃ" کتنی گہری نسبت ہے اس سرزمین کو رسولِ عربیﷺ سے ــــ کتنا تعلق ہے اس شہر کو اللہ کے حبیب سے ــــ یہی تعلق اور یہی نسبت اس شہر کو دنیا بھر کے شہروں پر فوقیت اور افضلیت عطا کرتی ہے۔

ہر چند کہ مکہ مکرمہ اللہ کا حرم ہے ــــ اس میں واقع کعبہ شریف بیت اللہ ہے۔ اسی طرح عرشِ عظیم بلند رتبہ ہے کہ وہ عرشِ الٰہی ہے ــــ لیکن ان مقامات کا تشرّف، ان کی عظمت، اور ان کی رفعت، نسبتِ تشریفی کے باعث ہے مگر یہ مقامات و مکانات اس لامکاں کے مکین ہونے کی سعادت سے قطعاً محروم ہیں۔

اللہ ربُّ العزت جل شانہٗ و عم نوالہٗ شش جہات سے پاک ہے، کسی ایک مکان میں مقید نہیں۔ وہ ہر آن، ہر لمحہ، ہر جا اور ہر کہیں موجود ہے۔ اس کا کوئی ایک مستقر یا ٹھکانا نہیں۔ مگر اللہ کے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم نے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور اب بھی مدینہ کے سینہ میں مقیم ہیں، گنبدِ خضرا میں محوِ خرام ہیں، مدینہ رعالیہ آپ کے انوار و تجلیات کا مخزن و منبع ہے ــــ اللہ تعالیٰ مکہ میں، کعبہ میں یا عرشِ معلّٰی پہ مقیم نہیں مگر حضور پُر نور بنفسِ نفیس مدینہ منورہ میں استراحت فرما ہیں۔ روضۂ اطہر میں جلوہ افروز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گنبدِ خضرا کا شان و مرتبہ کعبۃ اللہ اور عرشِ معلّٰی سے بھی فزوں تر ہے۔ اور اسی حوالے سے شہرِ مدینہ تمام شہروں سے اعلیٰ و والا ہے۔

مدینہ منورہ کی سرزمین اور قبرِ انور کی مبارک جگہ ساری کائنات سے افضل ہے۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب رسولِ پاک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام میں آپ کی تدفین کے بارے میں اختلاف ہوا کہ آپؐ کو کس مقام میں دفن کیا جائے تو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا لیس فی الارض بقعۃ اکرم علی اللہ من بقعۃ قبض فیہا نفس نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم[11] یعنی جس جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس خطے سے افضل کوئی خطہ نہیں ——— اسی لیے تو سرکار ؐ کو اس شہر میں دفن ہونے کی تمنا تھی۔ آپؐ فرماتے ہیں ما علی الارض بقعۃ احب الی من ان یکون قبری بہا منہا[11] یعنی روئے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں جو مجھے اپنی قبر کے لیے مدینہ منورہ سے زیادہ پسند ہو۔ اسی طرح خلیفۂ اول لول البشر بعد الانبیاء والرسل حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ لا یقبض النبی الا فی احب الامکنۃ الیہ رواہ ابویعلیٰ[12] "اللہ کے نبی کی روح اسی مکان میں قبض کی جاتی ہے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہوتی" ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ لہٰذا یہ خطہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ عزیز تھا اور یہی حقیقت ہے کہ آقا علیہ السلام والصلوٰۃ کی پسند اللہ جل جلالہٗ کی پسند کے تابع ہے لہٰذا یہ سرزمین اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب و پسندیدہ تھی۔ اسی بات کے پیشِ نظر آنحضرتؐ کی منشا تھی کہ اہلِ ایمان مکہ سے بڑھ کر مدینہ کو محبوب جانیں۔ اس لیے دعا فرمائی اللّٰھم حبب الینا المدینۃ کما حببت مکۃ او اشد[13] کہ اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ کی طرح محبوب کر دے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہرِ محترم سے شدید محبت و اُنس رکھتے تھے اور یہ اُنسیت و دلبستگی ایک فطری تقاضا تھا کیونکہ یہ بات حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جس مقام کی مٹی سے انسان کا خمیر تیار ہوتا ہے اسی مقام میں اس کی تدفین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لیے حضورؐ کو ہادی و رہبر بنا کر بھیجا تو آپؐ کے بشری پیکر کا خمیر سرزمینِ مدینہ کی مٹی سے تیار کیا گیا[14] ——— اللہ اللہ کس قدر معظم و مکرم ہے وہ دھرتی جس سے افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیرِ پاک تیار کیا گیا ——— جب اللہ تعالیٰ کے حبیبِ مکرم

وآلہ وسلم مخلوق کے ہر فرد سے افضل و اعلیٰ ہیں تو خاکِ مدینہ جو آپؐ کے جسمِ اطہر کی مجر ہے تو بلا شبہ مدینہ منورہ کائنات بھر میں سب سے فوقیت اور افضلیت کا حامل بن گیا۔

مدینہ منورہ افضل البلاد کیوں نہ ہو کہ یہیں زمین کا وہ خطہ ہے جسے ریاض الجنۃ کے نام سے موسوم کیا گیا ——— مجازاً نہیں حقیقۃً جنت کا ٹکڑا ——— یہیں وہ بلند رُتبہ پہاڑ ہے جو حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مُحب بھی ہے اور محبوب بھی

ھٰذا جبلٌ یحبنا و نُحِبہٗ [۱۵]

حج و عمرہ بہت بڑی عبادت ہے جو مکہ مکرمہ میں نصیب ہوتی ہے لیکن محنت اور مشقت کے بعد ——— مگر ذرا سرکار کا جود و سخا تو ملاحظہ فرمائیں۔ وہ رؤف و رحیم آقاؐ اپنے شہر میں حاضر ہونے والوں کو مشقت میں ڈالے بغیر حج و عمرہ کا ثواب مرحمت فرماتے ہیں۔ یہاں کا عمرہ بھی آسان اور حج بھی سہل۔ شہرِ مصطفیٰ میں واقع مسجدِ قبا میں دو رکعت نفل ادا کیے جائیں تو عمرے کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر سرکارؐ کی اپنی مسجد ——— مسجدِ نبوی ——— میں دو رکعت پڑھ لی جائیں تو حج کا ثواب مل جاتا ہے [۱۶] صرف یہی نہیں بلکہ مکہ میں کی جانے والی حج حاضریٔ مدینہ کے صدقے ہی قبول ہوتی ہے۔ حجِ بیت اللہ کے بعد مدینہ پاک میں حضورؐ کی بارگاہ میں حاضری دینے سے اس حج کی قبولیت کے ساتھ ساتھ ایک اور حج کا ثواب بھی ملتا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے "مَنْ حج الی مکۃ ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ حجتان مبرورتان" [۱۸]

مدینہ منورہ کی فضیلت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لیے منتخب فرمایا اور ظاہر ہے کہ محب اپنے محبوب کے لیے وہی چیز پسند کرتا ہے جو اسے سب سے زیادہ پسندیدہ، محترم اور معزز ہو ——— اذ الحبیب لا یختار لحبیبہ الا ما ھو احب و اکرم عندہٗ [۱۹] کہ حبیب اپنے دوست کے لیے صرف وہی پسند کرتا ہے جو خود اس کے نزدیک سب سے زیادہ دل پسند ہو۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ شہر اتنا پسند آیا کہ آپ نے اپنے محبین اور چاہنے والوں کو اس مقدس شہر میں اقامت کی ترغیب دلائی اور اس شہر میں وفات پانے والوں کو اپنی شفاعت کا مژدۂ جانفزا سنایا، ارشاد فرمایا من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت فمن مات بالمدینۃ کنت لہ شفیعا و شہیدا[۱۰] یعنی جو شخص مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اسی جگہ مرے، سو جسے مدینہ منورہ میں موت نصیب ہوگی وہ میری شفاعت سے مشرف ہوگا اور میں اس کا گواہ بنوں گا —— تو جس شہر میں شفاعتِ مصطفیٰ نصیب ہو اس کی افضلیت میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

مدینہ کی افضلیت کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں گنبدِ خضرا ہے مرقدِ مصطفیٰ ہے —— یہ وہ نعمت ہے جس کا مقابلہ دنیا و آخرت کی کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔

مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) کا محبوب ترین شہر —— مدینہ منورہ —— مکہ مکرمہ سے افضل ہے اور قبرِ اطہر کعبۃ اللہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ حضور علیہ السلام والصلوٰۃ کا یہ کتنا واضح فرمان ہے جسے طبرانی نے معجم کبیر میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: "المدینۃ خیر من مکۃ"[۱۱] کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ شہرِ مصطفیٰ کی محبت سے ہمارے سینوں کو معمور فرمائے اور اس پاک شہر کی حاضری سے نوازے۔

حواشی:

(۱) البقرہ آیت ۱۸۵ (۲) الاسراء: ۱ (۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: جذب القلوب الی دیار المحبوب، ص ۱۷ (۴) ایضاً ص ۱۸ (۵) ایضاً ص ۱۸ (۶) وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۱، ص ۲۹ - ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح ج ۲، ص ۱۹۰ (۷) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲، ص ۷۵ (۸) خلاصۃ الوفاء، الشیخ سمہودی ص ۲۰۷ (۹) ایضاً (۱۰) ایضاً ص ۱۲ (۱۱) الشیخ احمد بن عبدالحمید العباسی: عمدۃ الاخبار فی مدینۃ المختار ص ۲۷ (۱۲) وفاء الوفا

ج ۱، ص ۳۳۲ (۱۳) ۔ صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۴۴ ۔ موطا امام مالک ص ۴۹۷ (۱۴) جذب القلوب ص ۱۹
(۱۵) ۔ صحیح بخاری ج ۲، ص ۵۸۵ (۱۶) جامع ترمذی ج ۱، ص ۶۷ (۱۷) مرقاۃ المفاتیح ج ۲،
ص ۱۹۲ (۱۸) خلاصۃ الوفا ص ۶۲ (۱۹) جذب القلوب ص ۲۲ (۲۰) خلاصۃ الوفا ص ۱۶ ۔
سنن ابنِ ماجہ (بالفاظِ متقاربہ) ص ۲۳۲ (۲۱) خلاصۃ الوفا ص ۱۴ ۔ جذب القلوب ص ۲۱ ۔

متاعِ دل و جاں نثارِ مدینہ
الٰہی دکھا دے دیارِ مدینہ

شرف خوابگاہِ رسالت کا پایا
بجا ہے، بجا افتخارِ مدینہ

خزاں کی رسائی نہیں اِس چمن تک
ابد آشنا ہے بہارِ مدینہ

بہارِ جناں اُس پہ قربان کردوں
نوازے اگر مجھ کو خارِ مدینہ

اُنہی کی دلوں پر رہی حکمرانی
لقب جس کا ہے تاجدارِ مدینہ

مشامِ یقیں ہو رہا ہے معطّر
زہے وادیٔ مشکبارِ مدینہ

مقامِ شہنشاہِ لولاک ہے یہ
زہے عزّ و شان و وقارِ مدینہ

جسے چاہے، آغوشِ رحمت میں لے لے
یہ ہے دامنِ اختیارِ مدینہ

—— آغا صادقؔ

جب سے ہُوا وہ گل چمن آرائے مدینہ
جبریلؑ بنے بلبلِ شیدائے مدینہ

شمسی کی جھلک دیکھ کے خورشیدِ فلک ہے
جاروب کشِ ساحتِ زیبائے مدینہ

اللہ رے مہتابئ زیبا کی صفائی
مہتاب ہے خاکسترِ صحرائے مدینہ

بوسے کی تمنّا ہے جو مینائے فلک کو
جھکتا ہے سوئے گنبدِ خضرائے مدینہ

واں کے در و دیوار مرے پیش نظر ہیں
اندھیر ہو گر آنکھ سے چھپ جائے مدینہ

ہر سنگ میں واں کے شررِ طور ہے پنہاں
ہر خشت کو کہیے یدِ بیضائے مدینہ

ہر چاہ سے جاری ہے وہاں چشمۂ حیواں
پیاسوں کے لیے خضر ہے سقّائے مدینہ

قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے
ہم دیکھتے ہیں ان کو جو دیکھ آئے مدینہ

——— کفایت علی کافی شہید[7]

آنکھوں میں ہے گھر، دل میں مرے جائے مدینہ
ان تینوں مدینوں میں ہے ماوائے مدینہ

ہے قصرِ جناں روضہ، ستوں طوبیٰ فردوس
جنت کا تماشا ہے تماشائے مدینہ

فیضِ قدمِ شہؐ سے ضیا پائی ہے ایسی
خورشید ہے اِک ذرۂ صحرائے مدینہ

محشر میں ہُوا لالۂ گلزارِ شفاعت
جس دِل میں پڑا داغِ تمنائے مدینہ

ہر صبح بندھا روضۂ حضرتؐ کا تصور
جب آنکھ کھلی، کھُل گئے در ہائے مدینہ

بازارِ محبت میں کہاں مجھ سا خریدار
سر بیچ کے لیتا ہوں میں سودائے مدینہ

موسیٰؑ ہیں اگر محوِ تجلائے سرِ طور
ہے رُوح مری محوِ تجلائے مدینہ

—— امیرؔ مینائی

مدینۃ الرسول ﷺ کے اسمائے مقدسہ

از ظہیر محمود

تمام دنیا کے مسلمانوں کے دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی محبت میں دھڑکتے ہیں۔ مسلمان خواہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہو، اس کا دل اس عظیم شہر کی محبت میں دھڑکتا ہے، اس کا دماغ مدینہ پاک کے بارے میں سوچتا ہے اور اس کی آنکھیں مدینہ منورہ کی محبت میں اشک برساتی ہیں۔ عشاقِ رسول ؐ اسی شہر میں حاضری کی تمنا دل میں رکھتے ہیں۔ شعراء کے نعتیہ کلام میں اس خواہش کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔

مکان کی حیثیت کا تعیّن اُس کے مکین سے کیا جاتا ہے۔ مدینہ میں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، اس لیے وہ جگہ سب انسانوں کو سب سے اچھی لگتی ہے۔ دراصل مکین سے جتنی محبت ہو گی، مکان سے اتنا ہی انس ہو گا۔ مکین جتنا اچھا ہو گا، مکان اتنا ہی اچھا لگے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تو جزوِ ایمان ہے بلکہ اساسِ ایمان ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ اُس شخص کا ایمان مکمل نہیں جو حضور ؐ کو اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، اپنی جان اور ہر چیز سے زیادہ محبوب نہیں سمجھتا۔ جب ہمیں مکین سے اتنی محبت ہے تو ظاہر ہے کہ اُس خاکِ پاک سے بھی اتنی ہی محبت اور عقیدت ہو گی جہاں سرکار ؐ تشریف فرما ہیں۔ عشاقِ رسول ؐ کے لیے یہ شہر دنیا میں واحد دارالامان اور دارالقرار ہے کیونکہ مدینۃ الرسول ؐ ہے۔ حضور ؐ کے نام لیواؤں کو اس شہرِ دلفریب سے بڑھ کر کسی جگہ سے دلچسپی ہو ہی نہیں سکتی۔ جو شخص سرکار ؐ کے اس شہر سے جتنا عقیدت مندانہ لگاؤ رکھتا ہے، وہ سرکار ؐ سے اس کی ارادت پر دلالت کرتا ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ دنیا بھر سے لاکھوں عقیدت مند ہر سال مدینہ منورہ میں زیارتِ روضۂ سرکارؐ کے لیے جاتے ہیں اور اپنے دلوں کو منور کرتے ہیں۔

احادیث میں اس شہرِ مقدس کو اُس کی خصوصیتوں کے پیشِ نظر مختلف نام دیے گئے ہیں۔ روئے زمین پہ کوئی ایسا شہر نہیں جس کے نام اس قدر زیادہ ہوں جتنے مدینہ پاک کے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پسندیدہ نام طَابَۃ، طَیْبَۃ، طَیِّبَۃ اور طَابِیَۃ ہے۔ حدیث پاک میں ہے "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مدینہ طیبہ کا نام طَابَہ رکھوں"۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کا نام توریت میں طابہ، طیبہ اور طیبہ ہے اس لیے اس نام کی فضیلت سب سے برتر ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ یثرب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک اولاد کا نام ہے۔ جب حضرت نوحؑ کی اولاد متفرق شہروں میں آباد ہوئی تو یثرب نامی اولاد نے اس سرزمین پر قیام کیا۔ جب کہ علمائے تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ یثرب خاص مدینہ کا نام ہے۔ اکثر علماء نے اسی قول کو بہتر کہا ہے۔ ابنِ زبالہ جو مورخینِ مدینہ کے پیشوا مانے جاتے ہیں اور منجملہ اصحابِ امام مالکؒ سے ہیں اور دوسرے حضرات نے بھی علماء سے روایت کیا ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب نہ کہا جائے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث آئی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یثرب کہے تو اُس کو لازم ہے کہ اس کی تلافی اور تدارک میں دس مرتبہ طیبہ کہے کچھ اسی طرح کی حدیث امام احمد اور ابویعلیٰ نے روایت کی ہے۔ اگر مطلب کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یثرب کا مطلب "فساد" کے معنوں میں ہے۔ اس کے علاوہ یثرب ایک کافر کا نام بھی ہے۔ بعض احادیث میں مدینہ منورہ کا نام یثرب آیا ہے۔ اس کے لیے علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ ممانعت سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم۔

مختلف کتبِ احادیث سے مدینہ منورہ کے جو نام مل سکے ہیں، وہ درجِ ذیل ہیں:

اَرْضُ اللّٰہِ: قرآنِ مجید میں آیا ہے "اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً"۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہاں ارضُ اللہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔

اکالۃ البلدان : مدینہ منورہ کو تمام شہروں پر فضیلت حاصل ہے اس لیے قرآن مجید میں اس کو اکالۃ البلدان بھی کہا گیا ہے۔

اُکالۃ القریٰ : اس کا مطلب ہے تمام بستیوں پر غالب بستی۔ حدیث پاک میں آتا ہے رسیجے ایسی بستی کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہے۔

الایمان : قرآن مجید میں ایک جگہ آتا ہے " وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ " علمائے دین کی نظر میں دار اور ایمان سے مراد مدینہ ہے۔

البلد : قرآن مجید میں آتا ہے " لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ " حضرت عیاضؒ کی روایت کے مطابق یہاں اَلْبلد سے مراد مدینہ ہے۔

بیت الرّسولؐ : بیت الرسولؐ سے مراد ہے حضور کا گھر۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ " مفسرین کرام کی رائے ہیں اس آیت میں بیت سے مراد مدینہ پاک ہے۔ چونکہ حضورؐ مدینہ میں رہتے تھے اور آپؐ نے مکے سے مدینہ ہجرت کی تھی اس لیے اس کا نام بیت الرسول ہے۔

جزیرۃ العرب : یہاں بھی جزیرۃ العرب سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے مدینہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا " اللہ تعالیٰ نے اس جزیرے کو شرک سے پاک فرما دیا ہے "

اَلْجُنَّۃ : اس کے معنیٰ ڈھال کے ہیں۔ ایک صحابی سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا " میں جُنّہ میں ہوں " یہاں جُنّہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔

الحَصِیْنَۃ : یہ نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا " رَأَیْتُ کَاَنِّیْ فِیْ دِرْعٍ حَصِیْنَۃٍ " اس میں حصینہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔

الحبیبۃ : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شہر سے بہت پیار ہے، اس لیے اسے حبیبہ کہا گیا۔ آپؐ نے ایک موقع پر دعا کی " اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو محبوب بنا دے " اس حدیث سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ حضورؐ مدینہ منورہ کس قدر اُنس رکھتے تھے۔

الحرم : حرم کے معنیٰ " حرمت " کے ہیں اور اس شہر کی حرمت سب شہروں سے

بڑھ کر ہے۔ مسلم شریف میں آتا ہے" مدینہ حرم ہے"۔

حرمِ رسول اللہ: سرکارِ ابد قرار نے اس شہر کو حرم قرار دیا، اسی لیے اس کو حرمِ رسول اللہ بھی کہتے ہیں۔ ایک حدیث شریف ہے" مکہ ابراہیم کا حرم ہے اور مدینہ میرا حرم ہے"۔

حَسَنہ: عربی میں حسنۃ سے مراد حُسن لیا جاتا ہے جب کہ اس شہر میں ظاہری، باطنی، معنوی، حِسّی ہر طرح کا حُسن ملتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ایک آیت میں حسنۃ کا ذکر ہے۔ علماءِ کرام نے وہاں بھی اس سے مدینہ منورہ مراد لیا ہے۔

الخیرہ: اس کے معنیٰ بہتری والا شہر، خیر والا شہر کے ہیں۔

الدار: یہ بھی اس مقدس شہر کے اسمائے گرامی میں سے ایک ہے۔ قرآنِ پاک میں آیا ہے" جن لوگوں نے دار کو ٹھکانہ بنایا"۔ مفسرین کرام کے مطابق یہاں الدار سے مراد مدینہ منورہ لیا گیا ہے۔

دارالابرار: اس کے معنیٰ ہیں نیکیوں کا گھر۔ مدینہ منورہ کو مہاجرین و انصار اور صحابہ کرام کے مسکن ہونے کی وجہ سے دارالابرار کہتے ہیں۔

قبۃ الاسلام: حدیث شریف میں آتا ہے" مدینہ اسلام کا قبہ ہے"۔ اسی لیے اس شہر کا نام قبۃ الاسلام ہے۔

سیّدۃ البُلدان: اس نام کا مطلب" شہروں کی شہنشاہ بستی" ہے۔ اور یہ الفاظ حدیث پاک میں بھی آ گئے ہیں۔

الشافیہ: اس سے مراد شفا ہے۔ یعنی اس شہر کی مٹی ہر بیماری میں شفا دیتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے" مدینہ شریف کی مٹی ہر بیماری کی دوا ہے"۔

العاصمہ: عاصمہ کے لفظی معنیٰ معصوم کے ہیں اور لغوی معنیٰ بچائی گئی بستی کے ہیں۔ یعنی یہ بستی ہر قسم کے غم، فکر، بیماری اور ہر قسم کی تکلیفوں سے پاک ہے۔ حضورؐ نے فرمایا" اس بستی میں دجال اور طاعون داخل نہیں ہو سکیں گے"۔ مدینہ کو عاصمہ اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ اس بستی میں مہاجرین کو انصار نے پناہ دی تھی۔

العــزاء : یہ نام توریت میں بھی ہے۔ اس کو العزا اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ خطہ ہمیشہ دشمن کی زیادتیوں سے محفوظ رہا اور رہے گا اور ہمیشہ پاکیزہ نظروں سے دیکھا گیا اور دیکھا جائے گا۔

العـراء : عربی لغت میں عرا اُس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کی کوہان اونچی نہ ہو۔ چونکہ مدینہ کی بستی بھی فلک بوس عمارات پر مشتمل نہ تھی اس لیے اس کو العرار کہا گیا۔

العـروض : اس شہر کی دوسرے شہروں سے علیحدگی کی بنا پر اس کا یہ نام رکھا گیا۔ نجد کے تمام شہر خطِ مستقیم طولانی پر واقع ہیں اور یہ شہر اُن سب سے ہٹ کر ہے۔

الغـراء : اس نام کے معنیٰ عربی لغت میں روشن کے ہیں۔ گویا اس شہر کو روشنیوں کا شہر قرار دیا گیا۔ یوں لگتا ہے کہ اس خطہ سے نورانی روشنیاں نکل کر تمام عالمِ انسانیت کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

غلبـة : یہ شہر دوسرے تمام شہروں سے غلبے والا ہے۔ یہ نام زمانۂ جاہلیت کا ہے۔

القاصمـة : القاصم نام توریت میں بھی ملتا ہے۔ مدینۂ عالیہ کا یہ نام اس لیے پڑا کہ اس خطے پر آنے والے تمام دشمن خاک میں مل گئے۔

قریۃ انصـار : یہ نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود رکھا تھا۔ اس کی وجہ قرآنِ مجید کی آیتِ کریمہ ہے " وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا۔

قریۃ رُسول اللہ : حدیثِ پاک میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔ چونکہ حضورؐ اس بستی میں تشریف فرما ہے اس لیے اس کا نام قریۃ رسول اللہ ہے۔

المُبـارکـة : حضورؐ نے اس شہر کے لیے خصوصی دعا کی، اس لیے اس کا نام مبارکہ پڑ گیا "یا اللہ! مکہ مکرمہ سے دو گنا اس میں برکت عطا فرما"

المؤمنـة : تورات میں بھی مدینہ منورہ کا نام المومنہ آیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس شہر کی مٹی مومنہ ہے" اس شہر کے رہنے والوں نے آپؐ کو مانا حتیٰ کہ پتھروں تک نے تصدیق کی۔

قلبُ الایمان : یہ بھی مدینہ منورہ کا ایک نام ہے۔ اِبنِ جوزی فرماتے ہیں کہ

حضور نے فرمایا "مدینہ ایمان کا دل ہے۔"

مبین الحلال والحرام: اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ حلال و حرام کے درمیان فرق کو بتلانے والی پاک جگہ یہی ہے۔

المحبوبہ: خدا تعالیٰ کو یہ جگہ سب سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ اُس کے محبوبؐ نے اُسے پسند کیا ہے۔

المحفوفہ: المحفوفہ کا معنیٰ ہے ڈھکا ہونا یا معمور ہونا۔ چونکہ یہ شہر رحمت، شفقت اور برکات سے ڈھکا ہوا ہے، اس لیے المحفوفہ کہلایا۔ مختلف احادیث میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

المحفوظہ: اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو دجال اور طاعون کی بیماری سے محفوظ فرمایا، اس لیے یہ شہر المحفوظہ کہلایا۔

مَدْخَلِ صدق: اس کے معنیٰ ہیں سچائی کا داخلہ۔ یعنی اس شہر کو سچائی کے داخل ہونے کی جگہ قرار دیا گیا۔ اس نام کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔

مدینۃ الرسول: چونکہ حضورؐ نے زندگی کا بہترین حصہ اس جگہ پر گزارا اور وصال کے بعد بھی یہیں قیام فرما ہیں۔ اس لیے اس شہر کو مدینۃ الرسول کہتے ہیں۔

المرحومہ: چونکہ اس شہر پر اللہ تعالیٰ نے اپنا عظیم کرم اور رحم فرمایا اور اپنے محبوب کو تمام نسلِ انسانی کی بہتری کے لیے بھیجا، اس لیے یہ شہر المرحومہ ٹھہرا۔

المرزوقہ: اس کا مطلب ہے باطنی حسن اور معنوی رزق۔ اس خطہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے بہترین رزق سے نوازا ہے اس لیے اس کا نام مرزوقہ کہلایا۔

مَضْجَعِ الرسولؐ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے "مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اور یہی میری آرام گاہ ہے۔" چونکہ حضورؐ کے فرمان مبارک سے یہ نام رکھا گیا، اس لیے یہ بہت ہی افضل ہے۔

مہاجر الرسولؐ: حدیث پاک میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے۔" اسی لیے اس شہر مقدس کا نام مہاجر الرسول بھی ہے۔

المقر : عربی میں اس کا مطلب قرار ہے۔ یعنی اس خطہ میں ہر ایک کے لیے قرار و سکون ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "اے اللہ! ہمارے لیے اس بستی کو قرار بنا دے۔

المقدسہ : چونکہ یہ شہر ہر قسم کے عیبوں اور گناہوں سے پاک ہے، اس لیے اس کا نام المقدسہ ٹھہرا۔

الموفیہ : اس کا مطلب ہے وفا کرنا۔ یعنی یہ بستی اپنے زائرین سے وفا کرتی ہے اور اُن کے تمام حقوق پورے کرتی ہے۔

ذات النخل : یعنی کھجوروں والی جگہ۔ اس کا نام حضورؐ نے خود رکھا۔ اُنہوں نے فرمایا "مجھے میری ہجرت گاہ دکھائی گئی جو کھجوروں والی ہے۔"

دارالفتح : یہی وہ عظیم الشان جگہ ہے جہاں سے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔

ارض الهجرت : اس سرزمین پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کرکے آئے تھے اس لیے اس کا نام ارض الہجرت ہے۔

بارہ و برہ : یہ نام بڑائی اور بھلائی کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہر نیکیوں اور بھلائیوں سے بھرا ہوا ہے۔

جابرہ وجبارہ : یہ نام مبارک بھی اُس مقدس شہر کے ناموں میں سے ایک ہے۔ اس کا نام جبر رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غریب کو، مال دار کو، بے کسوں کو، فقیروں کو سہارا دینا، مغروروں کے غرور کو توڑنا، سرکشوں کو اطاعت پر مجبور کرنا اس شہر کی خصوصیات میں سے ہے۔

حسنة : یہ بھی مدینہ منورہ کے ناموں میں سے ہے۔ سچی محبت اور اعتقاد کا اصل الحسن جو قلبی آنکھوں سے ہوتا ہے وہ اسی شہر پاک میں ہے جو نورانیت اس شہر میں ہے وہ کسی اور مقام میں نہیں۔

خیرہ وخیرہ : یہ بھی اسی بزرگ مقام کا نام ہے۔

معصومہ : اس شہر کا ایک نام معصومہ بھی ہے۔ اس کے معنیٰ محفوظ ہونے کے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ بعض سرکش اور جابر لوگوں سے محفوظ رہا اور رہے گا۔

فاضحہ : یہ نام مدینہ پاک کا اس لیے رکھا گیا کہ بدکردار لوگ اس میں چھپ کر نہیں رہ سکتے۔ آخر کار ذلت و رسوائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مجبورہ : مجبار اُس زمین کو کہتے ہیں جو سبزیاں جلد اُگاتی ہے اور نفع والی ہوتی ہے۔ اور یہ بات تجربات سے ثابت ہو چکی ہے کہ مدینہ ایسی ہی زمین ہے۔

محروسہ ومحفوظہ اور محفوفہ : حدیث پاک میں آیا ہے کہ مدینہ پاک کی گلیوں کے دونوں سروں پر فرشتے بیٹھے ہوئے اس کی پاسبانی کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اس کا نام محروسہ ومحفوفہ اور محفوظہ ہے۔

مسکینہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو خطاب فرمایا کہ اسے زمینِ پاک اور اسے بقعۂ مطہر اور اسے مکانِ مسکین ، خزانوں کو قبول مت کر۔ یوں، اس شہرِ مقدس کا نام مسکینہ بھی ہے۔

مُسلمہ : اس نام کے معنیٰ ایمان اور اسلام کے ہیں۔ اِس شہر میں اسلام کو اِستحکام ملا۔

مطیبہ مقدسہ : اِس شہر کی خصوصیات کے پیشِ نظر اِس لفظ کے معنیٰ طہارت، پاکیزگی، صفائی اور نزاکت کے ہیں۔

مقر : یہ لفظ قرار سے ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں آتا ہے "اسے اللہ تو کر دے ہمارے لیے اس شہر میں قرار اور رزق عمدہ۔"

مکینہ : مکینہ بھی مدینہ منورہ کا ایک نام ہے۔ اس کے معنیٰ عزت اور درجے کے ہیں جو خدا تعالیٰ کے نزدیک اس شہر کو حاصل ہے۔

ناجیہ : مدینے کے رہنے والوں کے لیے نجات ہی نجات ہے، اس لیے اس کا نام ناجیہ بھی ہے۔

المدینہ : یہ نام سب سے بڑھ کر افضل و برتر ہے۔ لغت میں مدینہ اس مقام نام ہے جو مکانات اور کثرتِ عمارات میں قریہ کی حد سے تجاوز کر گیا ہو۔ قرآنِ مجید اور توریت میں بھی مدینہ کا نام اکثر آیا ہے۔

اس کے علاوہ جو نام ملتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں،
دارالاخیار۔ السنۃ۔ دارالسلام۔ دارالہجرۃ۔ قبۃ الاسلام۔ المکینۃ۔ نیلاء۔ لنحر۔ الہذرا۔ دارالابرار۔ المختان۔ المقدس۔ المطیبہ۔ مسجد اقصٰی۔ المختارہ۔ المحبۃ۔ مبین الحلال والحرام۔ الفاضحہ۔ ظباب۔ السلفہ۔ دارالسنۃ۔ البلاط۔ البحرۃ۔ البحیرہ۔ ارض الہجرۃ۔ اثرت۔ ذات الحجر۔ ذات الحرار۔ البارہ۔ البررۃ۔

مآخذ و مراجع :۔

(۱) قرآنِ مقدس (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم شریف (۴) ترمذی شریف (۵) سننِ ابوداؤد (۶) سنن ابنِ ماجہ (۷) سننِ نسائی (۸) مشکوٰۃ المصابیح (۹) جذب القلوب (۱۰) مدینۃ الرسول (۱۱) میرے سرکار۔

نُور و رحمت کا خزینہ مری آنکھوں میں رہے
اب مدینہ ہی مدینہ مری آنکھوں میں رہے
ارضِ طیبہ کی فضاؤں میں مؤدّب ہو کر
سانس لینے کا قرینہ مری آنکھوں میں رہے
ہر گھڑی صبحِ مدینہ کی ضیا ہو دل میں
رونقِ شامِ مدینہ مری آنکھوں میں رہے
یا نبیؐ آپ کی چوکھٹ ہو تصوّر میں مرے
یعنی وہ عرش کا زینہ مری آنکھوں میں رہے
حلقۂ نعت میں جب ذکرِ مدینہ ہو کلیمؔ
سبز گنبد کا نگینہ مری آنکھوں میں رہے

—— اکرم کلیم (ساہیوال)

اگر ہے شوقِ لقائے جنّت، چلو مدینہ چلو مدینہ
حبیبِؐ رب کی کرو زیارت، چلو مدینہ چلو مدینہ

جو گلشنِ کوئے مصطفیٰؐ کی بہشت میں ہم نے کچھ ثنا کی
کہیں گے سب ساکنانِ جنّت، چلو مدینہ چلو مدینہ

تمام کوئے نبیؐ ہے گلشن، یہ شہر ہے مثلِ طور روشن
اٹھو دکھائیں خدا کی قدرت، چلو مدینہ چلو مدینہ

اگر ہیں ایماں کے تم کو دعوے، تو باندھو اے مومنو کجاوے
ہر اہلِ اسلام کی ہے دعوت، چلو مدینہ چلو مدینہ

پئے زیارت جو حوریں آئیں، بہارِ فردوس بھول جائیں
کریں نہ طیبہ سے عزمِ رجعت، چلو مدینہ چلو مدینہ

ہے شہرِ طیبہ عجیب بستی، خدا کی رحمت ہے واں برستی
ہیں واں کے باشندے اہلِ جنّت، چلو مدینہ چلو مدینہ

غریبؔ کیوں ہند میں پڑے ہو، کمر کو باندھو اب اٹھ کھڑے ہو
خدا ہے حامی، لگاؤ ہمّت، چلو مدینہ چلو مدینہ

—— غریبؔ سہارنپوری

مدینہ تاجدارِ مدینہ ﷺ کی نظر میں

شہناز کوثر

قریش کے ظلم و ستم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ جانے کا حکم دیا۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پسندیدہ شہر کو الوداع کہہ کر اللہ تعالیٰ کے محبوب شہر میں آگئے۔ ہجرت کے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی؛

"اے اللہ! تو نے میری محبوب ترین جگہ سے مجھے ہجرت کرائی، اب تو مجھے اس قطعۂ زمین میں آباد فرما جو تجھے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو"

(مستدرک حاکم)

اس دعا سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام ملکوں، تمام علاقوں، سب خطوں سب شہروں اور دنیا کی سب جگہوں سے زیادہ مدینہ منورہ پسند ہے۔ جہاں اُس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔

مدینہ منورہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ یہاں اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ اسلام کی پہلی مسجد تعمیر ہوئی اور اسلام کا پہلا مدرسہ قائم ہوا، مسلمانوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا اور مدینہ ایک الگ ریاست بن گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور اقوال و افعال سے مدینہ کی فیوض و برکات کا ذکر ملتا ہے جس سے ہر اہلِ ایمان کے دل میں بھی مدینہ منورہ کے لیے عقیدت و احترام کے جذبات اُبھرتے ہیں اور مدینہ کی زیارت کی تمنا ہمارے دلوں کو تڑپاتی ہے۔

ہر سال لاکھوں لوگ مدینۂ عالیہ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ مکہ مکرمہ بھی ہمارے لیے قابلِ احترام ہے کیونکہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بچپن اور جوانی گزاری اور وہ آپؐ کا پسندیدہ شہر تھا مگر مدینہ اسلام کے فروغ اور پیغمبرِ اسلام سے شدید محبت کی وجہ سے ہمارے لیے چاہت اور محبت کا مرکز بن گیا ہے۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی قسم کھائی۔ لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آ گئے تو اس آیتِ کریمہ کا اطلاق اس شہر پر ہو جاتا ہے کیونکہ اصل چیز ذاتِ پاکؐ کی موجودگی ہے۔ اس لیے مدینہ کا ایک نام "بلد" بھی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینۂ پاک کو اپنا حرم قرار دیا اور مدینہ طیبہ میں میں فساد پھیلانے والے کو اللہ کی لعنت کی وعید دی۔ جو شخص زیارت کی نیت سے مدینہ جائے گا یا مدینہ میں فوت ہوگا، اس کے لیے آپؐ کی خاص شفاعت ہوگی۔ مدینے کے درخت کاٹنا اور وہاں شکار کھیلنا منع کیا گیا ہے۔ مدینہ والوں سے مکر و فریب کرنے والوں کا حشر یوں ہوگا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو طابہ کہا ہے اور اس سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ جب مدینہ کی حدود میں داخل ہوتے تو اپنی سواری کو تیز دوڑا کر مدینہ میں داخل ہوتے۔ آپؐ کے فرمان کے مطابق مدینہ میں طاعون اور دجّال کا داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ مدینہ رہائش کے اعتبار سے بہت اچھا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر مبارک کے لیے مدینہ کی سرزمین پسند فرمائی۔ قبیلہ بنو سلمہ مسجدِ نبوی سے دور رہنے کی وجہ سے مسجدِ نبوی کے قریب مکانات لے کر رہنا چاہتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ مقصد یہ تھا کہ مدینہ کی کسی جگہ کو بھی آپؐ خالی اور ویران نہ دیکھنا چاہتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو مدینہ کے در و دیوار کو دیکھتے تھے بحُبِّ مدینہ میں اپنی اونٹنی تیز چلاتے تھے اور اگر کسی اور سواری پر ہوتے

تو اُسے بھی ایڑ لگاتے۔ (صحیح بخاری۔ باب فضائل مدینہ منورہ۔ رواہ انس بن مالک رضؓ)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ جو برکت تُو نے مکہ میں رکھی ہے، مدینہ کو اس سے دوگنی برکت دے۔ (صحیح بخاری۔ رواہ انس بن مالکؓ)

ہر مسلمان کی دلی خواہش یہی ہے اور شعراء بھی اسی تمنا کو شعر کی زبان بخشتے آئے ہیں کہ انہیں مدینہ منورہ میں موت آئے اور وہیں ان کی تدفین ہو۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس سرزمین پاک پر حضور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم پاک آتے رہے اور حضور صلے اللہ وسلم اب بھی وہیں تشریف فرما ہیں، اس سرزمین میں مرنا اور اس خاک میں دفن ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس مقدس زمین میں دفن ہونے کو خود سرکارؐ نے پسند فرمایا اور اہلِ محبت کو نوید سنائی کہ جو شخص اس زمین میں دفن ہوگا، آپؐ اس کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت یحیٰ ابن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے اور مدینہ کے اندر ایک قبر کھودی جا رہی تھی۔ ایک شخص نے قبر میں جھانکا اور کہا قبر مومن کی بہت بُری خواب گاہ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت بُری بات کہی۔ اس شخص نے کہا میرا منشا یہ نہیں تھا بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ خدا کی راہ میں شہید ہونے کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا خدا کی راہ میں شہید ہونے کے برابر کوئی چیز نہیں۔ پھر فرمایا زمین کا کوئی ٹکڑا مجھے اتنا محبوب نہیں کہ وہاں میری قبر ہو جتنا کہ مدینہ میں۔ تین مرتبہ آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے (مشکوٰۃ المصابیح باب حرم مدینہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کی طاقت رکھے کہ مدینہ میں مرے تو اسے چاہیے کہ وہ مدینہ میں مرے۔ میں اس شخص کی شفاعت کروں گا جو مدینہ میں مرے گا۔ (مشکوٰۃ۔ باب حرم مدینہ۔ رواہ ابن عمرؓ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پاک کو اپنا حرم فرمایا ہے۔ اسی لیے مدینہ میں شکار کھیلنا اور وہاں کے درخت کاٹنا بھی منع کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، رواہ انسؓ۔ رواہ علیؓ / صحیح مسلم۔ رواہ سعد بن ابی وقاص)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مدینہ میں داخل ہوئے تو فرمایا یہ طابہ ہے۔ (صحیح بخاری، رواہ ابو حمید رضؓ / مشکوٰۃ المصابیح، رواہ جابر بن سمرہ رضؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں سے جو شخص مدینہ کی سختی اور بھوک پر صبر کرے گا، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ (مشکوٰۃ، رواہ ابو ہریرہ رضؓ۔ سعد رضؓ / موطا امام مالک۔ عبد اللہ بن عمر رضؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن کا ملک فتح ہوگا، پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل وعیال اور اطاعت کرنے والوں کو لاد کر مدینہ سے لے جائیں گے حالانکہ اگر انہیں معلوم ہوتا تو مدینہ کی رہائش ان کے لیے بہتر تھی۔ اسی طرح شام فتح ہوگا، کچھ لوگ سواریاں ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل وعیال اور مطیعین کو سوار کر کے لے جائیں گے، کاش انہیں یہ معلوم ہوتا کہ مدینہ ان کی رہائش کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسی طرح عراق فتح ہوگا، کچھ لوگ سواریاں لاد کر آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور اطاعت شعاروں کو سوار کر کے لے جائیں گے۔ کاش انہیں معلوم ہو کہ مدینہ بود و باش کے لحاظ سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک۔ صحیح بخاری۔ رواہ سفیان بن ابی زہیر رضؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ کر آجائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ کر آجاتا ہے۔ (صحیح بخاری، رواہ ابو ہریرہ رضؓ)

ایک بدو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ سے اسلام کی بیعت کی۔ دوسرے دن بخار میں مبتلا ہو کر آیا، کہنے لگا، میری بیعت توڑ دیجئے۔ تین بار اس نے یہی کہا اور آپؐ نے انکار کیا۔ پھر فرمایا مدینہ تو گویا بھٹی ہے، میل نکال دیتی ہے، خالص اور پاکیزہ چیز باقی رکھتی ہے (مشکوٰۃ، رواہ ابو ہریرہ رضؓ / صحیح بخاری۔ موطا امام مالک، رواہ جابر بن عبد اللہ رضؓ)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور منبر کے درمیان بہشت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہوگا۔ (صحیح بخاری، رواہ ابو ہریرہ رضؓ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے حج کیا پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ۔ رواہ ابن عمر رضؓ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کا مدینہ

یثرب پہ ایک اور بھی فضلِ خدا ہُوا
اس شہر کو نبیؐ کا مدینہ کہا گیا
قدرت کی رحمتوں کا نیا باب اِک کھُلا
کی حق نے اہلِ دیں کو نئی زندگی عطا

واجب تھا شکر سب پہ خدائے قدیر کا
جلوہ نظر فروز تھا بدرِ منیر کا

روشن یہیں سے ہوگا چراغِ حق آگہی
پھیلے گی اب یہیں سے زمانے میں روشنی
پائیں گے بحر و بر نیا آئینِ زندگی
راہیں کھلیں گی جُود و مساوات و عدل کی

گونجیں گے ذکرِ حق سے در و بام ہر جگہ
ہوگا بلند پرچمِ اسلام ہر جگہ

ایک ایک ذرّہ خاکِ مدینہ کا طُور ہے
دلبر ہو جس جگہ، وہیں دل کا سُرور ہے
ہر دور میں وہ رحمتِ عالم ضرور ہے
کیسی یہ پھر کشاکشِ غیب و حضور ہے

اے پردہ دار، کشمکشِ دل مٹا بھی دے
رُخ سے تعیّنات کے پردے اٹھا بھی دے

—— محشر رسول نگری

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کیا مرکزِ انوار مدینہ کی زمیں ہے
یہ عرشِ معلّٰی ہے کہ فردوسِ بریں ہے

قرباں ہیں گلستانِ دو عالم کی بہاریں
طیبہ کا چمن غیرتِ فردوسِ بریں ہے

سرکارؐ کا روضہ ہے مرا قبلہ و کعبہ
یہ نقطۂ ایماں ہے، یہی مرکزِ دیں ہے

ذی شاں ہیں مقامات مدینے کے سوا بھی
جو شان یہاں ہے، وہ کہیں اور نہیں ہے

لینا ہے جسے آکے مدینے میں وہ لے لے
جو کچھ بھی ہے کونین کی دولت وہ یہیں ہے

کیا ہو صفتِ خاکِ درخشانِ مدینہ
جو ذرّہ یہاں کا ہے، وہ اِک دُرِّ ثمیں ہے

چل سر کے بل اے زائرِ مشتاق ادب سے
بُستانِ محمدؐ ہے، یہ طیبہ کی زمیں ہے

بابِ شہؐ طیبہ سے کہاں جائیں ہم اٹھ کر
اس در کے سوا کوئی ٹھکانہ بھی کہیں ہے

مجھ کو ہے اُفقؔ رحمتِ عالم کا بھروسا
کچھ اور وسیلہ مری بخشش کا نہیں ہے

—— میر اُفق کاظمی امروہوی

خاکِ حجاز

جاذبیت تجھ میں کیوں ہے اس قدر خاکِ حجاز
ہے تری ترکیب میں پنہاں کشش کا کیا وہ راز
آفرینش مبتلا تیری ، جہاں پامالِ ناز
تیرا ہر ذرہ ہجومِ سجدۂ فرقِ نیاز

ہے ہوا تیری کہ موجِ بادۂ سرجوش ہے
تیری خاموشی ہے یا اِک شورِ ناؤ نوش ہے

لوگ کہتے ہیں کہ تھی وحشت کدہ تیری زمیں
تیرے رہنے والے تھے جہل و دنائت سے قریں
تیری ہر وادی تھی قزاقوں کی گویا اِک کمیں
نام بھی تہذیب کا اس میں نہ تھا باقی کہیں

نابلد تھے رحم سے فرزند تیری خاک کے
کیونکہ دلدادہ تھے وہ خونریزیِ بے باک کے

ناگہاں تیری اسی وحشت نے بدلا اپنا رنگ
دیکھ کر جس کو فراست رہ گئی دنیا کی دنگ
علم نے لی جہل کی جا ، امن نے لی جائے جنگ
فطرتیں جو کج تھیں ، سیدھی ہو گئیں مثلِ خدنگ

اضطرارِ دل معاً راحت کا ساماں ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے کانٹا گلستاں ہو گیا

چیز کیا تھی وہ کہ جس سے ہو گیا یہ انقلاب
چہرۂ انسانیت کس نے دکھایا بے نقاب
کون تھا جس نے صداقت سے کیا کشفِ حجاب
کیسے بے پردہ ہُوا رمزِ حقیقت انتساب
کر دیا کس نے نمایاں جلوۂ مستُور کو
کس نے زندہ کر دیا پھر داستانِ طور کو

مشعلِ فطرت کا جب شعلہ ہوا تجھ سے بلند
کفر یوں غائب ہوا جس طرح منقل سے سپند
تھی نظر بندی نہ کوئی اور نہ افسوں کی کمند
پھر بھی تھے شاہ و گدا تیرے ہی در کے درد مند
کیوں نہ پھر تو اے عرب، عالم کا سجدہ گاہ ہو
آہ جب تجھ میں ظہورِ ابنِ عبداللہ ہو

وہ نبیؐ جو لطف و راحت کے سوا اور کچھ نہ تھا
وہ نبیؐ، ہاں جو محبت کے سوا اور کچھ نہ تھا
وہ نبیؐ، وہ جو عنایت کے سوا اور کچھ نہ تھا
وہ نبیؐ جو رفق و الفت کے سوا اور کچھ نہ تھا
ہاں وہی جو سر بسر رحمت تھا عالم کے لیے
ناخدا تھا کشتیٔ اولادِ آدم کے لیے

—— نیاز فتحپوری

مٹّی مدینے کی

منوّر رشکِ کوہِ طور ہے مٹّی مدینے کی　　چراغِ خانۂ منصور ہے مٹّی مدینے کی
دوائے ہر دلِ رنجور ہے مٹّی مدینے کی　　نہ جانے کس قدر پُرنور ہے مٹّی مدینے کی
ضیا بخشِ نگاہِ حُور ہے مٹّی مدینے کی

پسِ مُردن یہی ہو بس مری پوشاک کی چادر　　ملے گر خاکِ راہِ سیّد لولاک کی چادر
اڑا لا جا کے طیبہ کے غبارِ پاک کی چادر　　مری مٹّی پہ لا کر ڈال دے اُس خاک کی چادر
صبا تیرے لیے کیا دُور ہے مٹّی مدینے کی

بہر صورت کوئی ان میں سے ہو ایک اک سے برتر ہے　　نجف اور کربلا کی خاک دنیا کے سروں پر ہے
زمیں بغداد کی بھی افضل و اعلیٰ ہے اطہر ہے　　مری مٹّی جو اُس مٹّی میں مل جائے تو بہتر ہے
کہ اس مٹّی سے تھوڑی دُور ہے مٹّی مدینے کی

منوّر خاص ہوں اک میں بھی سرکارِ رسالت میں　　سرِ محشر بلایا جاؤں گا دربارِ رحمت میں
یقیناً میرے حق میں فیصلہ ہوگا قیامت میں　　اگر پوچھا گیا طیبہ کو جائیگا کہ جنت میں
تو کہہ دُوں گا ' مجھے منظور ہے مٹّی مدینے کی

—— منوّر بدایونی

خاکِ مدینہ

ذرّوں کو بناتی ہے گہر خاکِ مدینہ
اکسیر کا رکھتی ہے اثر خاکِ مدینہ

اندھوں کے لیے کحلِ بصر خاکِ مدینہ
بینائیِ ہر اہلِ نظر خاکِ مدینہ

ہے دافعِ ہر فتنہ و شر خاکِ مدینہ
اور عافیت و خیر کا گھر خاکِ مدینہ

ہر عزم میں اللہ کی بُرہان ہے مومن
مومن کی ہے معراجِ نظر خاکِ مدینہ

کیوں سینۂ قلزم میں نہ پیدا ہو تلاطم
ہے معدنِ صد لعل و گہر خاکِ مدینہ

ہے تیری فضیلت سے خجل بزمِ فلک بھی
اے جلوہ گہِ خیر بشر خاکِ مدینہ

واللہ سنور جائے عزیزؔ اپنی بھی مٹی
ہو جائیں جو ہم خاک بسر خاکِ مدینہ

——— عزیزؔ حاصلپوری

زمینِ طیبہ

رضِ بطحا میں ہوئی پیدائش خیرالانامؐ　　کر دیا کامل خدا نے دین و ملت کا نظام
رکزِ توحید ہے مکے میں گو بیت الحرام　　خاکِ طیبہ میں مگر ہے دفن وہ عالی مقام
جس شرف سے بہرہ ور تھی وادیٔ ام القریٰ
اب وہی فضلِ خدا سے ارضِ طیبہ کو ملا

اے مدینے کی زمیں، اے مدفنِ خیرالوریٰ　　اللہ اللہ تجھ کو کیا اللہ نے رتبہ دیا
باغِ جنت سے تجھے اک حصۂ وافر ملا　　تو بنی راحت گہِ آں سرورِ ملکِ ہدیٰ
بیخِ نخلِ مذہبِ اسلام داخل تجھ میں ہے،
جسمِ ملت کل جہاں میں ہے مگر دل تجھ میں ہے،

سبز گنبد تجھ میں ہے رشکِ تجلی گاہِ طور　　اس میں سوتا ہے حبیبِ خالقِ ربِ غفور
اس کا منظر روحِ مسلم کو کرے محوِ سرور　　اس پہ ہر دم رحمتِ ربِ العلیٰ کا ہے ظہور
رہبرِ کونین اور گنجِ ہدایت ہے وہی
جس زمیں میں ہے، وہ پنہاں خاکِ جنت ہے، وہی

—— عبدالمجید صدیقی

[redacted]

درِ دولتِ سرکارؐ

ہند میں حد سے رہا کرتا ہوں دلگیر و ملول
درِ دولت پہ بُلا لیجیے از بہرِ بتولؓ
روضۂ پاک پہ پہنچوں مرے مقصد ہوں حصول
بہرِ سبطینؓ یہ زاری مری ہووے مقبول

قصرِ پُرنور کے دیدار سے دل شاد کروں
شوق سے خانۂ برباد کو آباد کروں

گردِ اس روضۂ انور کے پھروں لیل و نہار
دیکھوں خوش ہو کے مَیں گلزارِ نبوّت کی بہار
بلبلِ دل کو بصد شوق کروں اس پہ نثار
آنکھوں سے اپنی لگاؤں درِ دولت ہر بار

کہیں سب لوگ کہ موصول ہے مہجور نہیں
آپ کے لطف و عنایت سے یہ کچھ دور نہیں

جھاڑوں پلکوں سے وہاں صحنِ مقدّس کی زمیں
کبھی خوش ہو کے بصد شوق رکھوں در پہ جبیں
دُوریٔ روضۂ پُرنور سے آرام نہیں
صدمۂ ہجر سے گھبراتی ہے اب جانِ حزیں

اے مسیحا، مرے اس درد کا درماں ہو جائے
روضۂ پاک پہ قیصرؔ وہیں قرباں ہو جائے

—— شاہ محمد امین الدین قیصرؔ بجیائی

بُلا لیجیے مدینے میں

تمنا ہے، مدینے کے حسیں شام و سحر دیکھوں
فرشتے چُومتے ہیں جن کو وہ دیوار و در دیکھوں
مہ و انجم تصدق جس پہ ہیں وہ رہ گزر دیکھوں
کرم ہو مصطفیٰ، مجھ کو بُلا لیجیے مدینے میں
ہزاروں خواہشیں مدت سے ہیں بے تاب سینے میں

کہوں کیا یا رسول اللہ! میرا حال ابتر ہے
زمانہ در پئے آزار، دل سینے میں مضطر ہے
نگاہوں میں بسا سرکار کے روضے کا منظر ہے
کرم ہو مصطفیٰ، مجھ کو بُلا لیجیے مدینے میں
ہزاروں خواہشیں مدت سے ہیں بے تاب سینے میں

نہیں ثانی ترا، اللہ کے محبوب پیغمبرؐ
نگاہِ لطف ہو مجھ پر مرے آقا، مرے سرورؐ
شمیمؔ آنکھوں سے دیکھے روضۂ پُر نور کا منظر
کرم ہو مصطفیٰ، مجھ کو بُلا لیجیے مدینے میں
ہزاروں خواہشیں مدت سے ہیں بے تاب سینے میں

——— شمیم ہمت نگری (بھارت)

درِ دولتِ سرکارؐ

ہند میں حد سے رہا کرتا ہوں دلگیر و ملول
درِ دولت پہ بُلا لیجیے از بہرِ بتولؓ
روضۂ پاک پہ پہنچوں، مرے مقصد ہوں حصول
بہرِ سبطینؓ یہ زاری مری ہووے مقبول

قصرِ پُرنور کے دیدار سے دل شاد کروں
شوق سے خانۂ برباد کو آباد کروں

گردِ اس روضۂ انور کے پھروں لیل و نہار
دیکھوں خوش ہو کے مَیں گلزارِ نبوّت کی بہار
بلبلِ دل کو بصد شوق کروں اس پہ نثار
آنکھوں سے اپنی لگاؤں درِ دولت ہر بار

کہیں سب لوگ کہ موصول ہے، مہجور نہیں
آپ کے لطف و عنایت سے یہ کچھ دور نہیں

جھاڑوں پلکوں سے وہاں صحنِ مقدّس کی زمیں
کبھی خوش ہو کے بصد شوق رکھوں در پہ جبیں
دُوریٔ روضۂ پُرنور سے آرام نہیں
صدمۂ ہجر سے گھبراتی ہے اب جانِ حزیں

اے مسیحا، مرے اس درد کا درماں ہو جائے
روضۂ پاک پہ قیصر وہیں قرباں ہو جائے

بُلا لیجے مدینے میں

تمنّا ہے، مدینے کے حسیں شام و سحر دیکھوں
فرشتے چومتے ہیں جن کو وہ دیوار و در دیکھوں
مہ و انجم تصدق جس پہ ہیں، وہ رہ گزر دیکھوں
کرم ہو مصطفٰے، مجھ کو بُلا لیجے مدینے میں
ہزاروں خواہشیں مدت سے ہیں بے تاب سینے میں

کہوں کیا یا رسولَ اللہ! میرا حال ابتر ہے
زمانہ درپئے آزار، دل سینے میں مضطر ہے
نگاہوں میں بسا سرکار کے روضے کا منظر ہے
کرم ہو مصطفٰے! مجھ کو بُلا لیجے مدینے میں
ہزاروں خواہشیں مدت سے ہیں بے تاب سینے میں

نہیں ثانی ترا، اللہ کے محبوب پیغمبرؐ
نگاہِ لطف ہو مجھ پر مرے آقا، مرے سرورؐ
شمیمؔ آنکھوں سے دیکھے روضۂ پُر نور کا منظر
کرم ہو مصطفٰے، مجھ کو بُلا لیجے مدینے میں
ہزاروں خواہشیں مدت سے ہیں بے تاب سینے میں

——— شمیمؔ ہمت نگری (بھارت)

مکّہ کے بعد مدینہ

حاجیو! آؤ، شہنشاہؐ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو

رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینہ کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو

آبِ زمزم تو پیا، خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

مثلِ پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد
اپنی اس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ
قصرِ محبوبؐ کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

زینتِ کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
جلوہ فرما یہاں کونین کا دولھا دیکھو

مہرِ مادر کا مزہ دیتی ہے آغوشِ حطیم
جن پہ ماں باپ فدا ، یاں کرم ان کا دیکھو

کرچکی رفعتِ کعبہ پہ نظر پروازیں
ٹوپی اب تھام کے خاکِ درِ والا دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

رقصِ بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں
دلِ خوننابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

——— اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدینۃ الرسول

سرنامۂ جمال مدینہ رسولؐ کا — سرچشمۂ نوال مدینہ رسولؐ کا
آب و ہوا ہے جس کی مداوائے رنج و غم — لطف و کرم کی چھال مدینہ رسولؐ کا
ٹھہری تھی جس پہ سیدِ کونین کی نظر — وہ نقطۂ کمال مدینہ رسولؐ کا
انفاسِ مصطفےٰؐ سے مہکتا ہے آج بھی — وہ شہرِ بے مثال مدینہ رسولؐ کا
ہر دل کی آرزو ہے وہ کاشانۂ وفا — ہر آنکھ کا سوال مدینہ رسولؐ کا

ٹھہرا جہاں پہ قافلۂ نو بہار ہے
ذرّوں سے جس کے قدرتِ حق آشکار ہے

محبوبِ انس و جاں ہے مدینہ منوّرہ — دنیا ہے جسم، جاں ہے مدینہ منوّرہ
کون و مکاں کے تپتے ہوئے ریگ زار میں — رحمت کا سائباں ہے مدینہ منوّرہ
کس شان سے جہاں کے اندھیروں میں ضو فشاں — گل بار و ضوفشاں ہے مدینہ منوّرہ
لہروں کے جزر و مد سے سفینہ ہے بے نیاز — وہ جس کا بادباں ہے مدینہ منوّرہ
جس کی پناہ میں ہیں سبھی بیکسانِ دہر — وہ گوشۂ اماں ہے مدینہ منوّرہ

وہ رحمتِ تمام کا نوریں دیار ہے
ہر جاں کو اس دیار میں حاصل قرار ہے

مقصودِ کائنات دیارِ حبیبؐ ہے — ملجائے شش جہات دیارِ حبیبؐ ہے
طوفانِ شر سے ہر کوئی محفوظ ہے جہاں — وہ ساحلِ نجات دیارِ حبیبؐ ہے

دامن سے جس کے در سعادت ہُوا طلوع — وہ مطلعِ حیات دیارِ حبیب ہے
وہ جس میں نور پاش حرم ہے حضورؐ کا — ارضِ تجلیات دیارِ حبیب ہے
آثار جس میں خندق و بدر و احد کے ہیں — وہ خطۂ ثبات دیارِ حبیب ہے

ہر گوشہ اُس کا مرجعِ لیل و نہار ہے
تاریخ اہلِ حق کا وہ آئینہ دار ہے

خاتمِ جہاں، نگیں ہے مدینے کی سرزمیں — ہر دل میں جاگزیں ہے مدینے کی سرزمیں
جس نور سے بنائے گئے عرش اور فرش — اس نور کی امیں ہے مدینے کی سرزمیں
امکاں کا دشت جس کی بدولت ہے پُر بہار — وہ گلشنِ حسیں ہے مدینے کی سرزمیں
گونجی ہے جو اذانِ بلالی سے مدتوں — وہ دلکشا زمیں ہے مدینے کی سرزمیں
ہر غنچۂ فسردہ گلِ تازہ ہے جہاں — کیا راحت آفریں ہے مدینے کی سرزمیں

وہ خاکِ پاک اہلِ زمیں کا وقار ہے
قدموں میں اس کے عظمتِ گردوں نثار ہے

بیتِ رسولؐ، قریۂ ابرار طیبہ — اقلیمِ حُسن، کشورِ انوار طیبہ
اسما ہیں جس کے ناجیہ، محروسہ، قاصمہ — محفوظہ، عاصمہ گل و گلزار طیبہ
مرزوقہ، مومنہ، حسنہ، خیرہ، خیّرہ — محبوبہ، شافیہ، کرم آثار طیبہ
تقدیسِ طیبہ کا ہو اندازہ کس طرح — فرما گئے ہیں آپ یہ سہ بار طیبہ
اک بار طیبہ کو جو یثرب پکار لے — توبہ کے بعد وہ کہے دس بار طیبہ

اس بلدۂ عظیم میں وہ شہریار ہے
جس پہ فلاح و فوز کا سب انحصار ہے

حفیظ تائب ——— 123408
26.8.94

٤٢

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مدینۃ النبی

(رُباعیات)

باور نہ کرے وہ جس کا دل کالا ہے
مانے گا شرّیں کا جو متوالا ہے
ہر لمحہ مدینے کی فضا میں گویا
وردِ سُبحانَ رَبّیَ الاَعلیٰ ہے

اس حسن کو ہم چشمِ خجل میں رکھ لیں
آئینۂ قلبِ منفعل میں رکھ لیں
ممکن ہو، بتوفیقِ الٰہی، تو ابھی
اے گنبدِ خضرا تجھے دل میں رکھ لیں

ذرّوں کو اٹھاؤں اور سجا لوں دل میں
ایسے در و دیوار بنا لوں دل میں
میرے لیے ممکن ہو تو اے بارِ الٰہ!
گلیوں کو مدینے کی بسا لوں دل میں

پُر نور مدینے کا ہے کونا کونا
کم تر ذرّوں سے ہے یہاں کے سونا
لیکن ہے نشاطِ روحِ مومن کے لیے
روضے پہ حضورؐ آپ کے حاضر ہونا

فردوسِ جمال و دل کشی میں آئے
ظلمت سے نکل کے روشنی میں آئے
اللہ تعالیٰ کا ہے احسانِ عظیم
ہم آج مدینۃ النبیؐ میں آئے

جینا تو مدینے میں ہے راغبؔ جینا — اللہ کی رحمت کا سراپا دیکھیں
انوارِ یقیں کا ہے خزینہ سینہ — انوارِ محمدیؐ کا جلوہ دیکھیں
یاد آئے گا عمر بھر ہمیں اے دلِ زار — دیکھا کیے دُنیا کو ہم اب تک جن سے
قبل و بعدِ صلوٰۃ زم زم پینا — اللہ! ان آنکھوں سے مدینہ دیکھیں

دل وجد میں آیا ہے تو ہم جھُومے ہیں — عرش ربِّ عُلیٰ کا زینہ دیکھا
پہروں دیوانہ وار ہی گھومے ہیں — اللہ کی رحمت کا خزینہ دیکھا
گلیوں نے مدینے کی تو اللہ اللہ — اب کوئی تمنا نہیں اپنے دل میں
سرکارؐ دو عالم کے قدم چُومے ہیں — ہم خوش ہیں کہ ہم نے بھی مدینہ دیکھا

حرزِ دلِ مومن ہے مدینے کا خیال
یہ شہر تو ہے عرشِ معلّیٰ تمثال
انوارِ الٰہی کی ہے بارش پیہم
ہر ذرّہ مدینے کا ہے خورشید جمال

——— راغبؔ مرادآبادی

تمنائے دیدِ طیبہ

ہر خوشی غمی دیکھی، جو بھی شے ہے دنیا کی
بھول بھول جاتا ہوں، یادداشت ایسی ہے
فصل یادِ طیبہ کی پھلتی پھولتی پائی
حافظے کی کھیتی پر اک یہ کاشت ایسی ہے

دوستو، ہر کام کا کوئی تو ہونا ہے سبب
یارو، بے مقصد بھی کرنا دیکھا کوئی بھاگ دوڑ
دل کی دھڑکن، نبض کی تیزی، تخیّل کی اڑان
طیبہ جانے کی تمنا میں ہے ساری بھاگ دوڑ

دیکھیں، خدا دکھاتا ہے وہ روز کب ہمیں
جس دن کے لیے موت سے بھی اپنی جنگ ہے
بس اک لگن لگی ہے کہ طیبہ رسائی ہو
دل کو ہے اور آس، نہ کوئی امنگ ہے

یہی دعا ہے مری اور یہی تمنا ہے
غروبِ مہرِ اُمیدِ کرم نہ میں دیکھوں
طلوعِ دیدِ مدینہ کی آس باقی رہے
درِ حضورؐ پر جب تک نہ میں پہنچ جاؤں

——— راجا رشید محمود

زیارتِ مدینہ کی اہمیت

ملک الطاف حسین قادری

وہ کون سا شہر ہے کہ جسے شہرِ محبت کہا جائے، جو سب سے زیادہ مرکزِ عقیدت ہو، جس کے تصور میں عُشاق گم رہتے ہیں، شعراء و ادبا کو جس کی شان بیان کرنے کے لیے الفاظ نہ ملتے ہوں۔ جو تخیل میں آئے تو خفیفتوں کو شرمائے، جو خواب میں آئے تو زندگی سے زیادہ زندۂ جاوید ہو، جس کی ہوا عنبر فشاں ہو، جس کی مٹی کی خوشبو مشک ختن سے بڑھ کے ہو، جس کی سرزمین مقدس و بابرکت، منورہ و معظم اور رشک جنت ہو، عرش اعظم بھی جس کے یُمن و نور اور حُسن و جمال پہ فخر کرتا ہو، جو مرجع ملائک ہو۔ جہاں پہنچ کر قلب کو سکون، روح کو قرار، جان کو راحت اور جذبات کو زبان ملے۔ جہاں با جبروت شہنشاہ بصورتِ گدا حاضر ہونا باعثِ فخر سمجھیں۔ جہاں شاہ و گدا میں تمیز نہ ہو، آقا و غلام کا ایک ہی درجہ ہو۔ جہاں سے محبتوں کے چشمے نکلے، نفرتیں ختم ہوئیں، مظلوموں کی آہیں رنگ لائیں، جہاں سے ہر سُو محبت و انصاف کے نقارے اور امن و آشتی کے شادیانے بجے۔

جی ہاں ایسا شہر تو صرف اور صرف مدینۂ منورہ ہے، جہاں خالقِ دوجہاں کے محبوب، سرورِ دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

مدینۂ منورہ کو جتنی بھی فضیلتیں، رفعتیں، بلندیاں اور اعلیٰ درجات عطا ہوئے، صرف اور صرف حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم قدم سے ملے۔ یہ وہی شہر ہے، جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یثرب کہا جاتا تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رونق بخشی تو وہی شہر جس کا نام ہی فتنہ و فساد یا

مؤاخذہ عتاب یا پریشانی یا بیماری و وبا کے معنیٰ لیے ہوئے تھا، اب فخرِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے ہر قسم کے شر و فساد سے پاک ہوگیا، اور مدینہ منورہ، طیبہ و طابہ بن گیا۔ اب اِس شہر کے کیا ہی کہنے۔ اللہ اللہ۔

مستدرک شریف میں ہے کہ جب سرکارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو یہ دعا فرمائی " اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ اَخْرَجْتَنِیْ من اَحب البقاع الیَّ فاسکنی فی احب البقاع اِلَیْكَ " اے اللہ! بے شک میں تیرے حکم سے اپنے محبوب ترین (شہرِ مکہ مکرمہ) سے نکلا ہوں تو مجھے اُس بُقعہ میں سکونت (رہائش) دے جو تجھے سب سے پیارا ہو۔

اِس حدیثِ مبارکہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ مدینہ منورہ اللہ تعالیٰ کو روئے زمین کے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ چنانچہ اتنی فضیلتوں، برکتوں عظمتوں اور شانوں والے شہر کی زیارت سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

سورہ الانعام میں ارشادِ خداوندی ہے " وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ " اے پیارے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہماری آیتوں کے ساتھ ایمان لانے والے جب آپ کے پاس حاضر ہوں تو آپ انہیں فرما دیجئے، سَلٰمٌ علیکم (سلامتی ہو تم پر یعنی حاضری دینے والوں پر) یاد رہے کہ یہ حکم دائمی و ابدی ہے اور تا قیامت جو بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حضور حاضر ہوگا، اِس کا اِطلاق اُس پر ہوگا۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد جو بھی قیامت تک حاضر ہوگا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر ہی حاضر ہوگا۔ جب کہ مذکورہ آیتِ مبارکہ میں جَآءُوْكَ سے مراد آپ کی حاضری حیاتِ طیبہ سے ہے۔ اِس ضمن میں مصنف اِبنِ عساکر میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِرشادِ گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

" مَنْ زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی "

(شفاء السقام، ۲۰۲ بحوالہ دارقطنی)

یعنی جس نے میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اُس نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی۔

اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ "مَنْ زَارَ قَبرِی وجبت لہٗ شفاعتی" جس نے میری قبر کی زیارت کی، اُس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔

اوپر بیان کردہ احادیث میں محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کے اجر و ثواب کا ذکر ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور مدینہ منورہ میں ہے۔ ظاہر ہے جب سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر مبارک کی زیارت ہوگی تو مدینہ منورہ کی زیارت بھی ہو جائے گی۔ لیکن پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شک کو رفع فرمانے کے لیے ایک اور حدیثِ مبارکہ میں مدینہ شریف کی نسبت سے یوں ارشاد فرمایا کہ "منْ زارنی بالمدینۃ محتسباً کنت لہ شفیعاً و شھیداً" جس نے ثواب کی نیت سے مدینے میں میری زیارت کی، میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں گا اور شہادت دوں گا۔

اب یہاں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ جو ثواب کی نیت سے مدینہ طیبہ میں جائے اور پیارے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قبرِ انور کی زیارت کرے وہ ایسے ہی ہے جیسے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حیاتِ ظاہری میں زیارت کرنے۔ اس کا اجر و ثواب یہ ہے کہ ایک تو آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زائر پر سلام بھیجتے ہیں اور دوسرا اُس کی شفاعت بھی فرمائیں گے اور اُس کی شہادت (یعنی ایمان کی گواہی) بھی دیں گے۔ اسی لیے عاشقِ مدینہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

یہاں پر یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جہاں زیارتِ مدینہ کے اتنے فضائل ہیں، وہاں اس سعادتِ عظمٰی سے قصداً محرومی انتہائی باعثِ وعید ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ہے کہ "من حج البیت و لم یزرنی فقد جفانی" جس نے فریضۂ حج ادا کیا، مگر میری زیارت کے لیے نہ آیا، تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔
ایک اور حدیث میں ارشاد ہے "جس نے گنجائش ہوتے ہوئے میری طرف کا سفر نہ کیا، تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔" (شفاء السقام بحوالہ اخبار المدینہ)

عرش کا آسماں مدینہ ہے — رفعتوں کا نشاں مدینہ ہے
مہبطِ قدسیاں مدینہ ہے — منزلِ نوریاں مدینہ ہے
حُسن کی شوخیاں مدینہ ہے — عشق کی گرمیاں مدینہ ہے
نکہت و نورِ جاں مدینہ ہے — برزباں در دہاں مدینہ ہے
رونقِ دو جہاں مدینہ ہے — نازشِ انس و جاں مدینہ ہے
طیبِ ہستی، حیات کی خوشبو — دلربا، دلستاں مدینہ ہے
مرکزِ حسن و دلکشی و جمال — رشکِ خُلد و جناں مدینہ ہے
باغِ عالم میں غیرتِ شمشاد — مثلِ سروِ رواں مدینہ ہے
رازِ قالوا بلیٰ کھلا جب سے — تب سے وردِ زباں مدینہ ہے

عندلیبِ حجاز ہوں ناظم
اور مرا گلستاں مدینہ ہے

بشیر حسین ناظم (اسلام آباد)

۳۹

مدینہ طیبہ میں حاضری کی تمنا

از فقیر محمد اقبال جاوید

اِس موضوع پر کچھ لکھنا جس قدر آسان معلوم ہوتا ہے، اُتنا ہی مشکل بھی ہے۔ خوبصورت الفاظ و تراکیب اور مبالغہ آمیز شاعرانہ لب و لہجے سے، اپنے دل کو بہلایا اور اصل بات کو اُلجھایا تو جاسکتا ہے، مگر حقیقتِ حال کی عکاسی نہیں ہوسکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو حاضری کے متعلق کہی جانے والی بات کو سچا اور سیدھا اور واضح ہونا چاہیے۔

یہاں نہ ابہام چلتا ہے نہ ایہام ——— اچھی طرح خود کو ٹٹول کر، قلم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ اُس دربار میں، ہمارے دل کے منافقانہ رویّوں کا کوئی سا گوشہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا کہ وہ ذاتِ اقدس، خداوند سمیع و بصیر کے انعاماتِ خاص اور نوازشہائے پیہم سے بہرہ ور ہے۔ حفیظ تائب کے الفاظ میں

دلوں کی تہہ میں پوشیدہ محبت دیکھنے والا
وہ محبوبِ خدا، جذبوں کی وُسعت دیکھنے والا
وہی ہے سننے والا ان کہے الفاظ چاہت کے
وہی ہے اَن لکھے حرفِ اِرادت دیکھنے والا

سچی بات کہنے اور سننے کی ——— اور پھر اپنے بارے میں ——— کس میں مت ہے اور کس میں یہ کہنے کی طاقت ہے کہ

میرے چشم و گوش و لب سے پوچھ لو سب کچھ یہیں
مجھ کو میرے سامنے لاؤ، شہادت کے لیے

مکان میں کوئی خصوصیت نہیں ہوتی یہ مکین کی شخصی رعنائی ہے جو حریم ناز کو آسمان اور راستے کو کہکشاں بنادیتی ہے۔ مدینہ ایک بستی ہی تو ہے مگر کیا بات ہے کہ دل کی بستی اس کے بغیر بستی ہی نہیں، ویران ہی رہتی ہے۔ یہ محض اس لیے کہ مکہ عقیدے کا محور ہے اور مدینہ عقیدت کا مرکز۔ مدینہ ایک ایسی عظیم وجلیل شخصیت کی فرودگاہ، قیامگاہ او آرامگاہ ہے، جس سے ہماری نگاہوں میں بصارت اور دلوں میں بصیرت ہے، جس کی نگاہ غنچۂ دل کے لیے وجہِ نمو اور جس کا کرم رہگزارِ جاں کے لیے سحاب بہار ہے۔ اسی قیام نے اس مقام کو "کعبۂ صفت محترم زعالم" یہاں تک کہ "از عرش نازک تر" بنادیا ہے کہ یہاں سر کے بل آکر، پلکوں سے دستک دینا پڑتی ہے۔ یہاں سانس روک کر حاضری دی جاتی اور لفظوں کی جگہ آنسوؤں کو ترجمانِ دل بنایا جاتا ہے۔

مالی آسودگی نے آج ہمیں قلبی اور فکری طور پر انتہائی ناآسودہ کر دیا ہے۔ فاصلے سمٹ گئے ہیں، نہ انتظار کا کیف ہے نہ جوشِ آرزو کی لذت۔ ایک طرف انسان پیٹ کی لپیٹ میں ہے اور دوسری طرف زر ومال کے چکر میں۔ نتیجہ معلوم کہ مہینوں کا سفر گھڑیوں میں طے ہو رہا ہے۔ اس آسانی نے "تمنائے مدینہ" کو بھی ایک نوع سے بے کیف کر دیا ہے۔ وہ دل کی گہرائیوں سے کسی آرزو کا اُبھرنا، اُس کی تکمیل کے لیے زادِ راہ کی فکر کرنا، سفر کی صعوبتیں، منزل کی دلکشی میں بیاباں کے کانٹوں کو پھول سمجھنا اور پاؤں کے آبلوں سے اُن کی آبیاری کرنا ———— یہ تمام مرحلے آج ایسے "محاورے" ہو گئے ہیں جن کا حقیقی معنوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نتیجہ یہ کہ انتظار کی وہ رعنائی بھی رخصت ہو گئی ہے جو آرزو کا حاصل ہوا کرتی ہے۔

وہ دور جہاں فراق اور وصال میں کوئی فرق نہ ہو۔ وہاں سوز و گداز "نعت بڑیب" سے زیادہ اہم نہیں ہوتے۔ وہاں نہ سوزِ دل، سازِ رگِ جاں بنتا ہے اور نہ حاضری حضوری کا موجب ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال کا حاصل یہ ہے کہ لالے کے پودے لبِ آبِ جو رہ بھی سرخوش و پُرسوز نہیں ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حاضری سے کہیں زیادہ حضوری ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زیارت سے کہیں زیادہ اطاعتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اہم ہے۔ حضرت وحشیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا (حضرت حمزہؓ) یاد آجاتے ہیں، اس لیے میرے سامنے نہ آیا کرو۔ اُنہوں نے خود کو حاضری اور زیارت دونوں سے محروم کرکے، دور دراز چلے جانے کو ترجیح دی کہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہم تھی۔ مگر اُن کا دل دوری میں بھی، حضوری سے مالا مال تھا کہ صحابہؓ، حضرت وحشیؓ کی خدمت میں حاضری کو سعادت سمجھتے تھے کیونکہ وہ اطاعت کی سربلندیوں سے فیض یاب تھے۔ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان خراب میں محض خراجِ عقیدت نہیں، خراجِ اطاعت لینے کے لیے تشریف لائے تھے، اور اطاعت، عقیدت ہی کا ایک عملی روپ ہے۔

دورِ حاضر کے "مشینی انسانوں" نے فراق و وصل کو سمیٹ بلکہ لپیٹ کر رکھ دیا ہے نتیجہ سامنے ہے کہ نہ فراق میں کوئی چبھن ہے نہ آرزو میں کوئی خلش، اور نہ وصال میں کوئی کیف ـــــ نہ روح مہکتی ہے، نہ درد چمکتا ہے، اور نہ رنگ و بو کے کسی موسم میں لہو بولتا ہے۔

شاعرِ مشرقؒ کا جسم مدینے سے دور رہا مگر دل اُسی آستانِ ناز کا طواف کرتا رہا۔ ہجر کی تڑپ، محبت کے وفور اور دید کے شوق نے، اُن سے ایسے ایسے شعر کہلوائے ہیں کہ ذوقِ سلیم ہی نہیں۔ ذوقِ دید بھی مدتوں مسحورِ لذت رہ سکتے ہیں۔ وہ خیال ہی خیال میں منزلِ دوست کی طرف، ہوائے دوست میں اُڑے جا رہے ہیں۔ باگ دوڑ عقل درماندہ کے ہاتھ میں نہیں، عشقِ بے باک کے پاس ہے۔ پیری کی شام سر پہ ہے اور وہ یوں رواں دواں

بایں پیری رہِ یثرب گرفتم   نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا بسرِ شام   کشاید پَر بہ فکرِ آشیانہ

اونٹ کا سفر، تمازتِ آفتاب، سفر نمونہ سقر اور وہ خود ضعیف العمر ایسے میں اپنی اونٹنی سے یوں سرگوشیاں کرتے ہیں

سحر با ناقہ گفتم ، نرم تر رَو　　　　کہ راکب خستہ و بیمار و پیر است
قدم آہستہ زن چنداں کہ گوئی　　　　بپائش ریگ ایں صحرا حریر است

مادی اور مشینی دور کی اس منافقانہ تگ و دو میں کہاں یہ روح کی لرزش، کہاں یہ سفر کی موجیں، کہاں یہ ذفت کا غبار ——— اور کہاں وہ قریۂ بہار ———

قالِ زباں کا ہو نہ سکا، حالِ دل ابھی　　　　خالی مرا حرم نہیں لات و منات سے
مولا کرم کہ و لولے اپنے ہیں بے ثبات　　　　مولا، نواز دے انہیں روحِ ثبات سے

آج کے GERNATION GAP نے نسلِ نو کو "نیاگانِ کہن" سے بہت دور کر دیا ہے اور اسی کٹنے اور ہٹنے نے اُسے اخلاصِ عمل سے تہی کر رکھا ہے۔ وہ ڈانواں ڈول ہے۔ ہر تیز رو کو رہبر سمجھ کر ٹھوکریں کھا رہی ہے اور نہ ہاتھ باگ پہ ہے نہ پا ہے رکاب میں۔ اس صورتِ حال کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ ماضی اور حال کے درمیان ربط و تسلسل ٹوٹ پھوٹ رہا ہے۔ اس کے باوجود بھی کیفیت مایوس کن نہیں ہے۔ غم موجود ہے۔ توجہ اور دعا دونوں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو وہی دل مایوس ہوتے ہیں جن میں کفر نے اپنا آشیانہ بنا لیا ہو

وہ جو چاہیں تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب

خدا کرے کہ ہمارے تال اور حال کی صدائیں ایک ہو جائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور محبت کی خوشبو نفس نفس میں رچ جائے تو پھر یقین کیجئے کہ زندہ رہنا ثواب اور سانس لینا عبادت ہو جائے گا۔ بصورتِ دیگر ہماری حیثیت سانس لینے والے مُردوں سے زیادہ وقیع نہیں ہوگی۔

جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں بے کیفیوں اور بے اعتدالیوں کا مرقع ہوں۔ میں ہر لباس میں ننگِ وجود ہوں اور دیکھنے والوں کے لیے ہر نوع سے سامانِ عبرت ——— میں نماز و دعا میں اللہ تعالیٰ کو تو خطاب کر لیتا ہوں اور بسا اوقات قلب و نظر کی آسودگی سے بھی بہرہ ور ہو جاتا ہوں مگر درود و سلام کے وقت روح و دل کی سیاہیاں، نگاہ و زبان کی لغزشیں اور خیال و فکر کی کثافتیں، اُچھل اُچھل کر کوچہ و بازار

تک لپکتی محسوس ہوتی ہیں اور ڈھب سے سلام و نیاز کا کوئی بول بھی نذر نہیں کر سکتا ـــــــ جب دل میں سومنات آباد ہوں، روح کی دنیا ویران ہو، فکر و نظر پر مجاز کی حکمرانی ہو، جان و مال اور اولاد عزیز تر ہو تو ایسے میں درود و سلام کی پکار، خود فریبی ہی کی ایک شکل ہے۔ اور اس عالم میں، مدینے کی آرزو، ایک ایسی جسارت ہے جو کسی بے حمیت ہی کا نشانِ امتیاز ہو سکتی ہے اور غالباً غالبؔ نے یہ شعر میرے ہی لیے لکھا تھا

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرتے ہی ایک جانکاہ کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ جاگتی آنکھوں سے درِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کیسے دیکھ پاؤں گا؟ جب صورت یہ ہے کہ

چوں بنام مصطفیٰؐ خوانم درود — از خجالت آب می گردد وجود
عشق می گوید کہ اے محکوم غیر — سینۂ تو از بتاں مانندِ دیر
چوں نداری از محمدؐ رنگ و بو — از درودِ خود میالا نام اُو

سوئی سچے اور سچے دل کے ساتھ قریب ہونے کی تمنا کرے تو مقناطیس اُسے خود کھینچ لیتا ہے ـــــــ اور یہ سعیٔ قریب بھی اپنے بس کی بات نہیں، یہ بھی محبوب ہی کی عطا ہے، چرخِ اخضر سے توفیق ملے! گنبدِ خضریٰ کی رضا نصیب ہو تو پھر بے سرو سامانی بھی سب سے بڑا سامان ہو جاتی ہے۔

راہِ نبیؐ میں غیر پہ تکیہ حرام ہے
اے عشق آکہ بے سر و ساماں سفر کریں

ورنہ کتنے ہی مسافر ہیں جو بیابانوں کی نذر ہو جاتے ہیں، کتنے ہی اسبابِ سفر ہیں کہ راستوں کے پیچ و خم میں بکھر جاتے ہیں، کتنے ہی آنسو ہیں کہ مٹی میں گھل مل جاتے ہیں کتنی ہی تمنائیں ہیں کہ بابِ اجابت کو ترستی رہتی ہیں اور کتنے ہی سجدے ہیں کہ جبینوں

پر سیاہ داغ تو بن جاتے ہیں محشر دل کا نور نہیں بنتے

آیئے، سچے دل سے اپنے ظاہر اور باطن کو احکامِ رسالت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج، عرشِ معلیٰ تک جانا تھا اور ہماری معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تک پہنچنا ہے ـــــــ اور جب یہ معراج نصیب ہو جائے تو پھر "تمنائے مدینہ" کو دل ہی میں خوشبو کی طرح رہنے دیں اور فیصلہ محبوب پر چھوڑ دیں کہ وہ دھڑکنوں کی زبان خوب سمجھتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ کسے، کب، باریابی سے سرفراز فرمانا ہے اور کسے کب تک، انتظار میں رکھنا ہے۔ اسی کا نام سرِ تسلیم ہے۔ اسی کو خود سپردگی کہتے ہیں، یہی اسلام ہے اور یہی ایمان

اگر دل کی یہ تمنّا پوری ہو جائے تو میں چاہوں گا کہ دیارِ ناز میں میرا قیام مختصر سے مختصر ہو۔ قبل اس کے کہ علائقِ دنیاوی کی کوئی کشش، دل میں اُبھرے، واپسی کا سفر شروع ہو چکا ہو ـــــــ بہتر یہی ہے کہ جسم یہاں ہو اور دل وہاں۔ اگر جسم و دل دونوں وہاں ہوں تو ہر غم کو غمِ جاناں میں ڈھالنا مشکل ہو جائے گا۔ شاعر نے تو کہا تھا ؎

ہر تمنّا دل سے رخصت ہو گئی
اَب تو آجا، اَب تو خلوت ہو گئی

مگر میں وہ دلِ خالی کہاں سے لاؤں جو کسی ایک کا خلوت خانہ ہو، کیسے ہر آرزو کو ایک آرزو میں ضم کروں۔ اس سے قبل کہ کوئی آرزو، آرزوئے مدینہ پر غالب آ سے، میں سوادِ مدینہ سے دور نکل آنے کی تمنا رکھتا ہوں

اگر ہو آستاں سے ربطِ دل تب بات بنتی ہے
فقط ربطِ جبین و آستاں سے کچھ نہیں ہوتا

بات حیثیت اور مقام کی ہے، ایک شخصیت جس کے شب و روز یادوں سے معطر اور اشکوں سے منوّر رہتے ہوں، وہ تو دھڑلّے سے کہہ سکتی ہے

کچھ اشکِ ندامت ہیں مرے دامنِ تر میں
میں راہِ عدم کے لیے تیار رہت ہوں

مگر میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا ـــــ کیونکہ آنکھیں سراب ہیں اور وہ کوئی سا پیرایۂ نم بھی نہیں رکھتیں۔ کاش! میرے پاس بھی ایسے آنسو ہوتے کہ وہ اظہارِ ندامت کا حُسن بن سکتے۔ میں تو بس اتنا کہہ سکتا ہوں

گلستاں ویران، آنکھیں خشک ہیں مولائے گُل
پھر انہیں سرسبز کر، آنسو بنا، شبنم بنا

اور اس میں کیا شک ہے کہ میں شکستہ دل، شکستہ آرزو اور وہ مسیحائے دلِ آزردگاں اور اُنہیؐ کے دم سے گلستاں میں بہارِ رنگ و بو

زندگی دے رہے ہیں آنکھوں سے
کیا سلیقہ ہے بھیک دینے کا

فرمانِ رسالت ہے کہ "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ سے، اس کی اولاد سے حتیٰ کہ خود اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" ہم ان الفاظ کو پڑھتے بھی ہیں اور دہراتے بھی مگر نہیں سوچتے کہ بات کیا ہے؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کو معیارِ ایمان قرار دے رہے ہیں ـــــ اس کسوٹی پر جب میں خود کو پرکھتا ہوں تو میری مایوس ویرانیاں انگاروں پر لوٹتی محسوس ہوتی ہیں۔ کیونکہ میں اپنے باطن کی نادیدہ، غیر محسوس نفسیاتی کیفیت سے خوب آگاہ ہوں

کروں میں کس طرح رُخ تیری جانب
معلق سر پہ شمشیریں بہت ہیں
قدم اٹھے ترے رستے میں کیسے
سگِ دنیا ہوں زنجیریں بہت ہیں

رختِ سفر کی یہی بے مائیگی، میری حیاتِ مستعار کا المیہ ہے اور میں اس عالم میں جب قافلوں کو مدینے کی طرف رواں دواں دیکھتا ہوں تو نگاہیں تعاقب ہی میں کھو جاتی ہیں اور خود میں اُن مقدس قافلوں کی گردِ سفر بن جانے کی بھی ہمت نہیں پاتا۔

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ
مبارک رہے عندلیبو تمہیں گُل
ہمیں گُل سے بہتر ہیں خارِ مدینہ
مری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کردے غبارِ مدینہ
جدھر دیکھیے، باغِ جنّت کھلا ہے
نظر میں ہیں نقش و نگارِ مدینہ
رہیں ان کے جلوے، بسیں ان کے جلوے
مرا دل بنے یادگارِ مدینہ
بنا آسماں منزلِ ابنِ مریمؑ
گئے لامکاں تاجدارِ مدینہ
مرادِ دلِ بلبلِ بے نوا دے
خدایا دکھا دے بہارِ مدینہ
شرف جن سے حاصل ہُوا انبیا کو
وہی ہیں حسنؔ افتخارِ مدینہ

——— مولانا حسنؔ رضا خاں بریلوی

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر

راجا رشید محمود

مدینۂ منورہ کی عظمتیں سرکارِ والا تبار صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے ہیں لیکن یہ شہر خدا تعالیٰ کا محبوب اور پسندیدہ ہے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینۂ طیبہ کو ہجرت فرماتے وقت رب کریم سے دعا فرمائی "اے اللہ! تو نے میری محبوب ترین جگہ سے مجھے ہجرت کرائی۔ اب تو مجھے اس قطعۂ زمین میں آباد کر جو تجھے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو (مستدرک حاکم) چنانچہ معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو تمام شہروں میں سب سے پیارا اور محبوب و مرغوب شہر مدینۂ منورہ ہے جہاں اُس نے اپنے محبوبؐ کو آباد کیا۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عظمتِ مدینہ کے ذکر میں فرمایا" ایمان مدینہ کی طرف اس طرح کھنچ آتا ہے جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف کھنچ آتا ہے۔"

سب اہلِ محبت مسلمان مدینۂ طیبہ میں اپنی موت اور تدفین پسند کرتے ہیں تو اس کا سبب سرکارؐ سے اُن کی محبت ہے۔ اور لوگ یہ خواہش کیوں نہ کریں کہ وہاں تدفین کی عظمت ہی بہت ہے۔ موطا امام مالک میں حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مدینۂ منورہ میں ایک قبر کھودی جا رہی تھی کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے کہا کہ مومن کے لیے یہ اچھا ٹھکانہ نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "تو نے بہت بُرا کہا۔" اس شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرا یہ مقصد نہیں تھا۔

میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ شہادت فی سبیل اللہ مومن کے لیے اچھا ٹھکانہ ہے۔ اس کے مقابلے میں گھر پہ مرنا اچھا ٹھکانا نہیں۔ حضور رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: "مدینہ کی موت قتل فی سبیل اللہ جیسی نہیں بلکہ اس سے افضل ہے۔ اور کوئی قطعۂ زمین ایسا نہیں جہاں مجھے اپنی قبر پسند ہو، سوائے مدینہ کے۔" مسلم شریف میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ یعنی مدینہ منورہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے، اگر جانتے ہوں۔ بیہقی میں ارشادِ نبوی ہے: "جو شخص مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو، اس کو چاہیے کہ مدینہ ہی میں مرے۔ اس لیے کہ جو شخص مدینے میں مرے گا، میں اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔"

محبوبِ خالق و مطلوبِ خلائق صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا۔ مسلم شریف میں ہے، سرکارؐ نے فرمایا: "الٰہی! میں مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیانی حصے کو باحرمت قرار دیتا ہوں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو باحرمت قرار دیا۔" ایک دوسری روایت میں ہے کہ "الٰہی! ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا، میں مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیانی حصے کو حرم بناتا ہوں، نہ اس میں خون بہایا جائے، نہ لڑائی کے لیے ہتھیار اُٹھایا جائے اور نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے۔ صرف جانوروں کو چرانے کے لیے درخت استعمال کیے جا سکتے ہیں۔" مؤطا امام مالک میں بھی مدینہ پاک کو حرم قرار دینے کی حدیثِ پاک روایت کی گئی ہے۔

اللہ کریم جلّ شانہٗ نے اپنے محبوب اور پسندیدہ ترین شہر میں اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بسایا، سرکارؐ نے اسے حرم فرمایا، اس میں موت اور تدفین کی عظمت بیان فرمائی اور سرکارؐ اسی مقدس زمین میں آرام فرما ہیں۔ اِن وجوہ سے اس سرزمین کی فضیلت و عظمت میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ اب ہمارے لیے یہ کئی وجوہ سے محترم ٹھہری۔ لیکن سب سے بڑا باعث تو ہمارے آقا و مولا، کائنات کے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کا اِس سرزمین میں تشریف فرما ہونا ہے۔

ـــــاور ہم ایسے گناہگار تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کھاتے میں ڈال رکھے ہیں کہ " اَلطَّالِحُ لِی " جن سے کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے۔ ان کے لیے حکم یہی ہے کہ سرکارؐ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوں۔ سورۂ النساء میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اسے محبوبؐ! تمہارے حضور حاضر ہوں۔ اور پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں)

پھر جب غلطی کرنے والے، کسی جرم یا گناہ کے مرتکبین بارگاہِ مصطفویؐ میں حاضر ہو گئے تو اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرما دیا کہ ایسوں کو رحمت و بخشش کی نوید سنا دیں۔ سورۂ الانعام میں ہے۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو اُن سے فرماؤ، تم پر سلام۔ تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کر لی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

چنانچہ جو مومن اپنی غلطیوں پر شرمندہ، توبہ کرتا ہوا آستانۂ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حاضر ہو گا، اُسے حضور رسیدہ ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے " سلامٌ علیکم " کا تحفہ نصیب ہو گا تو اس کی بخشش و غفران میں کیا شک رہ جائے گا۔

وہ شخص تو بہت خوش قسمت ہے جسے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری نصیب ہو، اور وہ وہاں سے سرکارؐ کے " سلامٌ علیکم " کا اعزاز حاصل کر لے۔ لیکن جب تک وہاں حاضری کی تمنا پوری نہ ہو، غلطی کے مرتکب مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے

آپ کو دربارِ مصطفوی میں حاضر تصور کر کے خضوع و خشوع اور محبت و عقیدت کے ساتھ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرے۔ احادیث مبارکہ میں ہے کہ سرکار ﷺ اپنے محب اُمتی کے درود و سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ یہاں بیٹھے ہوئے بھی آپ کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "سلام علیکم" کا اعزاز نصیب ہو گیا تو سمجھیے کہ آپ نے غفران و بخشش کی حد کو چھو لیا۔

سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت کے قصد سے مدینۂ منورہ میں حاضری دینے سے سرکار ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جاتی ہے۔ دار قطنی میں ہے، آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا، جو شخص میری قبر کی زیارت کرے، اس کے لیے میری سفارش لازم ہو جاتی ہے مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ. طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا، جو زائر میرے پاس آئے اور اس کا مقصد محض میری زیارت ہو اور میری زیارت کے علاوہ کوئی اور مقصدِ سفر نہ ہو تو میرے لیے لازمی ہے کہ میں اس کا سفارشی (شفیع) بن جاؤں۔

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پاک مروی ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت سے مدینہ میں میری زیارت کرے، وہ روزِ حشر میرے پڑوس میں ہوگا اور میں اس کا سفارشی ہوں گا۔ سننِ ابو داؤد میں ہے، آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مدینہ میں میرا گھر ہے، اسی میں میری قبر ہو گی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کی زیارت کرے۔" دیلمی میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ "جس شخص نے مکہ میں جا کر حج کیا۔ پھر میری مسجد میں میری زیارت کے لیے آیا، اس کے لیے دو حج مقبول لکھے جاتے ہیں۔ جذب القلوب میں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی، اس نے گویا زندگی میں میری زیارت کی اور جس شخص نے میری قبر کی زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا ——— اِن احادیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ پاک میں حاضر ہو کر روضۂ مقدسہ کی زیارت کرنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت کرنا ہے۔

اور جو بدبخت مکہ معظمہ جا کر بھی مدینۂ طیبہ میں حاضری کے شرف سے محروم رہتے ہیں اور روضۂ سرکار کی زیارت نہیں کرتے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتے ہیں اور سرکار کی ناراضی ہی اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔

صحیح مسلم اور سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سیّد ہر انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد میں ایک نماز، دوسری مساجد میں ادا کی گئی ہزاروں نمازوں سے زیادہ بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ اور میں یقیناً آخری نبی ہوں اور میری مسجد نبیوں کی مسجدوں میں سب سے آخری مسجد ہے۔

مسجدِ نبوی پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں تیار کروائی اور خود بنفسِ نفیس اس میں کام کیا۔ اس وقت اس کا رقبہ سو مربع گز کے قریب تھا۔ دوسری بار فتح خیبر کے بعد سرکار نے اسے از سرِ نو تعمیر کروایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری کی زمین خرید کر اس میں شامل کر دی۔ اس طرح یہ مسجد شریف ۲۴۷۵ مربع میٹر پر پھیل گئی تیسری بار ۱۷ھ میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس میں ۱۱۰۵ میٹر کا اضافہ ہوا۔ اس تعمیر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان بھی شامل کیا گیا۔

امیر المؤمنین حضرت فاروقِ اعظم نے وہ پرنالہ اکھڑوا دیا جس کا پانی مسجد میں گرتا تھا اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ حضرت عباس نے حضرت عمر کو یاد دلایا کہ یہ پرنالہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عمر رونے لگے روتے روتے فرمایا کہ اے عمِ رسول! آپ میری پیٹھ پر کھڑے ہو کر پرنالے کو اسی جگہ لگا دیں۔

چوتھی مرتبہ مسجدِ نبوی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں (۲۹ھ میں) ۴۹۶ مربع میٹر کا اضافہ ہوا۔ یہ اضافہ بھی جنوب اور شمال مغرب کی طرف کیا گیا۔ حجرات کے تحفظ کے لیے مشرق کی طرف اضافہ نہیں کیا گیا۔ پانچویں بار ولید بن عبد الملک نے ۸۸ھ میں اضافے کا کام شروع کیا اور ۹۱ھ میں مکمل ہوا۔ اب کے مسجدِ نبوی میں ۲۳۶۹ مربع میٹر کا اضافہ کیا گیا اور اُمہات المؤمنین کے حجراتِ مقدسہ بھی مسجد میں شامل کر لیے گئے

پھر خلیفہ مہدی عباسی نے ۱۶۱ھ میں تعمیری کام شروع کیا جو چار سال میں مکمل ہوا۔ اس بار ۲۴۵۰ میٹر کا اضافہ ہوا۔ ساتویں مرتبہ خلیفہ المستعصم عباسی نے تعمیری کام کیا۔ آٹھویں بار ملک ناصر محمد بن قلادون نے ۷۰۵ھ میں تعمیر کی۔ ۷۲۹ھ میں برآمدوں کا اضافہ ہوا۔ نویں مرتبہ تعمیر کا کام ۸۳۱ھ میں اور دسویں مرتبہ چھتوں کی مرمت کا کام ۸۵۳ھ میں ہوا۔ گیارھویں بار ۸۷۹ھ میں ملک اشرف قائتبائی نے تعمیری کام لیا۔ اس دفعہ مسجدِ نبوی میں ۱۲۰ میٹر کا اضافہ ہوا۔ حجرۂ مبارک کی دیواروں پر گنبد بنوایا گیا۔ باب الرحمۃ کا مینار تعمیر ہوا۔ دو گنبد باب السلام کے سامنے اندر کی جگہ بنوائے گئے۔

بارھویں مرتبہ ۹۷۴ھ میں دیواریں منقش ہوئیں۔ تیرھویں بار سلطان سلیم ثانی ۹۸۰ھ میں یہ کام کیا۔ چودھویں مرتبہ سلطان محمود نے از سرِ نو قبر انور پر قبہ شریف بنوایا اور سبز رنگ کرایا۔ پندرھویں مرتبہ سلطان عبد المجید نے ۱۲۹۳ میٹر کا مسجدِ نبوی میں اضافہ کیا۔ سولھویں دفعہ فخری پاشا نے تعمیر میں حصہ لیا۔ سترھویں مرتبہ ملک عبد العزیز (سعودی حکومت) نے کڑے چڑھائے۔ اٹھارھویں مرتبہ ۱۳۵۲ھ میں مصر کی حکومت نے ترمیم و تجدید کا کچھ کام اپنے ذمے لیا۔ انیسویں مرتبہ سعودی حکومت نے ۱۳۶۸ھ میں توسیعِ مسجد کا اعلان کیا۔ ۵ شوال ۱۳۷۰ھ کو دیواریں منہدم کیں۔ ۱۳۷۳ھ میں جدید سنگِ بنیاد رکھا۔ سعودی حکومت کے دور میں مسجدِ نبوی میں ۶۰۲۴ میٹر کا اضافہ ہوا۔ اِس وقت مسجدِ نبوی شریف کا کل رقبہ ۱۶۳۲۷ مربع میٹر ہے۔

جمالِ نبیؐ کی ضیا باریوں سے
بنا رشکِ گردوں دیارِ مدینہ
اِدھر آئیں تسنیم و کوثر کے طالب
کہ ہے جوش پر جوئبارِ مدینہ

— طاؔلوت ہمدانی (فیصل آباد) —

مدینہ شناسی

عارف نوشاہی

"مدینہ شناسی" سید محمد باقر نجفی کی ضخیم فارسی تصنیف کا نام ہے جس کی پہلی جلد ۱۹۸۵ء میں جرمنی میں طبع ہوئی۔ ۴۳۵+۴+۱۰۴+۴۷+۹۲ صفحات پر مشتمل رحلی تقطیع پر چھپنے والی اس کتاب کی قیمت ۱۸۵ جرمن مارک ہے۔ ایک کتاب کے ظاہری محاسن کے لیے جو لوازمات درکار ہوتے ہیں وہ تمام تر اس کتاب میں موجود ہیں یعنی عمدہ کاغذ، خوبصورت ٹائپ، معیاری طباعت، پختہ جلد۔

✦ ✦ ✦ ✦

مدینہ شناسی جسے عربی میں علم المدینہ اور انگریزی میں Madinalogy کہنا چاہیے بیک وقت اسلام شناسی اور آثارِ قدیمہ شناسی کی ایک شاخ ہے مگر کچھ امتیازات کے ساتھ۔

علوم اسلامی میں مدینہ شناسی کا تعلق علم السیرۃ النبویہ سے قائم ہوتا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ سیرت نویسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عام حالاتِ زندگی لکھتا ہے، جب کہ مدینہ شناسی آثارِ نبوی میں سیرتِ نبوی کو تلاش کرتا ہے۔

آثارِ قدیمہ کے علم سے اس کا تعلق بظاہر یوں ہے کہ ہے تو یہ تاریخی اماکن کی شناخت کا علم۔ لیکن روایتی آثارِ قدیمہ کے علم میں انسان تاریخی اماکن کے فن تعمیر سے خیرہ ہو جاتا ہے جب کہ مدینۃ النبی میں تاریخی اماکن کی جستجو میں انسان اس شہر کی معنویت اور روحانیت سے مرعوب ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اماکن فنِ تعمیر کے لحاظ سے نہیں بلکہ

اپنی نسبت کے اعتبار سے عظیم الشان ہیں۔

اِس کتاب میں مصنف نے مندرجہ ذیل نوعیت کے مآخذ پیشِ نظر رکھے ہیں:

۱۔ سیرت النبی کی مستند کتابیں
۲۔ جزیرۃ العرب کے جغرافیے پر ابتدائی کتابیں
۳۔ ایسے سفرنامے جن میں مدینہ کا ذکر آیا ہے
۴۔ آثارِ مدینہ اور اخبارِ مدینہ پر مستقل کتابیں
۵۔ قبل از ہجرت سے لے کر عہدِ عباسی تک تاریخِ مدینہ پر کتب
۶۔ مدینہ سے متعلق وقف نامے، نقشے، مراسلات وغیرہ

مصنف نے مذکورہ بالا انواعِ مآخذ پر فرداً فرداً کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ بیشتر عربی کتابیں ہیں۔ ہمیں حیرت ہے فاضل مصنف نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی فارسی تصنیف "جذب القلوب الی دیار المحبوب" (تالیف ۹۹۸۔ ۱۰۰۰ھ) سے استفادہ نہیں کیا جو براہِ راست اسی موضوع پر لکھی گئی ہے۔

مدینہ شناسی پانچ جلدوں پر مشتمل منصوبہ ہے جس کی فی الحال پہلی جلد شائع ہوئی ہے۔ اِس جلد کے مندرجات کی فہرست آپ آگے پڑھیں گے۔ بقیہ جلدوں کی ترتیب یہ ہو گی۔ جلد دوم: غزوات النبی جن میدانوں میں لڑے گئے ان کا قدیم اور جدید جغرافیہ اور تاریخ۔ جلد سوم: انصار کے قبائل کی تاریخی اور جغرافیائی حیثیت۔ جلد چہارم: ہجرت کا راستہ اور مدینہ سے ملنے والے قدیم راستے۔ جلد پنجم: پہلی صدی ہجری سے لے کر آلِ سعود کے برسرِ اقتدار آنے تک مدینہ کی حکومتیں اور تاریخی واقعات کا ملخص۔

اب ہم پہلی جلد کے مندرجات کی طرف آتے ہیں۔ یہ چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب مدینہ کی مسجدوں کے بارے میں ہے۔ دوسرا باب مدینہ میں معروف گھروں کے بارے میں ہے۔ تیسرا باب مدینہ میں واقع کنوؤں کی تفصیل بتاتا ہے۔ جب کہ آخری اور چوتھے باب میں مدینہ میں قبروں کی تفصیل درج ہے۔ واضح ہو کہ اِس جلد میں تمام

مباحث کا تعلق عہد نبوی سے ہے۔
کتاب میں ۱۰۱ رنگین اور سیاہ وسفید تصویریں ہیں جو قدیم اور جدید مدینہ کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس کے بعد مدینہ شہر اور وہاں کی مساجد کے نقشے دیے گئے ہیں۔ یہاں اس جلد کے مندرجات کی جزئیات پیشِ خدمت ہیں۔

فہرست مندرجات

کتاب اول : مدینہ کی مساجد

فصل بیستم: مسجد علی عریض

فصل بیست و یکم۔ مسجد ثنیۃ الوداع: ثنیۃ الوداع، وداع کی جگہ ثنیۃ الوداع غزوہ اُحد۔ ثنیۃ الوداع سریۂ موتہ ثنیۃ الوداع۔ غزوۂ تبوک۔ بنائے مسجد ثنیۃ الوداع۔

باب دوم: مدینہ کے گھر

فصلِ اوّل: کلثوم بن ہدم، سعد بن خیثمہ کا گھر

فصلِ دوم: ابو ایّوب انصاری کا گھر: میزبانی ابوایوب۔ بوایوب کا گھر۔

فصل سوم: کعب بن اشرف کا گھر: کعب بن اشرف۔ کعب بن اشرف کے گھر کا محلِ وقوع۔ کعب بن اشرف کے گھر کے آثار۔

فصل چہارم: سقیفہ بنی ساعدہ: رحلتِ پیامبر سقیفہ بنو ساعدہ۔ اجتماعِ سقیفہ بنی ساعدہ۔ بنائے سقیفہ بنی ساعدہ۔

فصل پنجم: عثمانؓ بن عفان کا گھر

فصل ششتم۔ امام جعفر بن محمد کا گھر

فصل ہفتم: حسن بن زید کا گھر: حسن بن زید: خانۂ حسن بن زید، کتابخانۂ عارف حکمت پاشا، حسن بن زید کے گھر کا موجودہ محلِ وقوع۔

فصل ہشتم: دوسرے گھر: رباح کا گھر۔ خانۂ مقداد بن عمرو کا گھر۔ خالد بن ولید کا گھر۔

کتاب سوم: مدینہ کے کنویں

فصلِ اول: چاہِ عرس: عرس۔ چاہ عرس کا جغرافیائی محل وقوع۔

فصل دوم: چاہِ حاء: بئرحاء در لغت۔ چاہِ حاء در حدیث وتفسیر۔ چاہِ حاء قصرِ بنی حدیلہ۔

فصل سوم: چاہِ رومہ: رومہ؛ مزنی؛ چاہِ رومہ کا جغرافیائی محلِ وقوع۔

کتاب چہارم: مقابرِ مدینہ

بنت عبدالمطلب۔ مقبرۂ عاتکہ بنت عبدالمطلب۔

فصل ہفتم: مقبرۂ عبداللہ، والد پیامبر ——— دارالنابغہ

فصل ہشتم۔ مقابر اصحاب پیامبر: مقبرۂ عثمان بن مظعون۔ مقبرۂ اسعد بن زرارہ مقبرۂ خنیس بن حذافہ۔ مقبرۂ سعد بن معاذ۔ مقبرۂ عبداللہ بن مسعود۔ مقبرۂ عبدالرحمٰن بن عوف۔ مقبرہ عثمان بن عفان۔ مقبرۂ سعد بن ابی وقاص۔ مقبرۂ ابوسعید خدری۔ دیگر صحابہ۔ مقداد بن عمر۔ ابوہریرہ۔ صہیب بن سنان۔ ابوعبس۔ اسید بن الحضیر۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ رکانہ بن عبد یزید۔ زید بن سہل، ابوطلحہ انصاری ۔ ارقم بن ابی ارقم۔ اسامہ بن زید۔ عبداللہ بن سلام۔ عبداللہ بن عمرو۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد۔ عبداللہ بن عتیک۔ قتادہ بن نعمان۔ جبار بن صخر۔ حاطب بن ابی بلتعہ۔ حکیم بن حزام۔ عمرو بن حزم۔ مخرمہ بن نوفل۔ عبداللہ بن انیس۔ براء بن معرور۔ جبیر بن مطعم۔ جابر بن عبداللہ۔ مسطح بن اثاثہ۔ معاذ بن عفراء۔ زید بن ثابت۔ ابن عمرو بن نفیل۔ سہل بن سعد ساعدی۔ مالک بن التیہان، ابوالہیثم۔ ابواسید ساعدی۔ محمد بن مسلمہ۔ عویم بن ساعدہ۔ کعب بن عمر۔

فصل نہم۔ مقبرۂ شہیدان حرّہ

فصل دہم۔ تاریخ اسلام کے دیگر مشاہیر کی قبریں: مالک بن انس۔ نافع۔ نافع شیخ القراء۔ زید بن حسن۔ سالم بن عبداللہ۔ مغیرہ بن عبدالرحمٰن۔ بقیع میں مشہور عورتوں کی قبریں۔ امام البنین۔ ام رمان۔ حلیمہ۔ اروی بنت کریز۔

فدایانِ رسالت کو غمِ دوراں نہیں زیبا
مجھے ہنگامِ سجدہ یہ ندا طیبہ سے آئی ہے
——— فضل حق

دکھا یارب! در و بامِ مدینہ
نصیبِ دل ہو آرامِ مدینہ

مرے قبضے میں ہو مُہرِ سلیماں
کھدے دل پر اگر نامِ مدینہ

بیاضِ نور ہے ہر صبحِ روشن
سوادِ طور ہر شامِ مدینہ

صدا دی دل نے، میں دیکھوں کہاں ہے،
کسی نے جب لیا نامِ مدینہ

مرے مولاؐ مدینے کے ہیں والی
مرے مخدوم خُدّامِ مدینہ

ہر اک شب ہے، وہاں کی جب شبِ قدر
تو کیا کچھ ہوں گے ایامِ مدینہ

ملے شام و سحر مجھ کو الٰہی
سحر مکّے کی اور شامِ مدینہ

بدن سے مرغِ جاں اُڑ جائے جس دم
پھنسے جا کر تہِ دامِ مدینہ

ہُوا ہے نام سے مولاؐ کے روشن
زہے نامِ خدا، نامِ مدینہ

روضۂ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظ محمد اسلم جیراجپوری

حافظ محمد اسلم جیراجپوری جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں پروفیسر رہے۔
اُن کا یہ نامکمل مطبوعہ مضمون محترم فیض اللہ حامد کے شکریے کے
ساتھ نذرِ قارئین ہے۔ ایڈیٹر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں جب مسجد تعمیر فرمائی تو اس کے متصل ازواجِ مطہرات کے لیے حُجرے بھی بنوائے۔ مسجد سے ملا ہوا حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا، جو کچی اینٹوں سے بنایا گیا تھا اور اوپر کھجور کے پتے تھے، اُس کا طول زیادہ تھا اور عرض علی اختلاف روایات سات آٹھ ہاتھ اور بلندی صرف اس قدر تھی کہ متوسط قد کا آدمی کھڑا ہو سکے۔ حضرت حسن بصری کا بیان ہے کہ سن بُلوغ کے قریب جب میں اُس حُجرے میں گیا، تو میں نے ہاتھ سے اُس کی چھت چھوئی تھی۔ اُس کے ایک دروازے میں عرعر کی لکڑی کا صرف ایک پٹ کا کواڑ لگا ہوا تھا۔ دوسرا دروازہ مسجد میں تھا۔

اُس حُجرے میں سرورِ عالمؐ نے انتقال فرمایا تھا اور اس میں لوگوں نے جنازے کی نماز فرداً فرداً ادا کی تھی۔ ایک دروازے سے داخل ہوتے تھے اور جنازہ پڑھ کر دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے اور اُسی میں دفن بھی کیے گئے۔

اس کے بعد حُجرے کے دو حصّے کیے گئے۔ ایک میں حضرت عائشہؓ رہتی تھیں دوسرے میں قبرِ شریف تھی۔ حضرت عمرؓ نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ تبرکاً روضے کی مٹی

اٹھاتے ہیں، اس لیے اُس کی حفاظت کے واسطے ایک دیوار بنوادی۔ پھر اُس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ دفن کیے گئے۔ یہ تینوں قبریں ایک سطر میں واقع نہیں ہیں، بلکہ معتبر بیان کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کا سر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک کے مقابل میں ہے اور حضرت عمرؓ کا صدیق اکبرؓ کے پہلو میں۔ اس وجہ سے حضرت عمرؓ کے پاؤں حجرے کی دیوار کے اندر آگئے۔

ان تینوں قبروں کے بعد ایک قبر کی جگہ ابھی اور اس میں باقی ہے جہاں بنی ہاشم امام حسنؓ کو دفن کرنا چاہتے تھے، لیکن اُن کو اجازت نہ دی گئی اور جگہ خالی رہی۔ اس کی بابت روایات میں پیشین گوئی ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا امام مہدیؑ دفن ہوں گے۔ خلفائے بنی اُمیّہ نے اس خیال سے کہ مبادا پھر بنی ہاشم جھگڑا کریں۔ اُس حُجرے کو ہر طرف سے بند کرادیا اور کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں رکھا۔

۸۸ھ میں ولید بن عبدُالملک اُموی خلیفہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز والی مدینہ کو حکم دیا کہ مسجدِ نبوی کو بڑھائیں اور اُمّہات المؤمنین کے حُجرے بھی اس میں شامل کرلیں۔ اہلِ مدینہ نے ہر چند واویلا کیا کہ یہ حُجرے بدستور قائم رکھے جائیں۔ تاکہ اطرافِ عالم سے جو مسلمان زیارت کرنے کو آئیں، وہ دیکھیں کہ اُن کے نبی نے کس سادگی کے ساتھ دنیا میں اپنی زندگی گزاری ہے۔ لیکن کسی نے اُن کی فریاد کو نہ سُنا اور بجز حجرۂ عائشہؓ کے تمام حُجرے مسجد میں ملادیے۔

حُجرۂ عائشہؓ کو جس میں رسول اللہ اور شیخین کی قبریں ہیں مسجد کا جُز نہیں بنایا اور اس غرض سے کہ نماز میں وہ مصلّیوں کے سامنے نہ پڑے ایک پنج گوشہ خطیرہ اس کے گرد کھینچ دیا۔ خطیرے کی تعمیر کے وقت تینوں قبریں نمایاں ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سطحِ زمین کے برابر تھی اور شیخین کی قبریں کسی قدر مُرتفع تھیں۔ چونکہ اُن کے اوپر چھت سے خس و خاشاک گرا تھا اور خاک پڑی ہوئی تھی، عمر بن عبد العزیزؒ نے ارادہ کیا کہ اُس کے جھاڑنے کی سعادت حاصل کریں۔ اُن کو دیکھ کر قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ نے بھی شرکت کے لیے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ امام زین العابدین بھی تیار ہوئے اور سالم

بن عبداللہ بن عمر بھی اُٹھے۔ ابنِ عبدالعزیز نے دیکھا کہ اس مرقد پاک پر ہجوم ادب کے خلاف ہوگا۔ اِس لیے خود بھی بیٹھ گئے اور اُن لوگوں کو بھی روک دیا اور اپنے خاص غلام مُزحم کو حکم دیا کہ اندر جاکر احتیاط سے صفائی کر دو۔ لیکن ابن عبدالعزیز کو اپنی اس محرومی پر سخت افسوس رہا۔

جب اُس حجرے کی بنیادیں کھودی جارہی تھیں تو یکایک دو پاؤں نمودار ہوئے کھودنے والا، جس کا نام وردان تھا، دیکھ کر بے ادبی کے خطرے سے سہم گیا اور نکل کر الگ کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز گھبرا کر اُٹھے۔ اُس وقت وہاں عروہ بن زبیر بھی موجود تھے۔ اُنھوں نے کہا یہ دونوں پاؤں حضرت عمرؓ کے ہیں جن کے لیے حجرے کی دیوار کو کھود کر جگہ نکالی گئی تھی۔ پھر اُن کو بدستور مٹی سے چھپا دیا اور ہٹ کر دیوار بنائی اور حسبِ سابق کوئی دروازہ نہیں رکھا کہ قبروں کو لوگ دیکھ نہ سکیں۔ اُس حجرے کی دیواریں سقفِ مسجد تک نہ تھیں اور نہ اُس پر کوئی چھت تھی صرف سال کی لکڑی ڈال کر اُوپر سے موم جامے کا پردہ اُڑھا دیا گیا تھا۔

مُدت ہائے دراز کے بعد چھٹی صدی کے وسط میں حجرہ شریف کے اندر کی جانب دیوار کا ایک حصہ ٹوٹ گیا اور اس کے گرنے کی آواز باہر سُنائی دی۔ خلیفۂ بغداد کو اطلاع دی گئی۔ اُس نے علماء و فقہا سے مشورہ لیا۔ اُنھوں نے کہا کہ کوئی متقی و صالح مسجد کی اوپر کی کھڑکی سے حجرے کے اندر اُتارا جائے تاکہ جو کچھ ٹوٹا ہوا ہو اُس کو درست کر دے۔ اُس زمانے میں عباسی خاندان میں بدر ضعیف نامی ایک عابد و زاہد شیخ تھے، وہ اندر اُتارے گئے۔ چند اینٹیں گری تھیں، وہ مسجد کی مٹی سے تیار کی گئیں جن سے اُس شکست کی مرمت ہوئی۔ حجرے کے اندر گارا ڈھونے کا ایک کٹھرا جو پہلی تعمیر کے وقت کا پڑا ہوا تھا ملا۔ اُس میں وہاں کی خاکِ پاک بھر کر بطور تحفہ خلیفہ کے لیے بغداد کے لیے روانہ کی گئی۔ جس روز بغداد پہنچی ہے، اُس کے استقبال کے لیے خلیفہ و اُمراء سے لے کر عام مخلوق کا اس قدر اژدحام تھا کہ کبھی اس سے پہلے دیکھا نہ گیا۔ شہر کے تمام کاروبار بند ہو گئے

تھوڑے ہی زمانے کے بعد پھر روضے کے اندر سے کچھ گرنے کی آواز آئی۔ مدینے کا امیر قاسم ابن مہنّٰی حسنی تھا۔ اُس نے کہا کہ کوئی بزرگ تلاش کرو تو میں اس کے اندر اُترنے کی اجازت دوں۔ اُس زمانے میں صوفیہ کے شیخ الشیوخ موصل کے رہنے والے عُمر نسائی تھے جنھوں نے مجاورتِ رسولؐ کی غرض سے مدینے میں سکونت اختیار کر لی تھی، لوگوں نے اُنھی کو منتخب کیا مگر تسلسلِ بول اور ریاح کے عارضے کی وجہ سے اُنھوں نے انکار کیا کہ کہیں روضۂ شریف کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ لیکن لوگوں کے سخت اصرار کی وجہ سے اُن کو راضی ہونا پڑا۔ آخر وہ تین دن بھوکے پیاسے رہے۔ اِس کے بعد مسجد کی چھت کے متصل جو روشندان ہے اُس سے لٹکائے گئے۔ حُجرے کے اندر جا کر اُنھوں نے شمع جلائی۔ گرے ہوئے حصّے کی مرمت کی اور قبروں پر جو گرد پڑی ہوئی تھی اُس کو اپنی داڑھی سے جھاڑا۔

صلیبی جنگ کے دوران ۵۵۷ھ میں دو رُومی عیسائی مغربی حاجیوں کے بھیس میں مدینے میں داخل ہوئے۔ وہاں اُنھوں نے محبّتِ رسولؐ اور دینداری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لیے ترکِ وطن کر کے یہاں آئے ہیں کہ جوارِ رسولؐ میں رہیں اور عبادت کریں۔ اہلِ مدینہ نے جب اُن کے اظہارِ محبت و عبادت اور بالخصوص اُن کی خیرات و مبرّات کو دیکھا، تو گرویدہ ہو گئے۔ اور اُن کی خواہش کے مطابق حجرۂ شریف کے متصل اُن کو ایک مکان رہنے کے لیے دیا۔ اُن دونوں نے اُس مکان سے روضۂ اطہر کی جانب سُرنگ کھودنی شروع کی۔ رات کو کھودتے اور صبح کو سویرے ہی مٹّی کو مشک میں بھر کر شہر کے باہر لے جا کر پھینک دیتے اور دن بھر اِرد گرد نخلستانوں وغیرہ کی زیارت گاہوں میں گھوم گھوم کر پانی پلاتے۔

اُس زمانے میں عرب، سلطان نورالدین شہید کے زیرِ اثر آ چکا تھا۔ اُس نے ایک رات سرورِ عالمؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ دو گورے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں کتّے مجھ کو ستا رہے ہیں اور تو خبر نہیں لیتا۔ سلطان یہ خواب دیکھ کر چونک پڑا اور صبح کو علماء کو بلا کر تعبیر پوچھی، لیکن

وہ صحیح بات سمجھنے سے قاصر رہے۔ متواتر اُس نے تین رات یہی خواب دیکھا اور اب اُس کو یارائے تحمل نہ رہا۔ اور یہ خیال کر کے کہ مدینے میں ضرور کوئی حادثہ گزرا ہے، وہ اپنے وزیر جمال الدین موصلی اور بیس سواروں کو لے کر روانہ ہوگیا اور بربنائے استعجال سولہ روز میں مدینے پہنچ گیا۔ لوگ اُس کے یکایک اس طرح آجانے سے متعجب ہوئے۔ امیرِ مدینہ نے آنے کا سبب پوچھا۔ اُس نے تنہائی میں جا کر اُس سے خواب کا واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ روضۂ شریف میں کوئی جدید امر ظہور پذیر تو نہیں ہوا؟ اُس نے کہا "نہیں"۔ پھر سلطان کو بھی لے جا کر معائنہ کرایا۔ سب چیزیں بدستور تھیں۔ لیکن سلطان کو اطمینان نہ ہوا۔ تب امیر نے کہا کہ خواب میں جو دو شکلیں آپ کو دکھائی گئی ہیں، اُن کو آپ پہچان سکیں گے؟ اُس نے کہا کہ یقیناً، کیونکہ متواتر تین راتیں میں نے اُن کو دیکھا ہے۔ امیر نے کہا کہ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ آپ مسجد نبوی میں بیٹھ جائیں۔ ہم ملاقات اور سلام کے بہانے سے سارے اہلِ مدینہ کو سامنے سے گزار دیتے ہیں۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ لیکن وہ دونوں صورتیں نظر نہ آئیں۔ سلطان نے کہا کیا کوئی اور باقی نہیں رہا ہے؟ امیر نے کہا نہیں۔ صرف دو مغربی حاجی ہیں جو بقیع میں پانی پلاتے رہتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں، تو ان کو بھی بلائیں۔ فرمایا کہ ہاں۔ اتنی دیر میں کہ وہ آئیں، اہلِ مدینہ میں سے اُن لوگوں نے جو اُن کے زیرِ بارِ احسان تھے، اُن کی تعریفوں کے پُل باندھنے شروع کر دیے۔ جب وہ آگئے تو سلطان جو گھڑی بھر سے اُن کی مدح و ثنا اور دینداری اور تقوے کی تعریف سُن رہا تھا، حیران ہوگیا۔ امیر نے جب پوچھا، تو اس نے جواب دیا کہ یہ تو یہی دونوں۔ سلطان نے احترام کے ساتھ اُن سے ہاتھ ملایا اور گفتگو شروع کی۔ باتیں کرتا ہوا اُن کے ساتھ اُس گھر میں گیا، جس میں وہ مقیم تھے۔ گو در پردہ غائر نگاہ سے دیکھا، لیکن وہاں کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ جب واپس آنے لگا تو فرش کے نیچے پاؤں تلے کوئی چیز ہلتی ہوئی معلوم ہوئی۔ فرش کو اٹھوایا تو دیکھا کہ ایک لکڑی کا تختہ ہے۔ اُس کو اٹھوایا تو اندر سرنگ نظر آئی جو روضے کی طرف کھودی جا رہی تھی۔ اُسی وقت اُن دونوں کو

گرفتار کر لیا گیا اور اُن سے ٹھیک ٹھیک کیفیت دریافت کی۔ اُن دونوں نے اعتراف کیا کہ ہم اپنی حکومت کی طرف سے اس لیے بھیجے گئے ہیں کہ رسولِ عربی کی نعش کو نکال کر روم میں لے جائیں۔ اِس کے بعد وہ دونوں حجرے کے متصل والی دیوار کے نیچے قتل کر دیے گئے۔

سلطان اس انعام پر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ کام لیا اور اس کا اہل بنایا، دیر تک روتا رہا۔ اِس کے بعد کثیر مقدار میں سیسہ جمع کیا اور حُجرے کی بنیادوں کو ہر طرف سے کُھدوایا۔ نیچے سے سطحِ زمین تک اُن میں وہی سیسہ پلوا دیا تاکہ آئندہ اِس قسم کی سازشوں سے محفوظ رہے۔ پھر بدستور اُن بنیادوں پر دیواریں تعمیر کروائیں۔ اِس واقعے سے پہلے اِس طرح کا ارادہ مصر کے فاطمی خلیفہ حاکم بامر اللہ نے بھی کیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی نعشوں کو مدینے سے مصر میں منتقل کرا لے تاکہ اس کا پایۂ تخت مقبولِ انام اور زیارت گاہِ خاص و عام بن جائے۔ اِس کام کے لیے اُس نے اپنے ایک درباری ابوالفتح کو مدینے میں بھیجا۔ اہلِ مدینہ مضطرب و بے قرار ہو کر اُس کے پاس جمع ہوئے اور اُس کو اِس سے باز رکھنے کے لیے منت و سماجت کی، لیکن شاہی حکم تھا۔ وہ اِس پر مُصر رہا۔ اُس مجمع میں ایک قاری زلبانیؔ نامی تھا۔ اُس نے قرآن کی وہ آیت پڑھی، جس کے معنی ہیں کہ تم اُن لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسولؐ کو نکالنے کا ارادہ کیا۔ اُنہوں نے تمہارے ساتھ پہلے چھیڑ شروع کی۔ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو؟ پس اگر ایمان رکھتے ہو، تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔

اِس کے سننے سے مجمع میں اِس قدر جوش پیدا ہو گیا کہ اگر وہ مصری حکومت کے ماتحت نہ ہوتے تو یقیناً ابوالفتح کو مار ڈالتے۔ اِس سے اُس کی آنکھیں کُھل گئیں کہ وہ کس قدر سخت مہم پر بھیجا گیا ہے، کیونکہ جب ابھی سے یہ حالت ہے، تو جب قبر کُھدائی شروع ہو گی، اُس وقت کیا ہو گا۔ اس لیے ڈر گیا۔ اُس روز شام کے وقت ایک نہایت خطرناک آندھی آئی، جس کو لوگوں نے اِس ناپاک ارادے کو نحوست قرار دیا۔ ابوالفتح ان سب باتوں سے مرعوب ہو کر واپس چلا گیا اور حاکم بامر اللہ کو اِس فعل کے انجام سے ڈرایا۔

قابو میں نہیں ہے دلِ شیدائے مدینہ
کب دیکھیے، بر آئے تمنائے مدینہ

خوشبوئے رسالت سے ہے ازبسکہ معطر
ہر ذرۂ آبادی و صحرائے مدینہ

ہے بے خودیٔ عشقِ حقیقی کا شناسا
وہ دل کہ ہے مخمورِ تولائے مدینہ

آتی ہے جو ہر شے سے یہاں اُنس کی خوشبو
دنیائے محبت ہے کہ دنیائے مدینہ

ہے شام اگر گیسوئے احمدؐ کی سیاہی
تو نورِ خدا صبحِ دلآرائے مدینہ

اے وہ کہ سُرورِ ابدی کا ہے طلب گار
پی ساغرِ دل سے مئے مینائے مدینہ

ڈر غلبۂ اعدا سے نہ حسرتؔ کہ ہے نزدیک
فرمائیں مدد، سیّدِ والائے مدینہ

—— حسرت موہانی

دیکھے تو کوئی رحمتِ سلطانِ مدینہ
میں اور درِ دولتِ سلطانِ مدینہ
ارشادِ خدا ہے " ورفعنا لک ذکرک "
جس سے ہے عیاں رفعتِ سلطانِ مدینہ
جلووں سے ہے معمور سیہ خانۂ عالم
اے صلِّ علیٰ طلعتِ سلطانِ مدینہ
فردوسِ نظر کعبۂ اربابِ محبّت
ہے رشکِ ارم جنّتِ سلطانِ مدینہ
کافر ہے وہ بدبخت جو اُس دل کو کہے دل
جس دل میں نہ ہو الفتِ سلطانِ مدینہ
محشر کا نہیں خوف کہ ہیں شافعِ محشر
محبوبِ خدا حضرتِ سلطانِ مدینہ
بے چارہ حمید اپنی خطاؤں پہ خجل ہے
دیکھ اے نگہِ رحمتِ سلطانِ مدینہ

—— زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی

عاشق کے لیے کعبۂ الفت ہے مدینہ
عارف کے لیے منزلِ رحمت ہے مدینہ

اے طالبِ نعمت، تجھے اک راز بتا دوں
اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے مدینہ

جاؤ گے تو دیکھو گے وہاں بارشِ تسکیں
عینِ کرم و عینِ محبت ہے مدینہ

بگڑی ہوئی تقدیر وہیں بنتی ہے جا کر
کونین میں اللہ کی رحمت ہے مدینہ

ملتی ہے تو پھر اس میں کمی ہی نہیں ہوتی
وہ گنجِ گراں مایہ، وہ دولت ہے مدینہ

تم جاؤ کہیں پر بھی، مگر دل نہ لگے گا
بہزادِ حزیں قلب کی حسرت ہے مدینہ

——— زائرِ مدینہ بہزاد لکھنوی

لب پہ ہے گفتگو مدینے کی
اے زہے آرزو مدینے کی
نام لے باوضو مدینے کا
بات کر باوضو مدینے کی
میں کہاں نامراد جاؤں گا
دلنوازی ہے خو مدینے کی
آ کہ تکمیلِ جذب و شوق کریں
آ، کریں گفتگو مدینے کی
ذکر ہے کو بہ کو مدینے کا
دھوم ہے چارسُو مدینے کی
روحِ کونین کیوں نہ وجد کرے
کیف آگیں ہے بُو مدینے کی
تیری مٹی ہے یثربی مظہرؔ
تجھ سے آتی ہے بُو مدینے کی

—— حافظ مظہرالدین

زیارتِ روضۂ اقدس کی خواہش

پروفیسر سید یونس شاہ

نعت کا لفظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی تعریف و توصیف کے لیے مختص ہو کر رہ گیا ہے۔ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان روزِ اول سے لے کر آج تک مسلسل و متواتر جاری ہے اور ابد تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ اس ذاتِ بابرکات کی شانِ بلند اور درجاتِ عالیہ کا تصور کما حقہٗ کس طرح کیا جا سکتا ہے جب خود خدائے قدوس نے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" فرما کر آپؐ کی عظمت کا اظہار کیا ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے پہلی نعت خود کہی ہے اور اس کے بعد نعتِ رسولؐ کے مختلف پہلوؤں کی تشریح و توضیح اپنی کتاب قرآنِ مجید میں جگہ جگہ فرمائی ہے۔

یہ کتابِ ربانی اگرچہ زبانِ شعر میں نہیں ہے اور نہ خدا نے اپنے رسولؐ کو شعر کی تعلیم دی ہے، تاہم اثر و تاثیر اور دیگر صوتی و معنوی خوبیوں کے اعتبار سے اس میں شعریت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفارِ عرب جو اپنے مقابلے میں دوسروں کو عجمی کہتے تھے اور قدرتِ ابلاغ و اظہار پر فخر کرتے تھے، اس کلامِ ربانی کی ہیئت و ساخت دیکھ کر گنگ ہو گئے۔ ربِ ذوالجلال قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

"آپ کہہ دیجیے کہ اگر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے سمندر روشنائی ہو جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیں گے۔ اگرچہ اور ایسے سمندر مدد کے لیے شامل کر لیے جائیں۔"[1]

ظاہر ہے کہ کلماتِ الٰہی سے مراد صفاتِ الٰہی ہیں اور اِن صفات کے مظہرِ حقیقی جناب محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ چنانچہ اسی طرح آپ کی سیرت و صورت کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے تمام شاخہائے شجر قلم بن جائیں تو بھی آپ کی نعت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ تاریخ کے صفحات پر نقشِ دوام بن کر ثبت ہو چکا ہے۔ یہ خصوصیت کسی معجزہ سے کم نہیں۔ دیکھئے! دنیا میں کون سی ایسی شخصیت گزری ہے جس کے اقوال و افعال اور کردار کو ایسی باریک بینی سے محفوظ کیا گیا ہو کہ جب تک اِس دارِ فانی میں مقیم رہے اس کے ہر پَل کی خبر کا ریکارڈ نہ صرف تحریروں میں موجود ہے بلکہ لاکھوں بندگانِ خدا کے سینوں میں یہ امانت اس طرح محفوظ ہے کہ جس کے ضائع ہونے کا کوئی احتمال نہیں اور پھر یہ سلسلہ یونہی تا قیامت جاری رہے گا۔ ایسے تواتر و تسلسل کے ساتھ کسی شخص کی زندگی کی شہادت کہاں موجود ہے؟

اس دنیا میں ہزاروں لاکھوں نیک اور برگزیدہ افراد پیدا ہوئے۔ ان میں نبی بھی تھے اور غیر نبی بھی۔ لیکن آج تاریخ ان کے کوائف کے بارے میں خاموش ہے بلکہ بعضوں کے بارے میں تو پتہ تک معلوم نہیں کہ وہ کہاں پیدا ہوئے، ان کی زبان کیا تھی اور وہ کہاں دفن ہیں۔ یہ اعزاز صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو حاصل ہے کہ ان کی حیاتِ طیبہ سے کائنات میں جو اُجالا ہوا، اس کی ضوفشانی سے بھولے بھٹکے رہتی دنیا تک رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔

نعت کا مضمون جتنا وسیع ہے اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ بقول شخصے "با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار"۔ یہاں منافقت، ریاکاری اور علم و فن کی نمائش کام نہیں آتی بلکہ یہاں خلوص و عشق کام کرتا ہے۔ کیونکہ "بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے"۔

یوں تو نعت گوئی میں بے شمار موضوعات ہیں اور ہر نعت گو نے نعت کے مختلف پہلوؤں پر طبع آزمائی بھی کی ہے مگر زیارتِ روضۂ اطہر کی تمنا کا مضمون قریباً ہر نعت گو نے باندھا ہے اور اس میں وہ گُل بوٹے کھلائے ہیں کہ عاشقانِ صادق بڑھ بڑھ کر

مستی میں جھومتے ہیں۔ مدینہ شریف کے برکات و فیوض کا بیان طرح طرح سے ہر نعت گو نے کیا ہے۔ نعتیہ غزلوں کا یہ خاص اور پسندیدہ موضوع بنا رہا ہے اور درد و فراق، ہجر کے صدمات اور الم ذات کا بیان اس تعلق سے نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ بہت زیادہ پُر اثر بھی ہوتا ہے۔ اس ضمن میں زائرِ مدینہ بہزاد لکھنوی کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

جب تصوّر میں مدینہ آگیا ۔۔۔ غم کا ساحل پر سفینہ آگیا

مچلتے ہیں آنسو تڑپتی ہیں آہیں ۔۔۔ ملیں کاش جلدی مدینے کی راہیں

تصوّر تو ہی مجھ کو دکھلا مدینہ ۔۔۔ کہ ہے عشق والوں کا کعبہ مدینہ

مری چشمِ آرزو کی جو ہے آرزو مدینہ
مرا حال کچھ نہ پوچھو کہ ہے چارسو مدینہ
یہ کمالِ جستجو ہے کہ کمالِ آرزو ہے
جہاں بند آنکھ کر لی، ہوا رُو برو مدینہ

مدینے کی حسرت ہے بہزاد بے حد ۔۔۔ اور اس پہ یہ تقدیر ترسا رہی ہے

راز کی بات تم کو بتلاؤں ۔۔۔ بے نشاں کا نشاں مدینہ ہے

یہ اشعار دیارِ حبیبؐ کی یاد میں تڑپانے والے ہیں۔ بہزاد کو کئی بار یہ سعادت نصیب ہوئی کہ روضۃ الرسولؐ کی زیارت کی اور خاکِ حجاز کو پلکوں سے لگایا۔ لیکن یہ ایسی نعمت ہے جس سے دست برداری حوصلہ کی متقاضی ہے۔ حضوری کے بعد شرابِ طیبہ کا نشہ دو چند ہو جاتا ہے۔ عاشقِ رسولؐ کو بار بار حاضری دیے بغیر زندگی گزارنا دشوار نظر آنے لگتا ہے۔

تاریخِ ادبِ اُردو پر ایک سرسری نظر بھی ڈالیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اُردو زبان کے ابتدائی دکنی دور سے لے کر اب تک کم و بیش ہر معروف و غیر معروف شاعر نے نعتیہ ابیات لکھے ہیں مگر اُردو کے شعراء میں کچھ ایسے نعت گو شعراء کے نام بطورِ خاص لیے جا سکتے ہیں جنہوں نے اس صنفِ شریف ہی کو اپنی شاعری کا محور و مرکز بنایا اور اس فنِ شریف میں اپنے اخلاص اور بے پایاں جذبہ سے نئی راہیں نکالیں۔ ان میں

مندرجہ ذیل اسمائے گرامی خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں:

مولانا کفایت علی کافی، کرامت علی شہیدی، محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضا خان بریلوی، حسن رضا بریلوی، حافظ پیلی بھیتی، عزیب سہارنپوری، فیروز طغرائی امرتسری، حافظ لطف بریلوی، مذاق جبلپوری، احسن مارہروی، دلّو رام کوثری، حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان، زائرِ حرم حمید صدیقی، بہزاد لکھنوی، حافظ مظہر الدین، اختر الحامدی وغیرہم۔

روضۂ رسولؐ کی زیارت اور اس سے متعلق مضامین میں جو والہانہ سپردگی اور جذباتی کیفیت پائی جاتی ہے اس کے پس منظر میں یہ حقیقت پوشیدہ ہے کہ مدینہ منورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ثانی تھا۔ اس شہر کو چھوڑتے وقت آپؐ کے قلب مبارک پر جدائی کے جو شدید اثرات تھے، ان کا اندازہ کرنا ہو تو ترمذی اور ابن ماجہ کی زبان سے حضرت عبد اللہ بن عدی بن حمرا کی یہ نقل سنیں۔

(ترجمہ) "میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے، ایک عجیب انداز سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ خدا کی قسم! تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر اور اللہ کو زمین کے تمام خطوں سے زیادہ پیارا ہے۔ اور اگر میں یہاں سے بیکس اور مجبور کر کے نکالا نہ جاتا تو واللہ میں تجھ سے کبھی جدا نہ ہوتا۔"

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچتے ہی تبدیلیٔ آب و ہوا کے سبب صحابۂ کرام کی صحتوں پر ناخوشگوار اثر پڑنے لگا۔ لوگ بیمار پڑ گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیماری کی اطلاع دی تو رسولِ خدا نے بارگاہِ ایزدی میں یوں دعا فرمائی:

(ترجمہ) "اے اللہ! جس طرح مکہ کو تو نے ہمارا محبوب بنایا تھا اسی طرح مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے بلکہ مکہ سے بھی زیادہ پیارا بنا دے اور یہاں کے کاروبار اور خورد و نوش میں برکت دے اور بیماریوں کو دوسری جگہ منتقل فرما دے۔"

جس شہر میں خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم قیام کریں اور اس کی خوشحالی کے لیے اپنے رب کریم سے دعا فرمائیں —— تو بندگانِ خدا اس شہرِ محبوب سے والہانہ محبت کیوں نہ کریں۔ اس محبت کا ایک ادنیٰ ثبوت کرامت علی خاں شہیدؔی کے اس قصیدۂ غرّا سے ملتا ہے جو حجاز کو روانگی سے قبل اُنہوں نے آقا حضورؐ کی مدح میں لکھا تھا۔ اس قصیدہ میں اس تمنّا کا اظہار تھا کہ روضۂ اقدس کو دیکھوں تو طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے ؎

تمنّا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا

چنانچہ شہیدؔی اتنے خوش نصیب نکلے کہ ۱۲۵۵ھ میں ادائیگیٔ حج کے بعد حضورِ پُرنور کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے چلے۔ ہم سفر کو اس مقام پر پہنچے جہاں سے روضۂ اقدس نظر آ رہا تھا، ایک حسرت بھری نظر روضۂ محبوب پر ڈالی اور اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

خاکِ طیبہ● از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

مولانا کفایت علی کافیؔ مراد آبادی اپنے دور کے برگزیدہ علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں عملی طور پر وابستہ تھے۔ تحریکِ آزادی کے معرکۂ خاک و خون میں اللہ کی راہ میں دار پر لٹکائے گئے۔ مولانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے ہر وقت بے چین اور بے تاب رہتے تھے۔ آخر فیض یاب ہوئے۔

● آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینۃ الرسولؐ کو "یثرب" کہنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے یہ تصرّف کیا گیا ہے۔
—— ایڈیٹر

چل مدینہ طیبہ کو ، چھوڑ کر شہر و وطن
اس مراد آباد سے کافی کہاں کا ارتباط

دکھا دے بلدۂ طیّب ، دکھا دے روضۂ اقدس
دکھا دے گنبدِ خضریٰ کہ تسکینِ دل وجاں ہو
دکھا دے وہ بھی دن یارب ! کہ حاضر ہوسکے یہ کافی
جنابِ مصطفیٰ کے آستانہ پہ غزل خواں ہو

کافی● یہ تمنائے دلی ہے کہ دمِ مرگ
گر آہ جو کھینچوں تو کہوں ہائے مدینہ

حضرت مذاق جبلپوری کی گھٹی میں عشقِ نبیؐ رچا بسا تھا۔ آپ نے عمر بھر صرف نعت ہی میں طبع آزمائی کی۔ آپ مولانا احمد رضا خاں کے سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ذیل کے دو اشعار میں ندرتِ اسلوب اور نازک خیالی ملاحظہ فرمایئے :

ایک دو دن کی جدائی ہو تو ہو ، یوں عمر بھر
تم مدینے میں رہو میں ہند میں کیونکر بنے؟

خدا سے میں تمہی کو مانگتا ہوں دونوں عالم میں
تمنا تم ، غرض تم ، آرزو تم ، مدعا تم ہو

● مولانا کافیؔ کا نعتیہ دیوان "دیوانِ کافی" محرم ۱۳۱۴ھ میں حیدرآباد دکن سے چھپا جس میں ۴۸ اردو نعتیں ہیں۔ مثنوی "خیابانِ فردوس" ۵۵۲ اشعار پر مشتمل ہے جس میں درودِ پاک کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ مثنوی "نسیمِ جنت" میں ساڑھے پانچ سو اشعار ہیں، ۲۸۔ اردو نعتیں بھی ہیں "قصائدِ نعتیہ" میں ۸۔ اردو اور ۵۔ فارسی قصیدے ہیں۔ خیابانِ فردوس، نسیمِ جنت اور قصائدِ نعتیہ ۱۸۸۳ء میں مطبع نولکشور، کانپور سے اکٹھے چھپے۔ مولانا کافیؔ نے "شمائلِ ترمذی" کا منظوم ترجمہ بھی کیا جو ۱۳۵۴ھ میں مکتبہ نعیمیہ، مراد آباد سے چھپا، اس میں تین ہزار دو سو سے زاید اشعار کے علاوہ ۹ نعتیں بھی ہیں ——— ایڈیٹر

۵۰

ایک اور عاشقِ رسول ؐ مفتی غلام سرور لاہوری ● نعت گوئی میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ بیک وقت ایک بے مثال ادیب، بلند پایہ شاعر، مستند مورخ و سوانح نگار اور ماہرِ علم لُغت تھے۔ آپ کی اکثر نعتوں میں زیارتِ روضۂ پاک کے متعلق اشتیاق و دید کے جذبات کی فراوانی پائی جاتی ہے۔ آپ نے سفرِ حج اختیار کیا تو وصیت و دعا کی کہ آپ کی آخری آرامگاہ محبوبِ خالق و مالک صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین ہے چنانچہ شہیدیؔ کی طرح اس عاشقِ رسول کی دعا بھی مقبول ہوئی اور راستے ہی میں ۱۴ اگست ۱۸۹۰ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وفات سے دو گھنٹے قبل فرمایا کہ میری نعش کو مدینہ شریف لے کر جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ اس طرح آپ کی یہ دلی آرزو پوری ہوئی کہ حجاز جاؤں تو واپس نہ آؤں۔ آپ کے آخری "دیوان وصال سرور" ▼ میں ایک نعتیہ غزل کا عنوان "در اظہارِ زیارت حرمین الشریفین" ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے متعدد نعتیں لکھ رکھی تھیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے سامنے پڑھنا چاہتے تھے مگر قدرت نے اتنی مہلت ہی نہ دی۔ اُنہوں نے زیارت روضۂ اطہر کے متعلق ایک قطعۂ تاریخ کہا تھا اور خیال تھا کہ روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر اسے پڑھیں گے لیکن یہی قطعہ آپ کی تاریخِ وفات بن گیا۔

ابھی سرور نے کی ہے سرورِ عالم کی پابوسی ○
۱۳۰۷ھ

● مصنف تذکرہ "خزینۃ الاصفیا"۔

▼ مفتی صاحب کے دیوان "کلیاتِ سرورِ نعتیہ" میں پونے چار سو۔ اردو نعتیں ہیں۔ "دیوانِ وصالِ سرور" کا سارا کلام بھی اس میں شامل ہے۔ یہ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور سے چھپا۔ "دیوانِ وصالِ سرور" فیروز پور سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ دیوان "نعتِ سروری" مطبع منشی نولکشور، کانپور سے چھپا جس میں ڈیڑھ سو زاید نعتیں ہیں۔

○ تاریخِ وفات ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ ہے ——— ایڈیٹر

شاعرِ مشرق علامہ اقبال کا تو بیشتر کلام نعت پر مشتمل ہے۔ اس کی شاعری کا آغاز "ہمالہ" سے ہوا اور اس کی تان اشرف البلاد یعنی مدینۃ النبیؐ تک سنائی دی۔ ایک نظم میں دیارِ حبیبؐ سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہِ مصطفیٰؐ
دید ہے کعبے کو تیری حجِ اکبر سے سوا
آہ طیبہ! دیس ہے مسلم کا تو ماویٰ ہے تو
نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو

آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ روضۂ اطہر کی زیارت کریں۔ علامہ کا دلِ حزیں یادِ محبوبؐ میں بے قرار رہتا تھا۔ آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حالِ دل سنانے کی خواہش چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ ایک اضطراری اور ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو دیارِ حبیبؐ اور روضۂ اطہر کی زیارت نصیب ہو۔ اس لیے کہ مقصودِ سفر یہی ہے۔ جذبات کا ایک سیلاب ہے کہ اُمڈا چلا آتا ہے، کعبہ سے مفارقت کا کچھ زیادہ خیال نہیں، بس ایک دُھن ہے کہ غبارِ راہ بن کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک تک رسائی ہو۔ دل میں ذوق وشوق ہے لیکن محبوبِ پاکؐ کا سامنا کرنے کا بھی حوصلہ نہیں۔ اسی شدتِ احساس میں خدا سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رُسوا حضورِ خواجۂ ما را
حسابِ من ز چشمِ اُو نہاں گیر

"شفاخانۂ حجاز" میں یہ عاشقِ رسولؐ عمرِ خضرؑ کے بجائے سرزمینِ حجاز میں موت کا طلب گار ہے:

اوروں کو دیں حضور یہ پیغامِ زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں

حافظ شاہ وارث علی قدس سرہٗ ایک صوفی باصفا اور تاجدارِ فقر و غنا تھے۔ آپ کے نام کی نسبت سے آپ کی اولاد وارثی کہلاتی ہے۔ یہ خانوادہ اپنے جدِ امجد کے طفیل حمد و نعت اور محبتِ اہلِ بیت کا نقیب بن چکا ہے۔ شاعری کے میدان میں ان کا ہوا ہم یوں سبک رو ہے جیسے یہ راستہ ان کا دیکھا بھالا ہے۔ بیدم وارثی اور اکبر وارثی کی نعتیہ اور صوفیانہ شاعری اہلِ دل کے لیے سرمایۂ حیات ہے۔ بیدم وارثی کی ایک نعتیہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے؛

کیا پوچھتے ہو گرمیٔ بازارِ مصطفیٰؐ — خود بک رہے ہیں آ کے خریدارِ مصطفیٰؐ
دل ہے مرا خزینۂ اسرارِ مصطفیٰؐ — آنکھیں ہیں دونوں روزنِ دیوارِ مصطفیٰؐ
پھیلا ہوا ہے چاروں طرف دامنِ نگہ — اور لٹ رہی ہے دولتِ دیدارِ مصطفیٰؐ
سر بکف جا رہا ہوں مقتل میں — تیغِ قاتل سے ہوں گے راز و نیاز
کاش پہنچا دے کوئی طیبہ تک — سجدۂ شوق اور سلام نیاز
قدمِ مصطفیٰ کی برکت سے — آسماں بن گئی زمین حجاز
مٹنے والے تھے مٹ گئے تم پر — یہی انجام ہے، یہی آغاز

حسرت موہانی رئیس المتغزلین کہلائے اور غزل کی گرتی ہوئی ساکھ کو انہوں نے ازسرِ نو شریف صنفِ سخن کا مرتبہ عطا کیا۔ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ حسرت کی غزلوں میں نعتیہ آہنگ بھرپور اور غالب ہے۔ حسرت کی بیشتر غزلیں ایسی ہیں کہ نعت کے ایک آدھ شعر سے خالی نہیں۔ دراصل حسرت کو فنا فی الرسولؐ کا درجہ حاصل تھا۔ اور حضورؐ سے اسی قلبی لگاؤ نے آپ کو بہت سے بکھیڑوں سے نجات دلوا دی تھی۔ سیاست کے خارزار میں دامنِ دل کو سلامت رکھنا قریباً ناممکن ہے لیکن جس کے مسلک میں لالچ حرص اور خود غرضی کا شائبہ تک نہ ہو، اسے کیا چیز حق بات کہنے سے روک سکتی ہے۔ حسرت نے گدا ئے درِ رسولؐ بن کر فقیری میں بادشاہی کے مزے لوٹے۔

حسرت کے دل میں دیارِ رسول کی زیارت کی ایسی تڑپ تھی کہ گیارہ بار فریضۂ حج ادا کیا اور بارہ دفعہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کی سعادت

حاصل کی۔ آپ کے کلام میں زیارتِ مدینہ کا جو ذوق وشوق پایا جاتا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے گویا برسوں کا بیمار مسیحا کے دیس میں آگیا۔ اس ضمن میں عشق کی بے تابیاں اور والہانہ سرمستیاں قابلِ دید ہیں۔ کبھی وہ گنبدِ خضرا کی جھلک دیکھ کر مچلنے لگتے ہیں اور شہرِ محبت کی ہوائیں انہیں پیغامِ محبوب سنا سنا کر اضطراب میں ڈالتی ہیں، کبھی شوقِ طواف مہمیز لگاتا ہے اور ان کی چشمِ تصوّر کو پَر لگ جاتے ہیں۔ رفیقانِ سفر باتیں چھیڑتے ہیں تو یہ بیت النبیؐ کے علاوہ کچھ اور سننا نہیں چاہتے۔ غرضیکہ وہ کیفیتِ قلبی کا اظہار طرح طرح سے کرتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے :

ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نصیب ان کی اس بندہ پروری کے نثار
دیدنی ہے یہ ماجرائے غریب لو مدینے کو پھر چلے حسرت

نہ مرنے کی باتیں نہ جینے کی باتیں
کرو ہمصفیرو مدینے کی باتیں

پھر بڑھی دل کی ناشکیبائی پھر قریب آگیا دیارِ حبیبؐ
دور پہنچی ہے میری رسوائی زاہدوں میں ہے جرم حبِّ رسولؐ

حمید صدیقی لکھنوی زائرِ حرم سے ملقب تھے۔ انہیں خاکِ مدینہ کا ایک ایک ذرّہ جانِ عزیز سے زیادہ عزیز تھا۔ زیارتِ روضۂ رسولؐ کا شوق ہر وقت تصوّر میں رہتا۔ چنانچہ اس طلبِ صادق کی وجہ سے متعدد بار حرمِ نبوی کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہ "گلبانگِ حرم"• کے دیباچہ میں اپنی قلبی کیفیت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"اب مجھے سوائے ذکرِ حبیبؐ اور دیارِ رسولؐ اور کوئی صنفِ شاعری محبوب نہیں۔ میں اس رنگ میں ایسا کھو گیا ہوں کہ یادِ مدینہ و رسولِ اکرم (فدائے

• "گلبانگِ حرم" کے نامی پریس لکھنؤ اور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کے چھپے ہوئے دو نسخے میری نظر سے گزرے ہیں۔ کتاب میں ۱۲۳ نعتیں، ۵ مناقب، ۱۲ نظمیں اور ۲۷ غزلیں ہیں ——— ایڈیٹر

(اُم کلثوم) کے علاوہ کوئی اور تذکرہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ دیارِ حبیبؐ کا تصور، وہاں کے مناظر اور وہی لیل و نہار، اشغال و اذکار، دل و دماغ میں اس طرح پیوست ہو گئے ہیں کہ سوچتا ہوں تو وہیں کی باتیں اور دیکھتا ہوں تو وہیں کے مناظر، سنتا ہوں تو وہیں کے نغمے اور خیال آتا ہے تو اسی فضائے پاک کا۔ دیوانہ را ہوائے بس است۔ اس لیے اک ذرا سا اشارہ اور ایک معمولی سی تحریک مجھ کو اسی عالم میں پہنچا دیتی ہے جو میرا منتہائے نقطۂ نظر ہے اور وہی کیفیات اشعار کا جامہ پہن کر میرے دل جذبات کی ترجمانی کرتی رہتی ہیں"

دل جانبِ مدینہ ہے رُخ جانب حرم
اب انتہائے کشمکشِ دل نہ پوچھئے
معراجِ شوق ہوگئی حاصل مجھے حمید
اب مجھ سے میری زیست کا حاصل نہ پوچھئے

الفراق اے دردِ عصیاں الفراق ہم حضورِ شافعِ محشر چلے

حمید صدیقی نے منظر نگاری، واقعہ نگاری اور محاکات کے ایسے عمدہ نمونے پیش کیے ہیں کہ یہ شرابِ دید دوآتشہ بن جاتی ہے:

وہ نظر آئی مدینہ کی زمیں چھا رہا ہے دیکھ وہ رنگیں غبار
ڈھونڈتی تھی گنبدِ خضرا کو تو دیکھ وہ ہے اے نگاہِ بے قرار
وہ پہاڑوں کا تسلسل دل فروز چل رہی ہے جیسے اونٹوں کی قطار
دل ہوا جاتا ہے اپنا باغ باغ گل کھلاتی ہے مدینہ کی بہار
ذرہ ذرہ نور سے معمور ہے کیا نظر آتی ہے شانِ کردگار
یہ وہی پاکیزہ کوچے ہیں جہاں چلتے پھرتے تھے شہِ عالی وقار

حضور سرورِ عالمؐ جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ طیبہ قریب رہ جاتا تو اپنی سواری کو کمالِ شوق سے تیز تر کر دیتے۔ اپنی چادر مبارک کو اپنے شانۂ اقدس سے گرا دیتے اور فرماتے کہ ــــ "یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں" صحابہ کرامؓ میں سے جو کوئی بھی

گرد و غبار کی وجہ سے اپنا منہ بند کرتا تو آپؐ منع فرماتے کہ "مدینہ کی خاک میں شفا ہے۔"
(جذب القلوب)

اس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے — یہ وہ سر ہے کہ مجھے جس پہ ناز ہے
جو لب پہ آگیا، وہ تھا اک اضطرابِ شوق — جو دل میں رہ گیا، وہ محبت کا راز ہے

حمید صدیقی کو اپنے جذبۂ صادق کے سبب بقول جگر مراد آبادی وہ مقام حاصل ہو چکا تھا کہ "اب اُن کی حاضری بھی حاضری تھی اور غیر حاضری بھی حاضری بن چکی تھی۔"

سنتا ہوں آواز انہی کی — کوئی صدا دے کوئی پکارے

حاصل کلام یہ ہے کہ جس شہر کے بارے میں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بارگاہِ رب العزت میں یوں دعا فرمائی ہو، اس شہر کا ہر ذرّہ ہر صاحبِ ایمان کو دیوتا کیوں نہ دکھائی دے۔

"اے پروردگار! ابراہیم تیرے خلیل اور تیرے بندے تھے۔ اُنہوں نے تجھ سے مکّہ کے لیے عرض کیا تھا۔ میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ جس طرح اُنہوں نے مکہ کے لیے دعا کی تھی اسی طرح میں مدینہ کے لیے برکتوں کی دعا کرتا ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتوں کا مخزن ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ کا دنیا کے تمام خطوں سے اشرف ہونا اور مسلمانوں کے لیے ہر مقام سے زیادہ محبوب ہونا اور وہاں کی خاک اور گلیوں سے پیار ہونا ایک مسلمان کے خلوص و ایمان کی نشانی ہے۔ چنانچہ مدینۃ الرسولؐ سے اسی محبت و اُلفت کو شعرائے نامدار نے موضوعِ سخن بنایا ہے۔


سلام علی رسول اللہ

زائر ہیں رواں شام و سحر سُوئے مدینہ
اے کاش، ہو اپنا بھی سفر سُوئے مدینہ

سر سُوئے حرم، دل ہے مگر سُوئے مدینہ
سجدے ہیں بالفاظِ دگر سُوئے مدینہ

اتنی تو ہو وارفتگیٔ شوقِ نظارا
ہر وقت ہو بے تاب نظر سوئے مدینہ

اٹھ اور نئے انداز سے اٹھ، میں ترے صدقے
لے چل مجھے اے دردِ جگر سوئے مدینہ

ذرّاتِ مدینہ کی کشش دیکھ رہا ہوں
جاری ہے ستاروں کا سفر سوئے مدینہ

ہر ذرّہ ہمہ طُور، ہمہ برق تجلّی
با چشمِ کلیمانہ نگر سوئے مدینہ

کب دیکھیے سرکار سے آتا ہے بُلاوا
دن رات ہے اختؔر کی نظر سوئے مدینہ

—— علاّمہ اختؔر الحامدی

ہے جانِ نگاراں نگارِ مدینہ
ہے روحِ بہاراں بہارِ مدینہ

اُسی سمت ہے قبلۂ اہلِ ایماں
جدھر ہے نگاہِ نگارِ مدینہ

گلِ سدرہ و میوۂ شاخِ طوبیٰ
ہیں پروردۂ جوئبارِ مدینہ

چمکتا ہے کیا رشکِ صد طور بن کر
ہر اک ذرّۂ رہگزارِ مدینہ

بنالوں اسے غازۂ روئے ایماں
جو مل جائے گرد و غبارِ مدینہ

فروغِ تجلّائے حُسنِ ازل سے
درخشاں ہے روئے نگارِ مدینہ

فضا خلد کی بھی حسیں ہے ولیکن
کہاں رنگ و بُوئے بہارِ مدینہ

تصرّف میں جس کے قضا و قدر ہیں
وہ ہے صاحبِ اختیارِ مدینہ

زمانہ حرم پہ ہوا فیضؔ قرباں
حرم ہو رہا ہے نثارِ مدینہ

ـــــــ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ

معنیٔ محبت اور حدودِ نیت

مسجدِ نبوی کی تعمیر میں ترکوں کا حسنِ عمل

صلاح الدین محمود

پہلے پہل برسوں تک تو ترکوں کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مسجد نبوی ص کی تعمیر کریں۔ ان کے نزدیک یہ ایک کائناتی اور انسانی حدود سے ماورا طاقتوں کے بس کا عمل تھا اور وہ محض انسان تھے۔ مگر جب انسان سچی محبت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ سے باہر قدم دھرنے کی ہمت بھی پا جاتا ہے۔ سو اپنی محبت کی سچائی کے سہارے انہوں نے یہ کام شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ ترکوں نے اپنی وسیع سلطنت اور پھر پورے عالمِ اسلام میں اپنے اس ارادے کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ اس حتمی کام کے واسطے ان کو عمارت سازی اور اس سے متعلقہ علوم اور فنون کے ماہرین درکار ہیں۔ یہ سننا تھا کہ ہندوستان، افغانستان، چین، وسطی ایشیا، ایران، عراق، شام، مصر، یونان، شمالی اور وسطی افریقہ کے اسلامی خطوں اور نہ جانے عالمِ اسلام کے کس کس کونے اور کس کس چپے سے نقشہ نویس، معمار، سنگ تراش، بنیادیں زمین کی زندہ رگوں تک اتارنے کے ماہر، چھتوں اور سائبانوں کو ہوا میں معلق کرنے کے ہنر مند، خطاط، پچہ کار، شیشہ گر اور شیشہ ساز، کیمیا گر، رنگ ساز اور رنگ شناس ماہرین فلکیات، ہواؤں کے رُخ پر عمارتوں کی دھار کو بٹھانے کے ہنر مند اور نہ جانے کن کن عیاں اور کیسے کیسے پوشیدہ علوم کے ماہرین، اساتذہ، پیشہ ور اور ہنر مندوں

نے دُنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں اپنے اہل وعیال کو سمیٹا اور اس ازلی بلاوے پر قسطنطنیہ کی جانب روانہ ہو گئے، کہیں بے حد دُور، ایک چٹیل ریگستان میں جنت کی کیاری کے کنارے، ان کے رسولؐ کی قیام گاہ پر تعمیر ہونی تھی اور وہ اور ان کے ہُنر اب ہر طرح اس کام کے واسطے وقف تھے۔

ترکوں کو اس والہانہ کیفیت کی ایک حد تک امید تھی، مگر پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اس اجتماعی بے اختیاری اور مکمل اطاعت پر ان تک کو تعجب ضرور ہوا تھا۔ بہرکیف ان کی تیاریاں بھی مکمل تھیں۔ عثمانی حکومت کی تقریباً ہر شاخ، اعلان سے پہلے ہی حرکت میں آ چکی تھی اور حکومت کے اہل کار اپنی حدود میں اور سفیر دوسرے اسلامی ممالک میں اس انداز اور ارادے کے تمام لوگوں کی اعانت کے واسطے تیار تھے۔ ان ان اہل کاروں اور سفیروں کو یہ احکامات تھے کہ وہ ان تمام ماہرین اور ان کے ہمراہ ان کے اہل وعیال کو، اگر وہ چاہیں، تو قسطنطنیہ تک کے راستے میں ہر طرح کی سہولت فراہم کریں۔ ادھر سُلطانِ وقت کے حُکم سے قسطنطنیہ سے چند فرسنگ باہر میدانوں میں ایک خود کفیل اور کُشادہ بستی تیار ہو چکی تھی۔ سو پھر جب ان یکتائے روزگار لوگوں کے قافلے پہنچنے شروع ہُوئے، تو ان کو ان کے روزگار کے اعتبار سے اس نئی بستی کے الگ الگ محلّوں میں بسایا جانے لگا اور حکومت مکمّل طور پر ان کی کفیل ہوئی۔

اس عمل میں کوئی پندرہ برس گُزر گئے، مگر اب یہ یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ اس بستی میں اپنے وقتوں کے عظیم ترین فنکار جمع ہو چُکے ہیں۔ اب خود سُلطانِ وقت اس نئی بستی میں گیا اور اس نے خاندانی سربراہوں کا اجلاس طلب کر کے منصُوبے کا اگلا حِصّہ ان کے سامنے رکھا۔ منصُوبے کا اگلا حِصّہ اس طرح تھا۔ ہر ہُنرمند اپنے سب سے ہونہار بچّے یا بچوّں (اولاد نہ ہونے کی صُورت میں ہونہار ترین شاگرد) کا انتخاب کرے اور اس بچّے کے جوان ہو کر پُختہ عمر تک پہنچنے تک اس کے بدن اور لحن میں اپنا مکمّل فن منتقل کر دے۔ ادھر حکُومت کا ذمّہ تھا کہ وہ اس

وران اس اندازے کے اتالیق مقرر کرے کہ وہ ہر بچے کو پہلے قرآن کریم پڑھائیں
ور پھر قرآن حفظ کروائیں۔ ساتھ ساتھ بچہ شہ سواری بھی سیکھے۔ اس تمام تعلیم،
ربیت اور تیاری کے واسطے پچیس برس کا عرصہ مقرر کیا گیا۔

اس منصوبے پر ہر ایک نے لبیک کہا اور صبر، محنت، محبت اور حیرت کا یہ
لکل انوکھا عمل شروع ہوا۔

چنانچہ پچیس برس بیت گئے اور ان انوکھے ہنر مندوں کی ایک نئی اور خالص
سل نشوونما پا کر تیار ہو گئی۔ یہ تیس سے چالیس برس عمر کے مخصوص اور نیک اطوار
جوانوں کی ایک ایسی جماعت تھی کہ جو محض اپنے اپنے آبائی اور خاندانی فنون ہی میں
لتا اور عنقا نہیں تھے، بلکہ اس جماعت کا ہر فرد حافظِ قرآن اور فعّال مسلمان ہونے
کے علاوہ ایک صحت مند نوجوان اور اچھا شہسوار بھی تھا۔ بچپن کے لمحۂ اوّل سے
ن کو علم تھا کہ یہ وہ چیدہ لوگ ہیں کہ جن کو ایک روز کہیں بعید دُور، ایک چٹیل ریگستان
یں، جنّت کی کیاری کے کنارے اپنے رسولؐ کی قیام گاہ کے گرد ایک ایسی کائناتی
مارت تعمیر کرنی ہے کہ جو آسمان کی جانب اس زمین کا واحد نشان ہو۔

ترکوں کے اعلانِ اوّل سے لے کر اب تک کوئی تیس برس سے زیادہ بیت چکے
تھے، اور مسجدِ نبویؐ کے معمار، جن کی تعداد کوئی پانچ سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے
تیار تھے۔ ایک طرف تو ہنر مندوں کی یہ جماعت تیار ہو رہی تھی اور دوسری طرف ترک
حکومت کے اہلِ کار عمارت کے واسطے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں ایک خاص ترتیب
کے ساتھ مصروف تھے۔ حکومت کے شعبۂ کان کنی کے ماہرین نے خالص اور عمدہ
رگ و ریشے کے پتھر کی بالکل نئی کانیں دریافت کیں کہ جن سے صرف ایک بار پتھر
حاصل کر کے ان کو ہمیشہ کے واسطے بند کر دیا گیا۔ ان کانوں کی جائے وقوع کو اس حد
تک صیغۂ راز میں رکھا گیا کہ آج تک کسی کو علم نہیں ہے کہ مسجدِ نبویؐ میں استعمال
ہونے والے پتھر کہاں سے آتے تھے۔ بالکل نئے اور ان چھوئے جنگل دریافت
کیے گئے اور ان کو کاٹ کر ان کی لکڑی کو بیس برس تک حجاز کی آب و ہوا میں آسمان

تلے موسمایا گیا۔ رنگ سازوں نے عالمِ اسلام میں اُگنے والے درختوں اور خاکی و آبی پودوں سے طرح طرح کے رنگ حاصل کیے اور شیشہ گروں نے شیشہ بنانے کے واسطے حجاز ہی کی ریت استعمال کی۔ پچی کاری کے قلم ایران سے بن کر آئے، جب کہ خطاطی کے واسطے نیزے دریائے جمنا اور دریائے نیل کے پانیوں کے کنارے اُگائے گئے۔ غرض یہ کہ جب تک ان ہنرمندوں کی جماعت تیار ہوئی، ان ہی کے بزرگوں کی خاص طور پر تیار کردہ ٹولیوں نے عمارتی سامان بھی فراہم کرلیا۔ یہ سارا عمارتی سامان بمع ہُنرمندوں کی جماعت کے نہایت ہی احتیاط سے پہلے خشکی، پھر سمندر اور پھر خشکی کے راستے حجاز کی سرزمین تک پہنچا دیا گیا کہ جہاں مدینے سے چار فرسنگ دُور ایک نئی بستی اس تمام سامان کو رکھنے اور ہُنرمندوں کے تعمیر کے دوران رہنے سہنے کے واسطے پہلے ہی تیار ہو چکی تھی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تعمیر مدینے میں ہونی تھی، تو پھر ساز و سامان مدینے ہی میں رکھا جاتا۔ آخر یہ چار فرسنگ (بارہ میل) دُور کیوں؟ اس کی وجہ تُرک یہ بتاتے ہیں کہ آخر ایک بہت بڑی عمارت تیار ہونی تھی کہ جس کے واسطے مختلف جسامت کے ہزاروں پتھر کاٹے جانے تھے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوبؐ! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں)

پھر جب غلطی کرنے والے کسی جُرم یا گناہ کے مرتکبین بارگاہِ مصطفویؐ میں حاضر ہوگئے۔ تو اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو فرما دیا کہ ایسوں کو رحمت و بخشش کی نوید سُنا دیں۔ سُورۃ الانعام میں ہے۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں
تو اُن سے فرماؤ، تم پر سلام۔ تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کر
لی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ بُرائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور
سنور جائے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

چنانچہ جو مومن اپنی غلطیوں پر شرمندہ، توبہ کرتا ہوا آستانۂ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حاضر ہوگا، اُسے حضور سیدِ ہر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے "سلامٌ علیکم" کا تحفہ نصیب ہوگا تو اس کی بخشش و غفران میں کیا شک رہ جائے گا۔

وہ شخص تو بہت خوش قسمت ہے جسے مدینۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضری نصیب ہو اور وہ وہاں سے سرکارؐ کے "سلامٌ علیکم" کا اعزاز حاصل کرے۔ لیکن جب تک وہاں حاضری کی تمنا پُوری نہ ہو، غلطی کے مرتکب مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو دربارِ مصطفویؐ میں حاضر تصور کر کے خضوع و خشوع اور محبت و عقیدت کے ساتھ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرے۔ احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ سرکارؐ اپنے محبّ اُمتی کے درود و سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ یہاں بیٹھے ہوئے بھی آپ کو فجر کی اذان نے، زمین سے نہایت ہی بھرو سے اور ایمان سے اُگی اس عمارت کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا۔ اب خلا محفوظ بھی تھا اور آزاد بھی۔

یہ عمارت کیسی ہے، کیا ہے، کہاں ہے اور کہاں لے جاتی ہے؟ اس کے بارے میں تو الگ کتاب لکھوں گا۔ یہاں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ عمارت اس جہان میں ہوتے ہوئے بھی اس جہان میں نہیں ہے۔ اپنے آپ میں قائم رہ کر اس عمارت کو تو دیکھو تو یہ کہیں اور ہے۔ اب آپ سے باہر قدم دھر کے اس کو دیکھو تو یہ کہیں اور، اور ہم کچھ اور ہیں۔ پتھر، خلا، ہوا، آواز، لحن، نیّت، ایمان اور نُور نے مل کر صبر کی ایک نئی بُنت کی ہے۔ متوازی اوقات اگر رنگ برنگ کے دھاگے ہیں تو ان کی بُنت میں بے رنگ کا دھاگہ اس عمارت کا نُور ہے جو کہ اس بنت کو محض معنی ہی نہیں دیتا،

بلکہ اوقات کا ایک دوسرے سے ایک جائز اور مخفی رابطہ بن کر اوقات کو ایک مرکز بھی فراہم کرتا ہے اور اوقات کے اس مرکز سے ہم کو اپنے رسولؐ کی آواز یوں آتی ہے کہ جیسے خلا محفوظ بھی ہو اور آزاد بھی، کہ جیسے آواز پرندہ بھی ہو اور لہو بھی کہ اندھیرے میدانوں میں کبھی نُور کا شجر اُگے تو کبھی نُور کی وادیوں میں اندھیرا خود ایک شجر ہو کہ جیسے نُور محض نور ہی نہ ہو، بلکہ نُور کا منبع بھی ہو۔ سو جب ریاض الجنّۃ میں اس خلا کے خم پر اپنے رسولؐ کے سرہانے بیٹھو، تو کشف ہوتا ہے کہ آخر محبّت کے کیا معنی ہیں اور نیّت کی کیا حدود۔ اور پھر وہ بے نام ہُنرمند یاد آتے ہیں کہ جن کو اپنے ہُنر سے اس واسطے محبّت تھی کہ وہ ان کے رسولؐ کے واسطے تھا کہ جنہوں نے اس چٹیل میدان میں اس جنّت کی کیاری کے کنارے اپنے رسولؐ کی قیام گاہ کی حیا، سکون اور حیرت کو قائم رکھتے ہوئے اس عمارت کو اس خلا کے خم پر تعمیر کیا تھا کہ آج اس عمارت میں محض ان کا ہُنر ہی نہیں، بلکہ ان کے ہُنر کا غیب بھی محفوظ ہے، اور پھر ترکوں کے واسطے دُعا ہمارے پور پور سے بلند ہوتی ہے

ہے ذرّہ ذرّہ متاعِ نظر مدینے میں
کہ بس رہے ہیں شہِ بحر و بر مدینے میں

شمار جس کا رہا بوریا نشینوں میں
ہُوا ہے ایسا بھی اِک تاجور مدینے میں

حضورِ شاہ میں میرا سلام بھی کہنا
صبا ہو تیرا کہیں جو گزر مدینے میں

—— سیّد علی اکبر سلیم

مرے افکار کو نُدرت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
مجھے یہ دولتِ مدحت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
کسی شے کی کمی آتی نہیں میرے مقدّر میں
مجھے ہر خوبیٔ قسمت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
ہمیشہ دیکھتا ہوں میں یہاں جو اہلِ جنّت کو
کہیں تو سرحدِ جنّت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
درِ سرکارِ رحمت پر رسائی ہوگئی میری
مجھے ہر نصرتِ رحمت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
مری اس بات کی تکلیف ہے کچھ "حق پرستوں" کو
مجھے تکلیف میں راحت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
چمک ہے خاکِ طیبہ کی جبینِ ماہ و پرویں پہ
گلوں کو نکہت و نزہت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
مری پہچان ہے جو ہادیٔ کونینؐ کی مدحت
مجھے یہ عزتِ نسبت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
مرے اشکوں کی پروا ہی کہاں دامانِ عالم کو
ارمؔ بس دولتِ شفقت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

—— ارمؔ حسّانی

تعارفِ کتب

انوارِ قطبِ مدینہؒ

مرتب : خلیل احمد رانا
ناشر : مرکزی مجلس رضا۔ پوسٹ بکس ۲۲۰۶ لاہور
صفحات : ۴۸۰ ——— ہدیہ : دعائے خیر بحقِ معاونین

قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ نے نصف صدی سے زیادہ عرصے تک نعت کی خدمت کی۔ مدینہ طیبہ میں ان کی قیام گاہ پر ہر روز ایک معین وقت پر محفلِ نعت ہوتی تھی جس میں دنیا بھر کے اہلِ محبت بارگاہِ رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اپنی اپنی زبان میں ہدیۂ عقیدت وارادت پیش کرتے تھے۔ انہیں آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء سے عشق تھا، وہ فنا فی الرسول تھے۔ آپ کی ہر مجلس، مجلسِ نعت ہوتی تھی۔ انہوں نے ایک آدھ بار کی سخت مجبوری کے علاوہ عمر بھر مدینہ طیبہ سے باہر نکلنا گوارا نہیں کیا کہ کہیں اس خطۂ پاک سے باہر موت نہ آجائے۔

"انوارِ قطبِ مدینہ" مولانا ضیاء الدین مدنی کی حیات و خدمات کا ایک جامع تذکرہ ہے جسے خلیل احمد رانا صاحب نے مشہور محقق حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی رہنمائی میں مرتب کیا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ حق ادا کر دیا ہے۔

کتاب میں حضرت قطبِ مدینہ کے بارے میں ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس مفتی شجاعت علی قادری، سید سعادت علی قادری، ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری، محمد محبوب الٰہی رضوی، مؤرخ لاہور محمد دین کلیم، بشیر حسین ناظم، مرزا شکور بیگ، نواب مشتاق احمد خان، مفتی غلام سرور قادری، میاں زبیر احمد، قاری محمد مصلح الدین، خلیل احمد نوری، مولانا عبد الستار خان نیازی، خواجہ رضی حیدر، محمد صدیق فانی اور ایڈیٹر نعت کے مضامین اور یادداشتیں، مشہور شعراء کی نظمیں اور قطعاتِ تاریخ، مشاہیر کے پیغامات اور اخبارات کے تراشے شامل ہیں۔
کتاب کا سرورق مشہور خطاط جمیل احمد قریشی تنویر رقم نے لکھا ہے۔ کتابت بہت خوبصورت

اغذ عمدہ اور طباعت دیدہ زیب ہے۔ پوری کتاب فاضل مرتب کی ترتیب و تدوین کا شاہکار ہے۔
زیرِ نظر ایڈیشن مرکزی مجلس رضا کے ارکان کے لیے شائع کیا گیا ہے۔ عنقریب دوسرا ایڈیشن
مادۂ عام کی غرض سے طبع ہوگا۔

وحدت و مدحت

شاعر: جمیل عظیم آبادی
ناشر: راشد پبلی کیشنز۔ بی، ۵۲/۴ سیکٹر ۱۱۔ اے۔ نارتھ کراچی۔ کراچی ۳۶۔
صفحات: ۲۲۴ ہدیہ: چالیس روپے
جمیل عظیم آبادی کی دو کتابیں (مجموعۂ غزلیات "دل کی کتاب" اور دوہے "گیان درپن")
پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اب ان کا مجموعۂ حمد و نعت "وحدت و مدحت" اشاعت پذیر ہوا ہے۔ کتاب
کے آغاز میں ڈاکٹر کلیم سہسرامی کا مقدمہ اور سید صباح الدین عبدالرحمٰن ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ
اور پروفیسر حوظا کاکوی، عبدالقدوس ہاشمی اور قاری سید حبیب اللہ کی تقاریظ شامل ہیں۔
کتاب کی مطالعے سے شاعر کی قدرتِ کلام کا اندازہ ہوتا ہے اور قاری سید حبیب اللہ
صاحب نے دینی نقطۂ نظر سے بھی اس کا جائزہ لیا ہے کہ تخیل کی پرواز کسی مقام پر حدودِ شرعی
سے تجاوز تو نہیں کر گئی۔ پھر بھی ہمارا خیال ہے کہ اگر انتخاب کا اہتمام کیا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔
جمیل عظیم آبادی کے کئی نعتیہ اشعار قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ نمونۂ کلام
ملاحظہ ہو:

بہرِ عرفانِ خدا لازم ہے عرفانِ نبیؐ یاالٰہی، ہو عطا مجھ کو بھی وجدانِ نبیؐ

مدحِ نبیؐ میں شعر کا کہنا سہل بھی ہے دشوار بھی ہے
جذبِ عقیدت بھی غالب ہے، حدِ ادب دیوار بھی ہے

سبز گنبد نگاہوں میں رقصاں رہے بیٹھے بیٹھے یہیں سے نظارا کریں
بوقتِ خواب میں صلِ علیٰ کا ورد کرتا ہوں سنا ہے اِس عمل سے آپؐ کا دیدار ہوتا ہے

کاغذ اور طباعت عمدہ ہے، کتابت گوارا ہے۔

لوح بھی تُو قلم بھی تُو

شاعر: راز کاشمیری
ناشر: عثمان اکیڈمی، حاجی پورہ، گوجرانوالہ
صفحات: ۱۶۰ قیمت: ۳۵ روپے

خواجہ عبدالمنان راز کاشمیری ذوقِ سلیم کے مالک تھے، بہت اچھے نعت گو تھے، آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے نام لیوا تھے۔ اُنہوں نے "صلے اللہ علیہ وسلم" ردیف کی نعتوں کا ایک انتخاب بھی کیا تھا جو اُن کے حُسنِ ذوق کا نمونہ تھا۔ اُن کی وفات سے اہلِ محبت میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا احساس کبھی ختم نہ ہوگا

"لوح بھی تو قلم بھی تو" ان کا مجموعۂ نعت ہے۔ غلام رسول عدیم اور محمد اقبال جاوید کا یہ اقدام قابلِ مبارک باد ہے کہ اُنہوں نے یہ مجموعہ مرتب کیا ہے۔ آغاز میں مرتبین کے علاوہ حفیظ تائب صاحب کا راز مرحوم کی نعت پر مضمون شامل ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

سمٹے ہوتے ہیں ترے در پہ زمان اور مکاں نبضِ ہستی تری محفل میں تھمی ہوتی ہے
راز میں جاؤں حشر میں پیشِ شہِ کونین کھُلا ہو میرے ہاتھ میں نعتوں کا دیوان
طائف، حنین، بدر، حرا، شام کا سفر یاد آئے کتنے پہلوئے سیرت تمام شب
اس سے بڑی نہیں کوئی دولت جہان میں کچھ بھی سوائے عشقِ رسولِ خدا نہ مانگ

شافعِ محشر کی اُمّت کا زادِ سفر بس راز یہی ہے
خوفِ الٰہی، عشقِ محمدؐ، حُبِّ صحابہ، غیرتِ دینی

جب سے ہوا وہ گل چمن آرائے مدینہ
جبریل بنا بلبلِ شیدائے مدینہ
قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے
ہم دیکھتے ہیں اس کو جو دیکھ آئے مدینہ

غلام امام شہید

اربابِ علم و دانش کی توجہ کے لیے

○ **رسول نمبروں کا تعارف** : برِصغیر پاک و ہند میں بہت سے رسائل و جرائد عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر سرکارؐ سے محبت و عقیدت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ماہنامہ "نعت" کا ایک خاص نمبر ان رسول نمبروں کے تعارف کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی رسول نمبر ہو تو ازراہِ کرم اس کی فوٹو سٹیٹ عنایت فرمائیں اور مناسب سمجھیں تو قارئینِ نعت کے لیے اُس کا تعارف بھی تحریر فرما دیں (بصورتِ دیگر آپ کی اجازت سے ادارہ "نعت" تعارف لکھ دے گا) "نمبر" کی فوٹو سٹیٹ نقل آپ کے شکریے کے ساتھ، نعت لائبریری میں محفوظ کر لی جائے گی۔

○ **سراپائے سرکار صلے اللہ علیہ وسلم** : مستقبل قریب میں ماہنامہ "نعت" کا ایک خاص نمبر "سراپائے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم" کے حوالے سے شائع ہوگا۔ آپ کے ذخیرۂ کتب میں کسی مرحوم یا زندہ نعت نگار کا منظوم "سراپائے سرکارؐ" ہو تو اس کی نقل عنایت فرمائیں۔ کسی اہم نعت گو کے "سراپا" پر آپ مقالہ تحریر فرمانا پسند فرمائیں تو چشم ما روشن..... اور آپ خود حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کا سراپا لکھنا چاہیں تو ہم سراپا انتظار ہیں۔

○ **نعتیہ قصائد** : آپ کی نظر میں کچھ اردو نعتیہ قصائد ہوں، یا آپ کوئی قصیدہ رقم فرما سکیں، تو کرم کریں — تاکہ "نعتیہ قصائد" کے موضوع پر زیرِ ترتیب خاص نمبر میں شامل کیا جا سکے۔

○ جان محمد قدسی کی مشہور نعت "مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی۔ دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی" کے حوالے سے ماہنامہ "نعت" کا ایک خاص نمبر عنقریب اشاعت پذیر ہوگا۔ اگر آپ نے اس نعت کی تضمین کی ہے یا کوئی تضمین آپ کے پیشِ نظر ہے تو ازراہِ کرم اس کی نقل ارسال فرمائیں۔ آپ اس نعت کا منظوم ترجمہ اردو، عربی یا کسی اور زبان میں کر سکتے ہوں تو مہربانی فرمائیں۔ قدسی کی نعتیہ شاعری کے کسی پہلو پر مقالہ تحریر فرمانا پسند کریں تو ایڈیٹر "نعت" کو لکھیں

مقالہ نگار

- حافظ محمد اسلم جیراجپوری
- پروفیسر سید یونس شاہ — گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد (مصنف "تذکرہ نعت گویانِ اردو")
- صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری — مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (ضلع اوکاڑہ)
- پروفیسر محمد اقبال جاوید — گورنمنٹ کالج، گوجرانوالہ
- عارف نوشاہی — مدیر سہ ماہی "دانش" اسلام آباد
- صلاح الدین محمود — مشہور ادیب اور شاعر (سابق ڈائرکٹر واپڈا)
- ملک الطاف حسین قادری — صدر انجمن شبّانِ اہلِ سنّت وجماعت (سیدن شاہ کالونی۔ لاہور)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

نعت لائبریری کے لیے عطیات

نمبر	کتاب	مصنف	عطیہ دہندہ
۱۔	وحدت و مدحت	از جمیل عظیم آبادی	ڈاکٹر وفا راشدی صاحب انجمن ترقی اردو پاکستان بابائے اردو روڈ کراچی: ۱
۲۔	خورشیدِ رسالت	از خورشید ایلچپوری	
۳۔	ضامنِ حقیقت	از ضامن حسنی	
۴۔	کلیاتِ قادری	از محمد غلام رسول القادری	
۵۔	خورشید	از سید انور علی انور	
۶۔	صدائے فقیر	از عنایت رسول القادری	
۷۔	عکسِ کعبہ و روضۃ الجنت		
۸۔	آپ کی باتیں	از محمد اقبال نجمی	شاعر۔ ۱۰۸۔ بی سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ
۹۔	نور و نکہت	از فیاض احمد کاوش	شاعر۔ لال چند آباد۔ میر پور خاص
۱۰۔	آبِ کوثر	از مفتی محمد امین	منیر احمد غازی صاحب۔ ڈائرکٹر جنرل آڈٹ۔ پوسٹ ٹیلیگراف اینڈ ٹیلیفون
۱۱۔	عشقِ محمدؐ	از سید محمد امین علی شاہ نقوی	ڈاکٹر پروفیسر آفتاب احمد نقوی صاحب گورنمنٹ دیال سنگھ کالج۔ لاہور
۱۲	نذرِ خدا	از مضطر خیرآبادی	سید نور محمد قادری صاحب۔ چک ۵ اشمالی۔ ڈاکخانہ چک نمبر ۵ براہ ملکوال ضلع گجرات نے ازراہِ کرم اس کی فوٹوسٹیٹ لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۱۳۔	بادۂ رنداں از فقیر قادری	رفیق احمد خاں صاحب۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور
۱۴۔	لوح بھی تو قلم بھی تو از راز کاشمیری	پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب۔ گورنمنٹ کالج، گوجرانوالہ
۱۵۔	نورانیت مصطفیٰ از محمد خالد جذبی	محمد خالد جذبی صاحب۔ پوسٹ بکس ۔۔۔ ۴ گوجرانوالہ
۱۶۔	عارف عبد المتین کی نعت گوئی مرتب محمد خالد جذبی	
۱۷۔	جنگ نامۂ اسلام حصہ سوم از منظور حسین منظور	مرزا ارشاد احمد علیمی صاحب۔ جمیل منزل۔ جادہ۔ جہلم
۱۸۔	ماہنامہ نظام المشائخ دہلی کا رسول نمبر ۱۹۳۱	محمد شفیع رضوی صاحب۔ ہجویری پبلشرز لاہور نے اس کی فوٹوسٹیٹ لینے کی اجازت مرحمت فرمائی
۱۹۔	مشکوٰۃ المصابیح۔ عربی متن و اردو ترجمہ دو جلدیں	راجا رشید محمود، ایڈیٹر "نعت"
۲۰۔	آب کوثر از چودھری دِلّو رام کوثری	حاجی مرید احمد چشتی صاحب۔ چک جانی تحصیل پنڈدادن خان ضلع جہلم نے ازراہ کرم اس مجموعۂ نعت کی فوٹوسٹیٹ کی اجازت دی۔

تسنیم الدین احمد

انچارج نعت لائبریری

ایڈیٹر ”نعت“ کی چند مطبوعات

ایڈیٹر نعت کی بیس سے زیادہ تصانیف / تالیفات شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہیں۔

۱۔ **حدیثِ شوق** | دُوسرا مجموعۂ نعت جس میں ۸۷ نعتیں ہیں۔ آخر میں راجا رشید محمود کی نعتیہ شاعری کے بارے میں اہلِ علم و دانش کی آرا شامل ہیں۔ دوسرا ایڈیشن صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۲۴ روپے

۲۔ **نعتاں دی اَٹی** | پنجابی مجموعۂ نعت جس میں ۶۳ نعتیں ہیں ”حدیثِ شوق“ کی طرح اس مجموعے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ”تُو یا تم“ کا صیغہ استعمال کرنے کی جسارت نہیں کی گئی دو رنگی طباعت۔ صفحات ۱۴۴۔ قیمت ۳۰ روپے۔

۳۔ **قُلزمِ رحمت** | امیر مینائی کے مجموعۂ نعت ”محامدِ خاتم النبیینؐ“ میں سے اسّی نعتوں کا انتخاب شروع میں ”امیر مینائی اور ان کی نعت“ کے عنوان سے تحقیقی مقدمہ۔ صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۰ روپے۔

۴۔ **نعتِ حافظ** | حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ مجموعوں کا انتخاب۔ شروع میں ”حافظ اور کلامِ حافظ“ کے عنوان سے ۳۵ صفحات کا مقدمہ۔ صفحات ۲۸۰۔ قیمت ۷۵ روپے۔

۵۔ **میرے سرکارؐ** | سیرۃ النبیؐ کے مختلف موضوعات پر ایڈیٹر نعت کے فکر انگیز اور بصیرت افروز مضامین کا مجموعہ۔ صفحات ۱۴۴۔ قیمت ۱۸ روپے۔

۶۔ **احادیث اور معاشرہ** | حُسنِ معاشرت کے بارے میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس (۳۰) احادیث مبارکہ کی تشریح۔ دوسرا ایڈیشن صفحات ۱۵۲۔ قیمت ۱۸ روپے۔

۷۔ ماں باپ کے حقوق | کتاب ۱۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کی تالیف میں ۷۰ سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۲۱ روپے۔

۸۔ اقبال، قائداعظم اور پاکستان | بانیٔ پاکستان، حکیم الامت اور مملکتِ خداداد کے بارے میں اہم تحریر۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۶۰۔ قیمت ۳۰ روپے۔

۹۔ اقبال و احمد رضا۔ مدحت گرانِ پیغمبرؐ | علامہ محمد اقبال اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی قدر مشترک عشقِ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر ایک جامع تحریر تیسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت دس روپے۔

۱۰۔ راج دلارے | بچوں کے لیے راجا رشید محمود کی نظمیں۔ دوسرا ایڈیشن۔ دو رنگی طباعت صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۸ روپے۔

۱۱۔ تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ | تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ کے اسباب و علل اور اس کے عواقب و نتائج کا یہ بہا تاریخی اور تحقیقی تجزیہ ہے جسے حقائق کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا گیا ہے صفحات ۴۶۴۔ قیمت ۶۵ روپے۔

آپکو جن کتابوں کی ضرورت ہو، اُن کی قیمت بھیج دیں، کتابیں آپ کو فوراً پوسٹ کر دی جائیں گی۔

اختر کتاب گھر

اظہر منزل، مسجد سٹریٹ ۵ نیو شالامار کالونی، ملتان روڈ لاہور



بہار، رنگارنگ پھولوں، شاداب چہروں اور بیدار آنکھوں کا موسم
پھر بھی کچھ چہرے بے آب اور کچھ آنکھیں بے رونق کیوں؟

موسم بہار میں چہار سو نئی کونپلیں اور تازہ پھول کھل اٹھتے ہیں اور روئے زمین پر زندگی انگڑائی لے کر جاگ اٹھتی ہے۔

اس موسم بیدار میں صحت بخش خون چہروں پر حسن بن کر جھلک اٹھتا ہے اور آنکھوں میں ایک نئی چمک پیدا کر دیتا ہے۔

لیکن اگر خون میں فاسد مادے سرایت کر جائیں تو پھوڑے پھنسیوں، مہاسوں اور کئی دوسری جلدی بیماریوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس سے چہرے بے آب اور آنکھیں بے شباب نظر آتی ہیں۔

بہار کے موسم میں صافی کا باقاعدہ استعمال فاسد مادوں کو خارج کر کے خون کو صاف اور صحت بخش رکھتا ہے اور یہی صاف خون چہروں پر حسن بن کر جھلک اٹھتا ہے

جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ
صافی
سے خون صاف، چہرہ شاداب

ہم خدمت خلق کرتے ہیں

اگر تمہارا ظاہر و باطن یکساں ہے تو تم قابل قدر انسان ہو

Adarts

HSF 1/84

ضلع وار نعت گو

پاکستان کے تمام ضلعوں کے نعت گوؤں، نعت کے موضوع پر تحقیق اور تنقیدی کام کرنے والوں اور نعت خوانوں کے تذکروں پر مشتمل خاص نمبر شائع کرنا پیشِ نظر ہے۔
آپ ازراہِ کرم اپنے ضلع یا دوسرے ضلعوں کے نعت گوؤں، نعت خوانوں اور نعت کے موضوع پر کسی بھی حیثیت سے کام کرنے والوں کے پتے ہمیں ارسال فرمائیں۔
نعت گو شعرائے کرام اپنے تمام نعتیہ کلام کی نقل مہیا فرمائیں تاکہ ان کے فکر و فن پر مقالات لکھوائے جا سکیں، ان کا منتخب کلام شائع کیا جا سکے —— اور، اس طرح ان کے ضلعے کے نعت گوؤں کا نمبر وقیع ہو سکے۔ (ماہنامہ "نعت" کے نزدیک ہر وہ شاعر نعت گو ہے جس نے ایک زبان میں کم از کم دس نعتیں کہی ہوں)

اِن خاص نمبروں میں زبان کی قید نہیں ہے۔ آپ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، پشتو، سندھی، پنجابی، سرائیکی، پوٹھوہاری، ہندکو —— کسی بھی زبان میں نعت کہتے ہوں، اپنے ضلعے کے خاص نمبر میں آپ کا تذکرہ شامل ہونا چاہیے۔ اپنے مختصر حالاتِ زندگی بھی بھیجیے۔

اظہر محمود

مینجر ماہنامہ "نعت" اظہر منزل، نیو شالامار کالونی۔ لاہور کوڈ ۵۴۵۰۰

آیندہ خاص نمبر

اپریل ۱۹۸۸ء — اُردو کے صاحبِ کتاب نعت گو

مئی ۱۹۸۸ء — مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)

ماہنامہ
نعت لاہور
جلد ۱
شمارہ ۴
اپریل ۱۹۸۸ء

اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو

حصہ اوّل

○ ایڈیٹر: راجا رشید محمود
○ معاون: ضیاء الحق قریشی ایم اے

مشیر خصوصی۔
چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مشیرِ قانون۔
شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

○ خطاط: جمیل احمد قریشی نور رقم
محمد یوسف نگینہ
خلیل احمد نوری

قیمت ___
فی شمارہ: ۱۰ روپے
زرِ سالانہ: ۱۲۰ روپے

○ مینجر: اظہر محمود
○ دفتر رابطہ۔
۱۸۔ راحت مارکیٹ
اردو بازار۔ لاہور۔ فون ۵۸۶۶۶

○ پرنٹر۔ محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز، لاہور
○ پبلشر: راجا رشید محمود
○ بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید
بک بائنڈنگ ہاؤس۔ ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مقامِ اشاعت
اظہر منزل مسجد سٹریٹ ۵
نیو شالامار کالونی ملتان روڈ
لاہور ۵۴۵۰۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ایمان کی بنیاد ہے
اور ایمان بکاؤ مال نہیں ہوتا
یہ دولت نہ بکتی ہے نہ خریدی جا سکتی ہے
محبت کی راہ میں قدم اُٹھیں تو رُکنا کیسا اور پلٹنا کیوں ؟

محبت کا راستہ ہموار بھی نہیں ہوتا
لیکن ـــــ اس سفر میں ہماری سمت راست ہے
ہم سر جھکا کر چلتے ہیں، مؤدب رہتے ہیں

ہمارا سفر منزل رکھتا ہے
اور یہ منزل غلامی کی منزل ہے
یہ سفر نیازمندی کا سفر ہے
یہ سفر ذہنی ہمواری اور فکری آسودگی کا سفر ہے
ـــــ یہ سفر زندگی کی آخری حد تک جاری رہے گا

تعاون کی راہیں مسدود اور مخاصمتوں کی زبانیں بگٹٹ ہیں لیکن
یہ قدم رُکنے کے نہیں
نیازمندی اور غلامی کا یہ سفر جاری رہے گا
جاری رہے گا!

ایڈیٹر

فہرست

نعتیہ غزلیں

——— سیّد نور مُحمّد قادری

حضورِ اکرم خواجۂ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی مرکزِ کائنات، منبعِ حیات، باعثِ تکوین اور مدارِ حیات ہے۔ آپ کی ذاتِ پاک عبدیت و نبوت کا ایسا کامل امتزاج ہے جس پر عبدیت اور نبوت دونوں کے کمالات ختم ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں ”جمیع مراتب و کمالاتِ صوری و معنوی در عبدہٗ و رسولہٗ مندرج است و عبودیتِ خاصہ مخصوص ذاتِ شریفِ اوست کہ بندۂ حقیقی جز او کس نتواند بود۔ خدا خدا است و بندہ بندہ او۔ دیگر ہمہ بندگان طفیلی او اند“۔

مقامِ عبدیت کی ارفع و اعلیٰ شان کے متعلق شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں ”مقامِ عبدیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاص مقام ہے ایک مرتبہ مجھ پر سوئی کے ناکے کے برابر منکشف ہوا تھا تو میں اس کی تاب نہ لا سکا اور قریب تھا کہ جل گیا ہوتا“[۲]

ایک اور عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضرت حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنی غیر فانی تخلیق جاوید نامہ میں عبد اور عبدہٗ کا تقابلی مطالعہ یوں پیش کیا ہے:

پیشِ او گیتی جبیں فرسودہ است — خویش را خود عبدہٗ فرمودہ است
عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر — ما سراپا انتظار او منتظر
عبدہٗ از فہمِ تو بالاتر است — زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
جوہرِ او نے عرب نے اعجم است — آدم است و ہم ز آدم اقدم است
عبدہٗ صورت گر تقدیرہا — اندرو ویرانہ ہا تعمیرہا

عبدہٗ دہراست و دہر از عبدہٗ است ما ہمہ رنگیم او بے رنگ و بوست
عبدہٗ با ابتدا بے انتہا است عبدہٗ را صبح و شام ما کجا است
کس ز سرِ عبدہٗ آگاہ نیست عبدہٗ جز سرِ الّا اللہ نیست [۳]

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عبدیت و بشریت کو فاضلِ بریلوی مولانا احمد رضا خاں اس طرح بیان کرتے ہیں :

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

ممتاز حسن صاحب اپنی تالیف "خیر البشر کے حضور میں" میں تحریر فرماتے ہیں "اگرچہ خدا معبود ہے اور رسول عبد مگر اپنے اپنے مقام پر دونوں وحدہٗ لاشریک ہیں۔ شرک دونوں جگہ گناہ ہے، شرک فی اللہ بھی اور شرک فی الرسول بھی" [۴]

(۲)

حضور کی نعت کہنا مشکل بھی ہے اور آسان بھی محض شاعری کی زبان میں ذاتِ پاکِ نبوی کی توصیف کر دینا بہت آسان ہے۔ لیکن اس کے پورے لوازم اور شرائط سے عہدہ برآ ہونا بہت مشکل ہے۔ نعت نبوت کے حقیقی کمالات کی ایسی مصوری کا نام ہے جس سے ایمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اس کے لیے دل کی مستی اور دماغ کی ہشیاری دونوں ضروری ہیں "با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار"۔ سیدہ حنا اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتی ہیں "نعتِ شہ کونین شیفتگی چاہتی ہے، آشفتگی نہیں، سپردگی چاہتی ہے دیوانگی نہیں۔ ہوش چاہتی ہے بے ہوشی نہیں، تہذیب چاہتی ہے دیوانگی نہیں" [۵]

مشہور اہلِ قلم سید حسن مثنیٰ ندوی فنِ نعت گوئی کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں :

" فنِ نعت گوئی بڑا نازک ہے ایک شاعر نظمیں تو بہت لکھ سکتا ہے لیکن محبتِ رسول کی چمک دل میں موجود نہ ہو تو مؤثر اور کیف انگیز نعت نہیں کہہ سکتا۔ اس میں صرف وہی لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں جنہوں نے اپنے دل میں رسول کی محبت و عقیدت کی باضابطہ پرورش کی ہے اور قلب و روح کو احترام و عقیدت کا خوگر بنا لیا ہے" [۶]

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کا نعت کے بارے میں ارشاد ہے " حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"

ڈاکٹر ملک زادہ منظور اپنے ایک مضمون میں نعت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نعت محض رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاعرانہ توصیف کا نام نہیں بلکہ بقول ایک تنقید نگار نبوت کے حقیقی کمالات کی ایسی تصویر کشی کا نام ہے جس سے ایمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہو سکے اور بالیدگی اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب مدّاح کا دل رسولؐ کی حقیقی محبت کے حقیقی جذبات سے پُر ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ مقام اور مرتبے سے الگ ہٹ کر نعت گوئی کے راستے میں ایک اور بھی مرحلہ قرآن کے اس حکم کے بنا پر پیدا ہوتا ہے کہ تم نبیؐ کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ نتیجہ میں وہ تشبیہات و استعارات جن میں پاکیزگی، تقدیس اور طہارت نہ ہو، ہمارے لیے بیکار ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ صرف تعظیمی ضمائر استعمال کیے جائیں۔ اور یہ ضمائر انہی لوگوں کے ہاتھ آتے ہیں جو جذبے اور وجدان کی آگ کے ساتھ تضادِ شعر و شعریت کو ہم آہنگ کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔"[۸]

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر نعت گو کی نعت میں اتنی ہی گہرائی اور گیرائی ہوگی جتنی کہ اس کے دل میں آقائے کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت کے لیے جگہ ہوگی۔ کوئی آپ کی نعت پر قلم اٹھاتے ہوئے آپ کو مصلحِ دریفارمر کے روپ میں پیش کرتا ہے لیکن کوئی اس ذاتِ مقدس کو ہر اس خوبی و نیکی کا مجموعہ سمجھتا ہے جو کسی ایک ذاتِ واحد میں جمع ہو سکتی ہیں اور اس مجموعہ ہائے خوبی کو دیکھ کر پکار اٹھتا ہے
ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ وہ آپ کی ذات کو خالق اکبر کا بندہ سمجھنے کے ساتھ ساتھ خلق کا آقا اور مولا بھی سمجھتا ہے ع خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

(۳)

نعت کی پُر پیچ اور پُرخار وادی سے باسلامت گزرنے کے لیے قرآنِ پاک، حدیث پاک، عہدِ رسالت اور مشتاقانِ شمعِ نبوت کے حالات و واقعات سے واقفیت لازمی ہے جو بہت کم شعراء کو ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ رسالت سے لے کر موجودہ دور تک دنیا کی مختلف زبانوں مثلاً عربی، فارسی، اردو اور پنجابی وغیرہ میں نعت گو شعرا ہزاروں کی تعداد میں گزرے ہیں لیکن ان خوش قسمت حضرات کی تعداد کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے جن کے کلام کو شرفِ قبولیتِ عامہ حاصل ہوا اور لطف یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر حضرات وہ ہیں جنہوں نے نہ صرف قرآن و حدیث کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے بلکہ اُن کی پوری زندگیاں اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ چند نام ملاحظہ ہوں۔ کعب بن زہیرؓ، حسان بن ثابتؓ، امام بوصیریؒ۔ امام برعیؒ، شاہ ولی اللہ، مولانا فضلِ حق خیرآبادیؒ، مولانا آزاد بلگرامیؒ، حضرت رومیؒ، مولانا جامیؒ، مولانا سعدیؒ، حکیم الامت علامہ اقبالؒ، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ، حضرت محسن کاکورویؒ، حضرت امیر مینائیؒ، مولانا حسن بریلویؒ، حافظ پیلی بھیتی علامہ ضیاء القادری، اختر الحامدی، اثر صہبائی، اور حافظ مظہر الدین وغیرہم۔

حضرت علامہ اقبالؒ کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک جگہ پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم (م ۱۹۷۷ء) لکھتے ہیں "جس طرح قرآنِ پاک کا معجزہ سیرتِ رسولؐ ہے اسی طرح عشقِ رسولؐ کا معجزہ کلامِ اقبال ہے"۔ [۹] صدیقی صاحب کا یہ تبصرہ حضرت علامہ اقبال ہی پر نہیں بلکہ حضرت حسان بن ثابت سے لے کر آج کے نعت گوؤں تک، سب عاشقانِ رسولؐ پر ہوتا ہے کیونکہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فیضان نے اُن سے ایسی پُرسوز اور رُوح پرور نعتیں کہلوائی ہیں، جو اب تک عشاق کے سینوں کو گرما رہی ہیں۔

(۴)

اچھے شعر کی تعریف عصرِ حاضر کے ایک عظیم نقاد مجنوں گورکھپوری یوں فرماتے ہیں "شاعری موزوں اور پُرترنم الفاظ میں دلی جذبات کا اظہار ہے اور شاعری کا اصلی خمیر تغزل یعنی داخلی اور اندرونی تحریک ہے اگر شاعری کو الہام یا نوائے سروش کہا جاتا ہے تو اسی اعتبار سے۔

شاعری کی کوئی صنف شاعری رہتے ہوئے اس مرکزی عنصر سے بے نیازی نہیں برت سکتی۔
قصیدوں اور مثنویوں کے وہی اشعار زبان زدِ عام ہوئے ہیں یا زبان زد ہونے کی صلاحیت
رکھتے ہیں جن میں کچھ غزل کا انداز نکلتا ہے۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاعری کی اصل جان یا روح صرف تغزل ہے جسے سوز و گداز اور خلوص (جذبۂ عشق) سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ شعر قصیدہ کا ہو، مثنوی یا غزل کا، وہی زندہ رہے گا جو تغزل کی خوبی سے مالا مال ہوگا ورنہ محض قافیہ پیمائی ہوگی۔ چونکہ نعت کا سرمایہ ہی شاعری کا اصل خمیر تغزل یعنی داخلی اور اندرونی تحریک ہے اس لیے اس میں دوسری صنفوں کی بنسبت سوز و گداز اور خلوص و تاثر زیادہ ہوتا ہے اور نعت کے صرف وہی اشعار شرفِ قبولیت عام حاصل کرتے ہیں جو اس صفت سے متصف ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کئی ایسے نعت گو گزرے ہیں، جنہوں نے اپنے پیچھے ضخیم نعتیہ دیوان چھوڑے ہیں لیکن ان کو جاننے والا آج کوئی بھی نہیں۔ اس کے برعکس کئی نعت گو صرف ایک دو نعتیں ہی (مثلاً سراج الدین ظفر) لکھ کر شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار میں جگہ حاصل کر چکے ہیں بلکہ ایک بدایونی شاعر کا صرف یہی ایک شعر ہے

رُخِ مصطفٰی ہے وہ آئنہ کہ اب ایسا دوسرا آئنہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دُکانِ آئنہ ساز میں (لطف بدایونی)

اس کا نام زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ اب نعت کے چند ایسے اشعار دیکھیے جو شاعری کی اصل روح یعنی حُسنِ بیان اور خلوص و عشق کا صحیح امتزاج اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں:

واحسن منک لم ترقط عینی   واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرأً من کل عیب   کانک قد خلقت کما تشاء
حسان بن ثابتؓ

روحی الفداء لمن اخلاقہ شہدت   بانہ خیر مولود من البشر
عبداللہ بن رواحہؓ

وانسب الی ذاتہ ماشئت من شرف   وانسب الی قدرہ ماشئت من عظم

فان فضل رسول اللہ لیس لہ
حد فیعرب عنہ ناطق بفم
(امام بوصیریؒ)

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدُّجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلّوا علیہ و آلہ (سعدیؒ)

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست
زمہجوری برآمد جانِ عالم
ترحّم یا نبی اللہ ترحّم (جامیؒ)

ع جز محمد نیست در ارض و سما

سید و سرور محمدؐ نورِ جاں
بہتر و مہتر شفیعِ مذنباں (رومیؒ)

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا (عزت بخاری)

ما ہمہ تشنہ لبیم، توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی
مرحبا سیّد مکی، مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
(قدسیؒ)

حق جلوہ گر ز طرزِ بیانِ محمدؐ است
آرے کلامِ حق بہ زبانِ محمدؐ است (غالب)

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بہ گویم
بہ پائے خواجہ چشماں را بمالیم
ہر کہ عشقِ مصطفیٰؐ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست
روزِ محشر اعتبارِ ماست او
در جہاں ہم پردہ دارِ ماست او
تو فرمودی رہ بطحا گرفتیم
وگرنہ جز تو مارا منزلے نیست
مقامش عبدہٗ آمد ولیکن
جہانِ شوق را پروردگار است
دانش نالد چہرا نالد، نداند
نگاہے یارسول اللہ نگاہے (اقبالؒ)

تو چہ دانی قوت اہلِ نظر
بیم وا چوں داشت انشق القمر (غلام غوث صمدانی)

عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے — اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے
با جود و کرم ہے شہ بطحیٰ تیرا — "نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(رضا بریلوی)

شن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر — سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر
ہر کے اپنی بات بھی لب سے ترے سنی — اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند

(حسن بریلوی)

خلق کے سرور شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم
مرسلِ داور خاص پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم (امیر مینائی)

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو (ظفر علی خاں)

دل نثارِ مصطفیٰؐ جاں پائمالِ مصطفیٰؐ
یہ اویسِ مصطفیٰؐ ہے وہ بلالِ مصطفیٰؐ (اصغر گونڈوی)

ازل میں چن لیے خالق نے رنگ رنگ درود
بجائے لعل و گہر تیرے ارمغاں کے لیے (محسن کاکوروی)

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰؐ کی طرح (سراج الدین ظفر)

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (بہادر شاہ ظفر)

ادھر بھی کوئی ابر رحمت کا چھینٹا ادھر بھی نظر بے سہاروں کے والی
نگاہوں میں ہے تیری رحمت کا عالم کھڑے ہیں ترے در پہ تیرے سوالی

(حافظ مظہر الدین)

ارض دل سے اٹھے نوائے درود
گونج اس کی فلک تلک جائے (حفیظ تائب)

(۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی بے شمار فضائل و کرامات اور لا متناہی صفات کی حامل ہے جن کا احاطہ کرنا عقلِ انسانی کے بس کی بات نہیں۔ ایک مدّاحِ رسول چاہے وہ زبان و بیان پر اعجاز کی حد تک قدرت رکھتا ہو، اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرتا کہ جو الفاظ وہ استعمال کر رہا ہے چاہے وہ بظاہر کتنے ہی بلیغ اور لطیف ہیں، اس کے آقا و مولا کی کما حقہٗ تعریف و توصیف کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اور پھر وہ جوں جوں اس میدان میں آگے بڑھتا ہے اسے اپنی نارسائی اور حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت اعلیٰ شان کا احساس شدید سے شدید تر ہوتا جاتا ہے اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم درکش
حسنؔ ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

ایسے موقع پر نعت گو حضرات نے جن شعروں میں اپنے عجز اور محبوب کی ماورائیت کا اظہار کیا ہے، وہ قبولِ عام کی سند حاصل کر چکے ہیں انہیں اہلِ دل مزے لے لے کر پڑھتے ہیں اور جھوم جھوم جاتے ہیں۔ چند ایسے نادر اور دل کش شہ پارے ملاحظہ ہوں:

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است (غالبؔ)

یک چند بمداحیٔ او دل بستیم　　عمرے قدم اشہبِ خامہ بستیم
دیدم رضاؔ حوصلہ فرسا کاریست　　کاغذ بدریدیم و قلم شکستیم (رضاؔ بریلوی)

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر　　ماہم چناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم (سعدیؔ)

لا یمکن الثناء کما کان حقہ　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (نامعلوم)

(۶)

قاری کی نظر سے جب کوئی ایسا اچھا شعر گزرتا ہے جس میں شاعر نے اپنی محبوب شخصیت

ن

ہے وہ حقیقی ہو یا مجازی کی خوبیوں اور نزاکت کا نہایت ہی جامع اور دلکش انداز میں
بیان ہو۔ وہ اس شعر کو یوں گنگنانے لگتا ہے جیسے کہ اُس نے یہ شعر خود اپنے محبوب
رح و توصیف میں نظم کیا ہو۔ اس طرح بے شمار ایسے اشعار بطورِ نعت مشہور ہو گئے
جن کا حقیقت میں نعت سے کوئی تعلق نہیں، مثلاً میرزا غالب کا یہ شعر

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا　　کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

تابوں و رسالوں اور کئی صاحبِ ذوق دوستوں کی زبانی اس طرح سنا ہے کہ گویا یہ
ر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں لکھے گئے بہترین اشعار میں سے ایک
۔ حالانکہ یہ غزل کا ایک عام شعر ہے۔

حضرت امیر خسروؒ کی یہ مشہور غزل

ع　اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آزری

یہ غزل کے طور پر مشہور ہے اور اکثر نعتیہ مجموعوں میں شامل ہے حالاں کہ پوری غزل
کسی ایک شعر میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک یا اُن کی تعریف و
یف کی طرف اشارہ تک بھی نہیں۔ لیکن جب کوئی صاحبِ دل اس غزل کو پڑھتا ہے تو
کے والہانہ انداز سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور جب اس شعر پر پہنچتا ہے

تہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام　　بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ن کی نظروں کے سامنے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ع "بعد از خدا بزرگ
قصہ مختصر" پھرنے لگتی ہے اور وہ اس غزل کو بطورِ نعت گنگنانے لگتا ہے۔

اسی قسم کی ایک اور مثال حکیم محمد نبی خاں جمال سویدا کی یہ غزل ہے:

کعبۂ ایماں رُخِ نیکوئے دوست　　حلقۂ جاں حلقۂ گیسوئے دوست

(۷)

چوں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ اتم اور برزخِ کبریٰ ہیں اس لیے جب
کے کسی نام لیوا کو نامساعد حالات و مصائب سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ بے اختیار
نے آقا و مولیٰ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کرتا ہے:

یاس کیا شے ہے اب اندیشۂ حرماں کیسا
کس کی سرکار میں پھیلایا ہے داماں ہم نے (شفیق جونپوری)

عاشقانِ صادق نے اپنے اپنے انداز میں جو استغاثے پیش کئے ہیں، وہ درد و سوز اور عشق و محبت کے حسین مرقعے ہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں

بکارِ خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ
ندارم جز تو ملجائے ندارم جز تو ماوائے توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ
(رضا بریلوی)

با خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار یا رسولؐ اللہ او پنہان و تو پیدائے من
بہر دہلیزِ تو از ہند و ستاں آوردہ ام سجدۂ شوقے کہ خوں گردید در سیمائے من
(علامہ اقبال)

کبھی اک زمانے میں تھی وجہ نازش ترے نام لیواؤں کی شانِ عالی
مگر اب تو ہے عبرتوں کا فسانہ ہم اہلِ مصیبت کی آشفتہ حالی
ہمیں پھر عطا ہو جلالِ ابوذرؓ ہمیں پھر عنایت ہو شانِ بلالیؓ
دمکتے رہیں تیرے گنبد کے جلوے سلامت رہے تیرے روضے کی جالی
(حافظ مظہر الدین)

آخر میں حضرت مولانا جامیؒ کے شہرۂ آفاق استغاثہ کے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں:

زمہجوری برآمد جانِ عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
تو آخر رحمۃ للعالمینی ز مہجوراں چرا فارغ نشینی
زخاک اے لالۂ سیراب برخیز چوں نرگس خواب چند از خواب برخیز
بروں آور سر از بردِ یمانی کہ روئے تست صبح زندگانی
ہوا می افگند از راہ مارا خدا را از خدا در خواہ مارا

حواشی:

(١) عروج احمد قادری (مرتب) شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ مطبوعہ پٹنہ۔ ١٣٧٠ھ۔ ص ١٠٤

۔شیخ نمبر۹) (۲) "المیزان" بمبئی۔امام احمد رضا نمبر۔جون ۱۹۷۶ء ص ۱۰۱ (۳) جاوید نامہ
رم۔ ۱۹۵۹ء ص ۵۰ - ۱۴۹ (۴) ممتاز حسن (مرتب) خیر البشرؐ کے حضور میں مطبوعہ
پریس۔جنوری ۱۹۷۵ء ص ۱۷ (۵) "بیّارہ" لاہور۔عبدالعزیز خالد نمبر۔مئی ۱۹۶۹ء ص ۵۶۹
ایضاً ص ۵۸۸ (۷) احمد رضا خاں بریلوی، مولانا۔الملفوظ حصہ دوم مطبوعہ کراچی
۲ (۸) "المیزان" بمبئی۔امام احمد رضا نمبر۔جون ۱۹۷۶ء ص ۵۸۳ (۹) "نقوش"
بر۵ ۱۱ ص ۲۴۲ (۱۰) "نگار" لکھنؤ۔اصنافِ سخن نمبر، ۱۹۵۷ء ص ۳۷

حضرت حسّانؓ حمد و نعت ایوارڈ

رت حسّانؓ حمد و نعت بک بینک پاکستان سال ۱۹۸۶-۸۷ء میں اردو زبان میں حمد و نعت
وضوع پر شائع ہونے والی تین بہترین کتب پر حضرت حسّانؓ نعت ایوارڈ دے رہا
۔نعت گو شعراء سے گزارش ہے کہ وہ اپنی مطبوعات زیادہ سے زیادہ ۱۵ / جون ۱۹۸۸ء
ب درجِ ذیل پتے پر بھجوا دیں۔ ہر کتاب کی تین تین جلدیں آنی چاہییں۔حضرت
انؓ نعت ایوارڈ میں صرف اصل کتاب اور حمد و نعت کے موضوع پر لکھا جانے والا
قی مقالہ شامل کیا جائے گا۔

غوث میاں
حضرت حسّانؓ حمد و نعت بک بینک پاکستان
۱۴۸۴/۳ شاہ فیصل کالونی نمبر ۳ کراچی ۲۵ -

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔



۱۵

اُردو کے صاحبِ کتاب نعت گو

مُرتّبہ

راجا رشید محمود

ایڈیٹر "نعت"

نعتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

مریضِ عشق نبیؐ کی دوا ہے نعتِ رسُولؐ
علاجِ درد، پیامِ شفا ہے نعتِ رسُولؐ

کلیم کیا کہیں اس میں کوئی کلام نہیں
کلام، بعدِ کلامِ خدا ہے نعتِ رسُولؐ

دکھائی دیتا ہے جس میں جمالِ مصطفویؐ
کمالِ حسن کا وہ آئنہ ہے نعتِ رسُولؐ

شعورِ حمد ثنائے نبیؐ سے ملتا ہے
چراغِ منزلِ عشقِ خدا ہے نعتِ رسُولؐ

خدا کو بھائی جو محبوب کی ثنا کے لیے
کلامِ حق کی وہ دلکش ادا ہے نعتِ رسُولؐ

یہ جس کے نور سے کون و مکاں منور ہیں
اسی چراغِ حرم کی ضیا ہے نعتِ رسُولؐ

مری زبان کی معراج ان کا ذکرِ جمیل
مرے کلام کا اعزاز یہ ہے نعتِ رسُولؐ

میں بھیک نور کی دیتا ہوں چاند تاروں کو
مرے شعور میں جلوہ نما ہے نعتِ رسُولؐ

کہو بہاروں سے آکر سمیٹ لیں خوشبو
کہ میرا ناطقہ مہکا رہا ہے نعتِ رسُولؐ

ہے جبرئیلؑ سے اونچی جو فکر کی پرواز
تری یہ طبعِ رسا کو عطا ہے نعتِ رسُولؐ

نصیب ہوتی ہے ذکرِ رسُولؐ سے راحتؔ
مری مراد مرا مدّعا ہے نعتِ رسُولؐ

سیّد راحت حسین نقوی راحتؔ (لاہور)

کائنات کی ہر این و آں کی تخلیق آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے باعث ہوئی ہمیں لی نعمت سرکار ہی کے دم قدم سے ملی ہے تو ہماری زندگی کا کوئی لمحہ ان کی محبت سے غافل ہونا چاہیے جنہیں اس حقیقت کا احساس ہے اور انہیں قدرت نے طبع موزوں بھی عطا ے، انہوں نے مدحتِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں تر زبانی کی، وہ ثنائے خواجہؐ میں ۔اللساں ہوئے ۔جن معزز شعرائے کرام نے مداحیٔ ممدوحِ خالق و مخلوق (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکیا، ان کا بطورِ خاص ذکر ضروری ہے ۔ان میں سے کچھ شعراء کے مجموعہ ہائے نعت زیورِ طبع راستہ ہوئے، کچھ کے ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں ۔

ماہنامہ نعت کے اجرا کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ایسے تمام نعت گوؤں کا ذکر تاریخِ ادب غوظ ہو جائے، ان کی کاوشیں مستقبل کے محقق کی نظر سے اوجھل نہ رہیں، تاریخِ نعت محترم نعت گو کے ذکر سے محروم نہ رہے ۔

اس مقصد کے لیے منصوبہ یہ ہے کہ مرحوم نعت گوؤں کے علاوہ جو نعت گو بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں اور مستقبل قریب میں ان کے مجموعہ ہائے نعت کی اشاعت کی کوئی صورت نہیں ،ان کے تذکروں پر مشتمل خاص نمبر شائع کیے جائیں جن میں ان کا کلام محفوظ ہو جائے ۔

اُردو کے جو نعتیہ مجموعے اشاعت پذیر ہو چکے ہیں، ان میں سے ساڑھے چار سو سے زائد وں کا تعارف "اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو" کے عنوان سے پیش کیا جا رہا ہے ۔اب تک ے مجموعے سامنے آئے ہیں، ان کی تاریخ اشاعت، مقام اشاعت، ناشر اور صفحات کے علاوہ علومات بھی جمع کی گئی ہیں کہ ہر کتاب میں کتنی نعتیں ہیں ۔نعتوں کے علاوہ حمدیں، مناقب، میں یا غزلیں ہیں تو ان کی تعداد کتنی ہے ۔اور ہر کتاب کے تذکرے میں اس کی پانچ نعتوں کے

مدت سے مرے دل میں تھا سودائے مدینہ
حسرت تھی یہ ہر دم کہ نظر آئے مدینہ
قرارِ جان حزیں بن گئی حضورؐ کی یاد
سکونِ قلب کا باعث ہوئی حضورؐ کی یاد
شہِ مدینہ کے جب تک نیازمند رہے
مہ و ستارہ و پرویں نہ کمند رہے
بخت اپنا اوج پر ہے، میں بھی اس قابل ہوا
میرا سر ہے، ان کا در ہے، میں بھی اس قابل ہوا
ہے قلبِ تپاں بے قرارِ مدینہ
الٰہی دکھادے بہارِ مدینہ[2]

۱۔ مصنف، لاہور (صفحات ۳۲)
۲۔ کتاب میں ۱۸ نعتیں ہیں۔

آسی ضیائی (رامپوری)

حسرتِ نعت[1]

مسدس کی صورت میں تین نظموں معذرتِ نعت، دہائی اور احتجاج[2] پر مشتمل ہے۔
نظم "احتجاج" کا ایک بند ہے:

نعت گوئی کے لیے کیا وہ زباں ہو موزوں
جو رہا کرتی ہو آلودۂ گفتارِ زبوں
شعر میں باندھے وہ دل نعتِ نبیؐ کا مضموں
حرصِ مال و ہوسِ جاہ پہ جو ہو مفتوں
روح سرکش ہو، خشیت سے بدن عاری ہو
یہ تو ازال ہوں اور نعت کی تیاری ہو

۱ ایوانِ ادب، لاہور۔ ۱۹۸۲ء (صفحات ۲۴)
۲ بالترتیب ۹ بند، ۲۰ بند اور ۲۴ بند۔

محمد باقر آگاہ

ہشت بہشت [1]

"ہشت بہشت سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر نہایت گراں قدر تصنیف ہے۔۔۔۔آگاہ صحتِ روایات کا نہایت اہتمام کرتے ہیں اور اُن نعتیہ تصانیف کی مذمت کرتے ہیں جن میں مضامین بلاتحقیق نظم کر دیے گئے ہیں" [2] ذکرِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے کہتے ہیں:

گھر کو سینے کے ہے ذکر اس کا چراغ
جسم و جاں ہوتا ہے اس سے باغ باغ
ذکر سے اُس کے ٹلے سب درد دکھ
ذکر سے اس کے ملے نت عیش دُسکھ
ذکر سے اس کے ملے باغِ نعیم
ذکر سے اس کے بجھے نارِ جحیم [3]

---

۱ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے بقول یہ کتاب مطبع حیدری بمبئی میں ایک عرصہ پہلے طبع ہوئی تھی" اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۱۹۷)

۲ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۱۹۶، ۲۰۰

۳ یہ اشعار دیباچے کے اختتام پر دیے ہیں۔ اس کتاب کا پہلا رسالہ من دیپک ۶۰۲ اشعار من ہرن ۱۵۱، تیسرا من موہن ۷۰۲، چوتھا جگ موہن ۸۱۷، پانچواں آرامِ دل ۱۲۵۲، چھٹا راحتِ جاں ۶۰۲، ساتواں من درپن ۳۱۶۱۔ اور آٹھواں من جیون ۸۱۸ اشعار پر مشتمل ہے۔

مطلعے بطور نمونۂ کلام نقل کیے گئے ہیں۔

اس تذکرے میں چند ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جن میں نعتوں سے زیادہ مناقب ہیں یا غزلیں ہیں یا کچھ اور ہے لیکن مجموعۂ نعت کے طور پر شہرت کے پیشِ نظر ایسی کتابوں کو تذکرے میں شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ صورتِ حال کھل کر سامنے آجائے گی کہ دراصل ان کتابوں کی منظومات کے موضوعات کیا ہیں۔

چند ایسی کتابیں بھی تذکرے میں شامل ہیں جن کے نام پنجابی کے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں میں اردو کلام بھی ہے اور پنجابی بھی۔ لیکن ان کے بارے میں قارئین کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کرنے کے لیے انہیں قابلِ ذکر سمجھا گیا ہے۔

ہر کتاب کے ذکر میں جو پانچ مطلعے دیے گئے ہیں، یہ کتاب کا انتخاب نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں نمونۂ کلام ہے۔ نمونۂ کلام کے طور پر کوئی ایک نعت دی جائے تو مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اچھا کلام ہو تو کتاب کے بارے میں بہت اچھی رائے قائم ہوتی ہے۔ کلام اچھا نہ ہو تو پوری کتاب کے متعلق رائے خراب ہو جاتی ہے۔ زیرِ نظر تذکرے میں پانچ مطلعوں کا جو نمونہ دیا جا رہا ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مطلعے سے شاعر کی حیثیت اور اس کی قدرتِ کلام کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مرتب نے ہر کتاب سے جو پانچ مطلعے منتخب کیے ہیں، ان میں بہت اچھے مطلعے بھی ہو سکتے ہیں اور ایسے بھی جن میں کچھ فنّی اسقام ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ شاعر کے کلام کے بارے میں ایک درست رائے قائم ہو سکے۔

چونکہ آقا حضور سیدِ انام علیہ التحیۃ والسلام نے مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے جہاں کسی شاعر نے یہ لفظ استعمال کیا تھا، وہاں مرتب نے اسے "طیبہ" کے لفظ سے تبدیل کر دیا ہے۔

اردو کے صاحبِ کتاب نعت گوؤں کا یہ تذکرہ شعرا کے تخلص کے لحاظ سے باعتبارِ تہجی ترتیب دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ تذکرہ کسی طرح مکمل نہیں ہے۔ ابھی بہت سے مجموعہ ہائے نعت مرتب کی نظر سے دور ہیں۔ اگر آپ کے علم میں ہو کہ اس تذکرے میں کچھ کتابوں کا ذکر نہیں ہے تو ازراہِ کرم وہ کتابیں یا ان کی فوٹوسٹیٹ نقل مرتب کو ارسال فرمادیں۔ ان کتابوں کا ذکر ضمیمے میں کر دیا جائے گا اور کتابیں یا اُن کی فوٹوسٹیٹ نقل نعت لائبریری میں محفوظ کر لی جائے گی جہاں مستقبل کے محققین ان سے استفادہ کر سکیں گے۔ اِن شاء اللہ۔

آباد محمدی[1]

ایوانِ نعت وسلام[2]

جو نغمہ بن کے گونج اُٹھے گلستانِ محمدؐ میں
وہ مطلع چاہتا ہوں شانِ ذیشانِ محمدؐ میں
روح نے جلا پائی، دل نے مدعا پایا
ہم نے روئے احمدؐ میں جلوۂ خدا پایا
ہو عطا مجھ کو خدایا آج عرفانِ رسولؐ
نعت لکھنا چاہتا ہوں میں بہ عنوانِ رسولؐ
ہر طرف ہے جلوہ گر نورِ جمالِ مصطفیٰؐ
اے تعالی اللہ حُسنِ بے مثالِ مصطفیٰؐ
دیکھے جو اُن کی سمت، بھلا کس کی تاب ہے
رُوئے مبیں سے جن کے خجل آفتاب ہے[3]

۱۔ عبد الرحمٰن
۲۔ ملنے کا ایک پتا: منظر بک ڈپو، حیدر آباد (صفحات ۳۲)
۳۔ کتاب میں ایک حمد، ۲۲ نعتیں، ۴ مناقب اور ایک نظم ہے۔

آثم نظامی

صہبائے مدینہ[1]

مدّت سے مرے دل میں تھا سودائے مدینہ
حسرت تھی یہ ہر دم کہ نظر آئے مدینہ
قرارِ جان حزیں بن گئی حضورؐ کی یاد
سکونِ قلب کا باعث ہوئی حضورؐ کی یاد
شہِ مدینہ کے جب تک نیاز مند رہے
مہ و ستارہ و پروین تہ کمند رہے
بخت اپنا اوج پر ہے، میں بھی اس قابل ہوا
میرا سر ہے، ان کا در ہے، میں بھی اس قابل ہوا
ہے قلبِ تپاں بے قرارِ مدینہ
الٰہی دکھا دے بہارِ مدینہ[2]

۱۔ مصنف، لاہور (صفحات ۳۲)
۲۔ کتاب میں ۱۸ نعتیں ہیں۔

آسی ضیائی (رامپوری)

حسرتِ نعت[1]

مسدس کی صورت میں تین نظموں معذرتِ نعت، دہائی اور احتجاج[2] پر مشتمل ہے۔
نظم "احتجاج" کا ایک بند ہے:

نعت گوئی کے لیے کیا وہ زباں ہو موزوں
جو رہا کرتی ہو آلودۂ گفتارِ زبوں
شعر میں باندھے وہ دل نعتِ نبیؐ کا مضموں
حرصِ مال و ہوسِ جاہ پہ جو ہو مفتوں
روح سرکش ہو، خشیت سے بدن عاری ہو
یہ تو انزال ہوں اور نعت کی تیاری ہو

1 ایوانِ ادب، لاہور۔ ۱۹۸۲ء۔ (صفحات ۲۴)
2 بالترتیب ۹ بند، ۲۰ بند اور ۲۴ بند۔

محمد باقر آگاہ

هشت بہشت [1]

"ہشت بہشت سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر نہایت گراں قدر تصنیف ہے۔۔۔۔ آگاہ صحتِ روایات کا نہایت اہتمام کرتے ہیں اور اُن نعتیہ تصانیف کی مذمت کرتے ہیں جن میں مضامین بلاتحقیق نظم کر دیے گئے ہیں۔" [2] ذکرِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے کہتے ہیں:

گھر کو سینے کے ہے ذکر اس کا چراغ
جسم و جاں ہوتا ہے اس سے باغ باغ
ذکر سے اُس کے ٹلے سب درد دکھ
ذکر سے اس کے ملے نت عیش دُسکھ
ذکر سے اس کے ملے باغِ نعیم
ذکر سے اس کے بجھے نارِ جحیم [3]

---

1 مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے بقول یہ کتاب مطبع حیدری بمبئی میں ایک عرصہ پہلے طبع ہوئی تھی" اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۱۹۷)
2 اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۱۹۶، ۲۰۰
3 یہ اشعار دیباچے کے اختتام پر دیے ہیں ۔اس کتاب کا پہلا رسالہ من دیپک ۲۰۲ اشعار من ہرن ۶۵۱، تیسرا من موہن ۲۰۷، چوتھا جگ موہن ۸۱۷، پانچواں آرامِ دل ۱۲۵۲، چھٹا راحتِ جاں ۶۰۲، ساتواں من درپن ۳۱۶۱۔ اور آٹھواں من جیون ۸۱۸ اشعار پر مشتمل ہے۔

ابرار سنبھلی [1]

① نذرِ رسولؐ [2]

ہم عاصیوں کا مقدر جگا دیا ہوتا
حضورؐ اب تو مدینہ دکھا دیا ہوتا
خدا کے ڈھونڈنے والے تجھے شعور نہیں
درِ کریم محمدؐ کے گھر سے دور نہیں
میں تم کو بھول جاؤں، یہ بے خودی نہیں ہے
دونوں جہاں میں تم سا کوئی نبی نہیں ہے
ہر آنکھ تیری شیدا، ہر دل ترا دیوانہ
ہر سمت تو ہی تو ہے، اے جلوۂ جانانہ
ہیں حسین ہونے کو سینکڑوں مرا دل تجھی پہ نثار ہے
اے حبیبِؐ حق تری یاد سے مری زندگی میں بہار ہے [3]

---

۱ — سید ابرار حسین
۲ — (کلامِ ابرار حصہ پنجم) محمد مشفقین بک سیلر، مرادآباد (سرورق بجے کے برادرس، بریلی کا ہے) صفحات ۳۲
۳ — کتاب میں ۲۲ نعتیں اور ایک نعتیہ قطعہ ہے۔

ابرار سنبھلی

② جذباتِ ابرار [1]

یا نبیؐ اب تو جلوہ دکھا دیجئے، دردِ فرقت سے دل میرا رنجور ہے
میری آنکھیں ترستی ہیں دیدار کو، کیسے آؤں مدینہ بڑا دور ہے
میری آنکھوں میں اشک آتے ہیں
جب مدینے کو لوگ جاتے ہیں

جو مرتبہ ملا تم کو وہ لاجواب ملا
خدا سے آپ کو یٰسؔ کا خطاب ملا
حبیب جدائی میں رات ہوتی ہے
کملی والے سے بات ہوتی ہے
جو عشقِ محمدؐ میں ہستی کو مٹا دیں گے
محبوبِ خدا ان کو خالق سے ملا دیں گے[۲]

۱۔ (کلامِ ابرار حصہ ششم) محمد مشفقین بیگ سیلہ، مراد آباد (صفحات ۳۲)
۲۔ کتاب میں ۳۴ نعتیں اور ایک نعتیہ قطعہ ہے

حضرت ابوطالب

کلامِ ابوطالب[۱]

فاضل مؤلف نے حضرت ابوطالب کی ۲۷ نعتیں جمع کی ہیں، اِن اشعار کے ماخذ بتائے ہیں، اِن اشعار کا ترجمہ کیا ہے، نیز ہر قصیدے کا تاریخی پس منظر بھی تحریر کیا ہے۔

ڈاکٹر سہیل بخاری نے دیباچے میں لکھا ہے کہ نعت گوئی میں اوّلیت کا شرف حضرت ابوطالب کو حاصل ہے۔ فاضل مؤلف نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے "مصطفٰی" کا لقب سب سے پہلے حضرت ابوطالب ہی نے ایک شعر میں استعمال کیا:

وَاِنْ فَخَرْتَ یَوْمًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا
هُوَ الْمُصْطَفٰی مِنْ سِرِّهَا وَکَرِیْمِهَا

۱۔ علی حسنین شیفتہ (مرتّبہ و مترجمہ) ناشر سید محمد علی عابدی، سرگودھا۔ طبع دوم ۔ ۱۹۷۸ (صفحات ۱۳۶)

اثر صہبائی[۱]

بحضورِ سرورِ کائناتؐ[۲]

سرورِ روح وسکونِ جگر ہے نام اُس کا
نگاہِ کون و مکاں میں ہے احترام اُس کا
زینتِ کائنات تیری ذات
نازشِ خلق و فخرِ موجودات
دو عالم میں ہے احترامِ محمدؐ
بلند آسماں سے مقامِ محمدؐ
شبِ اسریٰ کو تری ذات کہاں تک پہنچی
طائرِ سدرہ جہاں گم ہو، وہاں تک پہنچی
دل کو تیری ہی آرزو مجبوب
لب کو تیری ہی گفتگو مرغوب ۳

۱۔۔۔ خواجہ عبدالسمیع پال ایڈووکیٹ
۲۔۔۔ کتب خانہ انجمن حمایتِ اسلام، لاہور۔ بار اول۔ ۱۹۵۹ء (صفحات ۲۵۶)
۳۔۔۔ کتاب میں ۲، نعتیں، ۴۴ نعتیہ قطعات، ۲۷ مناقب اور ۱۵ منقبتیہ قطعات ہیں۔ آخر میں ۳۲ صفحوں کا فرہنگ ہے۔

اثرؔ لدھیانوی

عکسِ جمال ۱

چٹکی جو باغ و راغ میں حُسنِ نبیؐ کے نام
تابندہ میری شب ہے اسی چاندنی کے نام
ہو اگر مدحِ پیمبرؐ کے شرف سے محروم
فن ہے بے صرفہ مرا، کاوشیں میری موہوم
اے سپہرِ نبوت کے بدرالدجیٰ
ہے بہ عالم بہ عالم تری ہی ضیا

دل کو تو بساط اپنی سے بھی بڑھ کے ہوس ہے
اک چشمِ کرم آپ کی جس کے لیے بس ہے
ہر حال میں ملحوظ تو روضے کا ادب ہے
جالی بھی نظر چھان کے پڑنے کا سبب ہے ۲

---

۱ ـــ یوسفی برادرز، گوجرانوالہ، ستمبر ۱۹۸۶ (صفحات ۱۲۸)
۲ ـــ کتاب میں ۲ حمدیں، ایک حمدیہ قطعہ، ۵۰ نعتیں اور ۱۹ نعتیہ قطعات ہیں۔

اجمل سلطانپوری

① گلزارِ اجمل ۱

میں ہوں تنہا، اُدھر خدائی ہے
یا رسولِ خدا! دُھائی ہے
جھرمٹ میں صحابہ کے شہِ جنّ و بشر ہے
پروانوں میں ہے شمع، ستاروں میں قمر ہے
بھیڑ پروانوں کی ہے گنبدِ خضرا کے قریب
کھنچ کے بیمار چلے آئے مسیحا کے قریب
اے چشمِ نگہبانِ عالم، ہاں تیرا اشارہ کافی ہے
اس ڈوبنے والی کشتی کو مژگاں کا سہارا کافی ہے
رونقِ بزمِ اِمکاں پہ لاکھوں سلام
زینتِ عرشِ یزداں پہ لاکھوں سلام ۲

---

۱ ـــ عرفانی کتب خانہ، کانپور (سرورق ایم عتیق بک ڈپو، کانپور لکھا ہے) صفحات ۳۲
۲ ـــ کتاب میں ۱۸ نعتیں اور ۲ نعتیہ قطعات ہیں۔ آخر میں اعلیٰ حضرت بریلویؒ کی دو نعتیں شامل ہیں۔

اجمل سلطانپوری

۲ انتخابِ اجمل[1]

آج ظلمت زمانے سے کافور ہے
جس طرف دیکھیے، نور ہی نور ہے

دیکھنی ہے جو دنیا میں جنّت، چل کے دیکھوں دیارِ مدینہ
پھول ہیں پھول، کانٹے وہاں کے اللہ اللہ بہارِ مدینہ

دیدارِ نبیؐ کی حسرت میں جو آنکھ ہمیشہ روتی ہے
اس آنکھ کے آنسو کا قطرہ قدرت کی نظر میں موتی ہے

وصفِ احمدؐ کی معیّن کون کر سکتا ہے حد
جب محمدؐ کا ثنا خواں ہے محمدؐ کا احد

یہ میرے دل کی تمنّا الٰہی بر آئے
کہ زندگی میں مدینہ مجھے نظر آئے[2]

---

۱ — اسلامی کتاب گھر، لکھنؤ (صفحات ۴۸) کتاب کے بیرونی سرورق پر کتاب کا نام نغماتِ اجملؔ ہے اور ملنے کا پتا عرفانی کتب خانہ، کانپور لکھا ہے۔
۲ — کتاب میں ایک حمدیہ قطعہ، ۲۴ نعتیں، ۵ نعتیہ قطعات، ایک منقبت، ایک غزل، ۸ نظمیں اور ۲ قطعات ہیں۔

سیّدہ اختر[1]

صحیفۂ درخشاں[2]

یہ کتاب مجھے نہیں مل سکی۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ہر اشک مرا گوہرِ تابندہ کی صورت
ہر سانس مری شعلۂ بیدارِ مدینہ

بہارِ گلشنِ یثرب[۳] کی نزہتوں کو سلام
قدم قدم پہ ہے جنت مری نظر کے لیے[۴]

۱۔ سردار بیگم (خطیبۂ ہند)

۲۔ "تذکرہ نعت گو شاعرات" میں ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری نے لکھا ہے "ان کی نعتوں کا مجموعہ صحیفۂ درخشاں کے نام سے چھپ چکا ہے۔ نعت گو شاعرات میں وہ ایک خاص امتیاز رکھتی ہیں"۔ (ادارۂ تصنیف و تحقیق پاکستان، کراچی۔ اشاعتِ اول ۱۹۸۴ء ص ۱۵)

۳۔ مدینۂ منورہ (سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ طیبہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے)

۴۔ معلوم ہوتا ہے، "صحیفۂ درخشاں" ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری کی طرح خالد علیم کی نظر سے بھی نہیں گزری۔ (شام و سحر لاہور، نعت نمبر ۶، ص ۲۰۳)

اختر الحامدی (الضیائی)[۱] ① نعت محل (ذوقِ نعتِ نبوی)[۲]

۱۳۹۴ھ

ہے تشنۂ تکمیل مدینے کی تمنّا
اے موت، ابھی اور ہے جینے کی تمنّا

عکسِ جمالِ ذات نہ دیکھا ترے سوا
مظہر خدا کا ہم نے نہ پایا ترے سوا

یوں ہوئی یادِ رُخِ محبوب مہمانِ حیات
آنسو آنسو بن گیا شمعِ فروزانِ حیات

کتنی حسیں ہے اُن کے ثنا خواں کی گفتگو
آٹھوں پہر ہے سرورِ دوراں کی گفتگو

وہ اصلِ آئینۂ حقیقت، وہ عینِ حُسنِ مجاز آئے
سراجِ بزمِ الست بن کر زمیں پہ ہستی نواز آئے[۳]

۱۔ سید محمد مرغوب

۲ــ مکتبۃ الرضا، لاہور۔ اشاعتِ اول ۔۱۹۷۴ء (صفحات ۲۲۴)
۴ــ کتاب میں ۵۶ نعتیں، ۴ نعتیہ مسدس، ایک مثنوی انوار العرفان، ۴ سلام اور ۹ شعرا کی نعتوں پر تضمینیں ہیں۔ آخر میں۔ امناقب ہیں۔

اختر الحامدی (۲) بہارِ عقیدت[۱]

اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مشہور سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کے ۱۷۱ اشعار کی تضمین ہے۔ ایک بند ملاحظہ ہو:

جس کے قدموں پہ سجدہ کریں جانور منہ سے بولیں شجر، دیں گواہی حجر
وہ ہیں محبوبِ رب، مالکِ بحر و بر صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
"نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام"

۱ــ رضوی بک سٹور، خانیوال صفحات ۳۲ دیہ تضمین کراچی، لاہور اور کئی دیگر شہروں کے علاوہ انڈیا سے بھی بار بار چھپی۔

اختر الحامدی (۳) کمالِ رسول[۱]

"کمالِ رسول" مثنوی کی صورت میں ذکرِ معراج پر مشتمل نظم ہے۔ ۱۳۲ اشعار پر مبنی ہے پہلے دو شعر دیکھیے:

ہر ایک سمت نور ہے، عجیب اک سرور ہے
جہانِ رنگ و بو تمام آج رشکِ طور ہے

ہر ایک راہ مشکبار و عطر بیز ہر گلی
تمام تر بہشت ہے چمن چمن کلی کلی

آخر میں "نغمۂ تہنیتِ شادیٔ اسرا"، کے عنوان سے ۲۵ اشعار کی ایک نعت ہے

جس کا مطلع یہ ہے:

کیا سہانی ہے شب شادیٔ اسرا دیکھو
حسن و انوار بداماں ہے زمانہ دیکھو[2]

۱۔ مکتبۂ بزمِ رضا، حیدرآباد۔ ۱۹۶۰ (صفحات ۳۲)
۲۔ آخری دو صفحات میں "اعمالِ شبِ معراج" بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

اختر الحامدی ④ جمالِ رسولؐ

"کمالِ رسولؐ" کے دیباچے میں اختر الحامدی نے لکھا "بہارِ عقیدت" "جمالِ رسولؐ" کے بعد تیسرا گلدستہ "کمالِ رسولؐ" مدنی بارگاہ میں نذر کر رہا ہوں"[1]

مولانا ابوالنور محمد بشیر مدیر "ماہِ طیبہ" نے اپنے مقدمے میں لکھا "جمالِ رسولؐ" میں ذکرِ ولادت کے علاوہ سراپائے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ ایسے پیارے اور اچھوتے انداز میں پیش فرمایا ہے کہ سن کر آسمان پر قدسی بھی جھوم جائیں"[2] ابوالنور محمد بشیر نے مثنوی "جمالِ رسولؐ" کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے:

کہتا ہے یہ صاف رنگِ اسود
پلکیں ہیں غلافِ سنگِ اسود

یہ مثنوی مجھے نہیں مل سکی۔

۱۔ کمالِ رسولؐ۔ ص ۴
۲۔ کمالِ رسولؐ۔ ص ۷

اختر الحامدی ⑤ انوارِ عقیدت[1]

مخمس کی صورت میں مولانا احمد رضا خاں (اعلیحضرت بریلوی) کے قصیدۂ نور کی تضمین

ہے۔ پہلا بند دیکھیے:

مرحبا کیا روح پرور ہے نظارہ نور کا　　فرش سے تا عرش پھیلا ہے اجالا نور کا
تاجدارِ شرق سائل بن کے نکلا نور کا　　"صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا"

۱۔۔۔ مکتبہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ بار اوّل۔۱۳۹۲ھ (صفحات ۳۲)

اختر امروہوی[1]　　ارمغانِ عقیدت[2]

پیاموں پہ حق کے پیام آ رہے ہیں
سرِ عرش محبوبِ رب جا رہے ہیں[3]
دیکھا ہے زمانے نے غزواتِ پیمبر کو
چلتے ہوئے حیدر کی شمشیرِ دو پیکر کو
آباد تمہارے جلووں سے افلاک و زمیں کے ویرانے
تاروں میں تمہاری تصویریں، پھولوں میں تمہارے افسانے
دے دے اختر کو بھی تو اوجِ زباں آج کی رات
قصۂ معراج کا کرنا ہے بیاں آج کی رات
ولادت کی خوشی کی انتہا ہے
فلک کیا، جھومتا عرشِ علیٰ ہے[4]

۱۔۔۔ سید علی حسن

۲۔۔۔ محفوظ بک ایجنسی، کراچی۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ (صفحات ۲۲۴)

۳۔۔۔ کتاب میں ایک حمد، ۱۳ نعتیں، ایک منقبت اور ۲۱ نعتیہ قطعات ہیں۔ (یہ مواد صفحہ ۔۔ تک ہے۔ باقی تمام کتاب میں دیگر معصومین کے مناقب ہیں)

۴۔۔۔۔۔۱۳۹۰ھ میں منظور حسین منظور کا مجموعۂ نعت "ارمغانِ عقیدت" کے نام سے چھپ چکا تھا۔

اختر رائعنی المنیری [1]

دیوانِ اختر (مستانۂ نوید کوثر) [2]
۱۳۵۲ھ

نظروں کے سامنے تیرا سراپا نور ہو جانا
مرا دل میرا سینہ جلوۂ صد طور ہو جانا

یہ سیرت تھی یہ حسنِ خلق تھا عادل محمدؐ کا
نظر آتا تھا ہر فردِ بشر مائل محمدؐ کا

تصور میں نظر کے سامنے طیبہ کا منظر تھا
تصور میں یہ نظارہ مرا بہتر سے بہتر تھا

چل دے مدینہ، کیا ہے وطن میں، وطن کو چھوڑ
اختر نہ آستانِ رسولِ زمن کو چھوڑ

کسی دن ہم اگر طیبہ شہ ابرار دیکھیں گے
ترا دربار دیکھیں گے تری سرکار دیکھیں گے [3]

۱۔۔۔۔ حسین خاں برہانپوری تلمیذ محمد عثمان خاں راغب قادری
۲۔۔۔۔ عزیزی پریس، آگرہ۔ ۱۳۵۲ھ (صفحات ۱۶۸)
۳۔۔۔۔ کتاب میں ایک حمد، ۱۶۳ نعتیں، ۵ نعتیہ نظمیں، ایک مناجات، ۳ مناقب، ایک نظم اور ۲۹ رباعیات ہیں

راجا محمود اختر کیانی

عقیدت [1]

کیا کیف مل رہا ہے مجھے اضطراب میں
میں آگیا ہوں چشمِ رسالتمآب میں

نظر میں فروزاں وقارِ رسولؐ
مرے دل پہ چھائی بہارِ رسولؐ ؎۲

کوئی نہیں ہے پورے جہاں میں آپ کا ہمسر صلّ علیٰ
قطرہ پوری دنیا ہے اور آپ سمندر صلِّ علیٰ

میں نے دیکھی ہے یہ دنیا شہِ مکّی مدنی
کچھ نہیں مثلِ مدینہ شہِ مکّی مدنی

نعت جو کوئی سُنائے تو سکوں ملتا ہے
لب پہ وہ نام جو آئے تو سکوں ملتا ہے ؎۳

۱ــــ مکتبۂ فیض الاسلام، راولپنڈی۔ طبع اوّل ۱۹۷۱ (صفحات ۱۴۴)
۲ــــ کتاب میں ۵ حمدیں، ۵۴ نعتیں اور ۲ مناقب ہیں
۳ــــ "عقیدت" ہی کے نام سے ۱۹۸۴ میں راشد بزمی کا مجموعۂ نعت ملتان سے شائع ہوا۔

ادب سیمابی ؎۱ — شاخِ طوبیٰ ؎۲

ہے دلنواز محمدؐ کے نام کا پرتو
نثار اس پہ صلوٰۃ وسلام کا پرتو

جو ہو گئے درِ خیر البشرؐ سے وابستہ
حقیقتاً ہیں بہشت نظر سے وابستہ

عدم سے عالمِ ہستی میں وہ عزّت مآب آیا
کہ جس کا رحمۃ للعالمیں حق سے خطاب آیا

تمنّائے قلب و نظر چوم لوں گا
جنابِ محمدؐ کا در چوم لوں گا

دل میں جلے مدینے کی تدبیر کے چراغ
مہرِ فلک سے کم نہیں تقدیر کے چراغ [۳]

۱۔۔۔ محمد سعید
۲۔۔۔ بزمِ سیماب، ملتان۔ بارِ اول۔ ۱۹۶۷ (صفحات ۱۱۲)
۳۔۔۔ کتاب میں ایک حمد اور ۸۴ نعتیں ہیں

ادیب رائے پوری [۱]

① تصویرِ کمالِ محبت [۲]

کبھی جو غم میں پکارا محمدؐ عربی
دیا تمھی نے سہارا محمدؐ عربی

جب اشک کے دریا میں الفاظ رواں ہوں گے
پہنچیں گی وہیں نعتیں، سرکارؐ جہاں ہوں گے

جو لمحے بیتے سکوں سے، سب مدینے میں گزار آئے
دلِ مضطر، وطن میں اب تجھے کیسے قرار آئے

دل ہجر سے بے تاب ہے، دامن بھی ہے تر دیکھ
مداحِ سرکارِ دوعالمؐ کا اثر دیکھ

یادِ شفیعِ مذنبیںؐ ہے
اِس دل میں اور کچھ نہیں ہے [۳]

۱۔۔۔ سید حسین علی
۲۔۔۔ مصنف نے کراچی سے شائع کی۔ بارِ اول، فروری ۱۹۷۹ (صفحات ۱۳۶)
۳۔۔۔ کتاب میں ایک حمد، ایک مناجات، ۲۴ نعتیں، ۶ نعتیہ قطعات، ۲ مناقب اور ۳۱ قطعات ہیں

ادیب رائے پوری

② اُس قدم کے نشاں[۱]

ثنائے احمدؐ مرسل میں جو سخن لکھوں
اسی کو ندرتِ فکر و کمالِ فن لکھوں

چاندنی چاندنی، گلستاں گلستاں، اس قدم کے نشاں
روشنی روشنی، کہکشاں کہکشاں، اس قدم کے نشاں

جبیں اپنی ہوئی اُس در پہ خم آہستہ آہستہ
مٹے سب زندگی کے رنج و غم آہستہ آہستہ

عقل کہتی ہے کہ تو اُن کے قدم تک پہنچا
عشق کہتا ہے کہ تو لوح و قلم تک پہنچا

حُسنِ محمدؐ عالم تاب، عشقِ محمدؐ عالمگیر
کتنے آساں ہیں الفاظ، کتنی مشکل ہے تعبیر[۲]

۱ــــ مصنف، کراچی۔ بار اول۔ ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء (صفحات ۱۳۶)

۲ــــ کتاب میں ایک حمد، ۵۹۔ اردو نعتیں، ۵ فارسی نعتیں، ۲۷۔ اردو قطعات اور ۲ فارسی قطعات ہیں

ارمان اکبر آبادی[۱]

سروشِ سدرہ[۲]

مجسّم رحم ہو، فضل و کرم سرتا بہ پا تم ہو
غریبوں کا سہارا، بےکسوں کا آسرا تم ہو

جب حمد کا جھنڈا محشر میں محبوبِ خدا لہرائیں گے
جو بند بھی ہوں گے دروازے جنت کے وہ سب کھل جائیں گے

ولائے مصطفیٰؐ مومن کو ہے محبوب تر جاں سے
ولائے مصطفیٰؐ کا رشتہ محکم ہے ایماں سے

خدا جانے ہوئے تھے کون عبد اللہ کے گھر پیدا　　بشر ہوتے تو ہوتا پھر کوئی ایسا بشر پیدا
پوچھتے کیا ہو ہماری آرزو　　دل ہے، تم ہو اور تمہاری آرزو[۳]

۱ــــ پروفیسر بشارت آفریدی
۲ــــ (مرتبہ ڈاکٹر صدیقہ ارمان) شمیم بک ایجنسی، کراچی۔ طبع اول۔۱۹۸۶ (صفحات ۲۲۲)
۳ــــ کتاب میں ۲ حمدیں، ۶۴ نعتیں، ۷ تضمینیں، ۴ مسدس، ۲ مثلث، ۳ مخمس، ۲ نعتیہ نظمیں ۲۵ مناقب، ۳ منقبتیہ رباعیات، ایک نظم اور ایک مناجات شامل ہے۔

پروفیسر اسرار احمد سہاروی

اعجازِ بیان[۱]

نازشِ علم و فخرِ تکلّم صلی اللہ علیہ وسلم[۲]
خاتمِ جہل و مرگِ تظلّم صلی اللہ علیہ وسلم

نویدِ امن ہے آمد تری جہاں کے لیے
صلائے عیش ہے تیرا پیام جاں کے لیے

ذوقِ جنوں کی بات ذرا مان جائیے　　خدمت میں ان کی لے کے دل و جان جائیے
وہ بن کے آیا خدا کا پیام تنہا　　مٹا گیا ہے زمانے سے حرفِ شر تنہا

اپنا اندازِ غم بیان کروں
ان کا طرزِ کرم بیان کروں[۳]

۱ــــ ادارہ آئینۂ ایام، گوجرانوالہ (صفحات ۲۵۶)
۲ــــ ردیف ہر جگہ "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" لکھی ہے
۳ــــ کتاب میں ۲۰ حمدیں، ۱۲۰ نعتیں، ۲۸ نظمیں، ایک رباعی اور ۲۵ غزلیں ہیں (شروع میں ایک طویل مقدمہ ہے)

خواجہ محمد اسلم

حُسنِ خیال[۱]

جب تصوّر میں ملے شاہِ زماں
مل گئے جیسے ہمیں کون و مکاں [۲]

دل و نظر نے، جگر نے سکون پائے ہیں
ہم آستانۂ شاہِ اُمم سے آئے ہیں

مری راہِ عمل میں جب کوئی مشکل مقام آیا
مرے لب پہ مرے عقدہ کشا کا پاک نام آیا

کیا پوچھتے ہو تم مرے آقا کی عطائیں
داتا ہیں وہ ایسے کہ جو دے کر نہ جتائیں

دلِ مضطر اگرچہ تم ہر اک کو بھول جاؤ گے
نبیؐ کا نام گر لیتے رہے تو مسکراؤ گے [۳]

۱۔ کتاب بزنس پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپی۔ ناشر کا نام نہیں ہے۔ حکیم منظور احمد ہمدانی نے پیش لفظ لکھا ہے (صفحات ۱۶۰)

۲۔ کتاب میں ۱۰۸ اردو نعتیں، ۶ پنجابی نعتیں، ۲ قطعات، ۹ مناقب اور ۳۰ نظمیں ہیں

۳۔ خواجہ محمد اسلم نے محبت کی زبان میں شعر کہے ہیں۔ ان کے کلام میں فنی اسقام اور زبان کی کمزوریاں موجود ہیں

اسلم جالندھری

عقیدت کے پھول [۱]

مسدس کا ایک بند دیکھیے:

بحرِ الطاف و کرم ہے، ابرِ گوہر بار ہے
چشمۂ فیض و کرم ہے یا دُرِ شہوار ہے
برقِ پُر انوار ہے یا شمع گوہر بار ہے
حسنِ ازلی کی جھلک کا اک سنہری تار ہے
مشعلِ راہِ ہُدیٰ ہے مظہرِ نورِ خدا
منبعِ جود و سخا ہے یا محمد مصطفیٰؐ

نعتوں کا نمونہ دیکھئے:

محمدؐ رسولِ خدا بن کے آیا
ہمارا نبی مصطفیٰؐ بن کے آیا
ثنائے سیدِ کونین پر کلکِ رواں صدقے
زباں صدقے، دہاں صدقے، سراسر جسم و جاں صدقے [3]

۱۔ شوکت بک ڈپو، گجرات (صفحات ۳۲)
۲۔ کتاب میں ایک دعا، ۸ بند کا ایک مسدس، ۱۴۔ اردو اور ۴ پنجابی نعتیں ہیں
۳۔ محمد عاشقؔ کے ۴۳ صفحات کے مجموعۂ نعت کا نام بھی "عقیدت کے پھول" ہے

سید علی حسین اشرفی [1]

تحائفِ اشرفی [2]

جب کوہِ مفرح سے وہ روضہ نظر آیا
تسکینِ دلِ زار کا نقشہ نظر آیا
دل پہ غم نے پھر لگایا زخم کاری یا رسولؐ
درد میں اب حد سے گزری بے قراری یا رسولؐ
زباں پہ جاری ہے نامِ احمدؐ، یہ نام نقشِ نگیں ہے دل میں
بندھا ہے روضے کا یوں تصور کہ باغِ خلدِ بریں ہے دل میں
درِ محبوبؐ پر جو کوئی جا پہنچا مدینے میں
کھلی آنکھوں سے دیکھا خلد کا نقشہ مدینے میں
اب مدینے میں بلالو مرے آقا مجھ کو
حد سے افزوں ہے زیارت کی تمنا مجھ کو [3]

۱۔ حضرت ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی

۲۔۔۔ (مرتب غلام بھیک نیرنگ) از ہر بک ڈپو، کراچی۔ ۱۳۳۲ھ (صفحات ۱۲۸)

۳۔۔۔ شروع میں ۳۵ فارسی منظومات ہیں جن میں نعت، منقبت اور نظم شامل ہے۔ اور تین فارسی قطعات ہیں۔ اس کے بعد ۲ حمدیں، ۴۵ نعتیں، ۱۲ نعتیہ غزلیں اور ۲۱ مناقب ہیں۔ آخر میں صفحہ ۹۰ تا ۱۲۸ پر ہندی کلام ہے۔

شاہ محمد اشفاق قادری

دیوانِ اشفاق [1]

لکھا جب آج میں نے مطلع یہ نعتِ محمدؐ کا
بنا فوراً مرا لوح و قلم لعل و زمرد کا
عشقِ احمدؐ میں مرا دو ہی نقشہ ہو گا
دن قیامت کے ہر اک منہ مرا تکتا ہو گا
عالم میں نہیں کون گرفتارِ محمدؐ
دکھ اپنا کہوں کیا، کہ ہوں بیمارِ محمدؐ
عاشقانِ روئے احمدؐ کے ہیں روشن وہ چراغ
ماہ و خور کے بھی رہے جن سے ہمیشہ دل میں داغ
الٰہی ہوں محشر میں میرے شفیع
کیا جن کو تو نے ہے سب سے رفیع [2]

۱۔۔۔ مطبع انوارِ احمدی، لاہور۔ ۱۳۲۱ھ۔ (صفحات ۸۰)

۲۔۔۔ کتاب میں ۳ حمدیں، ۱۸ نعتیں، ۱۶ مناقب، ۴۰ غزلیں اور ۴ نظمیں ہیں (صفحہ ۵۴ تا ۶۲ پر فارسی کلام ہے)

پروفیسر سید اصغر علی شاہ

پیامبرِ فجر [1]

لازمان و لامکاں کو معرفت خواہش ہوئی
مصطفیٰؐ و مجتبیٰ عارف کی پیدائش ہوئی

نقدی کی تمنا ہے، نہ اب حاجتِ زر ہے
یہ نعتِ محمدؐ کی رسائی کا اثر ہے
جو لوگ تیری نعت میں رطب اللساں رہے
وہ خلد آشیانی رہے ہیں، جہاں رہے
فقط ختم الرسلؐ بن کر نہیں عالی مقام آیا
معیت کے لیے بلکہ شریعت کا دوام آیا
جو جنت سے عقوبت کا اٹھائے سر پہ بار آئے
مدینے میں رہے دو دن، ہمہ عقبیٰ سنوار آئے[2]

۱ــــ خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ملتان۔ ۱۹۸۵ (صفحات ۱۴۴)
۲ــــ کتاب میں ۹۴ نعتیں اور ایک نظم ہے۔

محمد خدا بخش اظہر

دیوانِ اظہر۔ حصہ اول[1]

جو سورج دو جہاں میں پُر ضیا معلوم ہوتا ہے
مجھے تو مصطفیٰؐ کا نقشِ پا معلوم ہوتا ہے
سازِ حق جب سے ہوا ہے بزمِ ہستی میں عیاں
دھوم ہے ذکرِ نبیؐ کی، دیکھ لو دونوں جہاں
مومن کو تو ایماں بھی اسی در سے ملا ہے
جنت تو محمدؐ کی غلامی کا صلہ ہے
اپنی صورت کا تماشا آپ دیکھا آپ نے عشق بن کر حُسن اپنا آپ دیکھا آپ نے
دردِ عشقِ نبیؐ جبکہ سینے میں ہے
میں جہاں ہوں، مرا دل مدینے میں ہے[3]

۱ــــ مکتبہ اسلامیہ، شجاع آباد ضلع ملتان۔ ۱۴۰۲ھ (صفحات ۲۰۸)

۲۔ دیوانِ اظہر کا حصہ دوم سرائیکی زبان میں ہے
۳۔ کتاب میں دو حمدیں، ۱۶۰ نعتیں، ۷ مناقب، ۵ نعتیہ غزلیں اور ۳ نظمیں ہیں

اعجاز رحمانی

(۱) اعجازِ مصطفیٰؐ [۱]

اس بزم ہست و بود کا حاصل حضورؐ ہیں
یہ کائنات جسم ہے اور دل حضورؐ ہیں

آپ ہی سے مرے حضورؐ ملا
آدمی کو نیا شعور ملا

مجرموں پر جو اُن کی نظر ہوگئی عمر بھر کی خطا درگزر ہوگئی

دل میں جو حُبِّ محمدؐ کو نہاں رکھتے ہیں
بند غنچوں کی طرح اپنی زباں رکھتے ہیں

ملی دنیا کی ہر نعمت بفیضِ مصطفیٰؐ ہم کو
خدا نے ان کے صدقے میں عطا کیا کیا کیا ہم کو [۲]

۱۔ مصنّف، کراچی (صفحات ۱۴۴)
۲۔ کتاب میں ایک حمد اور ۱۲۷ نعتیں ہیں

اعجاز رحمانی

(۲) پہلی کرن آخری روشنی [۱]

ہر طرف تیرگی تھی، نہ تھی روشنی
آپ آئے تو سب کو ملی روشنی

چمن میں آمدِ خیر الوریٰؐ کی جب خبر پائی
پئے تعظیم خوشبو پھول سے باہر نکل آئی

کونین پر حضورؐ کے احسان کتنے ہیں یہ بات بھی بتائے گا قرآن کتنے ہیں

وہ ایک نام جو سرمایۂ حیات بھی ہے
وہ ایک ذات جو مقصودِ کائنات بھی ہے
زباں پر جب بھی ذکرِ سرورِ کون و مکاں ہو گا
غمِ دنیا غمِ عقبیٰ سے دل دامن کشاں ہو گا!

ا۔ مصنف، کراچی۔ نومبر ۱۹۸۲ (صفحات ۲۲۴)
۲۔ کتاب میں ایک حمد، ایک حمدیہ قطعہ، ۲۸ نعتیں، ۱۳ قطعات اور ۳۸ رباعیات ہیں۔

محمد اعظم چشتی ① غذائے روح[۱]

دی زباں حق نے ثنائے مصطفیؐ کے واسطے
دل دیا حُبِّ حبیبِ کبریا کے واسطے
اُس خالقِ کونین کی مرضی بھی اُدھر ہے اے سیدِ ابرار، رضا تیری جدھر ہے
کیا عجب شانِ مصطفائی ہے شیفتہ جس پہ کبریائی ہے
روشن ہے جس سے عالمِ امکاں تمہی تو ہو
ظاہر ہے جس سے صورتِ یزداں تمہی تو ہو
طیبہ سے منگائی جاتی ہے، سینے میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے ساغر سے نہیں، آنکھوں سے پلائی جاتی ہے[۲]

ا۔ مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔ طبع ششم۔ مارچ ۱۹۶۸ (صفحات ۱۲۸)
۲۔ کتاب میں ایک حمد، ایک فارسی نعت، ۸۱، اردو نعتیں، ۲۸ پنجابی نعتیں، ۱۵ مناقب،

محمد اعظم چشتی ② رنگ و بُو![۱]

میرا آقا بھی ہے وہ، رہبرِ غمخوار بھی ہے
میری ہر چیز کا مالک بھی ہے، مختار بھی ہے

حُسنِ حبیبؐ دو جہاں یوں ہے تصوّرات میں
جیسے ظہورِ ماہتاب غم کی اندھیری رات میں
کونین میں وہ شمع جلائی حضورؐ نے ... پُرنور کردی ساری خدائی حضورؐ نے
بڑے اچھوں سے اچھا تجھ سے اچھا ہو نہیں سکتا
بڑے اونچوں سے اونچا تجھ سے اونچا ہو نہیں سکتا
نہ جانے عرشِ بریں تک کہ لامکاں تک ہے ... کسے خبر کہ ترا مرتبہ کہاں تک ہے!

---

۵ نظمیں، ایک فارسی غزل اور ۲۳ اردو غزلیں ہیں

۱ــــ مکتبہ نبویہ، لاہور (صفحات ۱۲۷)

۲ــــ کتاب میں ۱۵ اردو اور ۹ پنجابی نعتیں ہیں جبکہ ۴ اُردو مناقب، ۲ پنجابی مناقب، ۵۱ اردو غزلیں، ۳ فارسی غزلیں، ۱۱ قطعات، ۷ نظمیں اور ۲۳ پنجابی کافیاں، غزلیں اور دوہے" ہیں۔

محمد اعظم چشتی ③ نیّرِ اعظم[۱]

کتنا بڑا ہے مجھ پہ یہ احسانِ مصطفیٰؐ
کہتے ہیں لوگ مجھ کو ثناخوانِ مصطفیٰؐ
ایسا کوئی محبوب نہ ہوگا، نہ کہیں ہے ... بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر عرش نشیں ہے
عکسِ حق ہے رُخِ مُبینِ حبیبؐ ... لوحِ محفوظ ہے جبینِ حبیبؐ
سمجھا نہیں ہنوز مرا عشق بے ثبات ... تو کائناتِ حُسن ہے یا حُسنِ کائنات
اُس نے چھوڑا نہ کسی حال میں تنہا مجھ کو
ساتھ رکھتا ہے خیالِ شہِ بطحا مجھ کو[۲]

۱ــــ مکتبہ نبویہ، لاہور۔ ۱۹۸۵ (صفحات ۱۸۴)

۵ــ کتاب میں ۶ حمدیں، ۱۳۱ اردو نعتیں، ۵ فارسی نعتیں، فارسی نعتوں کے ۵ پنجابی ترجمے، ۶ مناقب اور ۱۴ غزلیں ہیں جن میں سے ۲ فارسی کی ہیں (صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۴ پر پنجابی دوہڑے ہیں)

میر اُفق کاظمی امروہوی[1] — فروغِ محامد[2] ۱۳۷۹ھ

عیاں تھا عرش سے تا فرش جلوہ نورِ ایزد کا
ہوا جس دن عرب میں غلغلہ میلادِ احمدؐ کا

نظر آ جائے یارب حُسن جاں پرور مدینے کا
نگاہوں میں سما جائے ہر اک منظر مدینے کا

دل میں ہے جوشِ محبت سر میں سودائے حبیب
مرحبا اے لمعۂ برقِ تجلائے حبیبؐ

کب لگاتا ہے زمانے بھر کا چکر آفتاب
کر رہا ہے طوف درگاہِ پیمبرؐ آفتاب

خواہش ہے قربِ رب کی تو آ مصطفیٰؐ کے پاس
پہنچا جو اُن کے پاس وہ پہنچا خدا کے پاس[3]

۱ــ سید حبیب احمد

۲ــ مطبوعہ ہمدرد پرنٹنگ پریس، ملتان (صفحات ۱۹۱)

۳ــ کتاب میں ۲۰ حمدیں، ۱۵ نعتیہ قصائد، ۱۰۹ نعتیں اور ایک مناجات ہے

اقبال صلاح الدین — حدیثِ آشنا[1]

وِرد ہے شام و سحر بس حرفِ احمد یا نبیؐ
طفلِ مکتب جس طرح ہو محوِ ابجد یا نبیؐ

آئے جب خیر البشرؐ، رحمت کا در وا ہوگیا سارے عالم کے لیے غم کا مداوا ہوگیا
دلا! مشکل ہے گرچہ حمدِ ربِ دوسرا کہنا
ہے مشکل تر مگر نعتِ حبیبِ کبریا کہنا
ہر ادا حُسنِ ازل کی آپ کی سیرت میں ہے ہاں، خدا خود جلوہ پیرا آپ کی صورت میں ہے
رسولِ پاکؐ کی مجھ پر عنایت ہے بحمد اللہ
لکھوں نعت آپ کی، مجھ کو اجازت ہے بحمد اللہ [۲]

۱۔ عزیز پبلشرز، لاہور۔ اشاعتِ اوّل۔ دسمبر ۱۹۸۱ (صفحات ۱۶۰)
۲۔ کتاب میں ایک حمد اور ۶۴ نعتیں ہیں

خواجہ محمد اکبر وارثی میرٹھی [۱]

(۱) میلادِ اکبر [۲]

ثانی ترا کونین کے کشور میں نہیں ہے
بس حد ہے کہ سایہ بھی برابر میں نہیں ہے
تعظیم سے لیتا ہے خدا نام محمدؐ کیا نام ہے اے صلِ علیٰ نام محمدؐ
نیرنگیاں عجب تھیں محمدؐ کے نُور کی
ہر جا نئی ادا تھی کرم کے ظہُور کی [۳]
دیکھے ترا جلوہ تو تڑپ جائے نظر بھی روشن ہیں ترے نور سے سورج بھی، قمر بھی
خاتم الانبیاء حق کا پیارا نبیؐ
سارے نبیوں سے افضل ہمارا نبیؐ [۴]

۱۔ خواجہ محمد اکبر خاں
۲۔ ملتان پبلشرز۔ لاہور (صفحات ۱۰۰)
۳۔ کتاب میں میلاد شریف کا منثور بیان ہے۔ ساتھ ہی ساتھ منظومات بھی دی ہیں۔
۴ حمدیں، ۴، نعتیں، ۲ مناقب اور ایک نظم ہے

۴۔ میلادِ اکبر جلیل بک ڈپو، حیدر آباد دکن سے بھی چھپا (اردو میں نعتیہ شاعری ص ۵۳۱)

خواجہ محمد اکبر وارثی ⑵ معراج نامہ کلاں معروف بہ معراجِ معلیٰ[۱]

دونوں عالم ہیں نورِ علیٰ نور کیوں، کیسی رونق فزا آج کی رات ہے
یہ مسرت ہے کس کی ملاقات کی، عید کا دن ہے یا آج کی رات ہے
بلاوا ہے، شبِ معراج ہے، تفصیل سے کہہ دو
کہا حق نے محمدؐ سے کہے، جبریل سے کہہ دو
جشن معراج کا مبارک ہو
وصلِ ذات خدا مبارک ہو[۲]

۱۔ شیخ احمد حسین و ذکر الرحمن، دہلی۔ ۱۹۲۰ (صفحات ۴۲)
۲۔ ذکرِ معراج نثر میں ہے، اس میں ۶ نعتیں اور ۲ نظمیں ہیں

خواجہ محمد اکبر وارثی ⑶ اصلی دیوانِ اکبر (مدائح پیغمبر)[۱]

غم نہ تھا عصیاں کا، کیسا ہی بہم ذخار تھا
احمدِ مرسل مری کشتی کا کھیون ہار تھا
دیکھ لوں گا گر مدینہ سیدِ ابرارؐ کا کھینچ لوں گا دل میں نقشہ ہر در و دیوار کا
شافعِ حشر کے ناموں کا ہے باندھا تعویذ
مرے اعمال بُرے تھے، ملا اچھا تعویذ
لوائے حمد میرِ لشکرِ اِنَّا فَتَحۡنَا ہو رسولؐ ہاشمی مسند نشینِ عرشِ اعلیٰ ہو
جس کو گلزارِ مدینہ کی زیارت ہوگی
پھر اسے کیا طلبِ گلشنِ جنت ہوگی

۱۔ کارخانہ بلالی سیٹم پریس ساڈھورہ (صفحات ۹۶)

۲۔۔۔ کتاب میں ۱۲ حمدیں، ۹۷ نعتیں، ایک مناجات، ایک نعتیہ مخمس، ۶ مناقب اور ۲ نظمیں ہیں

خواجہ محمد اکبر وارثی ④ باغِ کلامِ اکبر عرف دیوانِ اکبر[1]

گئے دونوں جہاں نظر سے گزر، تری شان کا کوئی بشر نہ ملا
تیری ہر جگہ دیکھی نرالی پھبن، ترا بھید کسی کو مگر نہ ملا[2]
جب عرب کے چمن میں وہ نورِ خدا ہر طرف جلوہ اپنا دکھانے لگا
کفر غارت ہوا، بُت گرے ٹوٹ کر، منہ پہاڑوں میں شیطاں چھپانے لگا

ذاتِ احد کو گلشنِ ہستی میں آنا تھا
یہ میم سے (جو) روپ بھرا ہے، بہانہ تھا
ہم نے جب حُسن آپ کا دیکھا
ہوش اپنا نہ پھر بجا دیکھا
چلے عرش پر مصطفیٰ آج کی شب
ہے روشن سمک تا سما آج کی شب[3]

۱۔۔۔ حاجی غنی احمد تاجر کتب لکھنؤ، مطبوعہ ہندوستان پریس، لکھنؤ (صفحات ۴۹)
اندرونی صفحات پر کتاب کا نام "ریاضِ اکبر" لکھا ہے
۲۔۔۔ کتاب میں ۶ حمدیں، ۱۱ نعتیں، ۸ مناقب، ایک نظم اور ۵۲ غزلیں ہیں
۳۔۔۔ ۱۹۲۴ میں دلی پرنٹنگ ورکس دہلی سے بھی چھپا (اردو میں نعتیہ شاعری ص ۵۲۵)

الطاف احسانی ① نقوشِ عقیدت[2]

کبھی کم شانِ سرکارِ دو عالم ہو نہیں سکتی
سحر بھی ہمسرِ نورِ مجسّم ہو نہیں سکتی

جہاں ذکرِ محمد مصطفیٰ صلِ علیٰ ہو گا
وہاں ہر دم نزولِ رحمتِ ربُّ العُلا ہو گا

کسی کے در، نہ کسی کی گلی سے ملتا ہے
سکون دل کو دیارِ نبیؐ سے ملتا ہے

اثر کب ان پہ تیرا اسے شبِ دیجور ہوتا ہے
کہ جن کے دیدہ و دل میں نبیؐ کا نور ہوتا ہے

دل میں ہے بہت حسرتِ دیدارِ مدینہ
اللہ دکھا دے ہمیں گلزارِ مدینہ [۳]

۱۔ سید الطاف علی قادری ایم اے ایل ایل بی
۲۔ المعین مطبوعات، کراچی۔ بار اوّل (صفحات ۱۶۰)
۳۔ کتاب میں ۴ حمدیں، ۱۴۸ نعتیں، ۶ سلام، ایک نظم، ۴۸ مناقب اور ایک مناجات ہے۔

الطاف احسانی

(۲) شعاعِ ایماں [۱]

اِک نور کی بارش ہوتی ہے جب ذکرِ پیمبرؐ ہوتا ہے
آنکھوں کو بھی ٹھنڈک ملتی ہے اور دل بھی منوّر ہوتا ہے [۲]

ہے نام محمدؐ وردِ زباں، اِس نام سے بڑھ کر نام نہیں
ہے کام ہمارا اُن کی ثنا، اِس کام سے بہتر کام نہیں [۳]

محمدؐ مشکلوں میں کام آئے
جھکا دو سر، جب اُن کا نام آئے

محمدؐ کی اطاعت چارۂ سوزِ نہانی ہے
بہت آساں علاجِ اضطرابِ زندگانی ہے

نسیمِ طیبہ سے یا محمدؐ ہمارے ایماں میں تازگی ہے
کِھلے ہوئے ہیں گلاب دل کے، فضائے ہستی مہک رہی ہے [۴]

۱۔ المعین مطبوعات، کراچی۔ بار اول۔ ۲۰ مئی ۱۹۸۰ (صفحات ۲۰۴)

۲۔۔ کتاب میں ۳ حمدیں، ۹۷ نعتیں، ۱۵ مناقب، ایک دعا، ایک مناجات اور ۳ نظمیں ہیں
۳۔۔ "شعارِ ایماں" نثر میں سیرت کی کتاب ہے جس میں جگہ جگہ منظومات شامل ہیں
۴۔۔ "شعارِ ایماں" میں چند نعتیں وہی ہیں جو "نقوشِ عقیدت" میں شامل ہے۔ ایک نعت "شعارِ ایمان" میں دو مقام پر شامل کی گئی ہے

الطاف قریشی

ثنا ۱

نعت اس بندۂ خوش بخت کی ہوتی ہے قبول
جس کا سرمایۂ ہستی ہو فقط عشقِ رسولؐ

آپ کا ذکر لب پہ ہے دن رات — آپ ہیں فخرِ جملہ موجودات
یوں دھمکتا ہے دل میں آپ کا نام — جیسے دنیا میں صبح کا ہنگام

بے مثیل اور بے مثال حضورؐ
اپنے اللہ کا جمال حضورؐ

"یا سید الانام!" کے عنوان سے ایک آزاد نعتیہ نظم دیکھیے:

بجھنے لگی ہے دھوپ
سمٹنے لگا ہے دن
ڈھلنے لگی ہے دشتِ مسافت میں ہم پہ شام
یا سید الانام!

۱۔۔ المعیار پبلی کیشنز، مظفر آباد۔ ۱۹۸۳ (صفحات ۱۰۰)
۲۔۔ کتاب میں ایک حمد (آزاد نظم)، ایک مناجات، ۲۸ آزاد نعتیہ نظمیں، ۱۰ نعتیں اور ایک پنجابی نعت ہے

امامی دکنی

وفات نامۂ سرورِ کائنات ۱

۵۱۵۔ ابیات پر مشتمل یہ مثنوی ۱۱۰۴ھ سے قبل کی تصنیف ہے ۲ مثنوی کے

تین اختتامی اشعار حسب ذیل ہیں :

کہ صانع کی قدرت نبیؐ پر تمام
علیک الصلوٰۃ وعلیک السلام
ہزاروں درود و ہزاروں سلام
محمد اُپر آل یاراں تمام
ختم کر امامی تو خیر الکلام
وصالِ محمد علیہ السلام

۱ــ یہ مخطوطہ ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد (دکن) کے کتب خانے میں ہے

۲ــ اشفاق، ڈاکٹر سید رفیع الدین، اردو میں نعتیہ شاعری، ص ۱۶۷

امجد حیدرآبادی[۱]

① ریاضِ امجد حصہ اوّل[۱]

ہدایت کی شعاعوں سے ضلالت کا مٹا سایہ
رُخِ روشن نے غارت کر دیا ظلمت کا سرمایہ
سوادِ ابروئے خمدار نے کیا رنگ دکھلایا
ہوئی شام، آفتابِ بُت پرستی پر زوال آیا
مہِ نو خوب چمکا بدر میں تیغِ محمدؐ کا[۲]

او قیسِ عامری تو کیوں پھر رہا ہے بن بن ٹکڑے ہے کیوں گریباں، صد چاک کیوں ہے دامن
کیوں ہے جنوں سے الفت، انسانیت سے اَن بن دشمن کا دوست ہے تو، عقل و خرد کا دشمن

تو خاک چھانتا ہے لیلیٰ کی جستجو میں
نکلی ہوں میں بھی گھر سے طیبہ کی آرزو میں[۳]

۱ــ مولوی سید احمد حسین (پروفیسر سید یونس شاہ نے ان کا نام امجد حسین لکھا ہے)

۲— یہ مخمس صفحہ ۸، ۹ پر اور بعد کا مسدس صفحہ ۱۱، ۱۲ پر ہے (اردو میں نعتیہ شاعری، صفحہ ۴۸۷ - ۴۸۹)

۳— ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے "اردو میں نعتیہ شاعری" کے ۴ ۲ صفحات (۴۶۶ تا ۴۸۹) میں امجد حیدرآبادی کی نعتیہ شاعری پر بحث کی ہے۔ میں نے امجد کی کتابیں نہیں دیکھیں۔

امجد حیدرآبادی ② ریاضِ امجد حصہ دوم[1]

کرتی ہیں میری تمناؤں کا اظہار آنکھیں
حسرتِ دید میں ہیں نقش بدیوار آنکھیں

رہی مصروف فطرت رات دن نعتِ پیمبر میں
اسی سرکار کی الفت کا خلعت ہے مرے بر میں
بھلا اتنی تو عزت ہو مری درگاہِ داور میں
فرشتے دیکھ کر مجھ کو کہیں دیوانِ محشر میں
جگہ خالی کرو مدّاح آتا ہے محمدؐ کا

اے مست مے وحدت امجدؔ تجھے کیا کم ہے   کوثر ہے مدینے میں اور کعبے میں زمزم ہے

مرے ساقی مئے وحدت پلا دے   دو عالم سے دوئی بالکل مٹا دے
احد کی شکل احمدؐ میں دکھا دے   اٹھا دے میم کا پردہ اٹھا دے

۱— "اردو میں نعتیہ شاعری" میں اس کتاب کے صفحہ ۱۵ تک کا حوالہ ملتا ہے۔ یعنی یہ کتاب بہرحال ۱۵ سے زیادہ صفحات کی ہے

امجد حیدرآبادی ③ حجِ امجد[1]

مضطرب ہوں روضۂ اقدس پہ جانے کے لیے
دل کے ٹکڑے ڈھونڈ لایا ہوں چڑھانے کے لیے

سب کہتے ہیں کہ آپ کو سجدہ روا نہیں
نُورِ خُدا رسولِ خدا ہے، خدا نہیں
اے واعظو! یہ بات میں کہا جانتا نہیں
لیکن غضب تو یہ ہے کہ جی مانتا نہیں
امجد کو آج تک ہم ادنیٰ سمجھ رہے تھے لیکن مقام اس کا دیکھا تری گلی میں
مل گیا صوتِ سرمدی میرے شکستہ ساز سے
نغمہ کی آتی ہے صدا نوحہ، دل گداز سے

ا ـــ "اردو میں نعتیہ شاعری" میں اس کتاب کے صفحہ ۱۱۲ کا حوالہ ملتا ہے

امجد حیدر آبادی

(۴) نذرِ امجد[1]

مدینہ میں آتا ہے اب کعبہ والا
ہوا نورِ ایماں سے ہر سُو اُجالا
ہے تاروں کا مہتاب کے گرد ہالا
بچائے نظر سے اسے حق تعالیٰ
محمدؐ کے رُخ سے نقاب اُٹھ گیا ہے
تجلّیٔ حق سے حجاب اُٹھ گیا ہے
ہوا کب کوئی ایسا بندہ خدا کا کہ ہے جس پہ بندوں کو دھوکا خدا کا
حرا کا حرارت سے دل جل رہا ہے دلِ سنگ بھی مثلِ زر گل رہا ہے
نہ زلف رخسارِ پُر نور دیکھو
نئی بات ہے، نور پر طور دیکھو

ا ـــ "اردو میں نعتیہ شاعری" میں اس کتاب کے صفحہ ۴۳ تک کا حوالہ ملتا ہے

امجد حیدر آبادی

⑤ صُبحِ امجد[1]

اِدھر محراب میں دیکھو تو ابروئے محمدؐ ہے
اُدھر قبلے کی جانب جلوۂ روئے محمدؐ ہے
سکوتِ خاص میں محوِ تماشا چشمِ امجد ہے
اُدھر دیکھو محمدؐ ہے، اِدھر دیکھو محمدؐ ہے

صورت تری تک رہی ہیں میری آنکھیں　　جلوے سے چمک رہی ہیں میری آنکھیں
تیرے چہرے پہ میری آنکھوں کی نظر　　آنکھوں کو کھٹک رہی ہیں میری آنکھیں

۱ــــ "اردو میں نعتیہ شاعری" میں اس کتاب کے صفحہ ۱۱۲ کا حوالہ ملتا ہے

امجد حیدر آبادی

⑥ رباعیاتِ امجد

معبود کی شان عبد میں پاتا ہوں　　تنزیہ سے تشبیہ کی سمت آتا ہوں
کلمہ میں خدا کے بعد ہے نامِ نبیؐ　　کعبے سے مدینے کی طرف جاتا ہوں[1]

حیرت نہیں بے سایہ اگر ذات ہوئی
ٹکڑے کیا چاند، کیا کرامات ہوئی
دن رات تھا جلوۂ خدا پیشِ نظر
معراج ہوئی تو کیا نئی بات ہوئی[2]

طیبہ ہی کو اب کعبۂ مقصد کہیے　　دہلیزِ نبیؐ کو سنگِ اسود کہیے
گر حمدِ خدا کا حق ادا کرنا ہے　　دل سے اک بار "یا محمدؐ" کہیے[3]

۱ــــ حصّہ اوّل
۲ــــ حصّہ اوّل
۳ــــ حصّہ دوم

حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکیؒ — گلزارِ معرفت [1]

کرکے نثار آپ پہ گھر بار یا رسولؐ
اب آ پڑا ہوں آپ کے دربار یا رسولؐ

ذرا چہرے سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسولؐ اللہ
مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسولؐ اللہ

مکہ میں ہوں پر ہے ہوسِ کوئے مدینہ
دے ہے رُخ کعبہ کی خبر روئے مدینہ

کہے ہے شوقِ نبیؐ یہ آکر چلو مدینے، چلو مدینے
میں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے، چلو مدینے

ہو جائے مرا شوق ہی رہبر کسی صورت
جوں نقشِ قدم جا پڑوں در پر کسی صورت [2]

۱۔ ناشر: حاجی محمد وجیہہ الدین، کراچی (صفحات ۳۲)
۲۔ کتاب میں ایک مناجات، ۹ نعتیں اور ۴۱ غزلیں ہیں

اُمید فاضلی — مرے آقاؐ [1]

کبھی یٰسٓ و مبشّر، کبھی طٰہٰ لکھوں
زندہ جب تک رہوں، نعتِ شہِ والا لکھوں

بہار جس کے لیے کل تھی خواب کی مانند — مہک رہا ہے وہ طیبہ گلاب کی مانند
نگارِ طیبہ سے ہم لو لگائے رکھتے ہیں — یہ اک چراغ مسلسل جلائے رکھتے ہیں

تجلی زارِ فطرت میں محمدؐ کے سوا کیا ہے
خدا کے بعد جو کچھ ہے، محمدؐ ہی کا جلوہ ہے

اسی سے کیجئے اندازۂ وقارِ حبیبؐ
جلی ہے عرش پہ بھی شمعِ انتظارِ حبیبؐ ۲

— سیپ پبلی کیشنز، کراچی۔ فروری ۱۹۸۴ء (صفحات ۱۶۰)
— کتاب میں ۵ حمدیں، ۵۴ نعتیں اور ایک قطعہ ہے

امیر مینائیؒ ۱ ① محامدِ خاتم النبیینؐ ۲

کتاب کے شروع میں منظوم دیباچہ ہے۔ پھر چار طویل نعتیہ قصائد ہیں اور ایک قصیدہ درمنقبت ہے۔ نعتیہ قصائد کا ایک ایک مطلع دیکھئے:

الف آدم میں ہے محدود، احمدؐ میں ہے بے مد کا
سبب یہ ہے کہ واں سایہ تھا، یاں سایہ نہ تھا قد کا

اے خضر بھول گئی تھی مجھے راہ تگ و تاز
وقت پر آگئے تم، عمر تمہاری ہو دراز

نشاطِ دہر سے ہو کس طرح نہ دل مایوس
کہ چار دن کی یہ مہماں ہے مثلِ شرمِ عروس

لائی ہے کیا چمن میں ہر اک شاخسار پھول
دکھلا رہے ہیں باغِ جناں کی بہار پھول

قصائد کے بعد دیوانِ نعتیہ ردیف وار ہے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

جب مدینے کو رواں ہند سے محمل ہوگا
مجھ سے بھی چار قدم آگے مرا دل ہوگا ۳

ادھر بھی آئے نسیمِ بہارِ فیض مدت سے یہ غلام ہے اُمیدوارِ فیض

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے، یہ پہنچا، میں رہا جاتا ہوں

در شہ پہ اجل اے کاش میسر ہوتی
میری تربت بھی شہیدی کے برابر ہوتی

دو طرح کے رکھتے تھے شرف احمدِ مختار[۳]
حق ان کی طرف حق کی طرف احمدِ مختار[۴]

۔ منشی امیر احمد

۔ مطبع سیدی، حیدر آباد دکن۔ ۱۳۰۵ھ (صفحات ۲۲۲) اس سے پہلے "خیابانِ آفرینش" (۱۳۰۵) کے نام سے نثر میں میلادِ سرکار ؐ ہے جو ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ خیابانِ آفرینش کے آغاز میں امیر مینائی نے لکھا ہے کہ میلاد شریف کے آخر میں دیوانِ نعتیہ "محامدِ خاتم النبیین ؐ" ہے جس میں بہت سی نئی غزلیں اور چند مناجاتیں شامل کر دی گئی ہیں"۔

۔ کتاب میں ایک حمد، ۶ مناجات، ۸۷ نعتیں، ۱۹ نعتیہ رباعیات، ۵ ترجیع بند، ۷ مخمس، ایک سلام، شعرِ سعدی کی ایک تضمین، ایک تضمین بر کلامِ ہندی اور ۳ مناقب ہیں

۔ میں نے دو اور نسخے دیکھے ہیں۔ ایک مطبع منشی نول کشور، کانپور سے اکتوبر ۱۸۷۸ مطابق شوال المکرم ۱۲۹۵ھ میں چھپا (صفحات ۱۴۲) دوسرا مطبع فیض منبع میں بماہ رجب ۱۳۰۶ھ شائع ہوا (صفحات ۱۹۲)

امیر مینائی — (۲) قلزمِ رحمت[۱]

اب کہاں چین، خبر دی مرے جی نے مجھ کو
کہ مدینے میں بلایا ہے نبی ؐ نے مجھ کو

وہی ناجی ہے جو ہے خاکِ پائے احمدؐ مرسل
کلیدِ بابِ جنّت ہے ولائے احمدؐ مرسل
کیا سُناتے ہیں یہ واعظ ہمیں جنّت جنّت
اپنے نزدیک تو ہے روضۂ حضرتؐ جنّت
بن آئی تیری شفاعت سے رُوسیاہوں کی
کہ فردِ داخلِ دفتر ہوئی گناہوں کی
ہے رنگ اسی سے مہر کا فق آسمان پر
جس نے کیا تھا ماہ کو شق آسمان پر ۲

۱۔ (مرتّبہ راجا رشید محمود) اقبال برادرز، لاہور، اشاعت اول۔ ۱۹۸۷ء (صفحات ۹۶)

۲۔ کتاب میں اسّی نعتیں ہیں۔ قلزمِ رحمت "محامدِ خاتم النبیینؐ" کی نعتوں کا انتخاب ہے۔

قمر انجم ۱

حسنت جمیع خصالہٖ ۲

شہرِ نبیؐ ہے کتنا معطّر قدم قدم
ملتی ہے بُوئے زلفِ معنبر قدم قدم ۳
گنبدِ خضریٰ رہے ہر دم نظر کے سامنے
میں دعا بن جاؤں گا بابِ اثر کے سامنے
سکونِ معتبر کے دن مدینے میں گزار آئے بہارِ خُلد کا کیسے نہ ہم کو اعتبار آئے
مجھے آپ نے بلایا، یہ کرم نہیں تو کیا ہے میرا مرتبہ بڑھایا، یہ کرم نہیں تو کیا ہے
محبّتِ مصطفیٰؐ سے پہلے میں کچھ نہیں تھا، میں کچھ نہیں تھا
کرم کی اس انتہا سے پہلے میں کچھ نہیں تھا، میں کچھ نہیں تھا ۴

۱۔ قمرالدین احمد

۲۔ پاکستان نعت کونسل، کراچی۔ ۱۹۷۹ء (صفحات ۲۰۸)

۳۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۳۸ نعتیں، ۱۱ قطعات، ۷ مناقب، ۷ نعتیہ غزلیں اور ۶ نعتیہ گیت ہیں۔

۴۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۴۸ صفحات کے اضافے سے شائع ہوا جس میں ۱۴ اردو مناقب، ایک فارسی منقبت اور ۴ منقبتیہ قطعات زیادہ ہیں۔

انجم نیازی

حرا کی خوشبو[1]

ہر ایک دور ترے دور کی گواہی دے
کسے مجال کسی اور کی گواہی دے

وہ نام آئے زبان و لب پر تو دل میں تازہ گلاب اُتریں
نظر کی غارِ حرا میں کتنے ہی لفظ بن کر کتاب اُتریں

ترا اک نقشِ طیب عرش پر محفوظ ہے
وہ زمیں، وہ آسماں، وہ رہگزر محفوظ ہے

نہ آہٹ ہے، نہ پیکر ہے، نہ پرچھائیں، نہ سایہ ہے
وہ خوشبو کی طرح چپ چاپ صحراؤں میں اُترا ہے

ترا زمانہ زمانوں کا بادشہ ٹھہرا
ترا وجود وجودوں کا معجزہ ٹھہرا[2]

۱۔ جھنگ ادبی اکیڈمی، جھنگ۔ طبع اوّل۔ نومبر ۱۹۸۵ء (صفحات ۹۶)

۲۔ کتاب میں ۷ حمدیں، ۵۳ نعتیں اور ۶ نعتیہ نظمیں ہیں

انجم وزیر آبادی[1]

مینائے کوثر[2]

جو شاہِ دیںؐ کے سایۂ داماں میں آ گئے
وہ بارگاہِ رحمتِ یزداں میں آ گئے[3]

سنگِ درِ نبیؐ پہ جبینِ نیاز ہے
زاہد، یہ بندگانِ وفا کی نماز ہے
ہے آنکھ وہ کہ جس کو تری جستجو رہے ہے دل وہی کہ جس میں تری آرزو رہے
میم کا جس دم اٹھایا اسمِ احمدؐ سے حجاب
ہو گئے ذاتِ احد کے رازِ پنہاں بے نقاب
باغِ رضواں عکسِ رنگیں ہے تری تصویر کا
کیا ہی کہنا گنبدِ خضریٰ تری تنویر کا!

۱۔۔۔ محمد جان
۲۔۔۔ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور۔ (صفحات ۱۰۶)
۳۔۔۔ کتاب میں ۴۰ نعتیں ہیں
۴۔۔۔ انجم وزیر آبادی کے دوسرے مجموعے کا نام "جامِ کوثر" ہے لیکن میں یہ مجموعہ نہیں دیکھ سکا

انور جمال لولاک لما!

اس نعتیہ مسدّس میں ۱۰۴ بند ہیں جن میں سے ۴ حمدیہ ہیں اور ۱۰۰ نعتیہ بطورِ نمونہ ایک بند حاضر ہے:

قوسِ خیال اس کا احاطہ نہ کر سکے تعریف کا جو حق ہے، وہ پورا نہ کر سکے
انساں تو خیر، کوئی فرشتہ نہ کر سکے ادراکِ جبرئیلؑ بھی ایسا نہ کر سکے
لفظوں کی کیا مجال اسے لا کے رُو برو
قرطاسِ فن پہ کھینچ دے تصویر ہو بہو

۔۔۔ کاروانِ ادب، ملتان۔ بار اول ۱۹۸۴ (صفحات ۱۲۰)

انور فرخ آبادی[1]

دربارِ مدینہ[1]

اُٹھ رہے ہیں مدینے کی جانب قدم، یہ مرے خوابِ اُلفت کی تعبیر ہے
میری آنکھوں میں جلوے ہیں توحید کے، اور دل میں محمدؐ کی تصویر ہے
یا خدا ایک دن جذبۂ عاشقی یہ کرشمہ دکھائے تو کیا بات ہے
کملی والے کے قدموں پہ سر ہو مرا، اور مجھے موت آئے تو کیا بات ہے
دور کر دے جو دین اور ایمان سے، ایسی شان ایسی عظمت نہیں چاہیے
مل گئی ہے نبیؐ کی غلامی ہمیں، اب زمانے کی دولت نہیں چاہیے
بات خالی نہ جائے مری یا نبیؐ، ہاتھ اٹھائے ہیں میں نے دعا کے لیے
آپؐ کو آپ کی آل کا واسطہ، لاج رکھ لیجیے گا خدا کے لیے
ہم نے قرآن میں یہ پڑھا ہے، کملی والے کا رتبہ بڑا ہے
باغِ جنت ہو یا عرشِ اعظم، ہر جگہ اُن کا جھنڈا گڑا ہے[2]

۱— نیو سلور بک ایجنسی، بمبئی۔ س ن۔ ص ۳۲
۲— کتاب میں ایک حمد، ۲۷ نعتیں اور ۵ مناقب ہیں

انور فیروزپوری[1]

مختارِ کُل[2]

تخلیقِ دو عالم سے پہلے اک نور کی صورت پردے میں
جب آئے محمدؐ، بھید کھلا، تھی وحدت وکثرت پردے میں
تشریحِ خدا، مظہرِ رب آپ کی ہستی
ہے لائقِ تکریم و ادب آپ کی ہستی
رُخِ کائنات پہ جلوہ گر رُخِ آنحضورؐ کی روشنی
نظر آ رہی ہے جو چار سُو، ہے اُنہی کے نور کی روشنی

توحید کے پردے میں اسرار نظر آئے
اللہ کو دیکھا یا سرکارؐ نظر آئے
قوسین سے انجم تک، مہتاب سے تا ماہی
مولا کی حکومت ہے، آقا کی شہنشاہی ہے[۳]

۱۔ صوفی اللہ بخش چشتی قادری
۲۔ بزمِ عرفانِ مصطفیٰؐ، لاہور۔ بار اوّل ۱۹۷۷ء (صفحات ۲۰۸)
۳۔ کتاب میں ایک حمد، ایک حمدیہ قطعہ، ایک حمدیہ رباعی، ایک مناجات، ۱۰۵ اردو نعتیں، ۴ فارسی نعتیں، ۳ نعتیہ قطعات، ۲۰ نعتیہ رباعیات، ۵ نعتیہ مخمس، ۸ مناقب اور ۵ رباعیات ہیں

اسمٰعیل انیس[۱]

چراغِ عالمیں[۲]

ایک طرف اوصافِ محمدؐ، ایک طرف آیات لکھوں
نور قلم ہو، نور ہو کاغذ، نور کی ہو برسات لکھوں
اٹھ گئی جب نقابِ رُخِ مصطفیٰؐ، سُرخرو عزت زندگی ہو گئی
یک بیک دو جہاں جگمگانے لگے، تیرگی چھٹ گئی، روشنی ہو گئی
دل حضورؐ آپ کی مدحت سے سنور جاتا ہے
آب آجاتی ہے، کردار نکھر جاتا ہے
نعت کہنے کا ڈھنگ آ ہی گیا لفظ بن کر ترنگ آ ہی گیا
دل میں یادِ سرورِ کون و مکاں رکھتا ہوں میں
نکہتِ گلشن، متاعِ دو جہاں رکھتا ہوں میں[۳]

۱۔ المعروف بابا صاحب

۱۔ مکتبۂ شہزاد اقبال، کراچی۔ اشاعت اوّل ۔۱۴۰۵ھ (صفحات ۲۷۲)
۲۔ کتاب میں دس حمدیں، ایک حمدیہ رباعی، ۸۵ نعتیں، ۲ نعتیہ رباعیات اور ۸ نعتیہ قطعات ہیں۔ ایک طویل نظم "بیانِ فیلائے نعت" ہے جس میں کعبؓ و حسانؓ سے آج تک کے نعت گوؤں کا ذکر ہے۔

انیسہ ہارون شروانیہ[1]

انیسیات[2]

مرے پیشِ نظر ہیں روز و شب جلوے محمدؐ کے
دو عالم سے کیا فارغ نشیں صدقے محمدؐ کے[3]

محمدؐ سرورِ کون و مکاں ہے
محمدؐ افتخارِ انس و جاں ہے
مجھے تو نے یارب مدینہ دکھایا
سنہری کلس، سبز قبہ دکھایا
مجھے یاد فرما رہے ہیں دوبارہ
مقدر کا چمکا ہے شاید ستارہ
گلشنِ عالم میں وہ جانِ بہار آ ہی گیا
بوٹے بوٹے پتے پتے پر نکھار آ ہی گیا[4]

— حاجی محمد یونس خاں شروانی رئیس دتاولی ضلع علی گڑھ کی بیٹی اور نواب سر مزمل اللہ خاں رئیس بھیکم کی بھانجی۔
۱۔ "محترمہ انیسہ نے مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے جو زیادہ تر اخلاقی اور مذہبی ہیں۔ ان کے کلام میں نعت کا حصہ بہت زیادہ ہے" (اردو میں نعتیہ شاعری ص ۶۲۵)
۲۔ "اردو میں نعتیہ شاعری" میں انیسیات کے صفحہ ۱۸۷ کا حوالہ موجود ہے۔ اگر یہ درست ہے تو کتاب ۱۸۷ سے زیادہ صفحات کی ٹھہری۔

۴ — ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے "انبیات" کی تفصیلات بیان نہیں کی ہیں کہ کتاب کہاں سے چھپی، کس نے چھاپی، کتنے صفحات کی تھی، اس میں کتنی نعتیں ہیں۔ کتاب "نعت گو شاعرات" اور مضمون" اردو شاعرات کی نعت گوئی" (شام و سحر۔ نعت نمبر ۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری اور خالد علیم نے بھی کتاب نہیں دیکھی۔ ڈاکٹر ابو سلمان نے ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے حوالے سے اور خالد علیم نے رفیع الدین اشفاق کے علاوہ فاطمہ بیگم کی "آفتابِ حرم" کے حوالے سے بات کی ہے۔

خواجہ غلام جیلانی باصر — گلہائے عقیدت [1]

یکایک اس جہاں میں رحمتِ پروردگار آئی [2]
نویدِ آمدِ سرکارِ ختم المرسلینؐ لائی
اے مدینے کی مقدس سرزمیں جنت نشاں
نور افگن رفعتوں پہ تیری رحمت کا جہاں
جس سے دل کو عشقِ محبوبِ خدا ملتا نہیں
اس کو جینے اور مرنے کا مزا ملتا نہیں
السلام اے عظمتِ انسانیت کے تاجدار
السلام اے مظہرِ لطف و عطائے کردگار
سلام آپ پر سیّد الشاہدین
درود آپ پر سیّد الزاہدین [3]

۱— مصنف، لاہور۔ (صفحات ۴۸)

۲— کتاب میں ۲ مناجاتیں، ۸ نعتیں، ایک نظم اور ایک دعا ہے

۳— "گلہائے عقیدت" نذیر احمد علوی کے مجموعۂ نعت کا نام بھی ہے جس کا ذکر اپنے مقام پر ہوگا

باقی صدیقی

زادِ سفر[1]

ہے تیرے حکم سے جاری یہ دورِ صبح و شام
نشاں ہے تری عظمت کا چرخِ نیلی فام
کام تُو نے مرے سنوارے ہیں تیری رحمت سے دن گزارے ہیں
تو نے رحمت کی جب نظر کی ہے سر سے تاریک رات سرکی ہے
سلام اس پہ دیا جس نے ہم کو حق کا پیام
خدا کے بعد ضروری ہے جس کا لینا نام
بے نشاں ہی تھے، بے نشاں ہوتے
تم نہ ہوتے تو ہم کہاں ہوتے[2]

۱۔ پنڈی ادبی سوسائٹی، راولپنڈی۔ بار اوّل۔۱۹۸۴ (صفحات ۸۸)
۲۔ کتاب میں ۲۵ حمدیں، ۲۰؍ اردو نعتیں اور ایک پنجابی نعت ہے

بدرالحسن بدر

سید الاذکار یعنی میلادِ احمدِ مختارؐ[1]

محمدؐ خاص محبوبِ خدا ہے
بباطن ایک ہے، ظاہر جُدا ہے
نبیؐ کی شان اعلیٰ ہے، ہوا ثابت یہ قرآں سے
فرشتے سے، بشر سے، ماہ سے، خورشیدِ تاباں سے
ادائیں ان کی وہ پیاری تو دیکھو
فدا ہے رحمتِ باری تو دیکھو
احمدِ مختار نبیوں میں نرالا ہو گیا
بج گیا ڈنکا، جہاں میں بول بالا ہو گیا

قدم آسماں پر گیا ہے کسی کا
یہ رتبہ نبیؐ کے سوا ہے کسی کا؟ [۳]

۱۔۔۔ حکیم حافظ محمد بدرالحسن حسنی حسینی قادری اویسی سہسوانی
۲۔۔۔ مطبع بدرالمعین، دہلی (صفحات ۷۶)
۳۔۔۔ کتاب میں ۲ فارسی حمدیں، ۳ فارسی نعتیں، ۲۰، اردو نعتیں، ۴ مناجاتیں اور ۲ مناقب ہیں

بدر رسا گری [۱]

الفقلم [۲]

حُسنِ کون و مکاں آپ کی نعت ہے
ظُلمتِ دہر میں روشنی نعت ہے

وہ صاحب جمال ہیں، پیکر ہیں نُور کا
کوئی نہیں جہان میں ثانی حضورؐ کا

جمالِ روئے محمدؐ میں دیکھ لی میں نے
ضیائے رحمتِ پروردگار بھی میں نے

دو عالم کی حقیقت پہ نظر رکھتے ہیں
میرے سرکارؐ ہر اک شے کی خبر رکھتے ہیں

درِ مصطفیٰؐ پر مناجات ہوگی
تصوّر میں اللہ کی ذات ہوگی [۳]

۱۔۔۔ مبین محمد
۲۔۔۔ صوفیہ بک اینڈ جنرل سٹور، حیدرآباد۔ ۱۴۰۶ھ (صفحات ۱۱۲)
۳۔۔۔ کتاب میں ایک حمد، ۵۳ نعتیں، ۸ مناقب اور ۲ نظمیں ہیں

محمد الیاس برنی [۱]

معروضہ [۲]

شانِ ابرو مدِ بسم اللہ سے ملتی ہوئی
ان کی صورت صاف وجہ اللہ سے ملتی ہوئی

کہنے کو تو دنیا میں وہ اب آئے ہوئے ہیں
کونین پہ کب سے وہ مگر چھائے ہوئے ہیں

عالم جو اپنے دل پہ چھایا تری گلی میں　　وہم و گماں سے بالا پایا تری گلی میں
چشمِ رحمت کا اگر ایک اشارا ہو جائے　　کام ہو آپ کا اور نام ہمارا ہو جائے

سارے نبیوں کا حاصل ہمارے نبیؐ
سارے نبیوں میں فاضل ہمارے نبیؐ [۳]

۱۔ پروفیسر الحاج محمد الیاس برنی وہی ہیں جن کی معرکۃ الآرا کتاب "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" ہے

۲۔ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور۔ باردوم۔ ۱۳۷۱ھ (صفحات ۱۱۸)

۳۔ کتاب میں ۱۰۳ منظومات ہیں جن میں سے دو فارسی نعتیں، ۴۷ اردو نعتیں اور ۱۶ مناقب ہیں۔ ۷ منظومات "معرفت" کے عنوان سے اور ۱۲ "فطرت" کے تحت ہیں

بسمل میرٹھی [۱]

غنچۂ نور [۲]
۱۳۱۵ھ

پردۂ کن میں نہاں باعزّ و شاں تُو ہی تو تھا
زینتِ اوجِ مکانِ لامکاں تُو ہی تو تھا

ہے مدینہ کی ہوا ہم کو ہوائے جنّت
واعظو! تم کو مبارک ہو فضائے جنّت

مثلِ گردوں ہوں مطوّف پہلے بیت اللہ پر　　پھر جبیں سائی کروں بیتِ رسول اللہ پر
واعظ، سانۂ دوزخ عبرت فزا کا جوش　　دل میں ہے عشقِ اُلفتِ خیر الوریٰ کا جوش

آیا جب نورِ محمد مصطفیٰؐ قندیل میں
جلوۂ حق ہو گیا جلوہ نما قندیل میں [۳]

۱۔ الٰہی بخش

۱۔ عزیز المطابع، میرٹھ۔ بار دوم (صفحات ۱۲۴)
۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۱۰۲ نعتیں، ۲ نعتیہ رباعیات، ایک مناجات، ۶ مناقب اور منظوم شجرہ چشتیہ ہے۔

غلام نبی لسیط نقشبندی

نغمات نعت النبی ﷺ[1]

کیا ہو سکے زباں سے رُتبہ بیاں تمہارا
تم حق کے نکتہ داں ہو، حق نکتہ داں تمہارا
زہے عزّت و احتشامِ محمد ﷺ — سمک سے سماتک ہے نامِ محمد ﷺ
نبیِ مکرّم ﷺ کا دربارِ عالی — جو پہنچا نہ آیا کبھی واں سے خالی
نہ کچھ جاہ و حشمت، نہ زر چاہیے — عنایت کی مجھ کو نظر چاہیے
ہو طیبہ میں میرا قرار اللہ اللہ
ملے لطفِ لیل و نہار اللہ اللہ[2]

۱۔ یونین پیپر مارٹ، کراچی۔ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ (صفحات ۱۶)
۲۔ کتاب میں ۱۳ نعتیں ہیں جن میں سے ایک فارسی کی ہے

بشیر زوّاری[1]

خزینۂ نعت[2]

دل میں یہ آرزو ہے، مدینے کو جائیں ہم
جائیں تو لوٹ کر نہ مدینے سے آئیں ہم
سرکارِ دو عالم ﷺ ہم کو بھی طیبہ کا نظارا ہو جائے
تقدیر بدل جائے اپنی، گر ایک اشارا ہو جائے

بیمار ہوں طبیب سے دور اور شکستہ دل
مشتاق ہوں حبیب سے دور اور شکستہ دل
بخشا ہے ازل میں جسے سودائے مدینہ کیوں اس کی نگاہوں میں نہ چھا جائے مدینہ
اپنے جلوے وہ مدینے میں لٹاتے چلتے
آگے آگے ہم ان آنکھوں کو بچھاتے چلتے ۳

۱۔۔۔ حاجی بشیر اللہ جبلپوری
۲۔۔۔ اشاعت اوّل۔ جون ۱۹۶۸ (صفحات ۱۴۴)
۳۔۔۔ کتاب میں ایک حمدیہ قطعہ، ۵ حمدیں، ۷ نعتیہ قطعات اور ۱۲۰ نعتیں ہیں

سیّد بلاقی

معراج نامہ ۱

یہ مثنوی ۵۲۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:
خوشی سوں کھڑا رہ مبارک بدن
دسی خوب رونق کہ گل در چمن
نبی توں، محمدؐ تیرا ناؤں ہے
دو عالم کے سر پہ تیرا چھاؤں ہے ۲

۱۔۔۔ یہ معراج نامہ ۱۰۸۰ھ میں لکھا گیا۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے مطابق اس کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ میں اور تین نسخے سر سالار جنگ کے کتب خانے میں ہیں۔ ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدر آباد دکن کے نسخے کا سنِ کتابت ۱۱۶۵ھ ہے
۲۔۔۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے اس معراج نامہ کے بارے میں لکھا ہے "یہ مثنوی حیدر آباد کے ایک شاعر سید بلاقی کی تصنیف خیال کی جاتی ہے" (اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص۔ ۱۵۰)

بہزاد لکھنوی[1]

(۱) درمانِ غم[2]

ہاتھ میں دامانِ شاہِ دوجہاں رکھتا ہوں میں
اپنے قبضہ میں زمین و آسماں رکھتا ہوں میں

قلب کی التجا مدینہ ہے
مقصدِ ہر دعا مدینہ ہے

ہر درد کا ہوتا ہے درماں مدینے میں
خالق کا بھی ہوتا ہے عرفاں مدینے میں

اے شہِ ہر دوسرا، سرور و سلطانِ زماں، سنیے فریاد و فغاں
دیدِ طیبہ کے لیے قلب ہے، مجبور و تپاں، ہے مجھے چین کہاں

یہ فیضِ احترامِ رسالت مآب ہے
سب کی زباں پہ نامِ رسالت مآبؐ ہے[3]

---

۱ — سردار احمد خاں
۲ — علم و عمل بک ڈپو، کراچی (صفحات ۶۴)
۳ کتاب میں ۹ نعتیں ہیں

بہزاد لکھنوی

(۲) ثنائے حبیبؐ[1]

صد شکر کہ مقصودِ دعا پیشِ نظر ہے
آرام گہِ شاہِ ہُدیٰ پیشِ نظر ہے

اے دل کی لگی تاخیر ہے کیا، دل کا تو تقاضا دیکھ لیا
ہم سمجھیں گے سب کچھ دیکھ لیا، گر ہم نے مدینہ دیکھ لیا

اے کاش، وہ دن آتا سرکارؐ میں ہو آتا
جالی کے مقابل میں جی کھول کے رو آتا

جب بزمِ تصور میں سرکارؐ نظر آئے
ہم ہوش لٹا کر بھی ہشیار نظر آئے

خوشا عالمِ آب و تابِ مدینہ
کہ ممکن نہیں ہے جوابِ مدینہ

۱ــــ ادارۂ فروغِ اردو، لکھنؤ۔ ۱۹۵۴ء (صفحات ۱۰۴)، مکتبہ بُرہان، دہلی نے "نعتِ حضورؐ" شائع کی تھی، وہ نعتیں بھی اس مجموعے میں شامل ہیں۔

۲ــــ کتاب میں ایک حمد اور ۱۰۵ نعتیں ہیں جن میں ۳۲ درود و سلام ہیں

بہزاد لکھنوی

(۳) کرم بالائے کرم ۱

پھر اُن کا کرم لے کے چلا سوئے مدینہ
پھر دیکھوں گا رحمت کدۂ کوئے مدینہ

جس کی جاں کو تمنّا ہے دل کو طلب، وہ سکوں بخش محفل مدینے میں ہے
یوں تو جینے کو ہم جی رہے ہیں مگر، جاں مدینے میں ہے دل مدینے میں ہے

جہاں پہ جُھکتے ہیں دل، وہ مقام دیکھ لیا
خوشا نصیب کہ بابُ السّلام دیکھ لیا

یارب جو مدینے میں جاتا، جینے کا سہارا کر لیتا
آرام گہِ شاہِ دیںؐ کا جالی سے نظارہ کر لیتا

مدینے کی حسرت کے قربان جاؤں، یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
کہ اس سبز گنبد کا ہر دم تصوّر عبادت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے ۲

۱ــــ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی (صفحات ۲۰۰)، شروع میں شاعر نے خود لکھا ہے کہ "نغمۂ نوح" کے بعد میرا یہ دیوان آپ حضرات کے سامنے آرہا ہے۔ اس میں آج کی تاریخ تک لکھی ہوئی تقریباً تمام نعتیں موجود ہیں" لیکن "آج کی تاریخ" کتاب میں کہیں نہیں ملتی۔

۲ــــ کتاب میں عالمِ شوق، عالمِ کیف، یادِ مدینہ اور ثنائے حضورؐ کے عنوان سے بالترتیب ۷، ۴۹، ۳۴، ۵۲ نعتیں ہیں۔ کل ۱۴۲ نعتیں ہیں۔

بہزاد لکھنوی — ④ آہِ ناتمام [1]

جن کی خواہش ہے کہ وہ علم ویقیں پیدا کریں
اپنے دل میں عشقِ ختم المرسلینؐ پیدا کریں

جائے نہ کبھی دل سے تمنائے مدینہ — یارب، رہے ہونٹوں پہ یونہی ہائے مدینہ
الٰہی میرا مدینہ مقام ہوجائے — وہیں پہ زیست کا قصہ تمام ہوجائے
چھب دکھلا دو احمدؐ پیارے — بطحا نگر کے راج دلارے

ہم کو اک بار مدینے میں بلائیں تو سہی
پیاس بے تاب نگاہوں کی بجھائیں تو سہی [2]

۱ـــ مکتبہ سلطانی، بمبئی۔ اشاعت اوّل ۱۹۴۶ء (صفحات ۱۵۶)
۲ـــ کتاب میں ایک حمد ۵۱ نعتیں، ۸۰ غزلیں اور ۵ گیت ہیں

بہزاد لکھنوی — ⑤ بُستانِ بہزاد [1]

مدینہ کے قرباں، مدینے چلو — بہت مرچکے اب تو جینے چلو
خدایا، دکھا دے دیارِ مدینہ — کہ دل ہے مرا بے قرارِ مدینہ
کیے جا صبا تو مدینے کی باتیں — یہی ہیں یہی میرے جینے کی باتیں

زندگی بھر میں رہوں مدہوشِ ارمانِ رسولؐ
یاالٰہی! ہاتھ سے چھوٹے نہ دامانِ رسولؐ

شاہِ زمیں، شہِ زماں، دونوں جہاں کے تاجدار
میں ترے نام پہ فدا، دل ترے نام پر نثار [2]

۱ـــ (مرتبہ اختر نعمانی بہزادوی الہ آبادی) افضل بک ڈپو، دہلی، بار دوم (صفحات ۱۱۲)

۲۔ کتاب میں دس نعتیں ہیں۔ "آہِ ناتمام" کی ایک نعت وہ نظم۔ حاجیوں سے خطاب کے نام سے ہے، ص ۷ اسے ۲ا تک غزلیات اور گیت ہیں

بہزاد لکھنوی ⑥ کفر و ایمان ۱

ابتدائے کل وہی ہیں، ہیں وہ ختم المرسلینؐ
جن کے صدقے میں ہے دنیا، جن کے صدقے میں ہے دیں
دل کی حالت کیا کہوں، یادِ مدینہ دل میں ہے
میں یہاں پر ہوں مگر یہ دل اسی محفل میں ہے
قلبِ مضطر کھو گیا شاہِ ہُدیٰ کی یاد میں
مل گیا ہم کو خدا شاہِ ہُدیٰ کی یاد میں
اے شاہِ ہُدیٰ، سُبحان اللہ، جب نام تمہارا آتا ہے
اک روح کو تسکیں ملتی ہے، اک کیف سا دل پر چھاتا ہے
کلام خدا ہے کلامِ محمدؐ
اِسی سے سمجھ تو مقامِ محمدؐ ۲

۱۔ اردو اکیڈمی، لاہور۔ بار چہارم۔ ۱۹۴۸ء (صفحات ۱۲۸)
۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۹ نعتیں ہیں۔ صفحہ ۷ تا ۴۸ پر غزلیں، صفحہ ۸۷ تا ۱۰۴ پر نظمیں اور صفحہ ۱۰۷ تا ۱۲۷ پر گیت ہیں

بہزاد لکھنوی ⑦ نغمۂ روح ۱

مدینے کی مہکی بہاروں میں گُم ہوں
میں گنبد کے رنگیں نظاروں میں گم ہوں ۲
الٰہی مدینہ ہمیں پھر دکھا دے وہ رحمت کی دنیا ہمیں پھر دکھا دے

صد شکر کہ پورا ہوا ارمانِ مدینہ دل اور سوا ہو گیا قربانِ مدینہ
یہ نہ پوچھو، کہاں مدینہ ہے دل مدینہ ہے، جاں مدینہ ہے
صد شکر ملا ہے مجھے ارمانِ مدینہ
صد شکر کہ ہوں دل سے میں قربانِ مدینہ [۳]

۱— پاکستان کوآپریٹو بک سوسائٹی، کراچی (صفحات ۱۲۸)
۲— کتاب میں ایک حمد، ۹ سلام اور ۹۰ نعتیں ہیں
۳— "نغمۂ روح" حافظ پیلی بھیتی کے دوسرے مجموعۂ نعت کا نام بھی ہے جو ۱۳۰۹ھ میں چھپا تھا۔

بیان ویزدانی میرٹھی[۱] قندیلِ حرم[۲]

ضیائے دیدۂ حق بیں ہے رخسارا محمدؐ کا
کہ ہے اللہ کا دیدار نظّارہ محمدؐ کا [۳]
یا نبیؐ خاکیوں نے رُتبہ نہ جانا تیرا ملک العرش سے پوچھے کوئی پایہ تیرا
روضۂ احمدِ مختار چلو دیکھیں تو اپنے سلطان کی سرکار چلو دیکھیں تو
خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹائے آجا بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا
عصیاں کی پردہ پوشی تھی جامۂ محمدؐ
سرداریٔ شفاعت عمامۂ محمدؐ [۴]

۱— سید محمد مرتضیٰ حسن
۲— (مرتبہ ڈاکٹر سید صفدر حسین) سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور۔ طبع اوّل ۔ ۱۹۷۴ء (صفحات ۶۴)
۳— کتاب میں ۲۲ نعتیں، ۲ نعتیہ قصائد، ۱۲ بند کا ایک مسدس، ۱۳ بند کا ایک مثلث،

۲۲، اور ۸ بند کے دو مخمس، ۲ مثنویاں ایک مستزاد، قدسی، سعدی اور نظامی کی تضمینیں بصورت مسدس، ۲ مثنویاں، ایک قطعہ اور ۸ رباعیات ہیں

۴۔۔۔ بعد میں غافل کرنالی نے اپنے مجموعۂ نعت کا نام بھی "قندیلِ حرم" رکھا۔

بیدل بریلوی[۱] — آئینۂ شفاعت[۲]

پیدا ہوئے شاہِ زماں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
احمدؐ ہیں فخرِ دو جہاں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
زباں پر رحمۃ للعالمینؐ کا ذکر آتا ہے
شبِ معراج کا بیدل بہ دل مژدہ سناتا ہے

مسدس کا پہلا بند ہے:

مولودِ مصطفیٰؐ کا بیاں ہے پڑھو درود — ہر سُو خدا کا نور عیاں ہے، پڑھو درود
آمد رسولؐ پاک جہاں ہے پڑھو درود — خوش خوش ہر ایک پیر و جواں ہے، پڑھو درود
جس دم پڑھا درود، معطر دہن ہوا
ذکرِ رسولِؐ پاک سے وہ گھر چمن ہوا[۳]

۱۔۔۔ سیّد حکیم محمد علی

۲۔۔۔ نظامی پریس، بریلی۔ ۱۹۸۵ (صفحات ۲۴)

۳۔۔۔ کتاب میں ایک حمد، ۴ نعتیں، ۱۳ بند کا ایک مسدس "ظہورِ نورِ محمدیؐ" ۱۱ بند کا مسدس "تولّدِ نورِ محمدیؐ" اور ۴ مناقب ہیں

بیدل جبلپوری[۱] — انوارِ طیبہ[۲]

کس زباں سے کہیں ہم نشیں آہ ہم، سن سکو گے نہ تم، کہہ سکیں گے نہ ہم
اُن کے دربارِ اقدس کے چھٹنے کا غم سن سکو گے نہ تم، کہہ سکیں گے نہ ہم

کھنچا ہے مدینے کا آنکھوں میں نقشہ، کرم یہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
نگاہوں میں ہر وقت روضہ ہے ان کا، کرم یہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
یہ فرقت زدہ دل کی ہیں التجائیں
کہ جا کر مدینے سے واپس نہ آئیں
وحدت میں کثرت کیا کہیے، کثرت میں وحدت کیا کہیے
احمدؐ میں نہاں ملتا ہے احد، اب اور حقیقت کیا کہیے
چلا ہوں پھر مدینے دل میں عشقِ مصطفیٰؐ لے کر
اُنہی کی آرزو لے کر، انہی کا آسرا لے کر[3]

۱ــــ حاجی عبدالباقی
۲ــــ مطبوعہ ڈیسنٹ پرنٹنگ پریس، کراچی۔ پہلی بار (صفحات ۱۶۰)
۳ــــ کتاب میں ایک حمد، ۱۰۷ نعتیں جن میں ۴ سلام ہیں، ایک مثلث، ۱۸ مخمس اور ۲ مناقب ہیں

بیدل فاروقی[1] بحضورِ صاحبِ لولاکؐ[2]

ترے حضور میں جی چاہتا ہے آنے کو
ترس رہی ہے جبیں تیرے آستانے کو
شاہانِ زماں حلقہ بگوشِ شانِ محمدؐ ہیں ارض و سما تابعِ فرمانِ محمدؐ
تخلیقِ کائنات کا عنواں تمہی تو ہو مختارِ جز و کل، شہِ دوراں تمہی تو ہو
جس نے آنکھوں سے جمالِ شہِ خوباں دیکھا اُس نے ہر گہ بہ نگہ جلوۂ یزداں دیکھا
دل و جاں میں ایسے سمائے محمدؐ
نظر مجھ کو ہر شے میں آئے محمدؐ[3]

ــــ اقبال مسعود احمد

۱ـــ مطبوعاتِ حرمت، راولپنڈی، طبع اوّل، ۱۹۸۳ (صفحات ۱۲۸)
۲ـــ کتاب میں ۲ حمدیں، ۴۴ نعتیں، ۴ نعتیہ قطعات، ۲ مناقب اور ۳ قطعات ہیں

بیدم شاہ وارثی

مصحفِ بیدم[1]

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بے ادبی ہے وصفِ کمالِ محمدؐ
کہ ہے عرش زیرِ نعالِ محمدؐ

عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسولؐ
کہاں کہاں لیے پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ

میرا دل اور مری جان مدینے والے
تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے

کیا پوچھتے ہو گرمیٔ بازارِ مصطفیٰؐ   خود بک رہے ہیں آکے خریدارِ مصطفیٰؐ [2]

۱ـــ الکتاب، لاہور۔ ۱۹۸۱ (صفحات ۲۰۸)
۲ـــ کتاب میں ۱۱ اردو نعتیں، ۲ فارسی مناقب، ۴۰ اردو مناقب، ۴ نظمیں، ۲ فارسی غزلیں
۱۶۵ غزلیں، ۲ قطعات اور ۲ پوربی بھاشا نظمیں ہیں۔

بیکس جبلپوری

دیوانِ بیکس[1]

نام نامی مصطفیٰؐ ہے آپ کا
دو جہاں میں آسرا ہے آپ کا

خواب میں آکے خدا را رُخِ زیبا دکھلا
یہ بھی اعجاز مجھے اے شہِ بطحا دکھلا

ذکرِ خیرِ جنابِ سرورؐ ہے
نورِ ایماں سے دل منوّر ہے
اے خدا ہم کو دکھلا وہ روئے پُر انوار سُرخ   ہے ملاحت میں جو شکلِ احمدِؐ مختار سُرخ
جل گیا سوزِ محبت سے سویدا دل میں   نورِ عشقِ شہِ والاؐ کا ہے جلوہ دل میں[۲]

ا۔ (مرتبہ راحت مسعود) الکتاب، کراچی۔ (صفحات ۱۲۰)
۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۳۵ نعتیں اور ایک منقبت ہے

بیکلؔ اُتساہی بلرامپوری ① کلامِ بیکلؔ[۱]

ہمیں بھی یا رسولؐ اللہ شعورِ زندگی دے دو
دلِ تاریک کو سرکار! اپنی روشنی دے دو
سرکارِ دو عالمؐ کے رخِ پُر انوار کا عالم کیا ہو گا
جب زلف کا ذکر ہے قرآں میں، رخسار کا عالم کیا ہو گا
ہے جا عرش و کرسی پہ نقشہ ترا   بڑھ کے شمس و قمر سے ہے ذرّہ ترا
وہ نورالنور عبداللہ کے نورِ نظر آئے   وہ احمدؐ میم کے جھرمٹ میں ہمشکلِ بشر آئے
جو مدینہ ہم بھی جانتے تو کچھ اور بات ہوتی
کبھی لوٹ کر نہ آتے تو کچھ اور بات ہوتی[۲]

ا۔ مکتبۂ کلیمی اہلسنت، کانپور۔ ۱۹۹۱ (صفحات ۳۲) نسیم بستوی نے اختتامیہ میں لکھا ہے کہ بیکلؔ کے اب تک دس پندرہ مجموعہ ہائے نعت شائع ہو چکے ہیں جن میں سے جامِ گل اور ترانۂ بیکلؔ تو خود انہوں نے ترتیب دے کر شائع کیے ہیں
۲۔ مجموعے میں ۲۴ نعتیں، ۱۹ نعتیہ قطعات اور ۳ نعتیہ گیت ہیں

بیکلؔ اُتساہی بلرامپوری ② انتخابِ بیکلؔ[۱]

وہ بزمِ ذکرِ نبیؐ ہے بیکلؔ، یہاں ادب مسکرا رہا ہے
یہاں ہوائیں ہیں مہکی مہکی، فضا کا دل گنگنا رہا ہے
خبر کیا فرشتے کہاں بھید پائے مگر آنکھ تلووں سے مل کر جگائے
ہُوا صلِّ علیٰ کا شور جہاں، وہیں سارا زمانہ جھوم اُٹھا
وہیں نور کے بادل گھر آئے، وہیں وقت سہانا جھوم اُٹھا
جس دل میں دیارِ بطحا کی آباد محبت ہوتی ہے
اک خاص طریقے سے اس پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے
ہر نظر کانپ اُٹھے گی محشر کے دن، خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالی کملی وہ آجائیں گے حشر کا سارا نقشہ بدل جائے گا [۲]

۱ــــ بیکل اکیڈمی پچپڑوا، گونڈہ (انڈیا) صفحات ۴۸

۲ــــ اس مجموعے میں کئی نعتیں وہ ہیں جو "کلامِ بیکلؔ" میں شامل ہیں

بیکل اتساہی بلرامپوری ③ صبائے نور [۱]

میرے سرکارؐ کا تن بدن نُور ہے
جسم تو جسم، ہر پیرہن نُور ہے
ترا نام لے کے سنبھل گیا تری یاد میں جو مچل گیا
وہ بساطِ گردشِ وقت کی حدود و پیچ سے بھی نکل گیا
رب نے فرمایا، مری قدرت کی حد کوئی نہیں
اور مرے محبوبؐ کی رحمت کی حد کوئی نہیں
جدھر سے وہ گزر گئے، حیات بانٹتے گئے
حیات کیا، حیات کو ثبات بانٹتے گئے

ہے جما عرش و کرسی پہ نقشہ ترا
بڑھ کے شمس و قمر سے ہے ذرہ ترا[۲]

۱۔ جیلانی کتب خانہ، کانپور (انڈیا) صفحات ۳۲
۲۔ کتاب میں ۱۹ نعتیں اور ۱۲ قطعات ہیں

بیکل اُتساھی بلرامپوری ۴ گلدستۂ بیکل عرف نورِ یزداں[۱]

خود کو جو عشقِ شہِ دیںؐ میں مٹا دیتے ہیں
وہ بیاباں کو گلستاں بنا دیتے ہیں[۲]
جدھر سے گزریں تو وہ خُلد کی گلی ہو جائے
اندھیری رات میں ہنس دیں تو روشنی ہو جائے
ان کا در چومنے کا صلہ مل گیا سر اٹھایا تو مجھ کو خدا مل گیا
سجودِ عشق کا بیکلؔ مجھے شعور نہیں جبیںِ دل سے ابھی ان کا در بھی دور نہیں
موج پر، طوفان پر، ساحل پہ ان کا اختیار
رہبر و رہرو، رہِ منزل پہ ان کا اختیار[۳]

۱۔ رحمانی کتب خانہ، بریلی (صفحات ۸۰) سرورق جے کے پبلی کیشنز بریلی کا ہے
۲۔ کتاب میں ۳۵ نعتیں، ۲۹ نعتیہ قطعات اور ایک منقبت ہے
۳۔ جناب بیکلؔ نے راقم الحروف کے نام ایک مکتوب میں اپنے جن مجموعہ ہائے نعت کا ذکر کیا ہے، وہ یہ ہیں: نغمۂ بیکل، تحفۂ بطحا، توشۂ عقبیٰ، نورِ یزداں، سرورِ جاوداں، جام و گل، پیامِ رحمت، جلوۂ عرش، نور کی برکھا، نشاطِ زندگی نغمہ و ترنم (بیکلؔ کی بعض نعتیں ایک سے زیادہ مجموعوں میں شامل ہیں)

بیکل اُتساھی بلرامپوری ⑤ عرش کا جلوہ[1]

جسے ذکرِ حبیبِؐ کبریا مرغوب ہوتا ہے — وہ بندہ خالقِ کونین کا محبوب ہوتا ہے
جب کبھی محوِ غمِ سرکارؐ ہو جاتے ہیں ہم — بزمِ مہر و مہ میں جلوہ بار ہو جاتے ہیں ہم
جب مجھ پہ ملتفت مرے سرکارؐ ہو گئے — سب منکشف حیات کے اسرار ہو گئے

ساحل ہے تمہارے قبضے میں منجدھار تمہارے ہاتھوں میں
سرکارؐ جگت کی نیاّ کی پتوار تمہارے ہاتھوں میں

شب و روز ان کے تصور میں رہنا، عقیدت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
ہمارے لیے ہر ستم ان کا سہنا، یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے[2]

۱ــــ نیو سلور بک ایجنسی، بمبئی۔ س ن۔ ص ۸۴
۲ــــ کتاب میں ۲۸ نعتیں اور ۷ نعتیہ قطعات ہیں

بیکل اتساھی بلرامپوری ⑥ بزمِ رحمت[1]

سرکارِ دو عالمؐ کے رُخِ پُر انوار کا عالم کیا ہوگا
جب زُلف کا وصف ہے قرآں میں، رُخسار کا عالم کیا ہوگا

نہ پوچھو، مدینہ میں کیا دیکھ آئے
درِ پاکِ خیر الوریٰؐ دیکھ آئے

روزِ اوّل کی زینت محمدؐ سے ہے
شامِ آخر کی رنگت محمدؐ سے ہے

رب نے فرمایا، مری قدرت کی حد کوئی نہیں
اور مرے محبوبؐ کی رحمت کی حد کوئی نہیں

ہم نے جہاں بھی ذکر کیا ہے رسول ؐ کا
جلوہ وہیں نصیب ہوا ہے رسول ؐ کا[2]

۱۔۔۔ نیو سلور بک ایجنسی، بمبئی۔ س ن۔ ص ۴۸

۲۔۔۔ کتاب میں ۳۳ نعتیں اور ۶ قطعات ہیں

پیام واصفی[1]

سرمۂ خاک پا[2]

سرکارِ دو عالم ؐ کی اطاعت ہے بڑی چیز
سرکارِ دو عالم ؐ کی محبّت ہے بڑی چیز

سرمایۂ حیات ثنائے رسول ؐ ہے
پروانۂ نجات ثنائے رسول ؐ ہے

اللہ کی گفتار ہے گفتارِ محمد ؐ ۔۔۔ قرآن کی تفسیر ہے کردارِ محمد ؐ
طوفان سے کشتی کو مری پار لگا دو ۔۔۔ سرکارِ دو عالم ؐ مری بگڑی کو بنا دو

معمور دل ہے اُلفتِ خیرالانام ؐ سے
سرشار ہوں میں بادۂ کوثر کے جام سے[3]

۱۔۔۔ حاجی وقار احمد صدیقی

۲۔۔۔ گلزارِ رفعت، کراچی، ص ۱۶

۳۔۔۔ کتاب میں ایک حمد، آٹھ نعتیں اور ایک نظم ہے۔

تاباں عابدی

جلوۂ تاباں[1]

پھیلا صحنِ دو عالم میں نورِ نبی ؐ ۔۔۔ شانِ نورِ خدا جلوہ گہ ہو گئی
تری ذاتِ حق نما میں ہے وہ شانِ رہنمائی ۔۔۔ کہ ہزار ظلمتوں میں ہمیں راہِ حق دکھائی

جلوہ نما ہوئے نبئ انجمنِ حیات میں آئی بہار ہر طرف گلشنِ کائنات میں
ہے خاکِ شفا خاکِ پائے محمد ﷺ ہے رحمت کا سایہ ردائے محمد ﷺ
کس کے آنے کا یہ پیغام صبا لائی ہے
ہر طرف صحنِ گلستاں میں بہار آئی ہے [۳]

۱۔ مکتبۂ اہلِ قلم، ملتان۔ محرم ۱۴۰۴ھ (صفحات ۱۶۰)
۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۱۲ نعتیں، ۸۰ مناقب اور ۴ قطعات ہیں
۳۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کے "تذکرہ نعت گو شاعرات" میں تاباں عابدی کا ذکر نہیں ہے

تاج عرفانی [۱]

آفتابِ تاج [۲]

عرش پر پہنچے تھے محبوبِ خدا آج کی رات
ناز کرتے تھے عجب ارض و سما آج کی رات
تعالی اللہ مدینہ سرورِ عالم ﷺ کی بستی ہے
کہ ہر ذرّے پہ جس کے رحمتِ باری برستی ہے
روحِ حضرت ﷺ پہ جو پہنچے، وہ سلام اچھا ہے
جس میں ہو نعتِ محمد ﷺ وہ کلام اچھا ہے
رسائی روضۂ ختمِ رسل ﷺ تک جس گھڑی ہو گی
مسرت بھی ہم آغوشی کو اس جا پر کھڑی ہو گی
عشقِ رسول ﷺ پاک نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا
روح پہ جو حجاب تھا، خود ہی اسے اٹھا دیا [۳]

۱۔ تاج الدین احمد

۲۔ (مرتبہ فدا حسین فدا) ادارۂ عالیہ مجددیہ، لاہور۔ بار اوّل ۱۹۵۰ء (صفحات ۲۷۲)
۳۔ کتاب میں تاج عرفانی کا تذکرہ بھی ہے اور ان کی منظومات بھی شامل کی گئی ہیں جن میں ۲ حمدیں، ۱۳۰ نعتیں اور ۱۲ مناقب ہیں

حفیظ تائب[۱]

صلّوا علیہ و آلہٖ[۲]

پائی نہ تیرے لُطف کی حد سیّد الوریٰ[۳]
تجھ پر فدا مرے اَب و جَد سیّد الوریٰ
خوشبو ہے دو عالم میں تری اے گُلِ چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصافِ حمیدہ
دلوں کی تہ میں پوشیدہ محبت دیکھنے والا
وہ محبوبِ خدا جذبوں کی وُسعت دیکھنے والا
عالم افروز ہیں کس درجہ حرا کے جلوے
جن کے پرتو سے اٹھے ارض و سما کے جلوے
کرم ہے بے نہایت گنبدِ خضرا کے سائے میں
چمک اٹھی ہے قسمت گنبدِ خضرا کے سائے میں[۴]

۱۔ عبد الحفیظ
۲۔ سیرت مشن پاکستان، لاہور ۱۹۷۸ء (صفحات ۱۳۶)
۳۔ کتاب میں ایک منظوم انتساب، ایک حمد، ایک دعا، ۵۹ نعتیں اور ایک نظم ہے

تبسم قریشی[۱]

ارشادِ رسالت حصہ اوّل[۲]

کتاب میں قطعات کی صورت میں احادیثِ سرورِ کائنات علیہ السّلام و الصّلوٰۃ کا ترجمہ ہے۔ نسائی شریف کی ایک حدیث پاک کا ترجمہ بطورِ نمونہ دیکھیے:

مردِ مومن نہیں وہ ہو سکتا
(کفر دل سے وہ کب ہے دھو سکتا)
باپ بیٹوں سے، مال و دولت سے
جس کو پیارا نہیں میں ہو سکتا

۱ــــ محمد رمضان

۲ــــ اسلامی دارالاشاعت، گجرات۔ باراوّل۔ دسمبر ۱۹۴۰ (صفحات ۹۶)

سید شیر محمد ترمذی

شانِ مصطفیٰ[۱]

نظم "پیکرِ رحمت" کے بارہ حصّوں میں سے پہلے، دوسرے، تیسرے، چھٹے اور اور آٹھویں حصّے کے مطلعے درجِ ذیل ہیں:

یا محمد مصطفیٰؐ، مجھ سے ہو کیا تیری ثنا
جب ثنا خواں ہے ترا خود خالقِ ارض و سما

سیّد و سرور حبیبِ خالقِ ارض و سما
آفتابِ نورِ وحدت، نیرِّ صدق و صفا

شان کیا لکھوں میں تیری یا محمد مصطفیٰؐ   صاحبِ لولاک تو، قرآن ہے تیری ثنا
بے گماں ہے نُور تیرا نورِ ذاتِ کبریا   تجھ کو خود قرآن نے نورٌ من اللہ ہے کہا

اے کہ ہے تجھ سے منوّر محفلِ ارض و سما
تیرا در ہے سجدہ گاہِ اولیا و انبیاء[۲]

۱ــــ مکتبہ فریدیہ، لاہور۔ ایڈیشن اوّل۔ ۱۹۵۵ (صفحات ۱۱۰) کتاب میں شیر محمد ترمذی کی نعتیہ نظم "پیکرِ رحمت" کے علاوہ خواجہ دل محمد کا مسدس "پیکرِ نور" بھی شامل ہے "پیکرِ رحمت" کے بارہ پارے ہیں، جن کے کل صفحات ۱۵۱ ہیں

۲۔۔۔ خواجہ دل محمد کے نعتیہ مسدس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا

تسخیر بدایونی[1]

(۱) مرآۃ الحور معروف بہ عروس نعت
مع حصہ دوم موسوم بہ ریاض النور[2]

یہ میلاد نامہ ہے جو عورتوں کے لیے لکھا گیا ہے اور نثر میں ہے۔ جگہ جگہ نعتیں شامل کی گئی ہیں۔ کتاب میں تسخیر بدایونی کی دو نعتیں اور ۲۶۲ اشعار کی مثنوی "قصہ دائی حلیمہ" ہے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

اللہ کی نظر میں نبیؐ ہیں چڑھے ہوئے
رتبے نہ کیوں ہوں سارے جہاں سے بڑھے ہوئے

محمدؐ ہے نبی پیارا ہمارا
یہی ہے اے خدا آقا ہمارا

۱۔۔۔ منشی محمد سخاوت حسین

۲۔۔۔ مطبع مجیدی، کانپور۔ جولائی ۱۹۱۴ (صفحات ۱۱۲)

تسخیر بدایونی

(۲) نزولِ رحمت[1]

کتاب میں ایک قطعہ، ایک فارسی نعت، ۱۴، اور ۳۶ بند کے ۲ مخمس، ۱۳ بند کا ایک مسدس، ۹ بند کا ایک خمسۂ مناجات، ۳۱ شعر کا قصیدہ متضمن حلیۂ شریف اور سلام در حالِ ولادت شامل ہیں۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

لکھا جس وقت بسم اللہ کہہ کر نام سرور کا
قلم کو میرے دعوٰی ہو گیا جبریلؑ کے پر کا

ہوئے پیدا فخرِ دنیا، ہوئے پیدا میرے مولا　　اٹھو سب کہ آئے آقا، لو کرو ادب سے مجرا[2]

۱۔۔۔ مطبع وجیدی، کانپور۔ محرم ۱۳۴۳ھ (صفحات ۲۴)

۱۔ کتاب کے آخر میں کسی اور شاعر متخلص بہ مدّاح کا قصۂ اویس قرنی اور قصۂ صدیقِ اکبر منظوم اور دو نعتیں ہیں

عائشہ تسنیم[1]

موجِ تسنیم[2]

حضرتِ اقدس، مرسلِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلّم
مظہرِ دین اور رہبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم
ان کی آمد رحمتِ یزداں، اُن کی بعثت بخششِ رحماں
خلقِ خدا کے رہبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلّم[3]

۱۔ امۃ اللہ۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی بڑی ہمشیرہ (وفات جنوری ۱۹۷۶)

۲۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری نے شاعرہ کے نواسے مولوی سید محمد حمزہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کی دیگر تصانیف کے علاوہ "موجِ تسنیم" (مجموعۂ نعت) اور "بابِ کرم" (مجموعۂ مناجات) شائع ہو چکے ہیں (تذکرہ نعت گو شاعرات ص ۱۱۱)

۳۔ ڈاکٹر ابوسلمان اور خالد علیم نے (شام وسحر لاہور۔ نعت نمبر ۶۔ ص ۲۱۴، ۲۱۵) میں اسی نعت کے چند اشعار نمونے کے طور پر دیے ہیں۔ کتاب اُنہوں نے بھی نہیں دیکھی

تہنیت النسا تہنیت[1]

ذکر وفکر[2]

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری لکھتے ہیں "ان کا سارا کلام نعتِ رسالت مآب میں ہے۔ نعت کے سوا کچھ نہیں کہا۔"[3]

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ہمیں مدینہ کی ہر بات یاد آتی ہے
حرم کی طرزِ مدارات یاد آتی ہے

ہے تصور میں ہمیشہ اب سراپائے نبیؐ
ہم سراپا اک گلستاں بن گئے ہیں آج کل

۱۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ کی اہلیہ
۲۔ سب رس کتاب گھر، حیدرآباد دکن۔ ۱۹۵۶ بحوالہ قاموس الکتب اردو (جلد اول)
۳۔ تذکرہ نعت گو شاعرات۔ ص ۳۷

ثاقب[۱]

؟ [۲]

جو مصروفِ ثنا، مشغولِ نعتِ مصطفیٰؐ ہو گا
وہ موصوفِ خدا، مقبولِ ذاتِ کبریا ہو گا
محمدؐ کا یہ ہے نورِ تجلّٰی کہ ہر عالم ہے معمورِ تجلّٰی
کیا شان ہے رسولِ خدائے قدیر کی پائی کہیں نظیر نہ اُس بے نظیر کی
ہمیشہ ہر طرف جلوہ رہے گا نورِ احمدؐ کا
بنایا اس کو مظہرِ حق نے اپنی ذاتِ سرمد کا
شبِ میلادِ پیغمبرؐ سے فخرِ روزِ روشن ہے
مہِ اوجِ شرف مہرِ فلک پر پرتو افگن ہے[۳]

۱۔ شاعر کا پورا نام معلوم نہیں ہو سکا
۲۔ کتاب ناقص الاوّل والآخر ملی ہے۔ سرورق سے صفحہ ۱۲ تک غائب ہیں۔ آخر میں ۲۹۲ کے بعد کے صفحات بھی نہیں ہیں۔ کتاب محمد شفیع رضوی (ہجویری پبلشرز) کے ذاتی ذخیرۂ کتب سے ملی ہے
۳۔ زیرِ نظر ۲۸۶ صفحات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلادِ پاک، معراج مبارک اور غزوات وغیرہ کا ذکر ہے۔ جگہ جگہ منظومات ہیں جو سب کی سب ثاقبؔ کی ہیں۔

ان منظومات میں ایک حمد، ۳ حمدیہ قطعات، ایک فارسی نعت، ۴۰ اردو نعتیں، ۱۳ اردو نعتیہ رباعیات، ایک فارسی نعتیہ رباعی، ۱۱ اردو نعتیہ قطعات، سرکارؐ کا ایک منظوم نسب نامہ، ۹۳ اشعار کی ایک نعتیہ مثنوی، ۲۲ بند کا ایک نعتیہ مسدس، ۷ بند کا ایک نعتیہ مخمس، قدسی کی نعت پر تضمین بصورتِ مخمس کے علاوہ گیارہ مناقب، ۲۱ نظمیں، ایک غزل، ۶ قطعات اور ۳ رباعیات شامل ہیں۔

عبدالکریم ثمر ① شعر والہام[1]

ہوئی جب رسالت کی مشعل فروزاں تو آنکھیں ہوئیں چاند تاروں کی خیرہ
وہ نورِ ہدایت کہ جس نے زمانے میں تاریکیوں کا گریباں ہے چیرا

کعبۂ صبحِ ازل محرابِ ایوانِ رسولؐ
عظمتِ شامِ ابد شمعِ شبستانِ رسولؐ
یثربؐ کی ہواؤں نے پیہم مسرور کیا، سرشار کیا
ذرّوں کو حریفِ مہر کیا، قطروں کو دُرِ شہوار کیا
فضائے دو جہاں شمعِ شبستانِ محمدؐ ہے
سرِ محرابِ گردوں شرحِ ایوانِ محمدؐ ہے
تم سیدِ کونین ہو، محبوبِ خدا ہو
آدمؑ کی تمنا ہو تو عیسیٰؑ کی دعا ہو

---

[1] مکتبہ عرفان، لاہور۔ اشاعت اوّل۔ دسمبر ۱۹۶۲ (کتاب غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے۔ آخر میں ۲۹ نعتیں ہیں۔

[2] طیبہ منفقدسہ

عبدالکریم ثمر ② احسنِ تقویم[2]

خدا نے نورِ نبوّت سے فیض یاب کیا
تو کہہ کے حرفِ مبشّر تجھے خطاب کیا

جلووں کا اِتّصال رسولِ کریم ہیں
رعنائیٔ خیال رسولِ کریم ہیں

تو رسولِ ربِّ کریم ہے تو ریاضِ گُل میں عزیز ہے
کوئی شاخِ گُل ہو عطا مجھے، یہ مرے وقار کی چیز ہے

شہِ آسمانے امیرِ زمینے
گلستاں بسازے بہار آفرینے [۲]

روحِ بے تاب کو انوارِ گرامی بخشیں
بیدی، اب تو مجھے در کی غلامی بخشیں [۳]

۱۔ ریٹائرڈ ونگ کمانڈر محمد ظفر کے اہتمام سے لاہور میں چھپی۔ بار اوّل ستمبر ۱۹۸۲ء (صفحات ۱۶۸)

۲۔ نعت اردو ہی کی ہے

۳۔ کتاب میں ۵ حمدیں، ۲ حمدیہ قطعات، ۱۲۷ نعتیں اور ایک نعتیہ قطعہ ہے۔ آخر میں ایک طویل نظم "سفرِ حجاز" ہے۔

عبدالکریم ثمر

(۳) شاخِ سدرہ [۱]

وہ سیّدِ کونین ہے، محبوبِ خدا ہے
وہ بدر کے میداں میں بھی مصروفِ دعا ہے [۲]

درِ سرکارِ دو عالم پہ ٹھکانے مانگے
علم و عرفان و محبّت کے خزانے مانگے

شہِ دوسرا تیری ذاتِ گرامی
دو عالم میں افضل، دو عالم میں نامی

درود آیا ہے لب پر، سلام آیا ہے
زباں پہ جب بھی محمدؐ کا نام آیا ہے
وہ اک عرب کہ جو مخدومِ کائنات رہا
حریمِ شوق میں محوِ مکالمات رہا[۳]

۱۔ آئینۂ ادب، لاہور۔ پہلی بار۔ ۱۹۷۵ (صفحات ۱۵۶)
۲۔ کتاب میں ۳ حمدیں، ایک حمدیہ قطعہ، ۱۲۸ نعتیں، ۴ نعتیہ قطعات، ۱۶۶ اشعار کی مثنوی سفرِ حجاز اور حضرت حسانؓ کی ایک منقبت شامل ہے۔
۳۔ کئی نعتیں وہی ہیں جو اُن کی دوسری کتابوں میں بھی شامل ہیں

ثمر پانچوی[۱] — چراغِ طور[۲]

جو تجھ سے دامنِ صلِّ علیٰ چھوٹا تو سب چھوٹا
یہ فردوسِ بریں کا راستہ چھوٹا تو سب چھوٹا
کلامِ پاک کی عظمت مرے حضورؐ سے ہے
خدا کے پاک کی شہرت مرے حضورؐ سے ہے
کملی والے سہارا نہ دیں گے اگر، یہ گنہگار آخر کدھر جائیں گے
آپ کی صرف چشمِ کرم چاہیے، ہنس کے راہِ خطر سے گزر جائیں گے
حق کے محبوبؐ کی دنیا میں حکومت دیکھے
چشمِ بینا ہو اگر، نورِ نبوت دیکھے
کوئی نبی نہیں مرے سرکارؐ کی طرح
یعنی جنابِ احمدؐ مختار کی طرح[۳]

۱۔ سید یونس علی

۲۔ نیوسلور بک ایجنسی، بمبئی ۔ بار پنجم۔ نومبر ۱۹۸۳ صفحات ۸۰
۳۔ کتاب میں ۸۱ نعتیں، ۱۶ نعتیہ مخمس، ۱۱ نعتیہ قطعات، ۷ امناقب، ۴ منقبتیہ قطعات اور ۲ نظمیں ہیں

جاوید اقبال قادری

خیابانِ قادری[1]

محمدؐ سے منوّر دو جہاں ہیں
محمدؐ شمعِ بزمِ لامکاں ہیں

ہجومِ یاس میں جب لب پہ ان کا نام آیا
دلِ حزیں کو مسرت کا اک پیام آیا

جو شاہِ ہر دوسرا کا غلام ہو جائے
بلند عرش سے اس کا مقام ہو جائے

کیا عزت و تکریم ہے، کیا شانِ محمدؐ   خلاق دو عالم ہے ثنا خوانِ محمدؐ
اتنا تو مرے دل میں اتر جائے مدینہ   جب بند کروں آنکھ نظر آئے مدینہ[2]

۱۔ آستانۂ عالیہ قادریہ۔ تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد۔ (صفحات ۶۴)
۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۳۲ نعتیں، ۱۰ مناقب اور ۳ نظمیں ہیں۔ شاعر کے پیر سید رستم علی شاہ قادری کی تین نظمیں بھی تبرکاً شامل کر دی گئی ہیں۔

جلال چشتی نظامی[1]

الجلال[2]

کون ہے جو پُر کرے دفتر تری توصیف کا
کون ایسا ہے جو پائے سر تری توصیف کا

تولد ہو گئے شاہِ عرب جب
منوّر ہو گیا راہِ عرب جب

نبیؐ کے عشق میں ہے قول مشروط　　کہ جوں سودا میں پورا تول مشروط

ضیائے نورِ احمدؐ سے سما روشن، زمیں روشن
عذارِ مہر میں نرگس سر مہ میں جبیں روشن
جیوں جب تک گلے میں آپ کا طوقِ غلامی ہو
مروں جب یا محمدؐ لب پہ تیرا نامِ نامی ہو[۳]

۱۔ مفتی سید محمد جلال الدین شاہ کاشمیری زریابی (مشہور نعت خواں شاعر سید ریاض الدین ریاضؔ سہروردی کے والد)

۲۔ مرتبہ ابوالعطا عبد الخالق شاہ گوہرؔ سہروردی۔ آستانہ سہروردیہ لاہور (صفحات ۱۲۸)

۳۔ کتاب میں ایک حمد، ۱۶ نعتیں، ۷ غزلیں، ایک مناجات اور ایک دعا ہے۔ نثر میں جلالؔ چشتی کے بارے میں بہت کچھ ہے، صفحہ ۴۹ تا ۵۱ پر فارسی کلام ہے

سید محمد علاءالدین جلالی　　گلدستۂ فیضانِ رسولؐ[۱]

کھینچتی ہے یوں کشش بندوں کو مولا کی طرف
جیسے خادم کا گزر ہوتا ہے آقا کی طرف

محمدؐ مصطفیٰ ایسے عرب میں نام والے ہیں
کہ اُن کے فیض سے ہم ہند میں اسلام والے ہیں

دکھا مولا مجھے ایسا رُخِ تابانِ محبوبی
کہ جس کی ہر تجلّی سے عیاں ہو شانِ محبوبی

خواہش ہے مال کی، نہ غرض عزّ و جاہ کی　　حسرت ہے آستانِ رسالت پناہ کی

تمہاری کیا صفت ہم سے بیاں اے دیں کے سرور ہو
کہ ہم کمتر سے کمتر اور تم برتر سے برتر ہو[۲]

۱۔ مطبع ادم پریس، میرٹھ (صفحات ۴۸)

۲۔ کتاب میں ۵ فارسی نعتیں ۶۱، اردو نعتیں، ۴ مناقب اور ایک نظم ہے۔

جلیل مانکپوری[۱]

معراجِ سخن[۲]

ہم بھلا تاریکیٔ مرقد سے گھبرائیں گے کیا
خواجۂ عالم جمال اپنا نہ دکھلائیں گے کیا
نہ منصب، نہ دولت، نہ زر چاہیے
مجھے آپؐ کی اک نظر چاہیے
ہم ایما آپؐ کا پاتے تو آتے اپنی آنکھوں سے
گہر اشکوں کے روضے پر چڑھاتے اپنی آنکھوں سے
الٰہی عشق دے اس کا مدینے کا جو سلطاں ہے
محمدؐ نام ہے، تاجِ رسل ہے، شاہِ خوباں ہے
موسیٰ سے کہو، دیکھ لیں رخسارِ محمدؐ
اللہ کا دیدار ہے دیدارِ محمدؐ[۳]

۱۔ حافظ جلیل الحسن (امیر مینائی کے شاگرد اور جانشین) وفات ۱۳۶۵ھ
۲۔ نظامی پریس لکھنؤ۔ ۱۳۴۶ھ (صفحات ۴۶ سے زیادہ ہیں)
۳۔ اس مجموعہ میں ۳۱ نعتیہ غزلیں، ایک ترجیع بند (شبِ معراج) ۸ رباعیاتِ شبِ معراج اور ۵ نعتیہ رباعیات ہیں۔ باقی کلام مناقب پر مشتمل ہے (اردو میں نعتیہ شاعری ص ۵۱۶)

جمیل عظیم آبادی

وحدت و مدحت[۱]

مرا ذہنِ رسا جب مائلِ افکار ہوتا ہے
ثنا سرکارؐ کی ہوتی ہے، دل سرشار ہوتا ہے
یادِ احمدؐ میں دن ہم گزارا کریں
اس طرح عاقبت کو سنوارا کریں

جو آپ کا پیرو ہوتا ہے ، وہ مومن کامل ہوتا ہے
ہر فکر و نظر کے رستے میں آسودۂ منزل ہوتا ہے
در پہ آقا کے باچشم نم جاؤں گا
دیکھنے اُن کا جود و کرم جاؤں گا
ہر حرف نعت میرا عبارت وفا سے ہے
ہر لمحہ انتساب رسولِ خدا سے ہے [۲]

۱ــــ راشد پبلی کیشنز ، کراچی ۔ بار اوّل ۔ ۱۹۸۷ ، صفحات ۲۲۴
۲ــــ کتاب میں ۱۶ حمدیں ، ۱۶ احمدیہ قطعات و رباعیات ، ۸۴ نعتیں اور ۲۱ نعتیہ قطعات / رباعیات ہیں

جمیل الرحمٰن قادری رضوی

قبالۂ بخشش [۱]

۱۳۴۰ھ

خدا نے جس کے سر پر تاج رکھا اپنی رحمت کا
درود اس پر ہو ، وہ حاکم بنا ملکِ رسالت کا
روشن ہے دو عالم میں مہ روئے محمد
کونین ہے عکس رُخ نیکوئے محمد
شکر تیرا ہو سکے کس طرح رحمانِ رسول
مجھ سے عاصی کو کیا تو نے ثنا خوانِ رسول
یا رب مرے دل میں ہے تمنائے مدینہ
ان آنکھوں سے دکھلا مجھے صحرائے مدینہ [۲]
بشر سے غیر ممکن ہے ثنا حضرت محمد کی
خدا کرتا ہے خود قرآن میں مدحت محمد کی [۳]

۱ــــ رضوی کتب خانہ ، بریلی (مطبوعہ لیتھو برقی پریس ، لکھنؤ) ۱۹۶۲ (صفحات ۱۰۸)

۲۔۔ کتاب میں ایک حمد، ۹۲ نعتیں، ۱۵ مناقب، ایک مناجات اور ۹ نعتیہ قطعات ہیں
۳۔۔ میں نے مکتبہ نوریہ رضویہ، لائلپور (فیصل آباد) کا چھپا ہوا نسخہ بھی دیکھا ہے

جسٹس (ریٹائرڈ) اے آر چنگیز — گلدستۂ حمد و نعت[۱، ۲]

نبیوں میں تری شان ہے سب سے ہی نمایاں
تو والی ہو جس کا، ہے خدا اُس کا نگہباں
پڑھتا درود تم پہ ہوں میں سیّد البشر[۳]
جاتی ہے شوقِ دید میں ہر سو مری نظر
تڑپ رہا ہے دل بے قرار سینے میں
سکون مل گیا آ کر مجھے مدینے میں
جان لی قدرِ نظامِ مصطفیٰ[۴]
میں نے جب سمجھا پیامِ مصطفیٰ[۴]
بھٹکتا پھرتا ہوں، رستہ دکھا دو یا رسول اللہ
دلِ تاریک کو روشن بنا دو یا رسول اللہ

۱۔۔ سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور۔ بار اوّل۔ ۱۹۸۵۔ (صفحات ۲۴۸)
۲۔۔ کتاب میں ۷ حمدیں، ۲ حمدیہ نظمیں، ۵۲ نعتیں اور ۶۵ نظمیں ہیں۔ کتاب میں حُسنِ ترتیب عنقا ہے، نعتیں حمدیں اور نظمیں بکھری ہوئی ہیں
۳۔۔ ''حمد و نعت'' کے نام سے سرور بجنوری کی کتاب ۱۴۰۱ھ میں اور ع س مسلم کی کتاب ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔

"نعت" لائبریری کے لیے
حضرت حسانؓ حمد و نعت بک بینک کراچی
کا عطیہ

"حضرت حسانؓ حمد و نعت بک بینک پاکستان" ۱۴۸۴/۲ شاہ فیصل کالونی ۲ کراچی ۲۵ کے جناب غوث میاں نے نعت لائبریری کے لیے درج ذیل ۲۷ کتابوں کا عطیہ بھیجا ہے:

۱۔ کاروان مدینہ	از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
۲۔ سیدالمرسلینؐ	از سکندر لکھنوی
۳۔ سحابِ رحمت	"
۴۔ تسکینِ روح	"
۵۔ سفینۂ دل	"
۶۔ ارمغانِ حرم	"
۷۔ سراجاً منیرا	"
۸۔ ممدوحِ کائنات	"
۹۔ قاسمِ خُلد	"
۱۰۔ میخانۂ عرفاں	"
۱۱۔ محفلِ پُرنور	از سید محمد محمود حسن محمود رضوی
۱۲۔ رحمت فشاں	"
۱۳۔ چمن حُسنِ چمن	"
۱۴۔ بہارِ عقیدت	از سید محمد مرغوب اختر الحامدی
۱۵۔ منوّر نعتیں	از منوّر بدایونی

۱۶۔ نعت و سلام — از وحیدہ نسیم
۱۷۔ بینائے کوثر — از محمد جان انجم وزیر آبادی
۱۸۔ سامانِ بخشش — از مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری
۱۹۔ کلام سراج — از سراج الدین سراج آغائی
۲۰۔ قبالۂ بخشش — از صوفی جمیل الرحمٰن قادری
۲۱۔ تجلیاتِ شمس — از شمس الحق شمس پنیسوی
۲۲۔ مجموعۂ سلام بیارگاہِ خیر الانام — مرتبہ انیس احمد نوری
۲۳۔ تحفۂ محمدیؐ ۔ چار حصے — مؤلفہ پروفیسر محمد الیاس برنی
۲۴۔ اغثنی یا رسول اللہ — مرتبہ محمد منشا تابش قصوری
۲۵۔ مدینے دے نظارے (پنجابی) — از ناصر چشتی سیالوی
۲۶۔ خکلی نعتونہ (پشتو) — مؤلفہ محمد عباس قادریہ
۲۷۔ فراق او بنگے (پشتو) — از شیر زمان محتاج

نعت لائبریری کے لیے عطیّات

۱۔ ماہنامہ "مولوی" دہلی رسولؐ نمبر ۱۳۴۵ھ ۲۔ ماہنامہ "الاسلام" لاہور صفر و ربیع الاول ۱۳۵۳ھ / مئی جون ۱۹۳۴ ۳۔ "مولوی" دہلی۔ رسولؐ نمبر حصّہ ۲۔ ۱۳۶۲ھ ۴۔ آئینۂ کلام محمد حسین رضی مرتبہ قاضی مظہر النعیم صدیقی ۵۔ حُسنِ خیال از خواجہ محمد اسلم اسلم ۶۔ نغمۂ سرور حصّہ اول مرتبہ غلام سرور قصوری ۷۔ نعتِ رسولؐ مطبوعہ فیروز سنز	ضیاء الدین لاہوری صاحب ایم اے (معروف ماہرِ فلکیات) آصف بلاک۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
۸۔ کلامِ ابی طالب مرتبہ و مترجمہ علی حسنین شیفتہ	علی حسنین شیفتہ صاحب ایم اے ۱۱۲۔ اسٹیڈیم روڈ۔ سرگودھا
۹۔ آفتابِ حرا از اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی	خالد شفیق صاحب ناظم مجلسِ اردو ڈی / ۳۸۹۵۔ لوہاری منڈی۔ لاہور
۱۰۔ درود تاج پر اعتراضات کے جوابات از غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ	صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی صاحب مدرسہ انوار العلوم۔ کچہری روڈ۔ ملتان
۱۱۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ از ابو انیس محمد برکت علی لودھیانوی	نوازش علی صاحب۔ نثار آرٹ پریس گلبرگ۔ لاہور
۱۲۔ ارشاداتِ رب العالمین و رحمۃ للعالمین مرتبہ منیر احمد	منیر احمد غازی صاحب ۱۰۳۔ ایف۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
۱۳۔ درود شریف کے فوائد مرتبہ فیاض حسین چشتی نظامی	فیاض حسین صاحب چشتی نظامی۔ علی ہاؤس۔ نیو مسلم ٹاؤن۔ لاہور
۱۴۔ نذرِ سعید از تابش صمدانی ۱۵۔ منقبت کے پھول از تابش صمدانی	طفیل احمد تابش صمدانی صاحب ایڈووکیٹ۔ ۳۴ وی۔ نیو ملتان

۱۶- شانِ محمدؐ مرتبہ محبت خاں بنگش	محبت خاں بنگش صاحب صدر ادارۂ علم و ادب۔ گلاخیل بہزادی چکر کوٹ۔ کوہاٹ
۱۷- "العزیز" میلاد نمبر ۱۹۱۹ء ۱۸- "مولوی" دہلی رسولؐ نمبر	محمد شفیع رضوی صاحب ہجویری پبلشرز، لاہور نے ان کی فوٹوسٹیٹ لینے کی اجازت دی
۱۹- "مولوی" دہلی۔ رسولؐ نمبر ۱۳۴۹ھ ۲۰- "القریش" رسولؐ نمبر ۱۹۱۸ء ۲۱- نسیم گلشنِ نعت ازفتح محمد حقیر فاروقی	دارالعلوم نعمانیہ۔ اندرون ٹکسالی دروازہ لاہور کے کتب خانے سے لے کر ان کی فوٹوسٹیٹ حاصل کی
۲۲- مجلہ "قومی اتحاد" مرتبہ سید منیر علی جعفری	ادارہ میراالادب۔ ۳-۱۳/۱۱ سی نزد جیلانی منزل ناظم آباد۔ کراچی
۲۳- رسولِ خدا محسنِ اعدا۔ موتمرِ عالمِ اسلامی، میانوالی	کلیم اللہ ملک صاحب چیپ میڈیکل سٹور میانوالی
۲۴- نغماتِ قادری از فقیر قادری ۲۵- افکارِ قادری " ۲۶- جذباتِ قادری " ۲۷- چشمِ نم " ۲۸- بادۂ رنداں "	ڈاکٹر اسلم فقیر قادری صاحب مکتبۂ غوثیہ۔ ۲ شالامار ٹاؤن۔ لاہور بتوسط محمد حفیظ صاحب
۲۹- محبوبِ خدا از چودھری افضل حق ۳۰- "چٹان" لاہور رحمۃ للعالمینؐ نمبر	مرزا ارشاد احمد علیمی صاحب جمیل منزل۔ جادہ۔ جہلم
۳۱- النبی الخاتمؐ از مولانا مناظر احسن گیلانی ۳۲- سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ قرآن نمبر تین حصے ۳۳- ماہنامہ محدث لاہور۔ رسولِ مقبولؐ نمبر حصہ دوم	راجا رشید محمود ایڈیٹر "نعت"
۳۴- حدیثِ قدسی مرتبہ قاضی محمد عمر	محمد اسلم صاحب لائبریرین پنجاب پبلک لائبریری نے اس کی فوٹوسٹیٹ لینے کی اجازت دی

نعت

نعتِ سرکار مرے دور کی پہچان بھی ہے
میری بخشش کا سرِ حشر یہ سامان بھی ہے

مَیں نے فرقت میں حضوری کا مزا پایا ہے
میرا اظہار مرے درد کا درمان بھی ہے

نعت سے مجھ کو سلیقہ ملا گویائی کا
اپنے آئینِ عقیدت کا یہ اعلان بھی ہے

ان کے ناموس کی عظمت پہ تصدّق ہوں گے
اپنے آقا سے غلاموں کا یہ پیمان بھی ہے

نعت کو شانِ عطا وجہِ شفاعت کہیے
ہم پہ سلطانِ دو عالم کا یہ احسان بھی ہے

مَیں نے پلکوں پہ ستارے سے اُبھرتے دیکھے
مدحِ سلطانِ جہاں رفعتِ وجدان بھی ہے

نعت و مدحت کی ہے حقدار فقط ذات وہی
عینِ قرآن ہے جو صاحبِ قرآن بھی ہے

شاعرو! مدحتِ آقاؐ میں یہ ملحوظ رہے
جو بھی کہتے ہو وہ سرکار کے شایان بھی ہے؟

نعت ہے حکمِ الٰہی کی سراسر تعمیل
یہ ہے ایمانِ رضاؔ، سُنّتِ حسّانؓ بھی ہے

پروفیسر محمد اکرم رضاؔ (گوجرانوالہ)

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نعتِ نبیؐ ہے عشقِ رسالت کا انتساب
نعتِ نبیؐ حریمِ محبت میں باریاب
نعتِ نبیؐ دلیل ہے حبِ رسولؐ کی
نعتِ نبیؐ ہے ذوقِ مرصّع کا انتخاب
نعتِ نبیؐ ہے سایۂ دامانِ عافیت
نعتِ نبیؐ ہے دافعِ ہر رنج و اضطراب
نعتِ نبیؐ سے رفعتِ فہم و شعور ہے
نعتِ نبیؐ ہے رُوئے عقیدت کی آب و تاب
نعتِ نبیؐ ہے منزلِ عرفاں کی روشنی
نعتِ نبیؐ سے جہل کے اٹھتے ہیں سب حجاب
نعتِ نبیؐ سے وادیٔ افکار پھول پھول
نعتِ نبیؐ سے سوچ میں آتا ہے انقلاب
نعتِ نبیؐ ہے شیوۂ خلّاقِ کائنات
نعتِ نبیؐ ہے سنّتِ حسانؓ و بوترابؓ
نعتِ نبیؐ خراجِ عقیدت ہے آپ کا
اُن کو کہ جن سے رُوحِ دو عالم ہے فیض یاب

غلام مُصطفیٰ قمر (حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ)

ایڈیٹر "نعت" کی چند مطبوعات

ایڈیٹر نعت کی بیس سے زیادہ تصانیف / تالیفات شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہیں۔

۱۔ **حدیثِ شوق** | دوسرا مجموعۂ نعت جس میں ۸۰ نعتیں ہیں۔ آخر میں راجا رشید محمود کی نعتیہ شاعری کے بارے میں اہلِ علم و دانش کی آرا شامل ہیں۔ دوسرا ایڈیشن صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۲۴ روپے

۲۔ **نعتاں دی اَٹی** | پنجابی مجموعۂ نعت جس میں ۶۳ نعتیں ہیں "حدیثِ شوق" کی طرح اس مجموعے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "تُو یا تم" کا صیغہ استعمال کرنے کی جسارت نہیں کی گئی دو رنگی طباعت۔ صفحات ۱۴۴۔ قیمت ۳۰ روپے۔

۳۔ **قُلزمِ رحمت** | امیر مینائی کے مجموعۂ نعت "محامدِ خاتم النبیین" میں سے اسّی نعتوں کا انتخاب شروع میں "امیر مینائی اور ان کی نعت" کے عنوان سے تحقیقی مقدمہ۔ صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۰ روپے۔

۴۔ **نعتِ حافظ** | حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ مجموعوں کا انتخاب۔ شروع میں "حافظ اور کلامِ حافظ" کے عنوان سے ۳۵ صفحات کا مقدمہ۔ صفحات ۲۸۰۔ قیمت ۷۵ روپے۔

۵۔ **میرے سرکار** | سیرۃ النبی کے مختلف موضوعات پر ایڈیٹر نعت کے فکر انگیز اور بصیرت افروز مضامین کا مجموعہ۔ صفحات ۱۴۴۔ قیمت ۱۸ روپے۔

۶۔ **احادیث اور معاشرہ** | حُسنِ معاشرت کے بارے میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس ۳۰ احادیث مبارکہ کی تشریح۔ دوسرا ایڈیشن صفحات ۱۵۲۔ قیمت ۱۸ روپے۔

۷۔ ماں باپ کے حقوق | کتاب ۱۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کی تالیف میں ۷۰ سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۲۱ روپے۔

۸۔ اقبال، قائدِ اعظم اور پاکستان | بانیٔ پاکستان، حکیم الامت اور مملکتِ خداداد کے بارے میں اہم تحریر۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۶۰ قیمت ۳۰ روپے۔

۹۔ اقبال و احمد رضا۔ مدحت گرانِ پیغمبر | علامہ محمد اقبال اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی قدرِ مشترک عشقِ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر ایک جامع تحریر تیسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت دس روپے۔

۱۰۔ راج دلارے | بچوں کے لیے راجا رشید محمود کی نظمیں۔ دوسرا ایڈیشن۔ دو رنگی طباعت صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۸ روپے۔

۱۱۔ تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ | تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ کے اسباب و علل اور اس کے عواقب و نتائج کا یہ پہلا تاریخی اور تحقیقی تجزیہ ہے جسے حقائق کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا گیا ہے صفحات ۲۶۴۔ قیمت ۶۵ روپے۔

آپ کو جن کتابوں کی ضرورت ہو، اُن کی قیمت بھیج دیں، کتابیں آپ کو فوراً پوسٹ کر دی جائیں گی۔

اختر کتاب گھر

اظہر منزل، مسجد سٹریٹ ۵۔ نیو شالامار کالونی، ملتان روڈ لاہور


Fruit
Shezan
processes
the tastiest
fruit products
more fruit more taste
Shezan International (Pvt) Ltd Lahore — Karachi

اربابِ علم و دانش کی توجہ کے لیے

○ **رسولؐ نمبروں کا تعارف** : برصغیر پاک و ہند میں بہت سے رسائل و جرائد عیدِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر سرکارؐ سے محبت و عقیدت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ماہنامہ "نعت" کا ایک خاص نمبر ان رسولؐ نمبروں کے تعارف کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی رسولؐ نمبر ہو تو ازراہِ کرم اس کی فوٹوسٹیٹ عنایت فرمائیں اور مناسب سمجھیں تو قارئینِ نعت کے لیے اُس کا تعارف بھی تحریر فرما دیں (بصورتِ دیگر آپ کی اجازت سے ادارۂ "نعت" تعارف لکھ دے گا) "نمبر" کی فوٹوسٹیٹ نقل آپ کے شکریے کے ساتھ، نعت لائبریری میں محفوظ کر لی جائے گی۔

○ **سراپائے سرکار صلے اللہ علیہ وسلم** : مستقبل قریب میں ماہنامہ "نعت" کا ایک خاص نمبر "سراپائے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم" کے حوالے سے شائع ہوگا۔ آپ کے ذخیرۂ کتب میں کسی مرحوم یا زندہ نعت نگار کا منظوم "سراپائے سرکارؐ" ہو تو اس کی نقل عنایت فرمائیں۔ کسی اہم نعت گو کے "سراپا" پر آپ مقالہ تحریر فرمانا پسند فرمائیں تو چشم ما روشن .... اور آپ خود حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کا سراپا لکھنا چاہیں تو ہم سراپا انتظار ہیں۔

○ **نعتیہ قصائد** : آپ کی نظر میں کچھ اردو نعتیہ قصائد ہوں، یا آپ کوئی قصیدہ رقم فرما سکیں، تو کرم کریں ——— تاکہ "نعتیہ قصائد" کے موضوع پر زیرِ ترتیب خاص نمبر میں شامل کیا جا سکے۔

○ جان محمد قدسی کی مشہور نعت "مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی۔ دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی" کے حوالے سے ماہنامہ "نعت" کا ایک خاص نمبر عنقریب اشاعت پذیر ہوگا۔ اگر آپ نے اس نعت کی تضمین کی ہے یا کوئی تضمین آپ کے پیشِ نظر ہے تو ازراہِ کرم اس کی نقل ارسال فرمائیں۔ آپ اس نعت کا منظوم ترجمہ اردو، عربی یا کسی اور زبان میں کر سکتے ہوں تو مہربانی فرمائیں۔ قدسی کی نعتیہ شاعری کے کسی پہلو پر مقالہ تحریر فرمانا پسند کریں تو ایڈیٹر "نعت" کو لکھیں ———

ضلع وار نعت گو

پاکستان کے تمام ضلعوں کے نعت گوؤں، نعت کے موضوع پر تحقیقی اور تنقیدی کام کرنے والوں اور نعت خوانوں کے تذکروں پر مشتمل خاص نمبر شائع کرنا پیشِ نظر ہے۔

آپ ازراہِ کرم اپنے ضلع یا دوسرے ضلعوں کے نعت گوؤں، نعت خوانوں اور نعت کے موضوع پر کسی بھی حیثیت سے کام کرنے والوں کے پتے ہمیں ارسال فرمائیں۔

نعت گو شعرائے کرام اپنے تمام نعتیہ کلام کی نقل مہیا فرمائیں تاکہ ان کے فکر و فن پر مقالات لکھوائے جا سکیں، ان کا منتخب کلام شائع کیا جا سکے ——— اور، اس طرح ان کے ضلعے کے نعت گوؤں کا نمبر وقیع ہو سکے۔ (ماہنامہ "نعت" کے نزدیک ہر وہ شاعر نعت گو ہے جس نے ایک زبان میں کم از کم دس نعتیں کہی ہوں)

اِن خاص نمبروں میں زبان کی قید نہیں ہے۔ آپ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، پشتو، سندھی، پنجابی، سرائیکی، پوٹھوہاری، ہندکو ——— کسی بھی زبان میں نعت کہتے ہوں، اپنے ضلعے کے خاص نمبر میں آپ کا تذکرہ شامل ہونا چاہیے۔ اپنے مختصر حالاتِ زندگی بھی بھیجیے۔

اظہر محمود

مینجر ماہنامہ "نعت" اظہر منزل، نیو شالامار کالونی۔ لاہور کوڈ ۵۴۵۰۰

آیندہ خاص نمبر

مئی ـــــ ۱۹۸۸ء مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)



تیز تر - بیش مزا - بیش قدر
نئی
رچ برو
RICHBRU
Lipton
RICHBRU
پاکستان بھر میں
سب سے زیادہ پی
والی چائے
LRB / 87

ماہنامہ نعت لاہور
جلد ۱
شمارہ ۵
مئی ۱۹۸۸ء

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حصہ دوم

○ ایڈیٹر: راجا رشید محمود
○ معاون: ضیاء الحق قریشی ایم اے

مشیرِ خصوصی:
چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مشیرِ قانون:
شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

○ خطاط: جمیل احمد قریشی تنویر رقم
محمد یوسف نگینہ
خلیل احمد نوری

○ مینجر: اظہر محمود

قیمت
فی شمارہ: ۱۰ روپے
زرِ سالانہ: ۱۲۰ روپے

○ دفتر رابطہ:
۱۸۔ راحت مارکیٹ
اردو بازار۔ لاہور۔ فون ۵۸۶۶۶

○ پرنٹر: محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز، لاہور
○ پبلشر: راجا رشید محمود
○ بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید
بک بائنڈنگ ہاؤس۔ ۳۸۔ اردو بازار، لاہور

مقامِ اشاعت
اظہر منزل مسجد سٹریٹ ۵
نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ
لاہور ۵۴۵۰۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ نے کہا:

جنھوں نے دُنیا کی تاریخ کو سنوارا، جن کے وجودِ باجُود کی برکت سے ہستی کو ہستی ملی وُہ جس شہر کے شہر یار ہیں، اس کا جواب کہاں

علم بولا:

جہاں مدینۃ العلم (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا ڈیرا ہے، وُہ جگہ اہلِ علم کے دلوں میں بستی ہے

وجدان پُکارا:

عفو چاہنے والو! رحمت کے طلبگارو! وُہ بستی ایسی پناہ گاہ ہے جس کے صدر دروازے پر "جَآءُوْكَ" کی نوید کندہ ہے

احساس گویا ہُوا:

وُہ بستی اُن کا مسکن ہے، جو عالمین کے لیے رحمت ہیں،

وُہ بستی نہ ہوتی، تو ہمارے دل کی بستی کیسے بستی؟

زبان اپنی زبانِ حال سے پُکاری:

میں تو بنائی اسی لیے گئی ہُوں، میں تو اس سرزمین کے گُن گاؤں گی

قلم نے کہا:

میرے خالق و مالک نے میری قسم اسی لیے کھائی تھی کہ میں مولا کے مدینہ کی تعریف میں تر زبان رہوں ــــ اور سرکار جس شہر میں پھرتے رہے، جس شہر میں تشریف [illegible] اُس کے تقدس کی، اس کی عظمت کی قسم کھاؤں!

اور ــــــ،

آنکھ۔ بے چاری آنکھ:

میری آنکھ کچھ دیکھنے کی حسرت میں کُھلی ہے

دیکھتی ہے ــــــ کہ بینائی چاہتی ہے، نُور مانگتی ہے

خدایا!

اس کاسۂ طلب کو بینائی کی بھیک بخش دے، یعنی اس میں تجلیاتِ طیبہ بھر کر اسے ہمیشہ کے لیے بند کر دے!

اِلٰہی یہ جو سند ہر میری آفت داد دیکھا اس تھیں بعد جے ویکھاں کجھ تے موت دا منظر ویکھاں

(ایڈیٹر)

حسنِ ترتیب

مضامین

نعتیں

نظمیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوابگاہِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ۱۰

"بانگِ درا" کے حصۂ سوم کی پہلی نظم "بلادِ اسلامیہ" ہے۔ اِس نظم میں حکیم الاُمت علامہ محمد اقبالؒ دلّی، بغداد، قرطبہ اور قسطنطنیہ کا ذکر کرنے کے بعد مدینۃ الرسول (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

وہ زمیں ہے تُو مگر اے خوابگاہِ مصطفےٰ
دید ہے کعبے کو تیری حجِّ اکبر سے سوا

خاتمِ ہستی میں تُو تاباں ہے مانندِ نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظّم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

نام لیوا جس کے شاہنشاہِ عالم کے ہوئے
جانشیں قیصر کے، وارث مسندِ جم کے ہوئے

ہے اگر قومیتِ اسلام پابندِ مقام
ہند ہی بنیاد ہے اس کی، نہ فارس ہے، نہ شام

آہ طیبہ! دیس ہے مسلم کا تُو، ماویٰ ہے تُو
نقطۂ جاذب تاثّر کی شعاعوں کا ہے تُو

جب تلک باقی ہے تُو دُنیا میں، باقی ہم بھی ہیں
صُبح ہے تو اِس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

(علامہ) محمد اقبالؒ

شانِ گنبدِ سبز

نہیں برج و قمر بقعہ ہے انوارِ مؤبّد کا
برابر رات دن فیضان ہے نورِ مجرد کا
عجب عالم کلس پر ہے، عجب جلوہ ہے گنبد کا
بیاں ہو کس سے کانِ روضۂ پُرنورِ احمدؐ کا
کہ جس پر یک غلافِ سبز ہے چرخِ زبرجد کا

کروں وصفِ بنا یا وصفِ نعت اس کے مشہد کا
فلک کہنا سبب ہوتا ہے کسرِ شانِ گنبد کا
نہیں کرسی نشیں قبہ جو سمجھوں عرشِ امجد کا
لکھوں اک مختصر جملہ کہ روضہ ہے محمدؐ کا
یہی مسند الیہ اچھا سبب ہے، رفعِ مسند کا

کھنچا سطحِ زمیں پر جب سے خطِ روضۂ انور
شعاعِ مہر کو پرکار کے مانند ہے چکّر
ثوابِ طوفِ حج پاتے ہیں قدسی گرد پھر پھر کر
شب و روز آسماں ہوتے ہیں قرباں اس کے روضے پر
کہ ہے تو دائروں میں ایک مرکز کاف گنبد کا

زمینِ روضۂ انور فلک سے ہے کہیں افضل
ہُوا ہر روزنِ دیوار چشمِ جوہرِ اوّل
غبارِ در سے ہے آئینۂ خورشید کو صیقل
جبینِ عرشِ ایزد پر ہے خاکِ آستاں صندل
ہر اک ذرّہ ستارہ ہے کلاہِ فرقِ فرقد کا

بلندی میں وہاں یہ روضۂ رفعت نشاں پہنچا
جہاں اُڑ کر نہ شہبازِ خیالِ قدسیاں پہنچا
جبینِ عرش سے آگے وہ سنگِ آستاں پہنچا
زمیں تا آسماں پہنچی، مکاں تا لامکاں پہنچا
کہاں تک اوج لکھیے اس کی خاکِ پاکِ مرقد کا

——— محسنؔ کاکوروی

گنبدِ خضرا

اے بہارِ باغِ طیبہ، گنبدِ سبزِ رسولؐ　　قبۂ فردوس یا گلدستۂ طوبیٰ ہے تو
جلوۂ فطرت سے ہے لبریز تیرا عرض و طول　　کیا مدوّر مصرعِ برجستۂ طوبیٰ ہے تو

طورِ سینا کی طرح اے سبزۂ کانِ حجاز　　جلوہ گاہِ احمدؐ محمودؐ بن جاتا ہے تو
دیکھتا ہے دُور سے جب تجھ کو مہمانِ حجاز　　انتہائے جادۂ مقصود بن جاتا ہے تو

آہ، اے رنگین تاجِ فرقِ بستانِ رسولؐ　　پردۂ رنگِ بہارِ زیرِ داماں تجھ سے ہے
ایک تو ہے حاملِ اسرارِ پنہانِ رسولؐ　　چھپ نہ سکتا جو کبھی وہ چاند پنہاں تجھ سے ہے

گنبدِ خضرا، تجھے مینارِ کعبہ کی قسم　　صاحبِ گنبد کو دنیا کی خبر للہ دے
کیا تعجب ہے کہ آئے جوش پر ابرِ کرم　　جلوۂ بے باکِ تکلیفِ تجلی گاہ دے

تو بھی دیکھے، ہم بھی دیکھیں، دیدۂ آفاق بھی
تیرے قامت پر ہو عالم شاخِ نخلِ طور کا
مضطرب بھی ہے جہاں، بے صبر بھی، مشتاق بھی
کھول دے، کب تک چھپائے گا خزانہ نور کا

ـــــــ سیمابؔ اکبر آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے ۔۔۔ جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا ۔۔۔ پُوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ! ۔۔۔ او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے ۔۔۔ اصلِ مُراد حاضری اُس پاک در کی ہے

اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک ۔۔۔ حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو ۔۔۔ کُرسی سے اُونچی کُرسی اسی پاک گھر کی ہے

محبوبِ ربِ عرش ہے اس سبز قُبّہ میں ۔۔۔ پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے

کعبہ دُلھن ہے تُربتِ اطہر نئی دُلھن ۔۔۔ یہ رشکِ آفتاب وُہ غیرت قمر کی ہے

دونوں بنیں سجیلی انیلی بنی مگر ۔۔۔ جو پی کے پاس ہے وُہ سُہاگن کنور کی ہے

سرسبز وصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وُہ ۔۔۔ چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

اتنا عجب بلندیٔ جنت پہ کس لیے ۔۔۔ دیکھا نہیں کہ بھیک یہ کس اُونچے گھر کی ہے

عرشِ بریں پہ کیوں نہ ہو فردوس کا دماغ ۔۔۔ اُتری ہوئی شبیہ ترے بام و در کی ہے

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک گھر کی ہے

اعلیحضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی

طیبہ کے دن رات

تعالی اللہ طیبہ کے وہ دن رات
حرم میں ذکر و تسبیح و مناجات
وہ جاں افروز جاں پرور اذانیں
فضائے نور سے نغموں کی برسات
وہیں وجد آفریں مقبول سجدے
جہاں ہیں ان کے قدموں کے نشانات
حریم شاہ میں آنسو بہانا
وفور شوق میں پہلی ملاقات
نظر کے سامنے روضے کی جالی
تجلّی رو برو اور بے حجابات
پیام شوق اشکوں کی زبانی
زباں خاموش، دل لبریز جذبات
اِدھر میں سرنگوں بارِ گنہ سے
اُدھر خواجہؐ کی بے پایاں عنایات
مسلسل سعیِ ضبطِ آہ و نالہ
تعالی اللہ یہ مشکل مقامات
حضوری میں جدائی کا تصوّر
غموں کے کارواں، خوشیوں کی بارات
وہی ہیں حاصلِ عمرِ محبّت
مدینے میں جو گزرے چند لمحات
ابھی تک رات دن یہ سوچتا ہوں
یہ بیداری تھی یا تھی خواب کی بات
تھا خوابِ خوش تو پھر یہ خواب آئے
تھی بیداری تو پھر دیکھوں یہ اوقات
کرم فرمائیں پھر شاہِؐ مدینہ
ہوں پوری میری نیّات و مرادات

حافظ مظہر الدّین

مدینہ منوّرہ

وہ ادب گاہِ محبّت ، وہ مدینے کی زمیں
جس کا ہر ذرّہ درخشاں ، جس کا ہر گوشہ حسیں
جس زمینِ پاک کے دیوار و در عظمت نشاں
جس کے ذرّوں سے اجاگر شوکتِ دنیا و دیں
جس نے چُومے ہیں رسُولِؐ پاک کے پیارے قدم
رفعت و اقبال میں جو مثلِ چرخِ ہفتمیں
جس نے ہر دل سے مٹا ڈالے ہیں شبہات و شکوک
جس نے اہلِ دہر کو بخشا ہے ایمان و یقیں
جس کی دل افروز گلیوں پر ہے جنّت کا گماں
جس کی وہ دلکش فضائیں مثلِ فردوسِ بریں
جس کی وہ ٹھنڈی ہوائیں دل نواز و جاں فزا
جس کا پانی ذائقے میں رشکِ شہد و انگبیں
جس کی عظمت کے مقابل کبر و نخوت سر بہ خم
جس کی شوکت دیکھ کر جُھک جائے شاہوں کی جبیں
جس کے پھولوں کی مہک سے ساری دنیا مستفید
جس کے نخلستاں معطّر، جس کے گلشن عنبریں
جس کے باشندوں پہ ہے بالکل بجا دنیا کو رشک
جس کے بیٹے عظمت و اکرام میں گردوں نشیں
ساری دنیا میں وہی ہے مرکزِ امن و اماں
کتنے خوش قسمت ہیں فردوسِ مدینہ کے مکیں

اس زمینِ پاک میں ملت ہے دل کو جو سکوں
اس سے بڑھ کر کوئی بھی شے کب ہے، راحت آفریں

جانے کتنے دِل ہیں جن کو اُس کا شوقِ دید ہے
اس کے زائر اور شیدا ہر جگہ اور ہر کہیں

ساری دنیا کے لیے جو مرکزِ الطاف ہے
سب کے سب اہلِ جہاں ہیں آج جس کے خوشہ چیں

جس کو حاصل ہو مدینے میں رہائش کا شرف
وہ کبھی دنیا میں ہو سکتا نہیں اندوہ گیں

اہل دنیا کو جو کر دے بے نیازِ خسروی
دل فزا ہے کس قدر اس شہر کا نانِ جویں

اس زمین پاک نے پیدا کیے ہیں دہر میں
نکتہ دان و نکتہ رس، نکتہ طراز و نکتہ بیں

حق تعالیٰ نے اسے کتنا بڑا رُتبہ دیا
یہ زمیں ہے برتری میں آسماں کی ہم نشیں

اس جگہ آکر مہاجر اور انصار ایک ہیں
یہ جگہ روئے زمیں پر ہے اخوت کی امیں

الغرض اس سرزمیں کی خوبیاں گنوائیں کیا
اس کا ثانی ساری دنیا میں کہیں بھی تو نہیں

اور بزمی! کیا مدینے کا ہو اعزاز و شرف
یہ جگہ ہے خوابگاہِ رحمۃٌ للعٰلمیں

——— خالد بزمی (لاہور)

محترم، محتشم مدینہ ہے

رشکِ باغِ ارم مدینہ ہے — محترم، محتشم مدینہ ہے
لوحِ جاں پر رقم مدینہ ہے — شانِ لوح و قلم مدینہ ہے
زینِ عرشِ بریں جمالِ زمیں — نورِ چشمِ امم مدینہ ہے
راحتِ جانِ عاشقانِ نبیؐ — عینِ لطف و کرم مدینہ ہے
نور ہے ہر گلی مدینے کی — شہرِ نورِ قدمؐ مدینہ ہے
خاکِ طیبہ ہے ہر مرض کی دوا — چارۂ ہر الم مدینہ ہے
جائے حرز و پناہِ ہر عاصی — ہم نشیں! لاجرم مدینہ ہے
جانِ فردوس رونقِ عالم — ہاں خدا کی قسم مدینہ ہے
قریۂ امن و راحت و فرحت — گنجِ جملہ نعم مدینہ ہے
اعتبارِ عرب، نگارِ جہاں — افتخارِ عجم مدینہ ہے
روح کا چین درد کا درماں — زندگی کا بھرم مدینہ ہے
عرش سے جس پہ ہو رہی ہیں نثار — رحمتیں دم بدم مدینہ ہے

جس کے روزِ ازل سے ہیں ناظمؔ
عاشقِ زار ہم، مدینہ ہے

بشیر حسین ناظمؔ (اسلام آباد)

صلی اللہ علیہ وسلم

دیارِ رسول

اے دیارِ رحمۃ للعٰلمینؐ! اے وقارِ آسماں، فخرِ زمیں
جاذبِ دل مرحبا تیری زمیں ذرّہ ذرّہ بن گیا دل کا نگیں
تُو ہے رشکِ نزہتِ خلدِ بریں اے دیارِ پاکِ ختم المرسلینؐ
کس قدر پُرکیف ہے تیری فضا کھل گیا میرا دلِ اندوہ گیں
یہ ہوا کتنی سُرور انگیز ہے آرہی ہے بوئے فردوسِ بریں
مست و بے خود جس نے دل کو کر دیا کیا معطّر ہے یہ بوئے عنبریں
ضو فشانی سے شہِ کونینؐ کے ذرّہ ذرّہ بن گیا ماہِ مبیں
گنبدِ خضرا کا ہے سایہ نصیب کس قدر خوش بخت ہیں تیرے مکیں

رس زمیں پر سجدہ کرتے ہی بشیرؔ
ہو گئی ہے پُرضیا میری جبیں

بشیرؔ زوّاری

گہوارۂ امن و اماں

مدینہ مرکزِ نورِ خدا ہے
مدینہ مسکنِ خیرالوریٰ ہے
مدینہ شہرِ محبوبِ خدا ہے
مدینہ محورِ جود و سخا ہے
مدینہ منبعِ لطف و عطا ہے
مدینہ بیکسوں کا مدعا ہے
مدینہ روشنی کی ابتدا ہے
مدینہ رونقوں کی انتہا ہے
مدینہ جادۂ اہلِ وفا ہے
مدینہ بندگی کا ارتقا ہے
مدینہ فضل ہے رحمت کدہ ہے
مدینہ مصدرِ بیم و رجا ہے
وہی آرام گاہِ مصطفےٰ ہے

مدینہ مصطفیٰ کا آستاں ہے
مدینہ فرش پر جنت نشاں ہے
مدینہ رافتِ بیچارگاں ہے
مدینہ سجدہ گاہ عاشقاں ہے
مدینہ مخزنِ سوز اذاں ہے
مدینہ آشتی کی داستاں ہے
مدینہ غمگسارِ بیکساں ہے
مدینہ وجہِ تسکینِ بے گماں ہے
مدینہ رونقِ کون و مکاں ہے
مدینہ عظمتِ ہر دو جہاں ہے
مدینہ حرزِ دل آرامِ جاں ہے
مدینہ ایک نقشِ جاوداں ہے
وہی گہوارۂ امن و اماں ہے

درد اسعدی (حیدرآباد)

کعبۂ عاشقاں

نور کا آسماں مدینہ ہے
رشکِ صد کہکشاں مدینہ ہے

کیوں نہ سجدے کو دل جھکیں از خود
کعبۂ عاشقاں مدینہ ہے

سفرِ شوق میں ہیں اہلِ دل
منزلِ کارواں مدینہ ہے

ہر قدم پر ہے رحمتوں کا نزول
رحمتوں کا نشاں مدینہ ہے

آسماں سے ہے ارفع و اعلیٰ
سرزمیں وہ، جہاں مدینہ ہے

ہم سے پوچھو تو ہم سمجھتے ہیں
حاصلِ دو جہاں مدینہ ہے

کیوں نہ ہر آن ہو تصوّر میں
میرا دل میری جاں مدینہ ہے

ذرّہ ذرّہ ہے جس کا رشکِ سحرؔ
وہ حسیں گلستاں مدینہ ہے

پروفیسر حسین سحرؔ (ملتان)

مدینے کی گلیاں

مدینے کی گلیاں رگِ جاں ہوں جیسے — خیاباں خیاباں گلستاں ہوں جیسے
معطّر معطّر مدینے کی گلیاں — قطاروں میں پھولوں کی کلیاں ہوں جیسے
ہے مٹی بھی شیریں، ہے پانی بھی شیریں — خزف پارے مصری کی ڈلیاں ہوں جیسے
یہاں خار دامانِ دل کھینچتے ہیں — خزف ریزے ہیرے کی کنیاں ہوں جیسے
ہے صلِّ علیٰ پتے پتے کے لب پر — کہ تسبیح خواں اہلِ بستاں ہوں جیسے
دمِ صبح چڑیوں کی دل کش نوائیں — فرشتوں کی صحبت میں بلیاں ہوں جیسے
وفورِ طرب میں چہکتے ہیں بلبل — ادب سے ملائک ثنا خواں ہوں جیسے
جبینِ زمیں پر چمکتے ہیں ذرّے — فلک پر ستارے درخشاں ہوں جیسے
ہیں سرسبز اشجار کے جھنڈ ہر سُو — ارم میں زمرّد کے ایواں ہوں جیسے
نسیمِ سحر سے شجر جھومتے ہیں — سبک سیر سروِ خراماں ہوں جیسے
دل و جاں کی تسکین پھولوں کی خوشبو — ثمر ساغرِ آبِ حیواں ہوں جیسے
گل و لالہ سے وادیاں سرخ رُو ہیں — دل افروز لعلِ بدخشاں ہوں جیسے

یہ سب مل کے نعتِ نبیؐ کہہ رہے ہیں
لبِ جُو غزل خواں سخن داں ہوں جیسے

اصغر حسین خان نظیرؔ لودھیانوی (لاہور)

کب

ہاں بتا جذبِ دلی، تجھ میں اثر کب ہوگا　　دستِ طیبہ میں یہ دل خاک بسر کب ہوگا
جانبِ روضۂ محبوبؐ سفر کب ہوگا　　جلوۂ نورِ خدا پیشِ نظر کب ہوگا
دیکھیے، میرا مدینے میں گزر کب ہوگا
یا نبیؐ! آپ کی چوکھٹ پہ مرا سر کب ہوگا

اب تو للہ کرو نظرِ کرم یا مولا!　　خون برساتے ہیں یہ دیدۂ غم یا مولا!
تاب فرقت کی نہیں، تیری قسم یا مولا!　　حسرتیں زیادہ ہیں اور زیست ہے کم یا مولا!
جلوۂ نورِ خدا نورِ نظر کب ہوگا
یا نبیؐ! آپ کی چوکھٹ پہ مرا سر کب ہوگا

یہی حسرت ہے کہ جب پہنچوں قریبِ طیبہ　　خاک ہو مُنہ پہ مَلی اور پھٹا سا کُر
ہو فقیرانہ صدا، کاندھے پہ کمبل ہو رکھا　　سب کہیں مجھ کو یہ ہے عاشقِ محبوبِ خد
پر خدا جانے مرا ایسا سفر کب ہوگا
یا نبیؐ! آپ کی چوکھٹ پہ مرا سر کب ہوگا

——— ممتاز گنگوہی

مَدِینۂ طیّبہ

(پروفیسر سید سلیمان اشرف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے صدر شعبہ علوم اسلامیہ رہے۔ ان کی ایک گراں قدر تصنیف "الحج" ۱۹۲۱ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی تھی۔ ۱۹۸۶ء میں یہ کتاب سید اکادمی لاہور نے دوبارہ چھاپ دی ہے۔ اس میں مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مکمل تاریخ مختلف تفصیلات و جزئیات کے ساتھ بیان کر دی ہے۔ کتاب کا یہ حصہ ہدیۂ قارئین ہے۔ ایڈیٹر)

اس شہر کا قدیم نام یثرب ہے وجہ تسمیہ کچھ بھی ہو لیکن اس لفظ کا جو مادہ ہے اس کے معنی فساد یا مواخذہ و عتاب ہیں

سب سے پہلے جو قوم یہاں آکر سکونت پذیر ہوئی اور جس نے یہاں زراعت شروع کی وہ قوم عمالقہ ہے اس کے بعد موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی امت کے ساتھ سرزمین حجاز پر گزر ہوا۔ یثرب پہنچ کر بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے اسی جگہ متوطن ہونے کا فیصلہ کر لیا

بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے بعد اوس و خزرج کی اولاد یہاں آکر سکونت پذیر ہوئی جنہیں آیندہ چل کر انصار کا لقب عطا ہوا۔

اوس و خزرج کے باپ کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا۔ اس نے اپنی اقامت کے لئے سرزمین

حجاز کو پسند کیا ثعلبہ کے دو بیٹے ہوئے ایک اوس دوسرا خزرج انہیں دونوں کی اولاد سے انصار ہیں یثرب کے باشندوں میں انقلاب و تغیر کا عظیم سے عظیم تر دور گزرتا گیا اور فضائے مادی میں اس تغیر کا اثر بھی نمایاں ہوتا رہا لیکن فساد و عقاب جس کی طرف لفظ یثرب کے حروف اشارہ کر رہے ہیں متغیر ہو کر صلح و خیر کی صورت اختیار نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ اس کا تغیر تو اُس وقت ہوگا جس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک یثرب کی تاج کرامت ہوں گی چنانچہ جب وہ ساعت سعید آپہونچی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تو اب یثرب یثرب نہ رہا۔ بلکہ وہ مدینہ طابہ طیبۃ الطیبہ بن گیا۔

جغرافیہ نویسوں کی تحقیق دیکھو تو معلوم ہو کہ یہ شہر اپنے مخصوص خصوصیات میں اب دنیا کے سارے شہروں پر فوقیت رکھتا ہے معجم البلدان میں ہے۔

ومن خصائص المدینۃ	یعنی مدینہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی ہوا نہایت ہی
انھا طیبۃ الریح وللعطر	پاکیزہ ہے۔ اسی لئے یہاں عطر کی خوشبو کو جب ہوا
فیھا فضل رائحۃ لا توجد	پھیلاتی ہے تو اس کے تعطر میں ایسا اضافہ ہو جاتا ہے
فی غیرھا	جو کہیں اور پایا نہیں جاتا۔

یہ کیفیت جب کہ آب و ہوا کی ہے تو پھر یہاں کے ایمان افروز اور روح افزا اثر کا کیا پوچھنا کتب احادیث فضائل مدینہ طیبہ سے مالا مال ہیں۔ اہل ایمان کے لئے اس قدر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو ایسی عزت و عظمت عطا فرمائی کہ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام گاہ ہونے کی کرامت اسی شہر کو بخشش فرمائی ؎

فرخندہ منزلے کہ در و کردۂ مقام[1]
خوش وادیٔ کہ سودہ بہ سم براق تو

صاحب وفاء الوفا مدینہ طیبہ کے متعلق یہ فرماتے ہوئے کہ کَثْرَۃُ الْاَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰی شَرَفِ الْمُسَمّٰی یعنی ناموں کی کثرت مسمیٰ کی بزرگی پر دلیل ہے نوے سے زیادہ نام شمار کئے ہیں

---

[1] وُہ منزل کتنی مبارک ہے کہ جس میں آپ نے قیام فرمایا ہے۔ وُہ وادی کتنی عمدہ ہے جس میں آپ کے بُراق کے سُموں کے نشانات ہیں۔

پھر ہر ایک نام کی وجہ اور مناسبت بھی بیان کی ہے جس کے مطالعہ سے یہ امر روشن ہو جاتا ہے کہ برکاتِ مدینہ طیبہ کا احاطہ کرنے سے انسان عاجز ہے۔ اگر عقیدہ صحیح اور ادب کامل ہے تو انشاء اللہ آرزو اور حوصلہ سے اتنا زیادہ پائے گا کہ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار[1]
گل چینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

کا حرف بحرف صادق آئے گا۔

سچ تو یہ ہے کہ یہاں کا ایک ایک ذرہ برکاتِ عظیمہ کا گنجینہ ہے لیکن بعض کو بعض پر یوں فضیلت حاصل ہے کہ کوئی مخصوص نسبت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس کی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اُن مخصوص مقامات کا علم زائر کے لئے سعادت ہے مبارک ہے۔ اس بیان میں سب سے پہلے مسجد نبوی اور قبر پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوگا۔ اس کے بعد مسجد قبا اور دیگر مساجد مدنی کی حاضری۔

مسجد نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو ابتداءً قیام قبا میں فرمایا جہاں مسجد قبا کی بنیاد ڈالی گئی پھر چند روز بعد مدینہ واپس تشریف لائے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا اور اُسی وقت سے مسجد کی تعمیر خام اینٹ سے شروع ہو گئی۔

اُس وقت مسجد ستر ہاتھ لانبی اور ساٹھ ہاتھ چوڑی تھی مسجد کی دیوار سات ہاتھ اونچی تھی کھجور کے تنے کے ستون تھے اور چھت کھجور کی شاخوں سے پاٹی گئی تھی۔ فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طول و عرض میں مسجد کو کچھ وسیع فرمایا اور اب مسجد نبوی سو ہاتھ طویل اور سو ہاتھ عریض ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مسجد نبوی میں کوئی اضافہ نہ فرمایا۔ ہاں بعض ستون جو قابل تغیر ہو گئے تھے اُن کی جگہ پر

---

[1] نگاہ کی جھولی تنگ ہے اور آپ کے حسن کے پھول زیادہ ہیں پھول چننے والے کو اپنی تنگی داماں کی شکایت ہے

نئے ستون کھجور کے تنے ہی کے نصب کر دیئے۔ لیکن امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں طول میں چالیس ہاتھ اور عرض میں بیس ہاتھ اضافہ فرمایا۔

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی کی تعمیر ازسرنو فرمائی۔ دیواریں بجائے خام اینٹ کے پتھر کی بنائی گئیں۔ کھجور کے تنے کی جگہ پھول دار پتھر کے ستون لگائے گئے اور چھت ساج اور آبنوس کی لکڑی سے طیار کی گئی۔

۸۸ھ ہجری میں ولید نے مسجد نبوی میں مشرق کی جانب بھی اضافہ کیا جنوب شمال اور مغرب میں تو بڑھنے کے لئے وسعت تھی لیکن شرقی سمت میں امہات المومنین کے مکانات تھے اور یہ مکانات اہل مدینہ کو بہت ہی عزیز و محبوب تھے۔ لیکن ولید نے ان مکانات کو خرید کر داخل مسجد نبوی کر دیا۔ اس تعمیر میں مسجد چاروں طرف سے وسیع کی گئی۔ سنگ مرمر کے ستون نصب ہوئے اور چھت کی لکڑی سونے سے لیپ دی گئی۔

سنہ ۱۶۰ھ میں خلیفہ بغداد مہدی عباسی نے مسجد کے صحن کو بڑھایا اور دونوں پہلوؤں پر صحن کے رواق یعنی دالان بنوائے۔

۸۸۶ھ ہجری میں مسجد پر بجلی کا صدمہ پہنچا اور ضرورت ازسرنو تعمیر کی ہوئی اس وقت مصر کے سلطان قائتبائے نے تعمیر کی سعادت حاصل کی۔

ولید کی تعمیر دو کم سات سو برس تک قائم رہی اس طویل مدت میں مختلف سلاطین نے مرمت طلب حصص کی مرمت یا بعض حصے کی تزئین و وسعت البتہ کی ہے۔ لیکن ازسرنو تعمیر ولید کے بعد قائتبائے ہی نے کی ہے۔

کچھ عرصہ بعد چھت کی لکڑی بوسیدہ ہو گئی اور تجدید سقف کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس وقت خاندان عثمان کا چشم و چراغ سلطان عبدالمجید خاں خادم الحرمین الشریفین تھا۔ اس نے چھت میں لکڑی لگانا نامناسب خیال کیا۔ لہذا قائتبائے کی عمارت کو شہید کر کے ازسرنو تعمیر کی گئی۔ ہنوز تعمیر کا کام باقی تھا کہ سلطان عبدالمجید نے داعی اجل کو لبیک کہا اور سلطان عبدالعزیز خاں تخت نشیں

ہوئے اُنھوں نے بھی آسی حوصلہ سے کام جاری رکھا تاآں کہ پندرہ برس میں یہ عمارت بن کر تیار ہوئی اس وقت وہی عمارت موجود ہے جسے خاندان عثمانیہ کے دو بادشاہوں نے یعنی سلطان عبدالمجید اور سلطان عبدالعزیز نے تعمیر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هٰذَا مَسْجِدِیْ وَمَا زِیْدَ مِنْهُ فَهُوَ مِنْهُ وَلَوْ بَلَغَ مَسْجِدِیْ بِصَنْعَاءَ یعنی یہ میری مسجد ہے اور اس میں جو اضافہ ہوگا وہ بھی اسی مسجد میں شامل ہوتا جائے گا۔ اگرچہ میری مسجد بڑھتے بڑھتے صنعا تک پہنچ جائے۔

مسجد نبوی یا حرم مدنی کا اندرونی نقشہ

مسجد کی ساری عمارت سرخ پتھر کی ہے سنگی ستونوں پر چھت لداؤ کی ہے کل تعداد ستونوں کی تین سو ستائیس ہے۔ جن میں سے بائیس ستون مقصورہ شریفہ کے اندر ہیں ہر جانب سمت مسجد کے متعدد رواق یعنی دالان بنے ہوئے ہیں۔ صرف جنوب کی طرف جو سمت قبلہ ہے بارہ دالان ہیں بقیہ ہر سہ اطراف میں کہیں دو اور کسی طرف تین۔ مسجد کا مسقف حصہ طول میں ایک سو چالیس گز اور عرض میں قریب بیاسی گز کے انگریزی گز سے ہے۔ صحن مبارک جسے حصہ وہ کہتے ہیں اس پیمائش میں داخل نہیں۔

صحن مسجد | صحن مسجد میں سرخ پتھر کی باریک باریک کنکریاں بچھی ہوئی ہیں۔ سنن ابوداؤد میں مروی ہے۔ عہد رسالت میں ایک شب بارش ہوئی چھت مسجد نبوی کی جو کھجور کی شاخوں سے پٹی تھی خوب ٹپکی یہاں تک کہ مسجد کا اندرونی فرش کیچڑ بن گیا صحابہ کرام جب نماز کے لئے حاضر ہوئے تو جھولیوں میں کنکریاں بھر کر لائے اور اپنے اپنے نماز کی جگہ پر بچھالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کا یہ حسن عمل پسند آیا اور آپ نے فرمایا "ما احسن هٰذا" (یہ بہت ہی اچھی تدبیر ہے) فاروق اعظم نے اپنے زمانہ میں وادی عقیق سے کنکریاں منگوا کر بچھائیں اس وقت صحن میں کنکریاں[1] اُس تاریخی واقعہ کی یادگار ہیں۔

---

[1] کنکریوں کے بجائے اب پختہ فرش بنادیا گیا ہے۔

بعض ستونوں کی خصوصیات

مسجد نبوی کے ستون بلندی اور ضخامت میں تو یکساں ہیں لیکن بعض میں بعض صنعت تاریخی واقعات کا پتا بتاتی ہے۔ مثلاً :

(۱) جن ستونوں پر سات ہاتھ کی بلندی تک طلائی خطوط ہیں یہ علامت اس کی ہے کہ عہد رسالت میں مسجد کی بلندی سات ہاتھ تھی۔

(۲) بعض ستونوں پر طلائی خطوط کے علاوہ طلائی پھول بھی ہیں یہ مسجد کی اس حد کو بتاتے ہیں جو فتح خیبر کے قبل تھی۔

(۳) سادہ ستون ولید کے اضافہ کو بتاتے ہیں۔

(۴) جن ستونوں پر نیچے سے سات ہاتھ تک سنگ مرمر لگایا گیا ہے اور اُن پر طلائی نقش ونگار ہیں "جنت کی کیاری" کی حد بتاتے ہیں۔

(۵) بعض پر خاص خاص عبارت بھی مکتوب ہے مثلاً بیر النبی کی طرف سے جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں تو بائیں ہاتھ پر دو تین ہاتھ کے فاصلہ پر تین گول گول پتھر زمین میں نصب نظر آتے ہیں۔ یہ نشان ہے کہ عہد رسالت میں مسجد کے عرض کی یہ حد تھی اسی جگہ سے نظر اٹھا کر داہنے ہاتھ کی طرف اگر دیکھا جائے تو آٹھویں ستون پر سنہرے حرف میں یہ لکھا نظر آئے گا کہ طول مسجد کا عہد رسالت میں اس قدر تھا ان دونوں کو دیکھ کر عہد رسالت میں جس قدر مسجد طویل و عریض تھی یقینی طور پر معلوم ہوجاتا ہے۔

غرض یہ کہ مسجد نبوی میں صنعتِ تعمیر کے علاوہ یہ خوبی بھی رکھی ہے کہ واقعات تاریخی کا بھی عمارت سے علم حاصل ہوجائے۔ [۱]

اسطوانات رحمت

اب اُن آٹھ ستونوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنھیں اسطوانات رحمت کہتے ہیں اور جن کے پاس نماز ادا کرنا ماثور و مندوب ہے۔ ہر ستون پر اس کا نام مکتوب ہے اس لئے نشان دہی بتانے کی ضرورت نہیں مدینۂ طیبہ کے معلم نہایت سہولت سے پہنچا دیں گے۔ وہاں پہنچ کر نماز و مناجات کی سعادت حاصل کرنا چاہیئے۔ [۲]

---

[۱] یقین ہے ایسا معلوم ہونا مشکل ہے کہ کوئی حصہ کس زمانہ میں اور کب بنا تھا کیونکہ دونوں ... ستونوں پر سیاہی پھری ہوئی، اور بعض کے حروف کھود کر ان میں پلستر بھر دیا ہے۔ [۲] قارئین کرام کے ... ستونوں کے لئے کتاب کے آخر میں نقشہ اسطوانات رحمت (ستونوں کا نقشہ) الگ بھی دے دیا گیا ہے۔ ناشر

اسطوانۂ مخلقہ | منبر شریف بننے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کرتے تھے اور ستون حنانہ جس نے آپ کی جدائی پر نالہ و گریہ کیا تھا اسی جگہ پر تھا۔

اسطوانۂ عائشہ | اس کا دوسرا نام اسطوانۃ القرعہ بھی ہے۔ تحویل قبلہ کے بعد چودہ پندرہ روز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنج گانہ نماز کی امامت اسی ستون کے پاس فرمائی ہے۔ پھر امامت کے لئے آپ نے اس جگہ کو اختیار فرمایا جو اس وقت محراب النبی کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس ستون کی یوں نسبت ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان فی مسجدی لبقعۃ لو یعلم الناس ما صلوا الیہا الا ان تطیر لھم قرعۃ یعنی میری اس مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر وہاں پر نماز پڑھنے کی فضیلت و مقبولیت لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہاں جگہ پانے اور نماز ادا کرنے کے لئے لوگ قرعہ ڈالیں۔ بعد وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس جگہ کا پتا بتایا اس وقت سے اس ستون کا نام اسطوانہ عائشہ ہو گیا۔

اسطوانۂ توبہ | دوسرا نام اس کا اسطوانہ ابولبابہ ہے حضرت ابولبابہ جو اجل صحابہ میں ہیں انھوں نے دس روز سے زیادہ اپنے آپ کو ایک لغزش کے یاد داشت میں اس ستون سے باندھے رکھا تھا آخر وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست رحمت سے ابولبابہ کو کھولا۔

بعض روایتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ستون کے پاس نفل پڑھنا اور اعتکاف میں اس سے تکیہ لگانا بھی ثابت ہوتا ہے۔

اسطوانۂ سریر | اس ستون کے پاس ہی کبھی کبھی اعتکاف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کی بوریا بچھائی جاتی تھی اور آپ اس پر استراحت فرماتے تھے۔ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار جسم مقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بورے کا نشان دیکھکر

جب کہ گریہ فرمایا تھا وہ واقعہ اسی اسطوانہ کے پاس تھا۔

اسطوانۂ علی | حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اس ستون کے پاس نماز ادا فرماتے اور شب کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی کی غرض سے اسی ستون کے پاس اس دریچہ سے مقابل ہو کر بیٹھتے جو دریچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھا۔ اسی دریچہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تھے اسی مناسبت سے اس کا دوسرا نام اسطوانہ محرس اور اسطوانہ حراس بھی ہے۔ پہرہ کی خدمت علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دیگر اصحاب بھی انجام دیتے تھے جس کی نوبت ہوتی تھی وہ آتا اور اسی ستون کے پاس بیٹھ کر پہرہ دیتا۔

اسطوانۃ الوفود | اکناف و اطراف عرب سے جب وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تو آپ اکثر اسی ستون کے پاس وفود سے ملاقات فرماتے۔ علاوہ اس خاص موقع کے دیگر اوقات میں بھی اس ستون کے پاس تشریف فرما ہو کر صحابہ کرام کی مجلس منعقد فرماتے۔

اسطوانۃ التہجد | اس ستون کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

اسطوانہ مربعۃ القبر | حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر اوقات اسی مقام پر وحی لے کر آتے ہیں اس لئے اسے اسطوانہ جبرئیل[1] بھی کہتے ہیں۔ اس ستون اور ستون وفود کے مابین صرف ایک ستون ہے۔

متبرک ستونوں کے بعد اب دیگر مقدس مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

محراب النبی | یہ وہ مقام ہے جہاں آخر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی ہے۔ موجودہ محراب سنگ مرمر کی ہے جس پر بے مثل سونے کا کام ہے۔ محراب کی پیشانی پر یہ آیہ ہے

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

بازوئے راست پر "محراب النبی" اور بازوئے چپ پر "صلی اللہ علیہ وسلم" مکتوب ہے

منبر شریف | موجودہ منبر سنگ رخام کا ہے۔ اس کے چودہ زینے ہیں سلطان مراد بن سلطان سلیم نے پیش کش کیا ہے۔ منبر ٹھیک اسی جگہ قائم کیا گیا ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تھا۔ اگرچہ

---

[1] یہ ستون اس وقت حجرہ شریفہ (جالی مبارک) کی تعمیر کے اندر آگیا ہے، باہر سے اس کی زیارت نہیں ہوتی (فضائل حج مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۵۹، مدینۃ الرسول، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۲۳۶)

نیچے کے زینے اصل جگہ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں لیکن خطیب کے کھڑے ہونے کی جگہ وہی ہے

لبیب بک مصری نے جو سفرنامہ حلمی پاشا خدیو مصر کا لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ ہم نے نماز جمعہ مسجد نبوی میں ادا کی۔ خطیب کو دیکھا کہ پہلے مقصورۂ شریفہ کی زیارت کی اور اس ادا سے کھڑا ہوا گویا خطبہ پڑھنے کی اجازت مانگتا ہے۔ اس کے بعد ترکی عبا جسے قادوق ترکی میں اور عرب کو "دابان" کہتے ہیں زیب تن کیا اور آغاؤں کے جھرمٹ میں منبر کے پاس آکر زینے پر چڑھا۔ پھر داہنی جانب یعنی مقصورۂ شریفہ کی طرف جھکا اور نہایت ادب سے سلام کرنے کے بعد خطبہ شروع کیا۔

خطبہ میں احادیث کی جب تلاوت کرتا تو راویوں کے نام مسلسل روایت کرتا اور نام پاک کے موقع پر بجائے عن رسول اللہ یا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم "عن نبیکم ھذا" یعنی تمہارے اس پیغمبر سے روایت کرتے ہیں اور ہاتھ سے لفظ اس کا اشارہ مقصورہ شریفہ کی طرف کرتا۔ خطیب کے خطبہ کی فصاحت و بلاغت اور اس کے ادب و محبت کی ادائیں ایسا گہرا اثر پیدا کر رہی تھیں جو بیان میں آ نہیں سکتا۔[1]

روضۃ الجنۃ | بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ دوسری روایت میں مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَ مِنْبَرِیْ اور تیسری میں بَیْنَ الْمِنْبَرِ وَ بَیْتِ عَائِشَۃَ مروی ہے یعنی جو حصہ مسجد کا میرے منبر اور میرے مکان کے درمیان میں ہے یہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

اہل مدینہ مسجد نبوی کے اس حصے کو "روضہ" کہتے ہیں۔

روضہ کے جنوبی سمت میں حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے جس قدر اضافہ فرمایا تھا اسے پیتل کا جنگلہ روضہ سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ اس جنگلے کے پاس کلام پاک کے نسخے مطبوعہ اور قلمی دلائل الخیرات کے نسخے کثیر تعداد میں رکھے رہتے ہیں۔ زائرین روضہ میں داخل ہو کر تلاوت کرتے ہیں۔ دلائل الخیرات پڑھتے ہیں۔[2]

---

[1] محبت و احترام کی یہ تمام ادائیں اب یکسر ختم کر دی گئی ہیں۔ [2] مخصوص عقائد کی بدولت اب مدینہ طیبہ کیا پورے سعودی عرب میں دلائل الخیرات اور اس نوعیت کی دوسری متبرک کتابیں پڑھنا اور رکھنا ممنوع ہیں۔

جب کہ گریہ فرمایا تھا وہ واقعہ اسی اسطوانہ کے پاس تھا۔

اسطوانہ علی حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اس ستون کے پاس نماز ادا فرماتے اور شب کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی کی غرض سے اسی ستون کے پاس اُس دریچہ سے متقابل ہو کر بیٹھتے جو دریچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھا اسی دریچہ سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تھے اسی مناسبت سے اس کا دوسرا نام اسطوانہ محرس اور اسطوانہ حراس بھی ہے۔ پہرہ کی خدمت علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دیگر اصحاب بھی انجام دیتے تھے جس کی نوبت ہوتی تھی وہ آتا اور اسی ستون کے پاس بیٹھ کر پہرہ دیتا۔

اسطوانۃ الوفود اکناف و اطراف عرب سے جب وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تو آپ اکثر اسی ستون کے پاس وفود سے ملاقات فرماتے۔ علاوہ اس خاص موقع کے دیگر اوقات میں بھی اس ستون کے پاس تشریف فرما ہو کر صحابہ کرام کی مجلس منعقد فرماتے۔

اسطوانۃ التہجد اس ستون کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

اسطوانہ مربعۃ القبر حضرت جبریل علیہ السلام اکثر اوقات اسی مقام پر وحی لے کر آتے تھے اس لئے اسے اسطوانہ جبرئیل[1] بھی کہتے ہیں۔ اس ستون اور ستون وفود کے مابین صرف ایک ستون ہے۔

متبرک ستونوں کے بعد اب دیگر مقدس مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

محراب النبی یہ وہ مقام ہے جہاں آخر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی ہے۔ موجودہ محراب سنگ مرمر کی ہے۔ جس پر بیش سونے کا کام ہے۔ محراب کی پیشانی پر یہ آیہ ہے

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؕ

بانوئے راست پر "محراب النبی" اور بازوئے چپ پر "صلی اللہ علیہ وسلم" مکتوب ہے۔

منبر شریف موجودہ منبر سنگ رخام کا ہے۔ اس کے چودہ زینے ہیں سلطان مراد بن سلطان سلیم نے پیش کش کیا ہے۔ منبر ٹھیک اسی جگہ قائم کیا گیا ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تھا۔ اگرچہ

---

[1] یہ ستون اس وقت حجرہ شریفہ (جالی مبارک) کی تعمیر کے اندر آ گیا ہے، باہر سے اس کی زیارت نہیں ہوتی (فضائل حج مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۲۵۶، مدینۃ الرسول، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۶)

نیچے کے زینے اصلی جگہ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں لیکن خطیب کے کھڑے ہونے کی جگہ وہی ہے

لبیب بک مصری نے جو سفرنامہ حلمی پاشا خدیو مصر کا لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ ہم نے نماز جمعہ مسجد نبوی میں ادا کی۔ خطیب کو دیکھا کہ پہلے مقصورۂ شریفہ کی زیارت کی اور اس ادا سے کھڑا ہوا گویا خطبہ پڑھنے کی اجازت مانگتا ہے۔ اس کے بعد ترکی عبا جسے فاروق ترکی میں اور عرب کو "دا بان" کہتے ہیں زیب تن کیا اور آغاؤں کے جھرمٹ میں منبر کے پاس آکر زینے پر چڑھا۔ پھر داہنی جانب یعنی مقصورۂ شریفہ کی طرف جھکا اور نہایت ادب سے سلام کرنے کے بعد خطبہ شروع کیا۔

خطبہ میں احادیث کی جب تلاوت کرتا تو راویوں کے نام مسلسل روایت کرتا اور نام پاک کے موقع پر بجائے عن رسول اللہ یا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم "عن نبیکم ھذا" یعنی تمہارے اس پیغمبر سے روایت کرتے ہیں اور ہاتھ سے لفظ اس کا اشارہ مقصورہ شریفہ کی طرف کرتا۔ خطیب کے خطبہ کی فصاحت و بلاغت اور اس کے ادب و محبت کی ادائیں ایسا گہرا اثر پیدا کر رہی تھیں جو بیان میں آ نہیں سکتا۔[۱]

روضۃ الجنۃ | بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ دوسری روایت میں مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَ مِنْبَرِیْ اور تیسری میں بَیْنَ الْمِنْبَرِ وَ بَیْتِ عَائِشَۃَ مروی ہے یعنی جو حصہ مسجد کا میرے منبر اور میرے مکان کے درمیان میں ہے یہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

اہل مدینہ مسجد نبوی کے اس حصے کو "روضہ" کہتے ہیں۔

روضہ کے جنوبی سمت میں حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے جس قدر اضافہ فرمایا تھا اسے پیتل کا جنگلہ روضہ سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ اس جنگلے کے پاس کلام پاک کے نسخے مطبوعہ اور قلمی دلائل الخیرات کے نسخے کثیر تعداد میں رکھے رہتے ہیں۔ زائرین روضہ میں داخل ہو کر تلاوت کرتے ہیں۔ دلائل الخیرات پڑھتے ہیں۔[۲]

---

[۱] محبت و احترام کی یہ تمام ادائیں اب یکسر ختم کر دی گئی ہیں۔ [۲] مخصوص عقائد کی بدولت اب مدینہ طیبہ کیا پورے سعودی عرب میں دلائل الخیرات اور اس نوعیت کی دوسری متبرک کتابیں پڑھنا اور رکھنا ممنوع ہیں۔

آداب حاضری مدینہ

کہ معظمہ سے طواف وداع کرتے ہی مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ تمہارے آقا تمہارے سردار حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ولولہ انگیز الفاظ میں تمہیں اپنے حضور میں حاضر ہونے کی رغبت دلاتے ہیں۔ ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے۔
مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي یعنی جس نے حج تو ادا کیا مگر میری زیارت نہ کی تو بے شک اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔

دوسری حدیث مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے حق میں میری شفاعت ضرور ہے۔

تیسری حدیث مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيٰوتِي یعنی جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اُس نے مجھے بقید حیات دیکھا۔

چوتھی حدیث مَنْ زَارَ قَبْرِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيٰوتِي یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں زیارت کی۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ زمانۂ رسالت میں جس طرح دیکھنے والوں کو نہ دیکھنے والوں پر فضیلت حاصل تھی اُسی طرح بعد آپ کے پردہ فرمانے کے جو مزار مقدس کی زیارت سے فائز ہوا وہ اس پر فضیلت رکھتا ہے جو مزار مطہر کی زیارت سے محروم رہا۔ اس کا یہ منشا نہیں کہ مزار مطہر کا زائر صحابی ہو گیا نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح صحابہ کو شرف دیدار کا فضل اُن مسلمانوں پر حاصل تھا جو دیدار سے بہرہ یاب نہیں ہوئے تھے، اُسی طرح زائر کو غیر زائر پر فضل حاصل ہے۔

پانچویں حدیث مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّدًا كَانَ فِي جِوَارِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جس نے خالص محض میری زیارت کا قصد کر کے حاضری دی وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہوگا۔

جانم فدائے[1] دیدہ کہ روئے تو دیدہ است
قربانِ پا شوم کہ بکوئے رسیدہ است

---

[1] میری جان ان آنکھوں پر قربان جنہوں نے آپ کے رُخ مقدس کی زیارت کی ہیں اُن پاؤں پہ قربان جو تیرے کوچہ میں پہنچے۔

مساجد متبرکہ کی حاضری

مسجد النبی اور مقصورۂ شریفہ پر حاضر ہونے کی سعادت جب حاصل ہو جائے تو مسجد قبا اور جنت البقیع اور اُحد کی زیارت کرو کہ سنت ہے علاوہ مسجد قبا کے کچھ اور مساجد ہیں[1] جن کی حاضری برکت سے خالی نہیں۔ زمانہ مہلت دے تو ان مساجد میں بھی حاضر ہو کر کم از کم دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کرو۔

مسجد قبا

قبا مدینہ طیبہ کا ایک محلہ ہے ہجرت فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے اسی محلہ میں چند روز تک قیام فرمایا مدت قیام بعض روایت میں تین روز اور بعض میں چودہ دن مروی ہے۔

اسی مختصر زمانہ قیام میں آپ نے قبا میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اپنے دست مبارک سے بنیاد رکھ کر جماعت صحابہ کے ساتھ تعمیر شروع فرما دی۔ قرآن کریم میں اس مسجد اور اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی فضیلت وارد ہے۔ احادیث شریفہ نے بھی برکات گوناگوں بتائے ہیں۔ ترمذی شریف کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں **اَلصَّلٰوۃُ فِیْ مَسْجِدِ قُبَا کَعُمْرَۃٍ** یعنی مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب مثل عمرہ کے ثواب کے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنیچر کے روز اکثر اور کبھی کبھی دوشنبہ کے روز اس مسجد میں تشریف لاتے اور نماز ادا فرماتے حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنے زمانۂ خلافت میں تشریف لاتے اور اپنے ہاتھ سے مسجد قبا میں جاروب کشی فرماتے پس اس مسجد میں سنیچر یا دوشنبہ کے روز حاضر ہو کر دو رکعت یا چار رکعت نفل ادا کرے اور یہ دعا مانگے۔

یَا صَرِیْخَ[2] الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَیَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَا مُفَرِّجَ کَرْبِ الْمَکْرُوْبِیْنَ
یَا مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ

---

[1] ان میں بہت سی مسجدیں آباد ہیں بہت سی غیر آباد … نبوی کی مسجد ہے ان میں کوئی مسجد نہیں۔ بعد میں کئی بار تجدید ہو چکی۔ مگر جگہ وہی ہے۔ اس لیے برکت و رحمت سے خالی نہیں۔ (رہنمائے حج مطبوعہ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

[2] یہی الفاظ مسجد کی محراب کے اوپر لکھے ہوئے ہیں۔ [3] اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس! اے مدد طلب کرنے والوں کی مدد کرنے والے! اے رنج و الم میں مبتلا لوگوں کے مصائب دور کرنے والے! اے بے چین لوگوں کی دعا قبول کرنے والے! درود بھیج ہمارے آقا جناب محمد اور ان کی آل پر، اور میری مصیبت اور غم دور کر جیسا کہ تو نے اپنے رسول سے اس مقام میں غم اور اضطراب دور فرمایا۔ اے مہربان! اے کرم کرنے والے! اے بے شمار احسان فرمانے والے! اے ہمیشہ بھلائی فرمانے والے! اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

مسجد الجمعہ اس مسجد کے دو اور نام ہیں مسجد الوادی اور مسجد عاتکہ یہ مسجد مدینہ شریف سے قبا جاتے ہوئے راستہ میں ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ بروز جمعہ تشریف لا رہے تھے قبیلہ[1] بنی سالم بن عوف میں پہنچکر نماز جمعہ کا وقت آ گیا آپ نے اسی جگہ پر نماز جمعہ ادا فرمائی بنو سالم نے اس جگہ کو مسجد بنا لیا وہی مسجد مسجد[2] الجمعہ کہی جاتی ہے۔

مسجد الفضیخ بفتح فا وکسر ضاد وسکون یا وخا معجمہ اس کا دوسرا نام مسجد الشمس ہے۔ بنو نضیر یہودیوں کا جب آپ نے محاصرہ فرمایا تھا تو اسی جگہ سے قریب آپ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ چھ روز تک آپ نے اس جگہ نماز ادا فرمائی یہ مسجد بلندی پر سیاہ پتھروں کی بنیاد پر شکل مربع بغیر چھت کے مسجد قبا سے مشرق کی جانب[3] واقع ہے۔

مسجد ماریہ قبطیہ ماریہ قبطیہ حضرت سیدنا ابراہیم ابن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہیں اس جگہ ماریہ قبطیہ کا ایک چھوٹا سا باغ تھا اسی جگہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی ولادت ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی ماریہ قبطیہ کے پاس تشریف لے جاتے تو اس باغ کے ایک حصہ میں نماز ادا فرماتے۔ یہ مسجد[4] شمال کی طرف مسجد بنو قریظہ سے واقع ہے۔ شکل اس کی بھی احاطہ کی ہے اور بغیر چھت کے ہے۔

مسجد بنو ظفر اس مسجد کا دوسرا نام بغلہ ہے اور عوام اسے سفرہ پیغمبر کہتے ہیں جنت البقیع کے اس راہ سے جہاں قبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا ہے مشرق میں واقع ہے۔

ایک بار چند اصحاب مثل ابن مسعود اور معاذ ابن جبل وغیرہ کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو ظفر کے گھر تشریف لے گئے اور نماز نفل ادا فرمائی بنو ظفر نے آپ کے مصلے کو مسجد بنا لیا۔[5]

اس مسجد کے پاس ایک پتھر ہے اس کے متعلق یہ روایت ہے کہ آپ نے اس پتھر پر نشست فرمائی ہے اور قاری سے قرآن پاک کا استماع فرمایا ہے۔ اس پتھر کی یہ خاصیت بیان کی جاتی

۱ے قبیلہ بنی سالم کی دوسری مسجد (جو مسجد جمعہ سے بڑی تھی) کا نام مسجد کبیر آیا ہے۔ ۲ے اب یہ مسجد (چھوٹی سی، ایک گنبد والی) نہایت پختہ اور خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کے گرد اب کوئی آبادی نہیں ہے۔ (سفرنامہ ارض القرآن، مطبوعہ ۱۹۸۲ء)

۳ے چند فرلانگ کے فاصلے پر ہے، اور آج بھی اس جگہ ایک چھوٹی چار دیواری ہے۔

۴ے یہ مبارک مسجد، مسجد ابراہیم اور مسجد مشربہ ام ابراہیم کے ناموں سے بھی مشہور ہے۔

۵ے اس مسجد مبارک کو ابو جعفر منصور مستنصر باللہ (۶۲۳ھ تا ۶۴۰ھ) نے ۶۳۳ھ میں تعمیر کرایا۔ (آثار المدینہ، ص ۱۳۴)

ہی کہ اگر بانجھ عورت اس پر بیٹھے تو اس کی برکت سے حاملہ ہو۔

مسجد الاجابہ | جنۃ البقیع کے شمالی جانب یہ مسجد بلندی پر واقع ہے بنو معاویہ[1] جو ایک قبیلہ اوس کا ہی یہ مسجد ان کی ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مع جماعت اصحاب اس مسجد پر ہوا آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔

مسجد البقیع | مشہد عقیل رضی اللہ عنہ سے غربی جانب واقع ہے اسے مسجد ابی بن کعب بھی کہتے ہیں۔ جنت البقیع کے دروازہ سے باہر آنے والے کو اپنے سیدھے ہاتھ پر یہ مسجد ملے گی۔

مسجد طریق السافلہ | اس کا دوسرا نام مسجد ابو ذر غفاری ہے۔ سید الشہدا حضرت حمزہ کے مزار مقدس کو جو راستہ گیا ہے اس راستہ پر چھوٹی سی آٹھ ہاتھ کی مسجد ہے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی ہے۔ اسی مقام پر آپ کو امت کے حق میں یہ مژدہ دیا گیا کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر درود بھیجے گا اس پر میں درود بھیجوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مژدہ پر بہت ہی طویل سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

مصلی عید | مدینہ سے باہر غربی جانب یہ عیدگاہ واقع ہے۔ عیدین کی نماز اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرماتے تھے۔[3]

مسجد ابوبکر | عیدگاہ سے شمال کی جانب ایک مسجد ہے بعض روایات میں حضرت ابوبکرؓ کا اس جگہ نفل پڑھنا اور بعض میں اپنے زمانۂ خلافت میں نماز عیدین ادا کرنا مروی ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابتدا میں جب کہ مسلمان بہت تھوڑے تھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عید اسی جگہ ادا فرمائی تھی۔

مسجد علی | عیدگاہ سے قریب یہ ایک وسیع مسجد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جب باغیوں نے محاصرہ کر لیا تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے مکان کو چھوڑ کر اسی جگہ سکونت پذیر ہوئے اور نماز عید اسی جگہ ادا فرمائی عمر بن عبد العزیز اپنے زمانہ میں ان تینوں مقاموں کو تعمیری شکل میں لائے۔

---

[1] قبیلہ کی نسبت سے اسے مسجد بنی معاویہ بھی کہتے ہیں، اور مسجد اجابہ کے نام سے آج بھی موجود ہے۔ [2] اس بنے بعض کتب میں اس کو مسجد صغیر بھی لکھا ہے۔ [3] مسجد مصلی یا مسجد مصلی العید، اس کا دوسرا نام مسجد غمامہ ہے، اس جگہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل نے سایہ کیا۔ اس مسجد میں عیدین کی نمازیں نویں صدی ہجری تک تسلسل کے ساتھ ہوتی رہیں (اب عید کی نماز مسجد نبوی میں ہوتی ہے)، مسجد غمامہ کی موجودہ تعمیر سلطان عبد المجید عثمان (جولائی ۱۸۳۹ء تا جون ۱۸۶۱ء) کی تیار کردہ ہے۔ مسجد عمرؓ اس مسجد کے قریب ہے۔

مسجد الفتح | اس مسجد کا مسجد الاحزاب اور مسجد اعلیٰ بھی نام ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر تین دن مسلسل دوشنبہ سہ شنبہ اور چہارشنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر فتح پانے کی دعا فرمائی۔ چہارشنبہ کے روز قبول دعا کی ایسی بشارت ملی کہ چہرۂ نورانی سے آثار مسرت نمایاں ہو رہے تھے تفصیل کے لئے فتح القدیر اور مسند امام احمد دیکھو۔

جبل سلع کے غربی جانب ایک بلند قطعہ پر یہ مسجد واقع ہے اسی کے قریب تین اور مسجدیں ہیں مسجد ابوبکر مسجد علی اور مسجد سلمان فارسی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان اصحاب کی طرف ان مساجد کی نسبت کیوں ہے اس کی وجہ مجھے معلوم نہ ہو سکی لیکن ان تینوں مسجدوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔ عام طور پر ان مساجد کو مساجد اربعہ[1] کہتے ہیں۔

مسجد بنی حرام | مدینہ منورہ سے مسجد فتح جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر یہ مسجد پڑے گی یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اور اس مسجد کے پاس ایک غار ہے جسے کہف بنو حرام کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں تشریف رکھی[2] ہے اور جبرئیل امین اسی غار میں یہ وحی لائے کہ طُوبٰى لَكَ لَا اَفْعَلُ بِاُمَّتِكَ اَمْرًا يَكُوْنُ مَكْرُوْهًا لَكَ

مسجد القبلتین | مسجد فتح سے غربی جانب وادی عقیق سے قریب واقع ہے۔ اس مسجد میں دو محرابیں ہیں ایک کعبہ کی طرف دوسری بیت المقدس کی طرف یہ مسجد تحویل قبلہ کا نمونہ ہے اس لئے اس کا نام مسجد قبلتین ہے۔[3]

مسجد الذباب | اس کا دوسرا نام مسجد الرایہ ہے جبل سلع کے شرقی جانب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک جاتے ہوئے یہاں ٹھیرے اور نماز ادا فرمائی۔

مسجد السقیا | اس جگہ آپ نے نماز ادا فرمائی اور اہل مدینہ کے پیمانے مد اور صاع میں برکت کی دعا فرمائی۔ مکہ معظمہ سے آنے والا قافلہ جب مدینہ طیبہ سے اس قدر قریب پہنچ جاتا ہے کہ سواد شہر

---

[1] معین الحج والزیارۃ (مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۸۰ء) میں مدینہ طیبہ اور اس کے قرب وجوار کی مساجد کے تحت لکھا ہے کہ "غزوۂ احزاب میں یہ حضرات ان مقامات پر نماز پڑھتے رہے ہیں ــــ ان مقامات پر حضرت عمر بن عبد العزیز (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) نے یادگار کے طور پر مساجد تعمیر کروائیں"۔ [2] مسجد فتح کے قریب ہی جنوب میں پہاڑ کے دامن میں دو مزید چھوٹی چھوٹی مساجد ہیں جو حضرت عمر اور سعد بن معاذ کے ناموں سے منسوب ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بغیر چھت کے مسجد حضرت سیدہ فاطمہ کے نام سے منسوب ہے اس طرح مسجد الفتح سمیت یہ سات مساجد ہو جاتی ہیں۔ شاید اسی وجہ سے اب وہاں ایک بورڈ "مساجد سبعہ" لکھ کر لگا دیا گیا ہے۔ [3] ترکوں نے اپنے اظہار عقیدت، اور اسلام کے اس قیمتی آثار تاریخ کو محفوظ رکھنے کے لئے غار کا وہ راستہ بھی رہنے دیا جس کے ذریعے حضور سید عالم اندر تشریف لے گئے تھے۔ اور دوسرا راستہ بھی بنا دیا۔ غالباً ۱۹۷۴ء میں سعودی حکومت نے (باقی بر صفحہ آئندہ)

شروع ہو جاتا ہے تو سب سے پہلے اسی مسجد کی زیارت کا شرف حاصل کرتا ہے۔

جنۃ البقیع یہ مدینہ طیبہ کا نہایت ہی بابرکت گورستان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہاں تشریف لاتے اور اہل بقیع کے لئے دعائیں فرماتے۔ حضور کا تشریف لانا کبھی رات میں ہوتا اور کبھی دن میں علاوہ ازیں بعض قبروں پر حضور نے اپنے دستِ رحمت سے مٹی ڈال کر خود ہی پانی کا چھڑکاؤ فرمایا ہے مثلاً قبر سیدنا ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت فاطمہ بنت اسد جو مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ ہیں اُن کی لحد حضور نے اپنے دست پاک سے کھودی اور دفن کرنے سے پہلے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس میں لیٹ کر تلاوت کلام مجید کی فرمائی پھر اپنی قمیص مقدس اُن کے کفن میں رکھی تاکہ ایک تبرک اُس جگہ ہمیشہ باقی رہے۔

دس ہزار ایسے اصحاب کرام جن کی جلالت وکرامت معروف تھی اس مقبرہ میں آرام فرما ہیں اور بعض تو وہ ہیں جو جماعت صحابہ میں آفتاب و ماہتاب ہیں مثلاً خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت عباس ابن عبدالمطلب، عبدالرحمٰن ابن عوف، عثمان بن مظعون، عبداللہ ابن مسعود، امام حسن ابن علی، عبداللہ بن جعفر، سعد ابن معاذ، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عائشہ، حضرت صفیہ، حضرت رقیہ، حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ رضی اللہ عنہن اجمعین

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اہل بقیع میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان سب کے چہرے ایسے روشن و منور ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

اگر ہو سکے تو ہر روز[1] ورنہ جمعہ کے روز ادب و وقار کے ساتھ یہاں آ جیے سلام کہو

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَقِیْعِ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔[2]

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) اسے ختم کر دیا۔ (مدینۃ الرسول، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۲۵۶) [3] مسجد قبلتین، مدینہ طیبہ سے شمال مغرب میں ڈیڑھ، دو میل کے فاصلے پر ہے، بیت المقدس کے رُخ والی محراب اب توڑ دی گئی ہے۔ مدینہ یونیورسٹی کی عمارت بھی یہاں سے بالکل سامنے دکھائی دیتی ہے۔

[1] لیکن خیال رہے کہ جنت البقیع کو آج کل بالعموم مقفل رکھا جاتا ہے (روزنامہ وفاق، لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۸۴ء صفحہ آخر کالم ۴۔ مضمون: مصطفیٰ صادق) نوٹ:۔ نقشہ جنۃ البقیع کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو)

[2] اے اہل بقیع! آپ پر سلام ہو۔ آپ ہم سے آگے جا چکے ہیں، اور ہم بھی آپ کے پیچھے آنے والے ہیں اور اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً ہم آپ سے ملنے والے ہیں۔

اب گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھکر اس کا ثواب اہل بقیع کو ہدیہ بھیجو۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص مقبرہ میں گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھکر اہل مقبرہ کی ارواح کو ہدیہ بھیجتا ہے تو رب کریم اُسے اجر اتنا دیتا ہے جس تعداد میں میت وہاں آسودہ ہیں سلام والیصال ثواب میں جمیع آل واصحاب اور مومنین کا جو بقیع میں آسودہ ہیں قصد کرو۔

جبل احد | نفس اس پہاڑ کی زیارت بھی مستحب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پہاڑ محبوب تھا آپ نے اس کے حق میں فرمایا ہے اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ یعنی احد پہاڑ ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اُسے محبوب رکھتے ہیں۔ علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو تمیز عطا فرمائی ہے اس لئے یہ پہاڑ حبیب رب العالمین کو محبوب رکھتا تھا۔

مبارک[1] منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

زیارت وداع | اب جب کہ وطن کا عزم ہو سامان سفر سے فارغ ہو کر سواری پر سوار ہونے سے پہلے اُس کریم رؤف و رحیم کے آستانہ پاک پر حاضر ہو اور مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو۔

اگر خیریت[2] دنیا وعقبےٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن

مسجد نبوی میں حاضر ہو دو رکعت نفل محراب النبی کے پاس یا اُس سے قریب پڑھکر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے حجرۂ شریفہ پر حاضر ہو پہلے اپنے آقا سید الانبیا پر سلام وصلوٰۃ عرض کرو سلام کا وہی طریقہ جو پہلے ذکر ہو چکا ہے عمل میں لاؤ۔ پھر اپنے لئے اپنے بزرگوں اور عزیزوں کے لئے حصول سعادت کونین کی دعا مانگو پھر اللہ تعالیٰ سے وطن عافیت وسلامت کے ساتھ پہنچنے کی دعا کرو۔ اب یہ دعا مانگ کر انہیں آداب کے ساتھ جو سفر کے لئے بتائے گئے روانہ ہو جاؤ

---

[1] وُہ منزل کتنی مُبارک ہے کہ اُس میں ایسے محبوب کا قیام ہو اور وُہ سلطنت کتنی خوش بخت ہے کہ اُس میں ایک عرصہ ایسا شہنشاہ رہا ہو۔

[2] اگر تو دُنیا اور آخرت میں خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو اُس کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو چاہے مانگ۔

سدا تازہ ہے گلزارِ مدینہ
گُلِ گلزار ہے خارِ مدینہ
محیطِ سرزمیں ہیں مثلِ خورشید
بشرق و غرب انوارِ مدینہ
بڑی سرکار ہے سرکارِ طیبہ
بڑا دربار، دربارِ مدینہ
یہ جسمِ زار گو لاہور میں ہے
مگر ہے روح زوّارِ مدینہ
مرا مطلوب ہے محبوبِ مکہ
مرا دلبر ہے دلدارِ مدینہ
عزیزو! کس جگہ جاکر شفا پائے
جو ہو بیمار، بیمارِ مدینہ
مری ہو جائیں روشن دل کی آنکھیں
اگر حاصل ہو دیدارِ مدینہ
شرف شاہوں سے رکھتا ہے زیادہ
گدائے کوئے و بازارِ مدینہ

مفتی غلام سرور لاہوری

نعت

(۲۳)

عجب شان سے جلوہ گر ہے مدینہ
نظاروں کی حدِ نظر ہے مدینہ

نہ تشبیہ صادق ، نہ تمثیل برحق
بہشتوں کی نوعِ دگر ہے مدینہ

ابھی جی تصوّر سے بہلا رہا ہوں
ابھی مستعارِ نظر ہے مدینہ

تڑپتی مُرادو ، مچلتی اُمیدو!
ٹھہر جاؤ ، نزدیک تر ہے مدینہ

بہارِ نگارِ عرب دیکھتا ہوں
بساطِ نشاطِ نظر ہے مدینہ

یہ جذبِ تصوّر ، یہ تصویرِ دلکش
مدینہ نہیں ہے مگر ہے مدینہ

وہ تلخی نہیں تلخ لمحوں میں اسعدؔ
عجب نامِ شیریں اثر ہے مدینہ

(صدیق حسن) اسعدؔ شاہجہاںپوری

مدینۃ الرسول ﷺ ـــــ سرزمین محبت

خلیل احمد نوری (بی اے)

مدینہ منورہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسکن ہے۔ قسام حقیقی اور معطی برحق جل شانہ کی عطاؤں کا مرکز و منبع ہے۔ رحمتوں اور برکتوں کا مخزن، خلاقِ عالم کی انوار و تجلیاتِ خصوصی کا حامل اور اہل ایمان کا ملجا و ماویٰ اور مطلوب و مقصود ہے۔ اس شہرِ مقدس کو ان گنت اوصاف و کمالات سے نوازا گیا ہے۔ بعض محاسن ایسے بھی ہیں جنہیں اس شہر کے خواص کا درجہ حاصل ہے کہ ان خوبیوں کے لحاظ سے مدینہ طیبہ دنیا کے تمام بلاد و امصار میں سربرآوردہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خطۂ ارضی کے ذرات اور غبار کو خطرناک بیماریوں تک کے لیے باعثِ شفا فرمایا، اسلام کا قبہ، ایمان کا گھر بلکہ مجسم ایمان ہونے کا اعزاز بخشا۔

اس خطۂ پاک کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہ عشق و محبت کی سرزمین ہے، یہاں محبت کے پھول کھلتے ہیں، اُلفت و مودت کے سوتے پھوٹتے ہیں، دلبستگی و وارفتگی کے سامان کی ارزانی و فراوانی ہوتی ہے ـــــ زائرِ مدینہ کا ہر قدم بہشت بریں میں ٹکتا ہے، رأفت و رحمت اس سے گلے ملتی ہے، گوشے گوشے اور ذرے ذرے سے اپنائیت اور چاہت کی مہکار آتی ہے، روح و قلب کو چاشنی اور شیرینی عطا ہوتی ہے اور اذہان عشقِ لازوال کی دولت سے معمور ہو جاتے ہیں۔

مدینۂ طیبہ محبتوں اور چاہتوں کا مرکز و محور ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی شہر کا تذکرہ تاریخ کے سینوں میں اتنی جگہ نہیں پا سکا جتنا اس شہرِ محترم کا۔ اور نہ کسی شہر کے اتنے زیادہ نام نہیں جتنے اس ارضِ مقدس کے ہیں ـــــ عاشقانِ مدینہ

نے اس خطۂ پاک کے اشجار و احجار تک کی تاریخ قلمبند کی، یہاں کے لیل و نہار کو موضوعِ سخن بنایا، موسموں اور فضاؤں کے تذکار سے اپنے قلم کو تابندگی عطا کی، میدانوں اور شاہراہوں کے قصیدے لکھے، مساجد و مقابرِ مدینہ پر کتب چھپیں، وہاں کے کنوؤں اور باغوں کی خصوصیات کو گنوایا گیا، اس شہرِ ابد قرار کی کتب، لائبریریاں، ہوٹل، دکانیں، مدارس اور شفاخانے، بازار اور گلیاں زیرِ بحث لائی گئیں، وادیوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر طول طویل مقالے سپردِ قلم کیے گئے۔ وہاں کے رہنے والے علماء و فقہا، زہاد و مجتہدین اور قاضیوں کے احوال و آثار کو اوراق و صدور کی زینت بنایا گیا۔ یہاں تک کہ وہاں کے رہنے والے سگانِ محترم پر ابواب باندھے گئے اور عشق و محبت کی ریت نبھائی گئی۔

تاریخِ اسلام میں جھانک کر دیکھیں تو یہ خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ خلاقِ عالم نے مدینہ اور اہلِ مدینہ کو روزِ اول ہی سے دولتِ عشق و محبت سے مالا مال فرما دیا تھا اور محبت کی اس فراوانی کا نتیجہ تھا کہ مدینۂ عالیہ نبیٔ آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقامِ ہجرت اور مسکن قرار پایا۔ اسی محبت کی اثر انگیزی کی کارفرمائی ہے جس نے اہلِ مدینہ کو میزبانِ رسول ﷺ کا شرف عطا کر کے اُن بلندیوں اور سرفرازیوں سے بہرہ ور کر دیا جن کے سامنے اس وسیع و عریض کائنات کے سب فراز، نشیب ہیں۔

داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ حق کے آغاز میں تین شہروں کو امتحان میں ڈالا ــــــ مکہ، طائف اور یثرب ــــــ اہلِ مکہ نے جس ہٹ دھرمی اور ضد و عناد کا مظاہرہ کیا، رسولِ اکرم ﷺ اور اصحابِ رسول ﷺ پر جس قدر آلام و مصائب ڈھائے، وہ تاریخِ انسانی کا ایک المناک باب ہے۔ حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے، سب و شتم کا بازار گرم کیا، حالتِ سجدہ میں پُشتِ انور پر اُونٹ کا غلیظ اوجھڑی لادا، گلے میں پٹکا ڈال کر گھونٹا، کوسنے دیے، تضحیک کی، استہزا اور طنز کے تیر برسائے، قتل کے منصوبے بنائے، گھر اور

وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، جنگیں کیں اور اپنی جسمانی، مالی، فکری اور ذہنی قوتوں کو آپؐ کی دلآزاری کے لیے وقف کر دیا۔

اور اہلِ طائف ——— ؟ اس شہر میں نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دورہ جتنا مختصر تھا، اہلِ طائف کا سلوک اتنا ہی اندوہناک تھا ——— آپؐ سب سے قبل طائف کے تین بااثر اور معزز بھائیوں عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے پاس پہنچے۔ دعوتِ حق کے جواب میں بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک نے کہا "میں کعبے کے سامنے داڑھی منڈوا دوں گا، اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے رسول بنایا ہو۔" دوسرا شقاوت سے بولا "تجھے تو سواری بھی میسر نہیں، کیا خدا کو تیرے سوا رسول بنانے کے لیے کوئی اور نہیں ملا تھا"۔ تیسرے نے کٹ حجتی سے کہا "تیرے بقول اگر تو واقعی رسول ہے تو تجھ سے کبھی بات نہ کروں گا کیونکہ اگر تیرے کلام کو رد کر دوں تو غلط ہوگا اور اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو تجھ سے بات کرنا ویسے ہی مناسب نہیں۔" اور پھر آپؐ کے وعظ کے جواب میں گالیوں، تالیوں اور قہقہوں کے ساتھ ساتھ دو تین میل تک اتنی شدید سنگ باری کی کہ اہلِ مکہ کی شقاوت اور جبر و تشدد کی سابقہ تاریخ کو بھی مات کر دیا۔ یہاں تک کہ فرشتے نے حاضرِ خدمت ہو کر اہلِ طائف کی بربادی کی اجازت طلب کی۔

اس کے برعکس تیسرا گروہ اہلِ یثرب کا تھا جن کا خمیر ہی محبت سے گندھا تھا۔ ان کے قلب و دماغ کو، اعضا و جوارح اور رگ و ریشہ کو شاید عشق کی فضاؤں میں بسایا گیا تھا، ان کی نس نس میں عقیدت و اطاعتِ رسول اکرمؐ کی تجلیاں بسی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ باقی دونوں شہروں کے رہنے والوں کے برعکس وفاشعاری، فداکاری اور ایثار و قربانی کے مجسّمے بنے رہے اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی ملاقات اور پہلی گفتگو میں بھی تعظیم و احترامِ رسالت کے کسی پہلو کو مجروح نہیں ہونے دیا۔

تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ جس سرفرازی اور عظمت کی جس معراج کو اہلِ مکہ اور اہلِ طائف نے استحقار سے ٹھکرا دیا تھا، اس کے حصول کے لیے اہلِ یثرب مؤدبانہ

درخواست لے کر آئے۔ والیٔ کونینؐ کو اپنے ہاں لے جانے کا اور ہر طرح کی ذمہ داری کا بیڑا اُٹھانے کا عہد کیا جسے بیعتِ عقبۂ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ یہی عہدِ وفا آئندہ جا کر اسلام کے ہر اقبال اور عروج کا مبداء بنا۔ اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے، اُنہوں نے اہلِ یثرب کو ان کی پیشکش کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں، ہم دشمنوں کے مقابلے میں برابر ان کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں، اگر مرتے دم تک ساتھ دے سکو تو بہتر، ورنہ ابھی جواب دے دو۔" اہلِ یثرب میں سے کسی صاحب نے کہا بھی کہ یہ عہد و پیمان ہر کسی کو لڑائی کی دعوت دینے کے مترادف ہے، مگر ازل کے سعادت مندوں کو کوئی خطرہ بھی ہراساں نہ کر سکا۔ اُنہوں نے صرف اس خواہش کا اظہار کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب آپؐ کو اقتدار اور قوت و طاقت مل جائے تو آپ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ یوں، اہلِ یثرب نے اپنی محبت و ارادت کے اس سلوک کے جواب میں بھی یہی چاہا کہ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی طرح اُنہیں جدائی کے عذاب میں نہ ڈالیں، اور بس۔ گویا آقا علیہ السلام والصلوٰۃ کی محبت اُن لوگوں کی طبائع اور نفوس میں رچ بس چکی تھی اور انہیں یہ گوارا ہی نہ تھا کہ زندگی کی کسی ساعت میں محبوبِ خدا ہم سے جدا ہو جائیں۔ نبیٔ رحمت و رأفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متوالوں اور جاں نثار عاشقوں کو تسلی اور تشفی دی اور فرمایا۔ "تمہارا خون میرا خون ہے، تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔" ایک روایت میں ہے، فرمایا کہ "میرا جینا اور میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔"

اہلِ یثرب کی محبت کو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت و رحمت پر اعتماد تھا۔ جب آقاؐ نے اِن اہلِ محبت کو اپنانے اور مستقلاً اپنانے کی نوید سنا دی تو ان کی مسرتوں کا ٹھکانا نہ رہا۔ اُنہوں نے اپنے رؤف و رحیم آقاؐ کو اپنا لیا اور کسی مشکل کو خاطر میں نہ لائے۔

وفد نے واپس جا کر سب اہلِ یثرب کو یہ مژدۂ جانفزا سنا دیا۔ اب ہر فرد دوسرے

کو بنانا پھرنا تھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اہلِ یثرب مسرتوں سے معمور ہو کر اپنے مطلوب و محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ وہ اپنی آنکھوں کو فرشِ راہ کیے ہر روز پہاڑیوں پر آ بیٹھتے، جب دھوپ ناقابلِ برداشت ہو جاتی تو مایوس ہو کر لوٹ جاتے۔ ایک روز واپس جانے کو پلٹے ہی تھے کہ ایک یہودی نے آواز دی "اے اہلِ عرب! لو تم جس کا انتظار کرتے تھے وہ آگیا" بس پھر کیا تھا، پورا شہر عشق و طاعت اور جذب و مستی سے بے خود ہو کر اُمڈ پڑا۔ انصار ہتھیار پہن کر، سج دھج کر نکلے۔ دنیائے دل کو آقا کے قدموں میں نچھاور کر دیا اور فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی، نظریں مخمور تھیں اور چہروں پر شگفتگی کھل رہی تھی۔ یثرب کی ساری آبادی میں جشنِ مسرت کا سماں تھا، زمین و آسمان کے درمیان کسی کو مسرت و ابتہاج کی دولتِ بے پایاں سے اس قدر نہ نوازا گیا ہو گا جتنا اُس روز اہلِ یثرب کو۔ باپردہ خواتین انتہائے شوق میں بے تابانہ نکل پڑیں اور چھتوں پر کھڑی ہو کر یہ تاریخی اشعار گانے لگیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

اور بنو نجار کی بچیاں یہ پڑھ رہی تھیں:

نحن جوار من بنی نجّار

یا حبّذا محمداً من جار

(ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ ہم کتنی خوش نصیب ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہمارے ہمسائے ہیں)

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ان بچیوں کے قریب سے گزرے تو آگے بڑھ کر دریافت فرمایا کہ "اے بچیو! کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟" سب نے کہا "جی ہاں، ہمیں آپ سے پیار ہے۔" فرمایا "میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔"

مکہ اور طائف کے مقابلے میں یہ کیسا شہر تھا کہ اس کا ہر ذرہ حضور کی قدم بوسی کو

ہُمکتا نظر آتا تھا، یہ کیسے لوگ تھے کہ بچھے جا رہے تھے، یہ کیسی فضائیں تھیں کہ ان میں والہانہ نثار ہو جانے کی کیفیتیں تھیں، یہ کیسی دنیا تھی کہ بچھا در ہو رہی تھی، یہ کیسی آبادی تھی کہ محبت کو معنی دے رہی تھی۔

سب سے پہلے عتبان بن مالک اور عباس بن عبادہ بن فضلہ خزرجی نے درخواست کی کہ انہیں میزبانی کا شرف بخشا جائے۔ رسولِ معظم علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا "میری اونٹنی مامور من اللہ ہے، اس کا راستہ چھوڑ دیجئے"۔ آگے بڑھے تو بنی بیاضہ (خزرج) کے محلہ داروں میں سے زیاد اور فروہ بن عمرو نے یہی مدعا پیش کیا۔ پھر بنی ساعدہ کی جانب سے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو نے، بنی حارث کی طرف سے سعد بن ربیع، خارجہ بن زید اور عبداللہ بن رواحہ نے یکے بعد دیگرے جاں سپاری اور وارفتگی کا یقین دلاتے ہوئے اپنی خدمات پیش کیں مگر آپ نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ میری ناقہ کو علم ہے کہ میرا قیام کہاں ہوگا۔ تا آنکہ آپ کی سواری حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور یہ سعادت ان کے حصے میں آئی۔

دعوتِ اسلام کے جواب میں اہلِ مکہ و طائف کی تندی اور شقاوت کو ذہن میں رکھیں اور اہلِ یثرب کے عشق و وفا اور اطاعت شعاری کی سرگزشت کو یاد کریں تو وجدان جھوم جھوم جاتا ہے کہ کس طرح انصارِ مدینہ نے اُس سعادت اور فیروز بختی کو اپنے ماتھے کا جھومر بنا لیا تھا جسے طائف اور مکہ کے کفار کی بدنصیبی نے اپنانے نہ دیا تھا۔ یقیناً یہ طبائع کی راستی، نفوس کے شریف اور محبت سرشت ہونے کا نتیجہ تھا جس نے اُنہیں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وفاکیشوں کا سرخیل بنا دیا۔

ہجرت کا یہ واقعہ دلوں کی تسخیر کا حیرت انگیز واقعہ تھا، وفاشعاریوں کا بے مثال نمونہ تھا، نیازمندیوں اور عقیدتوں کا شاندار مظاہرہ تھا ——— ایسا واقعہ، جس کا مقابلہ نہ تو بدر و حنین کی مثالی فتوحات کر سکتی تھیں اور نہ فتحِ مکہ کا جشنِ مسرت۔ یہ سب کامرانیاں اور کامیابیاں تو واقعۂ ہجرت کی مرہونِ منت تھیں۔ اسی لیے بعد میں صحابہؓ کے متفقہ فیصلے کے مطابق واقعۂ ہجرت کو سنِ تقویم کے طور پر رائج کیا گیا ———

۴۲

اقبال و سربلندی کے سب سے بڑے واقعے ہی کو قومیں اپنے سنِ تقویم کی بنیاد کے طور پر منتخب کرتی ہیں۔

عشق و محبّت کی اس داستان میں ایک سنہری کڑی سلسلۂ مواخات ہے۔ حضور سیّدِ ہر عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے ساتھیوں (مہاجرین) کے ساتھ اخوّت و محبّت کا جذبہ اس قدر مستحکم ہو چکا تھا کہ ہر انصاری صحابی نے اپنی آدھی متاع پر اپنے مہاجر بھائی کا حق تسلیم کر لیا۔ یہاں تک کہ سعدؓ بن ربیع نے اپنے مواخاتی بھائی سے یہ تک کہہ دیا کہ میری دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک کو پسند کر لیں، میں طلاق دے دیتا ہوں، عدّت گزرنے پر شادی کر لینا۔ یہی حضرت سعدؓ ہیں جنھوں نے غزوۂ اُحد میں زخموں سے چور آخری سانسیں لیتے ہوئے اپنی ساتھیوں کو تلقین کی "زندگی کی سانسوں میں کبھی بھی سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر فدا کاری میں کمی آئی تو خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے، کیونکہ اس بات کا عہد لیلۃ القدر (بیعت عقبۂ ثانیہ) میں کر چکے ہو۔"

انصار کی محبّت و اُلفت کے اظہار کا ایک باب یہ بھی تھا کہ جب یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے اخراج پر زمینیں اور باغات قبضے میں آئے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاہا کہ یہ املاک انصار میں تقسیم کر دی جائیں۔ مگر انصارؓ نے کہا کہ ہمارے کھیت اور نخلستان بھی مہاجرین کے پاس رہیں گے اور یہودیوں کی املاک بھی مہاجرین کی ملکیت میں دے دی جائیں۔

اہلِ مدینہ کی وفاشعاری اور خود سپردگی کا ایک عظیم مظاہرہ جنگِ بدر کے موقع پر حضرت سعدؓ بن معاذ کی وہ تقریر ہے جو اُنھوں نے حضور علیہ السلام والصلوٰۃ کے سامنے کی اور کہا "آپ جس طرف چاہیں لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں، اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر سمندر بھی ہمارے سامنے آجائے اور آپ ہمیں اس میں داخل ہونے کا حکم دیں تو ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہیں ہٹے گا، آپ ہمیں جنگ میں اُستوار اور پختہ پائیں گے، اللہ نے چاہا تو کفار کے مقابل ہم ایسے

کارنامے دکھائیں گے، جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔"

یہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنگِ احزاب میں شدید زخمی ہوگئے تو دعا کی کہ "یا اللہ! اگر قریش اور ہمارے درمیان لڑائیاں جاری ہیں تو مجھے زندہ رکھ اور نہ مجھے شہادت عطا فرما مجھے قریش ہی کے خلاف جہاد سب سے عزیز ہے، کیونکہ انہوں نے محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت دکھ اور اذیت دی۔" حضرت سعدؓ کے اسی اخلاص، حسنِ نیت اور شیفتگی کا ثمرہ تھا کہ آپؓ کے وصال پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اهتز العرش الرحمٰن لموت سعد ابن معاذ "کہ سعد کی موت سے رحمٰن کا عرش ہل گیا۔

ذاتِ محبوبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلّق اور نسبت نے انصارؓ کے دلوں پر کائنات کی ہر چیز کی قدر و قیمت کم کر دی تھی تاہم جب جنگِ حنین کے مالِ غنیمت کو اہلِ مکہ میں بٹتا دیکھا اور مکہ والوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تالیفِ قلب پر مبنی رویے کو ملاحظہ کیا تو سمجھے کہ آقا اپنے آبائی شہر کو اپنے مستقل قیام کے لیے پسند فرما رہے ہیں۔ اس خیال نے اہلِ مدینہ (انصار) کے تن من میں بے کلی سی پیدا کر دی ہجر و فراق کے تصوّر نے ان کے قلوب و اذہان کی دنیا کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا، عشق محبت میں ناکامی کا خیال بلائے مہیب بن کر سوار ہوگیا، دیدِ مصطفیٰؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لبریز صُبحیں اور صحبتِ سرکارؐ سے معمور شامیں چھنتی دکھائی دینے لگیں تو اس دل شکستگی اور پریشانی کے عالم میں نوجوان انصار کی زبانوں پر اہلِ مکہ سے احسانات کے بارے میں معمولی سی بات آ گئی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقتِ حال آگاہ تھے، آپؐ نے انصار سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا "کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ اور خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت دی؟ تم منتشر تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم میں اتفاق پیدا کیا؟ تم مفلس تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں دولت مند بنا دیا؟"

انصارؓ ان سوالوں کے جواب میں کہتے جاتے تھے "بے شک خدا اور رسول

نے ہم پر احسان کیا۔"

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشق و محبت کے رموز سے آشنا تھے، اپنے فدا کاروں اور شیدائیوں کی تاریخ سامنے تھی، اس لیے ان کی تسکین کے لیے شانِ کریمی سے ارشاد فرمایا "اے انصار! تم اس کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہتے کہ اے محمد، جب سب لوگوں نے تمہیں جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی۔ جب تمہیں گھر اور وطن سے نکال دیا گیا تو ہم نے تجھے پناہ دی، جب تم محتاج تھے تو ہم نے تمہاری مدد کی ——— میں کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو۔ اے انصار! تم ہمارے شعار ہو، دوسرے لوگ دثار ہیں" (شعار کپڑے کی اس تہ کو کہتے ہیں جو براہِ راست جسم سے چمٹی ہوئی ہو اور دثار اوپر کی تہہ کو کہتے ہیں) پھر نبیٔ رؤف و رحیمؐ نے انصار کو یوں دعا سے نوازا: "اے اللہ! انصار پر رحم کر، انصار کی اولاد پر رحم کر، انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم کر"۔ آخر میں انصار کو قرارِ جاں بخشتے ہوئے فرمایا "اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں اپنے ساتھ لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو۔" اتنا سننا تھا کہ انصارؓ کے دل فرحت و شادمانی سے لبریز ہو گئے۔ ان کی فیروز بختی اور ارجمندی تو حصولِ محبوبؐ میں مضمر تھی اور اب منزل سامنے دیکھی تو جذبات کے تلاطم میں غلطاں ہو کر چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ "ہمیں صرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کافی ہیں۔"

سرزمینِ طیبہ عشق و محبت کی سرزمین ہے۔ خداوند قدوس جل شانہٗ نے اسے نظرِ عنایت سے نوازا اور اپنے حبیب اور سب مخلوق کے محبوب و مطلوبؐ کی آرام گاہ کے طور پر منتخب فرمایا۔ اس ارضِ مقدس نے سیاحِ لامکاںؐ کے تلووں کو جی بھر کے چوما۔ خود سرورِ انس و جاں علیہ التحیۃ والثناء نے اس شہر کو احب البلاد (سب سے محبوب تر شہر) بنا دینے کی دعا فرمائی۔ اس شہر کو نزدیک پا کر اپنی سواری کو تیز فرماتے۔ اس شہر میں اپنی قبر کو پسند فرمایا۔ مدینۂ عالیہ کے ایک پہاڑ کے لیے بطورِ خاص ارشاد فرمایا "یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔" حضرت

کارنامے دکھائیں گے، جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔"

یہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنگِ احزاب میں شدید زخمی ہو گئے تو دعا کی کہ "یا اللہ اگر قریش اور ہمارے درمیان لڑائیاں جاری ہیں تو مجھے زندہ رکھ اور نہ مجھے شہادت عطا فرما مجھے قریش ہی کے خلاف جہاد سب سے عزیز ہے، کیونکہ انہوں نے محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو بہت دکھ اور اذیت دی" حضرت سعدؓ کے اسی اخلاص محبت اور شیفتگی کا ثمرہ تھا کہ آپؓ کے وصال پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اھتز العرش الرحمٰن لموت سعد ابن معاذ" کہ سعد کی موت سے رحمٰن کا عرش ہل گیا۔

ذاتِ محبوبؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق اور نسبت نے انصارؓ کے دلوں میں کائنات کی ہر چیز کی قدر و قیمت کم کر دی تھی تاہم جب جنگِ حنین کے مالِ غنیمت اہلِ مکہ میں بٹتا دیکھا اور مکہ والوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تالیفِ قلب پر مبنی رویے کو ملاحظہ کیا تو سمجھے کہ آقا اپنے آبائی شہر کو اپنے مستقل قیام کے لیے پسند فرما رہے ہیں۔ اس خیال نے اہلِ مدینہ (انصار) کے تن من میں بے کلی سی پیدا کر دی ہجر و فراق کے تصور نے ان کے قلوب و اذہان کی دنیا کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا، عشق محبت میں ناکامی کا خیال بلائے مہیب بن کر سوار ہو گیا، دیدِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لبریز صبحیں اور صحبتِ سرکار سے معمور شامیں چھنتی دکھائی دینے لگیں تو اس دل شکستگی اور پریشانی کے عالم میں نوجوان انصار کی زبانوں پر اہلِ مکہ سے احسانات کے بارے میں معمولی سی بات آ گئی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حقیقتِ حال سے آگاہ تھے، آپؐ نے انصار سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا "کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ اور خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت دی؟ تم منتشر تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم میں اتفاق پیدا کیا؟ تم مفلس تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں دولت مند بنا دیا؟"

انصارؓ اِن سوالوں کے جواب میں کہتے جاتے تھے "بے شک خدا اور رسول

نے ہم پر احسان کیا۔"

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشق و محبت کے رموز سے آشنا تھے، اپنے فداکاروں اور شیدائیوں کی تاریخ سامنے تھی، اس لیے ان کی تسکین کے لیے شانِ کریمی سے ارشاد فرمایا "اے انصار! تم اس کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہتے کہ اے محمدؐ، جب سب لوگوں نے تمہیں جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی۔ جب تمہیں گھر اور وطن سے نکال دیا گیا تو ہم نے تجھے پناہ دی، جب تم محتاج تھے تو ہم نے تمہاری مدد کی ــــ میں کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو۔ اے انصار! تم ہمارے شعار ہو، دوسرے لوگ دثار ہیں" (شعار کپڑے کی اس تہ کو کہتے ہیں جو براہِ راست جسم سے چمٹی ہوئی ہو اور دثار اوپر کی تہ کو کہتے ہیں) پھر نبیٔ رؤف و رحیمؐ نے انصار کو یوں دعا سے نوازا: "اے اللہ! انصار پر رحم کر، انصار کی اولاد پر رحم کر، انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم کر"۔ آخر میں انصار کو قرارِ جاں بخشتے ہوئے فرمایا "اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں اپنے ساتھ لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو۔" اتنا سننا تھا کہ انصارؓ کے دل فرحت و شادمانی سے لبریز ہو گئے۔ ان کی فیروز بختی اور ارجمندی تو حصولِ محبوبؐ میں مضمر تھی اور اب منزل سامنے دیکھی تو جذبات کے تلاطم میں غلطاں ہو کر چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ "ہمیں صرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کافی ہیں۔"

سرزمینِ طیبہ عشق و محبت کی سرزمین ہے۔ خداوند قدوس جل شانہٗ نے اسے نظرِ عنایت سے نوازا اور اپنے حبیب اور سب مخلوق کے محبوب و مطلوبؐ کی آرام گاہ کے طور پر منتخب فرمایا۔ اس ارضِ مقدس نے سیاحِ لامکاںؐ کے تلوؤں کو جی بھر کے چوما۔ خود سرورِ انس و جاں علیہ التحیۃ والثناء نے اس شہر کو احب البلاد (سب سے محبوب تر شہر) بنا دینے کی دعا فرمائی۔ اس شہر کو نزدیک پا کر اپنی سواری کو تیز فرماتے۔ اس شہر میں اپنی قبر کو پسند فرمایا۔ مدینۂ عالیہ کے ایک پہاڑ کے لیے بطور خاص ارشاد فرمایا "یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔" حضرت

کارنامے دکھائیں گے، جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔"
یہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنگِ احزاب میں شدید زخمی ہو گئے تو دعا کی کہ "یا اللہ! اگر قریش اور ہمارے درمیان لڑائیاں جاری ہیں تو مجھے زندہ رکھنا ورنہ مجھے شہادت عطا فرما۔ مجھے قریش ہی کے خلاف جہاد سب سے عزیز ہے، کیونکہ اُنہوں نے محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت دکھ اور اذیت دی۔" حضرت سعدؓ کے اسی اخلاص حُسنِ نیت اور شیفتگی کا ثمرہ تھا کہ آپؓ کے وصال پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اھتز العرش الرحمٰن لموت سعد ابن معاذ" کہ سعد کی موت سے رحمٰن کا عرش ہل گیا۔

ذاتِ محبوبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق اور نسبت نے انصارؓ کے دلوں میں کائنات کی ہر چیز کی قدر و قیمت کم کر دی تھی تاہم جب جنگِ حنین کے مالِ غنیمت کو اہلِ مکہ میں بٹتا دیکھا اور مکہ والوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تالیفِ قلوب پر مبنی رویے کو ملاحظہ کیا تو سمجھے کہ آقا اپنے آبائی شہر کو اپنے مستقل قیام کے لیے پسند فرما رہے ہیں۔ اس خیال نے اہلِ مدینہ (انصار) کے تن من میں بے کلی سی پیدا کر دی، ہجر و فراق کے تصور نے ان کے قلوب و اذہان کی دنیا کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا، عشق و محبت میں ناکامی کا خیال بلائے مہیب بن کر سوار ہو گیا، دیدِ مصطفٰیؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لبریز صبحیں اور صحبتِ سرکارؐ سے معمور شامیں چھنتی دکھائی دینے لگیں تو اس دل شکستگی اور پریشانی کے عالم میں نوجوان انصار کی زبانوں پر اہلِ مکہ سے احسانات خاص کے بارے میں معمولی سی بات آ گئی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقتِ حال سے آگاہ تھے، آپؐ نے انصار سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا "کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے اور خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت دی؟ تم منتشر تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم میں اتفاق پیدا کیا؟ تم مفلس تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں دولت مند بنا دیا؟"

انصارؓ اِن سوالوں کے جواب میں کہتے جاتے تھے "بے شک خدا اور رسولؐ

نے ہم پر احسان کیا۔"

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشق ومحبت کے رموز سے آشنا تھے، اپنے فدا کاروں اور شیدائیوں کی تاریخ سامنے تھی، اس لیے ان کی تسکین کے لیے شانِ کریمی سے ارشاد فرمایا "اے انصار! تم اس کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہتے کہ اے محمد، جب سب لوگوں نے تمہیں جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی، جب تمہیں گھر اور وطن سے نکال دیا گیا تو ہم نے تجھے پناہ دی، جب تم محتاج تھے تو ہم نے تمہاری مدد کی ـــــ میں کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو۔ اے انصار! تم ہمارے شعار ہو، دوسرے لوگ دثار ہیں" (شعار کپڑے کی اس تہ کو کہتے ہیں جو براہِ راست جسم سے چمٹی ہوئی ہو اور دثار اوپر کی تہ کو کہتے ہیں) پھر نبیٔ رؤف ورحیم نے انصار کو یوں دعا سے نوازا: "اے اللہ! انصار پر رحم کر، انصار کی اولاد پر رحم کر، انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم کر"۔ آخر میں انصار کو قرارِ جاں بخشتے ہوئے فرمایا "اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں اپنے ساتھ لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو۔" اتنا سننا تھا کہ انصارؓ کے دل فرحت وشادمانی سے لبریز ہو گئے۔ ان کی فرزند بخشی اور ارجمندی تو حصولِ محبوبؐ میں مضمر تھی اور اب منزل سامنے دیکھی تو جذبات کے تلاطم میں غلطاں ہو کر چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ "ہمیں صرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کافی ہیں۔"

سرزمینِ طیبہ عشق ومحبت کی سرزمین ہے۔ خداوند قدوس جل شانہٗ نے اسے نظرِ عنایت سے نوازا اور اپنے حبیب اور سب مخلوق کے محبوب ومطلوبؐ کی آرام گاہ کے طور پر منتخب فرمایا۔ اس ارضِ مقدس نے سیاحِ لامکاںؐ کے تلووں کو جی بھر کے چوما۔ خود سرورِ انس وجاں علیہ التحیۃ والثناء نے اس شہر کو احب البلاد (سب سے محبوب تر شہر) بنا دینے کی دعا فرمائی۔ اس شہر کو نزدیک پا کر اپنی سواری کو تیز فرماتے۔ اس شہر میں اپنی قبر کو پسند فرمایا۔ مدینۂ عالیہ کے ایک پہاڑ کے لیے بطورِ خاص ارشاد فرمایا "یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔" حضرت

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ جل مجدہٗ سے اس شہر میں اپنی موت کی دعا: "اللّٰھُمَّ ارزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد حبیبک"۔ اس سرزمین کو عشق و وفا کا منبع و مرکز قرار دینا اس لیے بھی حقیقت کے قریب ہے کہ عشق و محبّت کے واقعات جس قدر اس شہرِ محترم سے وابستہ ہیں کسی اور سے نہیں، عشّاق کی جتنی تعداد نے مدینہ منورہ میں جنم لیا کہیں اور نہیں، جتنے عشّاق اس سرزمین میں محوِ خواب ہیں وہ دنیا کے کسی اور خطے میں نہیں ——— تمام صحابہ رسولؐ سچے عاشق تھے، ہر ایک کے عشق و محبت کا جدا جدا انداز تھا، فدا کاری کا الگ الگ واقعہ تھا، ایثار و قربانی کی منفرد داستان تھی۔ اور بیشتر کا تعلق اسی خطّہ ارضی سے ہے۔

اہلِ مدینہ کی محبّت کا وہ تاریخی جذبہ جس کے شاندار اور اعلیٰ نمونے حیاتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود رہے اور جن کی جانب احادیث و اقوالِ صحابہؓ نے ہمیں متوجہ کیا، وہ آج بھی برقرار ہیں اور دنیا کے ہر شہر سے فزوں تر ہیں۔ ایک دوست ہیں، چند سال قبل حج بیت اللہ سے واپس ہوئے تو ہم نے سفرِ حج کے متعلق دریافت کیا، کہنے لگے کیا بتاؤں ؟ حضورؐ کا شہر تو مجھے ماں کا محلّہ دکھائی دیا۔ ہر سمت اور چہار سُو رحمت ہی رحمت، محبّت ہی محبت اور جمال ہی جمال نظر آتا ہے۔ اور جب اہلِ مکہ کے بارے میں استفسار کیا تو بتایا کہ وہاں اللہ کا جلال ہے، ہیبت ہے، دبدبہ ہے اور اس جلال کا اثر اہلِ مکہ کے طرزِ عمل، گفتگو اور سلوک سے بھی ٹپکا پڑتا ہے۔

ایسی ہی روداد میرے برادرِ اکبر حاجی محمد عبدالمجید نوری نے گذشتہ سال سفرِ طیبہ سے واپسی پر بیان کی اور کہا کہ رمضان شریف کے چند ایام حرمِ رسولؐ میں گزارنے کی سعادت ملی۔ افطاری کے وقت اہلِ مدینہ اپنی روایتی اور تاریخی میزبانی کے مظاہرے کرتے، حرمِ نبویؐ میں جابجا دسترخوان بچھا کر مہمانانِ رسولؐ کو منت سماجت اور لجاجت سے اپنے دسترخوان پر بلاتے اور بعض اوقات رو رو کر اور ہاتھ جوڑ کر مجبور کرتے

کہ چند لقمے اُن کے دسترخوان سے کھائیں۔ برادر اکبر بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری دو روز سے حرم بیت اللہ شریف میں افطار کرنے کا شرف ملا۔ مگر اسے اتفاق کہیے یا کچھ اور کہ ہم حسبِ معمول ایک دسترخوان پر بلا تکلف جا بیٹھے تو صاحبِ خوان نے ہمیں بازو سے پکڑ کر اٹھا دیا۔

یہ صرف دو مثالیں ہیں ورنہ ہر زائر اور ہر مسافرِ حرمین اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ مدینۃ الرّسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سرزمین مرکزِ عشق و محبّت ہے، اُلفت کی قدرتی اور فطری جلوہ گاہ ہے، وہاں قلب و روح پر کیف و نشاط اور سکون و طمانیت کی اس قدر پھوار پڑتی ہے کہ زائرِ مدینہ کا رُواں رُواں سرشار ہو جاتا ہے۔

جاں نواز و روح پرور ہے مدینے کی فضا — واہ کیا اللہ اکبر ہے مدینے کی فضا
ہر گلی میں چاند تارے مسکراتے ہیں یہاں — نورِ احمدؐ سے منوّر ہے مدینے کی فضا
گنبدِ خضرائے حضرتؐ کی یہ ضوافشانیاں — صاف گویا عرش منظر ہے مدینے کی فضا
جھومتی پھرتی ہیں رحمت کی گھٹائیں ہر طرف — وجد آور کیف پرور ہے مدینے کی فضا
مل رہا ہے بزمِ عالم کے اُجالوں کو فروغ — مرکزِ نورِ پیمبرؐ ہے مدینے کی فضا
گردشِ دوراں تری مشقِ ستم بیکار ہے — دیکھ ہم پر سایہ گستر ہے مدینے کی فضا
ہر تمنّا بارور، ہر آرزو جانِ مُراد — جنّتِ عشرت سراسر ہے مدینے کی فضا
ہے مسرّت ہی مسرّت جس طرف بھی دیکھیے — گردِ غم سے پاک یکسر ہے مدینے کی فضا
مجھ سے عاصی کو بھی افضلؔ مل گئی اس میں پناہ
دامنِ محبوبِؐ داور ہے مدینے کی فضا

محمد افضل کوٹلوی۔ ایم اے (فیصل آباد)

کہاں ہند میں وہ بہارِ مدینہ
بس اب میں ہوں اور یادگارِ مدینہ

نہ ہے عزّت و افتخارِ مدینہ
شہِ دو جہاںؐ تاجدارِ مدینہ

وہ ہر سُو کھجوروں کی دلکش قطاریں
وہ کہسار ، وہ سبزہ زارِ مدینہ

وہ مسجد، وہ روضہ، وہ جنّت کا ٹکڑا
خوشا منظرِ پُر بہارِ مدینہ

نگینہ زمرّد کا ہے سبز گنبد
اور انگشتری کوہسارِ مدینہ

کہاں جی لگے میرا باغِ جہاں میں
ہے آنکھوں میں میری بہارِ مدینہ

کہیں جاؤں، طیبہ ہی پیشِ نظر ہے
مجھے کل جہاں ہے جوارِ مدینہ

وہاں سے میں حُبِّ نبیؐ دل میں لایا
یہی تحفہ ہے یادگارِ مدینہ

مجذوب سہارنپوری

مدینہ سفرناموں کے آئینے میں

انجم ناز احمد آذر

ماضی کے جھروکوں میں سے جھانکتا ہوا یثرب حال کے بام پر مدینہ کے نام سے جگمگا رہا ہے ـــــ مدینہ جو دراصل ہجرتِ نبوی کے بعد مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہلایا ـ ـ ـ ـ ـ پھر اس پورے نام میں سے لفظ نبی چاہنے والوں کے دلوں میں پیوست ہو کر رہ گیا جبکہ صرف "مدینہ" ہونٹوں پہ شیرینی گھولتا ہوا زبان زدِ عام ہو گیا۔

مدینہ ـــــ بظاہر اینٹ اور گارے سے تعمیر شدہ ایک شہر لیکن دراصل اہلِ ایمان و ایقان کے لیے گہوارۂ راحت و طمانیت ـــــ محبتوں کا مرکز ـــــ عقیدتوں کا محور ـــــ آسمان کا قبلہ و کعبہ اور زمین کی پیشانی کا داغِ سجدہ ۔ مدینہ ـــــ جو عہدِ نبوی میں رسالت مآبؐ کی قدم بوسی کے شرف سے سرفراز ہوا اور بعد میں قیامت تک کے لیے رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آرام گاہ اور بھٹکے دلوں اور گم کردہ راہ مسافروں کے لیے عظیم پناہ گاہ بن گیا ہے ـ ـ ـ ـ ـ

کرۂ ارض پر یہ فضیلت، یہ شرف اور یہ اعزاز اس شہر کا مقدر کیونکر ہوا ـــــ شہرِ مدینہ سے گزرتے ہوئے ہوائیں احتراماً اپنے قدم کیوں روک لیتی ہیں ـــــ اس شہرِ عالم پناہ میں خوشبوئیں اپنی زلفیں کیوں بکھرا دیتی ہیں ـــــ اس شہرِ شہریار میں روشنیاں چکا چوند اور ظلمتیں نور آفریں کیسے ہوتی ہیں ـــــ پورے خطۂ ارض پر زمین کا یہ محدود سا ٹکڑا اتنا سربلند اور سرفراز کیسے ہوا ـ ـ ـ ـ ـ ؟

نبیؐ کا جس جگہ پر آستاں ہے
زمیں کا اتنا ٹکڑا آسماں ہے

آستانۂ نبوی ص ــــــ روضۂ رسالت پناہ ــــــ جہاں جذبوں کو فراوانی اور اشکوں کو روانی ملتی ہے ــــــ جہاں خوابِ ہستی کو تعبیریں اور دھڑکنوں کو تکمیلِ آرزو کی تفسیریں میسر آتی ہیں ــــــ جہاں حیات نورِ ازل سے منسوب ہوتی ہے اور اہلِ محبت کی تالیفِ قلوب ہوتی ہے۔

آج کا انسان ایک تلاش میں مبتلا ہے ــــــ وہ زمین میں رہتے ہوئے خلاء میں معلق نظر آتا ہے ــــــ لوگ سکون کی غرض سے سارے عالم کا چکر کاٹتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹیوں میں قرار ڈھونڈتے ہیں۔ گھنے جنگلوں میں تلاش کا سفر جاری رکھتے ہیں حتیٰ کہ بحرِ پُر آشوب میں بھی سکون کے تعاقب کا عمل جاری رہتا ہے ــــــ مگر ــــــ یہ وہ موتی کہاں جو غوطہ خوروں کے ہاتھ آجائے، یہ وہ بُوٹی نہیں جو پہاڑوں کی کھوہ میں مل جائے ــــــ اس بے کلی کا واحد علاج خدائے واحد کی ربوبیت اور اُلوہیت کے اعتراف اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسنِ انسانیت پر سچے دل سے ایمان لانے ہی میں ہے ــــــ جو سکون کا متلاشی ہو، اس کو صحرا نوردی کی احتیاج نہیں رہتی ــــــ اس کے لیے تو مدینے کی راہیں کھلی ہیں۔

مدینے کی راہیں اپنے مسافروں کو سینے سے لگا کر وہ راحت و سکون عطا کرتی ہیں کہ ماں کی گود بھی نثار ہوتی ہے۔ ان راہوں سے لپٹ جانے والوں ــــــ دیارِ عالم پناہ کو جانے والوں ــــــ اس کی گردِ سفر کو آنکھوں کا سرمہ اور مانگ کا سیندھور بنانے والوں نے ــــــ دیارِ نبی ص کو نظروں سے چوم لینے کی سعادت پانے والوں نے اپنے جذب و کیف، سرور و سرمستی اور اپنی وجد آفریں کیفیات کا نقشہ اپنے سفر ناموں میں کھینچا ہے ــــــ یہ سفر نامے محض ایک صنفِ ادب نہیں ہیں ــــــ یہ سفر نامے ذاتی جاہ و توفیقِ جہاں نوردی کی نمائش کا ذریعہ نہیں ہیں ــــــ

سفرنامے محرومِ سفر لوگوں کے لیے احساسِ کہتری کو مادی وسیلے سے بڑھانے کا سامان نہیں ہیں —— اور —— یہ سفرنامے ٹورسٹ گائیڈ قسم کی کتابیں بھی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سفرنامے عقیدتوں کے سرچشمے اور نیازمندیوں کے بحرِ بیکراں ہیں۔ یہ سفرنامے تڑپتی روحوں، مچلتے دلوں، پھڑکتے ہونٹوں اور لرزتے اشکوں کی تعبیریں اور تمثیلِ آرزو کی تفسیریں ہیں۔

ماضی میں ابنِ حوقل بغدادی —— اصطخری فارسی، حکیم ناصر خسرو، ابنِ جبیر اندلسی، ابنِ بطوطہ مغربی، عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ کے قلم معجز نما نے سفرِ ارضِ مقدس کی روداد خونِ جگر سے صفحۂ قرطاس پر سجائی۔

عہدِ حاضر میں اسلوبِ اظہار اور ابلاغ کی نئی خوبصورتیوں اور جذب و شوق کی گہرائی کے حامل سفرناموں میں ممتاز مفتی کا "لبیک"، محمد ذاکر علی خاں کا "مرحبا"، مولانا سید ابوالحسن ندوی کا "کاروانِ مدینہ"، حافظ لدھیانوی کا "جمالِ حرمین"، شورش کاشمیری کا جذب و مستی سے معمور "شب جائے کہ من بودم"، حافظ لبصیر پوری کا "اس دیار میں" راجا محمد شریف کا "آئینۂ حجاز"، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا "جذب و شوق" اور "ایس ایم ظفر کا "اطاعتِ سفر" خاص طور پر وادیٔ قلب و جاں کے ذرے ذرے کو دھڑکاتے ہیں۔

ان کے علاوہ نعیم صدیقی کا "سفرِ حجاز" اور الطاف حسین قریشی کا "قافلے دل کے چلے" اگرچہ اقساط کی صورت میں جرائد کی زینت بنے ہیں تاہم اپنے لفظوں میں دھڑکنے والوں جذبوں کی وساطت سے یہ سفرنامے ہم ایسے محرومِ سفرِ حجاز لوگوں کی مچلتی آرزوں کو تازیانہ ثابت ہوتے ہیں۔ اِن سفرناموں میں شہرِ آرام گہِ رسالت مآبؐ میں ہمہ وقت ہونے والی بارشِ انوار اور جبینوں میں تڑپتے مچلتے سجدوں کا نقشہ، شہرِ مدینہ کی دھوپ چھاؤں کی رعنائیوں کا بیان، صبحِ صادق کو شرماتی راتوں کا جمال اور شعلۂ طور کو مات کرتی ہوئی

ہمجوں کا احوال ہے۔

چشمہ اُبل رہا ہے مدینے میں نور کا
ہر اس کی موج رقص ہے میرے شعور کا
چھنتا ہے جلوہ اس کی فضائے لطیف سے
صبحِ ازل کے نورِ سعادت ظہور کا
بہتا پگھل پگھل کے ہے آنکھوں کی راہ سے
انجام تھا یہ میرے دلِ ناصبور کا
سر خاک پہ ہے اور تصوّر ہے عرش پر
مجھ کو ہوا نصیب مواجہ حضور کا
ختمِ رسلؐ پہ بھیج رہا ہوں سلام میں
میرا یہ زمزمہ ہے ترانہ زبور کا
دل میں جو ہے وہ آ نہیں سکتا زبان پر
خود اعتراف ہے مجھے اپنے قصور کا (ظفر علی خاں)

جذب و عشق کی سرمستیوں کو لفظوں کے سانچے میں ڈھالنا بہت مشکل کام ہے، دل کی دھڑکنیں اپنے آہنگ کو لفظوں کا محتاج نہیں جانتیں ——— مدینے کی خاکِ راہ بن جانے والوں کے ذرّوں کی خاموشی نوائے سروش کو شرماتی ہے۔ سفرناموں میں مدینے کا ذکر بحرِ عقیدت میں تموّج پیدا کرتا ہے ——— اور سید ابوالحسن ندوی کا سفرنامہ "کاروانِ مدینہ" اس کا عکاس ہے۔

"بھینی بھینی ہوا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی۔ طیبہ جس قدر قریب ہوتا جا رہا ہے، ہوا کی خنکی، پانی کی شیرینی اور ٹھنڈک لیکن دلوں کی گرمی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس معدنِ (کرم) سے اپنے اپنے ملک کے لیے یہ سوغات لے کر آئیے۔ کھجوریں، گلاب، پودینہ، خاکِ شفا ——— محبت کی نگاہ میں سب کچھ ہیں اور یہاں کی سب سے

بڑی سوغات اسلام کے لیے جدّوجُہد اور جان دینے کا عزم ہے ۔ مدینہ، مسجدِ نبویؐ کا چپہ چپہ، بقیع شریف کا ذرہ ذرہ اور اُحد کی ہر ہر کنکری یہی پیغام دیتی ہے۔"

یہ وہ پیغام ہے جسے انسانی سطح پر پوری قوت و توانائی مدینے کے در و دیوار ہی میں حاصل ہوئی ـــــ یہ وہ پیغام ہے جس نے تکمیلِ دین کا شرف مدینہ ہی میں حاصل کیا ـــــ یہ وہ پیغام ہے جس کے پھیلانے کے لیے خود رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے مدینہ ہی کو مرکز بنایا ـــــ

رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ـــــ ٹوٹے اور بکھرے ہوئے لوگوں کو حُسنِ ترتیب عطا کرنے والی عظیم ذات، قعرِ ذلت میں پڑی ہوئی انسانیت کو سرفراز کرنے والی بے بہا شخصیت ـــــ ماں کی گود سے زیادہ مشفق و مہربان شخصیت ـــــ وہ عظیم شخصیت جس کی ہجرت نے میزبانی اور رہمانی کے نئے اسلوب ترتیب دیے ـــــ جس کی آمد سے پہلے یثرب کے در و بام اداسیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پھر جس کی آمد پر یہاں کی فضائیں بھی نغمہ ریز ہو گئیں۔

اے امیرِ حرم اے شہِ دوسرا
دین و دنیا میں بس اک ترا آسرا
چاند در پر ترے جبہ سائی کرے
آسماں تیری چوکھٹ پہ سر کو دھرے
تو اجالوں کا گھر
روشنی سر بسر
مہر و مہ نے ترے
در پہ پانی بھرا
خوابِ ہستی کی لاریب تعبیر ہے
تو کہ سیرت میں قرآں کی تفسیر ہے

تو کہ محبوب ہے
مجھ سے منسوب ہے
میری صبح اذاں
میری شام دعا
اِس طرف اوج پہ میری تشنہ لبی
اُس طرف جوش پر تیری دریادلی
تو سراپا کرم
سیّدِ محترم
میں طلب ہی طلب
تو عطا ہی عطا

مدینہ جس نے تاریخ کو اک نیا باب دیا ـــــ جس نے علم وادب کو اک نیا استعاراتی نظام دیا ـــــ جو اس صاحب جمال کے قدم پڑتے ہی امر ہوگیا جو خود تاریخ بھی ہے، افکار کا منبع بھی ہے اور کردار کی مثال بھی ـــــ

راہِ شوق کے مسافروں میں "آئینۂ حجاز" کے مصنف راجا محمد شریف نے اپنے سفرِ مدینہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ہم اس خنک شہر کی طرف اُڑے جارہے تھے جہاں شاہِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) قیام فرما ہیں۔ جس کی مٹی ہر آنکھ کے لیے خاکِ شفا اور ہر مرض کے واسطے کیمیا کی خاصیت رکھتی ہے۔ جہاں درد کا علاج ہوتا ہے اور تقدیرِ انسانی بنتی اور سنورتی ہے ـــــ جہاں عشاق قدموں کے بجائے سر کے بل چل کر جانے کو سعادتِ اُخروی خیال کرتے ہیں ـــــ ہم نے برایں ذوق وشوق رہِ طیبہ اختیار کی تھی۔ ہمارا دل گھبرا بھی رہا تھا اور خوشی سے پاگل بھی تھا، گھبرا اس لیے رہا تھا کہ عقیدت ومحبت کے جو پھول ہم شاہِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے قدموں میں نچھاور کرنے کے لیے اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کی صورت چھپا کر لیے جارہے تھے وہ اس محترم ومقدس ہستی کی عظمتوں

کے قابل نہیں تھے ——— اور خوش ——— اس لیے تھے کہ خواہ جیسے کیسے بھی تھے کیسے ہی عاصی و گنہگار تھے ——— کتنے ہی خستہ و بے حال تھے، نبیٔ آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی اُمت میں سے تھے اور اپنے آقا و مولاؐ کی قدم بوسی کے لیے جا رہے تھے۔"

نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم
مگر نازم بہ آں ذوقے کہ پیشِ یار می رقصم
بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم
بگردِ مرکزِ خود صورتِ پرکار می رقصم

یہی کیفیت، یہی حال شورش کاشمیری کے ہاں دکھائی دیتا ہے۔ وہ بھی جب راہِ کوئے یار میں سرگرمِ سفر ہوتا ہے تو اس کی دھڑکنیں بھی یہی صدا دیتی ہیں۔

"جو چیز پریشان کر رہی تھی، وہ اپنی کم مائیگی کا شدید احساس تھا۔ سوچتا تھا، میرے پاس وہ زادِ راہ ہی نہیں جو اس گھر میں حاضری کے لیے ضروری ہے۔ وہ لوگ جو یہاں چلے آتے ہیں ان کے پاس تو کچھ ہو گا میرے پاس تو کچھ بھی نہ تھا۔ بس ایک چنگاری تھی جو سلگ کر شوق بن گئی تھی۔"

اس نورِ ازل کے مقابل اپنی بے مائیگی کا احساس شدتوں کی انتہا کو چھو لیتا ہے۔ عشاق جوشِ جنوں اور وارفتگی کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں اور تابِ دید و نظارہ نہ ہونے کے باوجود حسرتوں اور تمناؤں کی گٹھڑیاں اُٹھائے سوچتے ہیں شورش کاشمیری کی آرزوؤں کے رنگ ہیں ــــــ

"کاش میں ان ذرّوں میں ہوتا جو حضورؐ کے قدموں کو بوسہ دیتے رہے تھے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان پر سے گزر رہے تھے۔ وہ راہگزر ہوتا جس کو پائے مبارک چھو رہے تھے۔ ناقہ ہوتا، ——— اس کی مہار ہوتا ——— وہ پتھر ہوتا جو حضورؐ کو آتے جاتے دیکھتے رہے ——— وہ لمحہ ہوتا جو اس عظیم مسافر کو درپیش تھا ——— سورج کی ان کرنوں میں سے کرن ہوتا جو اس سفر میں ان پاؤں پر آنکھیں بچھاتی رہی ہیں ———"

لگن سچی ہو ـــــ خلوص بے پایاں ہو ـــــ تڑپ انمول ہو، اس کے باوجود کوئے یار میں قدم رکھنا آسان نہیں ہوتا ـــــ اس لمحے کی کیفیتیں احساس کی گہرائیوں میں ڈوب کر لفظوں کے احاطے سے نکل جاتی ہیں ـــــ شورش کاشمیری مدینہ کے قریب پہنچ جانے پر اسی کیفیت کے زیرِ اثر لرزاں لرزاں ہے ۔

" جوں جوں مدینہ کے آثار قریب ہوتے گئے، دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں ۔یہاں تک کہ اندر دگرگوں ہو گیا ۔عقل نے کہا، اس سے آگے جانا میرے لیے مشکل ہے ، یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے ـــــ عشق نے کہا یہاں سے دل کی بادشاہت شروع ہوتی ہے ـــــ یہ اللہ کے محبوبؐ کا گھر ہے ۔یہاں وجدان کی ناقہ پر عرفان کا محمل سجالو ـــــ یہ ادب والوں کا قبلہ ہے ـــــ "

سلام ہو اے مدینۃ النبیؐ

سلام ہو

اے شہروں کے شہنشاہ

اے انسانوں کی اُمید گاہ

اے زیرِ فلک عالم پناہ

سلام ہو ـــــ سلام ہو

ادب والے جب حدودِ مدینہ میں داخل ہوتے ہیں تو قلب و جاں سے صدائیں اُٹھنے لگتی ہیں "اے کرۂ ارضی کے سرتاج ـــــ اے رحمتوں اور فضیلتوں کے شہر ـــــ اے انشا پردازوں کے علوِ فکر ـــــ اے شاعروں کے تخیل کی معراج ـــــ اے خطیبوں کے ولولۂ خطابت کی آبرو ـــــ اے عالموں کے افکار کی آرزو ـــــ اے دانشوروں کے علم و حکمت کی جستجو ـــــ اے گنہگاروں کی بخشش گاہ ـــــ اے بلدۂ رسالت پناہؐ ـــــ اے مرکزِ دل و نگاہ ـــــ اے انس و ملک کی بوسہ گاہ ایک بے ہنر، بے زباں، نادان اور بے سروساماں کا سلام قبول کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

مدینے تک پہنچ جاؤ تو پھر راحت ہی راحت ہے
یہ دنیا ایک صحرا ہے، مدینہ باغِ جنت ہے (حفیظ جالندھری)

مدینے کا مسافر منزل سے ہمکنار ہوتا ہے ——— بھٹکا ہوا آہو قربِ حرم سے سرفراز ہوتا ہے ——— قلبِ مضطر کی کیفیت مرغِ بسمل کی سی ہو جاتی ہے ——— دیارِ محبوبؐ میں حاضری، قبولیت کے لیے ان در و دیوار سے ——— ان فضاؤں سے ——— ان ہواؤں سے ——— ان ذروں سے لپٹ لپٹ کر ——— پکارتی ہے۔

"اے مدینۃ النبیؐ تو منبعِ انوارِ الٰہی ہے۔ تو نے سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ کو دیکھا اور جاوداں ہو گیا ——— تو نے تاریخ کو عزت دی ——— تو نے قلم کو توانائی زبان کو رعنائی، بیان کو زیبائی اور فکر کو گہرائی دی ہے۔ تیری صبحوں میں صحابہؓ کا سوزِ دروں اور انصار و مہاجرین کا جوشِ جنوں ہے ——— تیری مٹی پاتال تک مقدس ہے ——— تو سب سے بڑی تاریخ ہے جس نے لغت کو شجاعت کے لیے بے شمار الفاظ دیے ———"

دیارِ نبیؐ کا ذرہ ذرہ مقدس ہے ——— اس آبِ جو کا قطرہ قطرہ مطہر ہے، اس کی ہواؤں میں تقدس اور فضاؤں میں پاکیزگی ہے۔

اسی لیے تو امام مالکؒ نے بھی کہا تھا:

"میں اس شخص کو دُرّے لگاؤں گا جس نے کبھی مدینہ کے موسم کی بھی شکایت کی یا کسی چیز میں مین میخ نکالی۔"

غرضیکہ یہ مدینہ مقامِ مقدس ہے جہاں زندگی آدابِ حیات سیکھتی ہے، جہاں دل و جان قربان ہو کر معرکۂ شام و سحر میں مقبول جاتے ہیں، جہاں نظر کو بصارت اور روح کو بصیرت عطا ہوتی ہے ——— جہاں پہنچ جانے والے خوش بختیٔ کی معراج کو چھوتے اور دور بسنے والے قربِ دیارِ محبوبؐ کی آرزو میں نفس نفس زندگی

کا سفر طے کرتے ہیں۔

جو اشک بہا ٹپکا بہ عنوانِ مدینہ
تھا زخمِ جگر گویا گلستانِ مدینہ
مجھ خستہ ایام کو کافی ہیں پناہیں
دامانِ نبیؐ اور خیابانِ مدینہ
مقبول ہے وہ معرکۂ شام و سحر میں
جو دل کہ ہوا درد میں قربانِ مدینہ
(فضلِ حق)

پندرہ روزہ "درویش" دہلی (۱۵ / اکتوبر ۱۹۲۰) سے

"سرکارؐ کے روضہ میں جاروب کشی

ہز ہائی نس سر شجاع الملک مہتر چترال نے اپنے ایک خانگی خط میں جو سفرِ حج سے واپسی کے بعد حسن نظامی کو بھیجا تھا، ایک بات ایسی بھی لکھی تھی جس کا سننا تمام مسلمانوں میں ذوقِ حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا کرے گا، اس واسطے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔

مہتر صاحب لکھتے ہیں:" آپ کو یاد ہوگا، خانقاہِ نظامی سے مجھ کو ایک جھاڑو عطا ہوئی تھی جس کو میں نے بطورِ تبرک لے لیا تھا۔ جب میں مدینۂ منورہ میں حاضر ہوا اور مجھ کو روضۂ اقدس کی داخلی کا شرف حاصل ہوا تو میں نے اسی جھاڑو سے تمام رمضان المبارک میں روضۂ پاک کے اندر جاروب کشی کی"۔

کیسا خوش نصیب ہے وہ حکمران جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ مبارک تک پہنچا، اور اس کو درِ رسولؐ کی جاروب کشی کا فخر حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ نعمتِ عظمیٰ نصیب کرے کہ دیارِ رسولؐ میں جاروب کشی کی سعادت حاصل ہو، اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ ذوق بھی عطا کرے جو مہتر چترال کو عطا ہوا۔

(خواجہ) حسن نظامی"

مدفنِ مصطفیٰؐ مدینہ ہے
عکسِ عرشِ علیٰ مدینہ ہے
سرزمینِ ہُدیٰ مدینہ ہے
خُلدِ صدق و صفا مدینہ ہے

بوستانِ دعا مدینہ ہے
جنّتِ مدعا مدینہ ہے
جھکنے آتے ہیں قطب و غوث و ولی
قبلۂ انبیاءؑ مدینہ ہے

بھولے بھٹکے فلاسفہ کے لیے
نور افشاں دیا مدینہ ہے
رحمتیں ڈار ڈار اُترتی ہیں
بخششوں کی فضا مدینہ ہے
لامکاں کی بہار کا افضل
دلبر و دلربا مدینہ ہے

(محمد شیر افضل جعفری جھنگ)

سر ہے وہی جس سر میں ہو سودائے مدینہ
دل ہے وہی جس میں ہو تمنّائے مدینہ

پاس اپنے بُلا لیجئے مولائے مدینہ
کب سے دلِ بیتاب ہے شیدائے مدینہ

ہر ذرّہ ہے اس کے لیے خورشید بداماں
ہو جس کی نگاہوں میں تجلّائے مدینہ

جنّت کی فضا جس پہ ہوئی جاتی ہے قرباں
ہے اک وہ بہارِ چمن آرائے مدینہ

رقصاں ہیں نگاہوں میں ترے حُسن کے جلوے
اے صَلِّ علیٰ حُسن دل آرائے مدینہ

پھر دولتِ کونین کی حاجت نہیں رہتی
جب دل کی نگاہوں میں سما جائے مدینہ

دیکھو تو ذرا محفلِ عُشّاق میں جا کر
ہر دل میں ہے شوقِ طرب افزائے مدینہ

مجھ پر بھی نگاہِ کرم اے ساقیٔ دوراں!
ہو جائے عطا مجھ کو بھی صہبائے مدینہ

ہے تیری محبّت مرے ہر غم کا مداوا
درماں ہے ہر اک درد کا سودائے مدینہ

رحمت پہ تری آس لگائے ہیں مُسلماں
اِک چشمِ کرم اے شہ والائے مدینہ

قسمت میں رسائی ہو جو اُس شہرِ وفا تک
دیکھوں میں قمرؔ گنبدِ خضرائے مدینہ

قمرؔ یزدانی (پنوانہ ضلع سیالکوٹ)

اردو شاعری میں ذکرِ مدینۂ منورہ

راجا رشید محمود

کون بد قسمت ہے جو مسکنِ آقا و مولا (علیہ الصلوٰۃ والثنا) میں حاضری کی خواہش نہ رکھتا ہو، جسے مدینۃ النبی ؐ سے محبت نہ ہو، جسے طیبۂ اقدس کا ذرّہ ذرّہ رشکِ صد ماہ و خورشید نہ دکھائی دے۔ جو شخص صاحبِ ایمان ہے، جس کے قلب و جاں میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جاگزیں ہے، اُس کی آنکھیں شہرِ سرکار ؐ کی زیارت کی تمنّائی ہیں، اس کا سر دہلیزِ مصطفیٰ ؐ پر جھکنا چاہتا ہے، اس کے دل میں دیدِ گنبدِ خضرا کی لگن ہوتی ہے۔ یہ نہیں تو اُس کا دعویٔ اسلام ثابت کیسے ہو گا۔ مدینۂ منوّرہ کی اہمیت اور اس کے فضائل و مناقب کتبِ احادیث میں منقول ہیں۔ جن نفوسِ قدسیہ نے سرکار ؐ کی آنکھیں دیکھیں اور اپنی آنکھوں سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، اُنہوں نے شہرِ سرکار ؐ کی تعظیم و توقیر کی اور لوگوں کو اس کی تلقین کی۔ بزرگانِ دین مدینۃ النبی ؐ کے ذکر اور وہاں رسائی کے خیال میں مگن ہوئے۔ شعرائے نعت نے ہر زبان میں اس شہرِ مقدس کی تعریف و توصیف میں تر زبانی کی ہے۔ اردو شاعری میں سب سے زیادہ نعت کہی گئی، چنانچہ مدینۂ منورہ کا ذکرِ پاک بھی ہر نعت میں کیا گیا۔ زیرِ نظر مضمون میں خاکِ طیبہ کے تولائیوں کی محبت کے مظاہر دیکھیے؛

خوشا راہِ مولا، زہے خاکِ طیبہ
یہ جی چاہتا ہے کہ آنکھیں بچھائیں (محشر بدایونی)[1]

سر بسر عالم انوار نظر آتا ہے
جب مدینے کا چمن زار نظر آتا ہے (حافظ مظہر الدین)[2]

شعورِ عشق مدینے کی سرزمیں سے ملا
دوا بھی درد بھی جو کچھ ملا، یہیں سے ملا (محشر رسول نگری)[3]

طیبہ کا ذرہ ذرہ ہے مہتاب و آفتاب
جو چیز دیکھیے، وہ حسین و جمیل ہے (عزیز حاصل پوری)[4]

شہرِ طیبہ میں نظر گل پوش ہو کر رہ گئی
ہر قدم پر اک چمن کھلتا گیا دیدار کا (عاصی کرنالی)[5]

یہی ہے انوار کا دفینہ، یہی ہے ایمان کا خزینہ
یہیں سے نوعِ بشر نے سیکھا ہے آدمیت کا ہر قرینہ
اسی کے صدقے سے پار ہو گا ہمارا ڈوبا ہوا سفینہ
اسی کی خاطر ہے اپنا مرنا، اسی کی خاطر ہے اپنا جینا
دیارِ رحمت، مرا مدینہ، ریاضِ جنّت مرا مدینہ (وحیدہ نسیم)[6]

جب تلک طیبہ سے بادِ ابر بار آتی نہیں
کچھ بھی ہو، ویرانۂ دل میں بہار آتی نہیں (فضلِ حق)[7]

مجھے خاکِ مدینہ ذرّۂ طیبہ سے نسبت ہے
میں لے کر کیا کروں مشکِ ختن لعلِ بدخشاں کو (نسیم بستوی)[8]

سنا ہے خاکِ طیبہ سُرمۂ چشمِ ملائک ہے
جو ہاتھ آئی تو آنکھوں سے لگا کر ہم بھی دیکھیں گے (منوّر بدایونی)[9]

میں اسی شہر کا ہوں دیوانہ
جس کی آب و ہوا ہے آنکھوں میں (مسرور کیفی)[10]

ہر وقت نگاہوں میں اس کی وہی منظر ہے
اک بار جو دیکھ آیا گلزار مدینے کا (مسرور بدایونی)[11]

انجذابِ شوقِ طیبہ ، واہ کیا کہنا ترا
گو چلا جاتا نہیں لیکن چلے جاتے ہیں ہم (صابرالقادری بریلوی)[۹]

سکوں اور راحت کا مخزن مدینہ
ہے رحمت کی بارش دیارِ نبیؐ میں (صابر کاسگنجوی)[۱۳]

حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مبارک اور آپ کے روضۂ مبارک کے گرد لاکھوں ملائکہ محوِ طواف رہتے ہیں۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و توقیر کرنے کی ہدایت فرمائی تو وہ جگہ جہاں آپ تشریف فرما ہیں، توقیر و تعظیم کا مخزن کیوں نہ ہو، اس صورت میں جب شاعر کوئے رسولؐ میں کہکشاں کو گرد دیکھتا ہے اور سرکارؐ کی دہلیز پر ہفت افلاک کو سرنگوں پاتا ہے تو یہ شاعری نہیں ہوتی، حقیقت ہوتی ہے:

تیرے کوچے میں کہکشاں دیکھی
تیری چوکھٹ پہ آسماں دیکھا (اثر صہبائی)[۱۴]

بچے گا کیا پھر زمیں پہ جغرافیہ شناسو
جہاں کے نقشے سے گر مدینہ نکال دیجے (خالد عرفان)[۱۵]

محوِ طواف رہتے ہیں قدسی جہاں مدام
سجدہ کناں ہوں میں بھی اسی بارگاہ میں (ستار وارثی)[۱۶]

شہرِ مدینہ علم کا مرکز، توقیر و تعظیم کا مخزن
انسانوں پر اس مرکز سے عزت برسے حرمت برسے (گوہر ملسیانی)[۱۷]

حضور سیدِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینۂ منورہ کی عظمتوں کا ذکر فرمایا، صحابۂ کرامؓ اس شہرِ پاک کی برکتوں سے مستفید ہوئے۔ پھر اہلِ ایمان شاعر اس قریۂ عظمت سے مہجوری میں اشک فشاں کیوں دکھائی نہ دیں، دوریٔ گنبدِ اخضر میں خون کے آنسو کیوں نہ روئیں اور ظلماتِ دہر میں بھٹکتے ہوئے اس روشنیوں کے شہر میں حاضری کے لیے دستِ دعا کیوں نہ ہوں:

موت ہی نہ آجائے کاش ایسے جینے سے
عاشقِ نبیؐ ہو کر دور ہوں مدینے سے (شکیل بدایونی)[۱۸]

میرا جینا بھلا کوئی جینے میں ہے
میں یہاں ہوں، مرا دل مدینے میں ہے (نذیر احمد علوی) ۱۹

ایک مدّت سے ہوں ظلمت میں بھٹکتا پھرتا
اب تو قسمت میں مدینے کے اجالے لکھنا (محمد احمد شاد) ۲۰

فرشتے کرتے ہیں دامانِ زلفِ حور سے صاف
جو گرد پڑتی ہے اس روضے پہ نگاہوں کی (امیر مینائی) ۲۱

یہ آرزو ہے دل کی، ہوتا وہ سبز گنبد
اور میں غبار بن کر اس پہ نثار ہوتا (مفتی احمد یار خاں سالک نعیمی) ۲۲

پھر نہ قابو میں ہمارا دلِ ناشاد آیا
روضۂ احمدِ مرسل جو کبھی یاد آیا (میر اعظم علی شائق حیدرآبادی) ۲۳

بوسہ کیسا، سجدہ کس کا، گم تھے روضے میں حواس
ہم تھے حافظ اور بے قابو دلِ بے تاب تھا (حافظ پیلی بھیتی) ۲۴

یادِ حبیبِ کبریا (علیہ التحیۃ والثنا) سے چشمِ گہر بار کا تعلق دائمی ہے۔ نگاہوں کی کٹوریوں میں اشکوں کی دھند چھا جائے تو قصرِ کرم کے دروازے کھلتے ہیں۔ اسی لیے مدینۂ طیبہ کے ذکر میں شاعروں نے آنسوؤں کی روشنائی سے دیوان لکھے ہیں اور دیدِ کوئے رسول ﷺ کی تمنا میں پلکوں پہ آنسوؤں کی کناری لگائی ہے۔

جو روضۂ اقدس کے قریں اشک فشاں ہو
اللہ رے اس چشمِ گہر بار کا عالم (حمید صدیقی) ۲۵

یوں اس گلی میں چشمِ تمنا سجائی جائے
پلکوں پہ آنسوؤں کی کناری لگائی جائے (احسان دانش) ۲۶

جب مدینے کی یاد آتی ہے، اشک آنکھوں میں جھلملاتے ہیں
ہر نفس ان کا ذکر کیوں نہ کریں، جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں (حافظ محمد مستقیم) ۲۷

سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مستقر ہے اور جبریلِ امین ؑ بارگاہِ سیدِ کونین

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں مؤدب کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس لیے طیبہ کی رفعتیں سدرۃ المنتہیٰ سے کہیں بالا ہیں۔

چمنِ طیبہ ہے وہ باغ کہ مُرغِ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبلِ شیدا ہوکر (احمد رضا بریلوی) ۲۸

شعراءِ کرام نے مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت وعقیدت کے زاویوں کو طلبِ جنت کی خواہشوں کے تناظر میں کئی پہلوؤں سے نظم کیا ہے، اس مضمون کو کئی رنگ سے باندھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

باغِ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے
کیا مدینہ پہ فدا ہو کے بہار آئی ہے (حسن رضا بریلوی) ۲۹

طرب خیز ہے اس کا ہر ایک منظر
بہشتِ نظر ہے دیارِ مدینہ (قمر یزدانی) ۳۰

دیارِ طیبہ کو کون چھوڑے، ریاضِ جنت میں کون جائے
نسیمِ جنت بھی دیکھ لیجے، درِ نبی چومتی ملے گی (راجا رشید محمود) ۳۱

ہیں زائرانِ روضۂ اقدس ترے جہاں
آتا ہے پائے بوس کو واں روضۂ ارم (بہادر شاہ ظفر) ۳۲

بہارِ جنت کو کھینچنا تھا ہمیں مدینہ سے آج رضواں
ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر (علامہ اقبال) ۳۳

جنت کے باغ نے ہے سوا کوئے مصطفیٰ
اُس میں ہیں پھول، اس میں ہے خوشبوئے مصطفیٰ (کیف ٹونکی) ۳۴

طیبہ کے ہوتے خُلدِ بریں کیا کریں حسن
مجھ کو بھی پسند ہے، مجھ کو بھی عزیز ہے (حسن رضا بریلوی) ۳۵

نہ جہاں میں راحتِ جاں ملی، نہ متاعِ امن واماں ملی
جو دوائے دردِ نہاں ملی تو ملی بہشتِ حجاز میں (اختر شیرانی) ۳۶

ارم مدینے ہیں ، باغِ جہاں مدینے میں
ہر ایک چیز ہے جنت نشاں مدینے میں
(شفیق کوٹی) ۳۷

کیا گلشن ایجاد ہے، دیکھوں نہ سوئے خُلد
ہاتھ آئے اگر دامنِ صحرائے مدینہ
(لطف بریلوی) ۳۸

ہاں درودیوار پر لکھ دو ، چلو طیبہ چلو
سُوئے طیبہ اُٹھنے والا ہر قدم جنّت میں ہے
(اقبال صلاح الدین) ۳۹

شرمندہ کیے دیتی ہے جنّت کی پھبن کو
کیا کھیل مدینے کی فضا کھیل رہی ہے
(عزیز حاصلپوری) ۴۰

خدا جانے جنّت میں کیا اور ہوگا
ہے میری نظر میں فضائے مدینہ
(عبد المجید صدیقی) ۴۱

یہ ہے التجائے حافظ ، یہ ہے مدّعائے حافظ
جو مروں تو پاؤں جنّت ، جو جیوں ملے مدینہ
(حافظ پیلی بھیتی) ۴۲

جنّت کی آرزو کریں کیا عاشقِ رسولؐ
جنّت تو آگئی ہے محمدؐ کے شہر میں
(پیام واسعی) ۴۳

کیسے جنّت کا مدینے میں سماں ہے کہ نہیں
جو وہاں لطف ہے رضوانؔ وہ یہاں ہے کہ نہیں
(اختر الحامدی) ۴۴

سکونِ معتبر کے دن مدینے میں گزار آئے
بہارِ خُلد کا کیسے نہ ہم کو اعتبار آئے
(قمر انجم) ۴۵

ضرورت نہیں مجھ کو باغِ ارم کی
مدینے کی آب و ہوا چاہتا ہوں
(انجم وزیرآبادی) ۴۶

خُلدِ طیبہ کی رونقیں راسخ
دیکھ کر اس کو اور کیا دیکھیں
(راسخ عرفانی) ۴۷

فردوس ترے کوئے دلآویز کا پرتو
نقشہ تری گلیوں کا دبستانِ دو عالم
(حافظ مظہر الدین) ۴۸

جو مدینے کے مکانوں کی کرے گا تعریف
ہے یقیں، اس کا مکاں جنّتِ ماوا ہو گا (کفایت علی کافی شہید)[49]

فرازِ طُور برحق، جلوہ ہائے طور کی عظمتیں بجا، کلیم خدا کے مقامات بہت بڑے لیکن سردارِ انبیا کے علوِ مرتبت اور اُن کے مسکن کی رفعتوں کا بھلا کیا مقابلہ۔

عیاں ہیں جلوہ ہائے طور اس کے ذرّے ذرّے سے
ہیں شہرِ مصطفیٰ کی خاکِ پُر انوار پر قربان
ہیں مہر و ماہ و انجم جس تجلّی زار پر قربان (ضیا محمد ضیاؔ)[50]

فاراں کی چوٹیوں سے مگر کیا مناسبت
ہر چند مرتبہ ہے بڑا کوہ طور کا (عابد نظامی)[51]

شعراءِ کرام نے عرشِ اعظم اور سرزمینِ طیبہ کا تقابل بھی کیا ہے اور اس طرح مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کی بات کی ہے:

سبز گنبد کی بہاروں میں وہ زیبائی ہے
عرشِ اعظم بھی مدینے کا تمنّائی ہے (غافل کرنالی)[52]

زمینِ مرقدِ مولا بنائی عرش سے افضل
خدا نے قبلہ و کعبہ کیا روضہ محمدؐ کا (عقا بدایونی)[53]

زہے عزّت و افتخارِ مدینہ
فزوں عرش سے ہے دیارِ مدینہ (ساحر صدیقی)[54]

نعتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مدینۂ پاک اور روضۂ اطہر کے ذکر میں تجلّیاتِ خداوندی کی وہاں موجودگی اور عرفانِ خداوندی کے حصول کی باتیں نظر آتی ہیں:

جنونِ عقل و خرد سے آگے ملے گی، اگر آگہی ملے گی
ندا کی وحدت کی ارضِ طیبہ میں ہم کو جلوہ گری ملے گی (راجا رشید محمود)[55]

حنیف روضۂ اقدس کی جالیوں کے قریب
خدا کا نور خدا کی قسم نظر آیا (حنیف اسعدی)[56]

ہر درد کا ہوتا ہے درمان مدینے میں
خالق کا بھی ہوتا ہے عرفان مدینے میں (بہزاد لکھنوی) ۵۷

حضور رسولِ انام علیہ التحیۃ والسلام مکۂ معظمہ چھوڑ کر مدینۂ منورہ میں تشریف لے آئے تو مدینۂ پاک کی عظمت مسلّم ہو گئی۔ چنانچہ شاعروں نے اپنی نعتوں میں مکہ اور مدینہ کے حوالے سے بھی گفتگو کی ہے:

جان کی طرح تمنّا ہے یہی دل میں ریاضؔ
مرُوں کعبہ میں تو منہ سوئے مدینہ ہو جائے (ریاضؔ خیرآبادی) ۵۸

یہ رازِ عشق ہے سینہ بہ سینہ
مدینہ کعبہ ہے، کعبہ مدینہ (تسکینؔ قریشی) ۵۹

زمانہ حرم پہ ہوا فیضؔ قرباں
حرم ہو رہا ہے نثارِ مدینہ (صاحبزادہ فیضؔ الحسن) ۶۰

شہِ دیں شہرِ مکّہ چھوڑ کر اِس شہر میں آئے
جہاں میں فخر سے اونچا نہ ہو کیوں سر مدینہ کا (میر اُفقؔ کاظمی امروہوی) ۶۱

مدینۃ النبیؐ میں حاضری ہر مسلمان کی دلی خواہش ہے لیکن ایسی کیفیتیں بھی ہوتی ہیں کہ دیارِ حبیبؐ سے دوری کے باوجود حضوری کے مزے لیے جا سکتے ہیں۔ ان کیفیتوں کو چشمِ تماشا سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔

اے چشمِ تصوّر تجھے اتنا ہی بہت ہے
گھر بیٹھے نظر میں مری آجائے مدینہ (سائلؔ دہلوی) ۶۲

بندے پہ درِ عینِ عنایت یہ کھُلا ہے
جب بند کروں آنکھ، نظر آئے مدینہ (مذاقؔ بدایونی) ۶۳

ہر ایک جلوہ ہے پنہاں ہمارے سینے میں
مدینہ دل میں ہے سرکارؐ ہیں مدینے میں (خالدؔ محمود نقشبندی) ۶۴

مدینہ دل سے، مدینے سے دل جُدا نہ ہوا
نگاہِ لطف کے قرباں، حضورؐ، کیا نہ ہوا (شکیلؔ بدایونی) ۶۵

محبوبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچے تک رسائی خوش بختوں کی قسمت ہے لیکن اصل خوش بختی یہ ہے کہ کوئی کس کیفیت میں اس کوچے تک رسائی اور وہاں دریوزہ گری کی خواہش رکھتا ہے:

تلاشِ نقشِ کفِ پائے مصطفیٰؐ کی قسم
چُنے ہیں آنکھوں سے ذراتِ خاکِ کوئے رسولؐ — (بیدم وارثی) [۶۶]

تری گلی کے درو بام سے رہوں منسوب
میں اپنی ذات کی رسوائی کو بہ کو نہ کروں — (عارف عبدالمتین) [۶۷]

پھر کے گلی گلی تباہ، ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا، تیری گلی سے جائے کیوں — (احمد رضا بریلوی) [۶۸]

درِ رسولِ مجتبیٰ علیہ التحیتہ والثنا کے فیوض، وہاں سے تقسیم ہونے والی نعمتوں کا ذکر عشاقِ سرکارؐ کا وطیرہ ہے اور مدحت گویانِ سرکارؐ اس تذکرے میں تر زبان رہنا باعث برکت سمجھتے ہیں:-

اسد فیوضِ درِ مصطفیٰؐ کا کیا کہنا
بشر کو جو بھی سعادت ملی، یہیں سے ملی — (اسد ملتانی) [۶۹]

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروفِ عبادت
دیکھوں میں درِ دولتِ سلطانِ مدینہ — (جگر مرادآبادی) [۷۰]

درِ گنجینۂ رحمت کھلا ہے
رسولؐ اللہ کی سرکار دیکھو — (بیان یزدانی میرٹھی) [۷۱]

روضہ رسولؐ کا ہے اگر بارگاہِ حق
میں بھی امیر خاکِ درِ بارگاہ ہوں — (امیر مینائی) [۷۲]

کیوں سجدہ گہ شوق مدینے کو نہ سمجھوں
جو جس کو ملا ہے وہ اسی در سے ملا ہے — (عیش ٹونکی) [۷۳]

درِ مصطفائی کی سطوت نہ پوچھو
جھکاتا ہے شاہوں کے سر، سبز گنبد — (ساغر صدیقی) [۷۴]

جب عازمِ مدینہ کی قسمت کھُلتی ہے تو حوادث و مصائب اس کے سدِّ راہ نہیں بن سکتے اور وہ محبّتوں کے تحفے اور ارادتوں کے گلدستے لیے بارگاہِ مصطفویؐ کے لیے رواں ہو جاتا ہے:

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبّت کا سارا جہاں لے کے جاؤں (بہزاد لکھنوی)[۷۵]

میں عازمِ طیبہ ہوں، مجھے کوئی نہ روکے
کہہ دو کہ حوادث مرے رستے میں نہ آئیں (اقبال عظیم)[۷۶]

جب عازمِ طیبہ کے جذبوں کو پذیرائی نصیب ہوتی ہے تو وہ دہلیزِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دل کی نگاہوں سے چومنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے ذوقِ تماشا کا حال دیدنی ہوتا ہے:

مدینے جاؤں، پھر آؤں، دوبارہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے (امیر مینائی)[۷۷]

نبیؐ کی لگن جس کے سینے میں ہے
کہیں بھی رہے، وہ مدینے میں ہے (قمر ہاشمی)[۷۸]

مدینے جانے کو، یہ چاہتا ہے طائرِ دل
اڑے بدن سے یہ سب توڑ کر در و دیوار (ساجد اسدی)[۷۹]

طیبہ ہی میں رہوارِ تمنّا نے لیا دم
گو لاکھ ہوئی یاس عناں گیرِ تمنّا (اختر الحامدی)[۸۰]

مدینۂ طیبہ مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن میں بسا ہوا ہے تو اس لیے کہ وہاں سرکارؐ کا ڈیرا ہے۔ مدینۂ پاک میں محبّت و عقیدت کے ساتھ حاضری اور روضۂ آقاؐ کی زیارت خود آقائے کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے سامنے حاضری اور خود سرکارؐ کی زیارت ہے:

دیکھ لیں گر مصطفیٰؐ کے روضۂ پُر نور کو
ہو ہماری آنکھ کا حلقہ احاطہ نور کا (غریب سہارنپوری)[۸۱]

طیبہ میں ہوں، سب کچھ مرے دامن میں ہے عاصیؔ
دنیا کا کروں کیا، مری دنیا تو یہی ہے (عاصیؔ کرنالی)[۸۲]

جو ہوا طیبہ میں حاضر، جا ملا آقاؐ سے وہ
یعنی روضے کی زیارت ہے لقائے مصطفیٰؐ (اُفق کاظمی)[۸۳]

فیضانِ مدینہ کیا کہیے، اے صلِّ علیٰ سُبحان اللہ
دنیا کو مُرادیں ملتی ہیں، دربار یہ وہ شاہانہ ہے (ضامن حسنی)[۸۴]

لوگ شہرِ آقاؐ کا ذکر کرنے کے لیے تطہیرِ دل وجاں کا اہتمام کرتے ہیں اور محبتِ سرکارؐ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سگانِ مدینہ میں اپنا شمار ہونے کی اُمید کرتے ہیں۔

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا شمار (قاسم نانوتوی)[۸۵]

کلمۂ پاک سے تطہیرِ زباں کرتا ہوں
جب ترے شہر کے حالات بیاں کرتا ہوں (حشمت یوسفی)[۸۶]

مدینے میں سکونت کا شرف حاصل ہونا، نعت گویانِ سرکارؐ کی بہت بڑی آرزو ہے کہ زندگی وہی زندگی ہے اور حاصلِ زندگی ہے۔

بات جب تھی، مدینے میں ہوتی بسر
زندگانی کا کیا ہے، بسر ہو گئی (اقبال صفی پوری)[۸۷]

کاش طیبہ میں سکونت کا شرف مل جاتا
دیکھتے روضۂ سرکارؐ کو آتے جاتے (حفیظ تائب)[۸۸]

عابدؔ میں اس کے واسطے ہر چیز چھوڑ دوں
طیبہ کی سرزمیں میں اگر مستقر ملے (عابد نظامی)[۸۹]

مدینے میں موت کا ارمان شاعرانِ نعت کا پسندیدہ مضمون ہے۔ اسے محبت کرنے والوں نے سوز و رنگ سے باندھا ہے (خدا کرے، شہیدِ مدینہ کرامت علی شہیدیؒ کا حُسنِ عاقبت سب کو نصیب ہو)

بیدمؔ نہ آؤں جا کے دیارِ رسول ﷺ سے
تربت ہو زیرِ سایۂ دیوارِ مصطفیٰ ﷺ (بیدم وارثی) ۹۰

کیا کام مجھے طوبیٰ و فردوس سے تسلیمؔ
مل جائے اگر سایۂ دیوارِ محمد ﷺ (تسلیم دہلوی) ۹۱

اگر نصیب ہو طیبہ میں جا کے شربتِ مرگ
پیوں نہ آبِ بقا عمرِ جاوداں کے لیے (الطاف حسین حالی) ۹۲

مٹی نہ ہو برباد پسِ مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری، مدینے کی ہوا ہو (حسن رضا بریلوی) ۹۳

مدینہ ہو مرا مدفن الٰہی
بسوں میں زیرِ دیوارِ محمد ﷺ (آسی غازی پوری) ۹۴

یہ آرزو ہے صابرِ خستہ کی یا رسول ﷺ
ہو قبر اس کی آپ کی دولت سرا کے پاس (صابر براری) ۹۵

وہ بڑا خوش نصیب ہے جس کو
ارضِ طیبہ میں موت آئی ہے (سکندر لکھنوی) ۹۶

کتنی حسین دل میں یہ رکھتا ہوں آرزو
آجائے کاش موت مدینے کی راہ میں (قمر ماچوی) ۹۷

موت آئے اُن سنہری جالیوں کے سامنے
بس یہی لے دے کے اب اخترؔ ہے ارمانِ حیات (اختر الحامدی) ۹۸

حواشی:

(۱) حرفِ ثنا۔ ص ۲۲ (۲) جلوہ گاہ۔ ص ۱۳۵ (۳) ضیا محمد ضیا و طاہر شادانی (مرتبین)، گلدستۂ نعت۔ ص ۱۱۳ (۴) صحیفۂ نور۔ ص ۸۰ (۵) نعتوں کے گلاب۔ ص ۲۶ (۶) نعت اور سلام۔ ص ۲۱ (۷) سُوئے حرم۔ ص ۱۸ (۸) تجلیاتِ مدینہ۔ ص ۲۲ (۹) منور نعتیں ص ۵۲ (۱۰) سید الکونین۔ ص ۱۶ (۱۱) آیۂ رحمت۔ ص ۱۸ (۱۲) بخششِ رب۔ ص ۷۴

(۱۳) قندیلِ نور ص ۴۲ (۱۴) بحضور سرورِ کائنات ص ۱۲۴ (۱۵) الہام ص ۱۴۱۔ (۱۶) معطر معطر ص ۳۶
(۱۷) مظہرِ نور ص ۲۲ (۱۸) شفیق بریلوی (مرتب) ارمغانِ نعت ص ۲۳۰ (۱۹) گلہائے عقیدت
ص ۳۱ (۲۰) صلِّ علیٰ ص ۲۲ (۲۱) قلزمِ رحمت ص ۴۰ (۲۲) دیوانِ سالک ص ۶ (۲۳) ڈاکٹر
رفیع الدین اشفاق۔ اردو میں نعتیہ شاعری ص ۳۴۱ (۲۴) راجا رشید محمود (مرتب) نعتِ حافظ ص ۱۰۵
(۲۵) گلدستۂ نعت ص ۴۷ (۲۶) ایضاً ص ۸۳ (۲۷) معراجِ سخن ص ۶۹ (۲۸) حدائقِ بخشش
مطبوعہ نذیر سنز لاہور ص ۲۵ (۲۹) ذوقِ نعت ص ۷۷ (۳۰) مہرِ درخشاں ص ۲۲۵ (۳۱)
ورفعنا لک ذکرک ص ۴۳ (۳۲) گلدستۂ نعت ص ۱۶۲ (۳۳) ایضاً ص ۱۳۵ (۳۴) سیف
کلانوری (مرتب) بوستانِ نعت ص ۱۸ (۳۵) ذوقِ نعت ص ۳۴ (۳۶) ممتاز حسن (مرتب)
خیر البشر کے حضور میں ص ۵۸ (۳۷) ارمغانِ نعت ص ۲۸۶ (۳۸) دیوانِ لطیف بحوالہ
اردو میں نعتیہ شاعری ص ۲۶۰ (۳۹) حدیثِ آشنا ص ۶۸ (۴۰) صحیفۂ نور ص ۱۴۴۔
(۴۱) صدقِ مقال ص ۳۹ (۴۲) نعتِ حافظ ص ۷۹ (۴۳) سرمۂ خاکِ پا ص ۱۳ (۴۴)
نعت محل ص ۷۳ (۴۵) حسنت جمیع خصالہٖ ص ۶۹ (۴۶) مینائے کوثر ص ۳۲ (۴۷)
حدیثِ جاں ص ۳۷ (۴۸) گلدستۂ نعت ص ۱۷۲ (۴۹) بوستانِ نعت ص ۳۱ (۵۰)
گلدستۂ نعت ص ۱۲۵ (۵۱) صلِّ علیٰ محمد ص ۴۷ (۵۲) گلدستۂ نعت ص ۱۰۲ (۵۳)
بوستانِ نعت ص ۲۲ (۵۴) جامِ حیات ص ۴۱ (۵۵) ورفعنا لک ذکرک ص ۴۳ (۵۶)
ذکرِ خیر الانام ص ۱۰۹ (۵۷) درمانِ غم ص ۲۶ (۵۸) ارمغانِ نعت ص ۱۷۳ (۵۹)
ارمغانِ نعت ص ۲۹۶ (۶۰) ارمغانِ فیض ص ۵۲ (۶۱) فروغِ محامد ص ۷۳ (۶۲)
گلدستۂ نعت ص ۸۷ (۶۳) ارمغانِ نعت ص ۱۴۲ (۶۴) قدم قدم جلوے ص ۱۳۳
(۶۵) نغمۂ فردوس ص ۲۷ (۶۶) گلدستۂ نعت ص ۵۶ (۶۷) ایضاً ص ۱۶۶۔ (۶۸)
بوستانِ نعت ص ۱۴۹ (۶۹) گلدستۂ نعت ص ۴۸ (۷۰) ایضاً ص ۶۵ (۷۱) بوستانِ
نعت ص ۱۶۰ (۷۲) اردو میں نعتیہ شاعری ص ۲۸۶ (۷۳) خیر البشر کے حضور میں ص ۲۲۹
(۷۴) سبز گنبد ص ۱۰ (۷۵) ارمغانِ نعت ص ۲۴۱ (۷۶) ایضاً ص ۲۶۰ (۷۷) راجا رشید محمود
(مرتب) قلزمِ رحمت ص ۸۸ (۷۸) مرسلِ آخر ص ۱۴۰ (۷۹) پیامبرِ مغفرت ص ۴۹ (۸۰)

نعت محل۔ ص ۵۲ (۸۱) خزینۂ رحمت یعنی عطریاتِ عزیب۔ ص ۶ (۸۲) نعتوں کے گلاب ص ۴۳ (۸۳) فروغِ محامد۔ ص ۶۷ (۸۴) ضامنِ حقیقت۔ ص ۷۵ (۸۵) بوستانِ نعت۔ ص ۱۳۷ (۸۶) جمالِ الہام۔ ص ۴۳ (۸۷) گلدستۂ نعت۔ ص ۴۴ (۸۸) صلّوا علیہ وآلہٖ ص ۸۶ (۸۹) صلِّ علیٰ محمدؐ۔ ص ۴۶ (۹۰) گلدستۂ نعت۔ ص ۵۷ (۹۱) ایضاً۔ ص ۵۹۔ (۹۲) ایضاً۔ ص ۶۹ (۹۳) ذوقِ نعت۔ ص ۶۵ (۹۴) ارمغانِ نعت۔ ص ۱۵۹ (۹۵) جامِ طہور۔ ص ۵۱ (۹۶) سفینۂ دل۔ ص ۷۵ (۹۷) چراغِ طور۔ ص ۳۰ (۹۸) نعت محل۔ ص ۶۰

مدینہ خطۂ جنّت ، مدینہ آیۂ محکم
مدینہ علم کا مخزن ، مدینہ مکتبِ آدم
اخوّت کے مہِ کامل سے چمکایا مدینے کو
رفاقت میں مہاجر بن گئے انصار کے ہمدم
مدینہ جس کی گلیوں میں شمیمِ خُلد کے جھونکے
مدینہ جس میں جنّت کا سدا پُر کیف ہے موسم
خدایا! دے متاعِ جلوۂ دیدار گوہرؔ کو
فراق و دوریٔ طیبہ سے آنکھیں ہیں سدا پُرنم

——— گوہرؔ ملسیانی (صادق آباد)

کیا جانیے، بھر آتی ہیں کس واسطے آنکھیں
آتے ہیں نظر جیسے ہی آثارِ مدینہ
ہر گوشۂ دنیا سے چلے آتے ہیں عُشّاق
جنّت سے حسیں تر ہے چمن زارِ مدینہ

——— رفیع الدین ذکی قریشی (لاہور)

طیبہ کے جانے والو!

اے خوش نصیب لوگو، طیبہ کے جانے والو! — عیشِ ابد کما لو، رنج سفر اٹھا کر
جاتے ہو تم تو جاؤ لیکن یہ یاد رکھنا — جاتے ہو میرے دل میں اک آگ سی لگا کر
آؤ ذرا کہ دے لوں تسکین اپنے دل کو — خاکِ قدم تمہاری آنکھوں سے میں لگا کر
اس بدنصیب کی ہے اک عرض سنتے جاؤ — کہتا ہے، چشمِ تر سے سیروں لہو بہا کر
دیکھو یہ یاد رکھنا، طیبہ میں جب پہنچنا — مجھ کو نہ بھول جانا مقصود اپنا پا کر
ہو روضۂ نبیؐ پر جب حاضری تمہاری — کہنا بہت ادب سے جالی کے پاس جا کر
محشر بپا ہے، اٹھیے اے شمعِ بزمِ محشر — امت کے سر پہ رکھیے دستِ کرم اب آکر
بگڑی ہے بات ایسی، بنتی نہیں بنائے — بیٹھے ہیں آپ ہی سے سب آسرا لگا کر
اور اک غریب جس کو کہتے ہیں سب تمنا — آنے کے وقت ہم نے دیکھا جو اُس کو جا کر
طیبہ کی سمت رُخ تھا، اشک آنکھوں سے رواں تھے — بے چارہ کہہ رہا تھا یوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر

تا در جہانِ خوبی امروز کامگاری
باشد کہ بے دلاں را کامے زلب براری

—— تمنا عمادی

تمنّائے حضوری

الٰہ العالمیں! میری تمنّا ہے یہ مدّت سے
دیارِ مصطفیٰؐ میں تیری رحمت سے گیا ہوتا
نگاہوں میں کھنچ آتی سیّد الکونین کی صورت
سراسر سامنے اُنؐ کے ندامت سے جھکا ہوتا
کبھی ہر ہر قدم پر ڈھونڈتا میں نقشِ پا اُنؐ کے
کبھی ہر نقشِ پا کو چومتا، اس پر فدا ہوتا
کبھی روضے کی جالی تھام کر نمناک آنکھوں سے
محبت کی زباں میں جانے کیا کچھ کہہ دیا ہوتا
مواجہ سامنے ہوتا، تو اِک جذبِ فراواں سے
حدیثِ دل بیاں کرتے ہوئے میں کھو گیا ہوتا
لپٹ کر ذرّے ذرّے سے سُناتا ہجر کے قصّے
زباں پر میری ہر دم ذکرِ محبوبِ خدا ہوتا
میں رشکِ صد بہاراں بن کے اِس گلشن پہ چھا جاتا
اگر یہ جسمِ خاکی، خاکِ طیبہ میں مِلا ہوتا
"دلِ بیمار کی چارہ گری کرتے نگاہوں سے"
مرا ہر چاکِ داماں اُنؐ کی رحمت سے سِلا ہوتا
حضورِ سیّد الابرار، لرزاں بارِ عصیاں سے
بچشمِ نم، بہ سوزِ دل، قدم پر جُھک گیا ہوتا
مجھ عصیاں کار کی نامہ سیاہی رنگ لے آتی
سرشکِ دیدہ سے، ہر داغِ دل جو دھو لیا ہوتا

—— محمد اقبال جاوید (گوجرانوالہ)

I

مدینے سے آنے والے بتا

کوئی تو بات مدینے سے آنے والے بتا
رہے ہیں کیسے مئے عشق کے پیالے، بتا
ہر اک مقام پہ ذوقِ نظر رہا کیسا
بہت طویل سفر تھا مگر رہا کیسا
مجھے بتا کہ وہ شہرِ جمال کیسا ہے
مسافروں کا، مکینوں کا حال کیسا ہے
وہاں سحر کی ہوا کس ادا سے چلتی ہے
نگاہ ہوتی ہے حیران یا مچلتی ہے
شفق کا رنگ تو کچھ اور ہی وہاں ہوگا
یہاں بھی ہوتا ہے، ویسا مگر کہاں ہوگا
وہاں کی شام کی بھی کوئی بات مجھ کو بتا
کس اہتمام سے آتی ہے رات مجھ کو بتا
وہاں کی رات تو تصویرِ صد سحر ہوگی
وہاں کے ذرّے ہیں تارے، تجھے خبر ہوگی
وہاں تو اس طرح ایماں کی شمع جلتی ہے
نگاہ بن کے ہر اک چیز ساتھ چلتی ہے
نہ اپنا اور نہ کسی کا خیال ہوتا ہے
وہاں تو اور ہی انساں کا حال ہوتا ہے

۴۸

جہاں ہے روضۂ اقدس، وہ کیا گلی ہوگی
کسی چمن میں نہ ایسی کوئی کلی ہوگی

وہی حضورؐ کا روضہ، وہی مکاں بھی ہے
وہ اک زمین بھی ہے، ایک آسماں بھی ہے

نکل کے روضے سے ہر سمت نور جاتا ہے
وہاں جو جاتا ہے، لے کر سرور آتا ہے

بہارِ مسجدِ نبویؐ تو بس عجب ہوگی
دوبارہ دیکھوں، یہ دل میں ترے طلب ہوگی

اذان سُن کے تو نشّہ ہی آگیا ہوگا
دل و دماغ پہ ایمان چھا گیا ہوگا

بتا کہ گنبدِ خضرا کی شان کیسی ہے
بلندیوں کی وہاں آن بان کیسی ہے

مچل رہی تھی ترے دل میں آرزو کیسے
گیا تھا روضۂ اقدس کے پاس تُو کیسے

دل و دماغ سے سب گرد دُھل گئی ہوگی
گرہ ہر ایک تمنّا کی کُھل گئی ہوگی

نگاہ روضۂ اقدس سے کیا ہٹی ہوگی
مجھے یقیں ہے، نگاہوں میں شب کٹی ہوگی

حرم کے بعد وہی تو ہے اک مقامِ حیات
کہ جس کی دید سے ہوتی ہے آدمی کو نجات

—— باقی صدیقی

۲۸۶

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مدینہ یاد آتا ہے

تڑپ جاتا ہے دل جس دم مدینہ یاد آتا ہے
کسی کے سبز گنبد کا نظارہ یاد آتا ہے

نکلتے دشت و صحرا ابھی کھنچ جاتی ہے آنکھوں میں
وہ جلوہ دامنِ کوہِ اُحد کا یاد آتا ہے

ہے عثمان غنیؓ کا فیض کیسا آج تک جاری
بھر آتا ہے یہ دل جب بئرِ رومہ یاد آتا ہے

نظر آتی ہے صورت آنکھ میں خمسہ مساجد کی
وہ میدانِ قبلتین پاک کا کیا یاد آتا ہے

بہا کر تو ہی اے سیلِ سرشکِ خوں مجھے لے چل
کہ وادیٔ عقیق اور بئرِ عُروہ یاد آتا ہے

بس اب سیراب کر دے ہو گیا پیاسا میں برسوں کا
مجھے پانی ترا اے عینِ زرقا یاد آتا ہے

وہ مسجد جس کے اندر جلوہ فرما فخرِ عالمؐ ہیں
مجھے ہر وقت میں اُس کا گوشہ گوشہ یاد آتا ہے

وہ چھت وہ در وہ محرابیں وہ دالان اور دروازے
فلک ہے سائباں جس کا وہ رحلا یاد آتا ہے

کبھی ہیں عرش پر نظریں کبھی ہیں خلد میں آنکھیں
وہ منبر یاد آتا ہے وہ روضہ یاد آتا ہے

قریبِ روضۂ اطہر قرینِ حجرۂ انور
وہ صدیقِ اکبرؓ کا پیارا اسطوانہ یاد آتا ہے

حجاب اُٹھ جائیں اب تو میری چشمِ شوق سے یا رب
وہ جالی یاد آتی ہے، وہ پردہ یاد آتا ہے

وہ رونق شہر کی، وہ زائروں کا رات دن مجمع
دکھا دے پھر الٰہی! وہ زمانہ یاد آتا ہے

بقیعِ پاک میں ہے کون کون آسودہ کیا کہیے
مجھے اِک اِک لحد ایک ایک قبہ یاد آتا ہے

وہیں کی مجھ کو مٹی کر کے چمکا نام مرے مولا
کہ اُس خاکِ زمیں کا ذرہ ذرہ یاد آتا ہے

شرف

ماخوذ از "دین و دنیا" دہلی فروری ۱۹۲۵ء

یہ کون سا مقام ہے

یہ کون سا مقام ہے اے ربِ ذوالجلال
یہ وادیِ جمال ہے کس ذی وقار کی
کس کے نقوشِ پا سے چراغاں ہے ہر طرف
خوشبو ہے کس کے حرفِ صداقت کی پرفشاں
اندر کا سارا کرب زباں پر ہے آ گیا
یہ کون سا مقام ہے اے ربِ ذوالجلال
لیکن ندامتوں کا ہے کچھ بوجھ اس قدر
اک کپکپی سی طاری ہے قرطاسِ ذات پر
اک سلسبیل نور کی ہے وقت پر محیط
یہ بھیگ بھیگ جاتی ہے پلکوں پہ چاندنی
مَیں اور شہرِ سیدِ عالمؐ کی رفعتیں
ورنہ مری مجال اور اوقات میری کیا
یہ کون ہے حضورؐ کا دیوانہ کون ہے

یہ کس حسین شہر کی اجلی فصیل ہے
کس کے حریمِ عدل کے نقش و نگار ہیں
کس کے کرم کے پھول مہکتے ہیں چار سُو
یہ کون سا مقام ہے اے ربِ ذوالجلال
ہر لمحہ اک عجیب سا لرزہ بدن میں ہے
اک کیفِ سرمدی ہے رگ و پے میں موجزن
آنکھیں بھی اب اٹھانے سے اٹھتی نہیں مری
یہ کون سا مقام ہے اے ربِ ذوالجلال
عفو و کرم کی بٹتی ہے خیرات صبح و شام
مَیں سوچتا ہوں گنبدِ خضرا کو دیکھ کر
آقاؐ، فقط یہ آپؐ کا لطفِ عمیم ہے
اک دوسرے سے پوچھتے ہیں اہلِ اشتیاق
کس شہرِ انتظار سے آیا ہے یہ ملنگ

آداب حاضری کے بھی جو جانتا نہیں
اور آپ کے سوا کسی کو مانتا نہیں

ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)

پنجابی نعت میں مدینۃ الرسول ﷺ کا ذکر

ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی

پنجابی نعت کے مطالعے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اس زبان میں عشقِ رسولؐ کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود ہے۔ برِصغیر پاک و ہند کی زبانوں میں یہی وہ ممتاز زبان ہے جس نے اسلامی علوم و فنون سے بے پناہ خوشہ چینی کر کے علاقائی زبانوں میں ایک اہم ترین ذخیرہ، ادبیاتِ اسلامی کو دیا ہے۔ پنجاب کی مٹی میں محبت کا جو بے پناہ عنصر موجود ہے، اُس نے جب شاعری میں ظہور کیا تو نعت و مدحت کے وہ گل بوٹے کھلائے جن کی مہک سے ایک عالم منور ہے۔

پنجابی نعت کے مطالعے کا ماحصل یہ خوشگوار حیرت ہے کہ اس زبان کا خمیر ہی عشقِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے گوندھا گیا ہے چنانچہ اس زبان کا کوئی ایسا شاعر نہیں جس نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور گلہائے عقیدت پیش کرنے میں سبقت لے جانے کی کوشش نہ کی ہو، چنانچہ داستان ہو یا کافی، رباعی ہو یا چو مصرعہ، سفرنامہ ہو یا غزل، شاعروں نے ہیئت و اسلوب کے ہر حوالے سے نعت لکھی اور خوب لکھی۔ اسی لیے مدینہ منورہ پنجابی نعت کا ایک محبوب ترین موضوع رہا ہے۔ جس کے ابتدائی نقوش بابا فریدؒ کے شلوک بھی پیش کرتے ہیں تو بابا نانک کا سفرنامہ حج بھی اس سے خالی نہیں۔ نوشہ گنج بخشؒ[۲] جو اس زبان کے سترھویں صدی کے اہم ترین شاعر اور صوفی بزرگ ہیں، اپنی نعت میں ایک جگہ مدینہ منورہ کا ذکر کرتے ہوئے کس عقیدت و محبت سے بات کرتے ہیں ؎

پاک مدینے والیا رکھ لے دین دی لاج
نوشہ تیرا گولڑا کھڑا کرے اواج،
واری روضے پاک دے لکھ کروڑاں وار
جتھے حضرت وسدا نوشہ کہے پکار[1]

پنجابی کے نعتیہ ادب میں مدینۃ النبیؐ کا ذکر جہاں عام نعتیہ شاعری میں عقیدت و احترام سے ہوا ہے، وہاں حج کے سفرناموں، ہجرت ناموں، منظوم سیرت، جوگی ناموں، جنڈ یلوں، وفات ناموں کے ساتھ ساتھ چٹھیوں اور عرضیوں میں بھی بالخصوص ملتا ہے مولانا غلام محی الدین قصوریؒ جب مکہ مکرمہ میں حج کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے بعد مدینہ منورہ کی جانب رختِ سفر باندھتے ہیں تو اپنے سفرنامے ''زاد الحجاج'' میں بے پناہ ذوق و شوق کے ساتھ یوں گویا ہوتے ہیں ؎

حج کنوں ہُن فارغ ہوئے قصد مدینے کیجے
عشق مدینے والے نبیؐ دے راہ وچ بھر بھر پیجے
سب سفراں تھیں بہت مبارک سفر مدینے والا
اس راہ تھیں جو کرے کنارا سر منہ کالا[2]

انیسویں صدی کے شاعروں میں مولوی غلام رسول غلام کا نام انتہائی معتبر ہے۔ وہ اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم اور عاشقِ رسولؐ تھے۔ اُن کی یہ نعت پنجاب کے گوشے گوشے میں ہمیشہ مقبول و معروف رہی ہے۔ درد کی کسک اور فراق میں تڑپ اس نعت کی خصوصیت ہے ؎

صبا روضے رسول اللہ دے جائیں — میرا احوال رو رو کے سنائیں
کہیں بعد از ہزاراں بار صلوٰۃ — کروڑیں بار تسلیم و تحیات
اُلنبے عشق دے جل بل گیا جی — کہو اس درد دا دارو کراں کی
خدا جانے جدوں دی جائیاں ہیں — میرے بابل تیرے در لائیاں ہیں
میرا دل چور کیتا درد تے غم — ترحم یا نبی اللہ ترحم[3]

روضۂ رسولؐ سے دوری کی کیفیت شاعر کے اندر کی دنیا میں ایک کھلبلی مچائے

ہوئے ہے اِس لیے وہ چاہتا ہے کہ کاش وہ پرندہ ہوتا اور اپنے پروں کی مدد سے اُس دیس میں پہنچ جاتا جہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ٹھکانا بنایا ہے۔ وہ اُس اونٹ پر بھی قربان ہونا چاہتا ہے جو مدینے کو جانے والے راستے پر چل رہا ہے۔

چلیں اُس دیس نوں وے سارباناں   جتھے کیتا حبیبؐ اللہ ٹھکانا
ہوئی مدت جو رووَن نین میرے   کلیجے چھیک پاوَن وین میرے
اگر پَر ہووَن تے ماراں اُڈاری   ویکھاں روضہ جے طالع کرن یاری[۴]

مدینۃ الرسولؐ کی جانب جانے کا حوالہ زیرِ بحث ہے تو مشہور قصہ نگار شاعر محمد بخش فرشی کے نعتیہ قصے "محمدؐی جوگن" کے یہ بول ملاحظہ ہوں جس میں شاعر پنجابی کی مخصوص معاشرت کو قائم و دائم رکھتے ہوئے یعنی ہاتھوں میں چمٹا پکڑ کر مدینے کی طرف جوگن کے روپ میں جانا چاہتا ہے ؎

بن کے جوگن مدینے نوں جاواں گی میں
بیتی جو جو نبیؐ نوں سناواں گی میں
گیری نال رنگاواں گی سب کپڑے   لٹاں کھول گلے وِچ پاواں گی میں
پھڑ کے چمٹا تے بن کے براگن سیلو   نام احمدؐ دا دم دم دھیاواں گی میں
بن کے جوگن مدینے نوں جاواں گی میں[۵]

سیرت کی ممتاز ترین کتاب معارج النبوت کے مترجم مولانا غلام نبی کلا نوری نے جہاں "گلزارِ احمدؐی" کے نام سے مشہور کتاب سیرت کا پنجابی زبان میں ترجمہ کر کے پنجابی کے سیرت ادب میں گراں قدر اضافہ کیا، وہاں اُنھوں نے بھی سفرنامہ حرمین شریفین لکھا اور عقیدت و محبت کے رنگا رنگ پھول کھلائے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینے شریف کی طرف جب وہ عازمِ سفر ہوتے ہیں تو یوں گویا ہوتے ہیں ؎

مدینہ طیبہ دا نام آوے   پئے استقبال میری جان جاوے
مدینہ طیبہ دی واجو آوے   کلیجے عاشقاں دے ٹھنڈ پاوے[۶]

خواب گاہِ مصطفیٰ یعنی مدینہ منورہ کا ذکر پنجابی شاعری میں فراق کے اہم ترین پہلو

کے حوالے سے خاص طور پر ہوا ہے۔ یہاں کے شاعروں کے لیے اگرچہ سرزمین پنجاب میں بے پناہ کسک موجود ہے لیکن سرزمین مدینہ کے لیے جو تڑپ ہے، اُسے کا انداز ہی کچھ نرالا ہے۔ احمد دین بھکھوی اپنی ایک نعتیہ سی حرفی میں شہر رسولؐ کی جانب چلنے کی بات یوں کرتے ہیں ؎

الف آؤ سیلیو میریو نی چلو طرف مدینے دے چلیئے نی
مطلب دین تے دنی دا ہووے حاصل ہو ہا چل کے روضے والیئے نی
رسنہ پکڑ کے تابعداریاں دا سوہنے ساحقہ محبوب دے رلیئے نی
احمد دین فراق دے تیر کاہنوں بیٹھے وچ پنجاب دے جھلیئے نی

فراق ہی کے حوالے سے راقب قصوری کا شعر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلا ہوا شعر ہے جس میں عاجزی خاص طور پر محسوس کرنے سے تعلق رکھتی ہے ؎

میں بے زر، بے ہُنر عاجز مدینے کس طرح پہنچاں
کوئی اُڈ کے چمن وچ جانور بے پروی آوندا اے

اسی حوالے سے ایک نابینا شاعر حافظ جھنڈا کا ایک شعر دیکھیے ؎

میں نابینا ہاں بینائی کرہیا کر عطا جلدی
در و دیوار طیبہ دے وکھاہنیوں وکھاہنیوں

سائیں احمد علی پنجابی کے قد آور شاعر ہیں۔ وہ ایک نعت میں مدینہ منورہ پہنچنے روضۂ رسولؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اس مقدس سرزمین کے باغوں، درختوں، ڈالیوں اور پتوں تک کو چومنے کی حسرت کا اظہار یوں کرتے ہیں ؎

مینوں طیبہ نصیب ہجے لے جاندے مصطفیٰؐ عالی شان نوں چُماں میں
ہر باغ دے بوٹے ہر شجر تائیں سنے پتراں ڈالی نوں چُماں میں
کتنے روشن ضمیر جس کا فراں دے اُس دی کملی کالی نوں چُماں میں
سائیاں کعبے دے گرد طواف کرداں پیا سے روضے دی جالی نوں چُماں میں

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے عشقِ رسولؐ کا یہ عالم ہے کہ وہ جہاں سرزمینِ مصطفیٰؐ سے

بے پناہ محبت کرتے ہیں وہاں وہ اس زمین کا سگ بننے کو بھی ایک بہت بڑی سعادت خیال کرتے ہیں ؎

نسیما قاصدانہ دیر لائیں — بوجہ اللہ ماہی دے دیس جائیں
ادب سیتی دیویں بوسہ زمیں نوں — تے آکھیں اِس طرح اُس نازنیں نوں
مدت ہوئی نہ ملیا یار پیارا — کدی منزل کرے سوہنا اُتارا
کوئی ہووے سیتو کشتی مہاناں — اساں سر پر سجن کے دیس جاناں
ہوواں میں سگ مدینے دی گلی دا — ملے رتبہ ہے ہر کامل ولی دا[11]

فلمی طرزوں پر لکھی گئی نعتوں میں بھی مدینۃ النبیؐ کا ذکر عام ملتا ہے۔ محمد شفیع عاشق کی ایسی ہی ایک نعت کا ایک ٹکڑا دیکھیں ؎

چھیتی توں مدینے ونجے جاویں وے کبوترا — دکھ میرا روضے تے سناویں وے کبوترا
روضے اُتے پہنچ پہلوں سیس نوں جھکاویں — درود تے سلام کہہ کے ہنجو دو بہاویں
سبز جالی اکھاں نال لاویں وے کبوترا — چھیتی توں مدینے ونجے جاویں وے کبوترا[12]

"جندڑی" پنجابی کی موضوعاتی اصنافِ نظم میں اپنے ابلاغ کے اعتبار سے ایک ممتاز مقام کی حامل صنف ہے۔ شاعروں نے اپنی زندگی کی بے چارگی اور درد و الم کا پیرایہ اس صنف میں اختیار کیا ہے، وہ حقیقت کے زیادہ قریب تر ہے۔ چنانچہ دین محمد سودائی اپنی ایک نعتیہ جندڑی میں جب قصدِ مدینۃ الرسولؐ کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ہندوستان کے مخصوص ماحول سے بھی اُکتائے ہوئے نظر آتے ہیں ؎

رہنا ہند دے وچ دُشوار ہویا — نال کملی والے دے پیار ہویا
چل طیبہ، ہندوں چل جندڑی — اُٹھ شہر مدینے نوں چل جندڑی
در پاک رسولؐ دا مل جندڑی[13]

عبدالحق صابر مدینے شریف کے زائروں کو کتنا خوش نصیب اور خوش بخت خیال کرتے ہیں ؎

مدینے چلیاں، بیتاں مدینے، ایہہ دید روضے دی پان چلیاں
ایہہ نصیباں والیاں بھاگ چنگے در نبیؐ دے سر جھکان چلیاں[14]

چراغ دین جونیکے پنجابی کے نامور شاعر ہیں۔ اُن کا کلام آج بھی بے پناہ مقبول ہے۔ بہت سی کتب شائع ہو کر خاص و عام سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ وہ بھی مدینہ منورہ کا ذکر اِنہی یادوں کے حوالے سے کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

ربا لے چل شہر مدینے نوں ویکھاں دلبر یار نگینے نوں
لیراں گل وچ پاواں ٹکڑے منگ کے کھاواں
نہیں رنگ لاواں پشمینے نوں ربا لے چل شہر مدینے نوں
ویکھاں دلبر یار نگینے نوں [15]

اعظم چشتی نے اگرچہ اُردو میں بھی بہت کچھ لکھا لیکن پنجابی کے نعتیہ ادب میں اُن کا ایک اپنا مقام ہے۔ وہ موت کو ٹھہرنے اور رُکنے کا صرف اِس لیے کہتے ہیں کہ کسی صورت مدینے میں حاضری تو ہو جائے ؎

اے موت ٹھہر جائیں مدینے تے جالواں سُتا ہویا نصیب سنے اپنا جگا لواں
محبوب ﷺ دا اوہ گنبدِ خضریٰ تے دیکھ لاں سرکار دی گلی دے نظارے تے پا لواں
لگے نیں مصطفیٰ ﷺ دے قدم جس زمین تے اک وار اُوس خاک نوں سینے تے لا لواں [16]

پنجابی نعت کے مطالعے سے یہ حقیقت بڑے نمایاں انداز سے سامنے آتی ہے کہ اِس کی نعتیہ شاعری میں مدینہ منورہ کو جائے امن اور مدفنِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے جہاں اہم ترین مقام حاصل ہے، وہاں اِس شہرِ مقدس کی ہواؤں سے لے کر گلیوں تک مسجدِ نبوی ﷺ سے لے کر روضۂ رسول ﷺ کی جالیوں تک ہر شے اور حوالے سے شاعروں نے اس شہرِ مقدس سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس کے پیشِ نظر وہ احادیث ہیں اور قرآن میں شہرِ رسول ﷺ کی قسم کے وہ حوالے ہیں جن سے اِس عظیم شہر کی عظمتوں کی گواہی ملتی ہے۔ صائم چشتی نے اِس مقدس شہر کو جائے سکون قرار دیا ہے ؎

ایہہ نگری اے کملی والے دی ایتھوں مل دا اے چین قرار کڑے
وڈّھ شاناں رکھ دے عرشاں توں ایہدے گلیاں تے بازار کڑے

اس در دے اُتے جھکدے نیں سر غوثاں قطباں ولیاں دے
کلھ چُمدے فرشتے آ کے اِس پاک شہر دیاں گلیاں دے
ہے قسم خدا دی ایہو ای میرے اللہ دا دربار کڑے
ایہہ نگری اسے کملی والے دی ایتھوں ملداچین قرار کڑے[۱۷]

مختصر یہ کہ پنجابی نعت میں ذکرِ مدینۃ النبیؐ ہر دور کی شاعری میں عام ملتا ہے۔ کلاسیکی شاعری میں عام طور پر یہ حوالہ سفرِ مدینہ اور مدینہ منورہ کی مناسبت رکھنے والی اشیا سے تعلق رکھتا ہے جب کہ جدید شاعری میں مدینہ منورہ ایک تہذیبی شناخت اور اہم ترین تمدنی اکائی کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اس سلسلے میں محمد اسلام شاہ کی ایک نظم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

مدینے والے دا نہ آکھا منیا   سدا ای کفر دی راہواں تے چلیا
واشنگٹن ماسکو ول دھیان رکھیا   مدینے ول نظر ہٹ کے نہ تکیا
ایہہ سارے جگ دی کالک منہ تے مل کے   مدینے ول میں کس منہ نال جاواں
اجے تے کل ای میں ہتھیار سُٹے   میں کیہڑی شکل سوہنے نوں وکھاواں[۱۸]

حواشی:

(۱) گنج شریف پنجابی مرتبہ شرافت نوشاہی ص ۱۸۵ (۲) پنجابی شاعراں دا تذکرہ از مولابخش کشتہ ص ۹۳ (۳) سسّی پنوں از مولوی غلام رسول ص ۲ (۴) پنجابی شاعراں دا تذکرہ از مولابخش کشتہ ص ۱۷۰ (۵) ایضاً ص ۳۹۷ (۶) سفرنامہ حرمین شریفین مولوی غلام نبی ص ۲۶ (۷) کھوج، جولائی دسمبر ۱۹۸۰، مقالہ نگار مقصود ناصر چوہدری ص ۹۴ (۸) راقب قصوری دیاں نعتاں مرتبہ ڈاکٹر شہباز ملک ص ۱۱۵ (۹) گلدستہ حافظ از حافظ جھنڈا ص ۱۱۸ (۱۰) کہنداسائیں احمد علی سائیں مرتبہ افضل پرویز ص ۷۸ (۱۱) مہر علی شاہ (مرتب و مترجم کرم حیدری) ص ۲۶ (۱۲) دلکش نعت ہس ن ص ۸ (۱۳) جنڈری مرتبہ شاہین ملک ص ۲۸۵ (۱۴) بہارِ مدینہ از عبدالحق صابر ص ۸۳ (۱۵) چراغِ ہدایت از چراغ دین جونیکے ص ۱۲ (۱۶) رنگ وبو از اعظم چشتی لاہور ص ۹۹ (۱۷) بہاراں مسکراپئیاں از صائم چشتی ص ۱۵ (۱۸) پنجابی نعت مرتبہ حفیظ تائب ص ۱۰۰۔

کیوں کر نہ ہو مومن کو تمنّائے مدینہ
ہیں مالکِ جنت چمن آرائے مدینہ

تنویر سے معمور ہے ہر ذرّۂ طیبہ
دیکھو تو سہی رونقِ صحرائے مدینہ

افسردہ دلوں پر نظرِ فیض و عطا ہو
اے بحرِ کرم ، اے چمن آرائے مدینہ

روضے کی زیارت سے شرف پائیں گے زا
کھینچے لیے جاتی ہے تمنّائے مد

سرچشمۂ توحید ہے یہ شہرِ مقدس
یکتا نظر آئی ہمیں دنیائے مدینہ

فقرہ ہے چمن میں یہ عنادل کی زبا
ہر پھول سے خوش رنگ ہیں گلہائے مد

جتنا بھی پڑھوں ، شوقِ لقا اور سوا ہے
ہے راحتِ دل جوشِ تمنّائے مدینہ

ہو نوکِ قلم صفحۂ کاغذ پہ گل افشا
مقصود ہے مدحِ چمن آرائے م

پایا لقب اے دل یہ فقط حُبِّ نبیؐ میں
کہتے ہیں فرشتے مجھے شیدائے مدینہ

دلکش شاہجہا

۲۷

نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

"مسجدِ نبویؐ میں داخل ہوتے وقت میرا ذہن اُن دعاؤں اور مناجاتوں سے خالی تھا جو دیارِ حبیبؐ کے تصور سے میری زبان پر آ جایا کرتی تھیں۔ شاہ صاحب نے مجھے نمازیوں کی ایک صف میں کھڑا کر دیا لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں مسجد کے کس حصے میں ہوں۔ نماز کے بعد میں دیر تک بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ جب شاہ دین صاحب میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے اُن سے پوچھا "گنبدِ خضرا کس طرف ہے؟"

اُنہوں نے آہستہ سے جواب دیا "اپنے دائیں ہاتھ دیکھو۔ تم آقائے مدنی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پائے مبارک کی طرف بیٹھے ہو۔ میں تمہیں عمداً یہاں لایا تھا۔" میں نے اپنے جسم میں ایک کپکپی محسوس کی اور میری نگاہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اطہر کی جالی پر مرکوز ہو گئیں۔ اس کے بعد میں کچھ دیر کے لیے مکمل طور پر خالی الذہن تھا۔ میرے دل میں کوئی آرزو نہ تھی اور میری زبان پر کوئی دعا نہ تھی۔ وہ احساسات جن کے اظہار کے لیے میں کچھ پہلے چیخوں کی ضرورت محسوس کرتا تھا، مکمل طور پر دب چکے تھے۔ میری بہترین دعائیں مستجاب ہو چکی تھیں اور عزیز ترین آرزوئیں پوری ہو چکی تھیں اور میں ایک ایسا اطمینان محسوس کر رہا تھا جس سے میری روح نا آشنا تھی، روضۂ اطہر کی جالی مجھ سے اتنی قریب تھی کہ میں اسے چھو سکتا تھا لیکن اس دربار میں ادب کے تقاضے کچھ اور تھے۔

اس مقام کی عظمت کا احساس میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد میں اچانک اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دیر تک درود و سلام پڑھتا رہا۔ اس کے بعد شاہ دین صاحب مجھے روضۂ اطہر کی دوسری جانب مسجد کے اُس حصے میں لے گئے جہاں

عہدِ نبویؐ کی ابتدائی حدود تھیں۔ زائرین اس حصّے کے ہر ستون کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ مجھے جو جگہ خالی نظر آتی تھی، وہیں نفل پڑھنا شروع کر دیتا تھا۔ اچانک محرابُ النبیؐ سے ایک نمازی اُٹھا اور میں آگے بڑھ کر وہاں کھڑا ہو گیا۔ نیّت کے لیے ہاتھ اُٹھانے لگا تو دل نے آواز دی کہ تیری پیشانی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قدموں سے پیچھے رہنی چاہیے، اور میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ نفل پڑھ کر فارغ ہوا تو شاہ دین صاحب نے مجھے بتایا کہ حضورؐ کی سجدہ گاہ کو محراب کی چوڑائی کے اندر محفوظ بنا دیا گیا ہے۔ اور اب اگر کوئی محراب کے اندر کھڑا ہو کر بھی سجدہ کرے تو بھی اس کا سر حضورؐ کے قدموں سے آگے نہیں بڑھے گا۔"

"........ وہ شہر جس کے باشندوں کو سرورِ کونینؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی میزبانی کا شرف عطا ہوا ہے اور جس کی سربلندی و خوش حالی کے لیے حضورؐ نے دعائیں مانگی ہیں، کسی تعریف و توصیف کا محتاج نہیں۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں ہر سال اطرافِ عالم سے لاکھوں مسلمان اس شہر کی زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں اور عالمِ اسلام پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب ہزاروں انسان بارگاہِ الٰہی میں مدینہ کی زیارت سے مشرف ہونے کی دعائیں نہیں کرتے۔

یہ احساس کسی نہ کسی حد تک ہر مسلمان کے دل میں موجود رہا ہے کہ اس کی روح کی آخری پیاس مدینہ کے سوا کہیں اور نہیں بجھ سکتی، یہ وہ شہر ہے جہاں داخل ہوتے ہی کسی کو اجنبیت کا احساس نہیں رہتا، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس کے بعض مناظر پہلے بھی دیکھ چکا ہے، اس کی گلیوں اور بازاروں میں پھر چکا ہے اور اس کی فضا میں سانس لے چکا ہے۔

"کب اور کیسے؟"

یہ سوالات اسے پریشان نہیں کرتے۔

میں دنیا کے انتہائی پُر رونق شہر دیکھ چکا ہوں اور اپنی آبادی، اپنے مادی وسائل اور ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے مدینہ غیر معمولی شہر نہیں۔ اگر مکینوں کی آسودگی اور

نا عت اور اُن کے دلوں کی وُسعت کسی شہر کو بزرگی اور برتری عطا کر سکتی ہے تو اس لحاظ سے مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) روئے زمین کا پہلا اور آخری شہر ہے۔"

(نسیم حجازی۔ پاکستان سے دیارِ حرم تک)

" شاہنشاہِ کائنات کی حاضری اور اپنی سیاہ کاریوں پر نظر سے ایک عجیب سا سماں بندھ گیا ہے، جسم پر لرزہ طاری ہے، ہونٹوں پر کپکپی سے کچھ عرض بھی نہیں کیا جا سکتا۔ عشاق کا جمگھٹا ہے۔ بس یہ عالم ہے کہ ساقیٔ کوثر پیارے حبیب علیہ السلام مشتاقانِ جمال کو ان کے ظرفوں کے مطابق پیالے پہ پیالہ جام پہ جام بھر بھر کے پلائے جا رہے ہیں، اونچی آواز سے اعمال کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہے۔ آنسوؤں میں چیخ پکار نہیں۔ درد ہے، آہ و بکا نہیں محبت ہے شور و غوغا نہیں۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

مانگنے والے مانگتے چلے جا رہے ہیں اور دینے والے دیے جا رہے ہیں۔ یہ بھی ڈر ہے کہ کہیں مانگنے میں بے ادبی کا کوئی شائبہ نہ شامل ہو جائے۔ پھر عجز و انکساری سے یوں عرض کیے دیتے ہیں:

سرکارؐ ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے"

(مولانا ابو النصر منظور احمد شاہ۔ حضور الحرمین)

" عصر سے پہلے مدینۂ طیبہ کے دروازے پر لاری پہنچ گئی۔ طوفانِ گریہ اُمنڈ آیا۔ اللہ اللہ یہی وہ منزل ہے جو کشاں کشاں جسمِ زار و نزار کو کھینچ کر سرزمینِ حجاز پر لے آئی ہے۔ اسی پاک سرزمینِ طیبہ پر سر کے بل چلنے کی آرزو ایک مدّتِ دراز سے دل میں

دردبن کے جاگزیں ہو رہی تھی۔ اسی خطۂ رشک فردوس میں سانس لینے کی تمنا سانس کی آمدو شد کے ساتھ پرورش پا رہی تھی۔ ولولۂ بے اختیار شوق میں کبھی حضرت جامی کا یہ شعر وردِ زباں تھا

کے شود یارب کہ او در طیبہ و بطحا کنم
گہ بہ مکہ سر زنم گہ در مدینہ جا کنم
آرزوئے جنتِ معلیٰ بروں کردم زسر
گہ بہ بابِ جبرئیل از شوق واویلا کنم

گاہے اپنے سرکار سلطان السلاطین سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کا یہ مبارک شعر گھنٹوں مصروفِ تواجد رکھتا

صبا بہ سوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو پیام برخواں
بگرد شاہِ رسل ؐ بہ گردد بصد تضرع سلام برخواں

...... بابُ النساء کی طرف سے اُس جگہ جیتے جی داخلہ نصیب ہوا جو درحقیقت زمین پر ہر اعتبار، ہر نقطۂ نظر، ہر جہت سے خطۂ فردوس بریں ہے۔ جو واقعی جنت کا ٹکڑا ہے حرم پاک نبوی علیہ الف الف تحیات والتسلیم میں قدم رکھتے ہیں، ایسا منظر چشم ناسوتی ظاہری کو نظر آیا جو وہم و خیال و تصور سے بھی بالاتر تھا۔ اس کے کمال احترام اور تقدس کے علاوہ چشم ظاہر کے لیے بھی تمام روئے زمین پر مسجدِ نبویؐ سے زیادہ حسین و جمیل مسجد کسی جگہ موجود نہیں ہے۔" (حکیم عبدالغنی انصاری خسرو شاہ نظامی"۔ مکے مدینے کا سفرنامہ")

"یارسولؐ اللہ!" میرے دل سے ایک منت اُبھر رہی تھی جسے دبانے کی شدید کوشش ناکام ہوئی جا رہی تھی۔ "یارسول اللہ! یہاں میں ستر ہزار نمازیں اپنے نام کرانے کے لیے حاضر نہیں ہوا۔ بہشت میں اپنی جگہ محفوظ کرانے کے لیے یہاں نماز پڑھنے کا متمنی نہیں ہوں۔ میں تو صرف اس لیے یہاں نماز پڑھنا چاہتا ہوں کہ تیرے گھر کی دہلیز پر کھڑا ہو کر تجھے سلام کر دوں۔"

"وہ سلام نہیں جو دوسرے پر سلامتی بھیجتا ہے۔ وہ سلام نہیں جو کتابوں میں لکھا ہوتا ہے۔ بلکہ وہ سلام جو ایک ادنیٰ عاجز مسکین شخص ایک اعلیٰ اور ارفع ہستی کو جھک کر، ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کرتا ہے۔ میری آرزو ہے، اپنی عقیدت کا اظہار کروں۔ تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سجدہ کروں۔ تیری خوشنودی سے عظیم تر نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تیرے قدموں میں کھڑا ہو کر نعرہ لگاؤں کہ اے عظیم ترین انسان! میں جو ننگِ انسانیت ہوں، میں تجھے سلام کرتا ہوں۔ تو جو میرا سلام قبول کر لے تو میری خوشیوں کا ٹھکانا نہ رہے۔ اور تجھے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ ایسے شخص کا سلام کیوں قبول کیا جو انسانیت کے نام پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔"

(ممتاز مفتی۔ لبیک)

مکے کی زمین سنگلاخ ہے۔ وہاں کچھ نہیں اگتا۔ باہر کی مٹی منگوا کر وہاں بچھائی گئی ہے اور کچھ بیج پھوٹے ہیں اور کچھ درخت جڑ پکڑ کر تناور ہو گئے ہیں۔ اس کے برعکس مدینے کی زمین نرم ہے اور بیج کو فوراً قبول کر لیتی ہے۔ یہی فرق ان کی آب و ہوا میں سانس لینے والے انسانوں کا بھی ہے۔ زرعی معاشرہ جس کا تعلق مٹی سے ہے اپنے سینے میں بہت کشادگی رکھتا ہے۔ چنانچہ مکے نے جس بیج کو قبول نہیں کیا تھا اسے مدینے نے فوراً قبول کر لیا۔

مکے کے سوداگر دل کے بہت سخت تھے اور مدینے کے کسان اتنے نرم کہ اپنے گھر بار، اثاثے، کھیت کھلیان اور باغ پھلواریاں بانٹنے پر فوراً آمادہ ہو گئے۔ مکے سے آنے والے اس ایثار پر یقیناً بہت حیران ہوئے ہوں گے۔ مجھے مکے اور مدینے دونوں میں لوگوں سے میل جول کا کوئی موقع نہیں ملا۔ لیکن میں نے ہر زائر اور حاجی سے یہی سنا ہے کہ مدینے کے لوگوں میں اب بھی قرونِ اولیٰ کی سی کشادگیِ دل موجود ہے۔ وہ باہر سے آنے والے ہر آدمی کو صدقِ دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔

قلمکار

○ پروفیسر سید سلیمان اشرفؒ — سابق پروفیسر، علی گڑھ یونیورسٹی

○ ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی — اُستاذِ اُردو، گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور

○ اعزاز احمد آذر — ڈائرکٹر، پاکستان نیشنل سنٹر، گوجرانوالہ

○ حافظ لدھیانوی — (مشہور نعت گو) گلستان کالونی۔ راجا روڈ۔ فیصل آباد

○ حافظ خلیل احمد نوری — (خوش نویس ماہنامہ "نعت") خطیب جامع مسجد وارث کالونی۔ لاہور

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ **نعت** کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ **نعت** کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

ذکرِ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

راجا رشید محمود

سامنے اُس کے جھکی عرشِ بریں کی رفعت — آپؐ کا شہر کہ تھا ساخت میں گاؤں جیسا

بسا لے دل میں نقشِ شہرِ طیبہ — اگر چاہے سکونِ قلب و جاں تُو

نکہتِ گلشنِ مدینہ ہے — باغِ جاں میں بہار کا باعث

جنہیں ملی ہو سعادت انہیں ذرا پوچھو — مدینہ دہر میں دار القرار ہے کہ نہیں

مدینے کے سوا جائیں تو ہم جائیں کہاں آقاؐ — مدینہ ہے ہمارے واسطے دار الاماں آقاؐ

چاہو نوازل کے بیمارو، طیبہ کے حسیں ذرّے چُن لو
ہے خاکِ مقدس خاکِ شفا سبحان اللہ ما شاء اللہ

نوید لائے ہیں طیبہ سے لطف و راحت کی — مری اُمنگوں پہ بکھرے ہوئے گلاب کے رنگ

لامکاں تک تو تصوّر بھی پہنچ سکتا نہیں — جا کے طیبہ ہی میں خالق کا پتا کرتے ہیں لوگ

نظر کی پُتلی پہ بھی نقش روضہ ہی نکلا — دلوں کے بھید نگاہوں نے کھول دیے

نظّارے کی خواہش ہے تو پھر آنکھ اُٹھاؤ — ہر ذرّۂ طیبہ میں ارم جلوہ نما ہے

جو دیدِ طیبہ سے قسمت بدلنے والا ہے — کہاں بہشتِ بریں سے بہلنے والا ہے

کیا بتاؤں میں ہوائے خُلد کا ذوقِ نظر — گنبدِ خضرا کو وہ بھی چومتی ہے یا نبیؐ

عشق پہنچائے گا طیبہ کے کرم زاروں تک — کعبے پہنچے گا جو ہے عقلِ رسا کا بندہ

جلنے پہ محمود کب دیکھے گا روضہ آپ کا — ہجرِ طیبہ میں ہوا خون اُمید التفات

صورتِ کعبہ یہ دل ہوگا سیہ پوشِ فراق — اِس میں گر ہجرِ مدینہ کا الم رہ جائے گا

خواہشِ دیدِ مدینہ نے نہ پائی منزل — مجھ سے پوچھو کہ مرا درد سے رشتہ کیا ہے

خیالِ دُوریٔ طیبہ سے اے شہِ والا! — یہ دل تپاں ہے تو آنکھیں ہیں شبنمی اپنی

طیبہ کی سمت کو ہیں رواں شب گزیدگاں — یہ قافلہ ہے نُورِ سحر کی تلاش میں

ختم ہو جائے گی تاریکیٔ ہجرِ طیبہ — چاک آخر کو گریبانِ سحر بھی ہو گا

جو شہرِ مصطفیٰ پہ ہوا کرتی ہے طلوع — اے کاش خواب ہی میں مجھے وہ سحر ملے

کبھی یہاں سے مدینہ، کبھی وہاں سے یہاں — مرا خیال مسلسل سفر میں رہتا ہے

نہیں ہیں دل کے پر و بال، پر مدینے کو — ہزار بار گیا ہے، ہزار بار آیا

طیبہ بھی پہنچ جاؤں گا اک روز یقیناً — تکمیل پہ ہوتا ہے ارادہ اثر انداز

محمود گردِ راہِ مدینہ کی ہے طلب — میں جانتا ہوں، کُحلِ بصر کس کا نام ہے

مرے کام آئیں یہ مژگان و ابرو یا رسول اللہ
جو اِن سے دے سکوں طیبہ میں جھاڑو یا رسول اللہ

اُمیدِ دیدِ مدینہ مری نگاہ میں ہے — یہ اور بات، زمانہ نظر شناس نہیں

گر شوقِ سجدہ ریزیٔ طیبہ یہی رہا — پائیں گے ہم بھی گوہرِ مقصد بہ فیضِ عشق

یا خدا مجھ کو عطا کر سبز گنبد کی بہار — کھلتی جذبوں کی ہوائے طیبہ سے پھولے

جب بھی آیا ہے کوئی زائرِ طیبہ واپس — کتنے تارے مری پلکوں کے اُفق پر چمکے

مل جائے گا مجھے دلِ گم گشتہ کا سُراغ
طیبہ میں ہے یا اُس کے کہیں آس پاس ہے

زیارتِ مدینۃ النبی ﷺ

حافظ لدھیانوی

مدینہ اور حسنِ مدینہ

اس مقدس بستی کو دیکھنے کی حسرت میں اَن گنت لوگ اشک بہاتے ہیں۔ اس کی یاد نے سینوں کو آباد رکھا ہے۔ اس دربارِ مقدس پر زمانے بھر کے شہنشاہ بھیک کے لیے جھولیاں پھیلاتے ہیں۔ چاند اس روضۂ منوّر سے نور کی خیرات مانگتا ہے۔ حرم پاک کی خاک فرشتوں کے چہروں کا غازہ ہے۔ کائنات کا جمال اُس کی تجلّیات کا صدقہ ہے۔

آئینۂ جمال ہے صورتِ حق نمائی تری
پھیلی ہے کائنات میں چار طرف ضیا تری
ہے لبِ جبرئیلؑ پر شام و سحر ثنا تری
غازۂ روئے قدسیاں تابشِ خاکِ پا تری
صلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمدٍ

(حافظ مظہر الدین)

تاروں نے حرم پاک کے ذرّوں سے چمک پائی۔ گلزاروں کا دامن اِس کی خوبی اور رعنائی سے مہک مہک اٹھا۔ پھولوں کی نکہت، چمن کی شگفتگی میں اسی کا جمال ضیاریز ہے۔ اِسی وجودِ پاک سے تمام کائنات کی زیبائیاں اور تمام عالم کی حُسن آرائیاں ہیں۔ یہی بستی نزولِ قرآن کی جگہ ہے۔ فرشتوں کا نزول یہیں ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی آرزوؤں کا حاصل یہی مقام ہے۔ اسی روضۂ اطہر پر نثار کرنے کے لیے صبا درود و سلام کے پھول دنیا کے گوشے گوشے سے لاتی ہے۔

مراد یہ ہے کہ روضے پہ ان کو لے جائے
گلِ درود ہیں سب دامنِ صبا کے لیے

یہی وہ روضۂ اطہر ہے جس پر ستر ہزار فرشتوں کا نزول طلوعِ آفتاب کے وقت ہوتا ہے، ستر ہزار ملائکہ غروبِ آفتاب کے وقت حاضری دیتے ہیں۔ ملائکہ کو یہ سعادت صرف ایک بار نصیب ہوتی ہے۔ قیامت تک دوسری بار روضۂ اقدس پر حاضری کا شرف نصیب نہیں ہوگا۔ یہ انسان پر خداوندِ کریم کا بے پناہ کرم ہے کہ ہر روز اس مرکزِ نور اور چشمۂ فیض سے جس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمائیں، سیراب ہو سکتا ہے۔

یہی وہ دربار ہے جس کی سخاوت کائنات پر محیط ہے ——
یہی وہ چشمۂ نور ہے جس کے جلووں سے سارا جہاں روشن ہے ——
یہی وہ مہرِ نبوت ہے جس کی کرنوں سے دنیا کے ظلمت کدے منور ہوئے ——
یہی وہ آستانہ ہے جو دلوں کو سرور، نگاہوں کو کیفیتِ حضوری بخشتا ہے ——
یہی وہ در ہے جہاں منگتوں کی جھولیاں بھری جاتی ہیں ——
یہی وہ مقامِ مقدس ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے مشرف ہے ——
یہی وہ جگہ ہے جو عرش و کرسی سے افضل ہے ——

آدابِ مسجدِ نبویؐ

مسجدِ نبویؐ میں احترام و عقیدت کے جو انداز دیکھنے میں آئے ہیں، اس مرکزِ محبت کے سوا کہیں اور نہیں دیکھے جا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضوری کے آداب خود متعین فرما دیے۔

فرمایا "اے ایمان دارو! اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے سب اعمال حبط، ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو" (سورۂ حجرات ۲۶ پارہ)

حرم نبویؐ میں مجلسِ نبویؐ میں آداب و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے ورنہ تمام نیکیاں برباد ہو جانے کا خطرہ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے گھر میں زائرین کے لیے کسی پابندی کا ذکر نہیں کیا۔ وہاں وسائل جس طرح اپنے رب کو پکارے؛ جس انداز میں چاہے التجا کرے، اونچی صدا لگائے، آنسو بہائے، آہیں بھرے۔ وہاں کوئی پابندی نہیں۔ وہ رب اور بندے کا معاملہ ہے جو مالکِ کائنات ہے جو حاجت روا ہے جو رزّاق ہے جو ستّار العیوب ہے۔ بیت اللہ میں جگہ جگہ آپ کو آہ و زاری میں لپٹے ہوئے انسان دکھائی دیں گے۔ ملتزم سے سینہ چمٹائے انسان آنسوؤں کے سیلاب میں بہہ جاتا ہے۔ خانہ کعبہ کو دیکھ کر اشکوں کے نذرانے پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔

حرم نبویؐ میں بھی التجائیں ہوتی ہیں۔ آنسو بہتے ہیں۔ مگر ضبط کا عالم یہ ہوتا ہے کہ آہ و بُکا ان کے حلقۂ جسم سے لپٹ کر رہ جاتی ہے۔ ہر لحظہ خیال دامن گیر رہتا ہے کہ آواز اونچی نہ ہو جائے، تیز قدم نہ اُٹھے، نگاہ آداب کے سانچے میں ڈھلی رہے۔

سنا ہے کہ ترکوں نے جب مسجد نبویؐ کی تعمیر کی، روضۂ اطہر سے دور پتھروں کی تراش خراش ہوتی تھی تاکہ قربِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں شور نہ ہو اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل واقع نہ ہو۔ تعمیر کے دوران ہر لحظہ آدابِ حرم کو پوری طرح ملحوظِ خاطر رکھا جاتا تھا۔ اس کی تعمیر کرنے والے زُہد کے پیکر، خشیّتِ الٰہی کے نمونے اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی مدّت گزر جانے کے بعد بھی ترکوں کی تعمیر شدہ عمارت میں خلوص کا رنگ، محبّت کے انداز اور عقیدت کا حُسن جھلکتا نظر آتا ہے۔ انقلاباتِ زمانہ کے باوصف اس کی رعنائی اور دلکشی میں فرق نہیں آیا، شکست و ریخت کا کوئی مرحلہ اس مقدّس عمارت نے نہیں دیکھا۔ انجینئروں کے قول کے مطابق اس عمارت کو مزید پانچ سو برس تک کوئی خطرہ نہیں۔ جگہ جگہ قرآنی آیات کی خطّاطی زائرین کی توجّہ کا مرکز بنتی ہے۔ محرابوں کے اندر خوشنما رنگوں میں خطّاطی کی گئی ہے۔

روایت ہے کہ جب حرمِ نبویؐ کی تعمیر ہو گئی تو عثمانی خلیفہ عبدالمجید ننگے پاؤں سٹیشن سے چل کر دربارِ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ اس کا لباس اشکوں سے بھیگا ہوا تھا وہ قدم قدم پہ یہ کہہ رہا تھا کہ حضورؐ مجھے معاف فرما دیجئے میں تعمیر کا حق ادا نہ کر سکا۔ تعمیر کے دوران اگر کوئی لغزش، کوئی بے ادبی ہو گئی ہو تو درگزر فرمائیے۔

آج بھی حرمین شریفین میں ترک انتہائی ادب و احترام سے حاضر ہوتے ہیں۔ خدّامِ حرمین شریفین رہنے کی وجہ سے آدابِ حرمین ان کے خون میں رچ بس گیا ہے۔ وہ اس مقام کی حاضری کے آداب اور اس کی نزاکتوں سے واقف ہیں۔ ان کے انداز، ان کے احترام سے ادب کے سلیقے جھلکے پڑتے ہیں۔

حرمِ نبوی میں ہر شخص عجز کا پیکر، انکساری کا پتلا اور نیازمندی کا سراپا نظر آتا ہے۔ اہلِ نظر اور اہلِ مقام تو قدم سنبھال کر رکھتے ہیں۔ وہ مقام آشنا جانتے ہیں کہ یہ حریم ناز ہے۔ آرام گاہِ سیدِ خیر البشرؐ ہے۔ یہ دربارِ محبوبِ ربُّ العالمین ہے۔ یہاں سب امتیازی نشانات مٹ جاتے ہیں۔ اس در سے نخوت خاک بسر ہو کر داخل ہوتی ہے۔ تکبّر عجز کا مظہر بن جاتا ہے۔ غرور عاجزی کا لباس اوڑھ لیتا ہے شہنشاہیت غلامی میں بدل جاتی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی حالت سے باخبر ہوتے ہیں۔ وہ بہتے ہوئے آنسوؤں، حیرت زدہ آنکھوں، خاموش نگاہوں، پکارتی صداؤں کو نوازتے ہیں۔ ہر ایک کو اس کے ظرف، اس کی طلب، اس کے صدقِ نیّت کے مطابق بھیک ملتی ہے۔

کون کس منزلِ اُلفت کا ہے راہی حافظ
سب کی حالت کو حبیبِ دوسرا دیکھتے ہیں (حافظ لدھیانوی)

ان کو اپنے غلاموں، اپنے در کے بھکاریوں، اپنے آستانے کے فقیروں، اپنے دربار کے سائلوں کی خبر ہوتی ہے کہ کون کتنے آداب ملحوظ رکھتا ہے، کون کس محبّت کی نگاہ سے روضۂ اطہر کو دیکھتا ہے۔ کون دل کی دھڑکنوں کے نذرانے پیش کرتا ہے۔

جب نظر اٹھتی ہے سرکارؐ کے روضے کی طرف
دیر تک دل کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے (حافظ لدھیانوی)

گنبدِ خضرا حضور ختمیٔ مرتبت کے مزارِ مقدس پر ہالۂ نور ہے۔ یہ ملائکہ کے نزول کا مقام ہے اس پر ہر لحظہ نور کی کرنوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اس کی دید سے رقت اور سوز کی دولت میسر آتی ہے۔ اشکِ ندامت جاری ہو جاتے ہیں، آقائے نامدارؐ کے حضور حاضری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ الحمد للہ بارہا اس منظر یکتا، اس حُسنِ یگانہ، اس مرکزِ نور کے مزے لوٹے، نگاہوں کا میل ڈھل گیا، دل لطیف خوشبو سے مہک اٹھا، ذہن کی تاریکیاں اُجالوں میں بدل گئیں۔

پھروں اپنے دل میں بسائے مدینہ
مجھے راس آئی ہوائے مدینہ
مدینے کی تعریف کیسے کروں میں
محمدؐ کے جلوے دکھائے مدینہ

——— محبت خان بنگش (کوہاٹ)

نعت لائبریری کے لیے عطیّات

۱۔ نکہت و نور از خادمی اجمیری	دردا سعدی صاحب۔ ۱۵۱/۴ سی لطیف آباد ۱۰ حیدرآباد
۲۔ مرحبا از مسرور کیفی ۳۔ لاکھوں سلام مرتبہ شہزاد احمد ۴۔ سلام رضا 〃 〃 ۵۔ نوائے نعت 〃 〃 ۶۔ نوائے رضا 〃 〃	شہزاد احمد صاحب۔ انجمن ترقیٔ نعت اے ۸۔ روشن آباد۔ شاہ فیصل کالونی ۵۔ کراچی ۲۵
۷۔ گلِ چیدہ ۲ مدیر، حفیظ تائب	بزمِ شعروادب، میانوالی
۸۔ کلیاتِ صوفی از صوفی غلام حسین ۹۔ نگاہواں 〃 〃	صوفی غلام حسین صاحب امینی اویسی نقشبندی ۱۲۲۔ فیروز پور روڈ۔ لاہور
۱۰۔ غلامئ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے از رانا محمد ارشد	رانا محمد ارشد صاحب
۱۱۔ افکارِ پریشاں از ابوالطاہر فدا حسین فدا	فیاض حسین صاحب چشتی نظامی۔ مسلم ٹاؤن۔ لاہور
۱۲۔ سلام بحضور خیر الانام ﷺ از حافظ لدھیانوی	محمد یوسف نگینہ صاحب خوشنویس "نعت"
۱۳۔ خورشیدِ حرا از رفیع الدین ذکی قریشی	ذکی قریشی صاحب، ۲۶۔ گل زیب کالونی سمن آباد۔ لاہور
۱۴۔ محمدؐ دی فائنل میسنجر از ڈاکٹر ماجد علی خاں (انگریزی) ۱۵۔ محمدؐ، دی ہولی پرافٹ از حافظ غلام سرور (انگریزی)	شیخ شہزاد ریاض صاحب شیخ محمد اشرف تاجر کتب۔ ایبک روڈ لاہور

۱۶۔ محمدؐ اِن دی قرآن   از علی موسیٰ رضا (انگریزی)

۱۷۔ محمدؐ اپان ہوم بی پیس   از شیخ عبدالرحمٰن (انگریزی)

۱۸۔ محمدؐ دی پرافٹ ہو گیو اے نیو ڈائمنشن از ایس ایم ایچ مشکور (انگریزی)

۱۹۔ محمدؐ اینڈ ٹیچنگ آف قرآن از محمد امین (انگریزی)

شیخ شہزاد ریاض صاحب
شیخ محمد اشرف تاجر کتب۔
ایبک روڈ۔ لاہور

۲۰۔ سیرۃ النبیؐ (جلد اوّل تا ہفتم) از شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی

۲۱۔ رحمتِ عالمؐ   از سید سلیمان ندوی

۲۲۔ مکالماتِ نبویؐ از ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

۲۳۔ نبیؐ اکرم کا نظامِ حکومت   از سید ابوالاعلیٰ مودودی

۲۴۔ کلیاتِ امدادیہ   از حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

۲۵۔ اُسوۂ حسنہ   از پروفیسر حمید احمد خاں

۲۶۔ انسانِ کاملؐ   از محمد منیر قریشی

راجا رشید محمود
ایڈیٹر "نعت"

۲۷۔ شبیہِ احمدیؐ   از محمد شمس الحسن حسنؔ

۲۸۔ نعتِ محبوبؐ (فارسی) از شاہ عزیز اللہ عزیزؔ

۲۹۔ مہرِ نبوت   از نواب مردان علی خاں نظامؔ و رعناؔ

۳۰۔ گلدستۂ نبوت   از شاہ محمد امین الدین قیصرؔ یحیائی

۳۱۔ دیوانِ بہارِ عرب   از حافظ وندیر رامپوری

۳۲۔ محامدِ خاتم النبیینؐ   از امیرؔ مینائی

۳۳۔ نعتِ مصطفیٰؐ   مرتبہ عبدالمجید

احباب نے ان کتابوں کی
فوٹوسٹیٹ لینے کی
اجازت مرحمت فرمائی

۳۴۔ رباعیات عجائبات امو جان ولی ۱۳۱۸ھ ۳۵۔ مثنوی نور ہدایت (فارسی) از مفتی غلام حسن ۳۶۔ نہالِ روضۂ اکبر مع رحمت پیغمبرؐ از محمد اکبر خان وارثی میرٹھی ۳۷۔ گلشنِ نعتِ رفیق از عبدالسلام رفیق ۳۸۔ گلدستۂ محسن محسن کاکوروی ۳۹۔ سنبلستان رحمت "	احباب نے ان کتابوں کی فوٹوسٹیٹ لینے کی اجازت مرحمت فرمائی
۴۰۔ احیاء القلوب فی مولد المحبوب از عبدالجلیل الحسینی الحنفی ۴۱۔ گلدستہ نور محمد حصہ سوم از نور محمد نور امین آبادی ۴۲۔ بہارِ عالم معروف بہ موسم بہار (حصہ اول و دوم) مرتبہ منشی وافد	محمد شفیع رضوی صاحب صدر مرکزی مجلسِ رضا (ہجویری پبلشرز، لاہور)
۴۳۔ برقِ تپاں از شیخ ننکانوی	محمد توصیف صاحب ضیائے ادب۔ اردو بازار۔ لاہور
۴۴ مقدمۂ سحر و ساحری۔ از جمیل نظر	وکیل احمد صاحب۔ النور سوسائٹی کراچی ۳۸
۴۵ اسماء النبی الکریمؐ۔ مؤلفہ حضرت ابوانیس محمد برکت علی لودھیانوی جلد اول تا چہارم	دارالاحسان۔ فیصل آباد

انچارج:

تسنیم الدین احمد

تعارفِ کتب

آفتابِ حرا

شاعر: اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی

مرتب: خالد شفیق

ناشر: مجلسِ اردو۔ ڈی/۳۸۹۵۔ لوہاری منڈی۔ لاہور ۸

صفحات: ۱۰۸

قیمت: تیس روپے

اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی ممتاز اہلِ قلم اور مشہور شاعر ہیں۔ ان کی قدرتِ کلام میں کسی کو کلام نہیں۔ "آفتابِ حرا" ان کا مجموعۂ نعت ہے جسے خالد شفیق (جنہوں نے ماہنامہ "شام و سحر" کے چھ معرکۃ الآرا "نعت نمبر" شائع کیے) نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں پروفیسر مرزا محمد منور کا دیباچہ ہے جس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ "ہم حضرت نظیر لودھیانوی کی نعت کو پڑھ کر بالیقین کہہ سکتے ہیں کہ ان کا نعت نگاری سے شغف قلبی واردات کا آئینہ دار ہے"۔ کتاب میں ۲ حمدیں اور ۴۴ نعتیں ہیں۔ کئی نعتیں اساتذہ کی زمینوں میں کہی گئی ہیں مثلاً:

فقر و غنا کہ سیرِ عرش، یوں ہو بیاں ثنا کہ یوں / یوں ہے جہانِ عشق میں عظمتِ مصطفیٰؐ کہ یوں

تجھ سے ہے لو لگی ہوئی، غیر کا دخل ہائے کیوں / روتے ہیں شمع کے لیے، پھول ہمیں ہنسائے کیوں

کمر کھولے صراطِ عشق میں سب یار بیٹھے ہیں / کریں تدبیر کیا چلنے کی، ہمت ہار بیٹھے ہیں

سنایا حضرت عیسیٰؑ نے مژدہ اس کی آمد کا / جہاں میں جب نہ کوئی جانتا تھا نام احمدؐ کا

"آفتابِ حرا" کی کئی نعتیں اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کی زمینوں میں کہی گئی ہیں:

پہلوئے غارِ حرا خلوتِ رسول اللہؐ کی / دیدہ ہائے عاشقاں جلوتِ رسول اللہ کی

مصطفیٰؐ لائے کتاب انوار والی ہاتھ میں / بہرِ انساں ہے یہ دستورِ مثالی ہاتھ میں

نظیرلودھیانوی نے کئی نئی ردیفوں کے ساتھ نعتیں لکھی ہیں۔ جیسے دھوپ، کا دریا، الفاظ، مغفرت، ختم نبوت کا، لبس، جیسے، عبث وغیرہ۔
کتابت کی دو تکلیف دہ غلطیاں بھی سامنے آئی ہیں۔ اُمید ہے کہ ان کی اصلاح کرلی جائے گی صفحہ ۴۶ پر "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" اور صفحہ ۹۷ پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کی املا درست نہیں۔
مجموعی طور پر یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر لائبریری کی زینت بنے اور اہلِ محبت اس کے مطالعے سے دل میں عشقِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جوت جگائیں۔

خورشید ایلچپوری

شاعر: خورشید ایلچپوری
ناشر: مکتبہ العزی، ۱-جے۔ ۳۵ مسلم لیگ سوسائٹی۔ ناظم آباد ۱، کراچی ۱۸
صفحات: ۹۰ + ۲۰
قیمت: ۱۵ روپے

خورشید ایلچپوری کا زیرِ نظر مجموعۂ نعت سفید کاغذ پر گورا کتابت کے ساتھ طبع ہوا ہے۔ ڈاکٹر وقار اسندی نے "خوشبوئے وفا" کے عنوان سے شاعر کے نعتیہ کلام کا علمی محاکمہ کیا ہے۔ شفیق الدین شارق کی تقریظ اور رضا آبر براری کا قطعۂ تاریخِ اشاعت شامل کتاب ہے۔
خورشید ایلچپوری کی کئی کتابیں مدّوجزر، نسب نامہ، جنون خرد، تانے بانے اور ایک آئینہ چار عکس چھپ چکی ہیں۔ زیرِ نظر مجموعۂ نعت سے سرکارؐ کی سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گہری عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ نمونۂ کلام یہ ہے۔

جو عشقِ محمدؐ میں سرشار ہو گا　　وہی رحمتِ حق کا حق دار ہو گا
جُھک گئی شوق سے جبینِ نیاز　　جب مدینے کے بام و در آئے
روزِ اوّل سے اُسے محبوب تھی ذاتِ حبیبؐ　　کس لیے کرتا خدا اپیدا مثالِ مصطفٰےؐ

کتابت کی بعض غلطیاں ذوقِ سلیم پر گراں گزرتی ہیں مثلاً "الحمد للّٰہ" کو کہیں "الحمد اللّٰہ" اور کہیں "الحمدُ اللہ" لکھا ہے۔ ایک جگہ احمد کا لفظ بھی کاتب کی بے احتیاطی کا شکار ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔　　(ادارہ)

اخبارِ نعت

محفلِ نعت

رضا اکیڈمی و ایوانِ ادب پنڈدادن خان (ضلع جہلم) کے زیرِ اہتمام مورخہ ۵ مارچ ۸۸ء کو ایک محفلِ نعت منعقد ہوئی جس میں مقامی شعراءِ کرام کے علاوہ پاکستان کے نامور نعت گو شاعر جناب قمر یزدانی اور ان کے رفیقِ سفر جناب رشید احمد راہی شریک ہوئے۔ تقریب کی صدارت صاحبزادہ پیر عبدالخالق اعجاز سجادہ نشین دربارِ عالیہ حضرت عالم شاہ بخاری پنڈدادن خان نے کی جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض اعجاز اشرف انجم نظامی نے ادا کیے۔ صاحبزادہ مختار سلیمانی، رشید احمد راہی، محمد نوید احمد، مولانا ایوب چشتی، اسحاق مہدی، چوہدری سعید اختر رضا، قاری عبدالقدوس، اعجاز اشرف انجم نظامی، صفدر کامران، انیس رضا، احسان الحق احسان، قمر یزدانی اور صاحبزادہ عبدالخالق اعجاز نے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں ہدیۂ نعت پیش کیا۔ جناب قمر یزدانی سامعین کے پُرزور اصرار پر ایک گھنٹہ تک اپنے کلام سے نوازتے رہے۔ محفل کا اختتام قمر یزدانی صاحب ہی کے سلام "سیدی مرشدی یا نبیؐ یا نبیؐ" پر ہوا۔

(اعجاز اشرف انجم نظامی)

محبتِ رسولؐ کانفرنس

گزشتہ دنوں گورنمنٹ البیرونی ڈگری کالج پنڈدادنخاں (ضلع جہلم) میں انجمن طلباءِ اسلام نے ایک عظیم الشان "محبتِ رسولؐ کانفرنس" منعقد کی۔ جس میں علاقے کے طلبہ کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تقریب کی صدارت صاحبزادہ محمد صفدر شاہ مرکزی نائب صدر نے کی۔ صاحبزادہ محمد امین الحسنات مدیر ماہنامہ "ضیائے حرم"

مہمانِ خصوصی تھے۔ اس پُر وقار تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآنِ حکیم سے ہوا۔ حمید الدین قریشی اور غلام عباس نے ہدیۂ عقیدت بحضور سرورِ کائنات ﷺ پیش کیا۔ گورنمنٹ البیرونی ڈگری کالج پنڈ دادنخاں کے ملک نعیم شہباز نے سپاس نامہ پیش کیا۔ عبد القیوم ترازی نے اپنے خطاب میں کہا کہ محبتِ رسول ﷺ کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور یہی دین کی اصل ہے۔ انہوں نے متنبہ کیا کہ طاغوتی طاقتیں مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لیے چاہتی ہیں کہ اُن کا جذبہ محبتِ رسول ﷺ ماند پڑ جائے کیونکہ یہی جذبۂ محبتِ رسول ﷺ قومِ مسلم کی قوت کا سرچشمہ ہے۔

صدرِ محفل صاحبزادہ محمد صفدر شاہ مرکزی نائب صدر نے کہا ہمیں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی قوت نے شاندار ماضی، روشن حال اور تابناک مستقبل عطا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ محبت ہمارا منشور اور امن ہمارا پیغام ہے۔

کانفرنس میں شوکت نواز گوندل، علامہ خان محمد قادری، صاحبزادہ محمد امین الحسنات کے علاوہ میاں افتخار احمد، محمد نواز کھرل، مولانا محمد انور قریشی، راجا اعجاز احمد نے بھی خطاب کیا۔ آخر میں صدرِ محفل صاحبزادہ مطلوب الرسول سجادہ نشین آستانہ عالیہ للہ شریف نے دعائے خیر فرمائی۔

مخزنِ حق و صداقت ہے مدینہ آپ ﷺ کا — قدرتِ حق کی کرامت ہے مدینہ آپ ﷺ کا
مرکزِ پرکارِ ہستی، محورِ نورانیاں — منبعِ حُسن و لطافت ہے مدینہ آپ ﷺ کا
قبلۂ حاجاتِ کُل ہے، کعبۂ قُدسیاں — معدنِ جود و عنایت ہے مدینہ آپ ﷺ کا

مہبطِ انوارِ ربّی، مصدرِ اسرارِ دیں
مشعلِ راہِ ہدایت ہے مدینہ آپ ﷺ کا

عبد الغفور ساجد (ضلع فیصل آباد)

ذکرِ مدینۃ الرسول

سرچشمۂ توحید ہے یہ شہرِ مقدس
یکتا نظر آئی ہمیں دنیائے مدینہ (دلؔ شاہجہانپوری)

یہ حاملِ اقدام ہے، وہ حاملِ نعلین
کیوں عرش سے رُتبے میں نہ بڑھ جائے مدینہ (محمد مظفر الدین معلّیؔ)

جنّت کا کبھی نام زباں پر نہیں لاتے
ہیں فضلِ خدا سے جو مقیمانِ مدینہ (حافظؔ و نذیر رامپوری)

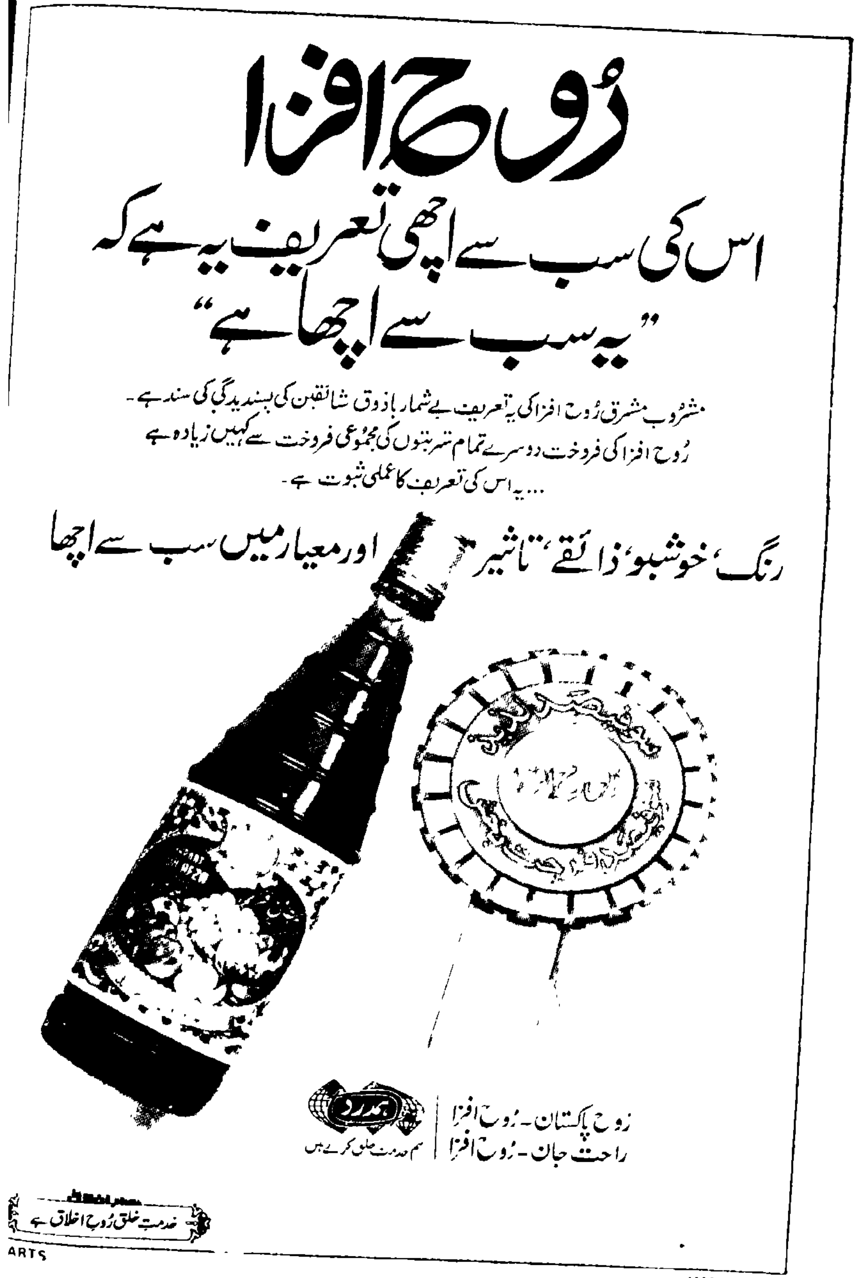
پیمبرؐ کے نقشِ قدم کی بدولت
حقیقت نما ہے دیارِ مدینہ (انجمؔ وزیر آبادی)

ہر اک آئے، کعبے میں مانگے خدا سے
جو مانگا ہے، وہ لینے جائے مدینہ (بیدلؔ فاروقی)

وہ مولدِ سرکارؐ ہے، یہ مسکنِ سرکارؐ
مکّہ ہے مکرّم تو معظّم ہے مدینہ (کاشفؔ اندوری)

نہ آئیں جا کے وہاں سے یہی تمنّا ہے
مدینہ لا کے، نہ لائے خدا مدینے سے (سیمابؔ اکبر آبادی)

جُز نعت کے نکلے نہ کوئی لفظ بھی منہ سے
سب مجھ کو کہیں بُلبلِ بُستانِ مدینہ (بیکسؔ مجیاروی)


رُوح افزا
اس کی سب سے اچھی تعریف یہ ہے کہ
"یہ سب سے اچھا ہے"
مشرُوب مشرق رُوح افزا کی یہ تعریف بے شمار باذوق شائقین کی پسندیدگی کی سند ہے۔
رُوح افزا کی فروخت دوسرے تمام شربتوں کی مجمُوعی فروخت سے کہیں زیادہ ہے
...یہ اس کی تعریف کا عملی ثبوت ہے۔
رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر اور معیار میں سب سے اچھا
ہمدرد
ہم خدمت خلق کرتے ہیں
رُوح پاکستان - رُوح افزا
راحت جان - رُوح افزا
خدمت خلق رُوحِ اخلاق ہے
ARTS

HMD R 87

بشکریہ

ظہور سانچو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

سائٹ ایریا، کورنگی، کراچی

ماہنامہ
نعت
لاہور
جلد ۱
شمارہ ۵
جون ۱۹۸۸ء

اردو کے صاحب کتاب نعت گو

حصہ دوم

○ ایڈیٹر : راجا رشید محمود

○ معاون : ضیاء الحق قریشی ایم اے

مشیر خصوصی :
چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مشیر قانون :
شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

○ خطاط : جمیل احمد قریشی تنویر رقم
محمد یوسف نگینہ
خلیل احمد نوری

○ مینجر : اظہر محمود

○ دفتر رابطہ :
۱۸۔ راحت مارکیٹ
اردو بازار۔ لاہور۔ فون ۵۸۶۶۶

قیمت
فی شمارہ : ۱۰ روپے
زرِ سالانہ : ۱۲۰ روپے

○ پرنٹر : محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز، لاہور

○ پبلشر : راجا رشید محمود

○ بائنڈر ، خلیفہ عبدالمجید
بک بائنڈنگ ہاؤس۔ ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مقام اشاعت
اظہر منزل مسجد سٹریٹ ۵
نیو شالامار کالونی ملتان روڈ
لاہور ۵۴۵۰۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آقا آقا ہے اور بندہ بندہ

آقا کا در رحمتوں اور نوازشوں کا مصدر ہے اور بندہ دریوزہ گری میں یکتا

بندہ جس کا کھاتا ہے اُس کا گاتا ہے

جس در کے ٹکڑوں پر پلتا ہے اُس کی مدحت کی راہ چلتا ہے

آقا نے بندے کو کام سے لگا دیا، اُسے ڈیوٹی سونپ دی

بندے نے اُسے نصب العین بنا لیا

نصب العین بلند تر ہو تو حوصلے بھی بلند رکھنا پڑتے ہیں

مقصود روشنی ہو تو آنکھوں کے دیے بھی جلانا ہوتے ہیں

بندے نے آنکھوں کو باوضو رکھا اور نمازِ عشق کی نیت باندھ لی

یہی نمازِ عشق اس کی ڈیوٹی تھی، یہی اُس کا فرض تھا

اس فرض کی اہمیت معلوم ہو جائے تو لمحات مٹھی میں آجاتے ہیں

فاصلے سکڑ جاتے ہیں

اس فرض میں کوتاہی نہ ہو تو سارے ہدف پورے ہو جاتے ہیں!

پھر آقا اپنے ایک پیارے کے ذریعے بندے کو نوید دیتے ہیں کہ اُس کے

احساسِ غلامی کو شرفِ پذیرائی دے دیا گیا ہے۔

بندہ اپنے آپے میں کیسے رہے

یہ سند سب سے بڑی سند ہے

سب سے بڑی سند!

ایڈیٹر

نعت

اُردو کے

صاحبِ کتاب نعت گو

مُرتّبہ

راجا رشید محمود

ایڈیٹر "نعت"

قطعاتِ نعتیہ ﷺ

میرے دل میں کیوں نہ ہو اُس تقدس کا خیال
کیوں نہ ہو میرے لبوں پر آپ کی مدحِ
کس لیے سمجھوں نہ میں افضل عبادت نعت کو!
میں تو ابنِ حسانہ زادِ کہنہ ہوں سـ کا

سفارش میری فرمائے گا میرا حسنِ خلق و ملاقات
بالآخر بند ہو جائے گا غمِ رنج و فرقت
مجھے بھی اذنِ دیدارِ مدینہ مل ہی جائے گا آخر
یقیناً کھول دیں گے مصطفٰے دروازہ قسمـ

خیال پہنچا ریاضِ رسولِ اکرم تک
تو لایا پھول تلطف کے واں سے چن چـ
جو بامِ عرش پہ ڈالی کمند شاعر نے
تو ہاتھ آئے مقدس نقوشِ پا اُن

یہ از فراش نہ ہو پائے اِس تمنا میں
اگرچہ اہلِ محبت نے لب تو
نظر کی پتلی پہ بھی نقشِ روضہ ہی نکلا
دلوں کے بھید نگاہوں نے کھول

راجا رشید

حافظ الوری [1]

دیوانِ حافظ الوری [2]

دل و جاں سے ہوں میں شیدا محمدؐ کا محمدؐ کا
دکھا دے اے خدا جلوہ محمدؐ کا محمدؐ کا ○

احد نے میم احمدؐ میں دکھایا جلوہ حیرت کا
کہ کثرت میں ابھی نور افگن ہے اتا شمع وحدت کا ○

حق نے جلوہ رُخِ احمدؐ میں دکھایا ایسے
حسن کا عکس اس آئینہ میں آیا ایسے ○

دم چلا ہجر میں شاہا ترے شیدائی کا
دیکھ لو حال ذرا اپنے تمنائی کا ○

تصویر دل میں ہے یہی وظیفہ پڑھا کروں
ہر دم میں ان کے نام کی تسبیح جپ کروں ○ [3]

---

1 — مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

2 — حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے ذخیرۂ کتب سے جو نسخہ ملا ہے، وہ ناقص الاوّل ہے
کتاب کا نام حکیم صاحب نے بتایا۔ نیز یہ بھی بتایا کہ یہ کتاب الور ہی سے چھپی تھی

3 — کتاب میں ۲ حمدیں، ۴۴ نعتیں، ۴ فارسی نعتیں، ۲ "رسیا نعتیہ" ایک فا
مثنوی، ۲ نظمیں اور ایک منقبت ہے (جسے 'نعت شریف' لکھا ہے

حافظ برکت علی (قادری)

داستانِ غم

شاہِ خوباں کی آمد کا چرچا ہوا
شور ہر سمت صلِّ علیٰ کا ہوا ○

شاہِ خوبانِ عالم کی ثنا کر سکے کس طرح عقلِ نارسا ○

مالکِ کون و مکاں ذاتِ رسولِ عربیؐ
○ شاہِ شاہانِ زماں ذاتِ رسولِ عربیؐ

○ مالکِ کونین شاہِ مصطفیٰؐ سیّد الثقلین شاہِ مجتبیٰؐ[۱]

سلامِ خستہ دل شاہِ رُسل منظور ہو جائے
○ یہ دل کا شانہ ویرانہ مرا معمور ہو جائے [۲]

---

۱ ـــــ غوثیہ کتب خانہ، لاہور س ن (صفحات ۲۱۶)

۲ ـــــ کتاب میں ایک اردو حمد، ۱۰۸ اردو نعتیں، ۱۱۸ اشعار کی اُردو مثنوی "معراج شریف" ۱۶ اردو مناقب، ۲ اُردو نظمیں اور ۱۰ پنجابی نعتیں، ۲ فارسی مناقب، ۴۱ پنجابی مناقب، ۲۷ پنجابی نظمیں اور ۵ پنجابی دوہڑے ہیں (کتاب میں مناقب کو بھی "نعت" کا نام دیا گیا ہے۔ شاعر بنیادی طور پر پنجابی شاعر ہیں)

حافظ پیلی بھیتی[۱] ① نعتِ مقبولِ خدا[۲]

۱۳۰۲ھ

گُلِ رخسارِ محمّدؐ ہے بہارِ جنّت
○ خال و خط آپ کا ہے نقش و نگارِ جنّت

سلام لو ہم چلے عرب کو، یہاں کے رہنے سے تنگ ہو کر
○ ستائے کب تک، دبائے کب تک یہ ہند قیدِ فرنگ ہو کر

حسرت قریب، مرگ ہے نزدیک، یاس پاس
○ بجز نبیؐ میں اور نہیں کوئی آس پاس

○ تم سا کوئی رسول حبیبِ خدا نہیں جیسے خدا کی طرح کوئی دوسرا نہیں

○ محمّد رحمتِ حق ہے پیمبر ہو تو ایسا ہو ہوئے ہم اسکی امت میں مقدر ہو تو ایسا ہو [۳]

---

۱ ـــــ حافظ خلیل الدین حسن۔ آنریری مجسٹریٹ و وائس چیئرمین میونسپل بورڈ، پیلی بھیت

۔۔۔۔۔ مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں بار سوم اندازاً ۱۳۴۲ھ (صفحات ۱۰۴)
۱۔۔۔۔۔ کتاب میں ایک حمد، ۹۹ نعتیں، ۴ مناقب، ۵ تضمینیں، ایک سلام اور ۲۸ رباعیات ہیں نیز "نغمۂ درد" کے عنوان سے ۲۱۴ اشعار پر مبنی ایک مثنوی ہے

حافظ پیلی بھیتی ② نغمۂ روح [1]

۱۳۰۹ھ

مانا کہ انبیا میں ہر اک انتخاب تھا
محبوبؐ کبریا بھی کسی کا خطاب تھا؟

کون ہے کونین میں دو کے سوا فریاد رس
یا خُدا فریاد رس، یا مصطفیٰؐ فریاد رس

دل ہُوا عشق نبیؐ سے داغ داغ
ایک گھر میں کتنے جلتے ہیں چراغ

شفیعوں میں، رسولوں میں، کریموں میں، امینوں میں
تمہارا مثل کوئی بھی نہیں ساتوں زمینوں میں

قابو سے مدینے کی ہوا لے گئی دل کو
اک جھونکے میں پہلو سے اڑا لے گئی دل کو [3]

۱۔۔۔۔۔ مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں۔ بار اوّل۔ رمضان ۱۳۲۸ھ (صفحات ۱۴۸)
۲۔۔۔۔۔ بہزاد لکھنوی کے ایک مجموعے کا نام بھی "نغمۂ روح" ہے۔
۳۔۔۔۔۔ کتاب میں ایک حمد، ۶۵ نعتیں، ایک سلام، ۲ نعتیہ ترجیع بند، ۱۱ النعتیہ رباعیات ایک التجا، ۱۶ مناقب، ۷۹ اشعار کی سفر حجاز کے بارے میں مثنوی، ۸۱ اشعار کی مثنوی بعنوان "نامہ" ۶ رباعیات، دو غزلیں اور مثنوی کی صورت میں ۴۵ فارسی اشعار بعنوان "تاریخ طبع دیوان فروغ" ہیں۔

حافظ پیلی بھیتی ③ خمخانۂ حجاز [1]

۱۳۱۵ھ

تعلّی پر مزاج اتنا ہے کیوں چرخ زبرجد کا
یہ ہے اترا ہُوا خاکہ ترے روضے کے گنبد کا ○

عمر بھر آپ کے دیدار کا رستہ دیکھا
مجھ کو جو میرے مقدر نے دکھایا دیکھا ○

جو نعمتیں تھیں روز ازل سے خدا کے پاس
خلوت میں دیں تمھیں شب اسرا کے پاس ○

رُخسار جلوہ گر وہ حبیبؐ خُدا کے ہیں
خورشید و ماہ اُترے ہوئے جن کے خاکے ہیں ○

الٰہی دل اگر ٹوٹے، اگر دل سے صدا نکلے
تو یا اللہ نکلے یا محمدؐ مصطفیٰ نکلے ○ [2]

---

۱ ـــــ نظامی پریس، بدایوں۔ بار اوّل (صفحات ۱۲۷)

۲ ـــــ کتاب میں ۲ حمدیں، ۱۳۹ نعتیں، ۲ مناقب اور ۱۳ نعتیہ رباعیات ہیں۔ ان کے علاوہ "آمدِ مبارک" کے عنوان سے دو مثنویاں، ایک مسدس، ایک مناجات اور مثنوی کی صورت میں "چادر چڑھانے کی اطلاع" کے عنوان سے ایک نظم ہے۔

حافظ پیلی بھیتی ④ آئینۂ پیغمبر [1]

۱۳۲۰ھ

ذرّے ذرّے سے ہے ظاہر ترا جلوہ ہر روز
دیکھتی رہتی ہیں آنکھیں یہ تماشا ہر روز ○

ہم ہیں اور آپ کے روضے کی زیارت کی طمع
اور ہوگا کوئی، ہوگی جسے جنت کی طمع ○

اے طالبِ رب، راہ میں دم لے نہ عرب تک
پھر فاصلہ تھوڑا ہی سا رہ جائے گا رب تک
لوگ کہتے ہیں تمنا موت کی اچھی نہیں
کیا کروں، ہجرِ نبیؐ میں زندگی اچھی نہیں
آرزو ہے، جب مرے قالب سے رخصت جاں ہو
وردِ لب نامِ نبیؐ، دل میں خدا کا دھیان ہو [۲]

---

۱ ـــــ نظامی پریس، بدایوں۔ بارِ اوّل (صفحات ۱۸۶ + ۳۲)
۲ ـــــ کتاب میں ۲ حمدیں، ۱۰۴ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، ایک مسدس، ۲ مخمس، ۹۵ اشعار کا ایک سلام، ۱۳ مناقب، ۷ نظمیں اور ۱۲۱ رباعیات ہیں۔

حافظ پیلی بھیتی (۵) بیاضِ نعت [۱]
۱۳۳۲ھ

محمدؐ نام ہے تیرا، لقب ہے مصطفیٰؐ تیرا ـــ اتب نام خدا ہے نام وہ صلِّ علیٰ تیرا
نبی بہت ہیں، نبوت کا سب کے سر پر تاج
وہ تاج والے ہیں، تم تاج والوں کے سرتاج
کیا بتائیں، آئے ہم طیبہ سے کیا کیا دیکھ کر
آنکھیں پھوٹیں، کچھ کبھی دیکھا ہو جو روضہ دیکھ کر
تیرے گدا چلے تیرے در سے چلے چلے ـــ روضے کا نقشہ آئنۂ دل میں لے چلے
نعت کا لطف کسی شعر میں پیدا ہو جائے ـــ مغفرت کیلئے کوئی تو بہانہ ہو جائے [۲]

---

۱ ـــــ نظامی پریس۔ بدایوں۔ بارِ اوّل ۱۹۱۷ء (صفحات ۲۵۲)
۲ ـــــ کتاب میں ۲ حمدیں، ۱۲۵ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، ایک نعتیہ مخمس۔ ۴ فارسی نعتیں، ۲۴ مناقب، ایک غزل، ۱۸ نظمیں اور ۱۷ رباعیات ہیں۔

حافظ پیلی بھیتی (۶) نغمۂ جگر دوز [1]
۱۳۳۵ھ

کیا وصف لکھوں روضۂ محبوبِ خدا کا
○ فردوس اسی کا ہے اڑایا ہُوا خاکہ
لاکھ پردوں میں بھی پوشیدہ نہ جلوہ ہو گا
○ دیکھ لے گا جو ترا دیکھنے والا ہو گا
○ بندوں کو کردگار نے تیرا کیا مطیع — عالم کا تو مطاع ہے، عالم ترا مطیع
یہیں سے کیوں نہ لے جائیں چھپا کر دل کی خلوت میں
○ نہیں تو پھر کہاں روضہ ملے گا ہم کو جنّت میں
○ ممدوحِ کبریا کی بلند ایسی شان ہے — جو مدح کی زمین ہے، وہ آسمان ہے [2]

---

۱ —— مطبع حسنی، بریلی - بار اوّل - فروری ۱۹۲۲ / ۱۳۴۰ھ (صفحات ۱۴۸)
۲ —— کتاب میں ایک حمد، ۹۵ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، ۱۴ مناقب، ۲۳ نظمیں اور ۱۷ رباعیات ہیں۔

حافظ پیلی بھیتی (۷) لذّتِ درد [1]
۱۳۳۵ھ

ظاہر تو نہ تھا روضۂ محبوبِ خُدا پاس
○ آنکھوں سے رہا دور، مگر دل سے رہا پاس
سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہوں جو سینے کی طرف
○ دھیان روضے کی طرف، دل ہے مدینے کی طرف
ایک در، ایک سر ناصیہ فرسائی ہو
○ خاک پر لوٹتے کو روضے کی انگنائی ہو
زائروں کی درِ والا سے جو رخصت دیکھی
○ پیشتر ہم نے قیامت سے قیامت دیکھی

زمینِ طیبہ تھوڑی ہی سی شق ہوتی کہیں ہوتی
○ کہ جا کر میری مُشتِ خاک پیوندِ زمیں ہوتی ۲

---

۱ ـــــــ مطبع حسنی، بریلی - بار اوّل - ۱۹۲۲ (صفحات ۱۳۲)

۲ ـــــــ کتاب میں ایک حمد، ۲۷ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، ۹ مناقب، ۴۸ نظمیں اور ۸۴ رباعیات ہیں ۔

حافظ پیلی بھیتی ⑧ میخانۂ عشقِ خلد ۱
۱۳۴۰ھ

ادنیٰ سایہ رُتبہ ہے نبیؐ کی کفِ پا کا
○ زیرِ کفِ پا فرش ہُوا عرشِ خُدا کا ۲

قسم اللہ نے کھائی ہے خاکِ پائے سرورؐ کی
○ کوئی پیارا سا پیارا ہو تو کھاتے ہیں قسم سر کی

○ ہے روضے کی بُو سے مُعطّر دماغ — عجب کیا، اگر ہو فلک پر دماغ

لختِ دل آنکھوں میں آکر لعل و گوہر بن گئے
○ عشقِ شہؐ میں ایک گھر بگڑا تو دو گھر بن گئے

○ قدرت اللہ کی، جس نے تری صورت دیکھی تیری صورت نہیں، اللہ کی قدرت دیکھی ۳

---

۱ ـــــــ مطبع اہلِ سُنت و جماعت، بریلی (صفحات ۱۷۴)

۲ ـــــــ کتاب میں ایک حمد، ۱۳۰ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، ۱۱ مناقب جن میں دو فارسی کے ہیں اور ۳۸ نظمیں ہیں ۔

۳ ـــــــ حافظ پیلی بھیتی کے آٹھوں نعتیہ دیوانوں کا انتخاب راقم الحروف نے "نعتِ حافظ" کے عنوان سے مرتب کیا (مقبول اکیڈمی، لاہور۔ طبع اوّل ۔ ۱۹۸۷ء صفحات ۲۸۰)

حافظ پیلی بھیتی (۹) نعتِ حافظ [۱]

○ پیارے محبوبؐ کا چاہا ہے خدا کا چاہا — چاہنے والے نے محبوب کا چاہا چاہا

○ اے اجل! تجھ سے کروں میں اپنے مرجانے کی بات
ٹھیک ہو جائے اگر طیبہ میں دفنانے کی بات

○ پنجرے سے تن کے، جب اڑنے نہیں پاتی ہے روح
روضے کی جڑیوں کا منہ تک تک کے رہ جاتی ہے روح

○ اب تو اٹھ جائیں پردہ ہائے فراق — اب تو صدمے فراق کے ہیں شاق

○ پیاری شبیہ گور میں آتی نظر کہاں
ان کا کرم ہے، جذبۂ دل کا اثر کہاں [۲]

---

۱ ـــــ (مرتبہ راجا رشید محمود) مقبول اکیڈمی، لاہور۔ ۱۴۰۷ھ (صفحات ۲۸۰)
۲ ـــــ یہ کتاب حافظ پیلی بھیتی کے آٹھوں نعتیہ دیوانوں کا انتخاب ہے۔ کتاب میں ۲۷۷ نعتیں ہیں۔

حافظ جونپوری [۱] دیوانِ حافظ عرف حافظ الاسلام

ـــــ حصہ دوم [۲]

○ آرزو ہے دل میں دیدارِ پیمبرؐ دیکھنا
دیکھیے آنکھوں کو کب ہو گا میسر دیکھنا

○ خدا کی خاص ہے رحمت مبارک بال حضرتؐ کا
بڑی جانو یہ ہے نعمت مبارک بال حضرتؐ کا

○ خدا کا نبی محمدؐ سا — کہاں تھا کوئی محمدؐ سا

○ لکھے تو وصفِ پیمبرؐ، تجھے کہاں مقدور
مگر یہی تجھے حافظ ہے رات دن منظور

○ کون ہے محبوبِ حق سا دلبرِ غفّارِ خاص
جیسے ہیں خاصانِ حق میں احمدِ مختارِ خاص ۳

۱ــــــ شیخ اسمٰعیل عرف شیخ لعل
۲ــــــ مطبع کریمی بمبئی ۔ ۱۳۴۲ھ (صفحات ۹۶) کتاب میں "حافظ الاسلام حصّہ اوّل" کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔
۳ــــــ کتاب میں ۳ حمدیں ، ۱۰۹ اردو نعتیں ، ایک پوربی نعت ، ۱۵ نعتیہ قطعات ، ۲ مناقب ، ۲ منقبتیہ قطعات ، ۷ نظمیں اور ایک مناجات ہے ۔ آخری حصے میں نثر کے ساتھ مزید ۲۲ منظومات ہیں جن میں سے کئی نعتیں ہیں ۔

حافظ چشتی تونسوی [۱]   روض الفردوس [۲]

۱۳۸۷ھ

○ ارادت کے ورق پر جب ارادہ رُخ نما ٹھہرا
تو سب سے اوّلیں شہکار نورِ مصطفیٰؐ ٹھہرا

○ سلام اس پر ہدایت کا جو بن کر آفتاب آیا
سلام اس پر جو حق سے آخری لے کر کتاب آیا

○ اے حبیبِ خدا ، سرورِ انبیا ، دوسرا کا سویرا ہے نور آپ کا
خاتمیت کا سہرا ظہور آپ کا ، اوّلیت کا تمغہ ہے نور آپ کا

○ وہی شمعِ بزمِ ازل ہے تو ، جو مکیں ہے شہرِ حجاز میں
وہی حُسنِ جلوۂ سرمدی ہے عیاں لباسِ مجاز میں

○ رفعتِ عرش ترے روضے کی دیواروں میں
جلوۂ طور ترے شہر کے بازاروں میں ۳

۱ــــــ حافظ پیر بخش ۔

۲ ــــــ مُصنف ، ملتان ۔ بار اوّل ۱۳۸۷ھ (صفحات ۱۷۶)
۳ ــــــ کتاب میں ۳ حمدیں ، ۱۱ فارسی نعتیں ، ۹۱ اُردو نعتیں ، ایک نعتیہ نظم ، ایک آزاد نعتیہ نظم ، ۱۰ نعتیہ قطعات ، ایک فارسی منقبت ۵ اردو مناقب ، ایک پنجابی اور ۱۳ اُردو نظمیں اور ۷ فارسی غزلیں ہیں ۔

حافظ لدھیانوی[۱] ① ثنائے خواجہ[۲]

توصیف کیا ہو سیّدِ خیر الانام کی
تفسیر ہے وہ ذاتِ خدا کے کلام کی
رحمت تیری قریہ قریہ ، فیض ترا عالم عالم
دریا دریا تیری سخا ہے ، دامن دامن ابرِ کرم
وجہِ سکونِ قلبِ حزیں تیرا نام ہے
کس درجہ دل نشین و حسیں تیرا نام ہے
نورِ احمدؐ سے روشن ہیں دونو جہاں ، دونو عالم میں ہے زمزمہ نعت کا
قدسیوں کی زباں پر ہے شام و سحر ذکرِ محبوبِ ربّ ، وردِ صلّ علیٰ
شادابیٔ نگاہ کا عنواں ہے اُن کی یاد
سرمایۂ نشاطِ بہاراں ہے ان کی یاد ۳

۱ ــــــ سراج الحق ۔
۲ ــــــ منیب الرحمٰن اینڈ برادرز ، سرگودھا ۔ بار اوّل ۔ ۱۹۷۱ (صفحات ۱۸۲)
۳ ــــــ کتاب میں ایک حمد ، ایک دُعا ، ایک " میلادیہ " ، ایک " النجا بدر بارِ نبیؐ اکرم " ۱۰۶ نعتیں اور ۳ سلام ہیں ۔

حافظ لدھیانوی ④ نشیدِ حضوری [۱]

رُخِ سرکارؐ وہ آئینہ ہے تقدیرِ عالم کا
جہاں کا ذرّہ ذرّہ جس کے نورِ پاک سے چمکا

مری جاں جسم سے جس دم جُدا ہو
لبوں پر نغمۂ صلّ علیٰ ہو

ظلمات کے پردے چاک ہوئے، اے شمعِ رسالت کیا کہنا
اے باعثِ تزئینِ عالم، اے نورِ ہدایت کیا کہنا

ہے محبوبِ خدا کے نور سے روشن جہاں سارا
رواں ہے زندگی کا آپ ہی سے کارواں سارا

مطلعِ نور ہے سرکارؐ کے در کی صورت
نظر آتی ہے شبِ غم میں سحر کی صورت [۲]

۱ــــــ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ بار اوّل ۱۴۰۰ھ (صفحات ۱۶۰)
۲ــــــ کتاب میں ایک حمد، ایک دُعا اور ۸۹ نعتیں ہیں

حافظ لدھیانوی ⑤ نعتیہ قطعات [۱]

میرا اندازِ سخن بھی ہے عنایت تیری
ہے مرے آئینۂ فکر میں صورت تیری

اِس گھڑی روح پہ ہوتا ہے نزولِ انوار
جب بھی پڑھتا ہوں احادیث میں سیرت تیری

ہجر کی کلفتیں اٹھاتا ہوں
رنج سے داغ داغ سینہ ہے

شہرِ طیبہ سے دُور ہوں حافظ
ایسا جینا بھی کوئی جینا ہے [۲]

۱ــــــ مکتبۃ الفوائد، فیصل آباد ۔ بار اوّل ۔ دسمبر ۱۹۸۱ء (صفحات ۱۳۶)
۲ــــــ کتاب میں ۱۹۸ قطعات ہیں ۔ عنوان وار تفصیل یہ ہے ۔ ابتدائیہ ۱ ۔ حمدیہ ۱۴ کعبۃ اللّٰہ ۱۰ ۔ ارشادات نبوی ۱۲ ۔ سیرتِ اطہر ۱۰ ۔ ثنائے حبیبؐ ۱۸ ۔ ۱۔ اسے حبیبِ خدا ۲۲ ۔ مدینہ منوّرہ ۱۴ ۔ آرزوئے مدینہ ۲۶ ۔ سوز و گداز ۲۶ کیفیاتِ حضوری ۳۶ ۔ بارگاہ نبویؐ سے رخصت ۹ ۔

حافظ لدھیانوی ④ کیفِ مسلسل ۱

○ آرزو بن کے جو ہر قلب پریشاں میں رہے
پیکرِ نور وہی چشمِ ثنا خواں میں رہے

○ درد مندی کا عجب دل پہ سماں ہوتا ہے
جب کوئی قافلہ طیبہؑ کو رواں ہوتا ہے

○ جز خدا کوئی مقامات نہ جانے تیرے
سیّدی روح دو عالم ہیں ترانے تیرے

○ مرا لفظ لفظ آتا ہے تری کرم نمائی
ترے فیض کا ہے مظہر مرا رنگِ خوش نوائی

○ شہرِ رحمت دیکھتے، شہرِ تمنا دیکھتے
اذن مل جاتا تو ارمانوں کی دنیا دیکھتے ۲

۱ــــــ بیت الادب، فیصل آباد ۔ بار اوّل اکتوبر ۱۹۸۲ (صفحات ۱۵۲)
۲ــــــ کتاب میں ایک حمد، ایک نغمۂ حضوری اور ۶۹ نعتیں ہیں ۔

حافظ لدھیانوی ⑤ سلام بحضورِ خیر الانامؐ ۱

۱۰۱ ۔ اشعار کے اس سلام کا مطلع اور مقطع ملاحظہ کیجئے :۔

سلام اس پر، خُدا کے بعد جس کی شان یکتا ہے
○ جو ممدوحِ خدائے پاک ہے جو سب کا آقا ہے ۲

سلام شوقِ حافظ سیدِ ابرار تک پہنچے
○ مرا اشکِ الم دربارِ گوہر بار تک پہنچے ۳

۱۔ بیت الادب، فیصل آباد (صفحات ۲۴)

۲۔ "ثنائے خواجہ" کے صفحہ ۷۶ تا ۷۸ پر یہ سلام ۱۱۶ اشعار کا تھا۔ اس میں اضافے کے بعد الگ شائع کیا گیا ہے۔

۳۔ مزید اضافہ کر کے اس کا ایک اور ایڈیشن بھی شائع کیا گیا جس میں ۲۰۱ اشعار ہیں۔

حافظ لدھیانوی (۶) مطلعِ فاراں ۱

اسیرِ ہجر کب سے ہے مری جاں یا رسول اللہ
○ دلِ محزوں حضوری سے ہو شاداں یا رسول اللہ

ہر آن میرے لب پہ جو مدحت کی بات ہے
○ فیضانِ آستانِ رسالت کی بات ہے

یہ بات اہلِ نظر کے لیے ہے مایۂ ناز
○ درِ حضورؐ پہ دائم رہے جبینِ نیاز

مری شاخِ تمنا میں الٰہی پھر ثمر آئے
○ نگاہوں کو دیارِ سیدِ عالم نظر آئے

جو مصدرِ الطاف ہے، سرکارؐ کا گھر ہے
○ یہ کاسۂ جاں آپؐ کا محتاجِ نظر ہے ۲

۱ــــــ بیت الادب، فیصل آباد۔ بارِ اوّل۔ جولائی ۱۹۸۷ء (صفحات ۱۶۰)
۲ــــــ کتاب میں ایک حمد، ایک دُعا، ۸ نعتیہ نظمیں اور ۷۰ نعتیں ہیں۔

حافظؔ و نذیرؔ رامپوری [۱] دیوانِ بہارِ عرب [۲]

○ میں پھرتا تھا دم دم بدم آپ کا ـــ مجھے کھینچ لایا کرم آپ کا

○ کیا ہوگا کوئی عاشقِ شیدائے محمدؐ
اللہ کو بے حد ہے تولّائے محمدؐ

میں طالبِ جنّت ہوں، نہ گلزار کا مشتاق
○ رہتا ہوں سدا آپ کے دیدار کا مشتاق

○ لِلّٰہ ہمیں جلوۂ دیدار دکھاؤ ـــ یعنی وُہ رُخِ مطلعِ انوار دکھاؤ

مدینہ عجب بلدۂ دلستاں ہے
○ مکاں جس کا ہر ایک رشکِ جناں ہے [۳]

۱ــــــ مولوی حاجی محمد نذیر ساکن مُصطفیٰ آباد عرف رام پور
۲ــــــ مطبع نامی منشی نول کشور، لکھنؤ رجب ۱۳۲۵ھ / اگست ۱۹۰۷ء (صفحات ۸۴)
۳ــــــ کتاب میں ۳ حمدیں، ۱۴۱ اُردو، ۲ عربی اور ۳۱ فارسی منظومات ہیں جن میں زیادہ تر نعتیں ہیں۔ ۴ اردو قطعات، ایک فارسی قطعہ اور ۳ مناقب بھی ہیں۔

حافظیؔ [۱] بادۂ حافظی [۲]

○ کیا ہے وعدہ حضرتؐ نے سرِ محشر شفاعت کا
میں جیتے جی نہ روکوں گا کبھی رونا قیامت کا

○ مرا دین و ایماں ہے نامِ محمدؐ ـــ دل و جاں سے ہوں میں غلامِ محمدؐ

○ باصد نیاز کرنا ادب سے سلامِ شوق ـــ کہنا صبا مدینے میں میرا پیامِ شوق

عاصیوں پر خاص ہے یہ فضل و احسان رسولؐ
○ حشر کے دن ہوگا سر پہ ظلِّ دامانِ رسولؐ
تمہارے مصحفِ رُخ کا ہوں پروانہ رسولؐ اللہ
○ ہر اک سُود و زیاں سے دل ہے بیگانہ رسولؐ اللہ ۳

۱۔ حاجی محمد غلام محمد خاں

۲۔ شروانی پرنٹنگ پریس، علی گڑھ ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء (صفحات ۴۵۶)

۳۔ کتاب میں ایک حمد، ۴۳ نعتیں، ۴ مناقب، ۵ تضمینیں، ۵ رباعیات، ۳ قطعات ایک نظم اور ۳۱۲ غزلیں ہیں (جن میں سے بیشتر غزلیں نعتیہ اور منقبتیہ ہیں)

حامد الوارثی — نغمۂ نور ۱

○ در پہ جو آ گرا، وہ کرم گار ہو گیا
کل تھا غلام، آج سپہ دار ہو گیا
○ وہ دلنواز دلبر، وہ انتخابِ خوباں — ذات و صفاتِ حق کی روشن ترین برہاں
کب منزلت یہ اور کسی راہبر کی ہے
○ گر بات ہے کسی کی تو خیر البشرؐ کی ہے
کیا تذکرہ یہاں پہ بہشتِ نعیم کا
○ زلفِ نبیؐ میں شہر لبا ہے شمیم کا
○ تسلیم ہے جہاں کو فضیلت حضورؐ کی
ہے نقش نقش نقش پہ صورت حضورؐ کی ۲

۱۔ چشتی کتب خانہ، فیصل آباد، پہلی بار، جنوری ۱۹۸۶ء (صفحات ۹۶)

۲۔ کتاب میں ۴۲ نعتیں، ۶ نعتیہ قطعات، ۱۱ مناقب، ۴ نظمیں اور ۷ قطعات ہیں۔

ایک نعت ثمینۂ کوثر کی بھی ہے۔

سید وزیر علی شاہ حامی[1] — نعتیہ کلام حامی[2]

○ تا حشر دیکھ لینا ، ایسا کبھی نہ ہوگا
بعدِ نبیؐ ہو کوئی سچا نبی نہ ہوگا

گل افشاں نعت میں تیری جو ہو اپنا قلم احمدؐ
○ بنا دے تختۂ کاغذ کو گلزارِ ارم احمدؐ

نہ تھی وہ ماہِ کنعاں میں ، نہ ہوگی حور و غلماں میں
○ جو خوبی ہے جمالِ حضرتِ محبوبؐ یزداں میں

اللہ رے شانِ رُخِ زیبائے محمدؐ
○ خود خالقِ عالم بھی ہے شیدائے محمدؐ

ترے در کی گدائی بادشاہی سے بھی بڑھ کر ہے
○ نہ مجھ کو آزِ دولت ہے، نہ مجھ کو خواہشِ زر ہے [3]

۱۔ تلمیذ داغ ۔ غلام دستگیر نامی کے برادرِ بزرگ

۲۔ مطبوعہ کریمی پریس لاہور ۔ ۱۹۲۸ (صفحات ۶۴)

۳۔ کتاب میں ۲ حمدیں ، ۶۰ نعتیں ، ایک فارسی نعت ، ۳ نعتیہ قطعات ، ۳ مناقب اور ۳ نظمیں ہیں ۔

حبیب ٹوانہ[1] — تجلیات[2]

○ مجھے رُوئے انور دکھا کملی والے — کہ شیدا ہُوا میں ترا کملی والے [3]

ترے سنگِ آستاں پر مرے سر کی سرفرازی
○ کہ میں سجدۂ جبیں سے تو نہ بن سکا نمازی

سگ دربارِ احمدؐ ہوں، وہی سرکار ہے میری
کسے کہتا ہوں اور کیا معرض گفتار ہے میری

یہ طوافِ کعبہ ہے اس لیے کہ مجھے مکیں کی تلاش ہے
جو حریم رازِ حرم ہوا، مجھے اُس امینؐ کی تلاش ہے

کیا سندیسہ نسیم لائی ہے
فخرِ کونین کی دہائی ہے ۴

۱ــــ نواب ملک حبیب اللہ خاں ٹوانہ

۲ــــ ناشر نواب زادہ علی انور خاں ٹوانہ، لاہور، اشاعت اوّل (صفحات ۱۸۰)

۳ــــ کتاب میں ۹ حمدیں، ۲ دعائیں، ۴ فارسی نعتیں، ۷ اُردو نعتیں، ایک نعتیہ قطعہ، ۴ مناقب، ۱۴ نظمیں، ۴۰ رباعیات اور ۹ فارسی منظومات ہیں اور صفحات ۷۳ تا ۱۲۲ پر غزلیں ہیں۔ آخر میں نواب ملک ممتاز محمد خاں ٹوانہ کی غزلیات و رباعیات بھی شاملِ کتاب ہیں۔

۴ــــ حافظ مظہر الدین کے ایک مجموعۂ نعت کا نام بھی "تجلیات" ہے

محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت — زمزمۂ محبت[۱]

آجا آجا سرو سامانِ غریباں آجا
اے تسلّی دہِ دل ہائے پریشاں آجا

مئے محبت سے چور کر دے، دکھا کے صورت کملیا والے
غمِ جدائی کو دور کر دے، دکھا کے صورت کملیا والے

جہاں میں غل ہوا محبوب ربّ العالمیں آیا
شہنشاہِ دو عالم، صاحبِ تاجِ نگیں آیا

تم پہ میں جان سے قربان رسولِ عربیؐ — تم مری جان کی ہو جان رسولِ عربیؐ

شہنشاہِ کون و مکاں ہیں محمدؐ
دو عالم کی روحِ رواں ہیں محمدؐ [2]

ا ـــــ مطبوعہ ۱۳۵۳ھ (اردو میں نعتیہ شاعری ـ ص ۵۱۲)
۲ ـــــ زمزمۂ محبت میں صرف حمد، نعت اور منقبت پائی جاتی ہے اِس میں نعتیہ ٹھمریاں وہی ہیں جو "ذرات الاشواق" اور "نسیم عرفان" میں ہیں (اردو میں نعتیہ شاعری ـ ص ۵۰۸)

محمد شمس الحسن حسن
شبیہِ احمدیؐ [1]

۱۳۲۴ھ

"شبیہِ احمدیؐ" ۲۴۹ بندوں کا ایک مسدّس ہے جس میں حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلواۃ کا سراپائے مبارک بیان کیا گیا ہے ـ عدمِ سایہ کے مضمون کا حامل ایک بند ملاحظہ ہو ـ

اپنا سایہ نہیں رکھتا جو یہ قدِّ موزوں
وجہِ نایابئ سایہ کے بہت ہیں مضموں
سایہ اُس جسم کا ہوتا ہے جو ہو جسم زبوں
اور یہ جسم تو ہے نورِ خدائے بےچوں
سایہ اپنا نہیں دُنیا میں یہ قد لایا ہے
یہ وہ سایہ ہے کہ اللہ کا ہمسایہ ہے

ا ـ مطبع فخر المطابع، لکھنو ـ رمضان المعظم ۱۳۲۴ھ صفحات ۴۸)

حسن بریلوی [1]
ذوقِ نعت معروف بہ صلۂ آخرت [2]

جتنا مرے خدا کو ہے میرا نبیؐ عزیز ــ کونین میں کسی کو نہ ہوگا کوئی عزیز

کون کہتا ہے کہ زینت خُلد کی اچھی نہیں
لیکن اُسے دل فرقت کوئے نبیؐ اچھی نہیں

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دل بیقرار ہم بھی ہیں

دل میں ہو یاد تری، گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

تم ذات خُدا سے نہ جُدا ہو، نہ خُدا ہو
اللہ کو معلوم ہے، کیا جانیے کیا ہو ۳

۱ــــ مولانا حسن رضا خاں

۲ــــ سرورق کا وہ حصّہ پھٹ گیا ہے جس پر ناشر کا نام اور سنِ اشاعت ہو سکتا تھا (صفحات ۱۳۶)

۳ــــ کتاب میں ۲ حمدیں، ۸۲ نعتیں، ۴ مناقب، ۹ نظمیں، ۱۲۰ نعتیہ رباعیات اور ۴ قصائد ہیں۔ ان کے علاوہ مثنوی وسائلِ بخشش، مثنوی در ذکرِ ولادتِ آنحضرتؐ اور مثنوی ناتمام بھی ہیں۔

خلیفہ حسین شاہ — دیوانِ ضیا حسین[1]

محمدؐ کا نقشہ ہے نقشہ خُدا کا
جو منشا خُدا کا، وہی مصطفیٰؐ کا

دیر سے سنتے رہے عرشِ خدا افلاک پر
اب مدینہ بن گیا دارالخلافہ خاک پر

ہے انسان مرادِ الٰہی سب سے قبل مقدم بینش
سب سے آخر ظاہر آیا ختم رسالت نبیاں جیش

ہر صورت پاکِ محمدؐ کی صلوات خدائے تعالیٰ ہے
○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ گفت خدا، خود ذات نے آپ سنبھالا ہے ۲

۱۔ ارادت مندانِ طریقہ قادریہ عالیہ فاضلیہ چنڈالی ضلع گوجرانوالہ (مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور) ۱۳۷۷ھ (صفحات ۱۴۴)

۲۔ کتاب میں ۸ حمدیں، ۹ اردو نعتیں، ۳ فارسی نعتیں، ۴ پنجابی نعتیں، ۹۴ اردو غزلیں، ۱۳ فارسی غزلیں، ۶ اردو مناقب، ۶ اردو نظمیں، ۹ پنجابی نظمیں اور ایک اُردو مخمس ہے (صفحہ ۸۷ تا ۱۳۴ پر "غزلیاتِ متفرقات" ہیں)

حشمت یوسفی ۱ — جمالِ الہام ۲

اُس انساں کے بل بل جاؤں جو انساں رب کی شان ہوا
○ روپ سروپ جھروکے سے وہ جھانکا تو بھگوان ہوا

آئے تو سیکڑوں نبی، نبیوں کی کچھ کمی نہ تھی
○ پھر بھی بغیر آپؐ کے بات کوئی بنی نہ تھی

یوں لگا جیسے جاں تن سے نکلی، دل میں لیں چٹکیاں بے بسی نے
○ جب ہمیں یاد آیا مدینہ، قصدِ طیبہ کیا جب کسی نے

فضائیں اس کی، فلک اس کے، بحر و بر اُس کے
○ بیان کرسکے اوصاف کیا بشر اُس کے

ہر نظر روکشِ فردوسِ بریں لگتی ہے
○ ایسی پیاری ہمیں طیبہ کی زمیں لگتی ہے! ۳

۱۔ حشمت علی خاں یوسفی تاجی چھتاروی

۲۔ بارگاہِ ادب، کراچی۔ اشاعت اول۔ مئی ۱۹۸۵ (صفحات ۱۱۲)

۴۔ کتاب میں ۔ احمدیں اور ۸۴ نعتیں ہیں جن میں سے تین نعتیہ نظمیں ہیں۔

ڈاکٹر حشمت آرا حجاب — نور رب العالمین[1]

نورِ احمد میں جمالِ کردگار آیا تو ہے
آئنہ میں حسن کا آئینہ دار آیا تو ہے[2]

منوّر نورِ خالق سے ہے کاشانہ محمدؐ کا
ہے مقبولِ خُدا دربارِ شاہانہ محمدؐ کا

شمس و قمر نظر میں تھے تیری نظر کے بعد
سویا نصیب جاگ اُٹھا سال بھر کے بعد

ازل کے روز جب آئینہ گر نے آئنہ دیکھا
تو اس میں عکس کی صورت جمالِ مصطفیٰؐ دیکھا

آبادِ صبا دوں تجھے انعام بہت سے
لائی ہے مدینہ سے تو پیغام بہت سے[3]

۱۔ مُصنّفہ۔ لاہور۔ بار اوّل۔ مئی ۱۹۸۳ء (صفحات ۹۴)

۲۔ کتاب میں ۱۲ بند کے مسدس پر مشتمل "منظوم دیباچہ" ۱۳ حمدیں، ۸۰ نعتیں، ایک دُعا، ۲ نظمیں، ۲۰ قطعات اور حالی کی نعت پر ایک تضمین ہے۔

۳۔ "تذکرہ نعت گو شاعرات" میں ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری نے حجاب کا ذکر نہیں کیا۔

ابوالاثر حفیظ جالندھری — شاہنامۂ اسلام جلد اوّل[1]

شروع میں حمد کے بعد نعت ہے۔ مطلع دیکھیئے۔

محمدؐ مصطفیٰ، محبوبِ داور، سرورِ عالم — وُہ جس کے دم سے مسجودِ ملائک بن گیا آدمؑ

نورِ احمدیؐ ظلمت میں مشعلِ ہدایت" کا آغاز یوں ہے

وہ نورِ احمدیؐ جس سے شرف تھا روئے آدمؑ کا
ہدایت کے لیے تاریکیوں میں پے بہ پے چمکا

باب چہارم کا آغاز" ولادت باسعادت" کے ذکر سے ہوتا ہے۔ ۵۵ اشعار میں سے ایک دیکھیے

بصد اندازِ یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امین بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

سلام کا مطلع ہے۔

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی

مصنف "اعترافِ عجز" یوں کرتا ہے

مرا منہ اور سرکارِ محمدؐ کی ثناخوانی
مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی [۲]

---

۱ ـــــ دفتر شاہنامۂ اسلام، لاہور (صفحات ۲۲۴)
۲ ـــــ جلد اوّل میں مثنوی کے ۱۹۹۱ اشعار اور ایک سلام ہے۔ اس جلد میں سات ابواب ہیں۔ آغاز حضرت ابراہیمؑ کی وفات پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل کا زمانہ ختم المرسلین رحمتہ للعالمینؐ آفتاب ہدایت کا طلوع۔ ہجرت مدینہ۔ مدینے پر جنگ کے بادل۔

حفیظ　　(۲)　　شاہنامۂ اسلام جلد دوم [۱]

" حُبّ رسولؐ " کے عنوان سے چند اشعار دیکھیے

سما سکتی ہے کیونکر حُبِّ دنیا کی ہَوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقشِ حُبِّ محبوبؐ خدا دل میں
محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے
محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی
محمدؐ کی محبّت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان اولاد سے پیارا ۲

۱۔ مُصنّف، لاہور ۱۹۷۴ (صفحات ۲۴۳)

۲۔ جلد دوم میں مثنوی کے ۲۰۸۵ اشعار ہیں۔ یہ جلد تین الباب پر مشتمل ہے اور غزوۂ احد کی تیاریوں پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔

حفیظ (۳) شاہنامۂ اسلام جلد سوم ۱

"محمدؐ" کے عنوان کے تحت ۲۷ اشعار میں چند۔

زباں پر اے خوشا صلِّ علیٰ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نام جبریلؑ امیں لے کر سلام آیا
محمدؐ وہ جمالِ اوّلیں، وہ پیکرِ نوری
محمدؐ کاشفِ سِترِ ظہور و رمزِ مستوری
خدا نے پیار سے جس کو پکارا جس طرح چاہا
وہ مُدَثِّر، وہ مُزَمِّل، وہ یٰسٓ اور وہ طٰہٰ

نذیرِ اہلِ خصومت پر، بشیر اہلِ محبت کا
معلّمِ دینِ فطرت کا، مبیّنِ درسِ حکمت کا
محمدؐ دیدہ و دل کی تجلّی بہرِ مہجوراں
محمدؐ آخری حرفِ تسلّی بہرِ مزدوراں ۲

---

۱ ——— مجلسِ اردو کتاب خانۂ حفیظ، لاہور (صفحات ۲۳۴)

۲ ——— جلد سوم میں مثنوی کے ۱۹۶۵ اشعار اور دو نظمیں ہیں ۔ یہ جلد میں دس ابواب پر مشتمل ہے ۔ عنوانات ہیں نور و نار و ظلمت ۔ تین جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں ۔ احد میں لشکروں کی ترتیب ، تقدیر و تزویر ۔ اقلیت اکثریت پر غالب فتنۂ مالِ غنیمت ۔ شہادتِ رسولؐ کی افواہ، آفتاب اور برجِ عقرب ۔ خاتمۂ جنگِ احد ۔

حفیظ ④ شاہنامۂ اسلام جلد چہارم ۱

" آپ کی صورت و سیرت " کے عنوان سے شمائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند اشعار دیکھیے ۲

زہے امت، ملا جس کو محمدؐ مصطفیٰ ہادی
کہ جس کی شرع بھی سادی ہے جس کی وضع بھی سادی ۳

یہ چہرہ صاف آئینہ تھا سینے کی صفائی کا
یہی چہرہ مدینے میں تھا مرکز دلربائی کا

محبت آفریں آنکھیں ، محبت آفریں چہرہ
محمدؐ کی حسیں آنکھیں ، محمدؐ کا حسین چہرہ

وہ خورشیدِ رسالت صبحِ خنداں جس کی پیشانی
وہ پیشانی، مقدر کے ستارے جس سے نورانی

برستی تھی نوید آسمانی اس کے ہاتھوں سے
مروّت اس کے ہاتھوں، مہربانی اسکے ہاتھوں سے ۴

۱۔ دفتر شاہنامۂ اسلام، لاہور (صفحات ۲۴۲)

۲۔ جلد چہارم میں مثنوی کے ۱۸۶۷ اشعار ہیں۔ اس جلد میں سات ابواب ہیں؛ غزوۂ احد کے تاثرات۔ شامِ احد کی صبح۔ نبیؐ اپنے مدینے میں سلسلۂ سراپا۔ مزدور اور سود خوار۔ مسلمانوں پر سارے عرب کا دھاوا۔ ظالموں کی آخری رات۔

۳۔ شاہنامہ اسلام کی پانچویں جلد کا اعلان کیا جاتا رہا مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔

۴۔ "سوز و ساز" میں نظم مدینے کا مسافر، عید میلاد النبیؐ اور میرا اسلام لے جا اور "تلخابۂ شیریں" میں ایک نعتیہ قطعہ ہے۔ "شاہنامہ اسلام" میں "نعت خواں" کا اعلان کیا جاتا رہا کہ اس میں حمد، نعت، ثنا، دعا، التجا اور درود و سلام ہوگا مگر اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔

حقیر فاروقی ۱ — نسیمِ گلشنِ نعت ۲

نورِ یزداں سے ہوا نور ہویدا تیرا
خالقِ ارض و سما ہو گیا شیدا تیرا

مجھ کو دکھلا دے خدایا وہ نبیؐ کا عارض
جس کے آگے ہے مہ و مہر کا پھیکا عارض

جو مدّاحِ شہِ لولاکؐ ہوں میں — تو مقبولِ خدائے پاک ہوں میں

تمہاری ذات کا ہے آسرا یا مصطفٰیؐ مجھ کو
بچانا گرمیٔ خورشید سے روزِ جزا مجھ کو

یا رب مری آنکھوں میں سما جاتے مدینہ
ہر چار طرف مجھ کو نظر آتے مدینہ ۳

۱ ـــــ حافظ فتح محمد

۲ ـــــ معروف بہ دیوان حقیر، خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور ۱۳۲۲ ھ (صفحات ۲۵۶)

۳ ـــــ کتاب میں ۴ حمدیں، ۱۴۰ نعتیں، ۳ فارسی نعتیں، ۲۶ مناقب، ایک ترجیع بند، ۵ مسدس، ۲۲ مخمس، ۲ مناجات اور ۴ نظمیں شامل ہیں۔

امیر حمزہ[۱] چمنستانِ حمزہ[۲]

آنکھ میں شکل نبی، دل میں مکان مصطفیٰ ؐ
اس میں شان مصطفیٰ ؐ، اس میں نشان مصطفیٰ ؐ

نام احمد ؐ کا لکھا ہے مرے دل پر تعویذ
اس سے دنیا میں بتا دے کوئی بہتر تعویذ

عشق احمد ؐ میں مرے دل نے جو کھائے ہیں داغ
انہی داغوں سے مرا دل ہے بنا خانۂ باغ

نعت احمد ؐ میں جو گزرے، وہ غنیمت ہے دم
ہاں خبردار کہ اب عمر کا وقفہ ہے کم

للہ الحمد یہ وہ روز ہے فیروز کہ نوروز سے بڑھ کر طرب اندوز دل افروز ہے سامان بہار
عشرت انگیز بصد گونہ دل آویز ہے نوخیز ہے گلریز ہے ہر شاخ گلستان بہار

ـــــ بہاریہ قصیدہ[۳]

---

۱ ـــ منشی محمد شمس الدین

۲ ـــ مطبع اعظم جاہی، حیدر آباد (دکن) رجب ۱۳۴۲ ھ (صفحات ۲۶۰)

۳ ـــ اس میں نعتیہ غزلیں، قصیدے، مرثیے، ٹھمریاں وغیرہ ہیں۔ مرثیوں میں حضرت امام حسین ؓ کی شہادت پر حضرت زینب کا بین نظم کیا گیا ہے۔ ایک نظم سحری پر بھی ہے۔ ایک نعتیہ مثلث ہے اور تین خمسے ہیں۔ چند مناجاتیں بھی ہیں۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

-رابا میں مسدس لکھا ہے اور ایک مناجات بالصلوٰۃ کہی ہے۔ٹھمریاں اور سلام ان کے علاوہ ہیں۔حمزہ کے کلام میں نعت کے علاوہ حمد اور منقبت بھی پائی جاتی ہے (اردو میں نعتیہ شاعری ص ۴۰۶، ۴۰۷)

زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی ① گلبانگِ حرم ۱

تیرے کوچے میں حمید خستہ حال آہی گیا
اپنے بندے کا تجھے آخر خیال آہی گیا ۲

نوید دیدِ محبت سنا رہا ہے کوئی
حمید تجھ کو مدینے بلا رہا ہے کوئی

تنہا بس ایک جلوۂ وحدت طراز ہے
اب کوئی آئنہ ہے، نہ آئینہ ساز ہے

دیکھے تو کوئی رحمتِ سلطانِ مدینہ
میں اور درِ دولت سلطانِ مدینہ

نشاطِ بے مثال ہے، سرورِ لازوال ہے
مدینۃ النبیؐ ہے اور حمیدِ خستہ حال ہے ۳

---

۱ - ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔ ۱۹۶۸ (صفحات ۲۹۶)
۲ - کتاب میں عالمِ حضوری کے عنوان سے ۴۲ نعتیں، شوقِ حضوری کے عنوان سے ۹۱ نعتیں ۵ مناقب، ۱۲ نظمیں اور پرپرواز کے عنوان سے ۲۷ غزلیں ہیں۔
۳ - نامی پریس لکھنؤ سے چھپا ہوا کتاب کا آٹھواں ایڈیشن بھی میری نظر سے گزرا ہے۔ (صفحات ۳۲۰)

حمید ② بُستانِ حرم ۱

کہیں دیکھتے ہوں نہ اِک خواب سا ہم کجا خاکِ پاکِ مدینہ، کجا ہم

ہند سے سُوئے حرم پھر قافلے جانے لگے
○ خوش نصیبوں کے لیے پیغامِ شوق آنے لگے

مدینے میں جو گزری زندگانی
○ حقیقت ہے وہی، باقی کہانی

جب تک دیارِ پاک مدینہ میں ہم رہے
○ جنت میں بالیقین خدا کی قسم رہے

نویدِ لطف و کرم سُن کے خاص و عام چلے
○ کشاں کشاں بَدَرِ رحمتِ تمام چلے ۲

۱ـــ ادارۂ فروغِ اُردو، لکھنؤ بار اوّل ۱۹۶۱ (صفحات ۹۶)

۲ـــ کتاب میں ایک حمد، ۲۴ اردو نعتیں، ۶ فارسی نعتیں، ایک قطعہ اور ایک فارسی قطعہ ہے۔

حنیف اسعدی ۱ ذکرِ خیر الانام ۲

○ اس ذات پر صفات کی حُجّت ہوئی تمام
سیرت تمام نور، بدن روشنی تمام

گماں تھے ایسے کہ آثار تک یقیں کے نہ تھے
○ حضورؐ آپ نہ ہوتے تو ہم کہیں کے نہ تھے

کوئی اُن کے بعد نبی ہُوا؟ نہیں، اُن کے بعد کوئی نہیں
○ کہ خدا نے خود بھی تو کہہ دیا، نہیں اُن کے بعد کوئی نہیں

اسی امید پر تنہا چلا ہوں سُوئے حرم
○ ملیں گے آپ کے نقشِ قدم قدم بہ قدم

دعا کو بابِ اثر سے گزار کر دیکھو ـــ درِ نبیؐ پہ خدا کو پکار کر دیکھو ۳

۱۔ حنیف احمد شاہجہانپوری ابنِ اسعد شاہجہانپوری
۲۔ مکتبۂ اربابِ قلم، کراچی۔ اشاعت اوّل ۱۹۸۴ (صفحات ۱۶۸)
۳۔ کتاب میں ۲ حمدیں اور ۶۴ نعتیں ہیں۔

سیّد امداد علی خادمؔ — غنچۂ وحدت ۱

اگر مل جائے یارب مجھ کو دامن بادِ صرصر کا
○ مدینے میں پہنچ کر میں پتا لے آؤں دلبر کا

ہم خدا کے روبرو محشر میں جس دم جائیں گے
○ کھول کر دل داغِ عشقِ مصطفیٰ دکھلائیں گے

صورت پہ محمدؐ کی جو شیدا نہیں ہوتا
○ کچھ اور بلا ہوتی ہے، بندہ نہیں ہوتا

خدا نے لفظِ کُن سے دونوں عالم کو بنایا ہے
○ نبیؐ کے نور کا جلوہ ہر اک شے میں سمایا ہے

ہوا حال ابتر ہمارا محمدؐ
○ ترے رنجِ فرقت نے مارا محمدؐ ۲

۱۔ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجرانِ کتب، لاہور (صفحات ۱۶۰)
۲۔ کتاب کے حصّہ اوّل (ضیاء الاسلام) میں ایک حمد، ۲۴ نعتیں، ایک منقبت ۷ فارسی نعتیں اور ایک نظم ہے۔ حصّہ دوم (قوالی) میں ۲۳ نعتیہ غزلیں، ۳ فارسی نعتیہ غزلیں اور ایک منقبت ہے اور حصہ سوم (ذکر الاسلام) میں تین نظمیں ہیں۔

خادمی اجمیری ۱ — نکہت و نور ۲

مدّاحِ رُوئے سیّدِ والاؐ بنا دیا — قطرے کو فیضِ عشق نے دریا بنا دیا

ولائے سرورِ دو جہاںؐ سے جہاں میں جو بہرہ ور نہیں ہے
○ نگاہِ اہلِ نظر میں ہرگز وہ شخص اہلِ نظر نہیں ہے

چراغ عرش سرِ کوہ طور دیکھا ہے
○ ترے ہی جلوے کو نزدیک و دور دیکھا ہے

یوں ربط ہے بشر کا خدا اور نبیؐ کے ساتھ
○ اک زندگی نئے ساتھ ہے اک بندگی کے ساتھ

بفیضِ سیّد خیر الامم مدینے میں
○ برس رہا ہے سحابِ کرم مدینے میں ۳

۱۔ محمّد حسین۔

۲۔ بزمِ فروغِ ادب، حیدرآباد ۔ ۱۹۸۵ (صفحات ۱۸۰)

۳۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۹۵ نعتیں، ۳۲ مناقب اور ۲ قطعات ہیں۔

عبدالعزیز خالد ① حمطایا [1]

اے شمال و اے جنوب و اے دَبور و اے صبا
○ شش جہت پھیلی ہے خوشبو تیرے نگارِ دلربا

غریب و درد مند و سوختہ جاں یارسول اللہ!
○ میں خالد ہوں ترا ادنیٰ ثنا خواں یارسول اللہ

ہے کبھی شعبِ ابی طالب، کبھی ثور و حرا
○ واقفِ اسرارِ خلوت کون ہے اُس کے سوا؟

نفسی نفسی کہیں سب رسول اور تُو امّتی امّتی!
○ قولِ فیصل ہے ترا اَنَا العَاقِبُ لَیسَ بَعدِی نَبِی

کون نہیں طالبِ پناہِ محمّدؐ دورِ تطاول میں دادخواہِ محمّدؐ [2]

۱ ۔ مقبول اکیڈمی ، لاہور ۔طبع اوّل ۔اپریل ۱۹۷۶ (صفحات ۱۳۶)
۲ ۔ کتاب میں ۲۷ نعتیں ہیں ۔

خالدؔ ② ماذ ماذ ^۱^

روئے زمیں پہ پرتوِ نورِ خدا ہے تو
○ قدموں پہ چلنے والوں میں سب سے بڑا ہے تو
میں اُس حبیب خدا کا ہوں اُمتی
○ جو عہد کا رسول ہے ، میثاق کا نبی
بلاتا ہے تو سوئے دارالسلام
○ نفی کلّ خیر امنت اذکی الانام
عفاف و عدل و کرم کا وہ مظہرِ ابدی
○ وہ حرفِ آخرِ ذوقِ جمال و زندہ دلی
کس میں طاقت جو کرے تیری ثنا
○ یا رسول اللہ! یا خیر الورٰی! ^۲^

---

۱ ۔ مقبول اکیڈمی ، لاہور (صفحات ۱۲۰)
۲ ۔ کتاب میں ۴۳ نعتیں ہیں ۔

خالدؔ ③ طاب طاب ^۱^

○ بزمِ امکاں میں اللہ اکبر!
تجھ سا انساں ، نہ تجھ سا پیمبر
لوحِ محفوظ میں طغرے کی طرح نام ترا
○ نامِ دلدار و دلآویز و دلآرام ترا

میں فنا اندر فنا ہوں، تو بقا اندر بقا
میں دغا اندر دغا ہوں، تو وفا اندر وفا

خدا کے بعد صاحب سب زمانوں، سب جہانوں کا
قبالہ نام ہے جس کے مکانوں لامکانوں کا
سلام اس پر، لقب ہے رحمۃ للعالمینؐ جس کا
خطابِ باصفا ہے صادق الوعد وامیں جس کا [۲]

۱۔ مقبول اکیڈمی، لاہور (صفحات ۱۲۸)
۲۔ کتاب میں ۳۴ نعتیں ہیں جن میں سے ایک مخمس اور ایک مثلث ہے۔

خالد ۴ عبدہٗ [۱]

پہلے دو انتساب ہیں۔ پھر نظم "عبدہٗ" ہے جس کی ۱۵۰۹ سطریں ہیں۔ پہلی چار سطریں یوں ہیں۔

مرا دل ہے مشغوفِ حُبِّ محمدؐ
بہ نشرِ عوارف
بہ حصرِ معارف
بہ ذکرِ محامد

۱۔ نعت اکادمی، فیصل آباد۔ طبع اوّل۔ ۵ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ (صفحات ۱۴۴)
نعت اکادمی نے یہ کتاب مُصنّف کے سوادِ خط میں شائع کی ہے۔ البتہ مقبول اکیڈمی، لاہور نے یہی کتاب کتابت کرا کے چھاپی ہے۔

خالد ⑤ فارقلیط [1]

بالترتیب پہلی پانچ کتابوں کے پہلے اشعار یوں ہیں۔

○ میں فرشِ زمیں ہوں تو سقفِ سما ہے
میں سانسوں کا مہماں تو موجِ ہوا ہے

○ حسد ناک ہوں، رشک آتا ہے اس پر
جو صاحب نظر شاد کامِ لقا ہے

○ الٰہی، میں ہوں طالبِ فتح و نصرت
لک الحق والامر تو کبریا ہے

○ جو مدِ مقابل ہے فرعونِ سرکش
ڈرے ربِّ موسیٰؑ سے جو آسیہ ہے

○ چراغِ شبِ ظلمت آبادِ عالم
کوئی اُختِ ہاروں، کوئی فاطمہ ہے

۱۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ بار سوم۔ ۱۹۷۴ء (صفحات ۴۰۸)
۲۔ "فارقلیط" سات کتابوں پر مشتمل ہے۔

⑥

خالد منحمنّا [1]

پہلے تین شعر یوں ہیں

مطاعِ آدم و انجم، متاعِ لوح و قلم
محمدؐ اُمّی محبوبِ کبریا صلعم
محمدؐ انجمنِ کُن فکاں کا صدر نشیں
محمدؐ افسرِ آفاق و سرورِ عالم

وہ عبدہٗ وہ رسولہٗ وہ اسمہٗ احمدؐ
کتاب دحکم و نبوت کا خاتم و خاتم [2]

ا۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔لاہور۔ طبع دوم ۔ مارچ ۱۹۷۵ (صفحات ۱۲۰)
۲۔ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے جن میں بالترتیب ۱۹۶، ۱۲۲، ۹۱، ۳۸۰ ، اور ۵ شعر ہیں۔

خالد احمد — تشبیب [1]

پہلے ایک منظوم دیباچہ ہے جس کا مطلع ہے۔

اسم دوام
آپؐ کا نام

پھر اٹھان ، رود برات اور بادِ نوال کے عنوان سے تین قصیدے ہیں۔ تینوں قصیدوں کے مطلعے بالترتیب یوں ہیں۔

گلشنِ صد امکان ایک کلی کی اٹھان
بھیگے ہیں دن رات صحرا میں اُتری برسات
لائی بادِ نوال ابرِ آبِ زلال

کتاب میں ان کی ایک نعت کا مقطع بھی شامل کیا گیا ہے۔

خالد احمد تری نسبت سے ہے خالد احمد
تو نے پاتال کی قسمت میں بھی رفعت لکھی [2]

ا۔ التحریر ۔ لاہور ۔ بار اوّل ۔ دسمبر ۱۹۸۴ (صفحات ۱۲۰)
۲۔ تشبیب کے نام سے ضیا شبنمی کا مجموعۂ غزلیات ملتان سے ۱۹۸۰ میں شائع ہوا تھا۔

خالد عرفان — الہام [1]

حضورؐ! مجھ کو وہ دولت لازوال دیجیے
○ کہ میرے لفظوں کو پھول کے خدّوخال دیجیے

دلوں سے عشقِ نبیؐ کا نشاں نہیں جاتا
○ عقیدتوں کا سفر رائیگاں نہیں جاتا

میں اِس جہان میں آکر بکھر گیا ہوتا
○ اگر حضورؐ نہ ہوتے تو مر گیا ہوتا

تکتی رہتی ہیں رہِ طیبہ مسلسل آنکھیں
○ شوقِ دیدار میں ہو جائیں نہ پاگل آنکھیں

محمدؐ سے کسی کو زک نہیں ہے
○ نبی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے

---

۱ — فاران پبلی کیشنز، کراچی، جنوری ۱۹۸۲ (صفحات ۱۲۸)

۲ — کتاب میں ایک حمد، ۴۴ نعتیں، ۳ نعتیہ نظمیں، ۷ نعتیہ قطعات اور ۱۹ بند کا ایک نعتیہ مسدس ہے۔

خالد محمود نقشبندی [1] — (۱) — قدم قدم سجدے [2]

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا، نہ بندگی میری بندگی ہے
○ یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

تری ذات مصدرِ ہر ضیا، ترا نام مطلعِ نور ہے
○ ترا درد حاصلِ بندگی، ترا غم متاعِ سرور ہے

دیکھ لی ربّ کے یار کی صورت — نکل آئی قرار کی صورت

مراد مل گئی، کوئی صدا لگا نہ سکے
در کرم سے کبھی خالی ہاتھ آ نہ سکے ○
فزوں ہیں رُتبے میں شاہان ہفت کشور سے
جنہیں گدائی ملی آپ کی مقدر سے ○ ۳

۱۔ خالد محمود نقشبندی مجددی
۲۔ حلقۂ ذکرِ حبیبؐ، کراچی ۱۹۸۲ (صفحات ۳۰۴)
۳۔ کتاب میں ۴ حمدیں، ۲۰۷ نعتیں اور ۳۴ قطعات ہیں۔

خالد محمود (۲) قرارِ جاں [۱]

رحمت مآب، جانِ کرم، پیکرِ صفات
اک ذات میں ہیں جمع ہزاروں تجلّیات ○
منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹے، کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر اُن کا کرم ہے، ان کے کرم کی بات نہ پوچھو
ہر کلی دل کی مسکرائی ہے
جب مدینے کی یاد آئی ہے ○
نوازے گئے ہم کچھ ایسی ادا سے
غنی بن کے اُٹھے درِ مصطفیٰؐ سے ○
غم کے بھنور سے کون نکالے ترے سوا
دل کا سفینہ کون سنبھالے ترے سوا ○ ۲

۱۔ مصنّف، کراچی۔ بار اوّل۔ فروری ۱۹۷۴ (صفحات ۱۱۲)
۲۔ کتاب میں ایک حمد اور ۸۴ نعتیں ہیں۔

حسن المرتضیٰ خاور
جمالِ مدینہ [1]

سلام اس پر کہ جس سے دو جہاں نے روشنی پائی
سلام اس پر، گل و لالہ نے جس سے دل کشی پائی [2]

قرآں کا فیضان ہے فیضانِ محمدؐ
چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامانِ محمدؐ

نہ ہے نصیب، ترے پاک گھر کو دیکھا ہے
ترے کرم سے ترے سنگِ در کو دیکھا ہے

زباں پر آج پھر مدحت ہے سلطانِ مدینہ کی
نظر کے سامنے صورت ہے سلطانِ مدینہ کی [3]

محمدؐ نے علم امن و طمانیت کا لہرایا
وہ بارانِ کرم دُنیا پہ برساتا ہوا آیا [4]

۱۔ ناشر فیض احمد فیاض داصوی کاتب ملتان (صفحات ۱۷۶)
۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۷۷ نعتیں اور ۷۵ نظمیں ہیں۔
۳۔ حسن المرتضیٰ خاور کی دوسری کتاب مجھے نہیں ملی۔
۴۔ محمد رشید ہاوی کے مجموعۂ نعت کا نام بھی "جمالِ مدینہ" ہے جو ۱۴۰۴ھ میں چھپی۔

خلیل الرحمٰن [1]
گلزارِ خلیل معروف بہ امدادِ جلیل [2]

آنکھوں سے جبکہ قُبّۂ اخضر جُدا ہُوا
پہلو سے میرے یہ دلِ مضطر جُدا ہُوا

کلامِ حق سے فرمانِ محمدؐ
بڑھائی حق نے کیا شانِ محمدؐ

ادا مجھ سے کب ہو ثنائے محمدؐ
○ صفت اُن کی جانے خدائے محمدؐ
عاشقو، آؤ، شہنشاہ نرالا دیکھو
○ فقر و فخری کا جو ہے حاصل اعلیٰ دیکھو
اب تو مجھ کو روبرو حضرتؐ کے جانا ہے ضرور
○ "الصلوٰۃ والسلام" ان کو سنانا ہے ضرور ۳

۱۔ روڑکی حال مہاجر مدنی

۲۔ صابری پریس روڑکی (صفحات ۸۰)

۳۔ کتاب میں ۸ اُردو نعتیں، ۲ فارسی نعتیں، ایک شجرہ، ایک نظم اور ۳ مناقب بصورتِ مثنوی ہیں۔ کتاب میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ایک نعت بھی ہے جس کا مطلع ہے۔

۵ کہہ ہے شوقِ نبیؐ یہ آکر چلو مدینہ چلو مدینہ
رکہ، میں ہوں دل سے تمہارا رہبر چلو مدینہ چلو مدینہ

خورشید ایلچپوری

خورشیدِ رسالت ۱

جو عشقِ محمدؐ میں سرشار ہوگا
○ وہی رحمتِ حق کا حق دار ہوگا
یہ ہے بزمِ پاک و لائے محمدؐ
○ یہاں سے ہو جاری ثنائے محمدؐ
نورِ خلاق زمن حسن و جمالِ مصطفیٰ ۲
○ ذکرِ حق کا آئینہ دام خیالِ مصطفیٰ
○ دُنیا میں ہر قدم پہ وہی کامیاب ہے — جس پر نگاہِ لطفِ رسالت مآب ہے

سایۂ دامنِ محبوبِ خدا ؐ مل جائے
مجھ کو ارمان و عقیدت کا صلہ مل جائے ۲

ا۔ مکتبۂ الفخری، کراچی۔ ۱۹۸۷ء صفحات ۱۱۲۔
۲۔ کتاب ۲ حمدوں اور ۸۴ نعتوں پر مشتمل ہے۔

طفیل دارا ① بعد از خدا ۱

آنکھ سے دیکھا تو رستے میں کھڑی دیوار تھی
○ کائناتِ قلب میں خیر البشر ؐ سرکار تھی

صورتِ فکر اپنی یہ کیا ہوگئی
○ ابرِ رحمت کی اُمّت جفا ہوگئی

مجھ گنہگار نے کیسے یہ جسارت کر لی
○ تیرا مجرم ہوں، تجھی سے ہے محبت کر لی

جو شخص تری سوچ کا دربان نہیں ہے
○ سقراط بھی ہو تو وہ مسلمان نہیں ہے

یہ شتربانی کرے یا ہو جہازوں میں سوار
○ تجھ سے وابستہ ہے اس قوم کی قسمت کا نکھار ۲

ا۔ آئینہ ادب۔ لاہور۔ طبع اوّل۔ جون ۱۹۸۲ء صفحات ۱۹۲۔
۲۔ کتاب میں ۷۵ نعتیں ہیں۔

طفیل دارا ② المزمّل ۱

○ یہ میرے محمد ؐ کی غلامی کا صلہ ہے — تن غرقِ زمانہ ہے تو من محوِ خدا ہے

محمدؐ فکر ہیں میرے یقیں بھی
○ تمدن بھی، تمدن آفریں بھی

ہر حق میں ہے مضمر مرے آقاؐ کا حوالہ
○ اک مشت ترابی ہے یہاں جم کا پیالہ

نام احمدؐ مرکز عشاق دیں
○ اس درِ حق پر جھکا تن من جبیں

کیا شام و سحر ڈھونڈتے ہو تم مرے جذبات
○ بس عشقِ محمدؐ سے مرے فخر و مباہات ۲

۱۔ آئینہ ادب، لاہور۔ بار اوّل۔ جنوری ۱۹۸۶ء (صفحات ۲۰۸)
۲۔ کتاب میں ایک حمد اور ۶۵ نعتیں ہیں۔

احسان دانش[۱] — دارین[۲]

● ۳۷ بند کا مسدس ہے۔ ایک بند ملاحظہ ہو۔

ممکن نہیں ہے ارض و سما میں ترا جواب
تجھ سے کیا ہے چاند ستاروں نے اکتساب
منشائے ایزدی ترے باطن پہ بے نقاب
تو وہ نبیؐ ہے، تجھ پہ اتاری گئی کتاب
جب بھی قلم چلا ترے حسن و صفات میں
تھے جو لکھے چراغ تخیل کے ہات میں

۱۔ احسان الحق کاندھلوی
۲۔ دانش اکادمی، لاہور۔ بار اوّل ۱۹۷۴ (صفحات ۸۰)

۲۔ ۴ بند حمدیہ اور تیس نعتیہ ہیں۔ آخری ۴۰ بند میں "اُمّتِ غنودہ دمائل بہ انتشار سے خطاب" ہے۔

خواجہ دل محمد — شانِ مصطفیٰ ؐ [1]

● کتاب میں سیّد شیر محمد ترمذی کی نعتیہ نظم "پیکرِ رحمت" کے بعد خواجہ دل محمد کا مسدّس "پیکرِ نور" بھی شامل ہے۔ ایک بند ملاحظہ ہو۔

گر قامتِ حضورؐ کا سایہ کہیں نہیں
ظاہر ہے، شمعِ طور کا سایہ کہیں نہیں
بُو کا، مزے کا، نور کا سایہ کہیں نہیں
نغمے کا اور سرور کا سایہ کہیں نہیں
جوہر کا سایہ کیوں ہو کہ سایہ ہے رفتنی
تصویرِ سایہ دار ہے شرمندگی شکستنی [2]

۱۔ پیش کردہ سیّد شیر محمد ترمذی مکتبہ فریدیہ لاہور۔ ایڈیشن اول ۱۹۵۵ء صفحات (۱۲۷)

۲۔ مسدّس ۳۰ بندوں پر مشتمل ہے۔

(۱) مولانا دیدار علی [1] — فروغِ نبی ؐ [2]

دونوں عالم میں سبھی کو ہے سہارا تیرا
○ تکیہ تجھ پر ہے ہر اک کو ہے بھروسا تیرا [3]
تمہارا حکم ہے کون و مکاں میں نافذ
○ تمہارا عدل ہے سارے جہان میں نافذ
○ جو مستوی ہیں سرِ عرش باخدا بنکر — وہی مدینہ میں رہتے ہیں مصطفیٰ بنکر

ہو تمہی مصدرِ خصالِ کمال
○ ہو تمہی مظہرِ جلال و جمال
خیالِ نقشِ پا اُن کا جو آیا قلبِ شیدا میں
○ تو آنکھیں بن گئیں فرشِ زمیں تعظیمِ مولا میں ۴

۱۔ مولانا مفتی سید ابو محمد، محمد دیدار علی شاہ رضوی قادری مجددی (الوری)

۲۔ "دیوان دیدار علی اردو (ردیف وار) مع تضمینات و ترجیعات نادرہ" انجمن حزب الاحناف لاہور۔ مطبوعہ منظورِ عام پریس، لاہور ۱۳۴۸ھ (صفحات ۱۰۸)

۳۔ کتاب میں ۴ حمدیں، ۱۴۲ نعتیں، ایک مناجات، ایک منقبت، ایک نظم اور ایک عربی سلام ہے۔

۴۔ مولانا دیدار علی شاہ کا فارسی دیوان نعت تاریخی نام "رحمت غفار" سے انجمن حزب الاحناف لاہور نے ۱۹۲۹ء میں شائع کیا (صفحات ۶۰)

مولانا دیدار علی ② سلوکِ قادریہ ۱

کتاب میں حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور تصنیف "فتوح الغیب" کے دس مقالات کا منظوم ترجمہ مع شرح ہے۔ آخر میں "میلاد سید عرب و عجم" کے عنوان سے ۲۰ اشعار کی ایک نعت ہے جس کا مطلع ہے۔

جب جمال اور کمال اپنا وہ کبریا آپ ہی دیکھنے اور دکھانے لگا
○ نورِ احمد کا جلوہ ہوا جلوہ گر، جلوۂ حق نظر سب کو آنے لگا

پانچ اشعار کا ایک سلام بھی ہے۔ مطلع دیکھئے:۔

السلام اے امانِ زمین و زماں
○ السلام اے شہنشاہِ کون و مکاں

۱۔ انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور۔ بار دوم (صفحات ۴۸)

ذکی قریشی ۱ — خورشیدِ حرا ۲

○ جو اُمّی لقب گنبدِ خضرا کا مکیں ہے
دھڑکن ہے وہ ہر دل کی، رگِ جاں کے قریں ہے

○ کیونکر بیاں ہو رُتبہ تجھ سے شہِ علا کا
مدحت سرا خدا ہے سردارِ انبیا کا

○ مجھ پر کرم خدا کا ہے، احساں حضورؐ کا
میرے دل و نظر کو ہے ارماں حضورؐ کا

○ مجھ پر ہے ایک خاص عنایت حضورؐ کی
شام و سحر لبوں پہ ہے مدحت حضورؐ کی

○ بساطِ زیست میں جب بھی کوئی مشکل مقام آیا
خدا کے بعد محبوبِؐ خدا ہی میرے کام آیا ۳

۱۔ رفیع الدین

۲۔ اورینٹ پبلشرز، لاہور۔ اگست ۱۹۸۴ (صفحات ۱۱۲)

۳۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ایک مناجات، ۶۲ نعتیں اور ایک قطعہ ہے۔

ذوقی مظفر نگری ۱ — نجمِ سحر ۲

○ ذہن میں جب آپ کی مدحت کا دروازہ کھُلا
زحمتوں کے شہر میں رحمت کا دروازہ کھُلا

○ امینِ حبیبِؐ خدا ہے مدینہ
سرِ فرش، عرشِ علیٰ ہے مدینہ

○ شمع روحوں میں جلانے کے لیے آپ آئے
روشنی شب سے اُگانے کے لیے آپ آئے

○ اُن کے نقشِ پا سے جب نجم و قمر اُگنے لگے
شب زدوں کے قافلوں میں راہبر لگنے لگے

○ صدیقؓ کا ایقان پیدا کر، فاروقؓ کا ایمان پیدا کر
تجھ کو جو نبیؐ سے نسبت ہے اخلاقِ رسولاںؐ پیدا کر ۳

۱۔ حافظ محمود الحسن صدیقی۔

۲۔ ناشر میاں توقیر محمود صدیقی، لاہور۔ ۲۱ اپریل ۱۹۸۰ء (صفحات ۱۲۰)

۳۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۲۴ نعتیں، ۱۲ مناقب، ۵ نظمیں اور ۴ قطعات ہیں۔

راز کاشمیری ۱ — لوح بھی تُو، قلم بھی تُو ۲

○ آپؐ سے پہلے جہانِ خشک و تر کچھ اور تھا
آپؐ کی آمد پہ عالم سربسر کچھ اور تھا

○ پڑھتا رہا حضورؐ کی سیرت تمام رات
ہوتی رہی ہے یوں بھی زیارت تمام رات

○ نہ نکتہ ور، نہ مفکّر، نہ فلسفی کے چراغ
مرے لیے ہیں بہت اسوۂ نبیؐ کے چراغ

○ کاش طیبہ میں ہو اپنا بھی مقدّر، کہنا
کرکے زمزم سے وضو نعتِ پیمبرؐ کہنا

○ حُبِّ شہِ کونین ہے میرا دین ایمان — آپ ہیں میری آرزو، آپ مری پہچان

۱۔ خواجہ عبدالمنّان

•

۲۔ عثمان اکیڈمی، گوجرانوالہ ۔ ۱۹۸۸ء صفحات ۱۶۰،
۳۔ کتاب میں ایک حمد، دو مناجات، ۷۶ نعتیں، ایک نعتیہ قصیدہ اور کچھ قطعات و فردیات ہیں۔

راسخ عرفانی [1]

(۱)

ارمغانِ حرم [2]

حرفِ خاموش ہے جبریلِ امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
ختم ہے سلسلۂ وحیِ مبیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد [3]

ہونٹوں پہ تذکرہ ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا
ہر سانس ہم نفس ہے شمیمِ گلاب کا

کندہ ہے نام دل پہ رسولِ کریم کا
ضو ریز ہے چراغ رہِ مستقیم کا

لاکھ بھٹکائے یہ الحاد زدہ دور مجھے
ارضِ طیبہ میں پہنچنا ہے بہر طور مجھے

آیا خیال میں جو سراپا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
آنکھوں میں پھر گیا ہے ہیولا سا نور کا [4]

۱۔ عبدالواحد گرجاکھی
۲۔ مکتبۂ نور، گوجرانوالہ ۔ ۱۹۷۷ء (صفحات ۱۱۲)
۳۔ کتاب میں ۴ حمدیں، ۴۲ نعتیں اور ۲۸ نظمیں ہیں۔
۴۔ "ارمغانِ حرم" کے نام سے اقبال سہیل کا نعتیہ کلام ۱۹۶۰ء میں چھپا اور سکندر لکھنوی کا مجموعۂ نعت ۱۹۷۴ء میں۔

راسخ عرفانی (۲) ذکرِ خیر [1]

غُدا کے نام سے نعت نبیؐ کی ابتدا کیجے
○ میسّر ہے جو تابِ نطق، مدحِ مصطفیٰؐ کیجے

للہ الحمد مسرت کے زمانے آئے
○ میری بگڑی مرے سرکارؐ بنانے آئے

انعامِ حق، سخائے صمد، سیّد الوریٰؐ
○ جدّ رُسل کی آخری حد سیّد الوریٰؐ

میں مدینے کا ہوں اے دل، ہے مدینہ میرا
○ آلگا ساحلِ رحمت پہ سفینہ میرا

● کتاب کے آخر میں ایک نعت غیر منقوط ہے۔ اس کا مطلع یہ ہے:

امام رُسل روحِ اظہارِ عالم
○ وہ مولا کا ممدوح، سردارِ عالم [2]

۱۔ مکتبہ نورِ ادب، گوجرانوالہ ۱۹۷۹ (صفحات ۱۱۲)
۲۔ کتاب میں ۶ حمدیں، ایک دُعا، ۹۷ نعتیں اور ایک نظم ہے

راسخ عرفانی (۳) حدیثِ جاں [1]

کوئی ہمرازِ انجم ہمسرِ ماہ مبیں کوئی
○ عرب کی سرزمیں روشن، محمدؐ سا نہیں کوئی

ذکرِ مُرسل ہے خموشی میں نواؤں جیسا
○ آہ سوزاں کا دھواں بھی ہے گھٹاؤں جیسا

○ مطمئن ہوں کہ جب ہے تو میرا کیا بگاڑے گی تند تُو میرا

یادِ حریمِ ناز کی آئی رم ہوا کے ساتھ
○ بوئے چمن بھی جھوم اٹھی ، بادِ گرہ کشا کے ساتھ

جلوہ مہِ فاراں کا اگر عام نہ ہوتا
○ پُر نور کبھی مصحفِ ایام نہ ہوتا ۲

۱۔ مکتبۂ نورِ ادب ، گوجرانوالہ ، اکتوبر ۱۹۸۱ء (صفحات ۱۹۲)
۲۔ کتاب میں ۴ حمدیں ، ایک حمد و نعت ، دس دعائیں اور ۸۲ نعتیں ہیں ۔

راسخ عرفانی ۴ نسیم مِنیٰ ۱

جگمگ جگمگ کرتے منظر تیرے نام
○ چاند ستارے چشمۂ کوثر تیرے نام

ملیں قلم کو حروفِ جمیل خوشبو سے
○ لکھوں نبیؐ کا قصیدہ طویل خوشبو سے

نعت میں بات نئی کوئی سخنور باندھے
○ پیار کی ڈور سے لفظوں کے سمندر باندھے

درِ کعبہ کا سجدے میں نظارا کر لیا میں نے
○ سفر کرنے سے پہلے استخارہ کر لیا میں نے

پہلے آنکھوں کو باوضو کیجے
○ پھر مدینے کی گفتگو کیجے ۲

۱۔ مکتبۂ نورِ ادب ، گوجرانوالہ ۔ ۱۹۸۵ء ، (صفحات ۱۲۸)
۲۔ کتاب میں ۷ حمدیں اور ۹۵ نعتیں ہیں ۔

راسخ عرفانی ⑤ حسنِ کلام [1]

● "حسنِ کلام" میں چالیس احادیث کا منظوم ترجمہ ہے۔ مثال ملاحظہ فرمایئے۔

یہ عمرؓ ابن ابو سلمہ سے مروی ہے حدیث
پڑھ کے بسم اللہ دسترخوان پر کھائیں طعام
کھائیں دائیں ہاتھ سے، یہ بھی رہے پیشِ نظر
کھائیں اپنے سامنے سے، مل کے گر کھائیں طعام

● کتاب میں دو نعتیں بھی ہیں، اُن کے مطلعے دیکھیے:۔

غبارِ راہ کے ذرات بھی افلاک تک پہنچے
ہوا پر اڑ کے ہم شہرِ رسولؐ پاک تک پہنچے

انبساطِ قلب و جاں ہیں رحمتہ للعالمینؐ
رونقِ بزمِ جہاں ہیں رحمتہ للعالمینؐ

---

[1] مکتبۂ نورِ ادب، گوجرانوالہ (صفحات ۸۰)

راسخ عرفانی ⑥ غبارِ حجاز [1]

کروں میں شکر کس منہ سے خدا کے لطف بے حد کا
○ مجھے بھی اُمتی جس نے بنایا ہے محمدؐ کا

ہر زباں پر ہے پیامِ مصطفیٰؐ
○ ہر نفس سے شاد کامِ مصطفیٰؐ

نویدِ روح پرور ہے حدیثِ سرورِ عالمؐ
○ قرارِ قلبِ مضطر ہے حدیثِ سرورِ عالمؐ

نظر میں بسی ہے ادائے مدینہ
○ سمائی ہے دل میں ہوائے مدینہ
ہوں گرویدۂ حسن روئے محمدؐ
○ مرے دل کو ہے جستجوئے محمدؐ ۲

۱۔ مکتبۂ نور، گوجرانوالہ (صفحات ۹۶)
۲۔ کتاب میں ۳ حمدیں، ۱۹ نعتیں، ایک منقبت، ۹ نظمیں اور ایک قطعہ ہے

راشد بزمی

عقیدت ۱

ندا آئی فلک سے سرورِ عالی مقام آیا
○ مکینِ عرش دُنیا میں بعزّ و احتشام آیا ۲
وہ تیرا فیض جہاں میں ہے فیض لا محدود
○ تجھی سے پایا ہے ہر اک نے گوہرِ مقصود
مجھ کو ہے خوف یا نبیؐ! روزِ حساب کا
○ اس روز ہے سہارا فقط آنجنابؐ کا
یہاں کا نہ ہوں میں وہاں کا بھکاری
○ فقط ہوں ترے آستاں کا بھکاری
بہارِ طیبہ کی تابندگی ہیں نعت کے پھول
○ کرم ہیں، لطف و عطا ہیں خوشی ہیں نعت کے پھول ۳

۱۔ مکتبۂ اہلِ قلم، ملتان۔ اشاعت اوّل ستمبر ۱۹۸۴ء (صفحات ۱۲۶)
۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۲۴ نعتیں، ایک نظم اور ۱۹ مناقب ہیں۔
۳۔ "عقیدت" کے نام سے راجا محمود اختر کیانی کا مجموعۂ نعت ۱۹۷۱ء میں

راولپنڈی سے چھپا تھا۔

راغبؔ مراد آبادی [1] (۱) مدحت خیر البشرؐ [2]

مدحت خیر البشرؐ اعجاز ہے تحریر کا
یہ بھی اک انداز ہے قرآن کی تفسیر کا ○

ناپید جب یہ سلسلۂ ہست و بود تھا
نورِ محمدیؐ کا یقیناً وجود تھا ○

شافع محشر کرم مجھ پر نہ فرمائیں گے کیا
مجھ کو جنت میں مرے اعمال لے جائینگے کیا ○

اگر اُن کی شفاعت کا نہ راغبؔ آسرا ہوتا
نجانے حشر میں ہم عاصیوں کا حشر کیا ہوتا ○

اوّل اوّل تھے رسولؐ اللہ تنہا آشنا
رفتہ رفتہ ہو گئی وحدت سے دنیا آشنا [3] ○

۱۔ سیّد اصغر حسین

۲۔ سفینہ اکیڈمی، کراچی۔ طبع اوّل۔ فروری ۱۹۷۶ (صفحات ۱۸۴)

۳۔ کتاب میں مرزا غالب کی زمینوں میں ۶۳ نعتیں ہیں۔ ان کے علاوہ ۴ رباعیات اور ایک قطعہ ہے۔

راغبؔ مراد آبادی (۲) مدحِ رسولؐ [1]

اسمِ سرکار مصدرِ اکرام [2]
اور درد اس کا کا سراو بام [3] ○

حاصل مدام دل کو گلِ مدعا ہوا — دائم درِ رسولؐ ملا اور کھلا ہوا ○

دو عالم کا دل اور دلآرا محمدؐ
ہمارا محمدؐ، ہمارا محمدؐ ○
محمدؐ کو مراد و مدعا لکھ
دو عالم کا سہارا، آسرا لکھ ○
محمدؐ مددگار و سرور ہمارا
دلدار رہا دور ہو کر ہمارا ○ ۴

۱۔ مصنف، کراچی۔ ۱۹۸۳ (صفحات ۱۷۶)
۲۔ کتاب میں تمام کلام غیر منقوط ہے
۳۔ کتاب میں ایک حمد، ۳۰ نعتیں اور ۳۵ رباعیات ہیں۔
۴۔ "مدح رسولؐ" کے نام سے میرا مرتب کردہ انتخاب نعت پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور کی طرف سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا تھا۔

راغب مراد آبادی ③ بحضور خاتم الانبیاؐ ۱

۳۱۳۔ اشعار کے "سلام" کا پہلا شعر یہ ہے۔
سلام اس پر کہ نام آتا ہے بعد اللہ کے جس کا
سلام اس پر، مقام آتا ہے بعد اللہ کے جس کا ۲
۲۴ بند کا دوسرا سلام صفحہ ۹۱ سے ۱۱۴ تک پھیلا ہوا ہے۔ ۱۴ بند کے تیسرے سلام کا پہلا بند یہ ہے۔
محمدؐ حبیب خدائے قدیر محمدؐ خبیر و بشیر و نذیر
محمدؐ ہر انسان کے دستگیر محمدؐ نبی و رسول السلام
محمدؐ پہ لاکھوں درود و سلام
آخر میں ۸۶ رباعیات ہیں ۳ ایک رباعی ملاحظہ کیجئے۔

کھلتا نہیں یہ راز بصیرت کے بغیر
فیضانِ مشیّت و رسالت کے بغیر
ایمان کی تکمیل ہو، ممکن ہی نہیں
سرکارِ دو عالمؐ کی محبت کے بغیر

۱۔ مصنف، کراچی ۔ اشاعت اوّل ۔ ستمبر ۱۹۸۵ (صفحات ۱۶۸)
۲۔ ۳۱۳ ۔ اشعار والے سلام کے حواشی میں ۲۵۲ حوالے قرآن مجید کے ۔ ۱۶ حوالے احادیثِ مقدسہ کے اور ۳ حوالے تاریخی دیے گئے ہیں ۔
۳۔ ان میں سے ۶۰ رباعیات غیر منقوط ہیں ۔

رحمت النسا رحمت ؔ — گلدستۂ رحمت

○ کتب خانہ عام اہلِ اسلام ، مدراس کی فہرستِ کتب مطبوعہ ۱۹۱۶ کے حوالے سے ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری نے انہیں نعت گو شاعرات میں شامل کیا ہے ، وہیں سے اُن کے مطبوعہ مجموعہ نعت کا حوالہ مِلا ہے ۔ نمونہ کلام نہیں ملا ۔

۱۔ تذکرۂ نعت گو شاعرات (مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری) ص ۴۵

رحیم ؔ امرتسری [۱] — گلدستۂ عقیدت [۲]

○ پردۂ رازیں توحید کا ہمراز آیا
بن کے سب نبیوں میں وہ بہتر و ممتاز آیا [۳]

○ نہ پایا بھید دُنیا نے جو پایہ ہے محمدؐ کا
یہی پایہ خدا کے بعد رتبہ ہے محمدؐ کا

نبی ہمارا، خدا کا پیارا، بشر بھی ہے اور نور بھی ہے
لباسِ بشری بھی ہے بظاہر بباطن حق کا ظہور بھی ہے

ہے تصویرِ مجسّم بس نگہ کے روبرو تیری
دلِ بے تاب کو رہتی ہے ہر دم جستجو تیری

مری جستجو احترامِ محمدؐ
مری آبرو ہے زنامِ محمدؐ ۴

۱۔ صوفی عبدالرحیم

۲۔ مصنف، لائل پور (اب فیصل آباد)، صفحات ۸۰

۳۔ کتاب میں ۳ حمدیں، ایک فارسی نعت، ۳ پنجابی نعتیں، ۶۰ اردو نعتیں، ۵ مناقب ۵ اردو غزلیں اور ایک پنجابی غزل ہے۔

۴۔ فیصل آباد ہی سے وارث الجیلانی کا ایک نعتیہ قصیدہ "گلدستۂ عقیدت" کے نام سے چھپا۔

رشید گنواری ۱ — مدینے کا تبرک ۲

اے حبیبِ حق تعالیٰ الصلوٰۃ والسلام
کہہ رہا ہے ذرّہ ذرہ الصلوٰۃ والسلام

کہوں خاک پا تیری کیا ہو گئی
مرے واسطے کیمیا ہو گئی

جو مدینے کی زیارت کبھی کر آتے ہیں
با خدا خلد کے حق دار وہ ہو جاتے ہیں

پڑھتے ہیں جو درود محمدؐ رسول پر
جنت خدا سے پائیں ~~گے وہ~~ اس اصول پر

شرمندہ پھول ہیں رخِ انور کے سامنے
○ عنبر ہے ہیچ زلفِ معنبر کے سامنے ۳

۱۔ محمد عبدالرشید تلمیذِ اکبر وارثی میرٹھی۔
۲۔ جہانگیر بک ڈپو، لاہور (صفحات ۳۲)
۳۔ کتاب میں ۲۷ نعتیں ہیں۔

احمد رضا بریلوی[۱] ① حدائقِ بخشش حصہ اوّل[۲]

واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
○ "نہیں" سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
○ جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
○ ساتھ ہی مُنشیٔ رحمت کا قلمدان گیا

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
○ لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول بدن پھول

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
○ سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں ۳

۱۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی
۲۔ بسم اللہ کمپنی، لاہور (صفحات ۹۶) ہندو پاک میں بہت سے ادارے یہ کتاب چھاپ رہے ہیں۔
۳۔ کتاب میں ۷۰ نعتیں، ۳ نعتیہ قصائد، ۸ نعتیہ رباعیات، ۵ مناقب، ایک

دُعا اور ایک شجرہ ہے۔

احمد رضا ② حدائقِ بخشش حصہ دوم ۱

○ صبح طیبہ میں ہوئی، بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

○ کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

○ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

○ زمین و زماں تمہارے لیے، مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے

○ لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی، چراغ لے کے چلے ۲

۱۔ بسم اللہ کمپنی۔ لاہور (صفحات ۸۷) ہند و پاک میں بہت سے اشاعتی ادارے یہ کتاب چھاپ رہے ہیں۔ عام طور سے حدائقِ بخشش حصہ اوّل و دوم اکٹھے ہی چھپتے ہیں۔

۲۔ کتاب میں ۱۸۱۔ اشعار کا سلام ۱۰۰۔ اُردو نعتیں، ۸ فارسی نعتیں، ۲ نعتیہ قصیدے ۱۳ نعتیہ رباعیات، ۱۴۔ اردو مناقب، ۳۰ فارسی مناقب۔ ایک "وظیفۂ قادریہ" ۲۰۸۔ اشعار کی ایک "مثنوی ردِّ امثالیہ" اور ایک فارسی قطعہ ہے۔

محمد حسین رضی آئینہ کلامِ محمد حسین رضی ۱

۱۲۹۷ھ

○ طلب کرتا ہوں عشقِ مُصطفیٰ کو خدایا دے اثر میری دعا کو

زبان معجز بیانِ مدحتِ محبوبؐ یزداں ہے
مرا ہر شعر مقبولِ سخن سنج و سخنداں ہے
ظہورِ قدرتِ حق تم سے ہے اے شاہِ دیںؐ کیسا
تمہارے حسن کا جلوہ کہیں کیسا، کہیں کیسا
یہ کچھ بخشش کی کوشش کی جنابِ کبریائی میں
کہ حضرتؐ کی شفاعت کا بجا ڈنکا خدائی میں
کھینچا کششِ شوقِ زیارت طلبی نے
کیا مجھ کو مدینے میں بلایا ہے نبیؐ نے ۲

ا۔ مرتبہ قاضی مظہر النعیم صدیقی نبیرہ حضرت رضیؔ - ص ۴۰ (کتاب میں ناشر طابع کا نام نہیں ہے۔ مقدمہ ساجد اسدی جے پوری مصنف "پیامبرِ مغفرت" نے ۱۹ نومبر ۷۷ ۱۹ کو لکھا ہے۔

۲۔ کتاب میں ۲۵ نعتیں اور ایک غزل ہے۔

رعنا و نظام ا

مُہرِ نبوت ۲

کون سا دن ہو وہ فخرِ ملک و جنّ و بشر
کہ کروں ہند سے حضرتؐ کے مدینے کا سفر

کدھر سے نکہتِ روحِ روانِ پیغمبرؐ
غذائے روح و دل و دیں، شمیم جاں پرور

مہ و خورشید ذرہ ہے جمالِ روئے احمدؐ کا
جہاں کا نور ہے اک پرتوہ نورِ محمدؐ کا ۳

" آدم خلق اللہ کی کر تحقیقات!
صورت ہے محمدؐ کی ہر اک شخص کی ذات (رباعی)

گر پہلوئے راست پر سمٹ کر لیٹے
لے دیکھ نظام کان پر رکھ کر ہات

ا ــ نواب نظام الدولہ محمد مردان علی، وزیر اعظم مارواڑ
۲ ــ مطبع منشی نول کشور (صفحات ۵۰)
۳ ــ کتاب میں ۳ حمدیہ رباعیات، ۶ نعتیہ رباعیات، ۲۹ منقبتیہ رباعیات، ۳ نعتیہ قصائد، دو نعتیہ تضمینیں، ایک ترجیع بند نعت اور ۴ مناقب ہیں
۴ ــ " خلق اللہ آدم علیٰ صورتہٖ "

منشی عبد السلام رفیقی[۱]

گلشنِ نعتِ رفیقی[۲]

۱۳۲۰ھ

اے شاہ جلوۂ رخِ زیبا دکھا مجھے
ہے آرزو یہی، ہے یہی مدّعا مجھے

غم اس کی جدائی کا مجھے شام و سحر ہے
طیبہ کا وہ سورج ہے، وہ بطحا کا قمر ہے

زائریں وصف مدینہ کا سُنا دیتے ہیں
ولولہ شوقِ زیارت کا بڑھا دیتے ہیں

مجھے کونین میں یاورِ محمّد ہے تو کیا غم ہے
مرا ہادی، مرا رہبر محمّد ہے تو کیا غم ہے

آج کیا سونے سے جاگی ہے یہ قسمت اپنی
روضۂ حضرتِ اقدس کی ہے نیّت اپنی ۳ ۔

ا ــ میونسپل کمشنر نور پور ضلع کانگڑا (پنجاب)
۲ ــ مطبع مفید عام، آگرہ ۱۹۰۵ ۔ صفحات ۸

۳۔ کتاب میں ۵ اُردو اور ۳ فارسی نعتیں ہیں۔

سید ہادی علی رواں[1] بوستانِ نعت[2]

نبیؐ کی ذاتِ اقدس آئینہ ہے حق نمائی کا
مُرقع ہے سراپا خاص شانِ کبریائی کا

اب تو قابو میں نہیں ہے دلِ مضطر اپنا
کیوں دکھاتے نہیں حضرتؐ رخِ انور اپنا

دکھا مجھ کو یارب جمالِ محمدؐ
کہ ہے دل کو ہر دم خیالِ محمدؐ

فنا فی الحق ہُوا سالک فنا فی المصطفیٰؐ ہوکر
ہوئی گم منزلِ مقصود اس رہ سے جُدا ہوکر

اوصاف کیا رقم ہوں شہِ خوش خصال کے
مختار ہیں وہ بارگہِ ذوالجلال کے[3]

۱۔ میر قاسم علی خواہاں بریلوی کے شاگرد و خلف الرشید۔
۲۔ مطبع حقانی، دہلی (صفحات ۲۴) "بوستان نعت" کے نام سے احمد علی سیف کلانوری کا ایک انتخابِ نعت بھی ۱۳۴۹ھ میں چھپا تھا۔ ۲۷۲ صفحات کی سیف کلانوری کی کتاب فیروز پرنٹنگ ورکس، لاہور میں چھپی تھی۔
۳۔ کتاب میں ایک حمد، ۱۳ نعتیں اور ۲ مناقب ہیں۔

روشن بستوی پیامِ روشن[1]

محسرِ دمِ رنگ و بُو ہے گل ترا ترے بغیر
آئے نہ راس صبح کا منظر ترے بغیر

سلیقہ زندگی کا احمدؐ مختار سے سیکھو
○ دلوں میں گھر بنانا سیّدِ ابرار سے سیکھو

ادب لازم ہے جب ہوں سرورِ ذی شان کی باتیں
○ یہی شیوہ ہے مومن کا، یہ ہیں ایمان کی باتیں

تمہاری یاد میں آقا بسر جو زندگی ہوگی
○ وہی حسنِ عبادت ہے، وہ جانِ بندگی ہوگی

بتا اے دل، ادب کے وہ مناظر کیا بھلے ہوں گے
○ ملائک باادب صلِّ علیٰ جب پڑھ رہے ہوں گے [۲]

۱۔ ناشر سید اشتیاق احمد، تلوکپور ضلع بستی (انڈیا) ۱۹۸۲ (صفحات ۴۰)

۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۲۳۰ اردو نعتیں، ایک ہندی نعت، ۸ نعتیہ قطعات، ایک نظم اور ۳ مناقب ہیں۔

رؤف امروہوی [۱] — لخلخۂ محامد [۲]

اللہ کی رضا ہے حضرتؐ کی بندگی میں
اللہ جلوہ گر ہے روئے محمدیؐ میں

اعجازِ عیسوئ کیا، اعجازِ موسوئ کیا
یہ بھی مرے نبی میں، وہ بھی مرے نبیؐ میں

محبوبِ کبریا ہو، سرخیلِ انبیا ہو
کوئی ہمیں دکھا دے، یہ وصف ہے کسی میں

کرتا ہے یاد اُن کو جو بھی رؤف دل سے
کرتے ہیں وہ یقیناً امداد بے کسی میں

لکھوں کیا وصف شاہ انس و جاں سے
زباں اللہ کی لاؤں کہاں سے ۳

۱۔ مولانا عبدالرؤف

۲۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے لکھا ہے "میلادِ مقبول" کے مصنف کیف المہ بذات خود شاعر نہ تھے مگر انہوں نے بالالتزام اپنی تصنیف لطیف میں مو عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی کے نعتیہ مجموعۂ کلام "لخلخۂ محامد" ۔ منتخب نعتیں نقل کی ہیں۔" (اردو کی نعتیہ شاعری ۔ص ۲۰) ڈاکٹر برق نے یہ لکھا کہ یہ مجموعۂ نعت کہاں سے شائع ہوا ، کب شائع ہوا ۔ انہوں نے صفحہ رؤف کی ایک نعت کے چار شعر ہی بطورِ نمونہ دیے ہیں ۔ وہی چار شعر یہا کئے جا رہے ہیں ۔

۳۔ یہ شعر ڈاکٹر برق نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵ پر دیا ہے ۔

رہبر چشتی ۱ — گلہائے نعت

اعجاز محمدؐ کا عنوان نرالا ہے
قاری بھی انوکھا ہے، قرآن نرالا ہے

نظر میں جلوۂ محبوب کردگار رہے
سکون روح کا پہلو بھی آشکار رہے

وہ شاد رہیں گے جو ہیں اخیار محمدؐ
برباد رہیں گے جو ہیں اغیار محمدؐ

رسولؐ اللہ کی محفل میں آئے جس کا جی چاہے
مقدر اپنا اپنا آزمائے جس کا جی چاہے

○ جنت الفردوس ہے لاریب گلزار رسول ﷺ
رحمت کونین ہو کیونکر نہ بازارِ رسول ﷺ ۳

۱۔ الحاج صوفی مسعود احمد کاشمیری
۲۔ مکتبۂ فیضانِ ادب ۔ کراچی ۔ بارِ اوّل ۔ ۱۹۶۰ (صفحات ۶۴)
۳۔ کتاب میں ۴۱ نعتیں اور ۱۵ مناقب ہیں ۔

ریاض سہروردی [۱] (۱) دیوانِ ریاض [۲]

○ نبی ﷺ کی شکل میں ہم کو خدا کا نور ملا
ہر ایک ذرّے میں اس نور کا ظہور ملا

○ ان کے ذکرِ جمیل کی صورت
ہے رضائے جلیل کی صورت

○ مل گیا سب کچھ غلام مصطفیٰ ﷺ ہونے کے بعد
شانِ استغنا ملی ان کا گدا ہونے کے بعد

○ ترے مقام کی رفعت کو اے شہِ لولاک ﷺ
پہنچ سکی نہ کسی کی بھی قوتِ ادراک

○ نورِ نبی ﷺ قندیل میں روشن، عرشِ بریں سے جگمگ جگمگ
ذکرِ جمالِ سرورِ دیں ﷺ سے فرشِ زمیں ہے جگمگ جگمگ ۳

۱۔ سیّد محمد ریاض الدین
۲۔ رومی پبلشنگ ہاؤس، کراچی (صفحات ۲۷۲)
۳۔ کتاب میں ۸ حمدیں، ۲۳۰ نعتیں، ۲۶ مناقب اور ۸ قطعات ہیں ۔

ریاض (۲) ریاضِ رسولؐ حصّہ دوم [1]

ہو نبیؐ کی ثنا میں جو رطب اللّساں اے خدا، مجھ کو ایسی زباں چاہیئے
بارِ اُن کی حضوری میں جس کو ملے، ایسی فریاد، ایسی فغاں چاہیئے

تیرے سبب وجود میں آیا جہانِ ہست و بود
تیرے وجود سے ہوئی حق کی صفات کی نمود

جو ملے تری گدائی تو ملے وُہ بادشاہی
نہ جچے مری نظر میں کبھی تاج کج کلاہی

تری صفت کا نشاں ایسے شش جہات میں ہے
کہ جیسے خود ہی تو موجود کائنات میں ہے

آ گیا نورِ خدا صورتِ انسانی میں
ہو گئے جلوے سے سبھی گم ورطہ حیرانی میں [2]

۱۔ انجمن سہروردیہ، کراچی (صفحات ۱۷۰) شاعر نے لکھا ہے "ریاضِ رسولؐ حصہ اوّل پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے کئی سال پہلے امرتسر (مشرقی پنجاب) میں طبع ہوا تھا۔ اِس وقت اُس کی صرف ایک کاپی میرے بھائی ابو العطا حکیم پیر سیّد عبدالخالق شاہ صاحب سہروردی سلمہ اللہ تعالیٰ کے پاس لاہور میں محفوظ ہے" (ص ۴) مرتّب کو حصّہ اوّل نہیں مل سکا۔

۲۔ کتاب میں ۱۴۸۔ اردو نعتیں، ۱۱ فارسی اور ۱۱ پنجابی نعتیں، ۴۳ اردو اور پنجابی مناقب اور ۱۲ غزلیات ہیں۔

ریاض (۳) ریاضِ رسولؐ حصّہ سوم [1]

عشقِ نبیؐ اگر نہیں، زندگی زندگی نہیں   روح میں تازگی نہیں قلب میں روشنی نہیں

وہ غموں سے دُور ہو گئے
○ جن کے خود حضور ہو گئے

حکایت درد فرقت کی سُنا کر اُن کے کوچے میں
○ پئیں گے ہم کرم کے جام جا کر اُن کے کوچے میں

حق کیسے ان کی مدح سرائی کا ادا ہو
○ قرآں میں اللہ کرے جن کی ثنا ہو

شہر مدینہ تیری ہر اک رہگزر ہے جگمگ
○ شانِ رسالت نورِ نبوت شام و سحر ہے جگمگ ۲

۱۔ رومی پبلشنگ ہاؤس، کراچی ۔ مارچ ۱۹۸۶ (صفحات ۹۶)
۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۹۳ نعتیں، دو پنجابی نعتیں اور ۵ مناقب ہیں۔

زرخ رشش[1] — فردوسِ تخیل ۲

میں اور بارگاہ رسالت پناہ کی
○ اے دل کہیں نہ ہو غلطی یہ نگاہ کی

اے زمینِ طیبہ اے محبوب فخر المرسلین!
○ منزلِ انوارِ رحمت، مہبطِ رُوح الامیں

چرخ سے بالا جائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
○ مہر نشان پائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آئی ہے در پہ ایک طلبگار یا رسول ! ؐ
○ بس اک نگاہِ لطف ہے درکار یا رسول ؐ ۳

۱۔ زاہدہ خاتون شیروانیہ

۲ ۔ دارالاشاعت پنجاب ، لاہور ۔ بارِ اوّل ۱۹۴۱ (ص ۲ ۸ ۳) کتاب میں سات نعتیں ہیں جو ۷۹ صفحات پر محیط ہیں ۔ رسولؐ ، دیارِ حبیبؐ ، محمدؐ اور یا رسولؐ اُردو نعتیں ہیں اور شیونِ محمدیہ ، ذکرِ حبیبؐ اور عشقِ رسولؐ فارسی نعتیں ہیں ۔ ان کے علاوہ نظم معارفِ ملیّہ ، مجھ پہ احسان جو نہ کرتے تو یہ احسان ہوتا ، ہم تین ہیں اور بی بی آمنہؓ کا بسترِ مرگ میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں ۔

۳ ۔ کتاب میں ایک منظوم دیباچہ ، ایک حمد ، ایک مناجات ۱۰۸ نظمیں ، ایک غزل ، ۴ اُردو نعتیں اور ۳ فارسی نعتیں ہیں ۔

سیّد سیف زلفی

روشنی [1]

توصیف تری خامۂ بدعت سے لکھوں گا
میں تیرا سراپا نئی صورت سے لکھوں گا ○

پیکرِ مہتابِ بطحا ، روشنی خوشبو حنا
وہ حسیں قرآن چہرہ ، روشنی خوشبو حنا ○

دل کے آبگینے میں بے خودی سی رہتی ہے
نورِ ماہِ بطحا کی روشنی سی رہتی ہے ○

عنوان ہو صحیفۂ قسمت پہ یا رسولؐ
لکھ دو مری جبین محبت پہ یا رسولؐ ○

سیف زلفی کا جمال روئے یزداں کو سلام
ایک ذرّے کا عرب کے ماہِ تاباں کو سلام [2] ○

---

۱ ۔ مصنّف ، لاہور ۔ (صفحات ۱۳۶)

۲ ۔ کتاب میں ایک حمد ۲۶ نعتیں ، ۳ نظمیں ، ایک نعتیہ مسدس اور ۴۵ رباعیاں ہیں ۔

ساجد اسدی [1]

پیامبر مغفرت [1] — ۱۹۷۵ء

مخزن نعت مقبول [2] — ۱۳۹۵ھ

ہم رسول اللہ کے اوصاف لکھ پائیں گے کیا
عرش سے لوح و قلم ہم جا کے لے آئیں گے کیا؟ ○

خیال گرمی روز جزا کیا
نہ ہوگا واں لوائے مصطفیٰ کیا؟ ○

مرے خیال ذرا جاں نواز منظر کھینچ
نبی کے روضۂ خضرا کا نقش دل پر کھینچ ○

جو آرہا ہو روضۂ سرکار دیکھ کر
وہ کیا کرے گا خلد کا گلزار دیکھ کر ○

دل میں طیبہ کی جو تصویر اتر آئی ہے
رشک فردوس مرا گوشۂ تنہائی ہے ○ [3]

۱۔ ابوالعجز ساجد علی، جے پوری

۲۔ بزم احباب اسدی، کراچی (صفحات ۱۷۶)

۳۔ کتاب میں غالب کی تمام زمینوں میں نعتیں ہیں۔ کل ۲۳۴ نعتیں ہیں۔

ساحر صدیقی [1]

جام حیات

ہر نفس عشق محمد کا پیامی چاہیے
وقت آخر لب پہ اُن کا نام نامی چاہیے ○

درود و نعت کے گجروں سے گر دامن سجا ہوگا
شفاعت کے لیے بخشش کا یہ بھی آسرا ہوگا ○

صدائے قدس ہے، فرمانِ ذاتِ باری ہے
○ کہ مصطفیٰ کی غلامی ہی تاجداری ہے

دل میں دردِ عشقِ شاہِ دو جہاں رکھتا ہوں میں
○ خاک ہوں پر وسعتِ کون و مکاں رکھتا ہوں میں

حدِ توصیف سے بھی نام ہے بالا تیرا
○ کہ خدا آپ ہے خود چاہنے والا تیرا ۳

۱۔ غنیمت علی

۲۔ (مرتبہ ارشد قریشی) مکتبۂ خیال، لاہور (ص ۱۱۲)

۳۔ کتاب میں ایک حمد، ایک حمدیہ قطعہ، ۲۹ نعتیں، ۹ نعتیہ قطعات اور ۵ مناقب ہیں

ساغرؔ صدیقی

سبز گنبد ۱

ہے تقدیسِ شمس و قمر سبز گنبد
○ متاعِ قرارِ نظر سبز گنبد

لبوں پہ جن کے محمدؐ کا نام رہتا ہے
○ وہ راہِ خلد پہ محوِ خرام رہتا ہے

لیتا ہوں نام خلد کا طیبہ نگر کے بعد
○ کعبے کو چومتا ہوں ترے سنگِ در کے بعد

یہ کہتی ہیں فضائیں، زندگی دو چار دن کی ہے
○ مدینہ دیکھ آئیں، زندگی دو چار دن کی ہے

بزمِ کونین سجانے کیلئے آپ آئے
○ شمعِ توحید جلانے کیلئے آپ آئے

۱۔ ٹیکنیکل پبلشرز، لاہور۔ طبع اوّل۔ مارچ ۱۹۷۲ء (صفحات ۴۸)

۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۱۲ نعتیں اور ایک نعتیہ قطعہ ہے۔

ساغر مشہدی[1] | ماحی[2]

ناظر بھی ہے، حاضر بھی ہے شاہد بھی ہے اشہد
منذر بھی ہے، مشفق بھی ہے صادق بھی ہے امجد ○

اے شافعِ محشر میں گنہگار بہت ہوں
گویا تری رحمت کا سزاوار بہت ہوں ○

مُسدّس کا ایک بند دیکھئے۔

شب کا سکوت، صُبح کا ہنگام، شور و غُل
بادِ بہار، جھومتے منظر، یہ برگ و گل
خادم ہیں جس کی ذات کے اللہ کے رُسل
تسبیحِ مصطفیٰؐ میں ہیں مشغول جزو و کل
تخلیقِ کائنات کی عزت ہے یہ نبیؐ
گویا خدائے پاک کی عظمت ہے یہ نبیؐ

۱۔ حکیم سید محمد ظفر علی

۲۔ مکتبہ اہلِ قلم، ملتان، بار اوّل ۱۹۸۵ء (صفحات ۱۴۴)

۳۔ کتاب میں ایک حمد، ۴ نعتیں اور ۱۲۰ بند کا نعتیہ مُسدّس "ماحی" ہے۔

عبد الغنی سالک | رجائے بخشش

یاد میں سرکارؐ کی جب محو ہو جاتا ہے دل
پھر حقیقت میں مقامِ زندگی پاتا ہے دل ○

○ ہو کمال کی یا جمال کی، ہو خیال کی یا شعور کی
جو خدا کے بعد ہے برتری، وہ خدائی میں ہے حضورؐ کی

○ جس وقت بھی میرے پیش نظر قرآن کے پارے ہوتے ہیں
ہر لفظ میں شاہِ بطحاؐ کی عظمت کے نظارے ہوتے ہیں

○ لے جا رہا ہے شوق مدینے کی راہ میں
عالم تجلیات کا اب ہے نگاہ میں

○ جو بھی درِ نبیؐ پہ آتے ہیں سر جھکا کے
لاتے ہیں اپنی بگڑی تقدیر وہ بنا کے [۲]

۱۔ مجلس فکر دفن، لالہ موسیٰ ۔ ۱۹۸۱ء (صفحات ۱۶۰)
۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں ۔ ۱۲۵ نعتیں اور ۳ مناقب ہیں ۔

سالک نعیمی[۱] ——— دیوان سالک [۲]

○ زمانہ نے زمانہ میں سخی ایسا کہیں دیکھا؟
لبوں پر جس کے سائل نے "نہیں" آتے نہیں دیکھا [۳]

○ جن کا لقب ہے مصطفیٰؐ صل علیٰ محمدؐ
ان سے ہمیں خدا ملا صل علیٰ محمدؐ

○ نصیب چمکے ہیں فرشیوں کے کہ عرش کے چاند آ رہے ہیں
جھلک سے جن کی فلک ہے روشن وہ شمس تشریف لا رہے ہیں

○ دل اس کو ہی کہتے ہیں جو ہو ترا شیدائی
اور آنکھ وہی ہے جو ہو تیری تماشائی

○ بشر وہ ہے جس کو تری جستجو ہے
وہی لب ہے جس پر تری گفتگو ہے [۴]

۱۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی
۲۔ نعیمی کتب خانہ، گجرات (صفحات ۵۴)
۳۔ کتاب میں ایک حمد، ۲۰ نعتیں، ۱۵ مناقب، ایک دُعا اور ایک مناجات ہے۔
۴۔ دیوان سالک "محامدِ پیغمبری" کے تاریخی نام سے بمبئی چھپا۔ ۱۳۶۶ھ میں اس کا دوسرا ایڈیشن سوائک پبلشنگ ہاؤس، گجرات سے چھپا (صفحات ۴۰)

ستار وارثی — معطر معطر[1]

فروغِ حُسنِ عالم تاب ہے صورت محمدؐ کی
ہے تفسیرِ کتابِ کبریا سیرت محمدؐ کی ○

نظارہ کر رہا تھا میں ادب سے سنگِ اسود کا
نظر میں تھا مری خالِ رُخِ زیبا محمدؐ کا ○

مستوں کا آپ کے ہے عجب مطمحِ نظر
کرتے ہیں سجدہ آپ کی چوکھٹ کو دیکھ کر ○

جو کوئی عشقِ محمدؐ میں فنا ہو جائے
عین ممکن ہے وہ محبوبِ خدا کا ہو جائے ○

کیا شانِ تقرب ہے، کیا شوکتِ رعنائی
ان کے رُخِ زیبا کی خالق نے قسم کھائی[2]

۱۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔ مارچ ۱۹۸۶، ص ۱۲۸
۲۔ کتاب میں ایک حمد اور ۸۶ نعتیں ہیں۔

مخمور سکندر آبادی[1] — سراپا آئینہ[2]

● کتاب میں ایک مسدس "سراپائے جنابِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم"۔

جس کا ایک بند یہ ہے۔

آپ جب بزمِ ازل میں ہوئے رونق آرا
سب نے سایہ کو ذرا خاک پہ گرنے نہ دیا
تھا مقدس تو تبرک کی طرح بانٹ لیا
سرمۂ طور کے مانند پھر آنکھوں میں لگا
پتلیاں کا ہے کو ہیں دیدہ انس و جن میں
آپ کے سائے کی تقسیم ہوئی ہے ان میں

● ہر صفحے پر مسدس کے ارد گرد "آئینہ" ردیف کے کچھ اشعار لکھے ہیں۔ اس ط
پندرہ نعتیں آئینہ ردیف کی ہیں۔ ہر نعت کا قافیہ مختلف ہے[3] آخری نع
کا مقطع ہے۔

دل نہیں کس کا سخنور محو تصویر رسول[4]
چل رہی ہے دونوں عالم میں ہوا تیرے آئنہ[4]

۱۔ محمد یعقوب علی
۲۔ مطبوعہ مطبع شمس الاسلام، حیدر آباد (صفحات ۴۴)
۳۔ یہ پندرہ نعتیں ۴۷ اشعار پر مشتمل ہیں۔
۴۔ آخر میں ایک مناجات بھی ہے۔

سراج آغائی اکبر آبادی[1] ① میلادِ رسول

زباں سے جس گھڑی حضرت کا نام لیتے ہیں
بلائیں اپنی ملائک تمام لیتے ہیں
زہے نصیب جو پہنچوں کبھی مدینے میں
کہ زندگی کا مزا ہے وہاں کے جینے میں

نیّرِ چرخِ رسالت جلوہ گر ہونے لگا
○ خیبر کے آئے قدم - برباد شر ہونے لگا
راہِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں جاں مٹا دوں تو سہی
○ شمع کی صورت سراپا کو جلا دوں تو سہی
دریائے غم و رنج میں ہے میرا سفینہ
○ للہ کرو پار کہ دشوار ہے جینا ۳

---

۱ - محمد سراج الدین آغائی ابوالعلائی

۲ - مطبوعہ مرتضائی پریس آگرہ ۱۳۴۶ھ (صفحات ۴۸)

۳ - یہ کتاب میلادِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے موضوع پر نثر میں لکھی گئی ہے لیکن اس میں مصنف کی ۱۵ نعتیں بھی شامل ہیں -

سراج (۲) کلامِ سراج ۱

زہے نصیب جو پہنچوں کبھی مدینے میں
○ کہ زندگی کا مزہ ہے وہاں کے جینے میں
اے عرب کے چاند، پھر ظلمت پہ چھا جانا ذرا
○ نورِ حق کی چاندنی ہر سمت پھیلانا ذرا
رہے جاتے ہیں کتنے ہائے ارماں میرے سینے میں
○ نہ طیبہ کی گلی دیکھی، نہ پہنچا میں مدینے میں
عطر و ثنا سے لکھنا کلمہ مرے کفن میں
○ نکلے گی جان میری عشقِ شہِ زمن میں
رسول ﷺ ہیں گلِ وحدت ہزار پھولوں میں
○ مہک انہی کی ہے کیا خوشگوار پھولوں میں ۲

۱۔ (مرتبہ محمد یسین سراجی) بزم سراجیہ کراچی - ۱۹۸۵ (صفحات ۵۶)
۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۲۰ نعتیں، ۱۲ مناقب اور ۲ نظمیں ہیں۔

شاہ سرفراز علی بلگرامی
کلیاتِ شاہد: نغمۂ وارث [1]

یکتا خدا نے کوئی نہ تم سا بنا دیا
کہہ دے کوئی جہاں میں کہ ایسا بنا دیا

حمدِ حق کے لیے جہاں مخصوص
نعتِ احمدؐ میں ہے زباں مخصوص

سلطان ختم الانبیا صلِّ علیٰ یہ ہی تو ہیں
شیدا ہے جن پر کبریا، وہ دلربا یہ ہی تو ہیں

مصداقِ شانِ حق ہے جمالِ محمدی
مصباحِ معرفت ہے خصالِ محمدی

سارے جہاں میں ہے مرے دلبر کی روشنی
محبوبِ خاصِ خالقِ اکبر کی روشنی [2]

۱۔ مطبوعہ مطبع ابراہیمی، لکھنؤ (صفحات ۱۲۸)
۲۔ کتاب میں کچھ اردو نعتیں ہیں اور بہت سی نعتیں اور مناقب فارسی میں ہیں۔

حکیم سرو سہارنپوری
زخمۂ دل [1]

● نعتیہ نظم کے چند اشعار:-

ہر زخم کا مرہم مرے محبوب کی سُنّت
ہر زہر کا تریاق محمدؐ کی اطاعت

ہر دُکھ کا مداوا مرے آقا کا قدم
ہر درد کا درماں ہے ترے پیار کا

پیغام ترا کفر کے ناسور پہ نشتر
اخلاق ترا سارے زمانے کا سہارا
ہر حُسنِ عمل تیرے غلاموں کی وراثت
ہر علم ترے حاشیہ برداروں کا حصّہ
اک صُبحِ یقیں تیری نگاہوں سے عبارت
تنویرِ مہ و مہر ترا نقشِ کفِ پا ۲

۱ ۔ مکتبۂ نمودِ منزل، راولپنڈی ۔ بار اوّل ۔ نومبر ۱۹۷۴ء (صفحات ۱۱۰)
۲ ۔ کتاب میں قطعے کی صورت میں "بلغ العلیٰ بکمالہ ....." کا ترجمہ اور صفحہ ۱۵ تا ۳۳ پر ۱۱۱ ۔ اشعار کی ایک نعتیہ نظم ہے۔

حمد و نعت ۲

(۱) سرور بجنوری ۱

مقدّر جگا دے مدینے کے والی
○ ترے در پہ آیا ہوں بن کر سوالی
سب سے افضل احمدؐ مختار ہیں
○ سارے نبیوں میں وہی سردار ہیں
سرکارؐ دو جہاں کی محبت ہو قلب میں
○ آلِ رسولؐ پاک کی الفت ہو قلب میں
ہمارے نبیؐ کا نہیں کوئی ثانی
○ تمام اہلِ دل نے حقیقت یہ مانی
اتنا اُونچا نبیؐ کا رتبہ ہے
○ چرخ بھی اُن کے آگے جھکتا ہے ۳

۱ ۔ محمد یونس

۲۔ نعت اکادمی، فیصل آباد۔ رمضان ۱۴۰۱ھ (صفحات ۸۰)
۳۔ کتاب بچوں کے لیے لکھی گئی ہے جس میں ۱۳ حمدیں، ۱۲ نعتیں اور ۸ دعائیں

سُرور ② نعت و منقبت

مری جاں، میرا دل، ہر میرا موئے تن محمدؐ کا
محمدؐ کا ہوں میں، ہے میرا تن من دھن محمدؐ کا

جو شخص بھی گدا تیرے درِ مصطفیٰؐ ہوا
بیگانۂ کثافتِ حرص و ہوا ہوا

کیا کیف ہے حضورؐ کی مدحِ جمال میں
ہیں صرف صبح و شام اسی اشتغال میں

زلف کو شام کہے، رُخ کو سویرا سمجھے
تیرے نیرنگِ تجلّی کو کوئی کیا سمجھے

عرب میں شہرِ مدینہ مثالِ جنت ہے
نظر فروزِ جہاں درگہِ رسالت ہے ۲

۱۔ نعت اکادمی، فیصل آباد۔ ۲۰ رمضان ۱۴۰۴ھ (صفحات ۱۶۰)
۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۴۵ نعتیں اور ۳۰ مناقب ہیں۔

مفتی غلام سرور لاہوری ۱ ① دیوانِ وصالِ سرور ۲

کیسا حضرتؐ نے کرم سرور پہ فرمایا ہے آج
ہند سے اپنے درِ دولت پہ بلوایا ہے آج

تھا ہمسفرِ عرب کے سفر میں خدا فقط
اور ہمرہی میں الفتِ خیر الوریٰؐ فقط

نبیؐ کے فیض سے جو ذرّہ فیض یاب ہوا
پہنچ کے اوجِ کرامت پہ آفتاب ہوا ○
روضۂ پاک محمّدؐ مطلعِ انوارِ حق
جس نے دیکھا اس کو حاصل ہوگیا دیدارِ حق ○
تُو دل سے ذکرِ خدا کیا کر، زباں سے تعریفِ مصطفیٰؐ کر
فقط اسی شغل میں رہا کر، یہ کام ہر صُبح ہر مسا کر ○

۱۔ مشہور تذکرے "خزینۃ الاصفیا" کے مصنّف (مفتی صاحب نے ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ کو مدینہ طیبہ کی راہ کی ساتویں منزل میں ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔)

۲۔ مطبع صدیقی، فیروزپور (صفحات ۴۴ + ۲۲) پہلے ۲۲ صفحات پر مفتی غلام صفدر وکیل (جو مفتی غلام سرور کے بیٹے تھے) کا دیباچہ ہے اور "غزل در اظہارِ حالِ زیارتِ حرمین الشریفین" ہے۔ مفتی غلام صفدر (مولّف) کی ایک نعت اور ایک نظم بھی ہے ("دیوانِ وصالِ سرور" مفتی صاحب نے مکّہ معظمہ پہنچ کر تصنیف کیا (ص ۲۰)

سرؔور ② دیوانِ کلیاتِ سرورِ نعتیہ ۱

جہاں میں شکلِ احمدؐ بن کے وُہ نورِ قدیم آیا
محبّت کا احد کے درمیاں جب حرفِ میم آیا ○ ۲
رُسولؐ آئے تھے دُنیا میں دوستو جس رات
زمیں پہ سب کو نظر آگیا تھا جلوۂ ذات ○
وہ روشنی ہے نبیؐ کے رُخِ منور پر
کہ جس سے داغ ہے حیرت کا ماہِ انور پر ○

تمام دینوں سے ہے دینِ مصطفیٰ مضبوط
ہر ایک راستہ سے ہے یہ راستہ مضبوط
نبیؐ کی ذات ہے فرمانروائے ہفت اقلیم
فلک جھکاتا ہے جس کی طرف سرِ تسلیم ؎

۱۔ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس، لاہور ۱۹۱۰ (صفحات ۳۵۲)
۲۔ اس کتاب میں "دیوانِ وصالِ سرور" کی نعتیں بھی شامل کر دی گئیں۔ اس کی چھپائی مُصنّف نے مفت تقسیم کیں۔
۳۔ دیوانِ اوّل میں ۶۳۔اُردو نعتیں، ۴ فارسی نعتیں اور ایک نظم ہے۔ دیوانِ دو میں ۱۱۳۔اُردو نعتیں، ۱۴فارسی نعتیں، ۱۹ نعتیہ مخمس، ۳ نعتیہ مسدس، ۳ ترکیب بند، ۳ ترجیع بند، ایک دردد شمس الضحیٰ اور ۱۳ مناقب ہیں۔

سرور (۳) نعتِ سروری ؎

طریقت کا نبیؐ ہے رہنما، ہادی شریعت کا
حقیقت میں وہی واقف ہے اسرارِ حقیقت کا
یاں تلک ہے احمدؐ مختار تیرا اختیار
دے دیا حق نے تجھے دُنیا کا سارا اختیار
زباں پر ہے نبیؐ کا نام ہر روز — ثنا خوانی ہے میرا کام ہر روز
سرورِ عالمؐ گئے جب فرش سے بالائے عرش
ہوگیا اونچا مکان لامکاں تک پائے عرش
جب ہوئے پیدا بحکمِ کبریا لوح و قلم
ہو گئے نامِ محمدؐ پر فدا لوح و قلم ؎

۱۔ مطبع منشی نولکشور، کانپور - ۱۹۱۱ء (صفحات ۱۳۲)
۲۔ کتاب میں ۱۳۹۔ اردو اور ۲۰ فارسی نعتیں، ۷ مخمس، ایک مسدس، ۲۴ تضمینیں اور خلفائے راشدین کے دو مناقب ہیں۔ کتاب میں مفتی غلام سرور لاہوری کی ۷ نعتوں پر مرشد علی گیلانی کی تضمینیں ہیں۔

محمد سعید دہلوی — ترجمہ اردو منظوم قصیدہ بردہ شریف[1]

قصیدہ بُردہ شریف کے پہلے شعر کا ترجمہ یوں ہے[2]

کیا تجھے یاد آ گئے ہمسائیگان ذی سلم
ہو گئے جو اشک خون آلودہ جاری ایک دم

دو مزید اشعار کا ترجمہ بطور نمونہ دیا جاتا ہے۔

اے پناہِ جملہ عالم، کون ہے تیرے سوا
التجا جس سے کروں ہنگام غم، وقتِ الم ○

سب تری بخشش ہوئی ہے نعمت دنیا و دیں
کُل ترا دیکھا ہُوا ہے دفترِ لوح و قلم ○

۱۔ کتاب کا نام "شرح قصیدہ بُردہ شریف از علامہ محمد نور بخش توکلی" ہے۔ کتاب کے صفحہ ۱۱ تا ۲۶ پر قصیدہ بُردہ شریف اور اس کا یہ منظوم ترجمہ دیا گیا ہے۔ علامہ توکلی کی شرح بعد کے صفحات پر ہے۔
۲۔ نوری بک ڈپو، لاہور۔ بار اوّل ۱۹۷۷ء (صفحات ۸۸)

سعید وارثی[1] — ورشہ[2]

مدحت شاہِ دو عالم کا سلیقہ دے دے
میرے مالک، مجھے جبریل کا لہجہ دے دے ○

○ نظر ہے سوئے حرم، دل میں آرزوئے رسولؐ
کہاں سے کیجیے آغازِ جستجوئے رسولؐ

○ عصمتِ غنچہ و گل ٹھہرے نشانی اس کی
ایک پاکیزہ صداقت ہے کہانی اس کی

○ یہ وہم اہلِ خرد ہے ورنہ مجنونوں میں کہاں دُوئی
جو نورِ طیبہ میں جلوہ گر ہے جمالِ عرشِ عظیم بھی

○ جو نامِ اقدس حضورؐ کا ہے، وہی دوا ہے، وہی دعا ہے
میں ان کی نسبت سے محترم ہوں، کرم یہ میرے حضورؐ کا

۱۔ محمد سعید خاں

۲۔ بزمِ وارث، کراچی، بار اوّل ۔ ۱۹۸۷ء ۔ ص ۱۲۰

۳۔ کتاب میں ایک حمد، ایک حمدیہ قطعہ ۔ ۸۱ نعتیں اور ۲ نظمیں ہیں۔

سکندر لکھنوی

سحابِ رحمت ① [1]

○ لکھے کیا وصفِ انساں قاسمِ تسنیم و کوثر کا
بیاں ذرّے سے کب ہو حال خورشیدِ منوّر کا

○ نشانِ صحتِ ایماں ہے چاہت محمدؐ کی
وہ دل بیمار ہے جس میں نہیں الفت محمدؐ کی

○ لے چلے پھر سوئے طیبہ دل مجھے ۔ پھر نظر آنے لگی منزل مجھے

○ جو مرے سرکارؐ کا شیدا نہیں ۔ اس نے حکمِ کبریا سمجھا نہیں
جب ان کا کرم ہو جاتا ہے، جب ان کی عطا ہو جاتی ہے
آنکھیں بھی منور ہوتی ہیں، سینہ پہ جلا ہو جاتی ہے [2]

۱۔ خلیل بک ڈپو، کراچی ۔ بار دوم ۔ جون ۱۹۷۲ء (صفحات ۱۱۲)

۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں اور ۹۲ نعتیں ہیں۔

سکندر (۲) سفینۂ دل [1]

بنیادِ ایماں عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
○ سرمایۂ جاں عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

○ قبضہ ہے کائنات پہ شاہِ امم ترا
کوثر ہے تیری مِلک تو باغِ ارم ترا

کھلے ہیں بابِ کرم جس کے ہر گدا کے لیے
○ ترس رہا ہوں اسی شہرِ جانفزا کے لیے

میرے آقا جسے اک جام پلا دیتے ہیں
○ اس کے خوابیدہ مقدر کو جگا دیتے ہیں

جس کے دل میں شہِ کونین کی الفت ہوگی
○ اس کو محشر میں خوشی ہوگی، مسرت ہوگی [2]

۱۔ خلیل بک ڈپو، کراچی۔ بار اوّل۔ فروری ۱۹۷۹ (صفحات ۱۱۲)
۲۔ کتاب میں ۳ حمدیں، ۲ نعتیہ قطعات اور ۶۳ نعتیں ہیں۔

سکندر (۳) ارمغانِ حرم [1]

آج پورا دلِ پُرشوق کا ارماں کر لو
○ خوب جی بھر کے ثنائے شہِ خوباں کر لو [2]

کیا ہم کو زیاں کا ڈر، کب خوفِ خسارہ ہے
○ جب شافعِ محشر ہی محشر میں ہمارا ہے

مری دیوانگی میں جب کوئی نازک مقام آیا
○ خدا کے فضل سے نامِ محمد میرے کام آیا

نظر ہے سُوئے حرم، دل میں آرزوئے رسُولؐ
○ کہاں سے کیجئے آغاز جستجوئے رسولؐ

عصمتِ غنچہ و گُل ٹھہرے نشانی اس کی
○ ایک پاکیزہ صداقت ہے کہانی اس کی

یہ وہم اہلِ خرد ہے ورنہ مجنوں میں کہاں ڈوئی ہے
○ جو نورِ طیبہ میں جلوہ گر ہے جمالِ عرشِ عظیم بھی ہے

جو نامِ اقدس حضورؐ کا ہے، وہی دوا ہے، وہی دعا ہے
○ میں ان کی نسبت سے محترم ہوں، کرم یہ میرے حضورؐ کا ہے

۱- محمد سعید خاں

۲- بزمِ وارث، کراچی - بار اوّل - ۱۹۸۷ - ص ۱۲۰

۳- کتاب میں ایک حمد، ایک حمدیہ قطعہ - ۱۸ نعتیں اور ۲ نظمیں ہیں۔

سکندر لکھنوی ① سحابِ رحمت [1]

لکھے کیا وصف انساں قاسمِ تسنیم و کوثر کا
○ بیاں ذرّے سے کب ہو حال خورشیدِ منور کا

نشانِ صحتِ ایماں ہے چاہت محمدؐ کی
○ وہ دل بیمار ہے جس میں نہیں الفت محمدؐ کی

○ لے چلے پھر سوئے طیبہ دل مجھے - پھر نظر آنے لگی منزل مجھے
○ جو مرے سرکارؐ کا شیدا نہیں - اس نے حکمِ کبریا سمجھا نہیں

جب اُن کا کرم ہو جاتا ہے، جب ان کی عطا ہو جاتی ہے
آنکھیں بھی منور ہوتی ہیں، سینہ پہ جلا ہو جاتی ہے [2]

۱- خلیل بک ڈپو، کراچی - بار دوم - جون ۱۹۷۲ء (صفحات ۱۱۲)

۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں اور ۹۲ نعتیں ہیں۔

سکندر ② سفینۂ دل [1]

بنیادِ ایماں عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
○ سرمایۂ جاں عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

○ قبضہ ہے کائنات پہ شاہِ امم ترا   کوثر ہے تیری ملک تو باغِ ارم ترا

کھلے ہیں بابِ کرم جس کے ہر گدا کے لیے
○ ترس رہا ہوں اسی شہرِ جانفزا کے لیے

میرے آقا جسے اک جام پلا دیتے ہیں
○ اس کے خوابیدہ مقدر کو جگا دیتے ہیں

جس کے دل میں شہِ کونین ﷺ کی الفت ہوگی
○ اس کو محشر میں خوشی ہوگی، مسرت ہوگی [2]

۱۔ خلیل بک ڈپو، کراچی ۔ بار اوّل ۔ فروری ۱۹۷۹، صفحات ۱۱۲

۲۔ کتاب میں ۳ حمدیں، ۲ نعتیہ قطعات اور ۳۶ نعتیں ہیں۔

سکندر ③ ارمغانِ حرم [1]

آج پورا دلِ پُرشوق کا ارماں کر لو
○ خوب جی بھر کے ثنائے شہِ خوباں کر لو [2]

کیا ہم کو زیاں کا ڈر، کب خوفِ خسارہ ہے
○ جب شافعِ محشر ہی محشر میں ہمارا ہے

مری دیوانگی میں جب کوئی نازک مقام آیا
○ خدا کے فضل سے نامِ محمد میرے کام آیا

احسان میں کس واسطے لوں اور کسی کا
○ دامن ہے مرے ہاتھ میں جب میرے نبیؐ کا
اِک نگاہِ کرم کا ہوں منگتا، مجھ پہ چشمِ کرم ہو خدارا
○ آپ کے ماسوا یا محمدؐ، میرا کوئی نہیں ہے سہارا[۲]

۱۔ خلیل بک ڈپو، کراچی ۔ بار اوّل ۱۹۷۴ء (صفحات ۱۱۲)

۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۵۷ نعتیں اور ۲ نظمیں ہیں۔

۳۔ "ارمغانِ حرم" کے نام سے اقبال سہیل کا مجموعۂ نعت ۱۹۶۰ میں چھپا۔ ۱۹۷۷ میں راسخ عرفانی کا ایک نعتیہ مجموعہ بھی اسی نام سے شائع ہوا۔

سکندر (۴) سراجاً منیرا[۱]

جس دل میں لقائے شہِ ابرار نہیں ہے
○ قرآن یہ کہتا ہے، وہ دیندار نہیں ہے
زہے نصیب ملا یہ انعامِ شاہِ دنا
○ بنا دیا ہے خدا نے غلامِ شاہِ دنا
بلا شبہ ہے یہ عاصی پہ شفقتِ سرکارؐ
○ کہ جلوہ گر ہے مرے دل میں الفتِ سرکارؐ
وہ دل جو یادِ محمدؐ میں بے قرار رہا
○ خدا کا فضل و کرم اس پہ بے شمار رہا
روضے پہ جا رہی ہے امت تمہاری ساری
○ کب آئے گی اے آقا طیبہ میں ہماری باری[۲]

۱۔ خلیل بک ڈپو، کراچی ۔ بار اوّل ۱۴۰۰ھ (صفحات ۱۱۲)

۲ ۔ کتاب میں ایک حمد ، ۴۳ نعتیں ، ایک نعتیہ قطعہ ، ایک نظم اور ۶ مناقب ہیں ۔

سکندر ⑤ امام القبلتین ۱

جملہ نبیوں رسولوں کی صف میں افتخار رسولاں محمدؐ
○ مسندِ فقر کی شان و عظمت تاجداروں کے سلطاں محمدؐ

جو مصطفیٰؐ کی محبت میں کامیاب ہوئے
○ خدا کے لطف و کرم ان پہ بے حساب ہوئے

ہاتھوں میں میرے آپ کا داماں ہے یا رسولؐ
○ میری نجات کا یہی ساماں ہے یا رسولؐ

جو مسلماں چہرۂ والشمس پہ مائل نہیں
○ اس کے سینے میں ہے پتھر، درحقیقت دل نہیں

سکونِ قلب ملے ، روح کو قرار ملے
○ ہمیں بھی اذنِ حرم شاہِ ذی وقار ملے ۲

---

۱ ۔ خلیل بک ڈپو ، کراچی ۔ بار اوّل شوال ۱۴۰۱ھ (صفحات ۱۱۲)
۲ ۔ کتاب میں ۲ حمدیں ، ۴۳ نعتیں ، ۲۰ نعتیہ قطعات اور ۴ نظمیں ہیں ۔

سکندر ⑥ تسکین روح ۱

ان کے دربارِ اقدس میں جب بھی کوئی غمزدہ آگیا ، تشنہ کام آگیا
○ غم غلط ہو گئے ، معصیت دھل گئی ، مغفرت عافیت کا پیام آگیا

آنکھ یہ کس کی ہے اسے جلوۂ جاناں تیری
○ دل بھی تیرا ہے مری جاں بھی مری جاں تیری

○ ان کا کوئی جواب ، نہ کوئی مثیل ہے ۔ ان سا کوئی حسین نہ اُن سا جمیل ہے

○ ذکرِ شہِ بطحا سے کلی دل کی کھلی ہے
کیا صلِّ علیٰ وجہِ سکوں نامِ نبیؐ ہے

○ رُخِ زیبا تمامی خلق کو بھایا محمدؐ کا
خدا کو بھی قدِ موزوں پسند آیا محمدؐ کا ۲

۱۔ خلیل بک ڈپو، کراچی۔ بار دوم ۱۹۸۲ء (صفحات ۹۶)
۲۔ کتاب میں ۳ حمدیں اور ۶۵ نعتیں ہیں۔

سکندر (۷) سیّدالمرسلینؐ ۱

○ جو لطفِ شہِ دو جہاں دیکھتے ہیں وہ غیروں کی جانب کہاں دیکھتے ہیں
○ توجہ مرے حال پر مہرباں ہو نگاہِ کرم سرورِ بیکساں ہو

○ جو دل فدائے شافعِ روزِ جزا نہیں
ایمان کا بھی اس سے کوئی واسطہ نہیں

○ اضطراب اور بڑھایا دلِ شیدائی میں
یادِ طیبہ کی جو آئی شبِ تنہائی میں

○ مدحِ شہِ انام کئے جا رہا ہوں میں
بس ایک نیک کام کئے جا رہا ہوں میں

۱۔ خلیل بک ڈپو، کراچی۔ بار اوّل ۱۴۰۳ھ (صفحات ۱۱۲)
۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۳۲ نعتیں، ایک نظم اور ایک قطعہ ہے۔

سکندر (۸) ممدوحِ کائنات ۱

○ درخشاں ہو گئے داغِ نہاں جب قلبِ بسمل میں
جمالِ مصطفیٰؐ آیا نظر پھر آنکھ کے تل میں؟

عیاں ہے اُن پہ ہر اک جرم، ہر خطا میری
○ ہیں روشناس حقیقت سے مصطفیٰ میری
شرابِ عشقِ احمدؐ سے جو دل سرشار ہوتے ہیں
○ اُنھی قلبوں میں جلوہ گر مرے سرکارؐ ہوتے ہیں
کرم کی جس پہ نگاہ حضورؐ ہو جائے
○ وہ دو جہان کی فکروں سے دور ہو جائے
دیتے ہیں اجازت جسے سرکارِ مدینہ
○ ہوتا ہے اسی فرد کو دیدارِ مدینہ ۲

۱۔ خلیل بک ڈپو، کراچی بار اوّل ۱۹۷۶ (صفحات ۱۱۲)
۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں۔ ۴۶ نعتیں، ۴۰ مناقب، ۲ نظمیں اور ایک قطعہ ہے۔

سکندر ⑨ قاسم خُلد ۱

کرم مجھ بے نوا پر خالقِ ارض و سما کا ہے
○ کہ میرے ہاتھ میں دامن حبیبؐ کبریا کا ہے
دل کا سکون و چین تو طیبہ کے در میں ہے
○ تسکینِ روح دامنِ خیر البشرؐ میں ہے
○ کیا بشر کر سکے گا ثنا آپ کی، کیا کرے گا بشر احترام آپ کا
جس قدر رفعتیں عقلِ انساں میں ہیں ان سبھوں سے ہے بالا مقام آپ کا
○ رم جھم رم جھم نور کی بارش، طیبہ کی برسات نہ پوچھو
رحمتِ عالم فخرِ رسلؐ کے لطف و کرم کی بات نہ پوچھو
پھر مدینے چلو پھر مدینے چلو
○ زخم ہائے نہاں دل کے سینے چلو ۲

ا۔ خلیل بک ڈپو کراچی ۔ بار اوّل ۱۹۸۰ (صفحات ۱۱۲)
۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۵۸ نعتیں، ۶ نعتیہ قطعات اور ۴ نظمیں ہیں۔

سکندر ۱۰ میخانۂ عرفان ۱

"میخانۂ عرفان" سکندر لکھنوی کے مناقب کا مجموعہ ہے جس میں ایک نعتیہ مخمس اور ایک سلام بھی ہے۔ مخمس کا پہلا بند اور سلام کا مطلع دیکھئے۔

انہیں محبوبِ خالق نائبِ غفار کہتے ہیں
یتیموں بیکسوں کا حامی و غم خوار کہتے ہیں
غریب و بےنوا کشتی کا کھیون ہار کہتے ہیں
محمدؐ کو زمیں والے شہِ ابرار کہتے ہیں
فلک والے فلک پر احمدؐ مختار کہتے ہیں

کہنا اے زائر طیبہ مرا سرورؐ کو سلام ۲
میرے آقا، مرے داتا مرے رہبر کو سلام

ا۔ خلیل بک ڈپو، کراچی ۔ بار دوم ۱۹۸۳ (صفحات ۱۱۲)
۲۔ کتاب میں ایک حمد، ۲ نعتیں، ۹۷ مناقب اور ۱۵ منقبتیہ قطعات ہیں۔

سیّد علی اکبر سلیم ۱ ثنائے حبیبؐ ۲

○ کون و مکاں کے مالک و مختار آپؐ ہیں
اس ساری کائنات کے سردار آپؐ ہیں ۳

○ مقدر کو یارب! وہ دن بھی عطا ہو
سرِ بےنوا ہو، درِ مصطفیٰؐ ہو

ہے ذرّہ ذرّہ متاعِ نظر مدینے میں
کہ بس رہے ہیں شہ بحر و بر مدینے میں ○
محبوبِ رب کہ جانِ تمنّا کہیں جسے
ظلماتِ زندگی کا اُجالا کہیں جسے ○
جس کی چوکھٹ پہ شہنشاہوں کا سر جھکتا تھا
جس کی درگاہ میں جبریل کا دم رکتا تھا ۴ ○

۱۔ تاریخ وفات ۲۱ مارچ ۱۹۱۵ء
۲۔ مرتبہ محمد اکرم رضا ، غازی علم الدینؒ شہید اکیڈمی ، لاہور ۔ بار اول ۱۹۸۶ء (صفحات ۶۴)
۳۔ کتاب میں ۱۶ نعتیں ، ۲ قطعات ، ایک نظم اور ۳ مناقب ہیں ۔
۴۔ محمد علی ظہوری کا ایک انتخاب نعت ستمبر ۱۹۵۸ء میں مرکزی بزمِ ظہور لاہور نے " ثنائے حبیبؐ " کے نام شائع کیا تھا ۔

اقبال سہیل[۱] (۱) موجِ کوثر [۲]

کتاب میں دو طویل نعتیں ہیں ۔ پہلا " قصیدۂ نعتیہ " ہے جس کا مطلع یہ ہے ۔

کرے تارِ شعاعی لاکھ اپنی سعیٔ امکانی
رفو ہوتا نہیں ہے صبح کا چاکِ گریبانی

اسی میں معراج کے عنوان کے تحت اشعار ہیں جن کا پہلا شعر ہے ۔

شہنشاہِ سریرِ قاب قوسین احمدِ مرسلؐ
شبِ اسرا میں جس کا فرش رہ تھا کاخِ لیوانی ○

دوسری طویل نعت " صلی اللہ علیہ وسلم " ردیف میں ہے جس کا مطلع اور مقطع یہ ہیں ۔

○ احمدِ مُرسل فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
منظہرِ اوّل، مُرسلِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم

○ نظمِ سہیل اُن کا ہی کرم ہے ورنہ یہاں کب تابِ رقم ہے
اِنَّ اللہ تعالیٰ اعلم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ اقبال سہیل وہی ہیں کہ جب علامہ اقبالؒ نے مولانا حسین احمد مدنی کے نظریۂ قومیت کے خلاف تین شعر کہے جس میں انہیں مشورہ دیا کہ "بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست" تو اقبال سہیل نے اقبال کو جواباً مشورہ دیا کہ "بگیر راہِ حسین احمد ار خدا خواہی۔" اقبالؒ نے کہا تھا کہ " اگر باؤ نہ رسیدی، تمام بولہبی ست" اقبال سہیل نے جواب میں کہا

نظر نہ بودن دبا دیدہ در در افتادن
دوگونہ شیوۂ بوجہلی و بولہبی ست (اقبال، قائدِ اعظم اور پاکستان از راجا رشید محمود ص ۴۹)

۲۔ مطبوعہ نامی پریس، لکھنؤ (صفحات ۳۲)

۳۔ قصیدۂ نعتیہ میں ۸۹ اشعار ہیں

۴۔ یہ ۸۶-۱ اشعار پر مشتمل ہے۔

اقبال سہیل ② ارمغانِ حرم [1]

● پہلے ایک مثنوی "حکایت ہستی" ہے۔ پھر قصائدِ نعت شروع ہوتے ہیں پہلے دو قصیدے "قصیدۂ نعتیہ" اور "موجِ کوثر" وہی ہیں جو کتاب "موجِ کوثر" میں چھپے۔ تیسرے اور چوتھے قصیدوں کے مطلع ہیں۔

○ سرشتِ حسن تغافل مزاجِ عشق غیور
وہ التفات سے، ہم التجا سے ہیں معذور

مکتبِ عشق میں ہنوز طفلِ خرد ہے مبتدی
ورنہ ہے باصرہ فروزِ جلوۂ حسنِ سرمدی ○

پھر ایک خمسہ نعتیہ[2] ہے جس کا پہلا بند یوں ہے۔

بہارستانِ ہستی کے لیے دورِ شباب آیا
رگِ فطرت میں ریعانِ نمو کا اضطراب آیا
نظامِ آفرینش کو پیامِ انقلاب آیا
فضائے کن فکاں میں پرچمِ ختمی مآب آیا [3]
شہنشاہِ دوعالم، مہبطِ اُمّ الکتاب آیا [4]

پھر ایک غزل نعتیہ ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمدؐ رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا، وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا ○

۱۔ (مرتبہ افتخار اعظمی) مرکزِ ادب لکھنؤ۔ طبع اول ۱۹۶۰ (صفحات ۲۶۲)

۲۔ کل گیارہ بند ہیں

۳۔ آخر میں ۱۴ قصائد منقبت شاملِ کتاب ہیں۔

۴۔ بعد میں "ارمغانِ حرم" کے نام سے سکندر لکھنوی اور راسخ عرفانی کے مجموعہ ہائے نعت چھپے (بالترتیب ۱۹۷۴ اور ۷۷ ۱۹ میں)

سہیل اختر — توسِ عقیدت [1]

قرارِ خاطرِ ناکام ہے حضورؐ کا نام
علاجِ گردشِ ایام ہے حضورؐ کا نام ○

خواہشیں دل میں جو گم سم ہیں دفینے کی طرح
تو جو چاہے تو دمک اٹھیں نگینے کی طرح ○

کوئی منبعِ جود و سخا، نہیں اُس کے بعد کوئی نہیں
○ کوئی پیکرِ صدق و صفا، نہیں اس کے بعد کوئی نہیں
مرکزِ عقبیٰ و دُنیا ہے۔ بتاؤ کون ہے
○ جو حبیبِ ربِّ کعبہ ہے۔ بتاؤ کون ہے
سکونِ دل، انیسِ جاں حضورؐ تھے حضورؐ ہیں
○ علاجِ گردشِ جہاں حضورؐ تھے حضور ہیں ۲

سیّد محمد اشرفی ۱ — فرش پر عرش ۲

کتاب میں ڈیڑھ سو منظومات ہیں جن میں سے بیشتر نعتیں ہیں۔ چند مناقب اور کچھ نظمیں ہیں۔ چند غزلیں بھی ہیں جن میں تصوّف کا رنگ غالب ہے۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔

بہاروں پر ہے کیا باغ و بہارِ گنبدِ خضرا
○ کہ جنّت کی بہاریں ہیں نثارِ گنبدِ خضرا
بے پردہ تھا گنجینۂ پنہاں شبِ معراج
○ اللہ کی قدرت تھی نمایاں شبِ معراج
ازل کی صبح میں ہے جلوہ ریز روئے رسولؐ
○ ابد کی شام پہ سایہ فگن ہے موئے رسولؐ
مِل نہیں سکتا خدا، اُن کا وسیلہ چھوڑ کر
○ غیر ممکن ہے کہ چڑھ جائے چھت پہ، زینہ چھوڑ کر

۱۔ وجدان پبلی کیشنز، کوئٹہ۔ طبع اوّل۔ مارچ ۱۹۸۴ (صفحات ۱۶۰)
۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۱۳۰ نعتیں، ۲۱ مناقب، ۲۷ نظمیں اور ۱۹ قطعات ہیں۔

محمدؐ مصطفیٰ کا نام نامی اسم اعظم ہے
یہاں بھی، حشر میں بھی، قبر میں بھی دافعِ غم ہے

۱۔ ابوالمحامد سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی
۲۔ (مرتبہ قاسم محمد اشرفی) یونیورسل یعقوب پریس بمبئی ۱۳۷۵ھ (صفحات ۲۷۲)

نثار احمد سیفی

شعلۂ عشق [1]

فخرِ رسالت جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
شمسِ نبوت نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

ہو گئی جس پہ بھی نگاہ رسولؐ
اس کی ہر بات ہو گئی مقبول

تم مطلعِ انوار ہو، تم ماہ جبیں ہو
تم صاحبِ لولاک ہو، تم نورِ مبیں ہو

حبیبِ خدا سے جسے لو لگی ہے
حقیقت سے اس کو ملی آگہی ہے

مجھے عشق جنوں پرور عطا ہو یا رسولؐ اللہ!
تمہارا غم انیسِ بے نوا ہو یا رسولؐ اللہ [2]

۱۔ المعارف۔ لاہور (صفحات ۱۰۶)
۲۔ کتاب میں ۳ حمدیں، ۱۵ نعتیں، ۱۴ مناقب، ۶۵ غزلیں، ایک نظم اور ۳ قطعات ہیں۔

سیماب اکبر آبادی[1]   ساز حجاز[2]

رسول اللہ کی آمد ہے عبد اللہ کے گھر میں
○ خدا پیغام بن کر آئے گا بندے کے پیکر میں

سکوت راز و مجاز میں تھا معاملہ جلوہ گستری کا
○ انہیں خود آنا پڑا بالآخر نقاب لے کر پیمبری کا

سب ہمیں معلوم راز نغمۂ اسلام ہے
○ ہے گواہی آپ کی ، باقی خدا کا نام ہے

سواد طور سے ہے ان کی چشم سرمگیں پیدا
○ کوئی میری نظر سے دیکھنے والا نہیں پیدا

گلخانۂ ہستی کی بنا احمد مختار
○ گرمئ رگ نشو و نما احمد مختار [3]

۱۔ عاشق حسین

۲۔ سیماب اکادمی پاکستان ، کراچی ۔ اشاعت اول جون ۱۹۸۲ (صفحات ۱۸۴)

۳۔ کتاب میں ۲ حمدیں ، ایک دعا ، ۴۳ نعتیں اور ۳ نظمیں ہیں ۔

قارئینِ محترم سے التماس

میری صلاحیتیں والدین کے حسن تربیت کے باعث نعت کی خدمت کے مختص ہوئی ہیں۔ اس لیے اگر آپ کو ماہنامہ نعت میں کوئی چیز پسند آجائے تو والدِ مرحوم (راجا غلام محمد صاحب) کی بلندی درجات کے لیے دعا کریں۔ (ایڈیٹر)

نذرانۂ مخدوم

اے صاحبِ لولاکَ لما، غایتِ تخلیق — ہے صبحِ ازل تیری تجلّی سے ضیابار
اور شامِ ابد ہے ترے انوار سے روشن — واللیل ہیں گیسو ترے، والشمس ہیں رُخسار

صورت سے ہویدا ہے مصوّر کی جلالت — سیرت تری صورت گرِ تقدیسِ خدا ہے
منشائے قیامت ہے ترا جلوۂ قامت — قد ہے کہ تخیّل کی بلندی سے وَرا ہے

گردن کہ سرافگندہ ہے گردوں کی بلندی — سر ترا سرِ عرشِ معلّٰی سے سرافراز
آنکھوں میں سراپردۂ اسرار کے جلوے — گویائی میں گویا ہیں مسیحائی کے اعجاز

سینہ ترا گنجینۂ اسرار و معارف — لب دشمنِ جاں کے لیے لبریزِ دعا ہے
وہ حُسنِ تکلّم کہ رواں کوثر و تسنیم — باتوں کی لطافت ہے کہ جنّت کی ہوا ہے

دیدار ہے ہر کُلفتِ ہستی کا مداوا — ماتھا ہے کہ دنیا کی بدلتی ہوئی تقدیر
پنہاں ترے ہر بول میں انمول خزانہ — اُسوہ ترا قرآنِ مکرّم کی ہے تفسیر

ہر لفظ ہے تسکینِ دل و جاں کا ساماں
گفتار کا لہجہ ہے کہ رفتارِ صبا ہے
سوچیں تو "وَمَا یَنطِقُ" اک راز ہے جیسے
کوئی تری آواز کے پردے میں چھپا ہے

ہر مانگ جہاں کی ہو تری مانگ سے پوری
جس شے کی ہو انساں کو تمنّا، وہ بہم ہے
آسائشِ دو کون ترا سایۂ گیسو
ہر جادۂ تہذیب تری زلف کا خم ہے

تکوین کا باعث ہے تری ذاتِ مقدس
یہ جلوۂ صد رنگ تری ضَو کے سبب ہے
فرمانِ خدا ہے ترے ابرو کا اشارہ
تقدیر کہیں جس کو، تری جنبشِ لب ہے

حرمین کی عزّت ترے نقشِ کفِ پا سے
حسنین رض کی عظمت ترا فیضانِ نظر ہے
دارین میں چلتا ہے ترے نام کا سکّہ
کونین سے اُس پار تری گردِ سفر ہے

جو بات تری ذات سے منسوب، وہ حکمت
جو کام ترے نام سے وابستہ وہ معیار
جو فعل ترے امر کے تابع، وہ اطاعت
ہے کفر، ذرا سا بھی ترے حکم کا انکار

ایمان تری ذات سے اظہارِ محبّت
اسلام، ترے حکم پہ خم ہو سرِ تسلیم
قرآن قصیدہ ہے تری شان کا آقا
عرفان کا زینہ ہے ترے نام کی تعظیم

ذرّہ ترے نعلین سے چھو جائے تو انجم
تائید نہ ہو تیری تو کعبہ بھی صنم ہے
ہے دین بلا چون و چرا تیری اطاعت
توحید کا آئینہ ترا نقشِ قدم ہے

ہے روحِ معیشت ترا پیغامِ مساوات
اور جانِ تمدن ترا سرمایۂ تہذیب
اقوام کو اسلام کی وحدت میں سمویا
اجسام میں جیسا کہ عناصر کی ہے ترکیب

بخشش کا وہ انداز کہ دشمن بھی پُر امید
رحمت کی گھٹا سایۂ دامانِ کرم ہے
رُتبے کی بلندی پہ تخییل سے آگے
ادراک سے مافوق ترا جاہ و حشم ہے

صدیقؓ ترا مطلعِ دیوانِ رسالت
فاروقؓ ترے نخلِ تمنا کا ثمر ہے
عثمانؓ ہے پہچان تری شانِ غنا کی
حیدرؓ تری تطہیر کا تابندہ گہر ہے

اے خواجۂ کیہاں، تری توصیف کا صدقہ
مل جائے قلم کو مرے اسلوبِ نگارش
نادار پہ عصیاں کا بہت بار ہے آقا
محشر میں مری کیجیے پُر زور سفارش

یہ فکر کے تیشے سے تراشے ہوئے الفاظ
یہ عقل کے معیار پہ جانچے ہوئے مفہوم
وارفتگیٔ شوق کا موہوم سا خاکہ
یہ چند خزف ریزے ہیں نذرانۂ مخدوم

ڈاکٹر مخدوم (حافظ آباد)

معذرت

بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر اس مرتبہ "نعت لائبریری کے لیے عطیات" کا اعلان سے شامل اشاعت نہیں کیا جارہا۔ اِن شاء اللہ آئندہ اشاعت اس سے خالی نہیں ہوگی

نعت

ہیں معنیٔ کُن، خلق کا مصدر ہیں محمدؐ
انسان کی تقویم کا محور ہیں محمدؐ

یہ قُرب کسی اور کو حاصل ہے نہ ہوگا
محبوبِ خدا شاہدِ داور ہیں محمدؐ

افضل سے بھی افضل سے بھی افضل ہیں بلاشک
بہتر سے بھی بہتر سے بھی بہتر ہیں محمدؐ

مایوس ہو کیوں آؤ سرابوں سے نکل کر
اے تشنہ لبو! ساقیٔ کوثر ہیں محمدؐ

اللہ رے پرواز، ابھی فرش نشیں تھے
دیکھا تو ابھی عرشِ عُلا پر ہیں محمدؐ

وُسعت کی کوئی حد نہ تعیُّن نہ کنارا
وہ جود و سخاوت کے سمندر ہیں محمدؐ

ہرچند گنہگار و خطاکار ہوں تابش
ایماں ہے مرا شافعِ محشر ہیں محمدؐ

تابش صمدانی (ملتان)

نعت

قدسیوں کا شعار نعتِ نبیؐ — شغلِ پروردگار نعتِ نبیؐ
جنّتِ مشکبار نعتِ نبی — رحمتِ کردگار نعتِ نبی
نعت لوح و قلم کی زینت ہے — تو بھی لکھ بے شمار نعتِ نبی
نعت حوروں کا ہے حسیں نغمہ — تو بھی گا بار بار نعتِ نبی
پردۂ ذہن سے نمایاں ہو — تا بکے انتظار نعتِ نبی
دھڑکنیں، حسرتیں، تمنّائیں — تیرے اوپر نثار نعتِ نبی
آگہی، سادگی، خلوصِ دل — جذبۂ بیقرار نعتِ نبی
اشتیاق، احترام، عزّ و وقار — احتیاط، انکسار نعتِ نبی
عشرتیں، رحمتیں، نیاز و ناز — ہر طرح پُر بہار نعتِ نبی
تیرے الفاظ ہوں گہر پارے — شعر ہوں زرنگار نعتِ نبی
چاندنی، دھوپ، روشنی، تابش — ہر جگہ جلوہ بار نعتِ نبی

تو صبا کی حیات کا حاصل
تجھ پہ سب کچھ نثار نعتِ نبیؐ

صبا متھراوی (کراچی)

حُسن کی بات کہ سیرت کا حوالہ لکھوں
ان کے اوصاف پہ بھرپور مقالہ لکھوں

بادشاہوں کے قصائد کی روش سے ہٹ کر
نعت کے رنگ میں ہر لفظ نرالا لکھوں

چاند کیا، چاند کے انوار کی وقعت کیا ہے
برقِ فاراں کو محمدؐ کا اُجالا لکھوں

نکہتِ گُل کو کہوں زُلفِ حسیں کی خوشبو
چڑھتے سورج کو رُخِ پاک کا ہالہ لکھوں

دیکھ کر شہرِ مقدّس کے مہکتے رستے
اُن کے ہر نقشِ قدم کو گُلِ لالہ لکھوں

جی میں آتا ہے، ملے اِذنِ تکلّم تو انہیں
اپنے الفاظ میں عظمت کا ہمالہ لکھوں

جس کی رفعت کا ٹھکانا ہی نہیں ہے راسخ
کیوں نہ اُس ذات کو توصیف سے بالا لکھوں

(راسخ عرفانی گوجرانوالہ)

اگر طیبہ نہ ہوتا دیکھنے کو
تو پھر دنیا میں کیا تھا دیکھنے کو
نہ لپکو ہر تماشا دیکھنے کو
نظر مانگو وہ جلوہ دیکھنے کو

شبِ اسرٰی محمدؐ کو بلایا
خدا نے اپنا جلوہ دیکھنے کو
وہ جس نے دیکھا ہے اک بار طیبہ
تڑپتا ہے دوبارہ دیکھنے کو

یمِ رحمت نے دھویا ایسا دامن
رہا کوئی نہ دھبّا دیکھنے کو
اگر تکمیل حج کی چاہتے ہو
چلو کعبہ کا کعبہ دیکھنے کو

نظر آئے مدینہ ہی مدینہ
وہ آنکھیں دے خدایا دیکھنے کو
چلا تھا نور سے جب نور ملنے
زمانہ رک گیا تھا دیکھنے کو

ہلالِ گنبدِ خضرٰی سے پہلے
نہ ملتا تھا اُجالا دیکھنے کو

سیّد ہلال جعفری (ملتان)

زینت دوسرا مدینہ ہے
مسکنِ مصطفیٰؐ مدینہ ہے

حسن کی ابتدا مدینہ ہے
عشق کی انتہا مدینہ ہے

خُلدِ اطہر بھی اس پہ قُرباں ہے
خطۂ جاں فزا مدینہ ہے

کیوں پریشاں ہیں چارہ گر میرے
دردِ دل کی دوا مدینہ ہے

عاشقانِ حبیبِؐ حق کے لیے
نعمتِ بے بہا مدینہ ہے

طالبانِ کرم! چلو مل کر
مخزنِ ہر عطا مدینہ ہے

دونوں عالم کی وسعتوں میں قمر
ایک شہرِ وفا مدینہ ہے

قمر یزدانی

آئندہ خاص نمبر

جولائی ۱۹۸۸ء نعتِ قُدسی (حصّہ دوم)

○

رُخِ فلک پہ جو روشن ہیں کہکشاں کے چراغ
یہ ہیں نقوشِ قدومِ شہِ جہاںؐ کے چراغ

ہوئی ہے صحنِ چمن میں حضورؐ سے رونق
اُنہی کے دم سے فروزاں ہیں گلستاں کے چراغ

بہ فیضِ حُسنِ ولائے محمدِ عربی
مثالِ ماہِ منوّر ہیں قلب و جاں کے چراغ

زمیں کو ایسے ستارے حضورؐ نے بخشے
کہ مانند جن کے مقابل ہیں آسماں کے چراغ

بُجھا سکی نہ اُنہیں کفر و شرک کی آندھی
جلے جو سرورِ عالمؐ کے آستاں کے چراغ

ہوا تھا ذکرِ نبیؐ ایک دن یہاں خالدؔ
سدا رہیں گے فروزاں مرے مکاں کے چراغ

محمد خالد سجنبلی (گوجرانوالہ)

○

بشکریہ

ظہور سانچو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

سائٹ ایریا، کورنگی، کراچی

"نعت" کے گزشتہ شمارے

نہ اِس جہاں میں ، نہ اُس عالمِ مثال میں ہے
وہ روشنی جو ترے قریۂ جمال میں ہے

یہاں تو بُعد میں بھی لذّتیں ہیں قُربت کی
یہاں تو ہجر بھی کیفیتِ وصال میں ہے

ہزار صدیوں پہ پھیلا ہے لمحۂ معراج
زمانہ بھٹکا ہوا روز و ماہ و سال میں ہے

اُسی پہ خُلقِ جہاں کی اساس رکھی گئی
وہ حُسن جو تری سیرت کے خدوخال میں ہے

یہ دَر ہے مُحسنِ انسانیت کا دَر انورؔ
یہاں جواب کی آسودگی سوال میں ہے

پروفیسر انور جمال (ملتان)

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ **نعت** کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ **نعت** کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

حضور آپ نہ ہوتے تو ہم کہیں کے نہ تھے

ایچ-ایم-یوسف بھٹی

پارٹنرز

الحبیب ٹیکسٹائل بلیچنگ ملز

۴۷ اے گارڈن ویسٹ کراچی ۳

فون نمبرز: ۷۱۶۶۷۰ / ۱۶۶۲۲:

۲۳۲۸۴۴، ۳۰۰۳۲

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

سانحۂ ارتحال

میرے والدِ ماجد جناب راجا غلام محمد (صدر ادارۃ ابطالِ باطل) ۲۹ رمضان المبارک (پیر) کو واصلِ بحق ہو گئے۔ ۷ مئی کو راجا صاحب علیہ الرحمہ کو ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی اور جناب حفیظ تائب نے بارگاہِ رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہدیۂ نعت پیش کیا۔

ابا جان کو نعت سے بہت محبت تھی۔ اُنہی کی تربیت نے نعتِ نبیؐ کو میری زبان و قلم کا غازہ بنا دیا۔ اس لیے ان شاء اللہ اُن کے چہلم کے سلسلے میں ایک محفلِ نعت انعقاد پذیر ہو گی۔

ایڈیٹر

ایوانِ نعت (رجسٹرڈ)

ایوانِ نعت ایک غیر سیاسی رجسٹرڈ ادارہ ہے جو محض فروغِ نعت کے مقصد کے لیے کوشاں ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ اس نام کو غیر قانونی طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ انہیں متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس حرکت سے باز رہیں اور ایوانِ نعت کا نام کسی طرح استعمال نہ کریں۔

جنرل سیکرٹری
ایوانِ نعت رجسٹرڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعتِ قدسی

مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی! — دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
من بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم — اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی
چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر — اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی
بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز — زنگی و رومی و طوسی و عراقی، حلبی
ذاتِ پاکِ تو چو در ملکِ عرب کردہ ظہور — زاں سبب آمدہ قرآں بہ زبانِ عربی
نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام — زیں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی
نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را — بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی!
شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گذشت! — بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی
ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات — رحم فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی
عاصیانیم ز ما نیکیٔ اعمال مپرس — سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی
نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم — زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

محمد جان قدسی

ماہنامہ
نعت
لاہور
جلد ۱
شمارہ ۷
جولائی ۱۹۸۸ء

نعتِ قدسی

○ ایڈیٹر : راجا رشید محمود

○ معاون : ضیاء الحق قریشی ایم اے

مشیرِ خصوصی :
چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مشیرِ قانونی :
شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

○ خطاط : جمیل احمد قریشی تنویر رقم
محمد یوسف نگینہ
خلیل احمد نوری

○ مینجر : اظہر محمود

قیمت ——
فی شمارہ : ۱۰ روپے
زرِ سالانہ : ۱۲۰ روپے

○ دفتر رابطہ :
۱۸۔ راحت مارکیٹ
اردو بازار۔ لاہور۔ فون ۵۸۶۶۶

○ پرنٹر : محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز، لاہور

○ پبلشر : راجا رشید محمود

○ بائنڈر : خلیفہ عبدالمجید
بک بائنڈنگ ہاؤس۔ ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مقامِ اشاعت
اظہر منزل مسجد سٹریٹ ۵
نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ
لاہور ۵۴۵۰۲

محکمہ تعلیم پنجاب کے سرکلر نمبر ایس او (پی آئی) ۴-۱۴۷/۸۸ کی رو سے منظور شدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قدسیؔ نے سگِ سرکارؐ سے نسبت کی، پھر اس پر سخت ندامت محسوس کی۔ اِس خیال سے کہ آقا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے کوچے کے کتّے سے نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے۔

ایسے مؤدّب نعت گو کے حالات میرے آپ کے سامنے ہوں یا نہ ہوں، اُس کے آقا و مولا (علیہ الصلوٰۃ والثنا) کی نظر میں تو ہیں۔ وہاں تو اُس کی اِس نعت کی پذیرائی یوں ہو گئی کہ یہ نعت بچّے بچّے کی زبان پر جاری رہی، بڑے بڑوں نے اِس کی تضمین کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اردو اور فارسی میں اِس نعت کی اتنی تضمینیں ہوئی ہیں کہ اِس سے پہلے یا بعد میں کسی اور نعت کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہُوا۔
اِس نعت میں الفاظ کی شوکت اور صنائع بدائع کی بھرمار نہیں ہے ــــ جذبے کی کارفرمائی ہے، محبت کی فراوانی ہے، عقیدت کا مکمل دخل ہے ــــ اِس نعت کا شاعر بارگاہِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہاتھ باندھے کھڑا نظر آتا ہے، اور مدحتِ سرکارؐ کے باب میں یہی سعادت فن کی معراج ہے۔

یہ قدسیؔ، مشہدی ہو یا دہلوی ــــ ہمارا رہنما ہے۔
خدا کرے ہمیں بھی دربارِ سرکارؐ میں باادب کھڑا ہونا نصیب ہو!

تضمینیں

زمینِ قدسی میں نعتیں

بسم الله الرحمن الرحیم

نعتِ قدسیؒ

مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی! — دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

من بے دل بہ جمال تو عجب حیرانم — اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر — اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز — زنگی و رومی و طوسی و عراقی، حلبی

ذاتِ پاک تو چو در ملکِ عرب کردہ ظہور — زاں سبب آمدہ قرآں بہ زبانِ عربی

نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام — زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را — بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گذشت! — بہ مقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

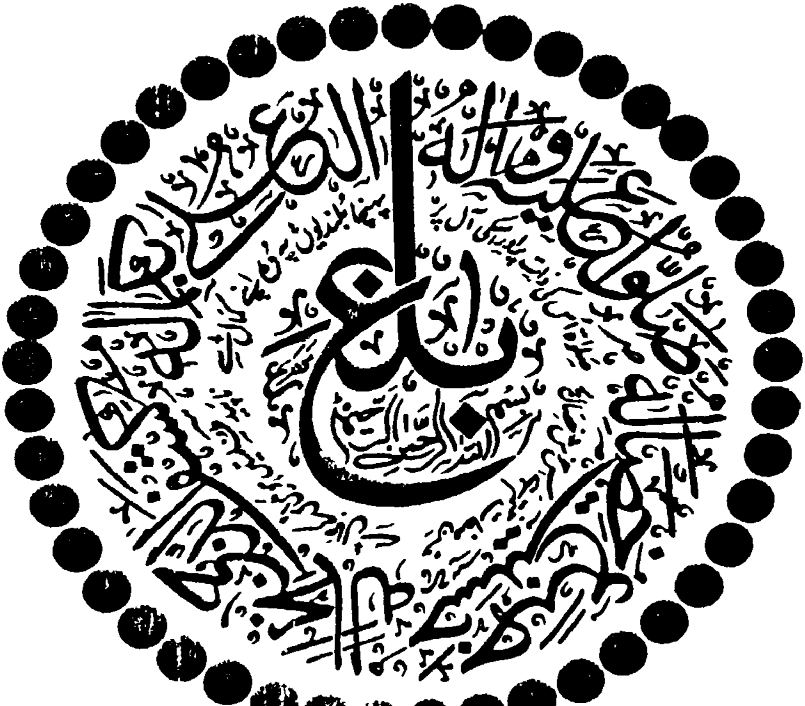
ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات — رحم فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی

عاصیانیم ز ما نیکئ اعمال مپرس — سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم — زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی

آمد سوئے تو قدسی پئے درمانِ طلبی



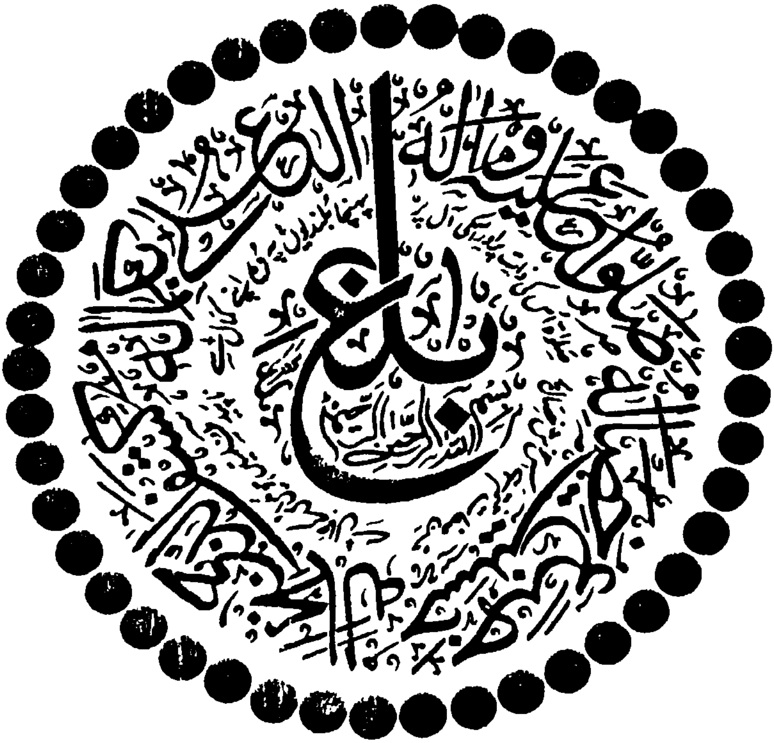
قدسی و نعتِ قدسی

"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی" مشہور نعت ہے جس کے مقطع میں (آمدہ سوئے تو قدسی پئے درمان طلبی) قدسی کا تخلص استعمال ہوا ہے۔ مختلف کتابوں میں اِس قدسی سے مراد حاجی محمد جان قدسی[۱] لیے گئے ہیں جو مشہدِ مقدس میں پیدا ہوئے[۲]۔ مرآۃ الخیال میں ہے "قدسی حاجی محمد جان کا تخلص جو اس نے اس لیے اختیار کیا کہ وہ مشہد (مقدس) کا رہنے والا تھا" (ص ۸۵)[۳]

کسی تذکرے میں محمد جان قدسی کا سنِ ولادت نہیں ملتا۔ البتہ رفعت طاہرہ نقوی نے اپنے ایم اے کے مقالے "غزلیاتِ قدسی" کے مقدمے میں "بادشاہ نامہ" از عبدالحمید لاہوری کے حوالے سے قدسی کا ۱۰۴۲ھ میں ہندوستان آنا تسلیم کیا ہے اور قدسی کے ان شعروں کے حوالے سے جس میں انہوں نے پچاس برس کی عمر میں ہندوستان آنے کی بات کی ہے، ان کا سنِ ولادت ۹۹۲ھ لکھا ہے۔ "ارمغانِ نعت" کے مرتبین نے بھی اُن کے بعض اشعار کے حوالے سے کہا ہے کہ وہ ۱۵۸۲ء کے قریب پیدا ہوئے۔[۴]

قدسی کے والدین اور رشتہ داروں کے بارے میں معلومات نہیں ملتیں، البتہ "سفینۂ خوش گو" میں بندرابن داس نے لکھا ہے کہ جب وہ ہندوستان آئے تو ان کے دو بیٹے اور خاندان کے دوسرے افراد مشہد میں موجود تھے۔ رفعت طاہرہ نقوی نے اپنے مقالے میں اعظمی کے حوالے سے لکھا ہے کہ قدسی کے ایک بیٹے کا نام محمد باقر تھا جو جوانی میں فوت ہوا۔[۵] باقی دو بیٹوں کا نام نامعلوم ہے۔

محمد جان قدسی سفرِ ہند سے پہلے حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔[۶] "اُردو دائرۂ


بلاغ
بسم الله الرحمن الرحيم

(۵)

قُدسی و نعتِ قُدسی

"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی" مشہور نعت ہے جس کے مقطع میں (آمدہ سُوئے تو قدسی پئے درمان طلبی) قدسی کا تخلص استعمال ہوا ہے۔ مختلف کتابوں میں اس قدسی سے مراد حاجی محمد جان قدسی لیے گئے ہیں[1] جو مشہد مقدس میں پیدا ہوئے[2]۔ مرآۃ الخیال میں ہے "قدسی حاجی محمد جان کا تخلص جو اس نے اس لیے اختیار کیا کہ وہ مشہد (مقدس) کا رہنے والا تھا" (ص ۸۵)[3]

کسی تذکرے میں محمد جان قدسی کا سنِ ولادت نہیں ملتا۔ البتہ رفعت طاہرہ نقوی نے اپنے ایم اے کے مقالے "غزلیاتِ قدسی" کے مقدمے میں "بادشاہ نامہ" از عبدالحمید لاہوری کے حوالے سے قدسی کا ۱۰۴۲ھ میں ہندوستان آنا تسلیم کیا ہے اور قدسی کے ان شعروں کے حوالے سے جس میں اُنھوں نے پچاس برس کی عمر میں ہندوستان آنے کی بات کی ہے۔ ان کا سنِ ولادت ۹۹۲ھ لکھا ہے۔ "ارمغانِ نعت" کے مرتبین نے بھی اُن کے بعض اشعار کے حوالے سے کہا ہے کہ وہ ۱۵۸۲ء کے قریب پیدا ہوئے[4]۔

قدسی کے والدین اور رشتہ داروں کے بارے میں معلومات نہیں ملتیں، البتہ "سفینۂ خوش گو" میں بندرابن داس نے لکھا ہے کہ جب وہ ہندوستان آئے تو ان کے دو بیٹے اور خاندان کے دوسرے افراد مشہد میں موجود تھے۔ رفعت طاہرہ نقوی نے اپنے مقالے میں اعظمی کے حوالے سے لکھا ہے کہ قدسی کے ایک بیٹے کا نام محمد باقر تھا جو جوانی میں فوت ہوا[5]۔ باقی دو بیٹوں کا نام نامعلوم ہے۔

محمد جان قدسی سفرِ ہند سے پہلے حج کی سعادت سے مشرف ہوئے[6]۔ "اردو دائرۂ

معارفِ اسلامیہ" میں ہے "قدسی نے شاہجہان کے پانچویں سالِ جلوس یعنی ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء-۱۶۳۲ء میں وطن چھوڑ کر برِ صغیر پاکستان و ہند کا رُخ کیا" ارمغانِ عقیدت[۵] کے مرتبین نے بھی یہی سن لکھا ہے[۶] (۱۶۳۱ء) لیکن رفعت طاہرہ نقوی نے اسے غلط قرار دیا ہے کیونکہ شیخ عبدالحمید لاہوری نے "بادشاہ نامہ" میں لکھا ہے کہ قدسی ۱۰۴۲ھ میں ہندوستان آئے۔ محمد دین کلیم نے بھی ۱۶۳۲ء ہی کو درست مانا ہے[۷]

قدسی ہندوستان آئے تو یہاں پہلے ابوعبداللہ حاکمِ گجرات کی مصاحبت میں رہے۔ پھر دربارِ شاہجہان سے وابستہ ہو گئے۔ قصائد کہتے رہے اور طرح طرح کے انعامات پاتے رہے۔ ۱۶۳۵ء میں بادشاہ کی تخت نشینی کی سالگرہ کے موقع پر جو قصیدہ پڑھا، اسے سُن کر بادشاہ اس قدر خوش ہوا کہ انہیں سونے میں تلوایا جس کا وزن ایک من اٹھارہ سیر ہوا[۸]

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے ۱۹۵۵ء میں ناگپور یونیورسٹی سے "اُردو میں نعتیہ شاعری" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کے لیے جو مقالہ لکھا، اس میں قدسی کا سالِ وفات ۱۰۵۴ لکھا ہے[۹] جو درست نہیں۔ "نتائج الافکار" میں ۱۰۵۶ لکھا ہے[۱۰] ڈاکٹر عبدالحمید یزدانی نے بھی یہی سال لکھا ہے[۱۱] اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ" میں شمسی اور قمری دونوں سنین لکھے ہیں ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء[۱۲] شفیق بریلوی اور محمد دین کلیم نے بھی یہی سن نقل کیے ہیں[۱۳] (اگرچہ محمد دین کلیم کے مضمون میں شاید کتابت کی غلطی سے ۱۶۴۶ء کے بجائے ۱۶۴۴ لکھا ہے) پروفیسر سید یونس شاہ نے عیسوی سن لکھا ہے[۱۴] اور رفعت طاہرہ نقوی نے سن کے ساتھ مہینے بھی لکھے ہیں، یعنی مئی ۱۹۴۶ء/ربیع الثانی ۱۰۵۶ھ۔

قدسی کا مقبرہ بے نام و نشان ہے۔ شیخ عبدالحمید لاہوری اور عبداللہ قریشی نے لکھا ہے کہ قدسی نے کشمیر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ جبکہ نواب صدیق حسن، سراج الدین آرزو، لطف علی بیگ اور بندرابن داس کہتے ہیں کہ قدسی نے لاہور میں وفات پائی اور ان کی ہڈیوں کو مشہد لے گئے۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ (جلد ۱۶/۱، ص ۳۱)

میں بھی تحریر ہے "اس کی وفات لاہور میں ہوئی"۔ رفعت طاہرہ نقوی نے قدسی کی لاہور
میں وفات کی تائید میں کلیم کاشانی کا یہ شعر نقل کیا ہے :

شد بلاہور گران گنج معانی در خاک
رفت تا طوس ولی غلغلۂ نوحہ گرش

رفعت طاہرہ نقوی نے اپنے مقالے میں یہ بھی لکھا ہے کہ "۱۰۴۳ء میں شاہجہان جب کشمیر گیا تو قدسی ساتھ تھے"۔ [13]

"مرحبا سید مکی مدنی العربی" حاجی محمد جان قدسی ہی سے منسوب چلی آرہی ہے۔ جتنی تضمینیں اس نعت کی ہوئی ہیں، کسی اور نعت کی نہیں ہوئیں۔ پروفیسر خالد بزمی کہتے ہیں "مولانا قدسی کی وہ نعت انتہائی مشہور و مقبول ہے جس کا مطلع یہ ہے۔۔۔۔ ۔۔۔ اس نعت کی حد درجہ مقبولیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ متعدد شعرائے کرام نے اردو اور فارسی میں اس نعت کی تضمینیں لکھی ہیں"۔ [15] اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی لکھتے ہیں "قدسی کی یہ نعت بقائے دوام حاصل کر چکی ہے"۔ [16] پروفیسر محمد اکرم رضا نے بھی لکھا "قدسی کی یہ نعت بقائے دوام سے ہمکنار ہو چکی ہے اور اس نعت کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ سیکڑوں فارسی اور اردو شعرا نے اس کے اشعار کی تضمین کی ہے"۔ [17]
ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی صاحب نے مضمون "قدسی نعت ——— ایک سرسری جائزہ" میں یوں رقم طراز ہیں "اس کی نعت کو جو شہرت [illegible] ملی، وہ یہاں کی کم ہی فارسی نعتوں کو میسر آئی ہے۔ اس میں ایک بھولے [illegible] معصوم سے انسان کی سی سادگی کے ساتھ حضورؐ کی چند صفات کا ذکر [illegible] اپنے عاصی ہونے کا اقرار کیا اور حضورؐ سے شفاعت کی التجا کی ہے۔ اس نعت [illegible] لفظی بازی گری اور کوئی مضمون آفرینی کا حل نہیں بس ایک انتہائی ادنیٰ انسان ایک انتہائی عظیم و اکمل ذات گرامی کے حضور دست بستہ کھڑا گویا درخواست پیش کر رہا ہے ۔۔۔۔ اگرچہ اس نعت میں کہیں کہیں عربی الفاظ بھی ہیں لیکن ایک تو وہ مشکل نہیں ہیں، دوسرے ان کی وجہ سے نعت میں ایک خاص وجد آور سماں بندھ گیا ہے اور شاید یہی بات اس کی پُرتاثیری

کا سبب بنی ہے" ۱۸

یہ نعت حاجی محمد جان قدسی ہی سے منسوب ہے لیکن ان کے دیوان میں نہیں ہے۔ فارسی شعراء کے تذکروں میں جہاں ان قدسی کا ذکر آیا ہے، ان کی غزلیات کا، قصائد اور مثنویوں کا ذکر ہوا ہے لیکن ان کی نعت گوئی کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور اس نعت کا بھی کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ صرف سید حسام الدین راشدی نے "تذکرہ شعرائے کشمیر" میں یہ نعت ان سے منسوب کی ہے لیکن ان کے پاس بھی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ نعت محمد جان قدسی ہی کی ہے۔ لکھتے ہیں: "نعت: مثل قصیدۂ بردہ وقصیدۂ بانت سعاد، این نعت قدسی نیز مقبول عام وشہرت دوام دارد۔ در ہند وپاک شعرائی ہر زبان این نعت را تضمین کردہ اند وتعداد تضمین ہا بیش از شصت و ہفتاد دیدہ می شود" ۱۹ ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی نے بھی یہ نعت شاہجہانی دور کے انہی مشہور قصیدہ گو قدسی (م ۱۰۵۶ھ) سے منسوب کی ہے: ۲۰

پروفیسر سید یونس شاہ انہی قدسی مشہدی کے بارے میں جو شاہجہان کے درباری شاعر تھے، لکھتے ہیں کہ "قدسی کا بڑا کارنامہ جسے عوام میں بڑی مقبولیت حاصل ہے، وہ اس کی نعت نگاری ہے۔ فارسی شعرا میں قدسی اپنی نعتیہ شاعری کی وجہ سے آج ہم سے متعارف ہے۔ اپنے مذہبی مسلک اور عقیدت اہل بیت کی وجہ سے قدسی نے اماموں کے قصیدے بھی لکھے اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مدح ونعت کے پھول بھی نچھاور کیے۔ قدسی کی اس نعت (مرحبا سید مکی.....) کی عام پذیرائی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ پاک وہند کے بیشتر شاعروں نے اس پر تضمینیں لکھیں...... یہ سلسلہ دور حاضر تک جاری ہے۔ قدسی کی اس نعت کو جو شرف حاصل ہوا ہے، وہ اس کے خلوص وجذبہ کا آئینہ دار ہے اور یہ خاص فضل ایزدی ہے" ۲۱

علیم ناصری نے بھی اس کی نعت گوئی کا ذکر کیا ہے "مہمات کے قصے، قصائد، اور غزلیات اس کے فرائض منصبی میں شامل رہے، مگر وہ ایک دیندار شخص ہونے

کے باعث حمد و نعت بھی لکھتا تھا۔ اس کی ایک نعت اس قدر شہرت رکھتی ہے کہ بڑے بڑے شعرا نے اس پر تضمینیں کی ہیں جن سے اس نعت کی تاثیر اور کیف و سوز کا اندازہ ہوتا ہے"[۲۲] محمد دین کلیم (مؤرخ لاہور) نے لاہور میں پیوند خاک ہونے والے شعرا کے تذکرے میں الٰہی محمد جان قدسی کو اس نعت کا شاعر قرار دیا ہے[۲۳] حسنین کاظمی بھی "مرحبا سید مکی مدنی العربی" کو حاجی جان محمد قدسی مشہدی کی نعت بتاتے ہیں"[۲۴]

علیم ناصری اور دوسرے بعض حضرات یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان محمد جان قدسی نے بہت سی نعتیں کہیں جن میں زیر نظر نعت بہت مقبول ہوئی۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری بھی اسی انداز میں بات کرتے ہیں "اردو شعرا نے جتنا اثر قدسی و جامی کی نعتوں کا قبول کیا ہے، کسی اور فارسی شاعر کا قبول نہیں کیا۔ سیرت کے جلسوں سے لے کر سماع کی محفلوں تک ان دونوں کی نعتیں بصد شوق پڑھی اور گائی جاتی ہیں۔۔۔۔۔ قدسی کی ایک نعت تو فکر و فن اور جذب و اثر کے لحاظ سے ایسی بلند پایہ ہے کہ دوسری زبان میں اس کا جواب ملنا مشکل ہے"[۲۵] ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق بھی قدسی کی نعت نگاری کا ذکر کرتے ہوئے یہی تاثر دیتے ہیں کہ قدسی کا نعتیہ کلام محض ایک نعت نہیں "قدسی کا نعتیہ کلام بھی حب رسولؐ کے نہایت لطیف اور جوشیلے مضامین سے پر ہے"۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ایک نعت کے سوا ان قدسی کا کوئی اور نعتیہ کلام نہیں ملتا۔ اور یہ نعت بھی ان سے منسوب تو ہے لیکن ایک تو اُن کے دیوان میں نہیں ہے، دوسرے، مثلاً سید حسام الدین راشدی یا دوسرے حضرات نے ان سے منسوب کرتے ہوئے کوئی ثبوت نہیں دیا ہے کہ یہ نعت انہی کی ہے "ارمغان عقیدت" کے مؤلفین البتہ ایک کمزور دلیل لائے ہیں۔ فرماتے ہیں "ان کی ایک نعت مشہور زمانہ ہے، جو اُن کے دیوان میں تو موجود نہیں لیکن اکثر علما نے اسے قدسی ہی سے منسوب کیا ہے۔ غلام قادر گرامی ایسے نامور شاعر نے قدسی کو اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے:

ابن مریم کہ اسمہٗ احمد گفت | گفتم عجمی، گفت کہ نے نے عربی

دا کُن مژہ، مصرعے ز قدسی برخواں | مکی مدنی ہاشمی و مطلبی

لیکن کریم بخش خالد اس نعت کو قدسی مشہدی کے بجائے کسی قدسی دہلوی سے منسوب کرتے ہیں، لکھتے ہیں، "قدسی کی فارسی نعت بھی اتنی ہی مشہور ہے کہ فارسی اور اردو کے کئی شاعروں نے اس پر مخمس تضمینیں کہی ہیں۔ لاڑکانہ کے مرحوم نواز علی نیاز نے سندھی میں رقت آمیز مخمس کہی ہے۔ عام طور پر غلطی سے اس نعت کو قدسی کو قدسی مشہدی سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ قدسی دہلوی ہے"۲۸

میری یہ کوشش ابھی تک بار آور نہیں ہوئی کہ میں قدسی دہلوی تک پہنچ سکوں۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور کے فاضل صدر محمد شفیع رضوی صاحب نے مجھے بتایا کہ انہوں نے کہیں یہ بحث پڑھی ہے کہ قدسی دو ہیں اور اس نعت کے شاعر قدسی، حاجی محمد جان قدسی مشہدی نہیں، کوئی اور ہیں۔ (کوئی صاحب اس سلسلے میں رہنمائی فرمائیں تو میں ممنون ہوں گا — محمود) ——— مجھے ایک قدسی شیرازی تو ملے ہیں۔ میرزا محمد حسینی شیرازی متخلص بہ قدسی (متولد ۱۲۰۸۔ متوفی ۱۲۶۱)۔ محمد حسین رکن زادہ آدمیت ان کے بارے میں لکھتے ہیں "در گفتنِ اشعار عربی و فارسی صاحب ذوقِ سلیم و طبعِ مستقیم است، لالی منظومی کہ گاہ گاہ از افکارِ ابکارِ خویش بسلکِ اشارات و عبارات مرتب ساختہ، دفتری پرداختہ از قصیدہ و مسمط و مثنوی و غزل و رباعی و چند شعری اکتفا نمودہ تیمناً نوشتہ می شود" ۲۹ نیز لکھتے ہیں "از فضلا و ادبا و شعرا و خوش بیانانِ معاصر است و از دوستانِ قدیم نگارندۂ این اوراق بود"۳۰

مختلف تصانیف میں زیرِ نظر نعت قدسی کے پانچ، سات، آٹھ، نو۔ اشعار دیے گئے ہیں۔ سید حسام الدین راشدی نے اپنے تذکرے میں گیارہ اشعار دیے گئے ہیں۔ اس میں یہ شعر نہیں ہے:

عاصیانیم ز ما نیکی و اعمال مپرس
سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

زیرِ نعت کے ۱۲ اشعار "بوستانِ نعت" میں دیے گئے ہیں ۳۱ "حدیث قدسی" میں جو تضمین شامل ہے، ان میں کسی نے پوری نعت اور کسی نے کچھ اشعار پر طبع آزمائی کی ہے۔

قارئینِ محترم محسوس فرمائیں گے کہ مختلف تضمینوں میں بعض مصرعے مختلف ہیں۔ چونکہ اصل کلام اپنے پورے مآخذ کے ساتھ دستیاب نہیں ہے، اس لیے جس شاعر نے جس طرح قدسی کا کوئی مصرع پڑھا ہے اور لکھا ہے، میں نے اسے اسی طرح رہنے دیا ہے۔ یوں، آپ کو اس طرح کی صورتیں نظر آئیں گی۔

شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت
شبِ معراج عروجِ تو گزشت از افلاک

سیّدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
یا طبیب الفقرا۔ انتَ شفاء القلوب

چشمِ رحمت بکشا، سوئے من انداز نظر
چشمِ رحمت بگشا، سوئے غریباں بنگر —— وغیرہ

"نعتِ قدسی" کے محدود صفحات کے پیشِ نظر تضمینیں پوری نہیں دی جا سکیں بعض نعتوں کے تو تبرکاً ایک یا دو۔ اشعار ہی دیے جا سکے ہیں اور چند شعرا کی کاوشیں شامل نہیں بھی کی گئیں۔ اس کے باوجود مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اعتراف ہے کہ ابھی بہت سی تضمینیں ایسی ہوں گی جن تک میری رسائی نہیں ہوئی —— اسی ایک بات سے اس نعت کی مقبولیت کا اندازہ فرمائیں اور اس نعت کے اصل خالق کی تلاش میں میری معاونت کریں —— راجا رشید محمود

حواشی:——

(۱) بعض حضرات نے ان کا نام محمد خاں بھی لکھا ہے جو درست نہیں۔ "ایک مشہور فارسی گو حاجی محمد خاں خراسانی شاعر کا تخلص جو نہایت فصیح اور بلیغ کلام رکھتے تھے" (فرہنگِ آصفیہ جلد سوم (۲) مقبول بیگ بدخشانی، میرزا و عبدالغنی، ڈاکٹر۔ ارمغانِ عقیدت ص ۹۱/

ماہنامہ "شام وسحر" لاہور، نعت نمبر (نقش ثانی) ۱۹۸۲ء ص ۲۸۰ [مضمون "لاہور کے نعت گو شعرا از محمد دین کلیم"] / ریونس شاہ، پروفیسر سید، تذکرہ نعت گویان اردو جلد اول۔ ص ۱۱۵۔ (۳) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد ۱۶ / ۱ - ۱۹۷۸ء ص ۳۱۰ / قدرت اللہ۔ تذکرہ نتائج الافکار ص ۵۲۲ / رفعت طاہرہ نقوی کا ایم اے کا مقالہ بعنوان "غزلیات قدسی"۔ (۴) ارمغان عقیدت ص ۹۱ (۵) اعظمی۔ تاریخ کشمیر۔ ص ۱۰۱ (۶) مرآۃ الخیال میں ہے (ص ۸۵) کہ وہ حج کے لیے گیا اور وہاں سے برصغیر آیا۔" (اردو دائرۂ معارف اسلامیہ۔ جلد ۱۶ / ۱ - ص ۳۱۰) (۷) ماہنامہ "شام وسحر" لاہور۔ نعت نمبر (نقش ثانی) ۱۹۸۲ء ص ۲۸۰ (۸) ارمغان عقیدت ص ۹۱ (۹) رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر۔ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ۱۹۷۶ء۔ ص ۹۲ (۱۰) قدرت اللہ۔ نتائج الافکار۔ ص ۵۶۳ (۱۱) مجلّہ "نقوش" لاہور۔ رسول نمبر۔ جلد دہم۔ ص ۱۶۲ (مضمون "فارسی نعت ــــ ایک سرسری جائزہ") (۱۲) ص ۳۱۰ (۱۳) شفیق بریلوی (مرتب) ارمغان نعت ص ۸۹ / "شام وسحر" نعت نمبر ۸۲ ۱۹ء۔ ص ۲۸۰ (۱۴) تذکرہ نعت گویان اردو۔ جلد اوّل ص ۱۱۵ (۱۵) "شام وسحر" نعت نمبر ۴۔ ۱۹۸۵ء ص ۲۰۷، ۲۰۸ (۱۶) "شام وسحر" نعت نمبر ۱۔ ۱۹۸۱ء ص ۲۶ (۱۷) "شام وسحر" نعت نمبر ۶۔ ۱۹۸۷ء ص ۶۵ (۱۸) "نقوش" رسول نمبر۔ جلد دہم ص ۱۶۲ (۱۹) حسام الدین راشدی، سید۔ تذکرہ شعرائے کشمیر، بخش سوم، طبع دوم ۱۹۸۲ء ص ۱۲۷۲، ۱۲۷۳ (۲۰) "نقوش" رسول نمبر۔ جلد دہم۔ ص ۱۶۲۔ ۱۲۷۳ (۲۱) تذکرہ نعت گویان اردو۔ جلد اوّل۔ ص ۱۱۶، ۱۱۷ (۲۲) "شام وسحر" نعت نمبر ۱ ۱۹۸۱ء، ص ۱۹۶، ۱۹۷ (مضمون "فارسی میں نعتیہ کلام") (۲۳) "شام وسحر" نعت نمبر (نقش ثانی)، ۱۹۸۲ء۔ ص ۲۸۰ (۲۴) مجلّہ "مہک" گوجرانوالہ۔ نذرانۂ عقیدت بحضور سرور کونین ص ص ۲۱۶ (مضمون ایرانی شعرا کی نعت گوئی") (۲۵) فرمان فتحپوری، ڈاکٹر۔ اردو کی نعتیہ شاعری ۱۹۷۴ء ص ۳۵، ۳۶ (۲۶) اردو میں نعتیہ شاعری۔ ۱۹۷۶ء۔ ص ۹۲ (۲۷) ارمغان عقیدت ص ۹۱ (۲۸) ماہنامہ "اظہار" کراچی۔ سیرت نمبر ۱۹۸۰ء۔ ص ۹۰ (مضمون "ثنائے خواجہ اور غالب" از کریم بخش خالد) (۲۹) محمد حسین رکن زادہ آدمیت (مؤلف)، دانشمندان وسخن سرایان فارس جلد ۲، مطبوعہ تہران ۱۳۴۰ء۔ ص ۱۹۶ (۳۰) ایضاً۔ ص ۱۹۵۔

تضمین بر نعتِ قدسی

اے کہ روے تو دہد روشنیِ ایمانم　　کافرم کافر اگر مہرِ منیرش خوانم
صورتِ خویش کشیداست مصوّرِ دانم　　مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
"اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

اے گُلِ تازہ کہ زیبِ چمنی آدم را　　باعثِ رابطۂ جان و تنی آدم را
کردہ دریوزۂ فیضِ تو غنی آدم را　　"نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

اے لبت را بسوے خلق ز خالق پیغام　　روح را لطفِ کلامِ تو کند شیریں کام
ابرِ فیضے کہ بود از اثرِ رحمتِ عام　　"نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

وصفِ رخشِ تو اگر در دلِ ادراک گزشت　　نہ ہمین است کہ از دائرۂ خاک گزشت
ہمچو آن شعلہ کہ گرم از خس و خاشاک گزشت　　"شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نرسد ہیچ نبی"

مرزا اسد اللہ خاں غالب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

برق زد لمعۂ خورشید رخت بر جانم — زاضطراب آئنہ وش ریخت ہمہ مژگانم
ایکہ مہرِ تو بہ تن جان و بدل ایمانم — مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

چوں ترا یافتہ باشم چہ کنم عالم را — از ہمہ بیشی و با بیش نہ جویم کم را
داند آنکس کہ شناسد زگہر شبنم را — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

طوطیٔ سدرہ نشین از شکرت شیریں کام — طوبیٰ از فیضِ تو در خلد دہد میوہ کام
زمزم از بحرِ کفِ جُود تو سیراب تمام — "نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سرسبز مُدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

رخشِ چالاک تو زین عرصہ چہ بیباک گزشت — کز زمیں جست بلند و زجہان پاک گزشت
رفعتِ شانِ تو تنہا نہ ازیں خاک گزشت — "شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

امام بخش صہبائی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے شہِ کون و مکاں تو ہے وہ ذی شان نبی — فخر کرتی ہے تری ذات پہ عالی نسبی
وِرد اپنا ہے یہی ہاشمی و مطلبی — "مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

واقف اس بات سے ہیں خاص سے لے کر تا عام — کہ ہوا دونوں جہاں کا ترے باعث سے نظام
تو سحابِ کرم و فیض ہے اے فخرِ انامؐ — "نخلِ بستانِ مدینہ زِ تو سر سبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

روشنی میں مہ و خور کا ہے کہاں یہ عالم — حسن میں یوسفؑ و یعقوبؑ کو بھی دیکھ کے کم
غرقۂ بحرِ تحیرّ بخدا ہوں اس دم — "من بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

رتبۂ قرب یہ معراج میں ہے کس کو ملا — سر پہ یوں کس کے رہا ابر کا ہر دم سا[یہ]
ہووے کیوں سایہ کہ تو نور ہے سر سے تا پا — "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آ[دم]
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

کچھ عجب بندِ مصائب میں پھنسا ہوں ہیہات ایک میں کیا کہ زمانہ ہی کے بد ہیں حالات
تجھ سوا کس سے کہیں اے خضرِ راہِ نجات "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زِ حد می گذرد تشنہ لبی"

سرورا، سہو و خطا سے ہے خمیرِ آدم بخشنا میرا کُنہ تو ہے شفیعِ آدم
دل کو رہتا ہے اسی بات کا دن رات اَلم "در نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی"

نہ امیری کی ہے حسرت نہ تمنائے شہی بلکہ ہے خواہشِ مجروحِ گنہگار یہی
یاد میری بھی کہ مدّاح ہوں شاہا میں بھی "سیدی اَنتَ حبیبی وطبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درمان طلبی"

میر مہدی مجروح

تو جو ظاہر ہوا، ظاہر ہوئی شانِ مولا تو نہ ہوتا تو یہ دنیا بھی نہ ہوتی پیدا
گو کہ ظاہر میں ہے آدم کا سا پُتلا تیرا "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

تیرے ہی نور سے سرسبز ہیں آباد ہیں دشت تیرے ہی نور سے پُر نور ہیں ہشتا بھی بہشت
باغِ دنیا کی نہ بھائی تجھے جس دم گلگشت "شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی"

مرزا پیارے صاحب رفعت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہوں تو عاشق مگر اطلاق یہ ہے بے ادبی میں غلام اور وہ صاحب ہے میں اُمّت وہ نبی
یا نبیؐ اِک نگہِ لطف بأُمّی و اَبی مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
"دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

مظہرِ نورِ خدا شکل ہے محسودِ صنم محو تیرے ملک و حور و پری و آدم
کیا ہے عالم کہ ہے تصویر ہی کا سا عالم مُنِ بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم
"اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

دشتِ عالم میں سراسیمہ گذارے اوقات آج تک منزلِ مقصود نہ پائی، ہیہات
مدد اے خضرِ کرامت کہ نہیں پائے ثبات ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
"لطف فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی"

خود کہا ابنِ ذبیحین تو ظاہر میں کہا جوہرِ پاک کی خوبی ہے فرشتوں سے سوا
سر سے لے پاؤں تلک نورِ خدا نامِ خدا "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

کچھ عجب بندِ مصائب میں پھنسا ہوں ہیہات | ایک میں کیا کہ زمانہ ہی کے بد ہیں حالات
تجھ سوا کس سے کہیں اے خضرِ راہِ نجات | "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

سرورا، سہو خطا سے ہے خمیرِ آدم | بخشنا میرا گُنہ تو ہے شفیعِ آدم
دل کو رہتا ہے اسی بات کا دن رات اَلم | "نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

نہ امیری کی ہے حسرت نہ تمنائے شہی | بلکہ ہے خواہشِ مجروحِ گنہگار یہی
یاد میری بھی کہ مدّاح ہوں شاہا میں بھی | "سیّدی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درمان طلبی"

میر مہدی مجروح

تو جو ظاہر ہوا، ظاہر ہوئی شانِ مولا | تو نہ ہوتا تو یہ دنیا بھی نہ ہوتی پیدا
گو کہ ظاہر میں ہے آدم کا سا پُتلا تیرا | "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

تیرے ہی نور سے سرسبز ہیں آباد و دشت | تیرے ہی نور سے پُر نور ہیں ہشتا بھی بہشت
باغِ دنیا کی نہ بھائی تجھے جس دم گلگشت | "شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی"

مرزا پیارے صاحب رفعت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہوں تو عاشق مگر اطلاق یہ ہے بے ادبی — میں غلام اور وہ صاحب ہے، ہیں اُمت وہ نبیؐ
یا نبیؐ اک نگہِ لطف یا اُمّی و ابی — مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
"دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

مظہرِ نورِ خدا، شکل ہے محسودِ صنم — محو تیرے ملک و حور، پری و آدم
کیا ہے عالم کہ ہے تصویر ہی کا سا عالم — مَن بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم
"اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

دشتِ عالم میں سراسیمہ گزارے اوقات — آج تک منزلِ مقصود نہ پائی، ہیہات
مدد اے خضرِ کرامت کہ نہیں پائے ثبات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی"

خود کہا ابنِ ذبیحین تو ظاہر میں کہا — جوہرِ پاک کی خوبی ہے فرشتوں سے سوا
سر سے لے پاؤں تلک نور بھرا نام خدا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

صاحبِ خانہ سے ہوتا ہے مکاں کا اکرام — وہی جنّت ہے جہاں میں، ہو جہاں تیرا مقام
آبِ ہر چشمہ کرے کوثر و تسنیم کا کام — ”نخلِ بستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی“

ہوئی انجیل کہاں ناسخِ توریت و زبور — تیری خاطر سے خدا نے یہ نکالا دستور
ہے رعایت تری ہر بات کی کتنی منظور — ”ذاتِ پاک تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی“

جوش میں شوق کے کچھ یاد رہی مدح نہ ذم — یہ نہ سمجھے کہ یہ کیا جائے ہے اور کیا ہیں ہم
خود ستائی ہے زبس رسمِ فصیحانِ عجم — ”نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوے تو شد بے ادبی“

مومنِ زار کی صحت کا نہ تھا کچھ اسلوب — نہ دوا اور نہ پرہیز، مرض مرضِ ذنوب
پر ترا لطف ہے اعجازِ مسیحا سے بھی خوب — ”یا طبیب الفقرا، انت شفاء القلوب
زاں سبب آمدہ قدسی پئے درمان طلبی“

حکیم مومن خاں مومن

کثرتِ شوق میں نادانی سے اے شاہِ امم — دم بخود ہوں کہ میں کیا سمجھا، کیا کیا یہ ستم
غم میں اس جرم کے رہتی ہے سدا گردن خم — ”نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوے تو شد بے ادبی“

سید محمد حسین یقین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرورا، تُو وہ نبی جس کے نہیں بعد نبی   دیکھ کر شان تری، عرش کی بھی شان دبی
انبیاء تجھ سے کہیں وقتِ شفاعت طلبی   مُرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

ہے ترے جلوے سے مسجودِ ملائک آدم   تیرے ہی نُور سے پُر نور حدوث اور قِدم
دیکھ کر حُسن کے شیدا ترے دونو عالم   مَن بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

تجھ کو گر خالقِ کونین نہ پیدا کرتا   پھر کبھی ارض و سما ہوتے نہ پیدا اصلا
گرچہ اولاد میں آدمؑ کے ہوا تو پیدا   "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم ر
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

جب گیا سوئے فلک کر کے زمیں کے طے دشت   دیکھے سب باغِ بہشت ایک سے لے کر تا ہ
کر چکا گلشنِ نُہ چرخ کی جب تو گلگشت   شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشتہ
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد، ہیچ نبی"

۲۲

ابرِ احسان کرم سے ترے سیراب انام
ثمرِ خُلق سے ہے تیرے جہاں شیریں کام
اے تر و تازگی افزائے ریاضِ اسلام
"نخلِ بُستانِ مدینہ زتو سر سبز مدام
زان شُدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

موسیٰؑ و عیسیٰؑ و داوُدؑ جہاں تھے مامور
وہیں نازل ہوئیں توریت اور انجیل و زبور
ان کی ہر خاص زباں میں کہ نہ ہو فہم سے دُور
"ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

وہ فرشتہ کہ جو ہو حاملِ عرشِ اعظم
آئے در پر ترے آنکھوں کو اگر کرکے قدم
تو ادب سے یہ کہے، کھا کے ترے در کی قسم
"نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

سوزِ عصیاں سے جگر سوختہ جب مخلوقات
آئیں صحرائے قیامت میں طلبگارِ نجات
کہیں سر چشمۂ احساں ہے تنہا تیری ذات
"ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی"

ہے ظفر کے دلِ بیمار کا بھی حال وہی
اور اسی طرح سے اب چارہ طلب ہے وہ بھی
کہہ گیا آگے ثنا میں تری جیسے قدسی
"سیّدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درمان طلبی"

بہادر شاہ ظفر

○

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے شہِ کون ومکاں، ذات تری صلِّ علیٰ — کوئی گل گلشنِ ایجاد میں ایسا نہ کھلا
حُسن و خوبی، شرف وفضل وکرم میں اعلیٰ — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

شاہِ لولاک لقب فخرِ عرب، خیرِ انام — آپ کے نور سے ہے گلشنِ امکاں کا نظام
آپ کی ذات ہے واللہ سحابِ اکرام — "نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

آپ کی شکل و شمائل کا کہیں کیا عالم — آپ کے حُسن کو کس چیز سے نسبت دیں ہم
محوِ حیرت ہوں، خرد دنگ ہے ہنگامِ رقم — "مَن بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی"

آپ کے رتبۂ عالی کا کروں کیا مذکور — کشورِ عز وشرف آپ کے باعث معمور
اے رسولِ عربی، ناسخِ توریت و زبور — "ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کردہ ظہور
زان سبب آمدہ قرآں بہ زبانِ عربی"

بحرِ ذخّارِ عطا، صاحبِ کوثر کی ذات ‏ ‏ رحمتِ جود و سخا، عینِ عنایات کے سلت
دل فگاروں کو بھی یہ وِردِ زباں ہے دن رات ‏ ‏ "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لُطف فرما کہ زِحد می گذرد تشنہ لبی"

یہ دعا ہے مری اللہ سے ہر شام و سحر ‏ ‏ ہووے جس وقت نمود آفتِ روزِ محشر
بجنابِ شہِ کونین میں کہوں یوں آ کر ‏ ‏ "چشمِ رحمت بکُشا، سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطّلبی"

آپ کا وہ درِ ارشاد ہے اے شاہِ اُمم ‏ ‏ بصد آداب جہاں آتا ہے روحِ اعظم
شرم آتی ہے مجھے اپنے سخن پر ہر دم ‏ ‏ "نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

آپ کا رُتبہ اعجاز بہت ہے عالی ‏ ‏ مُردے زندہ کیے، مرتوں کو شفا اکثر دی
مرضِ دل کا گرفتار ہوا ہے کافیؔ ‏ ‏ "سیّدی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قُدسی پئے درمان طلبی"

——— مولانا کفایت علی کافیؔ مراد آبادی (شہید)

تشنۂ وصل پڑے پھرتے ہیں یونہی دن رات ‏ ‏ ہم پہ نازل ہیں ترے ہجر میں کیا کیا آفات
کب تلک یونہی پکاریں ترے غم میں ہیہات ‏ ‏ "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لُطف فرما کہ زحد می گذرد تشنہ لبی"

——— میرزا محمد بیگ محوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قدِ رعنا کی ادا، جامۂ زیبا کی پھبن — سرگیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامہ کی سجاوٹ، وہ جبینِ روشن — اور وہ مکھڑے کی تجلّی، وہ بیاضِ گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن — دلربایانہ وہ رفتار، وہ بے ساختہ پن
مُردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریبانِ کفن — اُٹھ چلے قبر سے بے تاب زباں پر یہ سخن

مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

جب چلا چاند مدینہ کا سُوئے ربِّ جلیل — بجھ گئی مہرِ درخشاں کی فلک پر قندیل
شیرِ فردوس کی رکھی کہیں آدمؑ نے سبیل — کہ اسی راہ سے گزرے گا وہ فرزندِ جمیل
فرشِ خلعت کا بچھاتے تھے کسی جا پہ خلیلؑ — کہیں یوسفؑ تھے کھڑے اور کہیں اسمٰعیلؑ
روح پر روح لگی کرنے براہِ تعجیل — جب ہوا صُور میں یوں نغمہ سرا اسرافیلؑ

مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

غُل ہُوا، سیر کو فردوس کی آتے ہیں حبیبؐ — بولا رضواں کہ بھلا میرے کہاں تھے یہ نصیب
پیشکش کیا کروں اس شاہِ زمن کے میں غریب — صدقہ ہے آپ کا جو خُلد میں ہے چیز عجیب
کوئی دعوت کی نہیں بنتی ہے مجھ سے ترکیب — مگر اُمّت کے مکانوں کی دکھاؤں ترتیب
ناگہاں آنے لگی کان میں آوازِ نقیب — عرض کرنے لگا یوں جا کے سواری کے قریب

مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

آمد آمد کی جو افلاک پہ پیہم تھی دھوم
عرش ہر مرتبہ بس شوق سے جاتا تھا جھوم
پاؤں رکھتا تھا جہاں ناز سے وہ بحرِ علوم
اُس جگہ آنکھ بچھاتے تھے تمنّا سے نجوم
اور ہر اک نقشِ قدم پر تھا فرشتوں کا ہجوم
کوئی رکھتا تھا جبیں اور کوئی منہ لیتا تھا چوم
کوئی کرتا تھا ادا عشرت و شادی کے رسوم
اور کسی نغمہ سے ہوتا تھا یہ مضموں مفہوم

"مرحبا سیّدِ مکیّ مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

حوریں کہتی تھیں کہ ہم لینے کو جایا کرتے
آپ ہر روز اسی طور سے آیا کرتے
رو نہ ہم یہ قدم آنکھوں سے لگایا کرتے
پیشوائی کے لیے دھوم مچایا کرتے
رُخِ گلگوں سے عرق پونچھ کے لایا کرتے
اپنے کپڑوں کو پسینے میں بسایا کرتے
آپ کو تختِ زمرّد پہ بٹھایا کرتے
سامنے ہم یہ کھڑے ہو کے سنایا کرتے

"مرحبا سیّدِ مکیّ مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

نور کا ہر شجرِ خُلد نے جامہ پہنا
لعل کے پھولوں سے پھلتا تھا سو موتی سے پھلا
شاخِ مرجاں میں زمرّد کا لگا تھا پتّا
جس میں یاقوت کہیں اور کہیں ہیرا تھا جڑا
عرض اور طول میں ہر نخل تھا موزوں ایسا
کہ یقیں سب کو تھا، ہے نور کے سانچے میں ڈھلا
اور ہر اک شاخ پہ اک مرغِ خوش الحان بیٹھا
دم بدم ولولۂ شوق سے تھا نغمہ سرا

"مرحبا سیّدِ مکیّ مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

انگلیاں اُٹھنے لگیں دُور سے وہ آپہنچا
گردنیں جُھکنے لگیں سجدے کی خاطر ہر جا
سب لگے کہنے کہ ہے سایۂ ذاتِ یکتا
آدمی ہم نے تو اس حُسن کا دیکھا نہ سُنا
آدمی ہوتا تو اس ماہ کے سایہ ہوتا
جس کے سایہ نہ ہو، وہ نورِ خدا ہے بخُدا
واہ کیا حُسن ہے، کیا شان ہے، صلِّ علیٰ
وجد کے حال میں پھر جھوم کے رضواں بولا

"مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

تھا زبانوں پہ فرشتوں کی محمدؐ کا نام — کوئی چومے تھا رکاب اور کوئی تھامے تھا لگام
تھامتی جاتی تھیں حورانِ بہشتی انعام — انبیا بھیجتے جاتے تھے درود اور سلام
شام سے صبح تلک، صبح سے لے کر تا شام — روز فوارے اُچھلتے تھے، چھلکتے تھے جام
حوضِ کوثر پہ ہوئے جمع جو سب خاص و عام — جام سے قلقلِ مینا کا یہ تھا طرزِ کلام

"مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

مہر نے فرشِ نامی کا بچھایا جو تمام — بادۂ نور سے لبریز ہوا اس کا جام
چاندنی پہ جو ستاروں کا بنایا تھا کام — ماہ کو حسنِ ملاحت سے ملی شہرتِ عام
مرکب اندازِ تجمّل نے اٹھایا تھا کلام — نہ تو آہستہ ہی چلتا تھا، نہ تھا تیز خرام
ملک و جنّ و بشر کرتے تھے جھک جھک کر سلام — حور و غلماں کی زبانوں پہ یہ جاری تھا کلام

"مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

اس طلب کرنے سے مطلوب کے مطلب یہ تھا — تا سمجھ لیں کہ وہ ہے جلوۂ ذاتِ یکتا
قابَ قوسین کا عقدہ یہ شبِ وصل کھلا — دو کمانیں جو ملیں، دائرۂ وصل بنا
مل گئے دونو حدوث اور قدم کے دریا — فرق کچھ طالب و مطلوب میں باقی نہ رہا
جب وہاں دید کا اس طور سے نقشہ ٹھہرا — پیہم آنے لگی تب پردۂ وحدت سے صدا

"مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

انبیا دیکھ کے وہ حسن و جمالِ مدنی — سب کہیں گے کہ عجب شان ہے اللہ غنی
اُن کا ہمسر نہ کوئی گل ہے، نہ سروِ چمنی — ختم اس قامتِ رعنا پہ ہے گل پیرہنی

آج عشاق کی بگڑی ہوئی سب بات بنی — آج ہی دے گی مزا ان کو غریب الوطنی
فرش سے عرش تلک ہوگی عجب نعرہ زنی — جب یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے اویس قرنی

"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

حق نے بخشی ہے تجھے دوزخ و جنت کی کلید — ہے وثیقہ تری مختاری کا قرآنِ مجید
جامۂ حسن پنہایا تجھے بے قطع و برید — تیرے ہی قد پہ ہوئی ٹھیک قبائے توحید
روزِ محشر ترے عشاق کے حق میں ہے عید — کیونکہ ہے عام وہاں سب کے لیے رخصتِ دید
کوئی آنکھوں کا قتیل اور کوئی چتون کا شہید — یہی کہتا ہوا اٹھے گا قریب اور بعید

"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

غلام امام شہید اکبرآبادی

تو وہ اُمی ہے جو بے علم کہیں اُن کا قصور — کہ ترا علم لدنی سے ہے سینہ معمور
تیرے باعث سے عرب کی ہے رعایت منظور — "ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

میرزا جمعیت شاہ ماہر

نورِ پاکِ احد پاک ہے تو یا مولا! — اسی باعث سے نہ تھا تجھ میں دوئی کا سایہ
صلبِ آدم سے ہوا خلق میں گو جلوہ نما — "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

سید محمد علی محسن زمکن پوری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ اللہ عجب انوار ہیں معراج کی رات
نُور افشاں در و دیوار ہیں معراج کی رات

وصلِ محبوب کے آثار ہیں معراج کی رات
کھُلنے کو پردۂ اسرار ہیں معراج کی رات

جلوے رحمت کے نمودار ہیں معراج کی رات
ملک اس طرح گہربار ہیں معراج کی رات

مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل وجان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی

مرحبا آج قدم رنجہ وہ فرماتے ہیں
خالقِ پاک کے محبوب جو کہلاتے ہیں

قُدسیوں کا ہے وہ عالم کہ بچھے جاتے ہیں
دلِ بے تاب کو قابو میں نہیں پاتے ہیں

آمدِ شاہ کے چرچے انہیں تڑپاتے ہیں
ایک سے ایک یہ کہتا ہے حضورؐ آتے ہیں

مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل وجان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی

جبرئیلؑ آتے ہیں لینے کو، یہ رُتبہ دیکھو
عرش سے آگے ہے جانا، یہ ارادہ دیکھو

سرِ اقدس پہ ہے کیا بانکا عمامہ دیکھو
حق نما آنکھ میں مَازَاغ کا سُرمہ دیکھو

آؤ اس حُسنِ مجسّم کا تماشا دیکھو
بڑھ کے مطلع یہ پڑھو جب رُخِ زیبا دیکھو

مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اس سواری کی عجب شان ہے اے صلِّ علیٰ — داہنے بائیں نظر آتا ہے فرشتوں کا پرا
تاروں میں چاند سے روشن ہیں جنابِ والا — شمعِ ایوانِ دَنا، اخترِ بُرجِ طلٰہ
شہسوارِ مدنی، صدر نشینِ بطحا — اے بقربانِ تو صد جان و دل و دیدۂ ما
مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

دیکھو دیکھو، طلبِ خاص کا منشا ہیں یہی — آنکھیں روشن کرو، ماہِ شبِ اسرٰی ہیں یہی
محرمِ راز یہی، سرِّ فَاَوحیٰ ہیں یہی — حُسن افروزِ جمالِ فَتَدَلّٰی ہیں یہی
دردمندانِ محبّت کے مسیحا ہیں یہی — اس ثنا کے لیے سچ پوچھو تو زیبا ہیں یہی
مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

دیکھ کر مسجدِ اقصیٰ کو جو سرکار بڑھے — پیشوائی کے لیے چرخ کے حضّار بڑھے
انبیا تھے جو وہاں طالبِ دیدار بڑھے — کیا نبی کیا ملک و حُور سب اک بار بڑھے
سب سے ملتے ہوئے اور احمدِ مختار بڑھے — اس طرح کہتے زیارت کے طلبگار بڑھے
مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

آسمانوں سے گزر کر وہ امامِ جبریلؑ — پہنچے سدرہ پہ جو تھا خاص مقامِ جبریلؑ
بھر دیا بادۂ مقصود سے جامِ جبریلؑ — آپ کے نام سے روشن ہوا نامِ جبریلؑ
واں سے آگے جو بڑھے لے کے سلامِ جبریلؑ — تھا یہی شاہ ﷺ سے اُس وقت کلامِ جبریلؑ
مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

آپ تنہا ہوئے راہی سوئے عرشِ اعظم — عرش نے فخر کیا چوم کے حضرت کے قدم
اس جگہ ہوتے تھے مفہوم یہ مضمون بہم — آ قریب آ، کہ بہت دیر سے مشتاق ہیں ہم
تیرے لینے کو ہے کھولے ہوئے آغوش کرم — دیکھ، کہتے ہیں تری شان میں کیا لوح و قلم

"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

آ قریب آ کہ کریں موردِ رحمت تجھ کو — آ قریب آ کہ ملے قرب کا خلعت تجھ کو
آج دکھلائیں گے ہم جلوۂ وحدت تجھ کو — آج پہنائیں گے ہم تاج شفاعت تجھ کو
دیکھ لائی ہے کہاں تیری محبت تجھ کو — عرشِ اعظم بھی یہ دیتا ہے بشارت تجھ کو

"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

یہ وہ جا ہے کہ رسائی سے گماں قاصر ہے — فہم عاجز ہے یہاں عقلِ بشر قاصر ہے
وہی منظور ہے اس وقت، وہی ناظر ہے — وہی شاہد ہے وہی شہود، عجب یہ سر ہے
کوئی اس رازِ نہانی سے کہاں ماہر ہے — خوب موقع پہ گہر ریز لبِ شاعر ہے

"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

اب یہ ہے عرض حضورِ شہِ والا القاب — ہے جلیل آپ کی فرقت میں نہایت بے تاب
ہند کی خاک میں مہجور کی مٹی ہے خراب — شربتِ وصل سے کر دیجیے اس کو سیراب
حشر میں خاص ہو اس پر نظرِ لطفِ جناب — شعرِ قدسی کا وہ پڑھتا چلے ہمراہِ رکاب

"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

جلیل مینائی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے شہنشاہِ دو عالم، تو چہ عالی نسبی — نہ ہوا اور نہ ہووے گا کوئی تجھ سا نبی
حق سے اُمت کی کری تو نے شفاعت طلبی — مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

گرچہ اے شاہ تو اُمّی ہے جہاں میں مشہور — سب زباں پر ہے ولے تیری طبیعت کو عبور
کی ہے یہ بات طبیعت نے بھی اپنی منظور — ذاتِ پاک تو دریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

تو نہ ہوتا تو خدا کرتا نہ عالم اعلام — ابرِ رحمت سے ترے تازہ ہے بستانِ انام
خاص قائل ہیں اسی قول پہ اہلِ اسلام — نخلِ بستان مدینہ زِ تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

کیا بترا نام کیا حق نے "محمد" اظہر — حرف حرف اس کے ہیں سب حمدِ خدا کے مظہر
ملتجی تجھ سے ہوں اس بات کا میں شام و سحر — چشمِ رحمت بکشا، سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی"

سُندر لال شگفتہ لکھنوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرحبا، ساقیٔ تسنیم شفاعت طلبی　　مرحبا سرورِ شجرۂ عالی نسبی
مرحبا صدر نشینِ حرم "کُنْتُ نَبِیًّا"　　مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

جب ہوا جلوہ فشاں آئینۂ نورِ قدم　　ہنس کے موسیٰؑ سے لگا پوچھنے کیسے ہیں آ
عرض کی، کیا کہوں، انوارِ تجلّی کی قسم　　"من بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرا
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

لمعۂ ذات کی ہے آئنہ پرداز نظر　　رکھتی ہے برقِ سرِ طور سے کیا سا
کیمیا ساز ہے اے قُدس کے شہباز نظر　　"چشمِ رحمت بکشا، سوئے من اندا
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطّلبی"

تو گیا سوئے عُلا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ　　ہُو کی شب ہُو کی طلب ہُو کا مکاں ہو
فرش کیا، عرش کہاں، خاک کجا، پاک کجا　　"نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آد
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے شہنشاہِ دو عالم، تو چہ عالی نسبی — نہ ہوا اور نہ ہووے گا کوئی تجھ سا نبی
حق سے اُمّت کی کری تو نے شفاعت طلبی — مرحبا سیّدِ مکیّ مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

گرچہ اے شاہ تو اُمّی ہے جہاں میں مشہور — سب زباں پر ہے ولے تیری طبیعت کو عبور
کی ہے بہرات طبیعت نے بھی اپنی منظور — ذاتِ پاک تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

تو نہ ہوتا تو خدا کرتا نہ عالم اعلام — ابرِ رحمت سے ترے تازہ ہے بُستانِ انام
خاص قائل ہیں اسی قول پہ اہلِ اسلام — نخلِ بُستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

کیا بترا نام کیا حق نے "محمد" اظہر — حرف حرف اس کے ہیں سب حمدِ خدا کے مظہر
ملتجی تجھ سے ہوں اس بات کا میں شام و سحر — چشمِ رحمت بکشا، سُوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی"

سُندر لال شگفتہ لکھنوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رحبا، ساقیٔ تسنیم شفاعت طلبی　　مرحبا سرورقِ شجرۂ عالی نسبی
رحبا صدر نشینِ حرمِ "کُنتُ نَبِیّ"　　مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

جب ہوا جلوہ فشاں آئنۂ نُورِ قدم　　ہنس کے موسیٰؑ سے لگا پوچھنے کیسے ہیں ہم
عرض کی، کیا کہوں، انوارِ تجلّی کی قسم　　مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

لمعۂ ذات کی ہے آئنہ پرداز نظر　　رکھتی ہے برقِ سرِ طُور سے کیا سازِ نظر
کیمیا ساز ہے اے قُدس کے شہباز نظر　　چشمِ رحمت بکشا، سُوے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی"

تو گیا سُوے عُلا صلّ علیٰ صلِّ علیٰ　　ہُو کی شب، ہُو کی طلب، ہُو کا مکاں، ہُو کی ہوا
فرش کیا، عرش کہاں، خاک کجا، پاک کجا　　"نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

جبکہ ہو سوختۂ مہرِ قیامت عرصات
ٹھہرے کوثر کے قریں سروِ گلستانِ صفات
اُمتیں ساری کہیں جوڑ کے ہاتھوں کو یہ بات
"ما ہمہ تشنہ لبانیم، توئی آبِ حیات
لُطف فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

شُرفۂ طور پہ موسیٰؑ کو رہا حق سے تپاک
بڑھ سکے طارمِ چارم سے کہاں عیسیٰؑ پاک
تجھ سے کیا نسبت انہیں اے مہِ بُرجِ لولاک
"شبِ معراج عُروجِ تو گزشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

نسخۂ روئے مبیں ناسخِ انجیل و زبور
خط ہے یا لوح پہ آیاتِ الٰہی مسطور
نُطق سے مصحفِ رُخ مصحفِ ناطق ہے ضرور
"ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی"

سنگ کیوں لعل ہوا، نیّرِ اعظم کی نگاہ
دانہ کیوں سبز ہوا، مکرمتِ ابرِ سیاہ
یونہی اے ابرِ کرم مہرِ ہمہ ظلِّ اللہ
"عاصیانیم ز ما نیکیِ اعمال مخواہ
سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی"

قصرِ عالی ہے ترا دامنِ عالم کا طراز
جیسے بالائے فلک عرشِ معلّٰی ممتاز
بسکہ ہے روئے نیازِ دو جہاں سوئے حجاز
"بر درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی، یمنی و حلبی"

سیّد محمد مرتضٰی حسن بیان ویزدانی میرٹھی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عالم آدم سے ہے اور خاک سے آدم کی بِنا　　تیرے عُنصر ہیں شہا حلم و حیا، علم و ضیا
کیا کہوں، کیا نہ کہوں، گر یہ کہا کچھ نہ کہا　　"نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

شبِ معراج گیا پردۂ نیلی سے گزر　　لَنْ تَرَانِیْ اَرِنِیْ ہو گئی پردہ سے بدر
آئی آواز کہ اب کھول دے باطل کے بھر　　"چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی"

ذات ہے آئینۂ ذات، تری بات نبات　　یاں کوئی خضر کی پوچھے، نہ مسیحا کی بات
در پہ کہتے ہیں کھڑے صورتِ سائل دن رات　　"ما ہمہ تشنہ لبانیم، تو ئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

کہتے ہیں تازہ جاوید ہے فردوس تمام　　کہیں طوبیٰ کی طراوت، کہیں حوروں کے خیام
فرق ہے دیدہ و نادیدہ میں یا شاہِ انام　　"نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سر سبز مُدام
زان شُدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

سرورا، خاکِ سرِ راہ ہیں اسکندر و جم
ان کے سر پر ہیں سگِ درگہِ والا کے قدم
عفو کر عفو، ہوا بندۂ گستاخِ کرم
"نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوے تو شد بے ادبی"

تھا چراغِ تہِ داماں پسِ استادہ قدم
تھے نہاں پردۂ ظلماتِ عدم میں آدم
عالم اس نور کا ذرہ ہے یہ ہے کیا عالم
"مُن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بو العجبی"

قُدس کے پردہ سرایانِ سراپردۂ ناز
کہتے ہیں پردۂ وحدت میں ہے آہنگِ حجاز
بس کہ ہے کعبۂ دل قبلۂ جاں مہرِ نماز
"بُرّ درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی، و ہندی، یمنی و عربی"

ہے ہوا خواہ بیاں، دیجے نصیبِ قلبی
تشنہ ہوں اے مہِ کنعانِ قلیبِ قلبی
سیّدی اَنتَ طبیبی و حبیبِ قلبی
"سیّدی اَنتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوے تو قدسی پئے درمان طلبی"

بیان و یز دانی میرٹھی

طُور پر چڑھ کے کیا کرتے تھے باتیں موسیٰ
ایک ساعت نہیں ہوتا ہے خدا سے تو جُدا
اور ہر شب شبِ معراج سے ہے تجھ کو سوا
"نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

مرزا خجستہ بخت سالک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ختم ہے تجھ پہ نبوت اے شہِ مُطّلبی — تیرے محتاج ہیں سب شاہ وگدا، شیخ وصبی
ہے مجھے تیری ثنا سے ہی صفائے قلبی — مُرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

سیّدا، مجھ کو تری ذاتِ مقدّس کی قسم — واسطے تیرے بنے ارض وسما، لوح وقلم
نور تیرے سے منوّر ہوئے دونوں عالم — مَنِ بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

ذاتِ اطہر سے شفاخواہ ہیں سب پیرونبی — ہے شفاعت کی قبا جسمِ مطہر پہ پھبی
مثلِ قدسی کے ہے کہتا یہ گدا تشنہ لبی — سیدی انتَ حبیبی وطبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی"

سیّد غلام محمد شاہ گدا
(۱۲۵۳ھ —— ۱۳۲۲ھ)

مُرسلہ:
ڈاکٹر وفا راشدی (کراچی)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آج تھا حاضرِ دربار ہر اک پیر و صبی — عام سے خاص تلک خواہ ولی، خواہ نبی
یہی رکھتا تھا ہر اک زمزمۂ زیرِ لبی — "مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

لاکھ اخلاص سے کھا کھا کے ترے سر کی قسم — تجھ سے کہتے ہیں یہی حضرتِ یوسفؑ پیہم
کہ جہاں گو مرے جلوے سے ہے سارا بیدم — "من بیدل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

پھرے در در پہ بھٹکتے کہ ملے راہِ نجات — آئے سر یونہی پٹکتے، نہ ملا کچھ ہیہات
دیکھا آخر کو تو دیکھا یہی اے نیک صفات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

گو نہیں ہے مرے کہنے کی طرف تجھ کو نیاز — تجھے معلوم ہے، رکھتے ہیں جو دل میں وہ راز
ان کی غمخواری سے کہتا ہوں پہ آکے ہی طراز — "بدرِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
زنگی و رومی و طوسی، یمنی و حلبی"

محمد حسین خاں تحسین دہلوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کی ذات ہے موصوفِ ہر اک شیخ و صبی تو ہے ممدوحِ خدا، سب ترے مدّاح نبی
ہو گئی ختم تری ذات پہ عالی نسبی "مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

کیا لکھوں حُسن کی تعریف ترے شاہِ اُممؐ اسی حیرت میں ہیں سب اہلِ عرب اہلِ عجم
کہتے تھے حضرتِ یوسفؑ بھی یہی کھا کے قسم "مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

مرتبہ کس کو ہے لولاک کا خالق نے دیا کس کو یہ قُربِ دَنٰی اور فتَدَلّٰی کا ملا
تو شہنشاہِ دو عالم ہے جہاں میں یکتا "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

آپ کا رتبۂ عالی ہے وہ یا خیرِ انامؐ کہ تمہیں حق نے بنایا ہے شہِ عرش مقام
بسبب آپ کے تازہ ہوا باغِ اسلام "نخلِ بُستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مدام
زان شُدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

تیرے ہی نور سے پیدا ہوئے ارض و افلاک — اور فرمایا تری شان میں حق نے لولاک
اس جگہ پہنچا تو، پہنچے نہ کسی کا ادراک — شبِ معراج عروجِ تو گزشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

گر کوئی پوچھتا ہے نام مرا، دے کے قسم — اُس سے کہتا ہوں، میں ہوں کلبِ رسولِ اکرم
توبہ توبہ، میں کہاں اور سگِ شاہِ اُمم — نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی"

بہرِ بوبکرؓ و عمرؓ لیجے شہا میری خبر — قیدِ عصیاں سے رہا کیجے مجھے یا سرورا!
وز پئے حضرتِ عثمانؓ و علیؓ حیدر — چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی"

تو ہے محبوبِ خدا اور ہے عالی تری ذات — دن قیامت کے ترے ہاتھ سبھوں کی ہے نجات
تشنہ لب ہو کے سب اس روز کہیں گے یہ بات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم، توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی"

اپنا دیدار دکھا خواب میں شاہِ اعجاز — کر نظر رحم کی اس بندے پر اے بندہ نواز
سب خلائق میں کیا ہے تجھے حق نے ممتاز — "بر درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی، یمنی و حلبی"

حافظ فتح محمد حقیر فاروقی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گاہ مزمل و مدثر و یٰسٓ کبھی — کس کس القاب سے وحی آپ پہ اللہ نے کی
رب ہے مدّاح تو محمود و محمد ہے نبیؐ — مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

شب معراج ملائک کو غش آئے پیہم — اور ہوئے عالم ارواح میں بے خود آدم
خواب میں مجھ پہ بھی گزرا انہیں کیا کیا عالم — منِ بیدل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی"

اشرف الخلق ہے شاہِ دوسرا تو بخدا — نسلِ آدم میں ہوا تجھ سا، نہ ہوگا پیدا
تو کجا یوسفؑ و نوحؑ اور سلیماں کجا — نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

تو نہیں اُمّی ہے اُستاد ترا رب غفور — کون سا علم و زباں جس پہ نہیں تجھ کو عبور
عربی کی ہوئی پر اس لیے تخصیص ضرور — ذاتِ پاک تو درین ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی"

گلشنِ ذات کی مانند صبا کی گلگشت — جا کے ناسُوت سے لاہُوت تلک کر کے گشت
فکر و اوہام و خیالات کے طے کر سب دشت — "شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی"

آپ کا کوچہ ہے الحق رہِ عرشِ اعظم — پر جہاں جلتے ہیں جبریلؑ کے اے شاہِ امم
دلِ دیوانہ کو اس ترکِ ادب کا ہے غم — "نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی"

جبکہ کوثر پہ کھڑے ہوں گے وہ عالی درجات — انبیا جائیں گے سب حشر سے پیاسے اک ساتھ
بعدِ تسلیم کہیں گے ہم بھی پھیلا کر ہاتھ — "ما ہمہ تشنہ لبانیم تو ئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد میگزرد تشنہ لبی"

راہ گم کردہ و ناکام و پریشاں ششدر — آپ کے پاس اب آیا ہوں، بہت ہوں مضطر
مجھ پہ رحمت ہے اگر آپ کو کچھ مدِ نظر — "چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی"

نام گمنام طریق اپنا ہے حاشا گمراہ — معصیت سے ہے مرا نامۂ اعمال سیاہ
آپ جب شافعِ عصیاں ہیں تو کیسا اکراہ — "عاصیانیم ز ما نیکیٔ اعمال مخواہ
سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی"

نواب محمد مردان علی خان رعنا و نظام

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نُور وہ نور کہ ہے جس سے منوّر عالم
حُسن وہ حُسن کہ خورشید بھی ہے ذرّے سے کم
غیرتِ ماہِ منوّر ترا ہر نقشِ قدم
مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدین بوالعجبی"

باعثِ خلقِ دو عالم ہے تری ذاتِ پاک
حق نے فرمایا ترے حق میں خطابِ لولاک
حق سے اخلاص تجھے تجھ سے خدا کو ہے تپاک
"شبِ معراج عروجِ تو گزشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

سرنگوں کیونکہ نہ ہوں سارے نبی تیرے حضور
تیرے رُتبے کے برابر ہو کوئی، کیا مقدور
ہے یہاں تک تو خوشی تیری خدا کو منظور
"ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہُور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

عرقِ شرم میں ہوں غرق نہ کیونکہ ہردم
کس طرح منہ پہ طمانچے نہ لگاؤں پیہم
ہوں جو میں سر بہ گریباں، ترے قدموں کی قسم
"نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

صفیر دہلوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خوش نصیبی ہے ترے در پہ جو ہوں ناصیہ سا   کامیابی ہے اگر لب ہوں ترے مدح میں وا
میں تو کیا ہوں، کہ خدا خود ہے ترا مدح سرا   "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

جو ہوا مسلکِ ارشاد سے تیرے برگشت   خاک اُڑاتا ہے بگولے کی طرح دشت بہ دشت
گلشنِ ذات کی تجھ کو ہو مبارک گلگشت   "شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

تُو ہے وہ ابرِ کرم اور سحابِ اکرام   تجھ سے پُر گُل ہوا دامانِ ریاضِ اسلام
سبز ہو سبز شہا مزرعِ اُمیدِ انام   "نخلِ بُستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مُدام
زان شُدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

عرض ہے خدمتِ والا میں وہی صابر کی   جس طرح عرض رسا ہے بسماجت قدسی
مبتلا ہے اسی آزار میں وہ بھی یہ بھی   "سیّدی اَنتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سُوے تو قُدسی پئے درمان طلبی"

مرزا قادر بخش صابر دہلوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیرے محتاجِ شفاعت ہیں ولی اور نبی ختم تجھ پر ہو نہ کس طرح شفاعت طلبی
کیا تری ذاتِ مقدس ہے شہِ مطلبی "مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

ہے ترے پائے مبارک کی شہا مجھ کو قسم منہ نہ دیکھے کوئی یوسفؑ کا، ترے دیکھ قدم
کر مشرف تو مجھے خواب میں از راہِ کرم "من بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

ہوا باطل ترے اسلام سے دینِ زرتشت ہشت جنت ترے اخلاق کے آگے یک دشت
عرش سے فرش تلک تو نے کیا کیا گلگشت "شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

یا رسولِ عربی، شاہِ رسل نیک صفات مظہرِ نورِ خدا، سرورِ عالی درجات
دو جہاں میں ہے تری ذات سے امیدِ نجات "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زِ حد می گذرد تشنہ لبی"

نعت

اے گُلِ باغِ نبوت، شہِ لاہُوت مقام — لامکاں تیرا مکاں اور ملائک خُدّام
عام ہے گو کہ ترا لطف پہ اے خیرِ انامؐ — نخلِ بُستانِ مدینہ نہ تو سرسبز مُدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

ذکر تیرا ہے ہر اک اہلِ جہاں میں مشہور — جو ہے منظور تجھے، وہ ہے خدا کو منظور
اک جہاں تیری عنایت سے ہوا ہے معمور — ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

اے شہِ ملکِ عرب، خسروِ اقلیمِ عجم — خاکِ نعلینِ مبارک ہے تری افسرِ جم
رُتبۂ خسرو و جمشید ترے سگ سے ہے کم — نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

قبلۂ حور و ملک کعبۂ ہر جن و بشر — سیّدِ ہر دو جہاں، شافعِ روزِ محشر
آیتِ رحمتِ حق ذات ہے تیری یکسر — چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطّلبی"

— حاجی محمد اسحٰق

تجھ سا پیدا نہ ہوا اور نہ ہو گا ایسا — لے سلف تا بہ خلف کون ہے ثانی تیرا
انبیا بھی نہیں پہنچیں گے تجھے، اور تو کیا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

— میاں رحمت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نورِ مطلق ہے تری ذات بلا شک شاہا — حق سے نسبت ہے تجھے مثلِ حباب از دریا
پہنچے رتبے کو ترے کوئی بشر، ذکر ہے کیا — "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

جامِ اُلفت کو جو تیرے نہ پیے گا ہیہات — جان لے وہ کبھی واللہ نہ پائے گا نجات
اس لیے کہتے ہیں یہ اہلِ دو عالم دن رات — "ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی"

ظلمتِ کفر ہوئی تیرے سبب خلق سے دور — نورِ رحمت سے ترے ہوگیا عالم پُر نور
یاں تلک ہے تری خاطر ترے رب کو منظور — "ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

دردِ فرقت، شبِ ہجراں، غمِ دوری تیری — کیا کیا بیماریاں امداد کے دل میں ہیں بھری
آہ تجھ بن میں کہوں کس سے، یہ اب حالِ دلی — "سیدی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درمان طلبی"

مولانا امداد اللہ صاحب تھانوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حُسن تیرا ہے وہ مشہورِ جہان و عالم — جس سے ہے سلسلۂ خوبیٔ یوسفؑ برہم
مہ و خورشید ہیں یک بندۂ بے دام و درم — "مَنِ بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

نُور سے اپنے کیا حق نے تجھے جلوہ نما — آتش و آب و گِل و باد کا واں دخل ہے کیا
ہوں جہاں اپنے دل و جاں سے ملائک شیدا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

تجھ کو پہنچے نہ مسیحا، نہ کلیم اور نہ ابنِ زرتشت — اس کی دیتے ہیں شہادت فلک و کوہ و دشت
پاسبانوں کی طرح چرخ تھا سرگرمِ گشت — "شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبیؐ"

سرورا، تُو ہے شفیعِ اُمم و نیک صفات — ہے جہاں کے لیے پُر فیض و کرم تیری ذات
ہم ہیں محتاج، نہایت کو ہیں پہنچی حاجات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لُطف فرما کہ زِ حد می گذرد تشنہ لبی"

— منشی عزّت سنگھ عیش دہلوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مثلِ خورشید ہے روشن تری عالی نسبی — نام لینا ہے ترا غیرِ وضو بے ادبی
آبِ کوثر سے زباں دھو کے یہ کہتے ہیں نبی — مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کھا کے کہتا ہوں ترے پائے مبارک کی قسم — جز خدا اور علیؓ کون ہے تیرا محرم
دیکھ رویا میں ترے جلوۂ رُخ کا عالم — مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی

نسلِ آدم میں تجھے حق نے کیا گو پیدا — پر شرف تیرے سبب رُتبۂ آدمؑ کو ہوا
آدم اک خاک کا پتلا ہے، تو ہے نورِ خدا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

یک قلم کیونکہ نہ منسوخ ہو توریت و زبور — صورتِ ماہ جو تاباں ہو تری شرع کا نور
پھر بھلا اہلِ عرب کیونکہ نہ ہو دیں مشہور — ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

ذکر ہوتا ترے اعجاز کا ہے دشت بدشت — خلد آٹھوں ترے اک جزو کے ورق میں یہ بہشت
پہنچے جس جا نہ ملک واں ہو اثر انگلشت — شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت

"بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

مالک علم لدنی، شہ عالی درجات — مظہر نور خدا و شرف مخلوقات
کہ عطا ساغر کوثر ہمیں اے نیک صفات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات

لطف فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

سید قاسم علی خاں انیس

قلم آمد کہ نہد بر قدم پاک تو سر — لوح گفتہ کہ دمے جانب من ہم بنگر
عرش جنبید ز جا کای شہ عالی منظر — "در چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی"

قدسیان شربت دیدار تو اے مظہر ذات — خواستند از تو بدین نغمۂ آہنگ صفات
کای حدیثت شکر باب و لبت قند و نبات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات

رحم فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

غلام امام شہید اکبر آبادی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تو ہوا باعثِ ایجادِ جہاں مُطّلبی ہے تری ذاتِ مقدس شرفِ جملہ نبی
حبّذا سرورِ عالم، زہے والانسبی مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

حق تعالیٰ کو عرب کا جو شرف تھا منظور اس میں کعبہ کو کیا بہر عبادت معمُور
جب ہدایت کے لیے ہو گئی تجویز ضرور ذاتِ پاک تو درین ملکِ عرب کرد ظہُور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

شمس روشن ترے رُخ سے ہُوا اے مہرِ عجم ہے خطا، گر کہوں واللیل ہے زُلفِ پُرخم
کیا کہوں، ہو نہیں سکتی کوئی تشبیہ بہم مَنِ بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

گر چہ مخلوق ہے تُو پر نہیں کوئی تجھ سا تجھ کو ہے برتری یکتائی سے بس بعدِ خدا
نور ہر چیز میں تیرا ہی ہوا جلوہ نما نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

ہیبت و صولتِ سگ سے ترے لاریب ہے کم
شوکتِ دارا و کے، حشمتِ فغفور و جم
آگے سگ کے ترے روباہ رہا ہے ضیغم
"نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

ہم ہوئے خشک زباں کہہ نہیں سکتے کچھ بات
ہونٹ ہم چاٹتے ہیں خشک لبی دن رات
مرتے ہیں پیاس سے ہو جلد دمِ خضر نجات
"ما ہمہ تشنہ لبانیم، توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی"

کیا یہ حالت ہے مری، خود میں ہوا ہوں ششدر
دل ہے آشفتہ، میں رہتا ہوں پریشاں اکثر
دیکھ تو کیسا مرا حال ہوا ہے ابتر
"چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی"

عام ہے بندہ نوازی تری اے بندہ نواز
تری فیاضی کا عالم میں بنا ہے انداز
ترے فیضان سے ارباب عرب ہیں ممتاز
"بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز
ہندی و زنگی و رومی، یمنی و حلبی"

ثاقب

ابرِ رحمت ہے تری ذات شہِ قدس مقام
ہے گلِ باغِ تقدّس لئی ترا روئے گلفام
طوبیٰ و روضۂ رضواں ہے قدِ عرش خرام
"نخلِ بستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

حافظ مظفر حسین مسکین

قدِ رعنا کی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہلِ تقویٰ کو مبارک رہے جنّت طلبی ۔۔۔ میں تو ہوں طالب دیدارِ شہِ مطّلبی
ہو، وہ دن بھی کہ کہوں جا کے سرِ قبرِ نبیؐ ۔۔۔ مُرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

جلوہ گہ ہو جو تصوّر میں ترا حُسنِ اتم ۔۔۔ نگہ حضرتِ موسیٰؑ کے پھسل جائیں قدم
اس جگہ دفترِ ادراکِ نظر ہے برہم ۔۔۔ مُن بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

چاشنی بخش ہوئی جب سے تری رحمتِ عام ۔۔۔ دہنِ آرزوئے خلق ہوا شیریں کام
ذاتِ والا ہے تری چشمۂ فیض و انعام ۔۔۔ نخلِ بُستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مدام
زان شُدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

واقفِ ظاہر و باطن ہے خداوندِ غفور ۔۔۔ اس کے اسباب کو ہم کر نہیں سکتے محصور
ہاں مگر بے خودیٔ عشق میں کہتے ہیں ضرور ۔۔۔ ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کردہ ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی

نعمتِ خاصِ خدا سے ہیں لبالب ترے طشت — مثلِ موسیٰ نہ ہوا تو کبھی آوارۂ دشت
تو نے چاہا جو گلستانِ قدم کی گلگشت — "شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

کیوں نہ تر اشکِ ندامت سے ہو چشمِ پُرنم — میری طینت میں نجاساتِ گُنہ ہیں منضم
طالبِ عفو ہوں اے منبعِ الطاف و کرم — "نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بسگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

آتشِ شوق میں کب تک رہیں مضطر ہیہات — دل جلوں پر بھی نگاہِ کرم اے بحرِ نجات
جوش پر ہے غمِ دوری کی حرارت دن رات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لُطف فرما کہ زِ حد میگزرد تشنہ لبی"

طیبہ جانے کو مہیا نہیں سامانِ سفر — ستمِ گردشِ ایام سے ہوں خستہ جگر
میں ترے صدقے بلا لے مجھے اپنے در پر — "چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطّلبی"

کس طرح اور کریموں سے نہ ہو تو ممتاز — تو ہے معنیٔ حقیقی، وہ ہیں مفہومِ مجاز
ہر تمنا کو ہے رحمت تری سرمایۂ ناز — "بر درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی، یمنی و حلبی"

حافظ عبدالرحمٰن بقا غازی پوری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تم ہو محبوبِ خدا، اے شہِ عالی نسبی　　سب ہیں محکوم تمہارے یمنی و حلبی
دیکھ کر جلوہ ترا بولے نبی اور ولی　　"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

حق تعالیٰ کے ہو محبوب رسولِ اکرم　　نہیں طاقت یہ مری جو کروں اوصاف رقم
موسیٰؑ و عیسیٰؑ لگے کہنے یہی بس باہم　　"من بے دل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

قبل از ارض و سما حق نے بنایا ترا نور　　بعدہٗ نور سے تیرے ہی کیا سب کا ظہور
کفر اقدام کی برکت سے ہوا ہے کافور　　"ذاتِ پاک تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

جبکہ فرما چکا حق شان میں تیرے لولاک　　اے شہِ جن و بشر، اے شہِ ارض و افلاک
پھر ہو کس طرح ثنا تیری رقم سیدِ پاک　　"شبِ معراج عروجِ تو گزشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی"

نعت

ہجر میں آپ کے آئی ہے مری جاں لب پر   خواب میں شکل دکھا دیجے حبیبؐ داور
التجا آپ سے میری ہے یہی شام و سحر   "چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطّلبی"

گرچہ عاصی ہوں و لے شرم ہے شاہا ترے ہاتھ   بہرِ حسنینؓ غم و رنج سے اب دیجے نجات
حوضِ کوثر پہ تمہیں دیکھ کہوں گا یہ بات   "ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد میگزرد تشنہ لبی"

دوست صادق ہیں عمرؓ آپ کے، ان کا صدقہ   بہرِ صدیقؓ خبر لیجیے اے پشت پناہ
بہرِ عثمانِ غنیؓ، بہرِ علیؓ ذی جاہ   "ما صبانیم زمانیکہ اعمال مخواہ
سوئے من روئے شفاعت بکن از بے سببی"

خلق میں آپ کا مشہور ہے ادنٰی اعجاز   مہ کو انگشت سے پارہ کیا اے بندہ نواز
آپ کو حق نے کیا جنّ و بشر میں ممتاز   "بر درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی، یمنی و حلبی"

رفع ہوگا نہ عدم کا یہ کبھی دردِ دلی   ہاں مگر تیری عنایت اگر اس پر ہوگی
راست ہے راست نہیں جھوٹ بقولِ قدسی   "سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درمان طلبی"

محمد ابراہیم عدم اکبرآبادی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شبِ معراج فلک پر جو گئے میرے نبیؐ　　پیشوائی کو ملک آئے بجذبِ قلبی
کہہ رہے تھے یہی سب دیکھ کے والا حسبی　　مُرحبا سیّدِ مکیّ مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت، عجب خوش لقبیؐ

جو مرا حال ہے وہ کس کو دکھاؤں جاکر　　صدمۂ ہجر سے آیا ہے مرا دم لب پر
مستحق ہوں تری رحمت کا شہِ جنّ و بشر　　چشمِ رحمت بکشا، سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطّلبیؐ

خاص لوگوں ہی پہ موقوف نہیں کچھ اکرام　　فیض پاتے ہیں ترے چشمۂ الطاف سے عام
کشتِ اُمید کو شاداب کر اے شاہِ انام　　نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبیؐ

پہنچے افلاک پہ معراج میں جب شاہِ اُممؐ　　ہر طرف سے یہی آتی تھیں صدائیں پیہم
آج تک تجھ سا نہ دیکھا کہیں خالق کی قسم　　مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبیؐ

کلمہ گو ہیں ترے جنّ و ملک، وحش و طیور — عاشق و والہ و شیدا ہے ترا ربِّ غفور
حق تعالیٰ کو بھی تھا پاس کچھ ایسا منظور — "ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی"

دردِ دل اپنا کہوں کس سے شہِ جملہ صفات — کون ہے تیرے سوا، پوچھے جو کوئی میری بات
العطش لب پہ رہا کرتی ہے کیا کیا دن رات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم، توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

بخشا اللہ نے رُتبہ تمہیں وہ شاہِ حجازؐ — بخدا اور نبی کو نہ ملا وہ اعزاز
اے رسولِ عربی، ہاشمی و بندہ نواز — "بر درِ فیضِ تو اِستادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی، حلبی و عربی"

دیکھ لیں چشمِ عنایت سے اگر آپ نبیؐ! — دل سے ہو جائیں غم و رنج و قلق دور ابھی
عاجزِ خستہ پہ بھی ہو نظرِ لُطف کبھی — "سیّدی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی"

احمد دراز خاں عاجز عطائی پوری فرخ آبادی

خضر ہے طالبِ دیدار ترا دشت بہ دشت — طوفِ مرقد کے لیے چرخ کو ہے گشت پہ گشت
خسروا، تو نے فلک کو دیے سیمیں نُہ طشت — "شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

محمد فاضل دبیر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مہر ہوتا تو زوال آتا کبھی تو اک دم　　ماہ ہوتا تو گہن سے کبھی ہوتا باہم
نہ گہن اس کو لگے اور نہ ہووے کبھی کم　　حُسنِ بے دل بہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

ہو گیا کفر سے یہ مُلک جو سارا معمُور　　آچلا عزّت و توقیر میں کچھ اس کی فتور
لیکن اللہ کو رکھنی تھی جو عزّت منظور　　"ذاتِ پاک تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زین سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

منبعِ بخشش و الطاف تو ہو تیری ذات　　اور تجھ کو ہو تغافل، یہ بنے کیونکر بات
دے دے اک جام کہ اس پیاس سے ہو جاوے نجات　　"ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
لُطف فرما کہ زِحد می گذرد تشنہ لبی"

مرجعِ عامِ خلائق تو ہے تو اے بندہ نواز　　تیرا دروازۂ اقدس نہیں رہتا کب باز
کون ہے جو ترے در پر نہیں اے مایۂ ناز　　"بدرِ فیضِ تو اِستادہ بصد عجز و نیاز
زنگی و طوسی و رومی، یمنی و حلبی"

عبدالکریم سوز

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وصف ہو جن و بشر، حور و ملک سے ترا — آج سے تا بہ قیامت کبھی امکان ہی کیا
کچھ بھی نسبت ہو کسی سے تو کرے وصف ترا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

تھا خدا کو بھی یہی روزِ ازل سے منظور — کہ ہو اُقلیم عرب نور سے تیرے معمور
ورنہ ہے باعثِ ایجادِ دو عالم ترا نور — "ذاتِ پاک تو درین ملکِ عرب کردہ ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

ہم نشیں تو نے سنا ہو گا کبھی آبِ حیات — ہے بلا ریب جمالِ نبوی آبِ حیات
ہو عنایات کچھ اس عبد کو بھی آبِ حیات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد می گذرد تشنہ لبی"

ہے شفیع دو جہاں ذاتِ رسولِ عربی — اے ثنائی نہ کر اس ذات سے دُنیا طلبی
قولِ قدسی کو تو کر ذکرِ دلی، وردِ لبی — "سیّدی اَنتَ حبیبی وطبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی"

میرزا عاشور بیگ ثنائی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تجھ سا کوئی نہ ہوا اور نہ ہووے گا نبی   ہے تری ذات پہ صادق لقبِ مطلبی
تجھ سے کہتا ہے ہر اک بہرِ شفاعت طلبی   "مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

تجھ کو ہر ایک زباں کے ہے تکلم میں عبور   فہم ہر ایک زباں میں نہیں کرتا ہے قصور
یہ زباں اس لیے آئی ہے خدا کو منظور   "ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

تو نے پامال کیے چرخ کے جب ساتوں دشت   اور بہشتوں کے بھی سب ہو گئے طے گلشن ہشت
لامکاں تھا سو ہوا تیرا وہاں بھی گلگشت   "شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

شعلہ زن دل میں ہے وہ آتشِ عصیاں ہیہات   کہ کفایت جسے کرتے نہیں جیحون و فرات
نہ رہی اب تو کسی طرح سے امیدِ نجات   "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

تجمل رسول خاں تجمل

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب شفاعت سے تری روزِ جزا شیخ وصبی　　چھوٹیں تب تجھ کو کہیں دیکھ کے ایک ایک نبی
واہ کیا کام ہوا تجھ سے بامّی وابی　　مرحبا سیّدِ مکی مدنی العربی
"دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

چشمِ آئینہ نے دیکھا تھا اگرچہ عالم　　پر ترے نورِ مصفّا کو بھی دیکھا جس دم
ہو کے ششدر متحیّر لگا کہنے پیہم　　"من بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

کیا عجب روزِ قیامت کو اگر ہو یہ بات　　انبیا تابشِ خور سے جو ہوں تشنہ ہیہات
حوضِ کوثر پہ کہیں تجھ سے شہِ نیکو ذات　　"ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زِ حد می گزرد تشنہ لبی"

ہو گیا تیرے غمِ عشق میں سو ٹکڑے جگر　　سو دوا کی، نہ ہوا ایک دوا کا بھی اثر
لیک اب تجھ سے علاج ایک ہیں چاہوں ہوں سو کر　　"چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی"

حافظ عبد الرحمٰن سوزش کاندھلوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ ترا رتبۂ عالی ہے شہِ مطلبی — عرصۂ حشر میں جس وقت کہ ہوں جمع نبی
سب کے ہو وردِ زباں بر دمِ حاجت طلبی — مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

مفتخر عالم و آدم میں تجھے حق نے کیا — تابِ انساں کہاں، ہو جو ترا مدح سرا
شان میں تیری خدا آپ کہے صلِ علیٰ — نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

کیوں نہ ہو نام ترا وردِ زباں شاہِ انام — گلِ امید شگفتہ ہیں ترے لب سے تمام
تر و تازہ ترے باعث ہے ریاضِ اسلام — نخلِ بستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

عرصۂ حشر میں جب اٹھے گی سب مخلوقات — کوئی یاور نہ وہاں ہو گا بجز آپ کی ذات
انبیا بھی یہی لب کھولیں گے واں بہرِ نجات — ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زِ حد می گزرد تشنہ لبی

سید قطب الدین بسمل

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تو نبیؐ وہ ہے شہا، تجھ سا نہیں کوئی نبی　　تیرے قدموں سے ملوں آنکھ تو ہے بے ادبی
میں بھی صدقے ہوں دل و جاں سے بامّی و ابی　　مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
"دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

جیسے کعبہ میں تری ذات کا چمکا ہے نور　　دیکھنا کوئی نہیں کھول کے توریت و زبور
بند کی بند رہیں، تھیں جو کتابیں مشہور　　ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
"زان سبب آمدہ قرآن بزبان عربی"

زمزمہ رکھتا ہے یہ چاہ سے تیری زمزم　　دین تیرا ہو عرب اور عجم میں جم جم
شیرِ گردوں بھی یہ کہتا ہے کہ اے بحرِ کرم　　"نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
"زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

بگڑی حالت ہے مری جان پہ میری ہے بنی　　خسروا سن لے تو اس حشمتِ بیمار کی بھی
درِ اقدس پہ وہ آیا ہے مثالِ قدسی　　سیدی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
"آمدہ سوئے تو قدسی پئے درمان طلبی"

. میرزا فخرالدین حشمت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ذاتِ فیاض میں خالق نے دیے ہیں وہ صفات — مُردے جی اُٹھتے ہیں سُن کر لبِ جاں بخش کی بات
عرض کرتے ہیں یہ عیسیٰؑ و خضرؑ جوڑ کے ہاتھ — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ زِ حد می گزرد تشنہ لبی"

کعبۃ اللہ کا گھر کس لیے ہوتا مشہور — جلوہ افروز نہ ہوتا جو وہاں آپ کا نُور
مرتبہ ملکِ عرب کا تھا بڑھانا منظور — "ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی"

لیلۃ القدر رُخ و زُلف سے ہے قدر میں کم — رُخِ روشن پہ مہ و مہر ہیں قرباں ہر دم
نُورِ رُخسار میں ہے نُورِ خُدا کا عالم — "مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی"

حق نے فرمایا تری شان میں لَوْلَاکَ لَمَا — گنہِ حضرتِ آدمؑ تری خاطر بخشا
تو وہ شاہنشہِ کونین ہے محبوبؐ خدا — "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

علی بخش شرر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یوں تو پیدا کیے خالق نے ہزاروں ہی نبی
سر پہ پر تیرے ہی دستارِ شفاعت کی پھبی
تجھ کو جبریلؑ بھی کہتا ہے بصد بوالعجبی
مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

یوں حسینوں کی تو شہرت ہے میانِ عالم
مگر اس صورت و سیرت کے تو انساں ہیں کم
یوسفِ مصر بھی ہوتے تو یہ کہتے بہم
مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی

واسطے تیرے تو یکساں ہے حیات اور ممات
سب کو دلوائیو تو آتشِ دوزخ سے نجات
چشمۂ فیض ہمارے لیے ہے تیری ذات
ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی

جز خدا مرتبے کو کوئی ترے جانے کیا
تیرے باعث سے تو آدمؑ کا بھی رتبہ یہ ہوا
کہ عزازیل کو بھی حکم ہوا سجدے کا
نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ والا نسبی

مرزا محمد علی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روز و شب وصفِ رُخت را بزبان میرانم ۔۔۔ حُسنِ یوُسفؑ ز جمالِ تو ہویدا خوانم
در کلامت ہمہ اعجازِ مسیحا دانم ۔۔۔ مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

مئے عشقِ تو شُدہ شام و سحر نوش لبم ۔۔۔ جذبۂ عشق چہ آمد نہ تو شاہا بدلم
از سگِ کوئے تو فیضانِ وفا می طلبم ۔۔۔ نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوے تو شُد بے ادبی"

شبِ میلادِ تو اے سیّدِ افلاک خرام ۔۔۔ قدسیان رقص کنان گرد سرائے تو خرام
گشت شاداب ز ذاتِ تو بہارِ اسلام ۔۔۔ نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شُدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

در فراقِ رُخت اے سیّدِ محمُود صفات ۔۔۔ بزبان آہ و فغان و بدلم صد حسرات
شعلۂ آتشِ عشقِ تو دل و سینہ بتافت ۔۔۔ ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لُطف فرما کہ ز حدمی گزرد تشنہ لبی"

سیّد احمد نائب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نور ہے ذات تری مظہرِ نورِ صمدی　　مشتمل نام ہوا تیرا بنامِ احدی
ساری مخلوق یہ کہتی ہے بہ شوقِ قلبی　　"مرحبا سیّدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

لمعۂ حسن سے تیرے ہوا روشن عالم　　مہ و خورشید کا بھی نور ترے حسن سے کم
کس سے نسبت تجھے دوں فخرِ عرب شاہِ عجم　　"من بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

تیرے باعث ہوئی عالم کی یہ تکوین شہا　　شان میں تیری خدا نے کہا "لَوْلَاكَ لَمَا"
قابَ قوسین کا رتبہ تجھے حق نے بخشا　　"نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

آفتابہ ہے ترا مہرِ فلک زریں طشت　　دم کی دم میں کیا طے آپ نے بطحا کا دشت
باغِ رضواں کے سوا عرش کی جا کی گلگشت　　"شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

امانت علی نانوتوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تجھ سے روشن ہے شہا سب مری حاجت طلبی — عرض کرنا تری درگاہ میں ہے بے ادبی
میں تو کیا، تجھ سے مدد چاہتے ہیں سارے نبی — مُرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

نُور سے اپنے کیا نُور کو تیرے پیدا — اور خدا نے ترا نام اپنے برابر لکھا
بعد اللہ کے یا شاہ! ہے تیرا رُتبہ — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

جس قدر مدح کروں، ہے وہ تری قدر سے کم — قدر افلاک بھی آگے ہے تری قدر کے کم
میں اسی فکر میں ہوں سر بگریباں ہر دم — "نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

کام آتا نہیں علم نظری و عملی — بڑھتا جاتا ہے شہا، یہ مرضِ غم زدگی
اپنے آشفتہ پریشاں کی خبر لے جلدی — "سیّدی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی"

حکیم منوّر علی خاں آشفتہ میرٹھی

صلی اللہ علیہ وسلم

مہبطِ رُوحِ قُدس آپ کی ذاتِ والا — عرشِ اعظم درِ دولت پہ کہے صلِّ علیٰ
عظمتِ رُتبہ والا ہو شہا کس سے ادا — ”نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی“

حق تعالیٰ نے کیا آپ کو ابرِ اکرام — تجھ سے خندہ ہے لبِ غنچۂ اُمیدِ انام
ہیں شجر اور حجر غرقِ سحابِ اکرام — ”نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سرسبز مُدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی“

ذاتِ انور سے بنا سارا جہاں عالمِ نُور — اور فروغ اس کے سے ہر خانہ ہے بیتِ معمور
ربِ عزت کو جو اعزازِ عرب تھا منظور — ”ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کردہ ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی“

فُرقتِ رُوئے مقدس میں نہیں تابِ حیات — زہر پی جاؤں، پلائیں جو مئے نابِ حیات
تشنۂ وصلتِ اقدس نہیں سیرابِ حیات — ”ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی“

کیفی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے رسولِ عربی، سرورِ عالی نسبی — قاسمِ ساغرِ کوثر بہ دمِ تشنہ لبی
شافعِ روزِ جزا ختمِ رُسل، ختمِ نبیؐ — مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
"دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

نورِ حق تجھ سے بہم، تو ہے خدا سے باہم — تیرے پرتو سے بنے آئینۂ لوح و قلم
جلوہ گر نور سے ہے تیرے ہی نورِ آدم — "منِ بے دل بہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

اے محمدؐ نہ خدا گر تجھے پیدا کرتا — ہے یقیں ارض و سماوات نہ ہوتے پیدا
عرش سے فرش تلک ہے ترے دم کا جلوہ — "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ والا نسبی"

باریاب ابرِ کرم اور چمن دہر تمام — کامیاب آبِ سخاوت سے ترے ہر ناکام
ابتدا انتہا اور ہے ترا آغاز انجام — "نخلِ بُستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مُدام
زان شُدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رُطبی"

میرزا رحیم الدین حیا

دید کا تیری میں مشتاق ہوں اے شاہِ اُمم — چشم سے اشک ٹپکتے ہیں برنگِ شبنم
جلوۂ نور دکھا، تاکہ ہوں غم سے بے غم — مَنِ بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی"

مہر و مہ، جن و ملک، ارض و سماوات تمام — آپ کے ابرِ کرم سے ہیں یہ سب شیریں کام
اور الم نشرح ہے یہ بات تو بر خاص و عام — "نخلِ بُستانِ مدینہ زِ تو سر سبز مُدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رُطبی"

کیا عجب اور بھی نکتہ ہو جو اس میں مستور — ذہنِ ناقص میں مرے پر یہی کرتا ہے عبور
حق تعالیٰ کو کرم کرنا تھا ہم پر منظور — "ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی"

ہائے میں کس سے کہوں اپنی تباہی کا غم — دل پہ میرے جو گزرتا ہے یہی رنج و الم
زشتیِ بخت سے اے وائے کیا میں نے ستم — "نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

محمد شاہ میر طرار دہلوی

باغِ جنت کے مرتب ہیں ترے واسطے ہشت آفتابہ ترا خورشید ہے افلاک ہیں طشت
چمنِ عالمِ سفلی کی نہ بھائی گلگشت شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت

بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی"

جب کہ تیرا ہوا اے شاہِ جواں مرد ظہور آتشِ کفر کی گرمی کا ہوا سرد ظہور
اللہ اللہ بتوں کا بھی ہوا سرد ظہور ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور

زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

بند تھا، ہاں ترے باعث سے کھلا بابِ حیات اپنا دیدار دکھا، دیکھ چکا خوابِ حیات
میں تو کیا، خضر بھی کہتا ہے نہیں تابِ حیات ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات

لطف فرما کہ ز حد مے گزرد تشنہ لبی"

تو جو اس ذاتِ مقدس کا ہے احسان قدسی اس سبب تجھ سے بھی تائید طلب ہے قدسی
یہی کہتا ہے یہ کہہ دل سے زباں سے تو بھی سیدی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پئے درمان طلبی"

حافظ عبد الرحمٰن احسان

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نور سے تیرے ہے موجود وجودِ عالم
ماہ و خورشید ہیں بے شبہ ترے خاکِ قدم
یوسفؑ مصر تہِ حسن کی کھاتا ہے قسم
مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدین بوالعجبی"

جو نہ ہوتا ترے اقدامِ مقدس کا ظہور
کشورِ دینِ مبین سے سبھی رہتے دُور
حضرتِ حق کو ہوا کفر مٹانا جو منظور
ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

نُور نکلا ہے ترا نُورِ خدا سے شاہا!
عرشِ اعظم تری پابوسی سے ممتاز ہُوا
ہیں ملائک تری درگاہ پہ سب ناصیہ سا
نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

میں ہوں کیا چیز کہ اوصاف کروں تیرے رقم
ہو وے عاجز تری توصیف میں حسانؓ کا قلم
حدِ آداب سے جو بڑھ گیا جرأت کا قدم
نسبتے خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

میاں ذالق

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یونسؑ و یوسفؑ و یعقوبؑ و مسیحؑ و موسیٰؑ — سب تھے مائدۂ فیض سے ہیں زلّہ ربا
حق تو یہ ہے کہ تو بے مثل ہے جوں ذاتِ خدا — "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

ہو گیا بے خود و بے تاب و تواں اور بے دم — اک نظر جس نے ترے نور کا دیکھا عالم
کہا نقّاش نے، کی جب تری تصویر رقم — "من بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

ایک تو یہ کہ فصاحت ہے عرب کی مشہور — دوسرے دینی تھی زک اہلِ زباں کو منظور
تیسرے یہ کہ بفرمانِ خداوندِ غفور — "ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کردہ ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

اے شہنشاہِ اُمم، اے شہِ فرخندہ مقام — فخرِ دیں، فخرِ رُسل، فخرِ جہاں، فخرِ انامؐ
نہیں اعجاز سے خالی ترا جو کچھ کہ ہے کام — "نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

حافظ الطاف حسین خستہ پانی پتی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گرچہ سایہ ترا دیکھا نہیں اے شاہِ اُمم — لیک سائے میں ترے پلتے ہیں دونو عالم
نور ہی نور سراسر ہے، کہوں کیا عالم — "مَنِ بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

بشریت میں تو گو مثل ہے تُو ان کی ہُوا — مگر ان میں ترے مانند ہے رُتبہ کس کا
بجُز اس کے کہ وہ بندے ہیں تو تُو ہے مولا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

یوں تو میں غرقِ گناہوں میں ہوں تا سر بہ قدم — بارِ عصیاں سے ہوئی جاتی ہے گردن مری خم
پہ کہوں کیا کہ جو نادانی سے اے شاہِ اُمم — "نسبتے خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

اہلِ محشر کو نہ ہاتھ آئے گی جب راہِ نجات — آئیں گے پاس ترے سرورِ عالی درجات
سب کہیں گے یہ سخن بصدِ درود و صلوٰت — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لُطف فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی"

رحیم بخش طرب

نعت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خاک تھی جلوہ سے پہلے ترے خاکِ آدم ‏ ‏ نورِ رُخ میں ہے ترے حُسنِ قدیمی توام
دیکھ موسیٰؑ تجھے غش ہے تو مسیحا بے دم ‏ ‏ مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

تیری ہی خاکِ کفِ پا سے بنے ارض و سما ‏ ‏ اپنا نائب تجھے یاں خالقِ اکبر نے کیا
نہ کیا اپنی طرح تیرا بھی ثانی پیدا ‏ ‏ "نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

وہ خطا مجھ سے ہوئی ہے جو اسے کیجے رقم ‏ ‏ طول کاغذ کے لیے عرصۂ محشر بھی ہو کم
منہ دکھایا نہیں جاتا ہے ترے در کی قسم ‏ ‏ "نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

تابِ خورشیدِ قیامت سے ہو جب مخلوقات ‏ ‏ ظلِ دامانِ کرم سے ترے خواہانِ نجات
کہیں اس وقت رسولانِ اولوالعزم یہ بات ‏ ‏ "ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زِ حد می گزرد تشنہ لبی"

مرزا حاجی شہرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تجھ کو کہیے جو بشر ساں تو یہ ہے بے ادبی   گر ملک کہیے، ملائک سے ہوا کون نبی
کوئی مرسل بھی نہیں ہاشمی و مطلبی   مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی

"دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

تو ہے اے شاہِ امم مظہرِ فیضانِ اتم   جوہرِ قدس بمعنی و بصورت آدم
روشنی بخشِ جہاں، مہرِ عرب، ماہِ عجم   منِ بیدل بہ جمالِ تو عجب حیرانم

"اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

سگِ در کا ترے رُتبہ وہ ہے فخرِ آدم   آدم و جن و ملک اُس کے قدم لیں ہر دم
دم بدم مجھ کو اسی بات کا ہے سخت الم   نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم

"زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

رشکِ خور ہو جو کرے مہر کی ذرے پر نظر   نظرِ لطف پڑے کوہ پہ ہو جائے وہ زر
زر ہمیں تو نہیں منظورِ حبیبِ داورا!   چشمِ رحمت بکشا سُوئے غریباں بنگر

"اے قریشی لقبی، ہاشمی و مُطّلبی"

(نواب محمد زکی خاں، زکی لکھنوی



واہ کیا درجہ ہے، کیا شان ہے اور کیا رُتبہ   خالقِ ارض و سما خود ہے ترا مدح سرا
انبیا کہتے ہیں سب صلِ علیٰ صلِ علیٰ   "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

سب سے پہلے کیا پیدا ترا اللہ نے نُور   پردۂ ذات میں اُس نور کو رکھا مستور
اور اُس نور کا اظہار ہوا جب منظور   "ذاتِ پاک تو درین ملکِ عرب کردہ ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

تُو ہے نیسانِ کرم اور سحابِ اکرام   بھر دیا موتیوں سے دامنِ اُمیدِ انام
بار آور ترے باعث سے ہے نخلِ اسلام   "نخلِ بُستانِ مدینہ زِ تو سرسبز مُدام
زان شُدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی"

دردِ عصیاں کے سبب سے ہے مری جان جلی   اور بچنے کی نہیں سُوجھتی تدبیر کوئی
عرض اختر کی بھی قدسی کی طرح سے ہے یہی   "سیدی انتَ حبیبی وطبیبِ قلبی
آمدہ سُوئے تو قدسی پئے درمان طلبی"

نواب اختر محل

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رُخِ انور ہے ترا مشرقِ انوارِ قدم   ہے شبِ صبحِ سعادت تری زلفِ پُرخم
ہے بجا، گر یہ کہوں شوق سے اے فخرِ اُمم   مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

کب ترے کوچے سے بہتر ہے گلستانِ ارم   کب ترے کُتّے سے برتر ہیں غزالانِ حرم
پھر نہ کیوں شرم سے یہ بات کروں میں ہر دم   نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

مستعد تن سے نکلنے کو ہے جانِ مضطر   حالِ دل کس سے کہوں جُز ترے ہیں خاک بسر
ہیں گرفتارِ غم و رنج ہوں ہر شام و سحر   چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مُطّلبی"

لختِ دل کھانے کو اور پینے کو خونِ جگری   مرضِ عشق سے ہوں مثلِ چراغِ سحری
کیجیے بہرِ خدا کچھ تو دوا اے رُوحی   سیّدی اَنتَ حبیبی وطبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درمان طلبی"

محمد صدیق حسن روحی قنوجی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کا وصف ہو کس منہ سے بیاں میرے نبیؐ — بند لب لال زباں عقل ہے گم، ذہن غبی
دے اگر دخل طبیعت بھی تو ہے بے ادبی — مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

آپ کے جلوۂ رخسار کا تھا وہ عالم — متعجب ہوئے عیسیٰؑ، متحیر آدمؑ
دیکھ کر حسن کو یوسفؑ نے صدا دی پیہم — من بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

رکھ نہ محروم زیارت سے مجھے اے سرورؐ! — تیرے دیدار کا مشتاق ہوں میں خستہ جگر
بہرِ حق دیر نہ کر، دیر نہ کر، دیر نہ کر — چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی"

تیرے دیدار کا مشتاق ہوں اے بندہ نوازا — ہند میں ہوں، مرے دل میں ہے مگر شوقِ حجاز
میں ہی محروم ہوں اک ورنہ ہزاروں جانباز — بدرِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز
ہمچو زنگی یمنی، رومی و طوسی، حلبی"

عبدالوہاب خاں شاداں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیری تعریف میں عاجز ہیں ولی اور نبی
تیری توصیف سے قاصر ہیں ذہین اور غبی
حبذا شاہِ رسل نام خدا مطلبی
مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل وجان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

جیسے سائے کو نہیں نور سے نسبت اصلا
اور ذرّے کو نہیں مہر کے آگے رتبہ
بس اسی طرح سے اے بادشہِ ہر دوسرا
"نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

نہ مرا پایہ ہے ہم پایۂ عرشِ اعظم
نہ مرے رتبے سے افلاک کا کچھ رتبہ کم
میں کہاں اور تری چوکھٹ کہاں اے شاہِ امم
"نسبتے خود بسگت کردم وبس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

ہیں ترے وصف و ثنا خارج وہم و ادراک
سرمۂ چشمِ ملائک ہے ترے در کی خاک
تنِ اطہر کو ہی زیبا ہے قبائے لولاک
"شبِ معراج عروجِ تو گذشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی"

خیر پانی پتی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عرصۂ حشر میں اے ہاشمی و مُطلبی — دیکھ کر منزلت و قدر تری سارے نبی
اس وسیلے سے کریں اپنی شفاعت طلبی — مرحبا سیدِ مکیؔ مدنی العربی
"دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

بولا رضواں شبِ معراج کہ اے شاہِ انامؐ — اک نگہ گلشنِ جنت پہ کہ ہے خشک تمام
منتظر دیر سے اس دن کا تھا یہ سن کے غلام — "نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سرسبز مُدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رُطبی"

حق تعالیٰ کو تو تھا ساری زبانوں پہ عبور — بھیجنا گیا عربی میں ہی تھا قرآں کا ضرور
کہہ گیا خوب مگر وجہ یہ قدسی مذکور — "ذاتِ پاکِ تو چو در ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی"

نام پوچھا کسی صاحب نے مرا دے کے قسم — جوشِ اُلفت میں کہا "کلبِ محمدؐ" اس دم
بے خودی میں ہوئی کیسی یہ خطا، ہائے ستم — "نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت سگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

محمد نظام الدین جوشؔ

نعت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سخت حیرت ہے مجھے دیکھ کے تیرا عالم — ایسا دیکھا نہ فرشتہ، نہ پری، نے آدم
کس سے تشبیہ میں دوں تجھ کو رسولِ اکرم — مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

بخدا نامِ خدا تجھ سا نہیں تیرے سوا — یہ ملاحت یہ صباحت نہیں دیکھی اصلا
کیا کہوں نامِ خدا، نامِ خدا، نامِ خدا — نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ والا نسبی"

جب کہ دنیا میں ہوا جلوہ نما تیرا نور — کر دی منسوخ ترے واسطے توریت و زبور
اللہ اللہ تری حق کو ہے خاطر منظور — ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کردہ ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

رخشِ تیزِ تو کہ از دائرۂ خاک گزشت — آنچنان گرم رواں شد کہ ز ادراک گزشت
بس صفاتِ تو فزون گشت ز لولاک گزشت — شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

وست بستہ ترے در پہ ہوں کھڑا شاہِ اُمم　　سر نہیں اُٹھتا ندامت سے ترے پا کی قسم
بڑی تقصیر ہوئی مجھ سے رسولِ اعظمؐ!　　"نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی"

دغدغہ ہوگا ہر اک شخص کو روزِ محشر　　انبیا اولیا ہوویں گے سبھی واں مضطر
یوں کہیں گے مرے ممدوح سے با دیدۂ تر　　"چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطّلبی"

——— غلام بسم اللہ بسمل بریلویؒ

اے زلطفِ تو تر و تازہ چمن زارِ دلم　　کرمت رشتۂ پُر پیچ خجالت گسلم
لُطف کن لطف کہ بگداختہ شد آب و گلم　　"نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

اے بیادِ تو دلِ خون شدہ را صبر و ثبات　　لُطفِ تو دادہ دم حشر بہ تسنیم برات
جنبشِ لعلِ لبت بہر ہمہ قند نجات　　"ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی"

——— سید احمد حسن صادم میرٹھی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شافعِ حشر، شہنشاہِ جہاں، فخرِ اُمم — دونوں عالم میں نہیں تجھ سا حسیں، تیری قسم
ایک میں کیا، تری صورت پہ فدا ہیں عالم — "مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

کوئی دنیا میں نہ آیا ہے، نہ آئے تجھ سا — تجھ کو اللہ نے واللہ، وہ رُتبہ بخشا
ہے فرشتوں کی زبانوں پہ تری مدح و ثنا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

لمحہ بھر کو نہیں ملتی غمِ عالم سے نجات — مختصر یہ ہے کہ کاٹے نہیں کٹتے دن رات
سُن کے آئے ہیں کہ پیاسوں کو بٹے گی خیرات — "ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد میگزرد تشنہ لبی"

عرشِ اعظم پہ سجائی تھی تری مسندِ پاک — سر پہ رکھتے تھے ملائک تری نعلین کی خاک
پہنچا اُس جا کہ نہ پہنچے جہاں فہم و ادراک — "شبِ معراج عروجِ تو گزشت از افلاک
بہ مقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

ثقلین احمد منور بدایونی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تجھ سے اے ختمِ رُسل ختم ہے پیغامبری — تیرے بعد آئے گا تا حشر نہ اب کوئی نبی
ہوئیں یکجا صفتیں مَلحمہ و رحمت کی — شاملِ صَلصلۃ الوحی ہے بانگِ جرسی

مُرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

صاحبِ حدث و قدم، مالکِ اکلیل و علم — ہے ترے زیرِ نگیں مملکتِ لوح و قلم
تیرے آثار و شمائل کا نیابت عالم — تابشِ دیدۂ شوق و تپشِ دل کی قسم

مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

مظہرِ زندۂ جاوید نوامیسِ خدا — تجھ پہ ہر سلسلۂ کن فیکوں ختم ہوا
اَبَدُ الدّہر ہے تو فرد و وحید و یکتا — دستِ صانع سے ہوا تیرا نہ ثانی پیدا

"نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
بہتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

ٹوٹ جائے نہ کہیں زُہدِ ریائی کا بھرم — زنگِ آئینۂ دل ہے ہوسِ جاہ و حشم
تجھ سے خواہانِ ترحّم ہے مرا دیدۂ نم — ہوں ستم دیدۂ غم، کر نگہِ چشمِ کرم

"نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگِ کوے تو شد بے ادبی"

نعت

رقِ منشور بھی تو، تو ہی کتابِ مسطور — تیری بعثت سے تھی تکمیل مکارمِ منظور
تو نے دنیا کو کیا ذکر و بیاں سے معمور — اور زندانیٔ ظلمت کو دیا تحفۂ نور

"ذاتِ پاکِ تو چو در ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی"

سحر و شام منیں اہلِ مزارات کے عُرس — ہر مقنّعِ چہِ نخشب سے برآمد کرے قرص
رُخِ معنی پہ شکن، جامۂ الفاظ میں حرص — رنگ بے رنگ ہے صورت بیں احوال پُرس

"عاصیانیم ز ما نیکیٔ اعمال مپرس
سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی"

ہے ترے نامِ دلآرام کے تابع ہر نام — تو ہے سردارِ رسولاں، تو ہے نبیوں کا امام
ہے خداوندِ سخن تیرا خداداد کلام — جس کے فیضان سے ہیں ناظمِ دربندِ دوام

"نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

روز افزوں ہیں تر و خشک میں تیرے اثرات — کیوں نہ ہو، ہیں ترے اقوال خدائی کلمات
پکڑے دامن ترا جس کو ہو تمنائے ثبات — ہے یہی جادۂ سر منزلِ تقویٰ و نجات

"ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی"

کروں پلکوں سے ترے روضے کی جاروب کشی — وجہِ آسودہ دلی ہے یہی شوریدہ سری
وَجْهُكَ فِي نَظَرِيْ كُلَّ غَدَاةٍ وَعَشِيْ — جلوۂ دوست سے ہوں سیر نگاہیں نہ کبھی

"سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی"

——— عبدالعزیز خالد (لاہور)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیّدی مرشدی اے نُورِ خدائے ازلی
مصدرِ ارض وسماوات ، رسولِؐ مدنی
روحِ کونین ہو ہر ایک زمانے کے نبی
گنبدِ سبز کے فیضان سے کھیتی ہو ہری
بے نواؤں کی بھی سرکارؐ کرو چارہ گری
مرحبا سیّدِ مکیّ مدنی العربی
دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

ہر قدم پہ ہے یہاں مرکزِ الطاف وکرم
ڈھانپ لیتے ہیں خطا کاروں کو انوارِ حرم
اطلسِ نوریں ہیں لپٹے ہوئے لوح وقلم
جراُتِ جنبشِ لب بھی نہیں ، کیا کیجے رقم
چشمِ بے تاب تو ہے روزِ ازل سے پُر نم
منِ بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

کیا دکھاؤں، کسی قابل ہی نہیں ہے چہرہ
برگِ آوارہ سرِ شہرِ حوادث ، تنہا
رُوسیہ، جس کی جبیں پر ہے گناہوں کی گھٹا
اس کا کیا نام ونسب، اس کی ہے اوقات ہی کیا
یہ سرِ حشر پکارے گا کسے تیرے سوا

"نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی"

ہجر کے دیس کی ویران ہے ہر راہ گزر
کس طرح ہوتی ہے دیوانے کی اب رات بسر
کس طرح جلتا ہے سوکھے ہوئے خوابوں کا شجر
ایک سناٹا سا ہے میری صداؤں کا کھنڈر
میرے گھر کے بھی دریچوں میں کھُلے بادِ سحر

"چشم رحمت بکشا، سُوے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مُطلبی"

—— ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)

ڈھونڈتی پھرتی تھی یہ تشنہ لبی آبِ حیات
زندگی ہو کہ جو مل جائے کبھی آبِ حیات
عقل نے اس میں بتایا ہے یہی آبِ حیات
"ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لُطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی"

—— میرزا عالی جاہ بہادر شیدا لکھنوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آتشِ عشقِ نبیؐ جب سے ہے سینے میں لگی — روز افزوں ہے مری تشنگی و تشنہ لبی
عرض کرتا ہوں شب و روز بہ جوشِ قلبی — مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی

سب حسینوں سے حسیں آپ ہیں یا شاہِ اممؐ — آپ کے حسن پہ قربان ہیں خوبانِ حرم
آپ بے مثل حسینوں میں ہیں، خالق کی قسم — من بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بو العجبی

آپ کی شان بیاں کس سے ہو، اے سرورِ پاکؐ — آپ ہیں حاکمِ اقلیم ملیک املاک
آپ کے سر پہ ازل ہی سے ہے تاجِ لولاک — شبِ معراج عروجِ تو گزشت از افلاک
بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

اک لگن دل میں لگی رہتی ہے بس آٹھ پہر — دیکھ لوں میں کسی صورت سے جمالِ انور
بہرِ صدیقؓ و عمرؓ، بہرِ غنیؓ و حیدرؓ — چشمِ رحمت بکشا، سوے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی

صابر براری (کراچی)

تضمین بر شعرِ قدسی

مرحبا سیدِ کونین شہِ عالی گہر — نورِ ایمان و یقین، رحمتِ حق سرتاسر
تیری مدحت ہی میں مصروف ہیں سب صبح و مسا — حور و غلمان و ملائک یا بنی نوعِ بشر
بندہ و صاحب و محتاج و غنی، شاہ و گدا — سب کا مقصود ہے توصیف تری شام و سحر
معدنِ رُشد و ہدایت ترے اقوالِ حسیں — تیرے ہی نور سے ضو ریز ہوئے شمس و قمر
تیری اک چشمِ کرم کی ہے سوالی دنیا — تُو جو ہو مائلِ الطاف خزف بھی ہوں گہر
تیری رحمت نے نوازا انہیں کس کس کو شہا — اب ذرا چشمِ کرم ہو مری حالت پہ اِدھر
تجھ سے میں دور ہوں مہجور ہوں میرے آقا — شدّتِ ہجر میں جذبات ہوئے زیر و زبر
سوئے طیبہ ہیں رواں قافلے اہلِ دل کے — ہو عطا مجھ کو بھی اب بہرِ خدا اِذنِ سفر
تیرے الطاف سے محروم کا جینا کیا ہے — زندگی اس کے لیے ہے یہ قیامت کا سفر
میرے نالوں کو عطا اتنا اثر ہو جائے — میں جو تڑپوں مرے حالات کی ہو تجھ کو خبر
ہو ترا لُطف اگر شاملِ حالات مرے — خود بخود مطلعِ حالات پہ اُبھرے گی سحر
ہے سیہ کار و خطا کار رضاؔ ہے تو ترا — چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی"

محمد اکرم رضاؔ

تضمین بر نعتِ قدسی

رن کو جانے لگے جس دم پسرِ بنتِ نبیؐ — یعنی شبیرؓ، فدا اُن پہ ہو اُمّی و اَبی
آئے ملنے کو مدینے میں جو تھے شیخ و صبی — وقتِ رخصت کہا صغرا ؓ نے بصد مضطربی
"مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت، چہ عجب خوش لقبی"

کربلا میں ہوئے داخل جو حسینؓ اکرم — دیکھتے کیا ہیں کہ ہے رنج و الم کا عالم
جس طرف کرتے نگہ سامنے تھی صورتِ غم — چوم کر اُن کے قدم بولی شہادت اُس دم
"منِ بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی"

علی اکبرؓ جو تھے ہم صورتِ محبوبِ خدا — دیکھ کر اُن کی جوانی کو قضا نے یہ کہا
تم پہ قربان شجاعت ہے، شہادت ہے فدا — گوہرِ دُرجِ شرافت ہو، سخن ہے یہ بجا
"نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

وہ حسینؓ ابنِ علیؓ تھے جو امامِ اسلام — اُن کے رُتبے کو نہ کچھ سمجھے جو تھے ساکنِ شام
بے ثمر باغی ہوا اُن سے یزیدِ ناکام — جن کے نانا کو یہ کہتے تھے گُلِ اندام تمام
"نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سرسبز مُدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی"

بولا حُرؔ، شاہِ شہیداں سے کہ اے بحرِ کرم ہوں خجل آپ سے، گردن ہے ندامت سے خم
ہو معاف اب تو خطا میری پئے شاہِ اُمم آپ کے در کا جو ہے کلب، میں اس سے ہوں کم

"نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

پھر کہا حُرؔ نے یہ شبیرؓ سے با دیدۂ تر ہو اجازت مجھے، اعدا کو کروں زیر و زبر
پسرِ سعد کو دکھلا دوں ابھی نارِ سقر میں غلام آپ کا ہوں، آپ ہیں بندہ پرور

"چشمِ رحمت بکشا سُوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی"

بولے اعدا سے یہ عباسؓ علی نیک صفات آلِ احمدؐ پہ جو تم کرتے ہو بند آبِ فرات
کون دلوائے گا حق سے تمہیں محشر میں نجات اور کس منہ سے کہو گے مرے نانا سے یہ بات

"ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لُطف فرما کہ زِ حد می گزرد تشنہ لبی"

واسطے جن کے بنے کوثر و جنات بہشت اُن کو کوفی کریں مقتول سرِ دامنِ دشت
لشکرِ اہلِ جفا نعشوں پہ اُن کے کرے گشت جن کے نانا کو ملک کہتے تھے وقتِ گلگشت

"شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

حافظ فتح محمد حقیر فاروقی

تضمین بر مصرعِ قدسی

شاعرِ نعت کی اعجازِ بیانی تجھ سے
عزّت و شوکتِ حسّانؓ و قآنی تجھ سے
تیری تعریف سے قائم ہے بلاغت کا بھرم
زیب و آرائشِ الفاظ و معانی تجھ سے

مرغِ تخییل کو پرواز عطا کی تو نے
فکرِ خاکی کو ملی عرش مکانی تجھ سے
صحنِ گلشن میں ترے نام سے خوشبو جاگے
غنچہ و برگ کی تزئین و جوانی تجھ سے

اصلِ خود، وحدتِ رب، علمِ اصولِ اشیا
ہر حقیقت مرے ادراک نے جانی تجھ سے
ترے دربارِ سماعت پہ کھڑا ہوں حیراں
کس طرح عرض کروں اپنی کہانی تجھ سے

ہے ادب گاہ بھی، جذبے کی فراوانی بھی
داد مانگے ہے مرے اشکوں کا پانی تجھ سے

میں زبوں حال ہوا، سوئے من انداز نظر
"چشمِ رحمت بکشا، سوئے من انداز نظر"

پروفیسر انور جمال (ملتان)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چرخ کیا ہے کہ تجھے جس پہ ہو عزمِ گلگشت — نیلگوں ایک پرانا سا جسے کہیے طشت
واں گیا تو کہ جہاں شہر، نہ گلزار، نہ دشت — "شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

——— میرزا محمد سلطان رمز

نعت والا میں لکھوں آپ کی مضمون کیا کیا — مدح کا تیری نہیں حوصلہ مجھ کو اصلا
لیکن اک یاد ہے یہ شعر مجھے قدسی کا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

——— حافظ ایوب علی قائم پانی پتی

تکیہ گاہِ دو جہاں ہے یہ شہا تیری ذات — تجھ سے ہر ایک کو محشر میں ہے امیدِ نجات
سب کا یہ قول ہے اے سرورِ عالی درجات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی"

——— صفدر علی بلند

تا بذکرِ رخِ زیبا شدہ شیدا جانم — اشہبِ تیزِ تمنا رہِ طیبہ رانم
پرتوِ نور ترا نورِ خدا می دانم — حبذا واعجبا صلِ علیٰ می خوانم
مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی"

——— محمد بشیر الدین شاکر کاکوری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو نگوڑی کہ ہوئی راہ سے تیرے برگشت — خاک اُڑائے گی موئی حشر تلک دشت بدشت
واسطے تیرے ہیں واری چمنِ جنتِ ہشت — شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

میرزا علی نازنین (ریختی گو)

چشم بد دور وہ جُوں برق براقِ چالاک — بڑھ سکے جس سے نہ آگے کبھی وہم وادراک
تجھ سوا کس کو میسّر ہوا وہ مرکبِ پاک — "شبِ معراج عروج تو گزشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

امیر علی مجرّد دہلوی

جب کیا گلشنِ معراج کا عزمِ گلگشت — بن گئے یُمنِ قدم سے ہی چمن دشت کے دشت
کون سی جا ہے کہ جس جا نہ کیا تم نے گشت — "شبِ معراجِ عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

خدا بخش تنویر

اُمِّ ہانی کے یہاں سے جو چلا تو پئے گشت — تھیں ملائک کی صفیں ساتھ لیے نور کا طشت
ہو گئے جلوہ نما سارے جبل اور سب دشت — "شبِ معراج عروجِ تو زِ افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

مختر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سوزِ عصیاں سے ہوا جل کے مرا خاک جگر — اور بخشش ہی ہیں درماں کے ہوئی عمر بسر
لائی قسمت مجھے اب کھینچ کے تیرے در پر — "چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مطلبی"

سید حیات اللہ واصف

تیرے کوچے کا جو کتا مجھے کہتا عالم — فخر حاصل مجھے ہوتا یہ بڑا، تیری قسم
یہ تمنا بھی ہے بے جا مری، یا شاہِ اُمم! — "نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شُد بے ادبی"

احمد حسن وحشت

جسمِ انور کا ترے سایہ زمیں پر نہ پڑا — ابر کا چتر شہنشاہ ترے ساتھ رہا
سنگِ خارا ترے پاؤں کے تلے نرم ہوا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

بدر الدین علی نقشی

قربِ حق آپ کو حاصل ہے جو شاہِ لولاک — کس طرح عقلِ بشر کر سکے اس کا ادراک
انبیا کی بھی یہاں چرخ ہے عقلِ درّاک — "شبِ معراج عروجِ تو گزشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی"

حکیم محمد نسیم اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تو ہے اک نورِ خدا اے مرے پیارے مولا — بعد اللہ کے رتبہ ہے ترا ہی شاہا
تل برابر بھی نہیں جھوٹ ہے اس میں بخدا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

—— فصیح الدین ضمیر سہارنپوری

ہو گیا سارا جہاں نور سے تیرے معمور — ظلمتِ کفر ہوئی ہونے سے تیرے سب دور
فخر کرنا تھا جو اس جا کا خدا کو منظور — "ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کردہ ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

—— فصیح الدین طیب رہتکی

آدمی فکر توسط ہی کا رکھے ہر دم — اور واجب ہے کہ وہ حد سے زیادہ ہو نہ کم
ہوں خجل حوصلے سے اپنے بڑھا کر میں قدم — "نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی"

—— عبد العزیز عزیز

ہے یقیں مجھ کو بلا ریب ہے تو نورِ خدا — کہ نہیں مثلِ تجلی کہیں سایہ تیرا
کس طرح خاک نشیں ہووے ترا سایہ بھلا — "نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی"

—— احمد حسن عرشی قنوجی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دل میں شرمندہ نہ کیوں کہ ہوں میں اے شاہِ امم — کیوں نہ ہو بارِ خجالت سے مری گردن خم
چھوٹا منہ اور بڑی بات، کیا میں نے ستم — "نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوے تو شد بے ادبی"

——— حکیم آغا جان عیش

اس میں کچھ نکتۂ حکمت تو ہے بے شک مستور — جس کے ادراک میں درکار ہے عقل اور شعور
لیک ظاہر تو یہی بات ہے اے مایۂ نور — "ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

——— محمد عبد اللہ علوی

کیا کروں تیری ولادت کی میں برکت مذکور — تختِ ابلیس کا اوندھا ہوا، ظلمت ہوئی دور
یہ خبر عام جہاں میں ہوئی از بس مشہور — "ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زان سبب آمدہ قرآن بزبانِ عربی"

——— غنی بریلوی

ہو گی خورشیدِ قیامت کی وہ گرمی ہیہات — ڈھونڈے گی حشر کے دن خلقِ خدا راہِ نجات
سب کہیں گے کہ کہو ساقیِ کوثر سے یہ بات — "ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زِحد می گزرد تشنہ لبی"

——— نامدار خان غنی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روبرو تیرے ہیں سب گرد زمانے کے حسیں ذاتِ والا ہے تری مرہمِ دل ہائے حزیں
نگہِ لطف اِدھر بھی کہ بہت ہوں غمگیں چشمِ رحمت بکشا سوئے من زار ببیں
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مُطّلبی

——— میر حسن فنا ترمذی

کوئی دنیا میں گنہگار نہیں مجھ سا بشر غمِ عصیاں سے میں رہتا ہوں نہایت مضطر
نظر آتا نہیں اِس در کے سوا کوئی مفر چشمِ رحمت بکشا، سُوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی، ہاشمی و مُطّلبی

——— میرزا نصیر الدین قناعت

کون جانے تھا، مدینہ ہے کسی شہر کا نام تیرے ہی یُمن قدم سے ہوا مشہورِ انام
بلکہ اے چشمۂ انعام و سحابِ اکرام نخلِ بُستانِ مدینہ ز تو سرسبز مُدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی

——— فدا حسین لطیف سہارنپوری

اے مرے ماہِ عرب، اے مرے خورشید عجم تجھ کو اللہ نے بخشا ہے وہ حُسنِ اعظم
چشمِ حیرت سے جسے دیکھ کے بولا آدمؑ مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی

——— رعایت الحق مضطر سہارنپوری

زمینِ قدسی میں نعت ﷺ

کمالِ سلسلۂ خلقِ احمدِ عربی ﷺ
نگارِ منفردِ ہاشمی و مطّلبی

تری جناب میں آئے رازدانِ لم یزلی
ہے اِدّعائے خبر ہی کمالِ بے خبری

کرے وہاں بھلا کیا شوقِ مدّعا طلبی
جہاں نگاہِ طلب ہو شمارِ بے ادبی

حریمِ جلوۂ توحید آستانہ ترا
ہے راہِ منزلِ مقصود ایک تیری گلی

ترا ہر ایک گلِ تر چمن بداماں ہے
بہارِ خلد بکف ہے تری ہر ایک کلی

نگاہِ شوق کو اے آفتابِ اوجِ کمال
ترے حضور میں ہے اعترافِ کم نظری

نہ ہوتی دور کبھی ظلمتِ شبِ ہستی
تمہارے حُسن کی ہوتی اگر نہ جلوہ گری

رفیقِ معتبرِ غارِ ثور ہے صدیق رضؓ
دلیلِ منزلِ مقصود جس کی راہبری

عمر رضؓ ہے حاصلِ دستِ دعائے مصطفوی ﷺ
ہے جس سے لرزہ براندام روحِ بولہبی

خزانۂ کرم و معدنِ حیا عثمان رضؓ
سحابِ لطف ہے جس سے ہے کشتِ دین ہری

نشانِ منزلِ مقصود نقشِ پا اس کا
امیرِ قافلۂ شوق بالیقیں ہے علی رضؓ

گر قبول کرے رحمت تمام تری
تو فیض پیش کرے ارمغانِ بے ہنری

صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ رحؒ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دو جہاں کے سروسردار رسولِ عربی
مکی و یثربی و ہاشمی و مطلبی

قابَ قوسَین ترے رُتبۂ عالی کی دلیل
جا وہاں پائی کہ پہنچا نہ جہاں کوئی نبی

دھولیا کوثر و تسنیم سے سو بار دہن
اب بھی لوں نام اگر تیرا تو ہے بے ادبی

لُغتِ عام تیرا رحمتِ عالم ہونا
تیری شفقت نے بھلائے مجھے اُمّی و اَبی

فردِ عصیاں مری اور تیری شفاعت کی اُمید
تیرا دریائے کرم اور مری تشنہ لبی

حُسن کا سحر ہے یا عشق کی نیرنگی ہے
آنکھ پُر آب ہے اور آگ ہے سینے میں دبی

سُرمۂ چشم بناؤں ترے کوچے کا غبار
سر کے بل حاضرِ خدمت ہوں، اگر ہو طلبی

سرفرازی ہو جو سر راہِ محبت میں کٹے
پاؤں میں راحتِ جاوید جو ہو جاں طلبی

آشیاں برقِ تجلّی کا ہو سینہ میرا
روزِ روشن سے بدل جائے مری تیرہ شبی

نسب و نسل کی تفریق مٹانے والے
ختم ہے تیرے گھرانے پہ علوِ نسبی

تیری تعلیم کا پھل حُرّیت و صدق و صفا
تیرے خنجر کی غذا قیصری و بولہبی

ملکِ ایراں سے ہے سلماںؓ حبش سے ہے بلالؓ
خاکِ مکّہ سے ابوجہل ہے کیا بوالعجبی

نعت قُدسی کی تری نذر کو لایا ہے نظیر
"مُرحبا سیدِ مکی مدنی العربی"

اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی (لاہور)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شوقِ دیدار میں اب جی پہ مرے آن بنی
اَدرِکنی اَنتَ حَبیبِی شہِ مکی مدنی
کششِ عشقِ نبیؐ، صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
مرحبا جذبۂ بیتاب و غریب الوطنی
خاتمِ جملہ رُسل، شمعِ سُبُل، مصدرِ کل
نخلِ بُستانِ عرب، سروِ ریاضِ مدنی
کیوں نہ روضے کو ترے نورِ علیٰ نور کہوں
قبۂ نور پہ ہے چادرِ مہتاب تنی

—— بیدم شاہ وارثیؒ

تجھ پہ اے سرورِ دیں، ہاشمی و مطلبی
کم ہے جتنا بھی کرے نازِ عُلوّ النسبی
تو نے ایماں کی جبیں کو وہ دیا ذوقِ سجود
جس کی ہر لغزشِ مستانہ میں تھی درطلبی
مئے توحید کے نشّے میں جو سرشار ہوئے
اُن کی آن میں بھولے وہ شرابِ عنبی
ساربانوں کو جہانبان بنایا جس نے
باعثِ عظمتِ انساں ہے وہ نبیوں کا نبی
تیری توصیف میں الفاظ کہاں تک پہنچیں
حرفِ ہر لفظ پہ ہے وسوسۂ بے ادبی

—— پروفیسر غلام رسول عدیم (گوجرانوالہ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرورِ کشورِ ایماں رسولِ عربی
حاصلِ عشقِ دو عالم شہِ رحمت لقبی

مرکزِ جود و سخا، نورِ خدا، حُسنِ یقیں
راحتِ قلب و نظر سیّدِ عالی نسبی

وجہِ تخلیقِ جہاں، قافلہ سالارِ رُسل
محورِ بزمِ رسالت، اے رسولِ عربی

ٹھوکریں کھاتے چلے آتے ہیں تیرے در پر
تیرے اکرام کی اُمید پہ محبوب نبیؐ!

تیرے آنے سے کِھلا صلح و محبت کا چمن
سرورِ کون و مکاں ہاشمی و مطلبی

عصرِ حاضر کے سرابوں کا تعاقب کرکے
کچھ میسر نہیں آیا نہ بجز تشنہ لبی

پھر سے ہے گردشِ حالات نے شب خوں مارا
ہو ترا لُطف تو کافور ہو یہ تیرہ شبی

عرصۂ حشر ہے، بے چین ہے اُمت تیری
اب تمنائے دل و جاں ہے رحمت طلبی

مشک و عنبر سے وضو کرکے لیا نام ترا
ہے گماں پھر بھی رضاؔ، ہو نہ کہیں بے ادبی

پروفیسر محمد اکرم رضا (گوجرانوالہ)

مآخذ

"نعتِ قدسی" کی تیاری میں درجِ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

حدیثِ قدسی — مؤلفہ قاضی محمد عمر منظفر نگری

بوستانِ نعت — مرتبہ سیف کلانوری

مدینۂ عشق حصہ دوم — مؤلفہ نیاز علی خاں

چشمۂ کوثر عرف مدحِ پیمبر — مؤلفہ منشی محمد فخر الدین حاذق

مجموعۂ دلپذیر فی ذکرِ بشیر و نذیر — مؤلفہ سید محمد ادریس ہمیرپوری

تذکرہ نعت گو شاعرات — مؤلفہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری

گلدستۂ بے خزانِ منیر — از منیر اکبرآبادی

مہرِ نبوت — از نواب محمد مردان علی خاں رعنا و نظام

نسیمِ گلشنِ نعت — از حافظ فتح محمد حقیر فاروقی

حمطایا — از عبد العزیز خالد

ارمغانِ فیض — از صاحبزادہ سید فیض الحسن

جامِ طہور — صابر براری

منور نعتیں — منور بدایونی

ماہنامہ "مولوی" دہلی۔ رسول نمبر۔ ۱۳۴۹ھ

ماہنامہ "خاتونِ پاکستان" کراچی۔ رسول نمبر۔ دوسرا حصہ۔ ۱۹۶۴ء

ماہنامہ "شام و سحر" لاہور۔ نعت نمبر ۴۔ ۱۹۸۵ء

ماہنامہ "شام و سحر" لاہور۔ نعت نمبر ۶۔ ۱۹۸۷ء

آئندہ خاص نمبر

اگست ۱۹۸۸ء ———— غیر مسلموں کی نعت

ستمبر ۱۹۸۸ء ———— رسول نمبروں کا تعارف

اِعتِذار

نعت قدسی کی جو تضمینیں راقم سطور کو دستیاب ہوئیں، ان کا انتخاب زیرِ نظر مجموعے میں پیش کیا گیا ہے۔ بعض تضمینوں کا تو صرف ایک ہی شعر دیا جا سکا ہے۔ جو تضمینیں مجھے ملی ہیں، ان میں سے بھی درجِ ذیل شعرا کا کلام پیش نہیں کیا جا سکا:۔

محمد امیر فہمی۔ اوج دہلوی۔ محمد حیات خاں حزیں۔ خلیل میرٹھی۔ امیر مرزا خورشید۔ مرزا محمود بیگ راحت دہلوی۔ راحت۔ سلیم اللہ سلیم۔ تفضل حسین شاد۔ شہید لکھنوی۔ احمد جان شریر دہلوی۔ طیب جالیسری۔ ظہور علی ظہور۔ عاشق لکھنوی۔ قادر علی عبد۔ عاجز۔ بشارت علی فرد۔ فضل فہمی۔ جناب فنا۔ بندہ علی فکر دہلوی۔ میرزا منجھلے صاحب فسوں۔ عنایت اللہ قیس۔ قادر شکوہ قادر۔ مولا بخش قلق میرٹھی۔ میاں علیم گوہر۔ مردان علی مضطر۔ منظر علی منظر۔ غلام علی مدہوش۔ دلدار علی مذاق۔ محمد اکبر مخلص۔ مہر۔ قطب الدین مشیر دہلوی۔ ظہیر الدین خلعت۔ قادر بخش موزوں۔ نامی۔ نصر اللہ خاں وصال دہلوی۔ احمد علی خاں وجاہت میرٹھی۔ سید جمیل الدین ہجر۔ حافظ ایوب علی قائم پانی پتی۔ رحیم سردھنوی

اِظہارِ تشکّر

میرے ابا جان راجا غلام محمد صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال پر جن احباب اور بزرگوں نے میرا دکھ بانٹا ہے، ان کا دل کی گہرائی سے شکر گزار ہوں۔ اللہ کریم انہیں اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت نصیب کرے ——— راجا رشید محمود

اِنتقالِ پُرملال

خُلدِ بریں کی سمت انہیں لے گئے ملک ٭ ماہِ صیام میں ہُوا راجا کا انتقال
راجا وہی، غلام محمّد ہے جن کا نام ٭ تھا نعتِ مصطفیٰ سے شغف ان کا بے مثال
وہ جانتے تھے نعتِ نبیؐ کو غذائے رُوح ٭ ہر حرفِ نعت تھا اُنہیں آئینۂ جمال
مشہور "نعت" نام کا جو ماہنامہ ہے ٭ حاصل ہوئی ہے نعت کو جس سے رہِ کمال
راجا کے نیک شوق کی یہ یادگار ہے ٭ جاری رکھے ہمیشہ اسے ربِّ ذوالجلال!
چہلم ہے اُن کا کیجیے اخلاص سے دُعا ٭ ہمسایہ اُن کے خُلد میں سلمانؓ ہوں اور بلالؓ

جاری رہے اشاعتِ نعتِ نبیؐ کا کام
ایوانِ نعت میں یونہی رونق ہو ماہ و سال

——— اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی (لاہور)

تاریخِ رحلت

داغِ غمِ فراق ہمیں دے گئے ہیں جو ٭ دراصل مل گئی ہے انہیں زندگی کی راہ
رحلت پہ ان کی کیوں نہ ہوا اندوہگیں اک ٭ تھی ہر کسی سے ان کی کچھ ایسی ہی رسم و راہ
مستِ مئے محبتِ سرکارؐ وہ رہے ٭ ہنگامِ نزع ان کی زباں پر تھا لاَ اِلٰہ
مغموم و مضمحل نہ ہوں راجا رشید کیوں ٭ صدمہ پدر کی موت کا ان کو ہے بے پناہ

سالِ وفات از سرِ حسرت فدا کہوں
واصل بحق غلام محمد ہوئے ہیں آہ

۸ + = ۱۴۰۸

——— ابوالطاہر فدا حسین فدا (لاہور)



سلام علی رسول اللہ

وضاحت: جون ۱۹۸۸ کا پرچہ ماہنامہ "نعت" کا چھٹا شمارہ تھا۔ قارئین کرام نوٹ فرمالیں

"نعت" کے گزشتہ شمارے

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

قارئینِ محترم سے التماس

میری صلاحیتیں والدین کے حُسنِ تربیت کے باعث نعت کی خدمت کے لیے مختص ہوئی ہیں۔ اس لیے اگر آپ کو ماہنامہ نعت میں کوئی چیز پسند آجائے تو میرے والدِ مرحوم (راجا غلام محمد صاحبؒ) کی بلندیٔ درجات کے لیے دُعا کریں۔ (ایڈیٹر)

بشکریہ

ظہور سانچو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

سائٹ ایریا، کورنگی، کراچی

ماہنامہ
نعت
لاہور
جلد ۱
شمارہ ۸
اگست ۱۹۸۸ء

غیر مسلموں کی نعت

حصۂ اول

○ ایڈیٹر: راجا رشید محمود
○ معاون: ضیاء الحق قریشی ایم اے

مشیرِ خصوصی:
چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مشیرِ قانون:
شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

○ خطاط: جمیل احمد قریشی تنویر رقم
محمد یوسف نگینہ
خلیل احمد نوری

○ مینجر: اظہر محمود

○ دفترِ رابطہ:
۱۸۔ راحت مارکیٹ
اردو بازار۔ لاہور۔ فون ۵۸۶۶۶

قیمت ——
فی شمارہ: ۱۰ روپے
زرِ سالانہ: ۱۲۰ روپے

○ پرنٹر: محمد نعیم کھوکھر۔ حیم پرنٹرز، لاہور
○ پبلشر: راجا رشید محمود
○ بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید
بک بائنڈنگ ہاؤس۔ ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مقامِ اشاعت
اظہر منزل ۵ مسجد سٹریٹ
نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ
لاہور ۵۴۵۰۴

محکمۂ تعلیم پنجاب کے سرکلر نمبر ایس او (پی آئی) ۴-۱۴۷/۸۸ کی رو سے منظور شدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رحمۃٌ للعٰلمین ہیں
جتنے عالم خدا نے بنائے ہیں، اُن سب کے لیے رحمت۔
عالم جو انسان کو معلوم ہیں اور عالم جو انسان کو معلوم نہیں

انسان کو معلوم اربوں کھربوں عالموں سے اللہ کے نظامِ رحمت کا گہرا رشتہ ہے
لیکن ہم تو صرف اُتنا ہی جانتے ہیں، جتنا ہمارے عالم سے متعلق ہے

عالمِ انسانیت بھی اللہ کے نظامِ رحمت کے تابع ہے
انسانوں کی دنیا کا ہر گوشہ بھی رحمۃ للعالمین کے فیض سے متمتع ہوتا ہے۔
اور جو فیض یاب ہوتا ہے، مزرعِ مدحت میں عقیدت کے گلاب کھلاتا ہے

جن لوگوں نے بوجوہ اسلام کی حقانیت کو تسلیم نہ کیا، ان کا احساس بھی
فیض یابیٔ رحمت کا مرہونِ منت نظر آتا ہے

ضمیر بولتے ہیں کہ جس کے دم سے قائم ہو، اُسی کی مدح کرو
دل کہتے ہیں کہ جس رحمت سے تمھاری زندگیوں کا لمحہ لمحہ مستفید ہے، اُس
کی نعت کہو

ضمیر کی آواز اور دل کی زبان زندہ باد!

(ایڈیٹر)

فہرست

اعترافِ عظمت

نعتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



اَلفَضلُ مَا شَهِدَت بِهِ الاَعدَآءُ
(حدیث)

فضیلت اُس گواہی کو ہے، جو دُشمن دیں (حدیث)

بیانِ عظمتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑی شخصیت تھے، (اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام) حضور سرورِ کائنات ؐ کی زندگی کا مطالعہ کر کے میں نے یہ تأثرات لیے کہ آپ حق و صداقت کے متلاشی تھے۔ آپ خدا ترس تھے۔ آپ نے بے اندازہ تکلیفیں برداشت کیں۔ آپ کا سر خدا کے سوا کسی انسان کی چوکھٹ پر نہیں جھکا۔ نتائج و عواقب سے بالکل بے نیاز ہو کر آپؐ نے حق کی تعلیم دی۔ یہ بات بھی مشاہدہ میں نہیں آئی کہ آپ نے کہا کچھ ہو، اور کیا کچھ ہو۔

حضور سرورِ کائنات ؐ "فقیر" تھے۔ آپ نے ہر دنیاوی چیز کو تیاگ دیا تھا۔ اگر وہ دولت میں کھیلنا چاہتے تو بآسانی کھیل سکتے تھے۔ میرے جیسا ایک متلاشیٔ حق ایک ایسی شخصیت کا احترام کرنے سے کیسے باز رہ سکتا ہے جس کا دل ہر وقت خدا پر لگا ہو، اور جس کے دل میں خلقِ خدا کی فلاح اور بہبود کا بے پناہ جذبہ ہو۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا بلکہ اس کی اشاعت کے ذمہ دار رسولِ عربی ؐ کا ایمان و ایقان، ایثار اور اوصافِ حمیدہ تھے۔ ان صفات نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا۔"

موہن چند کرم داس گاندھی

(۲۳ جون ۱۹۳۴ء کو انجمن فدائے اسلام پونہ کے زیرِ اہتمام اجتماعِ یومِ میلاد النبی ؐ میں تقریر)

جگت مہا رشی (مرتبہ سید سرور شاہ گیلانی) مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ۲۸، ۲۹، ۲۱

۵

غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام

[illegible]

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہمہ صفت موصوف، ہر رنگ جاذب اور ہر پہلو اثر آفریں ہے۔ آپ کے وجودِ مقدس کا ہر گوشہ اور آپ کی شخصیت کا ہر رُخ قلبِ حساس کو تحریک دیتا ہے۔ جذب و انجذاب کی حیرت انگیز قوت نے آپ کو پوری کائنات کا محبوب و ممدوح بنا دیا ہے۔ یہ تو اپنے ظرف اور حوصلہ پر منحصر ہے کہ آپ کے جمالِ جہاں آرا کے کن کن گوشوں سے کسبِ فیض کیا جاتا ہے۔ تاریخِ نعت گوئی کا جائزہ واضح کرتا ہے کہ ہر دور اور ہر علاقے حتیٰ کہ ہر قوم و ملت نے اپنی ہمت اور بساط کے مطابق مدح سرائی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ اس ثنا خوانی میں کائنات کا ہر وجود بلکہ ہر ذرہ شامل ہے۔ نہ اس میں جنس و مذہب کی قید رہی اور نہ زبان و بیان کی۔ یہ ایمان کا قرض بھی تھا اور انسانیت کا بھی۔ اس لیے جس سے جو بن پڑا، آپ کے دربارِ گہربار میں نذر کرتا رہا۔ نعت ایک مستقل صنفِ سخن کی حیثیت سے ہر دور اور ہر خطے میں برقرار رہی۔ یہ خالص جذبوں کی ترجمان تھی اس لیے کوئی دور بھی اس خلوصِ عقیدت سے محروم نہ رہا۔ عقیدت و محبت کی صداقت نے نعت کو سب سے بڑی ادبی سچائی بنا دیا ہے اس لیے اس میں تصنع یا بناوٹ کا گزر نہیں۔ حیرت ہے کہ ایک ذات ہے اور چاہنے والے اس قدر مگر کہیں ٹکراؤ نہیں، حسد و رشک نہیں ہر طرف محبت ہی محبت کی جلوہ گری ہے، جذبوں کی اس ہم رنگی کے حوالے سے دیکھا جائے تو نعت نے وحدتِ افکار کا اہم فریضہ انجام دیا ہے۔ رنگ و نسل، دین و مذہب مقام و مرتبہ کا ہزار اختلاف ہو مگر اُس شاہِ انس و جان کے حضور سر جھکائے، کاسۂ گدائی لیے اکٹھے کھڑے ہیں، اس میں اپنوں اور بیگانوں کی بھی قید نہیں رہی۔

مدحِ رسالت کا سب سے بڑا محرک جذبۂ محبت ہے اور محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے، محبت شراکت برداشت نہیں کرتی کہ یہ صادق جذبوں کی مظہر ہے اور محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اسی لیے ایمان کی حلاوت آفرینی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اَنْ تَکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا (کہ اللہ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، انسان کے نزدیک باقی سب سے زیادہ محبوب ہو) ایک مسلمان کے لیے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایمان کی اساس اور دینِ مبین کا بنیادی تقاضا ہے اس لیے جب مسلمان شاعر دربارِ رسالت میں مدح سرا ہوتا ہے تو وہ حقِ ایمان ادا کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن یہ قرض تو ساری انسانیت پر ہے کہ انسان ہونے کے ناطے ہر انسان کو انسانِ کامل کے حضور انسانیت کا قرض اُتارنا ہے۔

اس جذبۂ انسانیت نے بہت سے غیر مسلم شاعروں کو بھی مدحِ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دولت سے نوازا اور ہر دور میں ایسے حق شناس شاعر پیدا ہوتے رہے جو "نعت" میں اپنے جذبوں کا اظہار کرتے رہے، اس نعت خوانی کے کئی محرکات ہیں۔ مطالعۂ سیرت، انسانی حوالے، نیک فطرتی، لیکن معاشرتی رابطوں نے ان غیر مسلم شعراء کو مواقع کی فراہمی میں سب سے زیادہ مدد دی ہے۔

انسان معاشرتی حس رکھتا ہے، معاشرتی اقدار اس کی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار انجام دیتی ہیں۔ معاشرے کا یہ فعال کردار اس کی پسند و ناپسند کو خاص رُخ عطا کرتا ہے۔ شعر و شاعری کا ملکہ بھی کسی حد تک ماحول کے اثر سے پختہ ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ جاہلی دور، شعر کی سطوت کا دور تھا اس لیے اُس دور کا شعری معاشرہ انشاءِ شعر کا قابلِ اعتماد محرک تھا۔ شاعر اپنے شعری اظہار کے لیے موضوعات بھی گرد و پیش سے منتخب کرتا ہے۔ مدحِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی سازگار ماحول درکار ہے، محرکات کی بوقلمونی کے ساتھ اُسے معاشرتی مفاہمت اور سماجی معاونت کی بھی ضرورت ہے۔ تاریخی تجزیہ اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سلسلے میں منعقد ہونے والی محافل نے مدح نگاری کے ذوق کو

پختہ تر کر دیا تھا۔ اور جہاں اِن محافل نے تہذیبی مظہر کی شکل اختیار کی، وہاں مدحیہ شاعری کی کمیت دیگر علاقوں سے کئی گنا رہی۔ صوفیا کے مختلف سلسلوں میں تزکیہ نفوس کی تقاریب میں یادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اہم اور اساسی عنصر رہا جس میں عقیدت کا اظہار بھی ہوتا اور خود سنورنے کی خواہش اور کسبِ فیض کی اُمنگ بھی مچلتی۔ ذکرِ ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالات کی ستم آفرینیوں سے پناہ گاہ بھی تھا اور ٹوٹتے ہوئے ارمانوں کے لیے موجبِ تقویت ڈھارس بھی۔ اس سے تاریک ادوار میں بھی جینے کا حوصلہ اور اُمید کی کرن پیدا ہوئی۔ اسلامی ممالک کی تہذیبی تاریخ اور معاشرتی اقدار کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ جہاں مسلم سوسائٹی میں 'نعت' ایک تہذیبی مظہر کے طور پر موجود رہی اور جہاں اربابِ دانش و قوت نے اس کی آبیاری کا اہتمام کیا، وہاں نعت کے عمدہ نمونے سامنے آئے۔ البلاد الاعظم کے نام سے اندلس میں جب 'مدح نگاری' عام ہوئی تو عالمِ اسلام کی مقتدر شخصیات بھی اُس میں شریک ہوئیں۔ علامہ ابنِ خلدون (م ۸۰۸ھ) نے ایسی ہی ایک محفل میں ۷۶۲ھ کی 'لیلۃ المیلاد' میں اپنا مشہور بائیہ قصیدہ سنایا[۲]۔ اندلس کی مایہ ناز علمی شخصیت اور شہرۂ آفاق وزیر لسان الدین الخطیب الاندلسی (م ۷۷۶ھ) نے ۷۶۳ھ میں ایک ایسی ہی محفل میں اپنا دالیہ قصیدہ سنایا، محفل میں علامہ ابنِ خلدون بھی موجود تھے[۳]۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلم معاشرہ اور حکومت کے زیرِ اثر بھی ایسی محافل کا انعقاد ہوتا رہا۔ مسلم اُمراء اس مقدس مشن میں خصوصی دلچسپی لیتے رہے۔ اس سے ذاتِ نبوت سے تعارف بڑھا، محبت و عقیدت کے جذبات نے اپنوں کو بھی متاثر کیا اور قُرب و جوار میں بسنے والوں کو بھی۔ جذبہ صادق ہو تو بے پناہ قوت کا حامل ہوتا ہے چنانچہ عقیدت و محبت کی یہ فضا غیر مسلم شعراء کو بھی متاثر کیے بغیر نہ رہی۔ مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، سیرت کی کتابیں اردو میں عام ہونے لگیں۔ سیرت و کردار کے مطالعے نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور اُس دور میں بھی جبکہ مسلمان برصغیر کے حکمران نہ رہے تھے تہذیبی سربلندی اور معاشرتی قوت اسلام کو حاصل رہی۔ وارفتگی کے عالم میں

کہے جانے والے قصائد قلبِ حساس کو تحریک دیتے رہے اور غیر مسلم شعرا کی کثیر تعداد مسلم شعرا کے شانہ بشانہ دربارِ نبویؐ میں مدح سرائی کی سعادت پاتی رہی۔ بات اگرچہ حقِ ہمسائیگی سے چلی مگر جلد نعت کے گداز نے دلوں کو گرویدہ بنا لیا۔ غیر مسلم شعرا کی نعتوں کا داخلی مطالعہ واضح کرتا ہے کہ اُن کے ہاں صرف تتبّع یا معاشرتی رواداری ہی نہیں، جذبوں کا سیل بے پناہ بھی ہے۔ ذہنی گرویدگی اور قلبی تپش نے نعت کو صادق جذبوں کا امین بنا دیا ہے۔ مختلف محافل میں مسلم شعرا کے ساتھ غیر مسلم شعرا نے بھی نعتیں پیش کیں۔ سامعین نے پوری دلچسپی سے سنا اور داد دی۔ اخبارات و رسائل میں بھی کبھی کبھی غیر مسلم شعرا کی نعتیں شائع ہوتی رہیں جن سے قارئین محظوظ ہوئے۔ اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ کسی نے شاعر کی دینی حیثیت کے حوالے سے نعت پر تنقید کی ہو یا کم تر گرداننے کی کوشش کی ہو۔ اس سے ظاہر تھا کہ مسلم قارئین اور سامعین اس باب میں ہر کسی کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے اور حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ تصور یہی تھا کہ یہ ذاتِ مقدس تو سب کی ممدوح ہے، اس لیے اس پر کسی پر اجارہ داری کیوں۔ غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام قبولیت کی سند پاتا رہا اور سامعین کے اشتیاق نے اس کلام کو مرتب کرنے کی طرف توجہ دلائی، فانی مرادآبادی نے اس سلسلے میں پیش قدمی کی اور اپنی محنت اور ذوق کے سہارے ایک مجموعہ نعت "ہندو شعرا کا نعتیہ کلام" کے زیرِ عنوان مرتب کر دیا۔ یہ مجموعہ مسلم حلقوں میں مقبول ہوا اور لوگوں نے اسے صرف ادبی ہی نہیں سماجی خدمت بھی قرار دیا۔

غیر مسلم شعرا کے کلام میں جذباتِ محبت کا خلوص بھی ہے اور بات کہنے کا سلیقہ بھی۔ یہ محض ایک رواداری کا معاملہ نہیں، والہانہ عقیدت کا اثر ہے۔ بیشتر نعتیں جو غیر مسلم شعرا سے منسوب ہیں، اگر اُن کے حوالے کے بغیر نقل کر دی جائیں تو قاری تمیز نہ کر سکے کہ یہ غیر مسلم شاعر کا نتیجۂ فکر ہیں۔ سرکشن پرشاد شاد، طالب دہلوی، جگن ناتھ آزاد، عرش ملسیانی، ساحر ہوشیارپوری، ضیا فتح پوری، کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، ہری چند اختر، قیس جالندھری، منور لکھنوی، مخمور جالندھری، گلزار دہلوی

ب لکھنوی، کرشن موہن اور دلو رام کوثری کے علاوہ دیگر غیر مسلم شاعر دربارِ نبوی صلی اللہ
ہ و آلہ وسلم میں اس سلیقے اور قرینے سے محبت کے گلدستے پیش کرتے ہیں کہ بے ساختہ
دینے کو جی چاہتا ہے۔ ان شعراء کے ہاں مضامین کا تنوع ہے، سلام و درود
سحور کن انداز ہے معجزات کے تذکرے میں گرویدگی کی تپش ہے۔ خاص طور پر معراج کا
لرہ بڑا والہانہ ہے، ولادت باسعادت کی برکات اور خاندان کی عظمت کا احساس
ہے، اہلِ بیتِ اطہارؓ اور صحابہ کرامؓ سے عقیدت کی کارفرمائی ہے، مدینہ منورہ کے شرف
اُس کی عظمت کا اعتراف ہے، حاضریِ مدینہ کی تڑپ ہر کسی کے دل میں ہے
صائل و شمائل کا بیان نہایت عقیدت مندانہ ہے۔ بحر اور قافیہ کی رنگارنگی کے ساتھ
بحے اور اُسلوب کی بوقلمونی ہے، غزل کے رنگ میں جذبوں کی ہما ہمی دیدنی ہے،
مثلث، مربع، مخمس، مسدس غرضیکہ ہر رنگ سپاس گزاری کے مظاہر ہیں۔ استمداد و
استغاثہ کی خالص مومنانہ جھلک غیر مسلم شعراء کے کلام میں بھی موجزن ہے اور اس
پکار میں وارفتگی کا عنصر نہایت شدت لیے ہوئے ہے۔ ان تمام جذبات کے باوجود
انہیں یہ بھی احساس ہے کہ وہ بظاہر اُس دین میں شامل نہیں ہیں جو ممدوح کی ذات
سے نسبت رکھتا ہے مگر پھر بھی انہیں گرویدگی کا دعوی اور مدح سرا ہونے کا فخر حاصل ہے

دلو رام کوثری کی نعتوں میں جذباتِ محبت کی ایک دنیا آباد ہے اور وہ اپنے دعوی
میں بلند آہنگ بھی ہے اور بے باک بھی، کہتا ہے:

کچھ عشق پیمبر میں نہیں شرط مسلمان
ہے کوثری ہندو بھی طلبگار محمد

انداز کرشن موہن کی شاعری کا نمایاں ... اعتراف کرتا ہے:

... ہیں اس کی عظمت کے سبب
برہمن بھی احترامِ مصطفیٰ

یہ تعلق اُنہیں اعتماد بخشتا ہے اور وہ اپنے اس خاص شرف کا برملا اظہار کرتے
ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ وظیفۂ عظمت ہے جو دنیا میں ہی نہیں، آخرت میں بھی سرخرو
کرے گا۔ نعت کی سعادت پانے والوں کو قیامت میں فرشتے بھی محترم گردانیں گے۔

منشی پیارے لال رونق اپنے خیال کا یوں اظہار کرتے ہیں:

تعظیم مری حشر میں کرتے ہیں ملائک
وہ مرتبہ بخشا ہے مجھے نعت نبیؐ نے

مضامینِ نعت کے حوالے سے دیکھا جائے تو غیر مسلم شعراء کے ہاں ہر وہ مضمون موجود ہے جو مسلم شعراء کے لائق توجہ رہا ہے۔ درود و سلام میں اعتراف عظمت بھی ہے اور [illegible] دل کی تسکین کا سامان بھی۔ درود و سلام اور مدح خوانی میں گہرا تعلق ہے۔ درود و سلام سے [illegible] کی ترغیب ہوتی ہے تو مدح سے صلوٰۃ و سلام کی، دونوں [illegible] شاعری کا [illegible] درود و سلام پر مشتمل ہے [illegible] اور کبھی آخر میں درود و سلام کا حوالہ ہے اور بعض [illegible] کو موضوع بنایا گیا [illegible] غیر مسلم شعرا کی نعتوں میں بھی درود و سلام [illegible] ہے اور ہر شاعر نے اسے [illegible] نعت سمجھا ہے۔ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر دربار خواجۂ کیہان علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سلام پیش کرتے ہیں:

سلام اے رہبر عالم پناہے
بدنیا و بعقبیٰ بادشاہے

سلام اے ناخدائے کشتیٔ دیں
سلام اے عشق را قانون و آئیں

سلام اے رہبر گم کردہ راہاں
سلام اے ماحیٔ عیب و گناہاں

جگن ناتھ آزاد کا [illegible] سلام [illegible] کی پکار ہے:

سلام اُس پر جو [illegible] بن کر
[illegible] دست لے کر، صادق الوعد و امین بن کر

سلام اُس پر کہ جس کے [illegible] ہے دنیا
سلام اُس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دنیا

سلام اُس پر جو ہے آسودہ زیر گنبدِ خضریٰ
زمانہ آج بھی ہے جس کے در پر ناصیہ سا

لالہ امرناتھ قیس کا [illegible] تو میلاد کی محافل میں نعت خواں حضرات اور واعظین کا محبوب ترین درود ہے جس کے ہر ہر لفظ سے محبت کی بو نکلتی ہے اور جو سامعین کے دلوں کو گداز بخشتا ہے:

تیرے ہی دم قدم سے ہے زینت بزم کائنات
کون و مکاں ہے نور سے آئینۂ تجلیات

یں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات — بھیج رہا خدا بھی ہے تجھ پہ سلام اور صلات

صلِّ علیٰ محمدؐ ، صلِّ علیٰ محمدؐ

وہ نگین خدا کا نور تیری جبینِ ناز پر — جھک گئے جس کے روبرو دیکھ کے کافروں کے سر

ہی خدا کا آخری دہر میں ہے پیام بر — تیرا جمال خدا کا حسن، تیرا وطن خدا کا گھر

صلِّ علیٰ محمدؐ ، صلِّ علیٰ محمدؐ

حرمین شریفین کی توصیف، خصوصیت سے مدینہ منورہ کے شرف و تقدس کے ان نعتیہ شاعری کا امتیازی وصف ہیں۔ مدینہ منورہ کے گلی کوچے، بازار، پہاڑ، وادیاں، رد و نواح کی بستیاں غرضیکہ پورا امکانی پس منظر شاعروں کی عقیدت کا مرکز ہے۔ روضہ قدس کی زیارت اور دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضری نعت کا وہ وضوع ہے جس سے قوتِ بیان میں والہانہ پن آجاتا ہے۔ یہ قلبی پکار غیر مسلم شعرا کو بھی ہم جاں کیے ہوئے ہے۔ انہوں نے نہایت وارفتگی، عقیدت اور محبت کے ساتھ بڑے سلیقے سے اس مضمون کو نبھایا ہے۔ کنور مہندر سنگھ بیدی کے ہاں یہ جذبہ کئی روپ بدل بدل کر نمایاں ہوتا ہے مثلاً:

رات دن جس آستاں پر ہیں ملائک سجدہ ریز — بارہا دوشِ تخیل سے وہاں ہوتا ہوں میں
جب کبھی جاتے ہیں مل کر سوئے طیبہ خوش نصیب — کارواں کے ساتھ گردِ کارواں ہوتا ہوں میں

یا مثلاً:

بلندی پر اپنا نصیب آگیا ہے — درِ پاکِ مولیٰ قریب آگیا ہے
اُدھر روضۂ شہ، اِدھر بے قراری — یہ موقع بھی کیسا عجیب آگیا ہے

بابو روشن لال نعیم ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے تھے۔ ان کے ہاں مدینہ منورہ کی حاضری کے ارمان کی شدت بے پایاں ہے مثلاً:

للہ بلا لیجیے سرکارِ مدینہؐ — مرجائے نہ یہ ہند میں بیمارِ مدینہ
حسرت ہے کہ دم نکلے درِ شاہِ عرب پر — مدفن ہو تہِ سایۂ دیوارِ مدینہ
اے شیخ تجھی کو رہے فردوس مبارک — کافی ہے مجھے گوشۂ گلزارِ مدینہ

ذاتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے حُسنِ صورت و سیرت کے حوالے اکثر شعرا کے ہاں ملتے ہیں۔ محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہر ہر ادا پر شاعروں نے نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہٗ سے آج تک ہر شاعر نے حُسنِ ظاہر کو بھی موضوعِ شعر بنایا ہے غیر مسلم شعرا اس میدان میں بھی مسلم شعراء کے ہم قدم ہیں۔ عرش ملسیانی کا انداز دیکھیے، کہتے ہیں:

رُخِ مصطفیٰؐ کا جمال اللہ اللہ | زباں کا وہ حُسنِ مقال اللہ اللہ
نگاہوں پہ جادو، دلوں پر تسلّط | جمال اللہ اللہ جلال اللہ اللہ

لالہ مرلی دھر شاد لائل پور کاٹن ملز کے مالک تھے اور شہر کی ادبی محافل کی جان، اُن کا اندازِ سوال منفرد بھی ہے اور لائقِ توجہ بھی۔

سوا نیزے پہ سورج، پل صراط، اعمال کا دفتر | ہمیں دیدار کی حسرت میں سب کچھ دیکھنا ہوگا
اِدھر دریائے رحمت کی نظر آجائیں گی موجیں | اُدھر خورشیدِ محشر سے ہمارا سامنا ہوگا
آنکھوں میں ہے حضورؐ کے جلووں کا سلسلہ | جنت کو جھانکتا نہیں خادم حضورؐ کا
چمکے گا چاند بن کے یہ تربت میں حشر تک | دل میں ہے میرے داغِ تمنا حضورؐ کا

توسُّل طلب شفاعت ہے اور استغاثہ طلب عطوفت ہے جو دراصل توسُّل ہی کا ایک مظہر ہے۔ یہ ذاتِ ممدوح پر کامل اعتماد اور بے پناہ بھروسے کا اظہار ہے۔ یہ ایسا قلبی تعلق [illegible] ذہنی رابطہ ہے جو ہر مسلمان کی زندگی کا نمایاں وصف ہے۔ یہی تعلّق توسُّل و استغاثے کو مدحیہ شاعری کا جزوِ اعظم بناتا رہا ہے۔ وارفتگی اور خود سپردگی کے عالم [illegible] بے احتیاطی کا شائبہ موجود ہوتا ہے لیکن عموماً اس وارفتگی کو سلیقہ شعار [illegible] بنایا گیا [illegible] مسلم شعراء کی طرح غیر مسلم شعراء کے ہاں بھی استغاثے کثرت سے ہیں۔ دلورام کوثری اس وادی کے مشّاق راہی ہیں۔ ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن [illegible] وابستگی نے کئی خاندانی تنازعے پیدا کیے، دشمنیاں بڑھیں مگر وہ پوری قوت سے دفاع کرتے رہے۔ اُنہیں یقین تھا کہ جس دربار کا مدح سرا ہوں وہ میرا محافظ [illegible] ہوگا، کہتے ہیں۔

کس لیے پھر درپئے آزار ہیں اشرارِ قوم
اُس کا کیا کرلیں گے جو خیرالورا کے ساتھ ہے

اُن کی تمنّا تو بس اس قدر ہے کہ:

مدینے میں مجھ کو بُلا یا محمّد — ذرا اپنا کوچہ دکھا یا محمّد
مجھے لوگ کہتے ہیں دیوانہ تیرا — کہوں اور کیا ماجرا یا محمّد
تمہاری بدولت خدا مجھ کو بخشے — ہو مقبول میری دعا یا محمّد[2]

دعا مقبول ہوئی اور رد تو رام کوثری، کوثر علی کوثری کے روپ میں غلامانِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں شامل ہو گئے۔

پنڈت پربھودیال عاشق لکھنوی کا نعتیہ مخمس پُرتر جذبوں کا امین نظر آتا ہے۔ مدح میں استغاثہ کا رنگ پیدا ہوا، کہتے ہیں:

بادشاہِ دوسرا ہے کون؟ کوئی بھی نہیں — شافعِ روزِ جزا ہے کون؟ کوئی بھی نہیں
صدرِ بزمِ انبیاء ہے کون؟ کوئی بھی نہیں — اور محبوبِ خدا ہے کون؟ کوئی بھی نہیں
میرے آقا کے علاوہ میرے حضرت کے سوا

پنڈت ہری چند اختر کے یہ نعتیہ اشعار مسلم حلقوں میں بے حد مقبول ہوئے اس لیے انہی پر اپنی گزارشات کو ختم کرتے ہیں، کہتے ہیں:

کس نے ذرّوں کو اُٹھایا اور صحرا کر دیا — کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اُس کے نام پر — اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم — اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیّا کر دیا — اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الدین عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۲۔ نفح الطیب للمقری، الجزء الثانی ص ۲۸۶ تا ۲۸۹
۳۔ احاطہ فی اخبار غرناطہ، مقدمہ ص: ۴۰

اعترافِ عظمت

محشر میں دی فرشتوں نے داور کو یہ خبر — ہندو ہے ایک احمدِؐ مرسل کا مدح گر
ہے بُت پرست اگرچہ وہ، لیکن ہے نعت گو — احمدؐ کی نعت لکھتا ہے دنیا میں بیشتر
ہے نام دِلّو رام، تخلص ہے کوثری — لے جائیں اُس کو خُلد میں یا جانبِ سقر
سنتے ہی یہ ملائکہ سے اک انوکھی بات — فرمایا ذوالجلال نے، جنت ہے اس کا گھر
اللہ اکبر، احمدِؐ مرسل کا یہ لحاظ
کی حق نے لطف کی سگِ دنیا پہ بھی نظر

ہندو سمجھ کے مجھ کو جہنم نے دی صدا — میں پاس جب گیا تو نہ مجھ کو جلا سکا
بولا کہ تجھ پہ کیوں مری آتش ہوئی حرام — کیا وجہ، تجھ پہ شعلہ جو قابو نہ پا سکا
کیا نام ہے، تو کون ہے، مذہب ہے تیرا کیا — حیراں ہوں میں عذاب جو تجھ تک نہ جا سکا
میں نے کہا کہ جائے تعجب ذرا نہیں — واقف نہیں تو میرے دلِ حق شناس کا
ہندو سہی، مگر ہوں ثنا خوانِ مصطفیٰ ﷺ — اِس واسطے نہ شعلہ ترا مجھ تک آ سکا
ہے نام دِلّو رام، تخلص ہے کوثری
اب کیا کہوں، بتا دیا جو کچھ بتا سکا

چودھری دِلّو رام کوثری

خدا کی تعریف میں کس کی ہوئی ہیں رطب اللساں　　چٹکیاں لینا ہے کیوں دل میں مرا طرزِ بیاں
اے زبانِ کلک اب آتا ہے وقتِ امتحاں　　آج دکھلانے کو ہے جوہر مری طبعِ رواں
آج لب پر ذکرِ محبوبِ خدا آنے کو ہے
نامہ کا پھر وقت اے بختِ رسا آنے کو ہے

اے رسولِ پاک! اے پیغمبرِ عالی وقار　　چشمِ باطن بیں نے دیکھی تجھ میں شانِ کردگار
تیرے دم سے گُل نظر آئے ہیں وہ عرفاں کے خار　　خوبیوں کا ہو تری کیونکر بھلا ہم سے شمار
نور سے تیرے اندھیرے میں درخشانی ہوئی
تیرے آنے سے آبروئے کُفار کی پانی ہوئی

اک جہالت کی گھٹا تھی چارسُو چھائی ہوئی　　ہر طرف خلقِ خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی　　لہلہا اُٹھی، تری جب جلوہ آرائی ہوئی
تیرے دم سے ہوگئیں تاریکیاں سب مُنتشر
پاگئی راحت ترے آنے سے چشمِ منتظر

کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھے　　کیوں نہ راہِ حق میں اپنا رہنما جانیں تجھے
دیکھنے کو دے خدا آنکھیں تو پہچانیں تجھے　　حق کی ہے بیکل صدا، شمس الضحیٰ مانیں تجھے
گر مسلمانوں کا اک پیغمبرِ اعظم ہے تو
اپنی آنکھوں میں بھی اک اوتار سے کب کم ہے تو

سردار بشن سنگھ بیکل

نہ کیوں مائل ہو دل سوئے محمدؐ
کہ دلکش ہے بہت خوئے محمدؐ

کہے دیتی ہے زردیٔ رُخِ مہر
کہ ہے وارفتہ رُوئے محمدؐ

مشامِ جانِ عاشق ہو معطّر
جو پھیلے بوئے گیسوئے محمدؐ

نہیں درکار مجھ کو جاہ و حشمت
ملے دریوزۂ کوئے محمدؐ

جھکے جنّت میں طوبیٰ بہرِ تعظیم
جو دیکھے قدِّ دلجوئے محمدؐ

زلیخا کی طرح یوسفؑ ہوں بیتاب
جو دیکھیں خواب میں روئے محمدؐ

ہوائے سیرِ جنّت ہے جو اے دل
تو چل کر دیکھ لے کوئے محمدؐ

دلِ عاشق نہ ہو دو ٹکڑے کیونکر
کھنچی ہے تیغ ابروئے محمدؐ

پئے بخشائشِ اُمّت ہیں سرگرم
عجب بے مثل ہے خوئے محمدؐ

تمنّا ہے کہ بعدِ مرگ سالک
مرا مدفن بنے کوئے محمدؐ

منشی سالک رام سالک گرواری

غیروں میں مقبول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: سید محمد سلطان شاہ (ایم اے علوم اسلامیہ)

حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء وہ ذات ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بنائی۔ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ حدیثِ قدسی ہے:

خلقت الخلق لاعرفھم کرامتک ومنزلتک علیَّ لولاکَ لما خلقت الدنیا

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے مخلوقات کو اس لیے پیدا کیا تا کہ اے حبیبؐ آپ کی کرامت ومنزلت کی اُن کو معرفت کراؤں۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں ہرگز دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

یہی مضمون کئی اور احادیث میں بھی مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آفرینشِ عالم کا مقصود حضور سید المرسلینؐ کی ذات اقدس ہے۔

ع مقصودِ ذات تست دگر جملگی طفیل

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے۔ لیکن آپؐ تو تخلیقِ آدم سے قبل بھی نبی تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

کُنْتُ نبیًّا وَّ اٰدَمُ بین الروحِ وَ الجسد (ترمذی / مشکوٰۃ)

ترجمہ: میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے۔

ہر نبی اور رسول نے اپنے زمانے میں اپنی امت کو حضور نبی کریمؐ کی بعثت کی خبر دی۔ اور آپؐ کی عظمت کا اعتراف اپنی اُمت کے سامنے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے

یومِ میثاق کو تمام نبیوں سے یہ وعدہ لیا تھا کہ جب تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے تو تم اس پر ضرور ایمان لانا۔ اس پر سب نبیوں نے آپ کی نبوّت کا اقرار کیا تھا۔ اس کا ذکر قرآن پاک نے سورۂ آلِ عمران میں کیا ہے۔ تفسیر ابنِ کثیر میں حافظ عماد الدین ابنِ کثیرؒ نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا۔ کہ اس کی زندگی میں اگر اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی امداد کرے اور اپنی اُمت کو بھی یہی تلقین کر دے کہ وہ حضورؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کی تابعداری میں لگ جائے۔"

یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے اپنی اُمت کو حضور پاکؐ کی بشارت دی اور آپؐ پر ایمان لانے کی وصیت فرمائی۔

اگرچہ متعصب قسم کے غیر مسلموں نے حضور سرکارِ دو عالم کی شان میں بڑی گستاخیاں کی ہیں اور عظمتِ رسولؐ کو چھپانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے تاکہ اُن کے دیگر ہم مذہب کہیں اِسلام کی صداقت اور حضور پاکؐ کی بے مثال حیاتِ طیبہ سے متأثر ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں۔ مگر حق بات کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ چاند پر تھوکنے والا اپنے چہرے کو تھوک سے آلودہ کرتا ہے، چاند کے حسن و جمال اور چاندنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس کے باوجود ایک کثیر تعداد غیر مسلموں کی ایسی بھی ہے جنہوں نے غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان اور مقام و مرتبہ کا اعتراف کیا ہے اور بڑے مہذب انداز اور شاندار الفاظ میں آپؐ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ذیل کی سطور میں ایسے ہی کچھ غیر مسلم مفکرین اور مؤرخین کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں جنہوں نے کھلے دل سے ثنائے حبیبِؐ خدا کی اور حقیقت کا برملا اعتراف کیا۔

ایک ہندو سوامی لکشمن نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر

ایک کتاب "عرب کا چاند" لکھی ہے۔ یہ کتاب بڑے خلوص اور عاشقانہ رنگ میں لکھی گئی ہے۔ وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۴۳ مطبوعہ امرتسر میں لکھتا ہے:

"اس جہالت اور ضلالت کے مرکز اعظم جزیرہ نمائے عرب کے کوہ فاران کی چوٹیوں سے اِک نور چمکا جس نے دنیا کی حالت کو یکسر بدل دیا۔ گوشہ گوشہ کو نور ہدایت سے جگمگا دیا اور ذرہ ذرہ کو فروغ تابش حسن سے غیرت خورشید بنا دیا۔"

شردھے پرکاش دیوجی پرچارک براہمو دھرم اپنی کتاب "سوانح عمری حضرت محمد صاحب بانیٔ اسلام" مطبوعہ ۱۹۱۷ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا اقرار کرتا ہے۔ وہ کتاب کی ابتدا ان الفاظ سے کرتا ہے:

"حضرت محمد صلعم صاحب بانیٔ مذہب اسلام جن کی سوانح عمری کا یہ مختصر سا خاکہ ہے، منجملہ اِن اشخاص کے ہیں جنہوں نے قانون قدرت کے موافق جہالت اور تاریکی کے زمانے میں پیدا ہو کر دنیا میں بہت کچھ صداقت کی روشنی پھیلائی۔"

آگے چل کر پرکاش لکھتا ہے:

"بلکہ آنحضرتؐ کی ذات سے جو فیض دنیا کو پہنچے، اُن کے لیے نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو اُن کا شکر گزار ہونا مناسب ہے۔ کون کون سی تکلیفیں ہیں جو اس بزرگ نے نسل انسان کے لیے اپنے اوپر برداشت نہ کیں۔"

ہندوؤں کے "اتھر وید" کا ایک منتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی گواہی دیتا ہے:

" اِدم جناہ اُپ اشرت نراشنسہ استوشینے"

ترجمہ: اے لوگو! یہ (خوشخبری) احترام سے سنو، محمدؐ تعریف کیا جائے گا۔

اسی طرح سام وید میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر مانا گیا۔ اس کا ایک منتر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کو خدا کی شریعت تسلیم کرتا ہے۔ سام وید میں ہے:

" احمد ہے بتوہ میدھام انسبہ پری جگرہ"۔

ترجمہ: احمد نے اپنے رب سے پُر حکمت شریعت حاصل کی۔

(سام وید دوسرا حصہ باب پنجم ترجمہ بابو پیارے لال)

ہندوؤں کی معتبر کتاب "کلکی پوران" میں سری کرشن جی فرماتے ہیں:

"یہ اوتار پہلے پہاڑ کے غار میں خدا کی بندگی کرے گا۔ وہاں خدا اس کو سبق دے گا۔ اس اوتار کے چار بھائی ہوں گے۔ جو اس دھرم کو سارے جہاں میں پھیلائیں گے۔ ...... اے لوگو! جب اس اوتار کا ظہور ہو تو تم اس کے قدموں میں اپنا سر رکھ دینا۔ کیونکہ نجات اور ہدایت اسی کے پاس سے ملے گی۔"

اس عبارت سے بالکل واضح ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئی ہے اور آپؐ کو سرچشمۂ ہدایت تسلیم کیا گیا ہے۔

("انوار المحمدیہ فی سیرۃ المصطفویہ" از مولانا محمد ضیاء اللہ قادری)

سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک نے اپنے شعروں میں کھلے بندوں عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ترانے گائے ہیں۔ اپنے ایک شعر میں گروکہتا ہے:

لکھیا وچ کتاب دے اوّل ایک خدا
دوجا نور محمّدی جس چانن کیتا آ

(جنم ساکھی بالا ص ۳۲۷)

"انجیل برناباس" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت سے اقوال نقل کئے گئے ہیں جن میں عظمتِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف ہے۔ باب نمبر۴۲ میں ہے:

"میں اس لائق نہیں کہ خدا کے اُس رسول (محمدؐ) کی جرابوں کے بند یا جوتیوں کے تسمے کھول سکوں۔ جسے تم مسیح کہتے ہو، جو مجھ سے پہلے بنایا گیا اور میرے بعد آئے گا اور سچائی کا کلام کرے گا کہ اس کے دین کی انتہا نہ ہوگی۔"

اب کچھ مغربی مؤرخین کی کتابوں سے اقتباسات دیے جاتے ہیں جنہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا پیغمبر، عظیم فاتح، محسنِ انسانیت، بے مثل راہنما،

ور بے نظیر روحانی پیشوا تسلیم کیا ہے۔

رونالڈ وکٹر کورٹنے باڈلے (Ronald Victor Courteney Bodley) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر انتہائی اچھی کتاب موسوم بہ "پیغمبر" (The Messenger) لکھی ہے۔ اس کتاب کے دیباچے میں وہ لکھتا ہے:

"چنانچہ میں نے کوشش کی ہے کہ حضرت محمدؐ کو اس طرح پیش کروں جیسے آپؐ واقعی تھے۔ یعنی ایک سادگی پسند انسان، عظیم شخصیت کے مالک، اپنے لوگوں کا بھلا چاہنے والے، روحانی فیضان رکھتے ہوئے بھی آپؐ جو کچھ کرتے تھے، منطقی سوچ کے ساتھ کرتے تھے۔ آپؐ کے عادات و خصائل درویشی کی حد تک سادہ تھے۔ ...... آپؐ کو اپنے راہنما اور قائد ہونے کا احساس ضرور تھا لیکن آپ میں دکھاوا نہ تھا۔"

یہی مسٹر باڈلے آگے چل کر لکھتا ہے:

"قرآن ایک معرکۃ الآرا صحیفہ ہے۔ یہ حضرت محمدؐ کو منعکس کرتا ہے۔ بلکہ درحقیقت یہی محمدؐ ہے۔"

مسٹر باڈلے کی یہ بات سیدہ عائشہ صدیقہؓ والی حدیث سے ملتی جلتی ہے کہ جب اُن سے حضور علیہ السلام کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "کان خلقہ القرآن"

باڈلے نے اُن اعتراضات کی بڑے منطقی انداز میں تردید کی ہے جو مستشرقین نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیے ہیں۔ اکثر مغربی مؤرخین نے حضورؐ کے زیادہ نکاح کرنے پر اعتراض کیا ہے۔ لیکن مذکورہ مصنف لکھتا ہے:

"آپؐ نے کوئی بھی شادی نفسانی خواہش کی خاطر نہیں کی۔"

اسی طرح جہاد اور غزوات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"حضرت محمدؐ کو صرف خون بہانے اور قتل و غارت کے لیے جنگ کرنا ہرگز

پسند نہ تھا۔"

عظیم مدبر اور مؤرخ مسٹر مونٹگمری واٹ (Montgomery Watt)
اپنی کتاب "محمدؐ مدینے میں" (Muhammad at Madina) میں
اقرار کرتا ہے کہ "دنیا کی تمام عظیم شخصیات کی نسبت سب سے زیادہ جھوٹے بہتان
محمدؐ پر باندھے گئے ہیں۔"

یہی مؤرخ اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲۵ پر لکھتا ہے:
"جتنا زیادہ کوئی شخص محمدؐ اور ابتدائی اسلام کی تاریخ پر غور کرتا ہے، اُتنا
ہی اُن کی کامیابی کی ہمہ گیری پر متحیر ہوتا ہے۔"

آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر مارگولیتھ (G. Margoliauth)
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر "محمدؐ اور ظہورِ اسلام" لکھی ہے۔ وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیرت نگاروں کی صف میں شامل ہونا اپنے لیے
باعثِ فخر سمجھتا ہے۔ وہ اپنی کتاب کا آغاز اِن الفاظ سے کرتا ہے:
"حضرت محمدؐ کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کو ختم کرنا
ناممکن ہے۔ لیکن اس میں جگہ پانا باعثِ شرف ہے۔"

ڈی۔ بی میکڈانلڈ ایک متعصب عیسائی مشنری تھا۔ اُس نے ایک کتاب
"اسلام کے مختلف پہلو" (Aspects of Islam) لکھی۔ وہ
لکھتا ہے:

"میرے نزدیک یہ محمدؐ کی عظمت کی دلیل ہے کہ اسلام نے اس قدر ترقی کی"
ایک اور مقام پر وہ لکھتا ہے:
"قرآن میں ایسی بہت سی عبارات موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ
محمدؐ ایک سچے اور روحانی پیشوا تھے۔ جو وحدانیت کے بے کنار سمندر میں بغیر راہبر
اور بغیر کشتی کے تیر رہے تھے۔"

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں "قرآن" کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"دنیا کی مذہبی شخصیات میں محمدؐ سب سے زیادہ کامیاب ہوئے۔"

(بحوالہ A Short History of Islam از مظہرالحق)

امیل ڈرمنگھم (Emile Dermenghham) اپنی تصنیف حیاتِ محمدؐ" (Vie de Mahomet) میں لکھتا ہے۔ آپؐ (محمدؐ) نے طاقت، امارت اور عظمت حاصل کر لی تھی۔ آپؐ کے پاس سونا، طاقتور گھوڑے، لاتعداد اونٹ اور وسیع چراگاہیں تھیں۔ آپؐ کی بیویاں اور بچے تھے۔ آپؐ کے پاس سب کچھ تھا۔ لیکن ان چیزوں میں سے کوئی چیز آپؐ میں غرور نہ پیدا کر سکی۔ آپؐ کو دل سے ایک شخص کا اسلام قبول کر لینا مالِ غنیمت کے انبار سے زیادہ عزیز تھا۔"

ایک امریکی مسٹر ایم۔ ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) نے حال ہی میں ایک کتاب "The One Hundred" لکھی ہے۔ وہ اپنی کتاب کی ابتدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقدس نام سے کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"میں نے دنیا کے ایک سو سے زیادہ بااثر افراد میں سے محمدؐ کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے۔ قاری شاید اس پر متحیر ہوں یا دوسرے سوال کریں۔ لیکن وہ تاریخ کی واحد ہستی ہیں جو مذہبی اور سیاسی دونوں میدانوں میں سب سے زیادہ کامیاب ہوئے۔"

یہی مصنف لکھتا ہے "یسوعؑ کے برعکس، محمدؐ صرف مذہبی راہنما ہی نہیں بلکہ آپؐ سیاسی راہنما بھی تھے۔"

میجر آرتھر جی لیونارڈ اپنی کتاب "اسلام اور اس کی اخلاقی اور روحانی اقدار" (Islam Her Moral & Spiritual Value) میں رقمطراز ہے:

"یہ سچ ہے کہ عرب بذاتِ خود عظیم اور بہادر لوگ تھے مگر یہ محمدؐ کی ذہانت اور ولولہ تھا۔ جو اُنہوں نے اسلام کی رُوح کے ذریعے اُن کو عطا کیا۔ اِس نے اُن کو سرفراز کیا۔ اس نے اُنہیں کاہلی اور قبائلی جمود کے گڑھے سے نکالا اور اُنہیں قومی اتحاد

اور شہنشاہیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔"

ایک اور مستشرق گاڈفیری ہائیگنز (Godfrey Higgens)

اپنی کتاب " Apology for Muhammad " میں لکھتا ہے "عیسائیوں کے لیے یہ یاد رکھنا بہتر ہوگا۔ کہ محمدؐ نے اپنے پیروکاروں کے دل میں ایسا ولولہ بھر دیا جو کہ مسیحؑ کے ابتدائی پیروکاروں میں نہیں ملتا"

(بحوالہ ماہنامہ The Universal Message, June 1988)

کتاب " دنیا کے سو عظیم بادشاہ، ملکہ اور حکمران (100 Great Kings, Queens and Rulers of the Word)

میں صفحہ نمبر ۱۸۵ پر مقالہ "محمدؐ" کا مصنف (P.D Cummins) لکھتا ہے:

"عرب چھٹی صدی کے اختتام کے وقت بُت پرستی، توہمات، جہالت اور مے خواری کی زد میں آچکا تھا۔ یہ ایک تقسیم شدہ ملک تھا، جہاں قبیلہ دوسرے قبیلے سے جنگ کر رہا تھا۔ ایک خاندان دوسرے خاندان سے لڑ رہا تھا۔ اِن کی زندگی کو ایک شخص "محمدؐ" نے اپنی غیر معمولی شخصیت کے ذریعے مکمل طور پر بدل کر رکھ دیا۔"

مسٹر جے ڈبلیو سٹوبارٹ (J. W H. Stobart) اپنی کتاب "اسلام اور اس کے بانی" (Islam and its Founder) میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اقرار اِن الفاظ میں کرتا ہے۔

"مکہ کے پیغمبرؐ کے سوا تاریخ میں کوئی نام زیادہ درخشاں نہیں۔"

ایک امریکی مستشرق واشنگٹن ارونگ نے بھی سیرتِ رسولِ پاکؐ پر ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کا ایک رُخ ایسے انصاف کا پہلو لیے ہوئے ہے جس سے قلوب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے

(حیات محمدؐ از محمد حسین ہیکل)

الفضل ما شهدت به الاعداء

فضیلت اسے کہتے ہیں جو دشمن مانیں

ساکھ میخانۂ احمدؐ کی ہے کتنی اچھی
جام اچھے ہیں، خُم اچھے ہیں، صراحی اچھی

ناخدا جس پہ فدا ہے، وہ محمدؐ کا ہے نام
جس پہ دیندار چڑھا ہے، وہی کشتی اچھی

جام و مینا سے نہیں ہم کو سروکار مگر
آپؐ کے نام پہ آجائے تو مستی اچھی

اُسوۂ شاہِ رُسلؐ کا جو ہوا دیوانہ
اُس نے تعمیر طریقت کی اُٹھائی اچھی

واسطے آپؐ کے جھیلوں تو ستم بھی اچھا
عشق میں آپؐ کے آئے تو بلا بھی اچھی

سامنے سیرت نبویؐ کے کوئی کیا ٹھہرے
نیک، مقبول، خوش اسلوب، انوکھی اچھی

رہ گئے راہِ محمدؐ سے گزرنے والے
آپؐ ہوں جس کی طرف، بات اُسی کی اچھی

نعت کے بدلے رضاؔ آج سنائی جو غزل
واقعی یہ تمہیں "میلاد" میں سوجھی اچھی

کالیداس گپتا رضاؔ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بڑی ہی منتوں کے بعد شامِ منتظر آئی ‏ شبِ اندوہ و غم گزری سعادت کی سحر آئی
رہینِ ہجر کو تسکین کی صورت نظر آئی ‏ کہ کانوں میں ندائے آمدِ خیر البشرؐ آئی
ہر اک بیٹھے ہوئے دل میں خوشی کا ولولہ اُٹھا
ہر اک جانب سے شورِ آمدِ خیر الوریٰؐ اُٹھا

ربیع الاوّل آتے ہی جہاں میں تازگی آئی ‏ گلستانِ تمنا میں بہارِ سرمدی آئی
اسی کی بارھویں شب بھی بہ شانِ دلبری آئی ‏ ندا یہ غیب سے آئی کہ روحِ زندگی آئی
مجسم ہو کے نورِ سرمدی، آیا بشر ہو کر
جنابِ آمنہؓ کی گود میں آیا پسر ہو کر

غریبوں کے نہالِ آرزوئے دل میں پھل آئے ‏ گرے مینارِ کسریٰ، کفر و بدعت میں خلل آئے
بجھا آتش کدہ جب مظہرِ نورِ ازل آئے ‏ زمیں چومی بتوں نے سجدے میں لات و ہبل آئے
ابنِ آمنہؓ سے بزمِ ہستی جگمگا اُٹھی
زمانے بھر میں اُمیدوں کی کھیتی لہلہا اُٹھی

مبارک باد دینے کے لیے رُوح الامیں آئے ‏ مبارک ہو کہ بزمِ دہر میں خلوت نشیں آئے
امینِ جنسِ وحدت آ گئے ختم المرسلیں آئے ‏ محمدؐ مصطفیٰ، محبوبِ ربّ العالمیں آئے
وہ استادِ ادب، عالی نسب، ماہِ عرب آئے
وہ مقصودِ طلب، کُل کا سبب، اُمّی لقب آئے

جگن ناتھ کمال کرتار پوری

○

وہ ابرِ فیضِ نعیم بھی ہے، نسیمِ رحمت شمیم بھی ہے
شفیق بھی ہے، خلیق بھی ہے، رحیم بھی ہے، کریم بھی ہے

وہ حُسنِ سیرت کا ہے مرقع، جمالِ حق ہے جمال اس کا
وہ پیکرِ فطرتِ معلّٰی شبیہِ خُلقِ عظیم بھی ہے

وہ معنیٔ حُسنِ آفرینش، نظر نوازِ ہر اہلِ بینش
حبیبِ ربِّ جلیل بھی ہے، جمیل بھی ہے سلیم بھی ہے

وہ حامل و صاحبِ شریعت، وہ مرشد و ہادیٔ طریقت
مُعلّمِ معرفت بھی ہے اور رموزِ حق کا علیم بھی ہے

اُٹھائیں جن سے اذیتیں پھر اُنہی کے حق میں دُعائیں مانگیں
کسی میں یہ شانِ حلم بھی ہے اور ایسا کوئی حلیم بھی ہے؟

بُقعہ نور، وہ مدینہ حضورؐ خلوت نشیں ہیں جس میں
نعیمِ خلدِ بریں ہے اس میں، وہ رشکِ خُلدِ نعیم بھی ہے

ہوا جو یثرب سے آ رہی ہے، ہر اک کلی کو کھلا رہی ہے
یہی ہوا ہے نسیمِ رحمت، یہی لطافت شمیم بھی ہے

یہ آپ کے قیس کا ہے ایماں، حضورؐ ہیں رہنمائے انساں
حضورؐ کا جو نہیں ہے قائل، شقی بھی ہے وہ لئیم بھی ہے

مداحِ پیمبرؐ امر چند قیس جالندھری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیا نبیؐ اور کیا نبوّت کی معلّٰی شان ہے — جس کی صورت سے ہویدا صورتِ رحمٰن ہے
ذات جن کی دو جہاں میں منبعِ احسان ہے — مدح میں ان کی مقصّر طاقتِ انسان ہے

یا رسولؐ اللہ! تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

رحمۃ للعالمیں ہو یا نبیؐ خیر الورٰی — شاہدِ صادق تمہارے وصف کا قولِ خدا
ہو شفیع المذنبیں اور ہادیٔ راہِ ہدیٰ — کر کرم راہِ سعادت پر مجھے ہو رہنما

یا رسولؐ اللہ! تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

سورۂ والشمس ہے تجھ حسنِ عارض پر گواہ — زلفِ مشکیں تس پہ جیوں واللیل ہے بے اشتباہ
آیۂ اِنّا فتحنا فتح میں ہے شمعِ راہ — قاتلِ حسّادِ دینِ حق ہو تیغِ لا الٰہ

یا رسولؐ اللہ! تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

ہیں تمہارے نور کے یک ذرّہ ماہ و آفتاب — بہرہ ور تجھ خوانِ بخشش سے ہے دریا اور سحاب
انبیائے ماسلف تم سے ہوئے ہیں فیض یاب — رحم کر مجھ حال اوپر یا اخی ابوتراب رضؓ

یا رسولؐ اللہ! تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

راجا مکھن لال مکھن

حاملِ جلوۂ ازل، پیکرِ نورِ ذات تو
شانِ پیمبری سے ہے سرورِ کائنات تو
فیضِ عمیم سے ترے قلب و نظر کی وسعتیں
مومنِ حق پرست کا حوصلۂ نجات تو

تیرے عمل کے درس سے گرم ہے خونِ ہر بشر
حسنِ نمودِ زندگی رنگِ رُخِ حیات تو
عقدہ کشائے این و آں، نور فزائے ہر مکاں
قبلۂ اہلِ دل ہے تو، رونقِ شش جہات تو

شانِ بشر کا منتہا، خالقِ دہر کا حبیب
مردِ خدا پرست کا آئنۂ حیات تو
موردِ التفات ہم تیری نوازشات سے
ذاتِ خدائے پاک سے وقفِ نوازشات تو

قلب و نظر کے راز سب دہر پہ منکشف ہوئے
روحِ جہانِ راز تو، جانِ مکاشفات تو
مدح سرائے مصطفیٰ ہے تو عمل بھی چاہیے
عرشؔ جو ہو سکے تو ہو عزم میں پُر ثبات تو

پنڈت بالمکند عرشؔ ملسیانی۔ ایڈیٹر "آجکل" دہلی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بانیٔ اسلام اے خورشیدِ تابانِ عرب　　اے محمد مصطفیٰؐ! جانِ عربؑ شانِ عرب
ظلِّ اقدس میں پھلا پھولا گلستانِ عرب　　جگمگایا نورِ وحدت سے بیابانِ عرب
آپ کے پیغام کی بنیاد تھی الہام پر
اک نئی دنیا بسا ڈالی خدا کے نام پر

آپ پر نازل خدائے پاک نے قرآں کیا　　سُرمۂ توحید سے وا دیدۂ عرفاں کیا
آشکارا زندگی کا جوہرِ پنہاں کیا　　پیکرِ اقدس کو رشکِ کعبۂ ایماں کیا
جو نہ سمجھیں آپ کا رتبہ، وہ اہلِ دل نہیں
اور کوئی جادۂ تسلیم کی منزل نہیں

اسی سے ہے لقبِ پاک سرورِ کونینؐ　　یہ عرش و فرش، یہ کل کائنات آپؐ کی ہے
ہے مرتبہ اسے دار السلام کا حاصل　　شریکِ دل نگہِ التفات آپ کی ہے
عرب کو جس نے بنایا جوابِ صد فردوس　　بس ایک ذاتِ ستودہ صفات آپ کی ہے
ہے کون شیخِ معظّم کی جو کرے تردید　　خدا کے بعد اگر ہے تو ذات آپؐ کی ہے

منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی

سلام اس ذاتِ اقدس پر، سلام اس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
سلام اس پر جو حامی بن کے آیا غم نصیبوں کا
رہا جو بیکسوں کا آسرا، مشفق غریبوں کا
مددگار و معاون بے بسوں کا، زیردستوں کا
ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا
سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمیں بن کر
پیامِ دوست لے کر، صادق الوعد و امیں بن کر
سلام اس پر کہ جس کے نور سے پُرنور ہے دنیا
سلام اس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دنیا
بڑے چھوٹوں میں جس نے اک اُخوّت کی بنا ڈالی
زمانے سے تمیزِ بندہ و آقا مٹا ڈالی
سلام اس پر جو ہے آسودہ زیرِ گنبدِ خضریٰ
زمانہ آج بھی ہے جس کے در پر ناصیہ فرسا
سلام اس پر کہ جس نے ظلم سہہ سہہ کر دعائیں دیں
وہ جس نے کھائے پتھر گالیاں، اس پر دعائیں دیں
سلام اُس ذاتِ اقدس پر حیاتِ جاودانی کا
سلام آزاد کا، آزاد کی رنگیں بیانی کا

پنڈت جگن ناتھ آزاد

تم وہ ہو جن کے سبب توقیر ہے اسلام کی
جلوۂ شانِ احد تصویر ہے اسلام کی
ہر طرف پھیلی ہوئی تنویر ہے اسلام کی
تم سے ہی چمکی ہوئی تقدیر ہے اسلام کی

تم نے احکامِ شریعت کا دکھا کر آئینہ
ہر دلِ تاریک میں اک نور پیدا کر دیا

ہادیٔ دینِ متیں ہو تم محمد مصطفٰی
باعثِ صد فخرِ ملت رہنما و پیشوا
لکھ دیا حق میں تمہارے حق نے لَولَاکَ لَمَا
تم نہ ہوتے تو نہ بنتے یہ کبھی ارض و سما

تم سے قائم ہے جہاں میں یہ جہانِ بیکراں
اس سے پہلے نام کو بھی کچھ نہ تھا نام و نشاں

تم وہ ہو چرخِ رسالت کے درخشاں آفتاب
نورِ عالم تاب کا جس کے نہیں کوئی جواب
دیکھ کر بزمِ جہاں میں رنگِ حُسنِ انتخاب
شرم سے خورشیدِ محشر ہے لیے منہ پر نقاب

تم وہ ہو ظلمت مٹا دی دم میں کفر و شرک کی
مشعلِ توحید کی سب کو دکھا کر روشنی

حق تو یہ ہے حق پرستی کا بتا کر راستہ
کر دیا باطل پرستانِ جہاں کو حق نما
ذاتِ اقدس ہے تمہاری مظہرِ صدق و صفا
بن گئے نا آشنا بھی رازِ وحدت آشنا

تھا وجودِ پاک تلقینِ ریاضت کے لیے
تم یہاں آئے تھے اُمت کی شفاعت کے لیے

ممتاز الشعرا منشی پیارے لال رونق دہلوی

محمدؐ نے فرمائی مکہ سے ہجرت — نمایاں ہے یہ افتخارِ مدینہ
چلوں سر کے بل میں نہ ہے فخر و عزت — بلائے اگر تاجدارِ مدینہ
چلو چل کے بیٹھیں وہیں شیام سندر — کہ ارضِ وفا ہے دیارِ مدینہ

فاراں کی چوٹیوں پر وہ آفتاب چمکا — چشمِ فلک کو جس نے مسحور کر دیا ہے
غارِ حرا سے نکلیں وہ نور کی شعاعیں — تاریک وادیوں کو پُرنور کر دیا ہے

اے رہنمائے اعظم — پیغمبرِ معظمؐ!
سب کے دلوں کے محرم — تو خوب جانتا ہے
تیرا ہی آسرا ہے
ادبار سے بچا لے — افکار سے چھڑا لے
اے دو جہان والے! — تو جانِ مدعا ہے
تیرا ہی آسرا ہے
آفات اور بلائیں — ڈر ہے کہ کھا نہ جائیں
دکھڑا کسے سنائیں — دل تجھ کو ڈھونڈتا ہے
تیرا ہی آسرا ہے

شیام سندر باصر کاشمیری

عشق کی کرامت

حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت میں مسلمانوں کا پایہ آج بھی بہت بلند ہے۔ اُنہوں نے ہر عزیز سے عزیز متاع، کم یا زیادہ کھوئی، ان کی ہر خصوصیت میں ضعف پیدا ہوا، وہ ہر اعتبار سے زوال و انحطاط کا ہدف بنے لیکن رحمۃ للعالمینؐ سے عشق کا گنج گراں مایہ آج بھی ان کے سینوں میں محفوظ ہے۔ یہ چراغ ان کے سینوں میں آج بھی روشن ہے۔ اس عشق کی بدولت ان کی رگوں میں بہنے والا خونِ حیات آج بھی اتنا گرم ہے، گویا اس میں زمانے بھر کی بجلیاں بھر دی گئی ہیں۔ یہی ایمان کی بنیاد و اساس ہے۔ اسی پر ملّت کی اصلاح و درستی کے تمام ولولوں، اُمیدوں اور تمنّاؤں کا انحصار رہا ہے۔۔۔ اس عشق کی ایک زندہ کرامت یہ ہے کہ اس نے لاکھوں نیک دل غیر مسلموں پر بھی گہرا اثر ڈالا، اور ان میں سے جو لوگ ذوقِ شعر رکھتے تھے، وہ اپنے شوق سے نعتیں بھی کہتے رہے۔

اسلام ابتدا ہی میں یہاں پہنچ گیا تھا۔ جو مسلمان گیارہ سو سال تک یہاں عزت و اقتدار کے رتبے پر فائز رہے، ناممکن تھا کہ اس طویل یکجائی اور ہمسائیگی میں غیر مسلم اسلام سے متاثر نہ ہوتے۔ یہ تاثر مختلف صورتوں میں نمایاں ہوا۔ لاکھوں خوش نصیب آغوشِ اسلام میں آگئے۔ لاکھوں کے عقائد و افکار میں بنیادی تغیّر پیدا ہوا، اور خود ان کے اندر زبردست اصلاحی تحریکیں جاری ہو گئیں۔ بے شمار اصحاب ایسے بھی تھے جو اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے رسولِ پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں ویسے ہی محبّت افروز جذبات کو لباسِ شعر پہنانے رہے جیسے مسلمانوں کے سینوں میں ہمیشہ موجزن رہے۔ اگر یہ نعتیں ناموں کے بغیر شائع کر دی جائیں تو کسی کو تمیز ہی نہ ہو سکے کہ یہ غیر مسلموں کی کہی ہوئی ہیں۔

غلام رسول مہر

(”ہندو شعرا کا نعتیہ کلام“ مرتبہ فانی مرادآبادی کا ”تعارف“)

نعت

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہندو اور سکھ مدحت نگار

تحریر: ڈاکٹر راجا رشید محمود

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، وہ کائناتِ انسانیت کے لیے مبعوث کیے گئے۔ ان کی بعثت کی برکات پورے عالمِ انسانیت کے لیے، ان کی رحمت ہر عالم کے لیے ہے۔ اس لیے جو شے ان کی رحمت سے متمتع ہوتی ہے اور اسے اس کا احساس ہو جاتا ہے، وہ سرکارؐ کی تعریف میں تر زبان ہوتی ہے۔ حضورؐ محسنِ انسانیت ہیں، کائنات ان کے احسان کی زیرِ بار ہے۔ کائنات کا جو فرد اس حقیقت کا ادراک حاصل کر لیتا ہے، ان کی مدحت میں رطب اللساں ہو جاتا ہے۔

حضور آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا نے اپنی چالیس سالہ حیاتِ طیبہ کو کفار کے سامنے رکھ کر ان سے اپنا سچا ہونا منوایا تھا۔ جو لوگ سرکارؐ پر ایمان نہیں لائے تھے، انہیں صادق و امین کہتے ان کی زبان بھی نہیں تھکتی تھی۔ وہ لوگ سرکارؐ کی جان کے دشمن تھے، انہیں قتل کرنے کے ارادے سے گھر پر چڑھ دوڑے تھے، مگر ان کی امانتیں اس وقت بھی سرکارؐ ہی کے پاس تھیں، جنہیں لوٹا کر مدینہ آنے کی ہدایت سرکارؐ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو فرمائی۔

مقصد یہ ہے کہ حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف و ثنا پر ہر وہ شخص تیار ملتا ہے، جسے سرکارؐ کی حیاتِ طیبہ کے چند گوشے بھی مطالعہ کے لیے نصیب ہو جائیں۔ کوئی شخص حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے بارے میں کچھ علم حاصل کرے، ان کی سیرتِ پاک کا مطالعہ کرے، ان کے ارشاداتِ عالیہ سے آگاہ ہو، ——— اور آپ کا مدّاح نہ ہو جائے، ایسا ممکن نہیں۔ چنانچہ برِ صغیر کے غیر مسلم شعرا نے بھی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثنا میں زمزمہ پیرائی کی ہے۔

جن شعرا کی ایک سے زیادہ نعتیں راقم الحروف کو دستیاب ہوئی ہیں، ان کا ذکر زیرِ نظر مضمون میں بہ اجمال کر دیا گیا ہے (شعرا کے تخلص کے پیشِ نظر باعتبار حروفِ تہجی یہ تذکرہ ترتیب دیا گیا ہے) پنڈت جگن ناتھ آزاد پنڈت تلوک چند محروم کے صاحبزادے ہیں، ان کے مشہور سلام کا پہلا شعر ہے:

سلام اس ذاتِ اقدس پر، سلام اس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر [1]

ان کی ایک طویل نعت کے آغاز میں سے ایک شعر ہے:

مجھے اک محسنِ انسانیت کا ذکر کرنا ہے — مجھے رنگِ عقیدت فکر کے خاکے میں بھرنا ہے [2]

ان کے ایک ترجیع بند بعنوان "مطلعِ انوار" کے چند اشعار دیکھیے:

تیرہ و تار فضاؤں میں تجلی چمکی — کس کا اعجاز تھا یہ، ایک بشر کا اعجاز
ہاں یہ اعجاز اسی صاحبِ اعجاز کا تھا — آج بھی محفلِ گیتی کا جو ہے چہرہ طراز
ہر زمانے میں وہ انساں کو جگاتی ہی گئی — کبھی گونجی تھی جو صحرائے عرب میں آواز
تو نے انسان کو انسان سے آگاہ کیا — اے ترے نام سے پیدا مرے سینے میں گداز [3]

اسد نظامی نے ان کی ایک میلادیہ نعت کے چند اشعار اپنے مضمون میں شامل کیے ہیں، جن میں سے پہلا شعر یوں ہے:

وہ آئے جن کو کہیے فخرِ آدم، ہادیٔ اکرم
وہ آئے جن کو لکھیے زندگی کا محسنِ اعظم [4]

سادھو رام آرزو سہارنپوری:

عیاں ہو کر بھی نظروں سے رہا پنہاں مدینے میں
محمدؐ آج تک اک راز ہے فطرت کے سینے میں

بدل جائے نظامِ بزمِ گیتی آنِ واحد میں
کوئی چند پر اگر آ جائے دیوانہ محمدؐ کا [5]

ستیہ پال اختر رضوانی نے بہت سی نعتیہ رباعیات کہیں۔ نمونہ یہ ہے:

سچ ہے، تیرے اطوار کا ثانی نہ ملا
اِس صدق کا، ایثار کا ثانی نہ ملا
ویسے تو ملے لاکھ نقوشِ تازہ
لیکن تیرے کردار کا ثانی نہ ملا [7]

پنڈت ہری چند اختر کی ایک نعت زبان زدِ خاص و عام ہو گئی جس کا مطلع ہے:

کس نے ذرّوں کو اُٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا [8]

پروفیسر خالد بزمی نے اپنے ایک مضمون "اعترافِ عظمت" میں لکھا ہے: "مجھے خاص تلاش اور خواہش و کوشش کے باوجود اُن (ہری چند اختر) کی صرف ایک اور نعت مل سکی ہے، اس کے تین اشعار یہاں درج کر رہا ہوں"[9] حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلموں کی نعت گوئی کا ذکر کرنے والے دوسرے بیشتر حضرات کی طرح بزمی صاحب کے پیشِ نظر بھی فانی مرادآبادی کی کتاب تھی جس کا ذکر بھی اُنھوں نے مضمون کے آخر میں کیا ہے اور فانی کی کتاب میں یہ تینوں اشعار موجود ہیں (اور پوری نعت نہیں، صرف وہی تین اشعار ہیں جو بزمی صاحب نے اپنے مضمون میں لکھے ہیں) اِن اشعار میں سے آخری شعر یہ ہے:

نامِ پاک احمدِؐ مرسل سے ہم کو پیار ہے
اس لیے لکھتے ہیں اختر نعت میں اشعار ہم [10]

بخشی شوری لال اختر کی ایک نعت کا مطلع دیکھیے:

دیکھی ہے کہیں صورتِ زیبائے محمدؐ
پھرتا ہے نظر میں قدِ رعنائے محمدؐ [11]

گرسرن لال ادیب لکھنوی کی دو نعتوں کے مطلعے اور ایک نعت کا ایک شعر نمونے کے طور پر درج کیے جاتے ہیں:

دو جہاں کے سرور و سردار کی باتیں کریں
فخرِ آدم، احمدِؐ مختار کی باتیں کریں [12]

وہ صداقت کا علمبردار، وحدت کا خطیب
ظاہر و باطن کے سب انوار تھے جس کے قریب [۱۳]

شاد ہیں دنیا میں تیرے ذکر سے   ہے نجاتِ آخرت کا بھی یقیں [۱۴]

رام پرتاب اکمل کی نعت کا مطلع ملاحظہ فرمائیے:

کیا شان ہے جنابِ رسالت مآبؐ کی   نظریں جھکی ہوئی ہیں مہ و آفتاب کی [۱۵]

شیام سندر باصر کاشمیری کی دو نعتوں کے مطلعے دیکھیے:

دلِ زار ہے داغدارِ مدینہ   پھلی پھولی ہے کیا بہارِ مدینہ [۱۶]

دُنیا کو تم نے آکر پُر نور کر دیا ہے
اور ظلمتوں کو یکسر کافور کر دیا ہے [۱۷]

باصر کاشمیری کی ایک نعتیہ مثنوی کے تین اشعار حاضر ہیں:

نکلی حرا کے غار سے   یا دامنِ کہسار سے
اک روشنی اک زندگی   مشعل ہدایت کی بنی
اور نور برساتی ہوئی   دنیا کو روشن کر گئی [۱۸]

ان کے نعتیہ مخمس کا ایک بند بھی نمونے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے:

اے رہنمائے اعظم   پیغمبرِ معظم   سب کے دلوں کے محرم
تو خوب جانتا ہے   تیرا ہی آسرا ہے [۱۹]

رانا بھگوان داس بھگوان ۱۹۴۲ میں نصیر آباد (ضلع لاڑکانہ) میں پیدا ہوئے [۲۰]
سرکاری ملازمت میں ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا و مدحت ان کا تخصص ہے۔
فانی مرادآبادی نے ان کی چھ تصانیف کا ذکر کیا ہے [۲۱] ان کی چند نعتوں کے مطلعے / اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

عرشِ حق کی طرف جب چلے مصطفیٰؐ   جلوہ آرا تھا ہر سمت نورِ خدا [۲۲]

محمد مصطفیٰؐ ہو، زینتِ کون و مکاں تم ہو
بصد جان و دلم قرباں کہ میری جانِ جاں تم ہو

روَنقِ کعبہ ، زینتِ منبر اللہ اکبر اللہُ اکبر
سرورِ عالم ، ہادیٔ اکبر اللہ اکبر اللہُ اکبر
مقصدِ عرفاں، شاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم　　ارفع و اعلیٰ خلقِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم
بھگوآن جمالِ ذات اس کا آئینۂ حسنِ وحدت ہے
ہے اپنا وظیفہ اے بھگواں سبحان اللہ سبحان اللہ [۲۳]
حق کے جلوے ہر طرف چھانے لگے چھانے لگے
سرورِ عالمؐ جہاں میں جلوہ دکھلانے لگے
آدمؑ و نوحؑ و خلیلؑ اللہ کا دلبر آگیا　　یونسؑ و اسحٰقؑ کا، یحییٰؑ کا رہبر آگیا
اے کہ ترا وجود ہے شانِ شہودِ کُن فکاں　　اے کہ تیرا جمالِ حق لُطفِ خدائے دوجہاں
بھگوآن ثنا اس کی نہیں حدِ بشر میں
بھگوان ہے مدّاح و ثنا خوانِ محمدؐ
وہ ربیع الاوّل و دوشنبہ و وقتِ سحر
مرحبا اھلاً و سھلاً حضرتِ خیر البشرؐ
ذکرِ محمدؐ کی خاطر ہے
سانس کا میری آنا جانا [۲۴]

فانی مرادآبادی اور سیّد معراج نیّر نے موصوف کی فارسی نعتیں بھی دی ہیں۔
لالہ تارا چند تارا لاہوری کی چند نعتوں کے مطلعے یہ ہیں:

نہیں تھا جز خدا کچھ پہلے اے تارا محمدؐ سے
ہوا ہے انتظامِ دو جہاں سارا محمدؐ سے
جو رکھتا اپنے دل میں نورِ عشقِ مصطفیٰؐ ہوگا　　تو قندیلِ فلک کی طرح سینہ پُر ضیا ہوگا
ہیں جہاں میں گو بظاہر مائلِ نہ تارہ ہم　　دل سے ہیں مفتونِ حسنِ احمدِ مختارہ ہم
یہ وصفِ مصطفیٰؐ کبھی خالی نہ جائے گا
مل جائے گا صلہ مجھے داور کے سامنے [۲۵]

منی لال جوآن سندیلوی کے مسدس "شبِ معراج" کا پہلا بند ہے:

آج کیا ہے جو سجاوٹ ہے سرِ چرخ بریں!
چاندنی رات بھی دلکش ہے، ستارے بھی حسیں
نور ہی نور ہے، ظلمت کا کہیں نام نہیں
قابلِ دید ہے گلزارِ جناں کی تزئیں
حکم خالق ہے، فرشتے سبھی ہشیار رہیں
مرے محبوبؐ کی تعظیم کو تیار رہیں [۲۶]

پنڈت بشن نرائن حامی بریلوی کی ایک نعت کی اُٹھان دیکھیے:

ہو کس سے بیاں منزلت و شانِ محمدؐ
ہے آپ خداوند ثنا خوانِ محمدؐ [۲۷]

لالہ بیلی رام [۲۸]: [۲۹]

آپؐ وہ ہیں، کبریا کے دل میں ہے گھر آپؐ کا — آپؐ اس کے پیارے ہیں اور وہ ہے دلبر آپؐ کا

اگر مل جائے محبوبِ خدا کا آستاں مجھ کو
تو میں سمجھوں گا گویا مل گیا سارا جہاں مجھ کو [۳۰]

منشی پیارے لال رونقؔ دہلوی جنہیں ممتاز الشعرا لکھا جاتا تھا، مشہور نعت گستر تھے۔ ان کا دیوان "رونقِ سخن" [۳۱] ۱۳۲۰ھ میں امپیریل بک ڈپو، دہلی سے چھپا۔ دیوان میں آٹھ نعتیں ہیں جن کے مطلعے یہ ہیں:

مرحبا، صلِّ علیٰ وہ رُخِ زیبا دیکھا
جو نہ دیکھا تھا کبھی، آنکھ نے جلوہ دیکھا

مکّہ دیکھا نہ مدینہ، نہ وہ روضہ دیکھا
چاہنے والے نے دنیا میں ترے کیا دیکھا

نظر آجائے گر جلوہ مجھے روئے پیمبرؐ کا — نہ دیکھوں چاند کی صورت، نہ منہ مہرِ منوّر کا

تو ہے محبوب، خدا چاہنے والا تیرا — مرتبہ سارے رسولوں میں ہے بالا تیرا [۳۲]

دارین میں ہے نورِ سراپائے محمدؐ   پھیلی ہے ضیائے رُخِ زیبائے محمدؐ

شرمِ عصیاں سے انہیں دیکھ کے غفار کے پاس
جاؤں گا منہ کو چھپائے ہوئے سرکارؐ کے پاس

رکھتے ہیں شوقِ مدحتِ شاہِ زماں سے ہم   خامہ کا کام لیتے ہیں اپنی زباں سے ہم

دی دادِ سخن مجھ کو ہر اک پیر و صبی نے   اعزاز بڑھایا ہے مرا نعتِ نبیؐ نے [۴۳]

آخر میں شمس الدین علی خاں رضوآں کی نعت پر مخمس ہے جس کا ایک بند یہ ہے:

آیا ہے نظر قامتِ دلجوئے محمدؐ
اے صلِّ علیٰ عارضِ نیکوئے محمدؐ
جب شوق نے کھینچا طرف کوئے محمدؐ
"اترائیں نگاہیں جو بڑھے سوئے محمدؐ
دل لوٹ گیا دیکھتے ہی روئے محمدؐ"

پیارے لال رونق نے دیوان کی اشاعت کے بعد بھی بہت سی نعتیں کہیں۔ مثلاً ایک مسدس بعنوان "نبی کی عظمت" کا ایک بند دیکھیے:

تم وہ ہو، حق نے بنایا جن کو شاہِ انبیا
تم وہ ہو، بالا ہے سب نبیوں میں جن کا مرتبہ
تم وہ ہو، جن کو شرف معراج کا حاصل ہوا
تم وہ ہو، عرشِ بریں زینہ ہے جن کے بام کا
نیرِ بُرجِ شرف ہو آسمانِ معرفت
منکشف تم سے ہوا رازِ نہانِ معرفت [۴۴]

ایک اور مسدس "شانِ نبوت" کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

ستارہ اوج پر کیونکر نہ ہو شان نبوت کا
فلک منظر ہے رتبہ تیرے احکام شریعت کا
کھلا تجھ سے جہاں میں رازِ سربستہ حقیقت کا
دکھایا حسنِ کثرت میں ہے جلوہ تو نے وحدت کا
نہ تجھ سا پیشوائے دیں اگر پیدا یہاں ہوتا
نہ بنیادِ زمیں ہوتی، نہ قائم آسماں ہوتا ۳۵

چند اور نعتوں کے مطلعے دیکھیے:

نظر آتے نہ جلوہ ہر گھڑی کیونکر محمدؐ کا
ازل سے ہے دل و دیدہ میں اپنے گھر محمدؐ کا ۳۶

حاصل شرف ہے کس کو خدا کی جناب کا
ہمسر ہے کون شانِ رسالت مآب کا ۳۷

یہ فیض عاصیوں پہ رسالت مآب کا ممنون ہے جہاں کرمِ بے حساب کا ۳۸
ہادیٔ دینِ متیں ہو تم محمدؐ مصطفیٰؐ باعثِ صد فخرِ ملت، رہنما و پیشوا ۳۹

پنڈت امرناتھ ساحرؔ دہلوی مدحِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثنا) میں یوں رطب اللساں نظر آتے ہیں:

کونین جلوہ گاہ تری بے مثال ہے
رنگِ شہود زیب جمال و کمال ہے

ترے نام سے ابتدا ہو رہی ہے تری یاد پر انتہا ہو رہی ہے
مرا قلب مطلعِ نور ہے کہ حرم میں جلوۂ یار ہے
دل و دیدہ محوِ نظارہ ہیں کہ نہ گرد ہے، نہ غبار ہے ۴۰

منشی شنکر لال ساقیؔ سہارنپوری ثنائے خواجۂ کونینؐ میں یوں زمزمہ سرا ہیں:

فلک پہ دھوم تھی، شاہِ دوعالمؐ آنے والا ہے
مدینہ کی زمیں سے عرشِ اعظم تک اُجالا ہے

تھی شبِ معراج میں سارے فلک پر چاندنی
نورِ محبوبِ خدا سے تھی منور چاندنی
اگر خاک نشینِ درِ احمدؐ ہوں گا رفعتِ عرش کی ہمسر مری پستی ہوگی [۴۱]

آپ کو دیکھا ملک بولے کہ ہاں یہ ہی تو ہیں
احمدِؐ مرسل، شہ شاہنشہاں یہ ہی تو ہیں
جلوہ گر تھا نورِ شاہِ دوجہاں قندیل میں
حق نے نورانی بنایا تھا مکاں قندیل میں [۴۲]

سالک رام سالک گرواری: [۴۳]

کیوں کہ نہ دل و جاں سے مجھے بھائے مدینہ
آنکھوں میں بسا ہے مری مولائے مدینہ [۴۴]
نہ کیوں مائل ہو دل سوئے محمدؐ کہ دلکش ہے بہت خوئے محمدؐ [۴۵]

لالہ لچھمی نرائن سخا کو سنیے:

نہ ہوتا گر ثنا خواں خالقِ اکبر محمدؐ کا
تو ہوتا خلق پر رتبہ عیاں کیونکہ محمدؐ کا
نبیؐ کا عشق ہو دردِ جگر یوں ہو تو بہتر ہے
جو بندے میں خدا کا کچھ اثر یوں ہو تو بہتر ہے

سودا زدہ ہوں وہ کہ ہے سودائے مدینہ گلزارِ ارم ہے مجھے صحرائے مدینہ
ہشیار رہیں بادیہ پیمائے مدینہ جنت کے عوض میں نہ دیں صحرائے مدینہ

شرحِ اوصافِ پیمبرؐ مری تقریر میں ہے
مری تقریر میں ہے جو وہی تحریر میں ہے [۴۶]

منشی درگا سہائے سرورؔ جہاں آبادی نے مخمس کی صورت میں بیاں یزدانی میرٹھی کی ایک مشہور نعت کی تضمین کی ہے۔ ایک بند دیکھیے:

دل بے تاب کو سینے سے لگا لے آجا
کہ سنبھلتا نہیں کم بخت سنبھالے آجا
پاؤں ہیں طولِ شبِ غم نے نکالے آجا
"خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹا لے آجا
بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا" [۴۷]

آفتاب احمد نقوی نے اپنے مضمون "غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام" میں سرور کا یہ شعر درج کیا ہے:

نہیں خورشید کو ملتا ترے سائے کا پتا
کہ بنا نورِ ازل سے ہے سراپا تیرا [۴۸]

مہاراجا سرکشن پرشاد، شاد مشہور نعت گو تھے۔ اظہر قادری کہتے ہیں: "شاد کے نعتیہ کلام کا مجموعہ پہلی بار ۱۳۲۶ھ میں "ہدیۂ شاد" کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں ۱۰۲ نعتیں، غزلیں، ایک قصیدہ، سات مخمس اور پانچ سلام ہیں۔" [۴۹] ڈاکٹر اشفاق لکھتے ہیں "جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے، "ہدیۂ شاد" بارگاہِ رسالت میں شاعر کا عقیدت مندانہ ہدیہ ہے۔" [۵۰] پھر لکھتے ہیں "ہدیۂ شاد میں ۱۰۲ غزلیں ہیں"۔ [۵۱] معلوم ہوتا ہے "ہدیۂ شاد" ان کی نظر سے نہیں گزری اور اظہر قادری نے ڈاکٹر اشفاق کی کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے "۱۰۲ نعتیں غزلیں" لکھ دیا ہے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ حیدر آباد دکن کے یہ مدار المہام زندگی بھر نعتیں لکھتے رہے؛ نمونۃً چند مطلعے اور چند شعر دیے جاتے ہیں:

کانِ عرب سے لعل نکل کر سرتاج بنا سرداروں کا
نام محمدؐ اپنا رکھا سلطان بنا سرداروں کا [۵۲]

رونق جود و جہان میں شاہِ اُمم سے ہے — سارا ظہور آپ ہی کے دم قدم سے ہے

ٹھہرا ہے مدینہ جو مرا کعبۂ مقصود
لازم ہے کروں جا کے میں اب ناصیہ سائی

جب نورِ احد کا آ چمکا اس دل کے درباروں میں
وحدت آئی کثرت میں ، یار ملا اغیاروں میں

انبیا جتنے ہیں، آپ ان کے بھی شافع ہوں گے
سب کے سب مانیں گے احسانِ رسولِ عربیؐ

مدؐ پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے
وہ ابوالقاسم ، احمدِؐ مختار جن کی ہے شان، شانِ ربانی ۵۳

مدینے کو چلو ، دربار دیکھو رسولؐ اللہ کی سرکار دیکھو

مدینہ بھی خداوندا، عجب پُر نور بستی ہے
جہاں ہر وقت اور ہر دم تری رحمت برستی ہے ۵۴

کافر ہوں کہ مومن ہوں، خدا جانے میں کیا ہوں
پر بندہ ہوں ان کا جو ہیں سلطانِ مدینہ ۵۵

طوافِ روضہ عینِ حج ہے اے شادؔ مرا کعبہ مدینے کی گلی ہے
جن کو کہتے ہیں محمدؐ ، وہ ہیں اپنے آقا جس کو کہتے ہیں مدینہ، وہ ہے کشور اپنا
ناسخِ احکام ہے ، حجتِ اسلام ہے دافعِ آلام ہے وہ رسولِ مجتبیٰؐ

ہیں پھول اسی باغ کے سب کافر و مومن
یہ گلشنِ ایجاد ہے گلزارِ محمدؐ ۵۶

سرِ دفترِ کون و مکاں ، شاہنشہِ دنیا و دیں
احمد ، محمد مصطفیٰؐ محبوبِ ربُّ العالمیں ۵۷

کافر نہ کہو شادؔ کو ، ہے عارف و صوفی
شیدائے محمدؐ ہے وہ شیدائے مدینہ

احمدؐ کے در پہ اس لیے میں جبہ سا رہا
سجدے کے لائق اور کوئی آستاں نہ تھا

ممدوح کی مدح لکھ رہا ہوں مداحِ حبیبِؐ کبریا ہوں ۵۸

ہم خیالِ رُخِ پُر نور میں حیراں ہوں گے
یاد آئیں گے جو گیسو تو پریشاں ہوں گے

سازگار اپنا نہ زمانہ ہو گیا ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا

کیوں ہے بے چین الٰہی دلِ مضطر اپنا
کہ کسی طرح سے قابو نہیں اِس پر اپنا

میں دور ہوں مدینے سے، فریاد یا نصیب
اب تک حضور میں نہ ہوئی یاد یا نصیب

دل کو ہے روئے پیمبرؐ سے غرض آئینے کو ہے سکندر سے غرض

یادِ احمدؐ کیوں نہ آئے میرے دل میں بار بار
جو مکیں ہے، اس کو لازم ہے مکاں سے ارتباط ۵۹

لالہ مُرلی دھر شاد دہلوی:

جلوہ دکھا دے مجھ کو خدایا حضورؐ کا
لکھنا ہے آج مجھ کو سراپا حضورؐ کا ۶۰

منشی بنواری لال شعلہ:

بڑھے گی جب زیادہ آفتاب حشر کی گرمی
تری رحمت پکارے گی یہی میدانِ محشر میں
چلے آؤ، چلے آؤ، گنہگارو چلے آؤ
ہزاروں کوس کا سایہ ہے دامانِ پیمبرؐ میں ۶۱

لالہ چندی پرشاد شیدا دہلوی:

وہ قابَ قوسین کا نظارہ حبیبؐ کہہ کر جسے پکارا
احد کا احمدؐ سے ہے اشارہ، سوال بھی ہے جواب بھی ہے ۶۲

نور سے معمور تھی شمعِ شبستانِ عرب
جس کے جلوے سے منور ہو گئی شانِ عرب

کردیا رنگین وحدت سے گلستانِ عرب
کلمہ گو حق کے ہوئے سب بُت پرستانِ عرب
پیش کی وہ سامنے ہر اک کے صورت نور کی
نعرۂ اللہ اکبر سے فضا معمور کی ۶۳

یوگندر پال صابر:
مظہرِ حُسنِ ذات ہیں احمدؐ
رحمتِ ہر حیات ہیں احمدؐ
اپنے اور غیر میں نہیں تفریق
سرورِ کائنات ہیں احمدؐ ۶۴

منشی مادھو لال صابر لکھنوی:
بنایا تجھ کو خالق نے جو معدن اپنے مظہر کا
ہوا جاری جہاں میں یک قلم خطبہ پیمبرؐ کا ۶۵

چاند بہاری لال صبا ماتھر جے پوری:
تصوّر باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا کر لیا ہم نے نظارا یا رسول اللہ
ہوں اگر روح الامیں بھی پاسبانِ مصطفیٰؐ
رُک نہیں سکتے کسی سے عاشقانِ مصطفیٰؐ ۶۶

مہر لال سونی ضیا فتح آبادی ایم اے:
اسلام کی تعلیم ہے فرمانِ محمدؐ توحید کا نشہ مئے عرفانِ محمدؐ
جگایا تو نے اقوامِ عرب کو خوابِ غفلت سے
کیا آزاد عقل و ہوش کو دامِ جہالت سے ۶۷

پربھو دیال عاشق لکھنوی کی ایک نعت کا مطلع ہے:
دو عالم آپ پر یا رحمۃ للعالمینؐ صدقے چمن میں بلبلیں شیریں کلامی پر ہوئیں صدقے ۶۸

ان کی تضمین کا ایک بند دیکھیے:

تیرگی چھپ جائے گی رُوئے مصفا دیکھ کر
اے شہنشاہِ حسیناں، اِس طرف بھی اک نظر
بارِ عصیاں سے دبی جاتی ہے پُشتِ خم کمر
"چشمِ رحمت برکُشا، مُوئے سفید من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام" ۶۹

عاشق لکھنوی کے دو مخمسوں کا ایک ایک بند ملاحظہ کیجیے:

رحمۃ للعالمینؐ دامانِ رحمت کے سوا
زیبِ سر تاجِ شہی، تاجِ شفاعت کے سوا
ہادیٔ خیر البشر، ماہِ ہدایت کے سوا
کس قدر اوصاف ہیں ان میں نبوت کے سوا
ساری دنیا میں بڑا ہے کون حضرتؐ کے سوا

پُر آب رہے نرگسِ شہلائے محمدؐ
بے تاب رہے زلفِ چلیپائے محمدؐ
تھی بخششِ اُمت جو تمنائے محمدؐ
تا عرش کئی بار گئے آئے محمدؐ
بے کل رہے اُمت کے لیے ہائے محمدؐ ۷۰

پنڈت بالمکند عرش ملسیانی (سابق ایڈیٹر ماہنامہ آجکل دہلی) پنڈت لبھو رام جوش ملسیانی (پدرم بھوشن) کے فرزند تھے ۷۱ ۱۹۵۳ میں اُن کا مجموعۂ نعت "آہنگِ حجاز" کے نام سے شائع ہوا ۷۲ ان کی بعض نعتوں کے مطلعے پیش کیے جاتے ہیں:

کہہ دل کا حال شاہِ رسالت مآبؐ سے
ہو بے نیاز ذکرِ عذاب و ثواب سے ۷۳

حاملِ جلوۂ ازل، پیکرِ نورِ ذات تو شانِ پیمبری سے ہے سرورِ کائنات تو ۷۴

زمانے بھر میں مسلّم پیمبری ہے تری — جو نقشِ قلبِ جہاں ہے، وہ برتری ہے تری

ہے جبریل در کا غلام اللہ اللہ — نبوّت کا یہ اہتمام اللہ اللہ

کرم کیجیے مجھ پہ شاہِ مدینہ — کنارے پہ لگ جائے میرا سفینہ

رُخِ مصطفیٰؐ کا جمال اللہ اللہ — زباں کا وہ حُسنِ مقال اللہ اللہ

اے جانِ حزیں، چل دیکھ ذرا وہ روضۂ پاک مدینے میں
جس روضے کی تنویر سے ہے اک نور جہاں کے سینے میں ۵؎

درِ محبوب پر سجدہ اگر اک بار ہو جائے
دلِ پُر آرزو سرچشمۂ انوار ہو جائے

معطّر فضا، مست ساری خدائی — صبا مشک افشاں مدینے سے آئی ۶؎

کہتی ہے خلق مجھ کو خراباتی، نبیؐ — اچھا کوئی خطاب نہیں اِس خطاب سے

طوفانِ زندگی میں سہارا تمھی تو ہو
دریائے معرفت کا کنارا تمھی تو ہو ۷؎

رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری کی ایک رباعی دیکھیے:

انوار بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ اُمتِ اسلام میں محدود نہیں ۸؎

لالہ لال چند فلک کی ایک نعت کا مطلع دیکھیے:

نغمۂ وحدتِ حق دہر میں گایا تو نے
کملی والے یہ عجب گیت سنایا تو نے ۹؎

امر چند قیس جالندھری مدّاحِ پیمبرؐ کے لقب سے مشہور تھے۔ مقبول انور داؤدی متحدہ ہندوستان میں روزنامہ سیاست کے عملۂ ادارت میں تھے۔ اُنھوں نے مجھے بتایا کہ قیس جالندھری نے سیاست میں اشاعت کے لیے ایک نعت بھیجی۔

وہ اخبار کے صفحۂ اوّل پر چھاپ دی گئی۔ چند دن بعد سرِراہے داؤدی صاحب کی ملاقات ان سے ہوئی تو اُنہوں نے اتنی اچھی نعت لکھنے پر انہیں مبارک باد دی تو قیس نے بتایا کہ وہ ہندوؤں کی ایک فرم میں کلرک تھے، جس دن سیاست میں نعت چھپی، اسی دن انہیں ملازمت سے جواب دے دیا گیا۔ داؤدی صاحب کہتے ہیں، جب اُنہوں نے یہ خبر سید حبیب مرحوم (سیاست کے مالک و مدیر) کو سنائی تو وہ بہت متأثر ہوئے اور قیس کی فراغت کے دن سے انہیں سیاست میں ملازمت کی پیش کش کرنے کو کہا۔ داؤدی صاحب قیس جالندھری کو ملے اور یہ خوشخبری سنائی تو قیس فوراً بولے۔ نہیں صاحب۔ آپ کیا سمجھتے ہیں، میں نعت کو بیچوں گا؟ میں اپنے جذبات کی قیمت وصول نہیں کرسکتا۔

امر چند قیس جالندھری کی چند نعتوں کے مطلعے دیکھیے:

وہ ابرِ فیضِ نعیم بھی ہے، نسیمِ رحمت شمیم بھی ہے
شفیق بھی ہے، خلیق بھی ہے، رحیم بھی ہے کریم بھی ہے [80]

اللہ رے یہ گرمیٔ بازارِ محمدؐ   خود عشق ہوا آ کے خریدارِ محمدؐ [81]

نعتِ احمدؐ ہے زبانِ خامۂ تحریر پر
ناز کرتا ہے مصوّر آپؐ کی تصویر پر [82]

یہ شان یہ وقار ہے شایانِ مصطفیٰؐ [83]
قرآن میں خدا ہے ثنا خوانِ مصطفیٰؐ [84]

قاآنی مراد آبادی نے ان کی دو فارسی نعتیں بھی شاملِ انتخاب کی ہیں۔ ان کے دو مخمسوں کا ایک ایک بند بھی ملاحظہ کیجیے:

اے کہ ترا وجود ہے وجۂ قرارِ دوجہاں
اے کہ تری نمود ہے لطفِ خدائے لامکاں
اے کہ ترے ورود پر سجدہ گزار آسماں
اے کہ ترا درود ہے وردِ زبانِ انس و جاں
صلِّ علیٰ محمدٍ   صلِّ علیٰ محمدٍ [85]

کفر کے ظلمت کدے میں نور پیدا کر دیا
آپ نے گویا اندھیرے میں اُجالا کر دیا
شاہدِ حُسنِ حقیقت کو تماشا کر دیا
ہر تماشائی کو اک جلوے سے موسیٰ کر دیا
آنکھ کی پُتلی کو اک حیرت کا پُتلا کر دیا ۸۶

جگن ناتھ کمال کرتار پوری کے دو نعتیہ مسدسوں کا ایک ایک بند دیکھیے :

یہی نورِ ازل خود غایتِ امکانِ عالم تھا
یہی وہ نور تھا جو باعثِ تخلیقِ آدم تھا
یہی دنیائے محزوں میں چراغِ خانۂ غم تھا
یہی وہ روشنی تھی جس سے کفر و جہل کو رم تھا
یہی پیغمبروں میں منتقل ہوتا رہا برسوں
یہی سب ہادیانِ خلق کا تھا رہنما برسوں

اعمالِ اصفیا کا خلاصہ رسولؐ تھے
اوصافِ اولیا کا خلاصہ رسولؐ تھے
افضالِ انبیا کا خلاصہ رسولؐ تھے
تخلیقِ کبریا کا خلاصہ رسولؐ تھے
اب اور وصفِ گوہرِ مقصود کیا کروں
اس حُسنِ بے حدود کو محدود کیا کروں ۸۷

چودھری دِلّو رام کوثری مشہور نعت نگار تھے۔ زندگی بھر پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدحت سرائی کرتے رہے :

بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا
میں ہوں ہر دم ثنا خوانِ محمدؐ ۸۸

دِلّو رام کوثری اپنے نعتیہ کلام میں عام طور پر اپنے ہندو ہونے کا ذکر بطورِ خاص کرتے تھے :

کچھ عشقِ پیمبرؐ میں نہیں شرطِ مسلماں
ہیں کوثری ہندو بھی طلبگارِ محمدؐ ۸۹

لے کے دِلّو رام کو حضرت گئے جنّت میں جب
غُل ہوا، ہندو بھی محبوبؐ خدا کے ساتھ ہے [90]

پروفیسر اطہر قادری کہتے ہیں "انہوں نے ایک غیر منقوط دیوان بھی مرتب کیا۔ ان کے تخلص کوثری میں چونکہ حروفِ منقوط (ث، ی) بھی شامل ہیں، اس لیے اس دیوان میں کوثری کی جگہ اپنا اصلی نام دِلّو رام تخلص کے طور پر استعمال کیا۔" [91] ڈاکٹر سیّد صفدر حسین نے ان کے دیوانِ بے نقط کا نام "اسرارِ ارد و" لکھا ہے، یہ نہیں لکھا کہ اس میں نعتیں تھیں یا غزلیں۔ [92] ڈاکٹر صفدر حسین نے ان کی دس مطبوعات کے نام لکھے ہیں جن میں "بزمِ کوثری" کا نام شامل نہیں ہے۔ یہ کتاب چالیس صفحات پر مشتمل ہے اور کتب خانہ صادقیہ، ملتان نے شائع کی ہے۔ مجھے یہ کتاب جناب اسد نظامی نے عنایت فرمائی۔ جناب مرید احمد چشتی کے کرم سے "آبِ کوثر" کی فوٹوسٹیٹ بھی نعت لائبریری کے لیے حاصل کر لی گئی ہے۔ ۶۴ صفحات کی یہ کتاب کتب خانہ اثنا عشری رجسٹرڈ لاہور نے شائع کی۔ [93] ڈاکٹر صفدر حسین نے لکھا ہے کہ خواجہ حسن نظامی نے "ہندو کی نعت" کے نام سے کوثری کا مجموعۂ کلام بھی شائع کرایا تھا (اگرچہ انہوں نے فہرست میں اس کتاب کا نام نہیں دیا)۔ [94]

کوثری کی چند نعتوں کے مطلعے / اشعار ملاحظہ فرمائیے:

مجھے نعت نے شادمانی میں رکھا — کہ مصروف شیریں بیانی میں رکھا [95]

ہم مرد ہیں اور عشق ہے مردانہ ہمارا — محبوبِ الٰہی سے ہے یارانہ ہمارا

مدینے میں مجھ کو بلا یا محمدؐ — ذرا اپنا کوچہ دکھا یا محمدؐ [96]

اُمّید میں رکھتا ہوں جنابِ احدی سے — الفت ہے محمدؐ سے، محبت ہے علیؓ سے [97]

درجہ ہے سب رسولوں سے بڑھ کر رسولؐ کا
ثانی نہیں کوئی پسِ داورِ رسولؐ کا [98]

تھا مجھے عشقِ محمدؐ جبکہ یہ عالم نہ تھا
بس خلا ہی تھا خلا، حوّا نہ تھی، آدم نہ تھا

کوثریؔ تنہا نہیں ہے، مصطفیٰؐ کے ساتھ ہے
جو نبیؐ کے ساتھ ہے، وہ کبریا کے ساتھ ہے [99]

عظیم الشّان ہے شانِ محمدؐ خدا ہے مرتبہ دانِ محمدؐ [100]
شہنشاہِ اعظم محمدؐ محمدؐ رسولِ دو عالم محمدؐ محمدؐ
اللہ غنی، رونقِ بازارِ محمدؐ معبودِ جہاں بھی ہے خریدارِ محمدؐ [101]
دیکھا بنا کے جبکہ محمدؐ کا حُسن و نور محبوب اپنا کر لیا پروردگار نے [102]

ہے پلّۂ محمدؐ، سرِ دِلّو رام یہ نسبت مرے اوج پر دال ہے
مدینے کے آنے لگے خواب روز میاں کوثریؔ، نیک یہ فال ہے [103]

گزری ہے مری عمر پیمبرؐ کی ثنا میں بھرے ہوئے اصنام مرے شعر کے غل سے
ہر چند مصائب میں گرفتار ہوں لیکن غافل ہیں نہیں نعتِ شہنشاہِ رُسُلؐ سے [104]

ان کی ایک اور نعت کے چند اشعار دیکھیے:

کرا اے ہندو بیاں اِس طرز سے تو وصفِ احمدؐ کا
مسلماں مان جائیں لوہا سب تیغِ ہند کا
جُدا کب لامِ دِلّو رام ہے میمِ محمدؐ سے
تعلّق سو طرح کا ہے مشدّد سے مشدّد کا
محمدؐ اور دِلّو رام میں نقطہ نہیں کوئی
کہ ہے مدّاح اور ممدوح میں یہ ربط کس حد کا
لکھوں کیا کوثریؔ ہیں، کون سا قصہ ہے اب باقی
محمدؐ حب خدا کا ہے، خدا حب ہے محمدؐ کا [105]

کوثریؔ نے ایک نظم میں کہا کہ مجھے ہندو سمجھ کر جہنم نے بلا یا لیکن جلا نہ سکا اور حیران ہو کر مجھ سے پوچھا کہ تجھ پر میری آگ کیسے حرام ہو گئی۔ کوثریؔ کہتے ہیں میں نے کہا کہ

ہندو سہی مگر ہوں ثنا خوانِ مصطفیٰؐ
اِس واسطے نہ شعلہ ترا مجھ تک آ سکا [106]

لے کے دِلّو رام کو حضرت گئے جنّت میں جب
غُل ہوا، ہندو بھی محبوبِؐ خدا کے ساتھ ہے [90]

پروفیسر اظہر قادری کہتے ہیں " انہوں نے ایک غیر منقوط دیوان بھی مرتب کیا۔ ان کے تخلص کوثری میں چونکہ حروفِ منقوط (؟) بھی شامل ہیں، اس لیے اس دیوان میں کوثری کی جگہ اپنا اصلی نام دِلّورام تخلص کے طور پر استعمال کیا۔" [91] ڈاکٹر سید صفدر حسین نے ان کے دیوان بے نقط کا نام "اسرارِ اردو" لکھا ہے، یہ نہیں لکھا کہ اس میں نعتیں تھیں یا غزلیں۔ [92] ڈاکٹر صفدر حسین نے ان کی دس مطبوعات کے نام لکھے ہیں جن میں "بزمِ کوثری" کا نام شامل نہیں ہے۔ یہ کتاب چالیس صفحات پر مشتمل ہے اور کتب خانہ صادقیہ، ملتان نے شائع کی ہے۔ مجھے یہ کتاب جناب اسد نظامی نے عنایت فرمائی۔ جناب مرید احمد چشتی کے کرم سے "آبِ کوثر" کی فوٹو سٹیٹ بھی نعت لائبریری کے لیے حاصل کر لی گئی ہے۔ ۶۴ صفحات کی یہ کتاب کتب خانہ اثنا عشری رجسٹرڈ لاہور نے شائع کی۔ [93] ڈاکٹر صفدر حسین نے لکھا ہے کہ خواجہ حسن نظامی نے "ہندو کی نعت" کے نام سے کوثری کا مجموعۂ کلام بھی شائع کرایا تھا (اگرچہ انہوں نے فہرست میں اس کتاب کا نام نہیں دیا) [94]

کوثری کی چند نعتوں کے مطلعے / اشعار ملاحظہ فرمائیے:

مجھے نعت نے شادمانی میں رکھا — کہ مصروف شیریں بیانی میں رکھا [95]

ہم مرد ہیں اور عشق ہے مردانہ ہمارا — محبوبِ الٰہی سے ہے یارانہ ہمارا

مدینے میں مجھ کو بلا یا محمدؐ — ذرا اپنا کوچہ دکھا یا محمدؐ [96]

اُمید میں رکھتا ہوں جنابِ احدی سے — الفت ہے محمدؐ سے محبت ہے علیؑ سے [97]

درجہ ہے سب رسولوں سے بڑھ کر رسولؐ کا
ثانی نہیں کوئی بس داورِ رسولؐ کا [98]

تھا مجھے عشقِ محمدؐ جبکہ یہ عالم نہ تھا
بس خلا ہی تھا خلا، حوّا نہ تھی، آدم نہ تھا

کوثری تنہا نہیں ہے، مصطفیٰؐ کے ساتھ ہے
جو نبیؐ کے ساتھ ہے، وہ کبریا کے ساتھ ہے [99]

عظیم الشان ہے شانِ محمدؐ — خدا ہے مرتبہ دانِ محمدؐ [100]
شہنشاہِ اعظم محمدؐ محمدؐ — رسولِ دو عالم محمدؐ محمدؐ
اللہ غنی، رونقِ بازارِ محمدؐ — معبودِ جہاں بھی ہے خریدارِ محمدؐ [101]
دیکھا بنا کے جبکہ محمدؐ کا حُسن و نور — محبوب اپنا کرلیا پروردگار نے [102]
ہے پلّے محمدؐ، سرِ دلّو رام — بہ نسبت مرے اوج پر دال ہے
مدینے کے آنے لگے خواب روز — میاں کوثری، نیک یہ فال ہے [103]
گزری ہے مری عمر پیمبرؐ کی ثنا میں — بھرے ہوئے اصنام مرے شعر کے غل سے
ہرچند مصائب میں گرفتار ہوں لیکن — غافل میں نہیں نعتِ شہنشاہِ رُسُلؐ سے [104]

ان کی ایک اور نعت کے چند اشعار دیکھیے:

کرا ے ہندو بیاں اِس طرز سے تو وصفِ احمدؐ کا
مسلماں مان جائیں لوہا سب تیغِ مہنّد کا
جُدا کب لام دلّو رام ہے میم محمدؐ سے
تعلّق سو طرح کا ہے مشدّد سے مشدّد کا
محمدؐ اور دلّو رام میں نقطہ نہیں کوئی
کہ ہے مدّاح اور ممدوح میں یہ ربط کس حد کا
لکھوں کیا کوثری میں، کون سا قصّہ ہے اب باقی
محمدؐ حبِ خدا کا ہے، خدا حب ہے محمدؐ کا [105]

کوثری نے ایک نظم میں کہا کہ مجھے ہندو سمجھ کر جہنم نے بلایا لیکن جلا نہ سکا اور حیران ہوکر مجھ سے پوچھا کہ تجھ پر میری آگ کیسے حرام ہوگئی۔ کوثری کہتے ہیں میں نے کہا کہ

ہندو سہی مگر ہوں ثنا خوانِ مصطفیٰؐ
اِس واسطے نہ شعلہ ترا مجھ تک آسکا [106]

بعض تذکرہ نگار چودھری دلّو رام کوثری کو ہندو ہی لکھتے ہیں۔[۱۰۷] لیکن بعض نے ان کے ایمان لے آنے کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً سید محمد یونس شاہ کہتے ہیں "رسول خدا کی نعت گوئی آخر کار رنگ لائی اور یہ دلّو رام کوثری سے کوثر علی کوثری بن گئے۔ ممدوح نے مدّاح کو اپنی طرف کھینچ لیا"۔[۱۰۸] ممتاز حسن لکھتے ہیں "آخر عمر میں کوثر علی کوثری ہو گئے تھے"۔[۱۰۹] پروفیسر خالد بزمی نے لکھا "آخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کوثر علی کوثری ہو گئے۔ ان کا مزار غالباً لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں ہے"۔[۱۱۰] شفیق بریلوی نے ان کی تاریخ وفات ۱۹۴۵/۱۳۵۶ھ لکھی ہے اور انہیں "آنجہانی" لکھا ہے۔[۱۱۱] دونوں ہی باتیں درست نہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں لکھا ہے کہ ان کا انتقال ۱۹۳۲ء میں ہوا۔[۱۱۲]

حقیقت یہ ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ مدحت سرا آخری عمر (۱۹۲۹ میں) مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر سید صفدر حسین لکھتے ہیں "بالآخر ۱۹۲۹ میں انہوں نے سید حبیب مدیر "سیاست" لاہور کو حیدر آباد دکن سے ایک خط لکھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا"۔ میں نے تمام ادیان و مذاہب کی تحقیق کے بعد خوب اچھی طرح معلوم کر لیا ہے کہ خدا کا آخری اور سچا مذہب اسلام ہے۔ مجھے حقانیت اسلام کا حق الیقین ہو چکا ہے۔ اس لیے سرِ عجز و نیاز خدائے بے نیاز کے آگے امتِ رسولؐ کو گواہ بنا کے جھکانا چاہتا ہوں۔ مخلصِ دیرینہ دلّو رام کوثری مقیم مسافر خانہ مقام حویلی۔ حیدر آباد"۔[۱۱۳]

چودھری کوثر علی کوثری (سابق دلّو رام کوثری) نے ۲۸ دسمبر ۱۹۳۱ کو گیارہ بجے قبل از دوپہر سرائے محمد شفیع، واقع انارکلی لاہور میں حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال فرمایا۔ مرحوم نے دو خورد سال لڑکیاں[۱۱۴] اور ایک لڑکا کاظم علی[۱۱۵] اپنی یادگار چھوڑے۔ ان کی نمازِ جنازہ مولوی حفظ الرحمٰن نے پڑھائی اور انہیں میانی صاحب میں سپردِ خاک کیا گیا۔[۱۱۶] اخبار "انقلاب" لاہور نے جنازہ پڑھانے والے مولوی

صاحب کا نام مولوی حفظ الرحمٰن منہاس لکھا ہے اور خبر کے آخر میں تحریر ہے "جن اصحاب کے پاس کوثری صاحب کا غیر مطبوعہ کلام ہو، وہ اسے مولوی حفظ الرحمٰن صاحب پیسہ اخبار سٹریٹ کے پتے پر بھیج دیں۔" ۱۱۷

پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفیؔ دہلوی کی ایک نعت کا مطلع دیکھیے:

ہو شوق نہ کیوں نعتِ رسولؐ دوسرا کا
مضموں ہو عیاں دل میں جو لولاکَ لما کا ۱۱۸

پروفیسر پنڈت آنند موہن زتشی گلزارؔ:

پرتوِ حُسن ذات آئے تھے
پیکرِ التفات آئے تھے
کذب اور کفر کے مٹانے کو
سرورِ کائناتؐ آئے تھے ۱۱۹

پنڈت تلوک چند محرومؔ:

مبارک پیشوا جس کی ہے شفقت دوست دشمن پر
مبارک پیشرو جس کا ہے سینہ صاف کینے سے
انھی اوصاف کی خوشبو ابھی اطرافِ عالم میں
شمیم جانفزا لاتی ہے مکے اور مدینے سے ۱۲۰

راجا مکھن لال مکھنؔ

یا رسولؐ اللہ! تم پر جان و دل قربان ہے ۔ یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے
کر مدد مجھ پہ یا رسولؐ کریم ۔ تا نہ دیکھوں عذابِ نارِ جحیم ۱۲۱

راجیندر بہادر موجؔ فتح گڑھی بی اے ایل ایل بی:

خالق نے سنوارا ہے ہر کام محمدؐ کا ۔ کرتوں کا سہارا ہے اک نام محمدؐ کا
نرالی ہے دنیا میں شانِ محمدؐ ۔ بیاں خدا ہے بیانِ محمدؐ ۱۲۲

بابو روشن لعل نعیمؔ:

بن جاؤں میں دیوانۂ سرکارِ مدینہ لگ جائے الٰہی مجھے آزارِ مدینہ
طبیب آپ ہیں یا محمدؐ دلوں کے ہم اس در کو دارالشفا دیکھتے ہیں ۱۲۳

منشی کرشن سہائے نعتؔ بلگرامی:

تصور جب سے آیا دل میں میرے نعت سرورؐ کا
زباں میری دہن میں ہو گئی اک موجہ کوثر کا ۱۲۴

کرشن بہاری نورؔ لکھنوی:

ذکر ہی تیرا حقیقت ہے رسولؐ عربی
تیری الفت ہی عبادت ہے رسولِؐ عربی ۱۲۵

لالہ دھرم پال گپتا وفاؔ۔ ایڈیٹر "رتیج" دہلی:

سیاسیات سے مذہب ملا دیا تو نے
کہ دین و دنیا کا سب انتظام ہو جائے ۱۲۶

ان کے علاوہ ساحرؔ ہوشیار پوری، برہم ناتھ دت قاصرؔ، رشیؔ پٹیالوی، کرشن موہن، پرکاش ناتھ پرویزؔ، برجموہن زیباؔ، چمن لال چمنؔ، نرملؔ امرتسری، گوری پرشاد ہمدمؔ، راگھوندر راؤ جذبؔ، گوبند پرشاد فضاؔ، سالک رام سالکؔ، منشی رام پرشادؔ، کنج بہاری لعل برقؔ، پنڈت پربھو دیال مصرؔ، لچھمی نرائن شفیقؔ، کالیداس گپتا رضاؔ، کشوری پرشاد کشوری، اروڑہ رائے، چرنجیو لال فانیؔ، جگن ناتھ پرشاد اسد، بہاری لال نشاطؔ، بابو رگھنندن کشور شوقؔ، پردیسی جی برہمچاری، وشنو کمار شوقؔ لکھنوی، سندر لال حمیدؔ اور بہت سے دوسرے ہندوؤں کا نعتیہ کلام ملتا ہے۔

ہندوؤں کے علاوہ سکھوں میں بھی کئی نعت سرا ملتے ہیں، مثلاً نردیو سنگھ اشکؔ جالندھری:

کہوں کیا کس قدر بالا نشیں ہے آشیاں تیرا
فرازِ عرش پر دیکھا ہے اے سرورؐ نشاں تیرا ۱۲۷

بی ڈی (بڈاوتی) اہلیہ سردار بوڑ سنگھ بیر:

اخلاقِ احمدیؐ نے ہے حیراں کیا مجھے
بی ڈی کنیزِ احمدِ مختار ہو گئی ١٢٨

بشن سنگھ بیکلؔ:

تیرے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت ترے آنے سے چشمِ منتظر ١٢٩

گر مسلمانوں کا اک پیغمبرِ اعظم ہے تو
اپنی آنکھوں میں بھی اک اوتار سے کب کم ہے تو ١٣٠

بلوان سنگھ راجاؔ:

ھُوَ الاوّل، ھوَ الآخر کا مطلب نورِ احمدؐ ہے
اسی پہ ابتدا ٹھہرے، اسی پہ انتہا ٹھہرے ١٣١

کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ:

نعت خوانِ سرورِ کون و مکاں ہوتا ہوں میں
دیکھنا، روح الامیں سے ہم زباں ہوتا ہوں میں
تصور بے پناہی میں ہے یکتا تخیل ہو سراسر عرش پیما ١٣٢
پہنچ کے یثرب میں یاالٰہی، نظر یہ کیا چیز آ رہی ہے
مری نگاہوں میں آج کیسی حسین دنیا سما رہی ہے
بلندی پہ اپنا نصیب آ گیا ہے
[illegible] پاک مولا قریب آ گیا ہے ١٣٣

یہ سینہ اور یہ دل دوسرا معلوم ہوتا ہے
کوئی پردوں میں دل کے آ چھپا معلوم ہوتا ہے
مقدرات سے یہ اہتمام ہو جائے کہ میری روح کا یثرب مقام ہو جائے
تکمیلِ معرفت ہے محبت رسولؐ کی ہے بندگی خدا کی، اطاعت رسولؐ کی ١٣٤

عشق ہو جائے کسی سے، کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں ۱۳۵

سردار شیر سنگھ شمیمؔ فرخ آبادی:

رواں ہوں جانبِ کوئے محمدؐ
دکھا دے اے خدا، روئے محمدؐ ۱۳۶

فانیؔ مرادآبادی نے ان کی ایک اور نعت کا صرف مقطع دیا ہے جسے سب نقل کرتے ہیں:

مسلم ہوں، خواہ غیر مذاہب کے آدمی
سب پر شمیمؔ فرض ہے طاعت رسولؐ کی ۱۳۷

امر سنگھ عارجؔ:

نگاہ حسنِ جہاں پر نہیں مری عارجؔ   کہ دل اسیرِ ادائے رُخِ پیمبرؐ ہے ۱۳۸

سردار گوربخش سنگھ مخمورؔ جالندھری:

پھیلا اُفق پہ نورِ رسالت مآبؐ کا   ہیبت سے منہ اُترنے لگا آفتاب کا ۱۳۹

منشی جواہر سنگھ جوہرؔ: ۱۴۰

قصور اے شیخ دیں ثابت نہیں منصور و سرمد کا
انا الحق حسنِ سنت ہے انا بے میم احمدؐ کا ۱۴۱

حواشی:

(۱) فانیؔ مرادآبادی (مرتب) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۲۷ (۲) ممتاز حسن (مرتب) خیر البشرؐ کے حضور میں۔ ص ۶۵ (۳) طلحہ رضوی برقؔ، ڈاکٹر۔ اردو کی نعتیہ شاعری۔ دانش اکیڈمی آرہ (بہار۔ بھارت) ص ۸۶، ۸۵ (۴) ہفت روزہ الہام بہاولپور نعت نمبر (مضمون "غیر مسلم شعرا کا نذرانۂ عقیدت از اسد نظامی) ص ۱۲۰ (۵) ملک محمد ریاض حسین رحمانی (کوٹ ممتاز لاشاری۔ براستہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ) نے یہ دو نعتیں راقم الحروف کو بھیجیں (۶) فانیؔ

مرادآبادی نے ان کی آٹھ تصانیف کے نام دیے ہیں (۷) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۷۰ (۸) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۴۵/ شفیق بریلوی۔ ارمغانِ نعت ص ۳۰۳ (اور بہت سی کتابیں) (۹) ماہنامہ شام و سحر لاہور۔ نعت نمبر ا ص ۲۵۱ (۱۰) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۸۳ (۱۱) اقبال جاوید، پروفیسر محمد۔ مخزنِ نعت۔ ص ۲۶۰ (۱۲) فانی مرادآبادی (مرتب) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۸۰ (۱۳) مخزنِ نعت۔ ص ۲۶۱ (۱۴) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۸۸ (۱۵) مخزنِ نعت ص ۲۶۱/ مہک گوجرانوالا۔ نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونینؐ۔ ۳۰۲ (۱۶) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۵۳ (۱۷) ایضاً۔ ص ۱۵۰ [یہاں اس نعت کے آٹھ شعر درج ہیں جبکہ ناظر کاکوروی نے سات شعر نقل کیے ہیں اور شاعر کے نام کے ساتھ "ایڈیٹر پارس" لاہور لکھا ہے (اردو کے ہندو ادیب از ناظر کاکوروی۔ ص ۲۵۶، ۲۵۷)] (۱۸) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۶۱ (۱۹) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۴۲ (۲۰) ماہنامہ محفل لاہور۔ خیرالبشرؐ نمبر۔ ص ۲۱۶ (مضمون ایک ہندو عاشق رسولؐ از پروفیسر سید معراج نیّر) (۲۱) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۵۱ (۲۲) ایضاً (۲۳) محفل، خیرالبشرؐ نمبر۔ ص ۲۱۸ (۲۴) محفل، خیرالبشرؐ نمبر۔ ص ۲۱۹ (۲۵) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۰۳، ۱۲۴، ۱۴۴، ۴۸ (۲۶) ماہنامہ "جامِ نور" کلکتہ، خورشید رسالت نمبر۔ جون۔ جولائی ۱۹۶۸ء ص ۱۲۶

(۲۷) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۹، (۲۸) فانی مرادآبادی نے "لالہ بیلی رام کشمیری" لکھا ہے اور اسد نظامی نے "ڈاکٹر لالہ بیلی رام کانپوری ثم لاہوری"۔ شاید یہ دونوں الگ شخصیتیں ہوں۔

(۲۹) الہام۔ نعت نمبر۔ ص ۱۲۰ (۳۰) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۶۳ (۳۱) فانی مرادآبادی نے ان کے دیوان کا نام "دیوان رونق" لکھا ہے (ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۰۲) خالد بزمی کے مضمون "اعترافِ عظمت" کی بنیاد چونکہ فانی کی کتاب ہے، اس لیے انھوں نے بھی "دیوانِ رونق" ہی لکھا ہے (شام و سحر۔ نعت نمبر ا۔ ص ۲۶۱) (۳۲) یہ نعت "ہندو شعرا کا نعتیہ کلام" میں بھی شامل ہے۔ ص ۵۴/ نقوش رسول نمبر ۱۰۔ ص ۶۰۳ (۳۳) یہ دیوان "رونقِ سخن" کی آخری غزل ہے، نمبر ۲۹۱۔ یہ نعت فانی مرادآبادی کی کتاب میں بھی شامل ہے (۴۸) (۳۴) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۲۵ (۳۵) ایضاً۔ ص ۱۰۲ (۳۶) ایضاً۔ ص ۱۰۸۔ (۳۷) ایضاً۔ ص ۵۹/ ماہنامہ پیشوا۔ دہلی۔ تذکرۂ جمیل۔ جون جولائی ۱۹۳۴۔ ص ۱۲۳۔

(۳۸) پیشوا، تذکرۂ جمیل۔ ص ۱۳۴ (۳۹) مہک گوجرانوالہ۔ نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونینؐ۔ ص ۲۰۵
(۴۰) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۲۳، ۱۶۸، ۱۹۶ ("اردو کے ہندو ادیب" میں ہے: " ولد رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ مدن بے جاں۔ ۱۸۶۳ء میں بمقام بریلی پیدا ہوئے" (ص ۸۷۔) اس کتاب میں شاعر کی حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی ایک منقبت بطور نمونہ درج ہے) (۴۱) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۹۶، ۱۱۱، ۱۶۷، ۱۷۵ (۴۲) فوق، منشی محمد الدین (مرتب)، اذان بتکدہ۔ ص ۲۳
(۴۳) تلمیذ حضرت شمشاد لکھنوی ("العزیز" بٹالہ۔ اگست ۱۹۲۰۔ ص ۱۰۰) (۴۴) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۶۰ (۴۵) ماہنامہ "العزیز" بٹالہ۔ اگست ۱۹۲۰۔ ص ۱۰۰ (۴۶) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۲۵، ۱۳۳، ۱۲۰، ۱۰۰، ۱۰۱ (۴۷) ارمغانِ نعت ص ۳۷۳/ الہام۔ نعت نمبر ص ۱۱۹ (۴۸) محفل خیر البشر نمبر ص ۲۱۱ (۴۹) مہک گوجرانوالہ۔ نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونینؐ۔ ص ۱۳۱ (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں کہ ہدیۂ شاد ۱۳۲۶ھ میں شائع ہوا۔ یہ کلام جملہ ۱۹۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، جملہ شعرا ۱۳۳ ہیں۔ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۴۹۱) (۵۰) اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۴۹۱ (۵۱) ایضاً
(۵۲) ارمغانِ نعت۔ ص ۴۷/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۲۴ (۵۳) نعتیہ قصیدے کا ایک شعر
(۵۴) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۶۵، ۶۶، ۹۸، ۱۰۹، ۱۲۶، ۱۳۴، ۱۴۷، ۱۴۹ (۵۵) مہک گوجرانوالہ نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونینؐ۔ ص ۳۱۷ (۵۶) ایضاً (۵۷) شام و سحر۔ نعت نمبر ا۔ ص ۲۵۷ (۵۸) یونس شاہ، پروفیسر محمد۔ تذکرہ نعت گویانِ اردو۔ حصہ دوم۔ ص ۲۱۴، ۲۱۵ (۵۹) ہدیۂ شاد۔ بحوالہ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۶ (۶۰) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۹۰ (۶۱) اردو کے ہندو ادیب۔ ص ۹۵ (ناظر کاکوروی نے لکھا ہے: "مجموعۂ کلام "ارمغانِ شعلہ" شائع ہو چکا ہے")
(۶۲) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۵۷ (۶۳) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۵۰ (۶۴) الہام۔ نعت نمبر ص ۱۱۷ (مضمون "غیر مسلم شعرا کا نذرانۂ عقیدت" از اسد نظامی) (۶۵) مجلہ "گلدستۂ ابرِ سخن" امرتسر (ایڈیٹر غلام محی الدین)، اکتوبر ۱۸۸۹ء (رسالے کا پہلا شمارہ) (۶۶) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۳۴، ۱۵۴ (۶۷) ایضاً۔ ص ۷۷، ۸۶ (۶۸) ایضاً۔ ص ۱۵۸ (۶۹) ایضاً۔ ص ۱۳۷۔
(۷۰) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۳۰، ۹۷ (۷۱) نقوش (رسول نمبر ۱۰) میں ان کا سنِ وفات ۱۹۷۹ء لکھا ہے (ص ۵۰۷) (۷۲) ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے لکھا ہے کہ "آہنگ حجاز"

جملہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی کا پیش لفظ اور آخر میں قدسی کی نعتیہ غزل بھی شامل ہے (اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۶۳۱، ۶۳۲) (۷۳) خاتونِ پاکستان کراچی۔ رسول نمبر حصہ اول ص ۳۲۴/ ارمغانِ نعت۔ ص ۳۰۹ (۷۴) آہنگِ حجاز ص ۹ بحوالہ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۶۳۴/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۲۲ (۷۵) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۳۴، ۸۲، ۱۰۴، ۱۱۶، ۱۱۹ (۷۶) آہنگ حجاز۔ ص ۱۷، ۱۹ بحوالہ اردو میں نعتیہ شاعری ص ۶۳۴/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۴۱، ۱۴۲ (۷۷) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۵۵، ۱۶۵ (۷۸) ارمغانِ نعت ص ۳۸۰ (۷۹) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۲۷ (۸۰) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۴۵ (یہ وہی نعت ہے جو "سیاست" میں شائع ہوئی تھی) (۸۱) ضیا محمد ضیا و طاہر شادانی۔ گلدستۂ نعت ص ۱۰۵ (۸۲) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۸۵ (۸۳) گلدستۂ نعت" میں یہ مصرع لکھا ہے "اے قیس! انبیا میں ہے یہ شانِ مصطفیٰؐ" (ص ۱۰۵) (۸۴) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۶۷ (۸۵) ایضاً ص ۱۳۶ (۸۶) ایضاً۔ ص ۱۵۱ (کتاب میں اِس مخمس کو بجائے مخمس کے اس طرح لکھا گیا ہے کہ پہلے چار مصرعے آمنے سامنے ہیں اور ایک بند کا پانچواں اور دوسرے بند کا پہلا مصرع آمنے سامنے ہیں۔ اِسی طرح پوری نعت لکھی گئی ہے۔ اسی لیے خالد بزمی اسے مخمس کے بجائے نعت سمجھے ہیں اور انہوں نے پہلے چار مصرعوں کو دو شعروں کی صورت میں پیش کر دیا ہے (شام و سحر۔ نعت نمبر ۲ ص ۲۵۳) (۸۷) خیر البشرؐ کے حضور میں۔ ص ۲۲۴، ۲۲۸ (۸۸) دِتو رام کوثری۔ بزمِ کوثری ص ۶ (۸۹) دتو رام کوثری، بزمِ کوثری ص ۸/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۶۵ (۹۰) دتو رام کوثری، آبِ کوثر، ص ۱۶/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۴۳۔ ڈاکٹر انور سدید نے شاعر کا نام کلو رام لکھا ہے اور اس مقطعے میں بھی کلو رام ہی استعمال کیا ہے (شام و سحر۔ نعت نمبر ۵۔ ص ۴۱۵) (۹۱) "مہک" گوجرانوالہ۔ نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونینؐ۔ ص ۲۱۶ (۹۲) صفدر حسین، ڈاکٹر سید۔ رزم نگارانِ کربلا۔ ص ۲۸۹ (۹۳) "آبِ کوثر" کے صفحہ ۴۷ تا ۵۲ پر فاروقِ اعظمؓ اور فاتحِ بیت المقدس کے عنوان سے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دو مناقب بھی ہیں (۹۴) رزم نگارانِ کربلا۔ ص ۲۸۶ (۹۵) آبِ کوثر ص ۳ تا ۸ (یہ نعت ۲۹ اشعار پر مشتمل ہے) (۹۶) آبِ کوثر۔ ص ۱۲، ۱۶ (۹۷) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۳۰ (۹۸) ہفتہ وار "الفقیہ" امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۷/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام

۱۳۲ (۹۹) آبِ کوثر۔ ص ۱۳، ۱۵/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۴۶، ۱۴۳ (۱۰۰) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام
ص ۱۵۷/ اذانِ بتکدہ (مرتبہ محمد الدین فوقؔ) ص ۱۸/ ارمغانِ نعت۔ ص ۳۷۵/ نقوش۔
رسولؐ نمبر۔ جلد دہم۔ ص ۶۸۷ (۱۰۱) بزمِ کوثری۔ ص ۸۰/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۶۶، ۱۶۵
(۱۰۲) آبِ کوثر۔ ص ۲۷/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۷ (۱۰۳) آبِ کوثر۔ ص ۱۱/ اذانِ بتکدہ۔
ص ۲۲، ۲۳/ ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۴۰ (۱۰۴) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۴۸ (۱۰۵) آبِ کوثر
ص ۲۱، ۲۲/ اذانِ بتکدہ۔ ص ۱۹/ ماہنامہ "صوفی" پنڈی بہاء الدین۔ مارچ ۱۹۱۶ (بحوالہ نعت گویانِ
اردو۔ حصہ دوم۔ ص ۲۱۷) "صوفی" نے یہ شعر بھی دیا ہے جو آبِ کوثر میں نہیں ہے ۔

محمدؐ کی شفاعت پر یقیں تھا نعت گوؤں کو کسی نے قافیہ باندھا نہیں اب تک جو شاید کا

(۱۰۶) "آبِ کوثر"۔ ص ۳۱، ۳۲/ اذانِ بتکدہ ص ۲۱/ "الہام" "نعت نمبر۔ ص ۱۲۰ (مضمون از اسد نظامی)
(۱۰۷) شفیق بریلوی، ارمغانِ نعت ص ۳۷۵/ مہک گوجرانوالہ۔ نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونینؐ
ص ۳۱۶ (مضمون پروفیسر اظہر قادری)/ "الہام" بہاولپور۔ نعت نمبر۔ ص ۱۱۹ (مضمون اسد نظامی)/
اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۵۲۳ (۱۰۸) تذکرہ نعت گویانِ اردو حصہ دوم ص ۲۱۸ (۱۰۹) خیر البشرؐ
کے حضور میں۔ ص ۳۶، ۳۷ (مقدمہ از ممتاز حسن) (۱۱۰) شام و سحر۔ نعت نمبر ا ص ۲۵۱ (۱۱۱) ارمغانِ نعت
ص ۳۷۵ (۱۱۲) اردو میں نعتیہ شاعری، ص ۵۳۴ (۱۱۳) رزم نگارانِ کربلا۔ ص ۲۸۷، ۲۸۸
(بحوالہ "انقلاب"۔ ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ/ ۷ نومبر ۱۹۲۹) (۱۱۴) ڈاکٹر صفدر حسین نے ان کے نام
لاڈو باٹی اور شانتی باٹی لکھے ہیں (۱۱۵) انقلاب لاہور (۳۱ دسمبر ۱۹۳۱) اور الفقیہ امرتسر (۷ جنوری
۱۹۳۲) میں بھی نام چھپا ہے۔ ڈاکٹر صفدر حسین "طالب علی" بتاتے ہیں؛ ور ہندوانی نام "داتا سنگھ"
لکھتے ہیں جو سکھوں والا نام لگتا ہے اور قرینِ قیاس نہیں (۱۱۶) ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر
۷ جنوری ۱۹۳۲/ ۲۸ شعبان ۱۳۵۰ھ۔ ص ۱۱ (۱۱۷) رزم نگارانِ کربلا۔ ص ۲۸۷ (۱۱۸) ارمغانِ نعت
ص ۳۷۶ (۱۱۹) الہام نعت نمبر۔ ص ۱۱۸ (۱۲۰) نقوش رسولؐ نمبر ۱۰۔ ص ۵۶۶ (۱۲۱) اشفاق'
ڈاکٹر سید رفیع الدین۔ اردو میں نعتیہ شاعری ص ۲۴۳ (لکھتے ہیں کہ دیوانِ مکھن کا قلمی نسخہ کتب خانہ
آصفیہ میں موجود ہے جس کے حصہ اوّل میں نعتیہ کلام ہے) (۱۲۲) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۲۱،
۱۱۷ (۱۲۳) ایضاً۔ ص ۶۲، ۱۵۳ (۱۲۴) مجلّہ "گلدستۂ ابرِ سخن" امرتسر — اکتوبر ۱۸۸۹ء (پہلا شمارہ)

(۱۲۵) مہک "گوجرانوالا" ۔ نذرانۂ عقیدت بحضور سرورِ کونین ؐ۔ ص ۳۱۲ (۱۲۶) اردو کے ہندو ادیب ص ۱۲۴ (ناظر کاکوروی نے لکھا ہے "نعت خوب کہتے ہیں")۔ (۱۲۷) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۷۲ (۱۲۸) ایضاً ص ۱۱۵ (فانی مراد آبادی نے ان کی ایک فارسی نعت بھی شامل کی ہے)

(۱۲۹) محفل۔ خیر البشر ؐ نمبر۔ ص ۲۱۰ (غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام از آفتاب احمد نقوی) (۱۳۰) محفل خیر البشر ؐ نمبر ص ۲۲۱ (۱۳۱) یونس شاہ، پروفیسر سید۔ تذکرہ نعت گویان اردو حصہ دوم۔ ص ۴۰

(۱۳۲) سلام کا پہلا شعر (۱۳۳) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام ص ۱۹، ۲۳، ۲۷، ۸۲ (۱۳۴) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۱۶۱، ۱۱۴، ۱۱۴ / خیر البشر ؐ کے حضور میں۔ ص ۱۸۲ (۱۳۵) پیام عمل (ماہنامہ) لاہور فروری ۱۹۸۶ ۔ص ۱۷ (۱۳۶) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۸۷ (۱۳۷) ایضاً۔ ص ۳۸ (۱۳۸) محفل۔ خیر البشر ؐ نمبر۔ ص ۲۱۱ (مضمون "غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام" از آفتاب احمد نقوی)

(۱۳۹) ہندو شعرا کا نعتیہ کلام۔ ص ۷۶ (۱۴۰) ناظر کاکوروی، اردو کے ہندو ادیب (صفحہ ۲۷ پر نام جوہر سنگھ جوہرؔ لکھا ہے اور انہیں خواجہ وزیرؔ کے ارشد تلامذہ سے بتایا ہے صفحہ ۲۳۳ ۲۳۴ پر ہے کہ "لکھنؤ کی شاہی سرکار سے وابستہ تھے مگر جب یہ چمن اجڑا تو بلرام چلے گئے)

(۱۴۱) اردو کے ہندو ادیب۔ ص ۲۷، ۲۳۴ (دونوں جگہوں پر یہی ایک شعر نمونۂ کلام کے طور پر درج ہے)

○

ہادیٔ برحق کہوں یا تجھ کو نورِ معرفت

یا رہِ وحدت کا سمجھوں تجھ کو سچا رہنما

یا مجسّم نورِ قدرت کی تھا اک تصویر تُو

یا مکمّل تھا تو اک اظہارِ شانِ کبریا

پنڈت گنیشی لال خستہؔ دہلوی

جذباتِ احترام و محبت

"خورشیدِ جہاں تاب جب طلوع ہوتا ہے تو عالمِ کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر اس کی کرنیں گرتی ہیں۔ مگر وہی لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو گرمی اور روشنی کی قدر و قیمت اور زندگی کے لیے ان کی اہمیت و ضرورت کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو شپرہ چشمی کے مرض میں گرفتار رہتے ہیں، وہ اس سے چوروں کی طرح بھاگتے اور چھپتے پھرتے ہیں۔ بس بالکل یہی معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے۔ اس حیثیت سے آپ نے عالمِ انسانیت پر جو عظیم احسانات کیے ہیں، کوئی شخص بھی، بشرطیکہ عناد و تعصّب نے اس کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر دیا ہو، آپ کا منکر نہیں ہو سکتا۔ ان احسانات اور ذاتی اوصاف و کمالات نے حضورؐ کی شخصیت کو اس درجہ دلکش اور محبوب بنا دیا ہے کہ کسی شخص پر اس شخصیت کی ایک ادنیٰ سی جھلک بھی پڑ جاتی ہے اور طبیعت کی سلامتی اس کی رفیق ہوتی ہے تو اس کے دل و دماغ بے اختیارانہ طور پر اس شخصیت کے لیے عظیم احترام و محبت کے جذبات سے لبریز ہو جاتے ہیں اور اگر وہ شاعر بھی ہوتا ہے تو یہی جذبات منظوم مدح کا، جسے اصطلاح میں نعت کہتے ہیں، روپ دھار کر زبانِ قلم سے تراوش پانے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ نیک دل ہندو حضرات نے بھی حضورؐ کی شان میں کثرت سے نعتیں لکھی ہیں اور جس طرح مسلمانوں میں حضرت محسنؔ کاکوروی اور مضطرؔ خیرآبادی نعت گوئی میں خاصی شہرت رکھتے ہیں، اسی طرح ہندوؤں، سکھوں میں بھی بعض خاص شاعر ہیں جو اس وصف میں کمال رکھتے ہیں۔"

مولانا سعید احمد اکبرآبادی ایڈیٹر "برہان" دہلی
وصدرِ شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
("ہندو شعرا کا نعتیہ کلام" مرتبہ فانیؔ مرادآبادی کا پیش لفظ)

ہیں جہاں میں گو بظاہر مائلِ زنار ہم — دل سے ہیں ممنونِ حسنِ احمدِ مختار ہم
ہم رہتے ہیں ہم ذکرِ دندانِ احمدؐ کی ثنا — ڈھیر گوہر کے لٹاتے ہیں سرِ بازار ہم
اس تمنا میں درِ دیدہ سدا رہتے ہیں وا — شاہدِ مقصود کا دیکھیں کہیں دیدار ہم
گر مدینے کی طرف جائے تو لکھ بھیجیں یہاں — دامنِ بادِ صبا پر اپنا حالِ زار ہم

پرواز مرغِ روح کرے میرا یا خدا — جا کر نبیؐ کے روضۂ اطہر کے سامنے
یہ وصفِ مصطفیٰؐ کبھی خالی نہ جائے گا — مل جائے گا صلہ مجھے داور کے سامنے

ملک بیتاب مجھ کو دیکھ کر کہتے ہیں فرقت میں — محبت کتنی رکھتا ہے یہ بے چارہ محمدؐ سے
خدا کرتا ہے لعنت اور فرشتے کرتے ہیں لعنت — جو کوئی دشمنی رکھتا ہے اے تارا محمدؐ سے

غبارِ اُس روضۂ اقدس کا ماتھے پر لگاؤں گا
گزر اپنا مدینے میں اگر مثلِ صبا ہو گا
کوئی اُس روضۂ اقدس کا بتلا دے اگر رستہ
بھلا ہو گا، بھلا ہو گا، بھلا ہو گا، بھلا ہو گا

تارا چند تارا - لاہوری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہندو و مسلم کو یکساں یہ مرا پیغام ہے
غور سے دونو پڑھیں، دانائی اِس کا نام ہے

عورتوں پہ ظلم کیا کیا کچھ نہ دنیا میں ہوئے — ہاں مگر ان کو محمدؐ نے بچایا ظلم سے
کی حمایت عورتوں کی مرتے دم تک آپ نے — تھی وصیت آخری ان کی اعانت کے لیے
عورتوں کو گھر کے کاموں میں مدد دیتے تھے آپ — کام عورت سے جہاد و جنگ میں لیتے تھے آپ
آپ نے تعلیم لینا فرض عورت پر کیا — عورتوں کے سر پہ یہ احساں رہے گا آپ کا
کس طرح بدلہ ہو احسانِ محمدؐ کا ادا — عورتیں ان کے قدم کی خاک ہوں تو ہے بجا
اے محمدؐ! ہو ترا پیغام دنیا میں بلند — چاند سورج کی طرح چمکے زمانے میں دوچند
اے محمدؐ! ہو تری تعلیم کا ہر دل میں گھر — ہندو و مسلم میں حُسنِ دوستی ہو جلوہ گر

ہندو و مُسلم کو یکساں یہ مرا پیغام ہے
غور سے دونو پڑھیں دانائی اس کا نام ہے

○

رام پیاری لکھنوی

تکمیلِ معرفت ہے محبت رسولؐ کی — ہے بندگی خدا کی، اطاعت رسولؐ کی
انسان کی سمجھ میں تو آئی ہے اتنی بات — ہے جذبِ ذاتِ حق میں حقیقت رسولؐ کی
انسانیت، محبتِ باہم، تمیز، عقل — جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسولؐ کی
ترتیب دی گئیں شبِ اسریٰ کی خلوتیں — صلِ علیٰ، یہ شان یہ عظمت رسولؐ کی
اتنی سی آرزو ہے بس اے ربِ دو جہاں
دل میں رہے سحرؔ کے محبت رسولؐ کی

جو کام عشقِ نبیؐ میں تمام ہو جائے — حصولِ لذتِ کیف دوام ہو جائے
وصول ہو جو اجل سے پیام — ہو جائے — زباں پہ جاری محمدؐ کا نام ہو جائے
درِ رسولؐ پہ جا کر جو ہوں میں سر بسجود — تو شام صبح بنے، صبح شام ہو جائے
یہ آرزو ہے، مدینے پہنچ کر اے مولے
نثار روضہ پہ ادنیٰ غلام ہو جائے

فزوں ہوا شوق کا تقاضا، تڑپ رہی ہے ہر اک تمنا
چلو مدینے، چلو مدینے، یہ دل سے آواز آ رہی ہے
شہِ عربؐ کی عنایتوں کا سحرؔ نہیں ہے کوئی ٹھکانا
مرے گناہوں کی بے پناہی ہزار مجھ کو ڈرا رہی ہے

کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ

سرِ دفترِ کون و مکاں، شاہنشہِ دنیا و دیں — احمد، محمد مصطفیٰؐ، محبوبِ ربّ العالمیں
مخلوق میں یکتا ہیں یہ، کثرت میں بے ہمتا ہیں یہ — کیا جانے کوئی، کیا ہیں یہ، ان کا کوئی ہمسر نہیں
اسبابِ عالم کا سبب، اعلم ہیں پر اُمّی لقب — جبریلؑ کرتے ہیں ادب، ایسے ہیں یہ بالا نشیں

ہے آرزو کہ آپ کے در پر پڑا رہوں — دولت سے کچھ غرض ہے، نہ جاہ و حشم سے ہے
اے شادؔ خوب نعت میں تم نے کھلائے گُل — پھولی پھلی یہ شاخ تمہارے قلم سے ہے

تو وہ مقبول ہے کہ بعدِ خدا — نام تیرا ہے عرش پر مسطور
ہے یہ اُمّید تجھ سے روزِ جزا — تیرے زمرے میں مَیں بھی ہوں محشور
آرزو ہے کہ میری کشتیِ عمر — بحرِ ہستی سے کر چکے جو عبور
جا لگے ساحلِ مدینہ پہ یہ
شادؔ ہو جائے تا دلِ مہجور

انبیا جتنے ہیں، آپؐ ان کے بھی شافع ہوں گے — سب کے سب مانیں گے احسان رسولِ عربی
عشق سے بڑھ کے کوئی چیز نہیں پاس مرے — کہ یہی ہدیہ ہے شایانِ رسولِ عربی

محمدؐ پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے — ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے
فقط نعت گوئی سے اے شادؔ تجھ کو — یہ عزّت ملی ہے، یہ رتبہ ہوا ہے

مہاراجا سر کشن پرشاد، شادؔ

کلامِ حق ہو تفسیرا، حدیثِ پاک توضیحا — یہ بزمِ وصفِ احمدؐ ہے اگر یوں ہو تو بہتر ہے
کبھی ہو یادِ کاکل اور کبھی یادِ رُخِ احمدؐ — بسر عشاق کی شام و سحر یوں ہو تو بہتر ہے
ادب سیکھو، کرو ہر ہر قدم پر شوق کے سجدے — حرم والو، مدینے کا سفر یوں ہو تو بہتر ہے
خدا کی بندگی یہ ہے کہ اوّل عشقِ احمدؐ ہو — خدا کا عشق کیا کہنا، مگر یوں ہو تو بہتر ہے

محمدؐ کی بشارت دینے کو پیغمبری پائی — غرض ممنون ہے ہر ایک پیغمبر محمدؐ کا
یہاں سیراب زمزم سے کیا ہے تشنہ کاموں کو — کرم تم دیکھنا چل کر لبِ کوثر محمدؐ کا

سودا زدہ ہوں وہ کہ ہے سودائے مدینہ — گلزارِ ارم ہے مجھے صحرائے مدینہ
اک مستی ہی پہچان ہے عشاقِ نبیؐ کی — ہے عشقِ نبیؐ عرف میں صہبائے مدینہ

دل میں گر عشقِ نبیؐ ہو تو ہے انساں انساں — ورنہ کیا خاک پھر اس خاک کی تصویر میں ہے
جب سے ہے نامِ نبیؐ نقشِ نگین دل پہ — عرش تک فرش سے جو ہے مری تسخیر میں ہے
جبہ سائی ہے نصیب آپ کے در پر مجھ کو — اس سے کھلتا ہے کہ جنت مری تقدیر میں ہے

اے سخاؔ جان گئے جاننے والے تجھ کو
نعت لکھتا ہے، تو فردوس کی تدبیر میں ہے

لالہ لچھمی نرائن سخاؔ

بے وسیلہ بھی وسیلے سے سوا ملتا ہے　　آپ گنگا میں بھی کوثر کا مزا ملتا ہے
چاہنے والے کو انعامِ وفا ملتا ہے　　گو مجازی ہے مگر خوب صلہ ملتا ہے
عشقِ محبوبِ خدا سے ہی خدا ملتا ہے

مانگنے والے کی اوقات کو وہ کیا سمجھے　　مسندِ فقر دے یا تختِ سلیماں بخشے
خوب واقف ہے وہ ہر شخص سے، جو چاہے وہ دے　　اس کی کیا شانِ عطا ہے، وہی اس کو جانے
دربدر کہتا پھروں کیوں، مجھے کیا ملتا ہے

دل کی تسکین کسی چیز سے ہو سکتی نہیں　　دولتِ عشق جو مل جائے، کمی کوئی نہیں
اور دولت یہ کبھی زُہد سے ملتی ہی نہیں　　گر نہیں عشقِ رسولِ عربی، کچھ بھی نہیں
کبر و نخوت کے سوا زُہد سے کیا ملتا ہے

آج ناکامِ محبت ہوں تو شکوہ کیسا　　کُشتۂ رنج و مصیبت ہوں تو شکوہ کیسا
وقت کی تلخ حقیقت ہوں تو شکوہ کیسا　　نازؔ محرومِ عنایت ہوں تو شکوہ کیسا
حاصلِ عشقِ نبیؐ روزِ جزا ملتا ہے

—— چرن سرن نازؔ مانکپوری

چرن سرن نازؔ مانک پوری کا مجموعۂ نعت ”رہبرِ اعظم“ ۱۹۸۶ء میں دہلی سے چھپا (صفحات ۱۴۴) ”غیر مسلموں کی نعت“ حصہ دوم میں اس کا تعارف شامل ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

دلِ بے تاب کو سینے سے لگا لے آجا — کہ سنبھلتا نہیں کم بخت سنبھالے آجا
پاؤں ہیں طولِ شبِ غم نے نکالے آجا — "خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹا لے آجا
بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا"

نہیں خورشید کو ملتا ترے سائے کا پتا — کہ بنا نورِ ازل سے ہے سراپا تیرا
اللہ اللہ ترے چاند سے مکھڑے کی ضیا — "کون ہے ماہِ عرب، کون ہے محبوبِ خدا
اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا"

ہائے واماندگیٔ وسعتِ دامانِ صراط — المدد المدد اے خضرِ بیابانِ صراط
ہر قدم پر نگہِ یاس ہے یارانِ صراط — "دیکھتے ہیں تجھے پھر پھر کے ضعیفانِ صراط
ڈگمگاتے ہیں قدم، کون سنبھالے آجا"

کان میں کچھ جو ادھر عذرِ نزاکت نے کہا — مرحبا بڑھ کے ادھر شاہدِ وحدت نے کہا
آ بلائیں تری لوں، جوشِ محبت نے کہا — "در پہ پہنچا محبوب تو مشاطۂ قدرت نے کہا
خلوتِ راز میں اے ناز کے پالے آجا"

منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی

(بیان یزدانی میرٹھی کی نعت پر تضمین)

حلقہ ہے مہِ نو کا گریبانِ محمدؐ
ہے مطلعِ انوار کہ دامانِ محمدؐ

محبوبِ خدا خود ہی کہا اُن کو خدا نے
اب اس سے سوا اور ہو کیا شانِ محمدؐ

کیا درسِ مساوات دیا نوعِ بشر کو
اُترے گا نہ سر سے کبھی احسانِ محمدؐ

کیوں ایسی اسیری پہ نہ صدقے ہو رہائی
آزادِ دو عالم ہیں غلامانِ محمدؐ

معراج کی شب کون ہے مہمان خدا کا
اللہ رے یہ مرتبہ و شانِ محمدؐ

عاصی کے لیے خاص نوازش کی نظر ہے
دیکھے تو کوئی لطفِ فراوانِ محمدؐ

اے رحمتِ عالم! ترے جلووں کے تصدق
ہم کو بھی دکھا دے رخِ تابانِ محمدؐ

شیش چندر سکسینہ طالبؔ دہلوی

خواہش دیدارِ جاناں، بےکسی امداد کر   جذبۂ الفت، تمنائے دلی، امداد کر
وحشتِ قلبِ حزیں، وارفتگی امداد کر   اے تصور یوں نگاہِ شوق کی امداد کر
کچھ نظر آئے نہ اس کو اُن کی صورت کے سوا

رات دن تڑپا رہی ہے وحشتِ دل دیکھیے   مضطرب ہوں میں تمنائے رُخِ پُرنور سے
قلب پر ہیں حسرت و ارماں کے حملے ہو رہے   اپنی رحمت سے بلا لیں اب تو روضے پر مجھے
داغِ فرقت بھی ہیں دل میں دردِ الفت کے سوا

چشمۂ آبِ بقا ہیں آپ بے شک مان لوں   مشعلِ راہِ ہدایت آپ ہیں، یہ جان لوں
شافعِ میدانِ محشر آپ ہیں یہ مان لوں   دیکھ لوں میں آپ کو، میں آپ کو پہچان لوں
عقلِ صائب بھی ملے چشمِ بصیرت کے سوا

میہمانی کے لیے گردوں پہ بلوایا کسے   صورتِ مرکب سجا جبریلؑ کو بھیجا کسے
پردہ ہائے راز دکھلائے شبِ اسریٰ کسے   مرتبہ معراج کا اللہ نے بخشا کسے
میرے حضرتؐ کے علاوہ، میرے حضرتؐ کے سوا

پربھو دیال عاشق لکھنوی

اعترافِ عظمت

لکھتا ہوں ثنائے رُخِ نیکوئے محمدؐ
ہے رُو کشِ خورشیدِ فلک روئے محمدؐ

مکّے سے مدینے سے ہے پہنچی سرِ افلاک
بُوئے گُلِ رخسارہ و گیسوئے محمدؐ

حورانِ جناں سب ہوئیں قرباں شبِ معراج
دیکھا جو نہالِ قدِ دلجوئے محمدؐ

اِس جذبِ دلِ افگار کو رویا میں کسی شب
یارب تو دکھا دے رُخِ نیکوئے محمدؐ

پنڈت رگھو مندر راو جذب

اے ابرِ کرم، بحرِ سخا احمدِؐ مختار
دنیا کے عذابوں سے بچا احمدؐ مختار

ہو شمسِ ضحیٰ، بدرِ دُجیٰ احمدؐ مختار
ہے تم سے دو عالم کی ضیا احمدؐ مختار

ہے تیرے لیے پردۂ کثرت کی نمائش
ہے تو ہی دو عالم کی بنا احمدِؐ مختار

والشمس ترے عارضِ پُر نور کی تفسیر
واللیل تری زلفِ دوتا احمدِؐ مختار

ہو عرصۂ محشر میں کہیں فاش نہ پردہ
لے دامنِ رحمت میں چھپا احمدِؐ مختار

عصیاں کے تلاطم میں پھنسی ہے مری کشتی
لِلّٰہ اسے پار لگا، احمدِؐ مختار!

——— پنڈت پربھو دیال مصر

فخرِ جہاں کہوں کہ حبیبِ خدا کہوں
حیراں ہوں تجھ کو اے شہ لولاکؐ کیا کہوں

تیری جبیں کو عکسِ رُخِ کبریا کہوں
اور تیرے رُخ کو سایۂ نورِ خدا کہوں

عقلِ ادب سرشت کو کچھ سوجھتا نہیں
اے عشق، تو بتا کہ محمدؐ کو کیا کہوں

بعد از خدا بزرگ توئی، قصہ مختصر
اُمیدوارِ لطف ہوں میں، اور کیا کہوں

آخر کلیم شافعِ محشر کے سامنے
میں اپنے مُنہ سے داورِ محشر سے کیا کہوں

—— ٹھاکر رتن سنگھ کلیم کرتارپوری

نغمۂ وحدتِ حق دہر میں گایا تُو نے
کملی والے، یہ عجب گیت سُنایا تُو نے

ربِ بے مثل کا دنیا میں بٹھا کر سکہ
نقش اوہام پرستی کا مٹایا تُو نے

کیوں نہ قربان مسلمان ترے نام پہ ہوں
حق پرستی کا جنہیں طور بتایا تُو نے

باہمی نفرت و کینہ تھا وطیرہ جن کا
اُنس و اُلفت کا سبق ان کو پڑھایا تُو نے

جو شراب اور نشے کے تھے ازل سے مشتاق
مئے وحدت کا انہیں جام پلایا تُو نے

ریت کے ذرّوں کو بارود کی طاقت بخشی
خاکِ ناچیز کو اکسیر بنایا تُو نے

کر دیا ایک شہنشاہ و گدا کا رُتبہ
اُونچ اور نیچ کا سب فرق مٹایا تُو نے

—— لالہ لال چند فلک



جو محبوبؐ خدا ٹھہرے جو ختم الانبیا ٹھہرے
وہ میرے پیشوا ٹھہرے وہ میرے رہنما ٹھہرے

نہ کیوں لنگر کی پھر دریائے رحمت میں ڈالا ٹھہرے
جب اپنی کشتیٔ امت کے احمدؐ ناخدا ٹھہرے

مجھے اے برقؔ کیا غم ہے بھلا روزِ قیامت کا
شفاعت کے لیے حامی مرے خیر الوریؐ ٹھہرے

کنج بہاری لعل برقؔ

ہُوالاوّل ہوالآخر کا مطلب نورِ احمدؐ ہے
اسی پر ابتدا ٹھہرے اسی پر انتہا ٹھہرے

الٰہی ذرۂ خاکِ نجف ہوں بوترابی ہوں
کوئی پرجا، کوئی راجا، کوئی ظلِ ہما ٹھہرے

بلوان سنگھ راجا

کیا شان ہے جنابِ رسالت مآبؐ کی
نظریں جھکی ہوئی ہیں مہ و آفتاب کی

بخشا کلامِ پاک سے رنگِ حیاتِ نو
تعلیم کہہ رہی ہے مقدس کتاب کی

قرآنِ پاک اس کی صداقت پہ ہے گواہ
تھی کن بلندیوں پہ رسائی جنابؐ کی

مرہونِ لطف صرف مسلمان ہی نہیں
منت کش کرم ہے خدائی جنابؐ کی

میرے بھی حالِ زار پہ ہو اک نگاہِ لطف
بگڑی بنانے والے جہانِ خرابؐ کی

اکملؔ کہیں مقامِ ادب ہاتھ سے نہ جائے
توصیف لکھ رہے ہو رسالت مآبؐ کی

پنڈت رام پرتاپ اکملؔ جالندھری

پھیلا اُفق پہ نور رسالت مآب کا — ہیبت سے منہ اُتر نے لگا آفتاب کا
سیاحِ عرش، ماہرِ کون و مکاں ہے تُو — روح الامیں ہے نام ترے ہمرکاب کا
وحدت کا اک مغنّیِ آتش نوا ہے تُو — ہر نغمہ کفر سوز ہے تیرے رباب کا
تاروں میں روشنی ہے تو پھولوں میں تازگی — یہ وقت ہے ظہورِ رسالت مآب کا
ظلمت کدوں میں ہیں سحرِ نو کی تابشیں — یہ فیض ہے ولادتِ ختمی مآب کا

مخمورِ کیفِ نورِ رسالت سے مست ہوں
سب جانتے ہیں، میں نہیں خوگر شراب کا

سردار گوربخش سنگھ مخمور جالندھری

آپ وہ ہیں، کبریا کے دل میں ہے گھر آپ کا — آپ اُس کے پیارے ہیں اور وہ ہے دلبر آپ کا
رات ہو دن ہو سحر ہو، شام ہو یا دوپہر — منتظر رہتا ہے سائل کے لیے در آپ کا
جو ہمارے پاس ہے، وہ آپ کا ہے یا نبیؐ! — جان شیریں آپ کی، دل آپ کا، سر آپ کا
گر تمنا ہے کوئی تو ہے یہی دل میں مرے — رات دن دیکھا کروں رُوئے منور آپ کا
شاہِ عالی جاہ سے ہے مرتبہ اُس کا سوا — خوبیٔ تقدیر سے جس کو ملا در آپ کا
فائدہ پاتے تھے یکساں دوست دشمن آپ سے — پیش تھا سب کے لیے دستِ مخیر آپ کا

راؔم کو چاہے زمانہ چھوڑ دے، پروا نہیں
راؔم سے لیکن نہ چھوٹے گا، نبیؐ! در آپ کا

لالہ بیلی راؔم کشمیری

شوقِ پابوسی لیے چل تُو مدینے مجھ کو
زہے قسمت کہ بلایا ہے نبیؐ نے مجھ کو

واپسیں دم ہے، مجھے ذکرِ نبیؐ کرنے دو
دوستو، موت کے آتے ہیں پسینے مجھ کو

چشمِ مشتاق ہے در پر تو ہیں کان آہٹ پر
اُن کے آنے کی خبر دی جو کسی نے مجھ کو

کیوں دلِ خستہ مرا ہجر میں بے تاب نہ ہو
ہو گئے اُن کی زیارت کو مہینے مجھ کو

کیوں نہ ہو فخر، یہ توقیر ہے کیا کم ہمدم
بخش دی نعت کی جاگیر نبیؐ نے مجھ کو

گوری پرشاد ہمدم

نرالی ہے دنیا میں شانِ محمدؐ
بیانِ خدا ہے بیانِ محمدؐ

محمدؐ کے آگے کوئی کیا ٹھہرتا
خدا خود رہا نگہبانِ محمدؐ

تھا معراج کا ایک حیلہ وگرنہ
خدا کو بڑھانا تھی شانِ محمدؐ

زمیں سے فلک تک، فلک سے زمیں تک
ہر اک سمت ہے داستانِ محمدؐ

جہاں سربلندوں نے بھی سر جھکائے
وہی ایک تھا آستانِ محمدؐ

ہر مذہب و ملت پر یکساں ہے کرم جاری
ہے سب کے لیے رحمت اسلام محمدؐ کا

تصویرِ حقیقت ہے اک درسِ محبت ہے
ہر بات محمدؐ کی، ہر کام محمدؐ کا

راجیندر بہادر موج فتحگڑھی

شبِ معراج

عرشِ حق کی طرف جب چلے مجتبیٰ
جلوہ آرا تھا ہر سمت نورِ خدا
کہکشاں سے بنا اک نیا راستہ
فرشِ خاکی سے تا سدرۃ المنتہیٰ
احتراماً تھے استادہ جن و ملک
نغمہ گر حور و غلماں تھے صلِّ علیٰ
نعرہ کرتے تھے سب اصفیا اتقیا
آج دولہا بنا سیّد الانبیاءؐ
عرشِ اعظم سے آنے لگی یہ صدا
مرحبا مصطفیٰؐ ، مرحبا مصطفیٰؐ
زد میں گردوں ہی کیا، ماہ و انجم بھی ہیں
کس نے جانا ہے یاں عشق کا مرتبہ
پہنچے معراج میں جب رسولِ خدا
کائنات دو عالم سے آئی صدا
جب خودی کی حقیقت سے پردہ اٹھا
پھر کہاں دوسرا ہیں رہا دوسرا
حسن اور عشق ہیں آج پردہ کشا
فرش پر مصطفیٰؐ، عرش پہ کبریا
شانِ معراج سے بس یہ عقدہ کھلا
مرکزِ عشق ہیں خاتم الانبیاء

لَا نَبِیَّ بَعْدِی ہے قولِ محبوبِ حق
وِرد اِس کا ہے بھگوان صبح و مسا

رانا بھگوان داس بھگوان

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تُو ہے محبوب، خدا چاہنے والا تیرا
مرتبہ سارے رسولوں میں ہے بالا تیرا
کلمۂ صلِّ علیٰ وردِ زباں رکھتا ہوں
خواب میں دیکھ لیا ہے قد بالا تیرا
عفو ہو جائیں گی محشر میں خطائیں ساری
داورِ حشر کو دوں گا میں حوالہ تیرا
لے اُڑی آج صبا سوئے مدینہ دلِ زار
ناتوانی نے بڑا کام نکالا تیرا
نُور سے تیرے منوّر ہوئے دونو عالم
نظر آتا ہے ہر اک سمت اُجالا تیرا

ستارہ اوج پر کیونکر نہ ہو شانِ نبوت کا
فلک منظر ہے رتبہ تیرے احکامِ شریعت کا
کھلا تجھ سے جہاں میں رازِ سربستہ حقیقت کا
دکھایا حُسنِ کثرت میں ہے جلوہ تُو نے وحدت کا
نہ تجھ سا پیشوائے دیں اگر پیدا یہاں ہوتا
نہ بنیادِ زمیں ہوتی، نہ قائم آسماں ہوتا
جہاں میں تو نے چمکایا ہے وہ آئینہ قرآں کا
کہ جس سے ہر طرف پھیلا ہوا ہے نور ایماں کا
ضیائے دیں ہے بہرِ چشمِ عالم بابِ عرفاں کا
دلوں میں تو نے جلوہ بھر دیا توحیدِ یزداں کا
جلائی بزمِ امکاں میں وہ مشعل حق پرستی کی
ہوئی روشن حقیقت جس سے تیری پاک ہستی کی

منشی پیارے لال رونق دہلوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جیتے جی روضۂ اقدس کو نہ آنکھوں دیکھا — روح جنّت میں بھی ہوگی تو ترستی ہوگی
میں اگر خاک نشین درِ احمدؐ ہوں گا — رفعت عرش کی ہمسر مری پستی ہوگی
سرورِ دیںؐ کی ملی دولت بیدار جسے — پاس اُس کے نہ بھٹکتی تہی دستی ہوگی
کچھ غرض جنّت و دوزخ سے نہیں ہے ساقی — ان کے مستوں کے لیے اور ہی بستی ہوگی

معجزہ شق القمر کا دیکھ کر کہتے تھے سب
بالیقیں دانائے اسرارِ نہاں یہ ہی تو ہیں
آپ کے اوصاف سُن کر یوں لگے کہنے ملک
حشر میں دیں گے جو اُمت کو اماں یہ ہی تو ہیں

——— منشی شنکر لال ساقی سہارنپوری

جان و دل سے ہیں فدائے احمدِؐ مختار ہم — دیکھیے دیکھیں گے اُس سرور کا کب دربار ہم
جلوۂ حُسنِ نبیؐ جاری ہے مثلِ بحرِ فیض — یا خدا پائیں گے کب اس سے دُرِ شہوار ہم
ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ رکنِ دیں — بے شک ان چاروں سے کر سکتے نہیں انکار ہم

○

——— اردو ڈرامے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمدؐ رہنمائے اِنس و جاں ہے — رسول کبریائے دو جہاں ہے
وہ محبوبِ جنابِ کبریا ہے — شفیع المذنبیں روزِ جزا ہے
لقب ہے سیّدِ کونینِ ذی شاں — خدا قرآں میں ہے اس کا ثناخواں
نبی ایسا کوئی دنیا میں پیدا — نہ تھا آگے، نہ اب ہے، اور نہ ہوگا
نہیں ہرگز یہ طاقت ہے زباں کو — جو نعتِ مصطفیٰؐ میں کچھ بیاں ہو
نہیں توصیف کا ہے مجھ کو یارا — کروں اب عرضِ مطلب آشکارا

دعا میری یہ اے شاہِ اُممؐ ہے
مجھے بھی تجھ سے اُمّید کرم ہے

——— منشی گوبند پرشاد فضا

از خاکِ عرب تا بہ عجم مانتے ہیں
ہاں صاحبِ الطاف و کرم مانتے ہیں
ہم دیر نشیں بھی ہیں ترے مدح سرا
رہبر جو تجھے اہلِ حرم مانتے ہیں

——— ستیہ پال اختر رضوانی

مرا ہر لفظ نعتِ احمدیؐ سے دُرِ یکتا ہے — لکھا جو دائرہ ہے، وہ مہِ کامل کا ہالہ ہے
ہوئی کافور نورِ مصطفیٰؐ سے شرک کی ظلمت — سیاہی سے ندامت کی دلِ کفار کالا ہے

——— منشی شنکر لال ساقی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مجھے نعت نے شادمانی میں رکھا ۔۔۔ کہ مصروف شیریں زبانی میں رکھا
میں لکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر ۔۔۔ قمر کو مری پاسبانی میں رکھا
نہیں اختیار اب ہے کی نعت گوئی ۔۔۔ یہی شغل ہم نے جوانی میں رکھا
درِ مصطفیٰؐ کی ملے گر گدائی ۔۔۔ تو پھر کیا ہے صاحبقرانی میں رکھا
محمدؐ کو بے سایہ حق نے بنایا ۔۔۔ یہ پہلا نشاں نقشِ ثانی میں رکھا
جو ذرہ اڑا اس کی گردِ قدم کا ۔۔۔ زمانے نے تاجِ کیانی میں رکھا

نہ کر آفتابِ فلک اتنا غرہ ۔۔۔ کہ تجھ کو بھی ہے دارِ فانی میں رکھا
بظاہر تو جلتا ہے پر حیف تیرا ۔۔۔ نہیں حصہ سوزِ نہانی میں رکھا
درِ حضرتِ مصطفیٰؐ مجھ کو بخشا ۔۔۔ تجھے منزلِ آسمانی میں رکھا
تو ہے دربدر گردشِ آسماں سے ۔۔۔ مجھے حلقۂ مہربانی میں رکھا

نہ کر شور اے بلبلِ گل فسانہ ۔۔۔ ہے کیا تیری اس لن ترانی میں رکھا
میں ہوں نعت گو، میرا رتبہ بڑا ہے ۔۔۔ نہیں کچھ تری ہم زبانی میں رکھا
خدا نے کیے جبکہ تقسیم رتبے ۔۔۔ تو یوں سب کو پھر قدردانی میں رکھا
کہ آدمؑ کو فخرِ ملائک بنا کر ۔۔۔ نہیں جنتِ جاودانی میں رکھا
بڑی عمر نوحؑ نبی کو عطا کی ۔۔۔ سلامت جو طوفاں سے پانی میں رکھا
دیا خضرؑ کو چشمۂ آبِ حیواں ۔۔۔ براہیمؑ کو باغبانی میں رکھا
دیا حسنِ بے مثل یوسفؑ کو اس نے ۔۔۔ سلیمانؑ کو حکمرانی میں رکھا

الفضل ما شهدت به الأعداء

فضیلت اس گواہی کو ہے جو دشمن دیں۔

دمِ زندگی بخش عیسیٰؑ کو بخشا — تو موسیٰؑ کو خوشِ لن ترانی میں رکھا
محمدؐ کو بھیجا جو آخر خدا نے — انہیں رتبہ لامکانی میں رکھا
مرے منہ سے منظور رکھی نعتِ حضرت — مجھے فردِ رطب اللسانی میں رکھا

ذرا نقشۂ نعت کا کر نظارہ — ہے کیا نقشِ بہزاد و مانی میں رکھا
بہارِ ریاضِ ثنائے نبیؐ نے — دہن کو مرے گل فشانی میں رکھا

نبیؐ کے ہوئے نعت گو دو برابر — کہ دونوں کو اک مدح خوانی میں رکھا
ہے حسان پہلا تو میں دوسرا ہوں — نہیں فرق اوّل میں ثانی میں رکھا
خدا نے اسے سونپی محفل عرب کی — مجھے بزمِ ہندوستانی میں رکھا
اسے سیر دکھلائی دشتِ بیاں کی — مجھے غرقِ بحرِ معانی میں رکھا
میں کوثر سے پنجاب میں آیا یارو — مجھے حق نے پانی ہی پانی میں رکھا

لکھیں کوثری عمر بھر ہم نے نعتیں
نہ کچھ اور غمِ زندگانی میں رکھا

چودھری دلّو رام کوثری

"ایک صاحبِ کمال آیا، جس نے جلوۂ حق دکھایا۔ جس کسی نے اسے پریم کی آنکھ سے دیکھا، اس کی تمنائے زندگی پوری ہوئی۔ جس کی نگاہِ شوق اس پر پڑی، اسے منہ مانگی مراد مل گئی۔ جس بشر کو اس موہن نے اپنا درشن دیا، اس کے جنم بھر کا پاپ کٹا۔

آنان کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اے عرب کے رہنے والو! کیا ہی اچھے ہوں گے تمہارے بھاگ اور کیا ہی نیک ہوں گے تمہارے بخت، جو تم نے نورِ خدا کو اپنی آنکھوں دیکھا، حبیبِ خدا کو اپنی آنکھوں تاکا۔ تمہارے وقت پر کلجگ کا پہرہ نہ تھا، وہ ست جُگ کا سماں ہی ہو گا۔ اے عرب والو! تم شاید کوئی عارف باللہ ہو گئے یا ہو گئے کوئی دیوی دیوتے، ورنہ عام انسان کے بھاگ میں کہاں اس بھگوان کے درشن.....

یا محمدؐ! سنتے ہیں، جس بشر نے تجھے نظرِ دل سے دیکھا، اس کا دل تیری ہی نذر ہو رہا۔ جس آنکھ نے تجھے ایک دفعہ نگاہِ شوق سے تاکا، وہ بھی مشتاق نگر پھر نہ رہی۔ کہتے ہیں، تیری چھب موہنی تھی ادا۔ تیرا روپ انوپ تھا۔ تیری آنکھ جادو تھی اور تیرا کلام قرآن تھا۔ اے دلدارِ عرب! سنتے ہیں تیری پریت کی جوت جس من میں جگی، پھر وہ بجھائے نہ بجھی۔ اے تاجدارِ عرب! کہتے ہیں

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند　　خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

پھر اے خسروِ خوبی! اگر نا ایک نظر اِدھر بھی۔ بھلا دیکھ تو، تیرے در پہ کھڑا دستِ سوال دراز کیے ہے۔ دے نامِ عشق کچھ زکوٰۃِ حسن اسے بھی۔ مانا کہ تیرا مداح خود کبریا ہے، مانا کہ تو حبیبِ خدا ہے، مگر

یہ تو میں کیونکر کہوں، تیرے خریداروں میں ہوں

تو سراپا ناز ہے، میں ناز برداروں میں ہوں"

سردار گوردت سنگھ دارا۔ بیرسٹر۔ ایڈیٹر اخبار ہندستان[۱]

---

[۱] محمدؐ کی سرکار میں ایک سکھ کی قلمی عقیدت یعنی سیرتِ رسولِ عربی۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۸۱ تا ۸۴



"پیغمبرِ اسلامؐ رُشد و ہدایت کا جو پیغام لائے، وہ عالمگیر پیغام تھا۔ ایک ایسا پیغام جو کسی ایک ملک کے ساتھ وابستہ نہیں تھا بلکہ حضورؐ کا پیغام رحمت کرۂ ارضی کے تمام ممالک، تمام اقوام و ملل اور تمام نوعِ انسانی کے لیے مقدر ہو چکا ہے۔۔ پرماتما نے آپؐ کی ذاتِ اقدس میں عدیم المثال اور فوق العادت صفاتِ حسنہ ودیعت کی تھیں۔ آپ کے اخلاق میں رحمت و رأفت اور متانت و وقار ایک ایسی جاذبیت تھی جو آپؐ کے تمام اعمالِ حیات پر حاوی تھی۔۔۔۔۔۔ آپؐ نہایت سادہ زندگی بسر فرماتے تھے اور جس وقت تمام عرب آپؐ کے قدموں پر تھا، اس وقت بھی آپؐ کی زندگی کے معمولات میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ پیغمبرِ اسلام نے رنگ، نسل، نسب اور قومیت کے تمام امتیازات کو سختی سے مٹا دیا۔ پیغمبرِ اسلام اپنے دشمنوں تک سے فیاضی، عفو اور احسان کا حیرت انگیز سلوک فرماتے تھے۔۔۔۔۔۔ اسلام کی فتح کا راز حضورؐ کا خُلقِ عظیم ہے۔ آپ کے قلبِ مبارک میں یقین و ایمان کی ایک لازوال دولت تھی۔ اور یہی وہ گنجِ گراں مایہ تھا جسے آپؐ نے اپنے حلقہ بگوشوں میں تقسیم کیا۔

ایک ایسی فوق العادت شخصیت اور ایک ایسا پیغمبر جو اقلیمِ روحانیات میں اتنا زبردست انقلاب پیدا کر دے اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں کو ایمان اور یقین کے نور سے معمور کر دے، یقیناً کرۂ ارضی کی تمام اقوام و ملل کے احترام اور عقیدت کا مستحق ہے۔"

سر چھوٹو رام

پیغمبرِ اسلامؐ از سر چھوٹو رام۔ ناشر: سید سردر شاہ گیلانی لاہور/کراچی س ن



"وہ بنی نوع انسان کے اندر رہتا۔ لوگوں کے ساتھ بولتا، انہی کے ساتھ چلتا پھرتا اور کام کرتا تھا۔ وہ خود بھی انسان تھا۔ اپنے رات دن کے عملی نمونوں سے اس مقدس انسان نے یہ سبق اپنے پیروؤں کو سکھلایا کہ زبان سے جو کچھ کہتا ہے اور جس بات کی تلقین کرتا ہے، اس پر اس کا خود بھی عمل پیرا ہونا ضروری اور اس کے حدِ امکان کے اندر ہے۔ وہ خدا ہو کر دنیا میں نہیں آیا، بلکہ انسان ہو کر اور انسانوں ہی کی طرح آیا۔

وہ پاک انسان ایک نفرت سے بھرپور بُغض و تعصُّب سے مخمور اور جہالت سے معمور دنیا کی طرف آیا اور اس صحرا کے اندر جو اس کی پیدائش کا گہوارہ تھا، ایک نہ مٹنے والی صداقت کا اس پر انکشاف ہوا، جو رب العالمین کے دو پاکیزہ الفاظ میں مضمر ہے۔ یعنی اس خدا کو آپ نے پیش کیا جو تمام اقوام و ممالک اور تمام مذاہب کا ایک ہی خدا ہے۔ اسلام میں حقیقی اور خالص جمہوریت کا رنگ پایا جاتا ہے جو اپنی اعلیٰ شان و شوکت کے لحاظ سے، ہمارے زمانہ کی نام نہاد جمہوریت کی بے حقیقت اور قابلِ اعتراض اشکال سے کوسوں دور اور بدرجہا اعلیٰ تر ہے۔ یہ وہ رنگ ہے جس کو اعلیٰ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کو نہ آپ کا مذہب عیسوی پیدا کر سکا۔ اور نہ ہی میرا مذہب جو تاریخ عالم میں بہت قدیم ہے۔ اس کی تخلیق کا موجب ہوا۔ بلکہ وہ محمدؐ کی پاک مساعی کا نتیجہ ہے۔"

سروجنی نائیڈو

جگت مہارشی (مرتبہ سید سرور شاہ گیلانی) مطبوعہ لاہور، س ن، ص ۲۵، ۲۶



"ایک روز مولوی صاحب نے مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وہ حدیث سُنائی جس میں پیغمبرِ اسلامؐ نے فرمایا ہے کہ اشرف الجہاد اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ میں نے جب وہ حدیث سنی تو میں نے غور کیا کہ اس شخصیت کی بلندی کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے جس نے حاکم وقت کے سامنے حق و صداقت کی آواز کو دنیا کے سب سے بڑا جہاد قرار دیا ہو۔ چنانچہ جیل سے رہائی کے بعد میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے ارشاد کے متعلق "ریاست" میں ایک نوٹ بھی لکھا۔ اور اس نوٹ میں یہ الفاظ بھی تھے کہ اُن ہونٹوں کی قدر و قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا جن ہونٹوں سے اس حدیث کے یہ الفاظ نکلے۔۔۔۔۔ قرآن اور حدیثوں کے مطالعہ کے بعد مجھ پر دوسری باتوں کے علاوہ اس حدیث کا بھی بے حد اثر ہوا جس میں رسول اللہؐ نے دعا کی ہے کہ یا اللہ مجھے غریبوں کی صف میں رکھنا اور مرنے کے بعد بھی مجھے مسکینوں میں جگہ دینا۔ چنانچہ ان دونوں حدیثوں کا ہی اثر ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں حق و صداقت کی آواز پیدا کرتے ہوئے بارہا خطرہ کو لبیک کہا اور خدا کا شکر ہے کہ میں ہمیشہ ہی غریب اور مقروض رہا۔ اور میرا ایمان ہے کہ گو انتہائی افلاس بھی انسان میں گراوٹ پیدا کرتا ہے مگر دولت اور سرمایہ تو انسان کو انسانیت سے محروم کر دینے کا باعث ہوتا ہے اور بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جو مال دار ہوتے ہوئے بھی انسانیت سے محروم نہ ہوتے ہوں۔"

سردار دیوان سنگھ مفتون (ایڈیٹر "ریاست")

ہفت روزہ "چٹان" لاہور رحمۃ للعالمینؐ نمبر۔ ۱۹۶۴ء۔ ص ۴۵/ سیرتِ پاک ادارۂ مطبوعاتِ پاکستان ص ۱۴۲!

جس عظیم ترین روحانی انقلاب کے پیدا کرنے کے لیے آپؐ دنیائے فانی میں
ہوئے تھے، وہ پیدا ہو چکا تھا، اس لیے اب آپؐ رہروِ عالم جاوداں
کے لیے تیار ہو گئے۔ جب خوابِ زیست کی تعبیر ہر حال میں موت کے سوا
نہیں ہے تو وہ انسان کس قدر خوش نصیب ہے جو اپنے فرائضِ منصبی کو
تک پہنچا چکنے کے بعد فرشتۂ اجل سے ہمکنار ہو۔ ایسی موت زندگی کی پامالی
نہیں بلکہ حیاتِ جاوید کی بہار آفریں صبح ہے۔ ایسی ... قدرتی کی
منتظر" پر خونباریوں اور اشک افشانیوں کی کوشش دنیا کی ایک عظیم ترین ہستی
کا مرثیہ پڑھنے کے مترادف ہوگی۔ اس لیے میرا دل اس بات پر
صورت آمادہ نہیں ہوتا کہ میں اپنے پیرایۂ بیان کو غم انگیز بنانے کے لیے
درِ قلم صرف کر دوں۔ آپؐ کا جسم مادی اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہے تو
سے کیا ہوتا ہے آپؐ نے جو شمعِ حقانیت روشن کی تھی، وہ اب تک بدستور
ریز ہے۔ آپؐ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر دور ہمارے سامنے مستند تحریروں
شکل میں موجود ہے۔ آپؐ کی تعلیمات و تلقینات کی گونج روز افزوں ترقی پر ہے
کیسے تسلیم کر لوں کہ آپؐ زندہ نہیں ہیں۔ آپؐ کی حیات حیاتِ ناپائدار نہیں
بلکہ آپؐ کی زندگی زندگیٔ جاوداں ہے۔ پھر آپؐ کی موت پر اشک فشانی کیسی؟
حال کہ موت موت ہی نہ ہو۔"

سوامی لکشمن پرشاد

عرب کا چاند، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، لاہور، س ن۔ ص ۴۱۲ تا ۴۱۳۔

"حضرت محمدؐ صاحب کی خوبیاں بیان کرنے کے لیے تو نوحؑ کی عمر بھی ناکافی ہے اور تمام دنیا کی سیاہی اور کاغذ بھی اگر اس مضمون پر ختم کر دیے جائیں تو میری اپنی رائے میں نفسِ مضمون سے پورا پورا انصاف نہیں ہو گا۔ میں ایسا لکھنے میں کسی قسم کی مبالغہ آمیزی نہیں کر رہی ہوں، بلکہ یہ میرے دلی جذبات ہیں۔"

مسز لکھوتی جین

"پیدائش سے لے کر جوانی اور جوانی سے لے کر چالیس سال کی عمر تک آپؐ کی زندگی پوری طرح آپ کی قوم کے سامنے تھی، اور تاریخ سے ثابت ہے کہ جب چالیسویں سال آپ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا اور اپنے نئے مذہب کا پرچار شروع کیا، اور تمام عرب کے سردار اور قبیلے آپ کے جانی دشمن ہو گئے ——— اُس وقت بھی آپ کے کٹر سے کٹر دشمن کو آپ کی دیانت اور امانت پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ آپ کے بڑے سے بڑے دشمن نے کہا تو صرف اتنا کہا کہ "محمدؐ اچھا ہے مگر محمدؐ کا مذہب بُرا ہے۔"

بابو گیا پرشاد سنگھ

"عرب کے باشندے عام طور پر بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اُن کو نفع و ضرر کا مالک سمجھتے تھے۔ حضرت محمدؐ صاحب نے کہا کہ یہ خیال غلط ہے۔ عبادت کا مستحق صرف ایشور ہے اور مورتی پوجا سے کوئی فائدہ نہیں۔ شروع میں اس پیام کی شدید مخالفت ہوئی، ہر طرف عداوت کا طوفان برپا ہو گیا اور عرب کے باشندے آپ کے خون کے پیاسے بن گئے۔ لیکن آخر وہ آپ کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔"

ایس پی پانڈے (ہندی سے ترجمہ)

ماہنامہ "پیشوا" دہلی۔ تذکرۂ جمیل۔ جون جولائی ۱۹۳۴۔ ص ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ

" سارے عرب میں بت پرستی زوروں پر تھی۔ ہر سمت اور ہر جانب شرک زوروں پہ
ا، خدا کا خیال بھی مٹ رہا تھا، ظلم و ستم جبر و تشدد کے لیے تو ضرور خدا کو برت لیا جاتا تھا
ن اس کی عبادت و اطاعت سے لوگ کوسوں دور تھے۔ ایسے وقت میں حضورؐ نے
رۂ توحید اس شان سے بلند کیا کہ اس کی گونج سے عرب میں ایک نئی دنیا آباد ہو گئی۔
.... عام لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت محمدؐ ایک خاص گروہ یا جماعت یا ملک کے لیے
دی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ کروڑوں مسلمان آج دن میں کئی مرتبہ اللہ کے اس پاک رسولؐ کا
ام عزت اور پیار سے لیتے ہیں لیکن ان سے کہیں بڑھ کر حضورؐ کے وہ لوگ مدح خواں
ہیں جو میری طرح گو اُن کی ہر بات پر نہ چل سکتے ہوں لیکن جو اُن کے نعرۂ توحید میں اپنی
ہیمی آواز شامل کرتے ہیں اور جو دن رات حضورؐ کے اس احسان کو یاد کیا کرتے ہیں کہ
آپ نے بھولی بھٹکی دنیا کو از سر نو صحیح و صاف راستہ دکھایا اور وحدانیت کا سبق سکھایا۔"

ڈاکٹر ستیہ پال

" کوئی شخص ان کے قتل کے ارادے سے جاتا ہے اور وہ مسلمان ہو جاتا ہے، دوسرا
حضرت صاحب کو گرفتار کرانے کے ارادہ سے جاتا ہے اور وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ حضرت
صاحب کو ہر طرح کی تکلیفیں دی جاتی ہیں اور ہر طرح کے لالچ دیے جاتے ہیں لیکن نہ کسی
تکلیف کا، نہ کسی لالچ کا ان کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ آخر ایسے شخص کو اُن سے بڑھ کر کوئی
چیز نظر ضرور آتی ہو گی۔ ایسے شخص کو نبی اور پیغمبر اگر کوئی نہ مانے تو اس کی سمجھ پر افسوس ہے۔
ایسے اشخاص کبھی کبھی دنیا میں آیا کرتے ہیں جو دنیا کو سیدھے راستہ پر ڈالا کرتے ہیں۔"

ماسٹر تارا سنگھ

ماہنامہ "مولوی" دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ ۱۳۴۹ھ۔ ص ۱۱۷، ۱۱۸

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سب سے پہلی خوبی جس نے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا، آپ کی کامل ایمانداری تھی، حق وصداقت پر آپ کا ایمان تھا اور آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے۔۔۔۔۔۔ آپ نے اپنی تعلیم اور تبلیغ کا زندگی بھر اصول ہی یہ رکھا کہ جو کچھ اپنے پیروؤں کو سکھانا چاہتے تھے، پہلے خود وہ سب کچھ کر کے دکھا دیا اور کبھی کسی ایسے کام کی تعلیم نہ دی جس کا عملی نمونہ خود نہ پیش کر دیا ہو۔۔۔۔ آپ کو اپنی خواہشات اور جذبات پر پورا پورا قابو حاصل تھا۔ گیتا میں کرم یوگی کا جو حوالہ دیا گیا ہے، وہ صفات آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ کرم یوگی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے بلند ترین خیالات کو بھی عملی جامہ پہنا دے اور محمدؐ رسول اللہ ایک ایسی ہی ہستی تھے۔۔۔۔۔ پیغمبر صاحب کی زندگی کا اہم ترین پہلو کہ جس کی مخلصانہ تقلید کے آپ اپنے ان تمام پیروؤں سے کہ جن کے دل آپ کے عشق سے لبریز ہیں، متمنی بھی ہوں گے، آپ کے جذبہ ہائے محبت وعفو تھے، جو اُن لوگوں کے لیے بھی عام تھے جنہوں نے آپ کو ایذائیں پہنچائیں۔۔۔۔ تیرہ سو برس پیشتر کے اس انسانِ کامل کے آستانے پر آج دنیا کے مختلف گوشوں میں کروروں بندگانِ خدا کی جبین نیاز جھکا کرتی ہے۔ انسانیت کا یہ نمونۂ اکمل ایک روشن آفتاب کی طرح اس دنیا میں آیا تھا اور اپنے کروروں شیدائیوں کے دلوں میں ایک سورج ہی کی طرح ہمیشہ جلوہ گر رہے گا۔"

دیوی داس گاندھی خلفِ اصغر گاندھی جی

ماہنامہ "مولوی" دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ ۱۳۴۹ھ۔ ص ۱۱۵، ۱۱۶

"میں حضرت محمدؐ کو کورنش بجا لاتا ہوں۔ وہ دنیا کی ایک عظیم الشان ہستی ہے۔ وہ ایک قوت تھی جو انسانیت کی بہتری کے لیے نمودار ہوئی۔"

سادھو ٹی، ایل وسوانی

"آپؐ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مساوات انسانی کی عملی تعلیم دی، نسب کے غرور اور رنگ کے امتیاز کو مٹایا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ نسل انسانی پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔"

لالہ کنور سین (سابق چیف جج ریاست جموں وکشمیرا
— ۲۴ جون ۱۹۳۴ کو اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں میلاد النبیؐ کی تقریر

"میری عقل حیران رہ جاتی ہے، جب میں دیکھتا ہوں کہ اس جاہل اور منتشر قوم میں خدا کا ایک فرستادہ پیدا ہوتا ہے جو صرف بارہ سال کے عرصہ میں کائنات ارضی کا نقشہ تبدیل کر دیتا ہے۔"

لالہ رام چند منچندہ ایڈووکیٹ

"بے شک محمدؐ ایک سچے پیغمبر تھے۔ سچے محمدؐ کے متعلق میرے دل میں جس قدر بدگمانیاں تھیں، میں روح محمدؐ سے ان کی معافی مانگتا ہوں اور علی الاعلان کہتا ہوں کہ آج دنیا میں ایک شخص کی بھی مجال نہیں ہے کہ وہ حضرت محمدؐ کے کیرکٹر پر ایک سیاہ داغ لگا سکے۔ میری درخواست ہے کہ جن بھائیوں نے اسلام کا لٹریچر نہیں پڑھا وہ ضرور پڑھیں۔ کیونکہ وہ زمانہ قریب آگیا ہے جبکہ تم سب کو اسلام کا لٹریچر تلاش کرنا پڑے گا۔"

بی ایس کشتالپہ۔ ڈپٹی انسپکٹر مدارس۔ ضلع کورگ

جگنت مہارشی (مرتبہ سید سرور شاہ گیلانی، مطبوعہ لاہور۔ س ن) ص ۲۲، ۲۹، ۳۰

"آخر کار حق اپنی قدرتی طلسمی طاقت سے باطل پر غالب آیا، اور وہی بے کس یتیم جس کے خلاف عرب کا ذرّہ ذرّہ عناد و کینہ کے شرارے اُگل رہا تھا، جزیرہ نمائے عرب کے اِس سرے سے لے کر اُس سرے تک حکومت کرنے لگا، مگر وہ حکومت جسم کے علاوہ دلوں پر بھی تھی۔ وہی قوم جس کی جہالت ضرب المثل تھی، دنیا کے لیے تہذیب و تمدن کی علمبردار بن گئی۔ وہی ملک جس کی بدتہذیبی شہرۂ آفاق تھی علوم و معارف کا گہوارہ بن گیا، وہی سرزمین جہاں پر ظلم و بے رحمی کا دور دورہ تھا، رحم و کرم کا سرچشمہ بن گئی ــــ اور یہ ساری ترقیاں آنحضرتؐ کے بےمثل عزم و استقلال اور فقید المثال اخلاق سے ہوئیں۔"

سوامی لکشمن رائے روڑی

"حضورؐ کی عنایات اہلِ عرب پر ہی موقوف نہ تھیں۔ حضورؐ نے اہل عرب کے بندھن بھی کاٹے اور بعد میں دنیا کے اور لوگوں کے دکھ بھی دور کیے۔ اس مقدس مشن میں حضورؐ نے کسی خاص ملک یا آب و ہوا، یا گورے کالے رنگ کی تمیز نہیں کی حضورؐ کے احسانات ہر ملک یا آب و ہوا کے لوگوں کے لیے یکساں تھے۔"

"امیر چند کھنہ"

"حضرت محمدؐ خدا کے محبوب اور انسانوں سے محبت و اُلفت رکھنے والے اور اعلیٰ اخلاق و صفات کے مالک تھے۔"

ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور (انگریزی سے ترجمہ)

ماہنامہ "پیشوا" دہلی، تذکرۂ جمیل۔ جون جولائی ۱۹۳۴ء۔ ص ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴۔



"بانیٔ اسلام کی ذات جس قدر پاک اور اعلیٰ تھی، اسی قدر مقناطیسی کشش بھی اس میں موجود تھی اور آپ ایسے دل اور ایسے دماغ کے مالک تھے کہ جن کی نظیریں آج تک اس دنیا میں بہت کم پیدا ہوئی ہیں۔ یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ اس عہد جمہوریت میں بھی ہم معاشرتی اور ذہنی مساوات کے اس بلند درجہ پر نہیں پہنچ سکے جس کا تخیل اس عظیم المرتبت پیغمبرؐ کے ذہن میں صدیوں پہلے آچکا تھا۔۔۔۔ دنیا کے تمام مذہبوں میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اس بات کا دعویٰ کرسکے کہ اسے جمہوریت کا سچا پیغام اور سچا پیغمبرؐ ملا ہے"۔

این ساہنی ایڈیٹر "ہندوستان ٹائمز" دہلی

"حضرت محمدؐ صاحب دنیا کی ان عظیم ترین ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی زندگی کا مشن بنی نوع انسان کو راہ راست دکھانا ہوتا ہے۔ حضرت صاحب کو اپنے مشن میں جس قدر کامیابی ہوئی، وہ اس لیے اور بھی زیادہ قابل تعریف ہے کہ انہیں عرب کے ریگستان کو جہاں انسانی زندگی کے لیے ضروری ابتدائی سہولتیں ہی مہیا نہیں تھیں، اپنا میدان عمل بنانا پڑا اور اس نیم وحشی قوم میں کام پڑا جو تعلیم و روشنی سے بے بہرہ اور تہذیب و اخلاق سے قطعی نابلد تھی"۔

لالہ دیش بندھو جی ایڈیٹر "تیج اخبار"۔ دہلی

ماہنامہ "مولوی" دہلی۔ رسولؐ نمبر ۱۳۴۹ھ۔ ص ۱۱۹، ۱۲۰

"عالمِ الٰہیات، فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار، بانیٔ مذہب، آئین ساز سپہ سالار، فاتحِ اصول، عبادتِ الٰہی میں لاثانی، دینی حکومت کے بانی — — یہ ہیں محمد رسول اللہ جن کے سامنے پوری انسانیت کی عظمت بھی ہیچ ہے"

الفریڈ ڈی لمارٹن (فرانسیسی ادیب)

"محمدؐ دراصل سرورِ اعظم تھے۔ آپ نے اہلِ عرب کو درسِ اتحاد دیا۔ . . . ۱۵ سال کے قلیل عرصے میں لوگوں کی کثیر تعداد نے جھوٹے دیوتاؤں کی پرستش سے توبہ کر لی۔ مٹی کی بنی ہوئی دیویاں مٹی میں ملادی گئیں، بت خانوں میں رکھی ہوئی مورتیوں کو توڑ دیا گیا۔ یہ حیرت انگیز کارنامہ تھا آنحضرتؐ کی تعلیم کا۔"

نپولین بونا پارٹ

اس کے بعد پیغمبرِ مساوات حضرت محمدؐ تشریف لائے۔ تم پوچھتے ہو، کیا ان کا مذہب اچھا ہے؟ اگر ان کا مذہب اچھا نہ ہوتا تو پھر وہ زندہ کیسے رہتے۔ صرف اچھے اور نیک انسان ہی کو حیاتِ دوام ملتی ہے۔ . . . . اسلام میں اگر اچھائی نہ ہوتی تو یہ ایک دن بھی قائم نہ رہتا۔ محمدؐ مساوات اور انسانی اخوت کے علمبردار ہیں۔"

سوامی ویویکانند

سیرتِ پاک ("ماہِ نو" کی خصوصی اشاعتوں کا انتخاب) ادارۂ مطبوعاتِ پاکستان، کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۱-۱۴۲

"آپؐ کی تعلیم مبارک میں ایک چمکتا ہوا ستارہ یہ بھی ہے کہ وہ امیر و غریب کو ایک ہی سطح پر زندگی بسر کرنے کا ڈھب سکھاتا ہے۔ آپؐ سے پہلے غریب کی حالت تو جانور سے بھی بدتر تھی۔ ان کے کچھ حقوق نہ تھے، مگر آپؐ نے ان کو عزت دی، ان کو حقوق دیے۔ ۔ ۔ ۔ برادری اور غریب نوازی کی یہ تحریک آج بھی زندہ ہے۔ کسی مسجد میں جاکر دیکھیے، وہاں آپ کو امیر او غریب، ادنیٰ او اعلیٰ اور بھکشک (گداگر)، ایک ہی صف میں نظر آئیں گے۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جنہیں سمجھ والے لوگ پسند کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں —— محمدؐ کی جے بولو۔"

پنڈت گوپال کرشن (ایڈیٹر "بھارت سماچار" بمبئی)

"کلمہ پڑھنے والے کی اعتقادی کیفیت اور جماعتی تعلق کی شہادت ہے۔ جب کوئی آدمی "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کہتا ہے تو وہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ میں آج سے خدا کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہیں کروں گا، یہاں تک کہ محمدؐ کی بھی نہیں۔ کیونکہ وہ بھی، اس کے صرف رسول ہیں، نہ کہ معبود۔ ۔ ۔ ۔ یہ گویا توحیدِ خالص کا اعلان ہے۔ اس کے پڑھنے والا عہد کرتا ہے کہ آج سے میں کسی غیر اللہ کی عبادت نہیں کروں گا۔ وہ علی الاعلان شہادت دیتا ہے کہ خدا کے علاوہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی ہستی بھی لائقِ عبادت نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔"

مالک رام

سیرت پاک ("ماہِ نو" کی خصوصی اشاعتوں کا انتخاب) ۱۹۷۶ء۔ ص ۱۶۵ تا ۱۶۱۔

بیانِ عظمتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کرم چند عبد الغفور

کتاب کہیل برن حصہ اول ادھیائے بارھویں در شسٹ کوٹ چھٹی کانڈ منتر ۲۱ صفحہ ۳۲۳ میں یہ عبارت تحریر ہے۔ یعنی نجات دینے والا اوتار پیدا ہوگا بیچوں بیچ زمین کے یعنی مکہ معظمہ میں۔ دشمن کا مارنے والا بڑا بہادر بیچوں بیچ زمین کے نام اُس کا تعریف کیا گیا یعنی محمدؐ ہوگا بذریعہ لڑائی کے اپنا دین پھیلائے گا، اُن کے پاک دین میں دیوتا ہوں گے۔

کتاب کہیل برن حصہ اول منتر ۲۹ صفحہ ۶۹۲ پر یہ عبارت تحریر ہے، یعنی لا الہ کہنے سے چرم پدم ملتے ہیں، جنم بیکنٹھ ہونا چاہو تو نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ کرو۔

اتھروید کانڈ نمبر ۱۹ میں نام احمد تحریر ہے

بابا نانک صاحب کی نصیحت دربار صاحب پہلی بادشاہی صفحہ ۳۲۹ میں (اس کتاب کو ہندو اور سکھ صاحبان کلام الٰہی مانتے ہیں) یہ عبارت تحریر ہے : باجہ محمدؐ بھگت اجائیں۔ محمد کی اُمت کے بغیر جو تو بندگی کر رہا ہے تیری ساری ہی ضائع ہے۔

بابا صاحب کی نصیحت دربار صاحب پہلی بادشاہی صفحہ ۲۰۳ میں یہ عبارت تحریر ہے۔ پہلا نام خدا دوجا نام رسول تیسرا کلمہ پڑھ لے نانکا جو کہ اللہ کی درگاہ میں قبول ہو جاوے۔ ترجمہ : گورونانک صاحب کہتے ہیں کہ پہلے نام خدا ہے اور دوجا نام رسول کا ہے اور تیسرا کلمہ پڑھ لے تاکہ خدا کی درگاہ میں قبول ہو جاوے۔

نصیحت نامہ دربار صاحب پہلی بادشاہی صفحہ ۵۲۳ میں یہ عبارت تحریر ہے۔ جے دل میں نبی رسول کا نام رکھو گے تو خدا کی درگاہ میں قبول ہو جاؤ گے۔

بابا نانک صاحب کی نصیحت دربار صاحب صفحہ ۲۰۴ پر یہ عبارت تحریر ہے۔ بعد محمد جنت نا ہی ست گورو یہ فرمایا۔ محمدؐ کی امت کے بغیر تم کو کسی صورت جنت نہیں مل سکتی۔ گورونانک صاحب کہتے ہیں مجھ کو گرو نے کہا ہے۔

گورونانک صاحب کی نصیحت دربار صاحب صفحہ ۴۰۲ پر یہ عبارت تحریر ہے۔
الف احمد سے بھیو۔ ترجمہ یعنی اللہ کے نور سے احمدؐ پیدا ہوا۔ ایسا بھید کچھ نے لیو۔ ترجمہ، یعنی جیسا احمد نے خدا کے نور کو پہچانا ہے ایسا کسی نے بھید نہیں پایا۔ احمد پیو احد کہ رنگا، جیسی جوت چاند کی سنگا۔ ترجمہ، جیسے روشنی چاند کے قریب ہوتی ہے، ویسے ہی احد یعنی محمد خدا کے قریب ہے۔ بندی م احمد لے آئیو۔ ترجمہ، یعنی کلام الٰہی احمد لے کر آیا ہے۔ جگ مورکھ بندی کیا بوجھے۔ اندھے کو دیپک کیا سوجھے۔ ترجمہ یعنی دنیا کلام الٰہی کو کیا پہچان سکتی جیسے اندھے کو روشنی نظر نہیں آتی۔ بن احمد بھید نا پایو۔ ترجمہ، احمد کے وسیلے کے بغیر خدا کا بھید کوئی نہیں پا سکتا ہے۔ مورکھ اندھا گنوار کہلایو۔
ترجمہ، یعنی جس نے احمد کو نہیں پہچانا گورونانک صاحب کہتے ہیں وہ آدمی مورکھ اندھا گنوار ہے۔

بابانانک صاحب دربار صاحب صفحہ ۳۲۲ پر یہ عبارت تحریر ہے۔ کلمہ پڑھے تو کل ٹیسے بن کلمے کل ناتے، کلمے بوجھوں نانکا اور اڈک شرک سمانے۔ ترجمہ، گورونانک صاحب کہتے ہیں جو کلمہ پڑھے گا اُس کا دکھ دور ہو جائے گا اور جو کلمے بغیر اپنے دکھ دور ہونے کا خیال رکھے تو گورونانک صاحب کہتے ہیں آخر کو دوزخ ملے گا۔

بابانانک صاحب کی نصیحت دربار صاحب صفحہ ۲۲ پر عبارت تحریر ہے۔ نانک مہر محمدی کوڑی جگ ٹنک سال جس تن مہر نہ ہوسی وہ کھوٹی ٹنک سال۔ ترجمہ، گورونانک صاحب کہتے ہیں جس کے اوپر محمدؐ کی مہر نہیں وہ کھوٹی دنیا کی ٹکسال ہے۔ مہر یعنی کلمہ جس نے نہیں پڑھا وہ کھوٹی ٹکسال ہے۔ گورونانک صاحب فرماتے ہیں۔

گرو کبیر داس جی کی نصیحت:
لا الٰہ کا تانا کرکے الا اللہ کا بانا۔ داس کبیر بُنن کو بیٹھوں اُجلا سوت پسایا۔
ترجمہ، اگر لا الٰہ کے بغیر بیٹھے گا تو اچھا سوت بھی پرانا ہو جائے گا یعنی تو بھی بُرا ہو جائے گا۔

ماہنامہ دین و دنیا۔ دہلی۔ مئی ۱۹۲۴ء۔ ص ۸۔

مآخذ

ہندو شعرا کا نعتیہ کلام	مرتبہ فانی مرادآبادی
سلامِ قدس	مرتّبہ طفیل احمد بدرؔ امروہوی
اردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق
اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ
تذکرہ نعت گویانِ اردو حصہ دوم	پروفیسر سید یونس شاہ
خیر البشرؐ کے حضور میں	مرتبہ ممتاز حسن
ارمغانِ نعت	مرتّبہ شفیق بریلوی
اردو کے ہندو ادیب	ناظر کاکوروی
تحفۂ محمدی حصہ اوّل	مؤلفہ محمد الیاس برنی
شعلۂ خاموش	کالی داس گپتا رضاؔ
رہبرِ اعظمؐ	چرن سرن نازؔ مانکپوری
سیرتِ پاک	ادارہ مطبوعاتِ پاکستان

ماہنامہ "پیشوا" دہلی۔ تذکرۂ جمیل۔ جون جولائی ۱۹۳۴ء

ماہنامہ "معارفِ اسلام" لاہور۔ چودھویں صدی رسولؐ نمبر۔ ۱۳۸۲ھ

ماہنامہ "العزیز" بٹالہ۔ اگست ۱۹۴۰ء

ماہنامہ "مولوی" دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ ۱۳۴۵ھ

ہفت روزہ "چٹان" لاہور۔ رحمۃ للعالمینؐ نمبر۔ ۱۹۶۴ء

ماہنامہ "دین و دنیا" دہلی۔ مئی ۱۹۲۴ء

(زیرِ نظر شمارے میں شامل نعتیں مندرجہ بالا مآخذ سے لی گئی ہیں)

نعت لائبریری کے لیے عطیات

۱۔ سیرۃ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (ظہور قدسی سے مسجدِ قبا تک) از شاہ مصباح الدین شکیل	اسد اقبال صاحب۔ منیجر شعبۂ امورِ عامہ پی ایس او۔ کراچی
۲۔ پیغمبرِ اسلامؐ از سر چھوٹو رام (فوٹو سٹیٹ) ۳۔ جگت مہا رشی (سرکارؐ کو ہندوؤں کا نذرانۂ عقیدت) فوٹو سٹیٹ ۴۔ "مولوی" دہلی۔ رسول نمبر ۱۳۶۲ھ (حصہ دوم)	ضیاء الدین لاہوری صاحب آصف بلاک۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
۵۔ شہرِ علم از سہیل غازی پوری ۶۔ سجدۂ حرف از مسرور کیفی ۷۔ شمس الضحیٰ از قمر وارثی ۸۔ گلدستۂ سلام بحضورِ سیدِ انامؐ مرتبہ رفیق احمد کلام رضوی ۹۔ سلامِ رضا مرتبہ شہزاد احمد (نیا ایڈیشن) ۱۰۔ نوائے رضا مرتبہ شہزاد احمد	شہزاد احمد صاحب انجمن ترقیٔ نعت (ٹرسٹ) شاہ فیصل کالونی نمبر ۵ کراچی
۱۱۔ صلِّ علیٰ محمدٍ از ابوالکیف کیفی سرحدی	محبت خاں بنگش صاحب۔ کوہاٹ
۱۲۔ دربارِ رسالتؐ میں از صبا متھراوی ۱۳۔ دس ستارے از صبا متھراوی	صبا متھراوی صاحب ناتھ ناظم آباد۔ کراچی

۱۴۔ صلّوا علیہ و آلہٖ از حفیظ تائب ۱۵۔ نعتوں کے گلاب از عاصی کرنالی ۱۶۔ نعتیہ قطعات از حافظ لدھیانوی ۱۷۔ کیفِ مسلسل از حافظ لدھیانوی	پروفیسر خالد بزمی صاحب گورنمنٹ ایم اے او کالج۔ لاہور
۱۸۔ دستورِ حیات از سید انجم جعفری ۱۹۔ ورفعنالک ذکرک مرتبہ سید انجم جعفری	تحریکِ فروغِ اُردو میانوالی
۲۰۔ ورفعنالک ذکرک (حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کی تقریر) مرتبین: حزیں صمدانی، ثاقب نعیم ۲۱۔ حُلیہ شریف از مولانا غلام احمد چشتی	محمد خالد نعیم صاحب۔ کولوتارڑ ضلع گوجرانوالہ
۲۲۔ ماہنامہ "انجمن" کراچی۔ مارچ ۱۹۸۸	حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری۔ ریلوے روڈ۔ لاہور
۲۳۔ پاکستان اسٹیٹ آئل ریویو خصوصی سیرت نمبر ۱۹۸۷ء	پروفیسر فیاض احمد کاوش صاحب لطیف آباد۔ میرپور خاص
۲۴۔ مدینے کی دھول از محمد الیاس عطّار قادری رضوی ۲۵۔ مرا سینہ مدینہ ہو " " ۲۶۔ الجامعہ۔ سیرت نمبر ۱۹۸۶ (فوٹو سٹیٹ)	محمد قدرت اللہ بیگ صاحب ہیرآباد۔ میرپور خاص
۲۷۔ درود و سلام از سید محمود احمد رضوی ۲۸۔ تکبر اور بد خُلقی کا انجام از راجا رشید محمود ۲۹۔ نیکی کیا ہے اور گناہ کیا از راجا رشید محمود ۳۰۔ اچھے اخلاق از راجا رشید محمود ۳۱۔ اسلام اور شخصیت پرستی از فیاض کاوش	تنویر احمد قادری صاحب صدر ادارۂ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور
۳۲۔ "انوار الفرید" ساہیوال۔ عیدِ میلاد النبیؐ نمبر جنوری ۱۹۸۵ ۳۳۔ "انوار الفرید" ساہیوال۔ عیدِ میلاد النبی نمبر جنوری ۱۹۸۶	سائیں نذیر حسین الفریدی صاحب گوجرانوالہ

۳۰- "انوار الفریدیہ" ساہیوال عید میلاد النبیؐ نمبر دسمبر ۱۹۹۶	سائیں نذیر حسین الفریدی صاحب
۳- پھول حمد و نعت کے از طالب حسین طالب ۳- سیدھے رستے از صوفی محمد اسلم	عزیزِ محترم حسیب حفیظ گلی ۵۶ محلہ نیو سگیاں بیتا لیمار ٹاؤن لاہور
۳- نبیؐ ضیاء از مولانا مظہر علی اظہر	تنظیم غلامانِ آل عمران۔ لاہور
۳- گلدستۂ نعت از محمد حنیف اختر	مولانا محمد حنیف اختر صاحب اسلام پورہ۔ خانیوال
۳۹- میلاد شریف اور علامہ اقبال از سید نور محمد قادری صاحب	سید محمد عبد اللہ قادری صاحب واہ کینٹ
۴۰- کلامِ صوفی از صوفی میرٹھی	مبشر احمد جلیل میانوی صاحب میانی۔ ضلع سرگودھا
۴۱- غلامانِ محمدؐ از محمد احمد پانی پتی	چودھری عبد الحمید صاحب مکتبۂ کارواں لاہور
۴۲- اقبال بارگاہِ رسالت مآبؐ میں از سید واجد علی رضوی	محمد صادق قصوری۔ بانیٔ مرکزی مجلسِ امیرِ ملتؒ۔ برج کلاں۔ قصور
۴۳- دی سیل آف پرافٹ ہڈ از سید انور علی (انگریزی) ۴۴- ڈیئر لوڈ از گریٹ از خورشید احمد انور (انگریزی) ۴۵- "اُردو ڈائجسٹ" لاہور۔ رحمۃ للعالمینؐ نمبر ۴۶- پیغمبرِ اعظم و آخرؐ از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ۴۷- سلامِ رضا مطبوعہ مرکزی مجلس رضا	راجا رشید محمود ایڈیٹر: "نعت"

تسنیم الدین احمد
ناظمِ نشر و اشاعت ایوانِ نعت (رجسٹرڈ)

مجلسِ سخن کی آٹھویں محفلِ نعت

تیس نعتیہ مشاعروں، سات مقابلہ ہائے نعت، پانچ "تذکارِ نعت گستر" اور ایک "نعتیہ بیت بازی" کے بعد مجلسِ سخن کے زیرِ اہتمام آٹھویں محفلِ نعت ۱۵۔ جولائی ۱۹۸۸ (جمعہ) کو عجائب گھر آڈیٹوریم، لاہور میں منعقد ہوئی۔ صدارت جناب چودھری رفیق احمد باجواہ ایڈووکیٹ نے کی۔ ایس ایم شفیق ایڈووکیٹ اور فیاض الحسن چشتی نظامی مہمانانِ خصوصی تھے۔ عبدالحق ظفر چشتی ناظمِ تقریب تھے۔

حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں نے موسم کی خرابی، بارش کی شدت اور اپنی مصروفیات ——— کسی چیز کو اہمیت نہ دی اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے گیت گانے اور سننے کے لیے شہر کے مختلف علاقوں سے جوق در جوق محفل میں شریک ہوتے۔ کارروائی ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوئی۔ ناظمِ تقریب نے صاحبِ صدارت اور مہمانانِ خصوصی کے علاوہ صدر نعت خوانان پیغمبر محمد ثناء اللہ بٹ کو اور ایڈیٹر "نعت" راجا رشید محمود کو بھی سٹیج پر آنے کی دعوت دی۔ اور قاری محمد افضال چشتی نے تلاوتِ قرآنِ مجید سے تقریب کا آغاز کیا۔

ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" راجا رشید محمود نے افتتاحی خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ نعت کہنا سنّتِ خداوندی ہے، نعت پڑھنا سنّتِ صحابہ ہے اور نعت سننا آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کی سنّت ہے۔ اس لیے اس عظیم عبادت کا مقصدِ وحید یہ ہونا چاہیے کہ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو خوش کیا جائے۔ نعت کے کام سے ذاتی منفعت حاصل کرنے والا خائب و خاسر ہو کر رہتا ہے۔

محمد ثناء اللہ بٹ، کرم الٰہی، شہزاد محمود ناگی، رضا زیدی، قاری محمد افضال

چشتی، عبدالرحمٰن قریشی، شوکت محمود، نذیر احمد اور دوسرے نعت خواں حضرات نے بارگاہِ آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا۔ مہمان خصوصی یس ایم شفیق ایڈووکیٹ نے اتباعِ آقاؐ کو ثنائے رسولؐ اور محبتِ سرکارؐ کا لازمی تجہ قرار دیا۔ اور اس کی اہمیت و ضرورت پر گفتگو کی۔ موسم کی خرابی کے باوجود ڈیٹوریم ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یہ کیفیت تقریب کے آخر تک رہی۔

نامور دانشور، چودھری رفیق احمد باجواہ نے اپنی بصیرت افروز تقریر میں غزل ور نعت کا تقابل کیا، محبتِ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اہمیت پر قرآن کے حوالے سے روشنی ڈالی، حضورؐ کی رحمۃ للعالمینی کے مظاہر بیان کیے، حاملِ وحیؐ کے ارشادات و احکام پر عمل کرنے کی برکات و فوائد کا ذکر کیا۔ آقاؐ اور اُمتی کے تعلّق اور اُمتی کی آقاؐ سے محبت کی رفعت و عظمت کو اُجاگر کیا۔ باجواہ صاحب نے اس حقیقت کا بھی اعلان کیا کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظام اس ملک کا مقدر ہے، جو لوگ آئینِ پیغمبرؐ سے دور ہوں گے، اپنے عزائم میں ناکام و نامراد رہیں گے۔ صاحبِ صدارت نے فرمایا کہ اللہ اُن لوگوں کو نظرانداز بھی کر دیتا ہے جو اُس کے حوالے سے منافقت کرتے ہیں لیکن جو لوگ اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر منافقت کرتے ہیں، اُنہیں قطعاً معاف نہیں کرتا۔ باجواہ صاحب نے نعت گو پر وارد ہونے والی کیفیت کو مختلف مراتب میں تقسیم کیا اور کہا کہ ہر کیفیت کے وارد ہونے پر شاعر سے ایک نعت ہوتی ہے۔ کیفیت و وجدان جب نقطۂ کمال کو پہنچ جائے تو ایسے میں کہی جانے والی نعت بھی عقیدت و محبت اور حلاوت و شیرینی کے اعتبار سے منتہائے کمال کی حامل ہوتی ہے۔

باجواہ صاحب کی تقریر کا ایک ایک فقرہ حقائق و معارف کا گنجینہ تھا۔

مجلسِ سخن کا ارادہ ہے کہ ہر محفلِ نعت میں حضورؐ کی محبت اور مدحت کے موضوع پر کسی صاحبِ علم شخصیت کی تقریر بھی ہوا کرے اور سال کے بعد ان تقاریر کو کتابی صورت میں لایا جائے تا کہ تقاریبِ نعت میں بوجوہ حاضر نہ ہو سکنے والے

اہلِ محبت بھی ان سے استفادہ کر سکیں۔

دراصل مجلسِ سخن کا مقصدِ وحید آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت اور محبت کو فروغ دینا ہے، خالص محبت اور ذاتی منفعت سے پاک مدحت ـــــ متاعِ عشق و محبتِ رسول ؐ سے مالا مال ہونا اور دوسروں تک اس متاع کو پہنچانا مجلسِ سخن کا طرۂ امتیاز ہے، مدحتِ سرکار ؐ کی چاشنی کا لطف حاصل کرنا اور آقا ؐ کی اُمت کے ہر فرد کو اس لطف سے معمور کرنا ارکانِ مجلس کی بھاگ دوڑ کا حاصل ہے ـــــ بس، یہی مقاصد ہیں جن کے لیے مجلسِ سخن سرگرمِ عمل ہے اور ہر کوشش کو بروئے کار لانا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ اور آج محفل کے رنگ نے یہ بات ثابت کر دی تھی کہ منتظمین اپنے آقا ؐ کے حضور سرخرو ہیں۔ حاضرین نے اپنے قلوب کی دنیا کو بدلا ہوا پایا اور محبتِ رسول ؐ کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر آخر تک محفل کو سُنا۔

محفل کے اختتام پر مہمانِ خصوصی فیاض حسین چشتی نظامی نے دل کی زبان میں دعا مانگی۔ ایڈیٹر "نعت" کے والدِ گرامی راجا غلام صاحب (علیہ الرحمہ) اور جمال بک ڈپو کے حاجی جمال دین صاحب مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

مجلسِ سخن اور ایوانِ نعت رجسٹرڈ کے ارکان کی پُرخلوص محنت کی پذیرائی ہوئی اور خدا و رسول (جلّ شانہٗ، وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فضل و کرم سے محفل کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ خصوصاً تسنیم الدین احمد، ملک الطاف الرحمٰن قادری، راجا خرم، رفیق احمد خاں، شیخ سعید احمد، راجا علی شان، محمد حفیظ، سید نیر الاسلام حسنی اور اطہر محمود، منیجر "نعت" کی کارکردگی لائقِ تحسین رہی۔

(خلیل احمد نوری)

"یا قوی غفّار"

۱۴۰۸ھ

وَ لٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً (و) اُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ

سورۃ الحدید — ۱۹۸۸ ع — سورۃ النور

زاہدِ پاک راجا غلام محمد کا مرقدِ اطہر

۱۴۰۸ھ + ۵۸۰

۱۹۸۸ ع

(۱)

آہ دنیا سے ہو گئے رخصت — عارفِ سوزِ نعت تھے راجا
جانتے تھے وہ قدرِ حُسنِ نعت — حُسن افروزِ نعت تھے راجا
دل میں عشقِ نبیؐ کی گرمی تھی — دل سے دلسوزِ نعت تھے راجا
اُن کے بیٹے ہیں اب "مدیرِ نعت" — درس آموزِ نعت تھے راجا

سال ہجری میں ہے صباؔ تاریخ
نفع اندوزِ نعت تھے راجا

۱۴۰۸ھ

(۲)

جانبِ خُلد مسکراتے گئے — وہ حقیقت فروز تھے راجا
تھے غلام محمدِ عالی — فائزِ اوج و فوز تھے راجا
عاشقِ نعت، نعت کے شیدا — حاملِ درد و سوز تھے راجا
خوب پھیلائے نعت کے جلوے — نیّرِ نیمروز تھے راجا

سن بہ اعجازِ عیسوی ہے صباؔ
واقعی ضو فروز تھے راجا

۱۹۸۸ ع — ۸۲ + = ۸۲

صباؔ متھراوی (کراچی)

حق شناس راجا غلام محمدؐ صاحب

۱۹۸۸ء

آرام گاہِ مردِ حق راجا غلام محمدؐ صاحب

۱۹۸۸ء

ہوئے آہ رخصت وہ بزمِ جہاں سے
تھے جو شاغلِ خدمتِ نعتِ احمدؐ
ملی غیب سے اُن کی تاریخِ رحلت
"ہیں روشن جناں میں غلامِ محمدؐ"

۱۹۸۸ء

(صابر براری کراچی)

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

ماہنامہ
نعت
لاہور
جلد ۱ شمارہ ۹

ستمبر ۱۹۸۸ء

رسول نمبر ﷺ کا تعارف

حصہ اول

○ ایڈیٹر : راجا رشید محمود

○ معاون : ضیاءالحق قریشی ایم اے

مشیر خصوصی :
چوھری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مشیر قانونی :
شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

○ خطاط : جمیل احمد قریشی تنویر رقم
محمد یوسف نگینہ
خلیل احمد نوری

○ مینجر : اظہر محمود

○ دفتر رابطہ :
۱۸۔ راحت مارکیٹ
اردو بازار ۔ لاہور ۔ فون ۵۸۶۶۶

قیمت ——
فی شمارہ : ۱۰ روپے
زرِ سالانہ : ۱۲۰ روپے

مقام اشاعت
اظہر منزل مسجد سٹریٹ ۵
نیو شالامار کالونی ملتان روڈ
لاہور ۵۴۵۰۲

○ پرنٹر : محمد نعیم کھوکھر ۔ جیم پرنٹرز ، لاہور

○ پبلشر : راجا رشید محمود

○ بائنڈر : خلیفہ عبدالمجید
بک بائنڈنگ ہاؤس ۔ ۳۸ ۔ اردو بازار لاہور

ڈائرکٹر تعلیمات (کالجز) پنجاب لاہور کے سرکلر نمبر [illegible] کی رو سے منظور شدہ

محکمۂ تعلیم پنجاب کے سرکلر نمبر ایس او (پی آئی) ۴-۱۲۷/۸۸ کی رو سے منظور شدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقرے جو ہماری زبان سے ادا ہوتے ہیں، ہمارے فکر کی راستی یا کجی کے آئینہ دار ہوتے ہیں،
الفاظ جو ہمارے قلم کی نوک سے نکلتے ہیں، ہماری تخییل کی اصل صورت رکھتے ہیں،
حروف جو ہمارے نطق یا تحریر میں استعمال ہوتے ہیں، اپنے اندر حقائق کی دنیا سمیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔
ہم جو کچھ صفحاتِ قرطاس پر رقم کرتے ہیں یا ہونٹوں سے نکالتے ہیں، ہمارے شعور
اور لاشعور کا آئینہ ہوتا ہے۔

دُنیا میں میرے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں اتنا کچھ کہا اور لکھا گیا ہے کہ
اتنا کسی احد کیلئے نہیں ہُوا۔

پھر برِّ صغیر پاک و ہند کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ نظم اور نثر میں محسنِ کائنات
(علیہ السلام والصلوٰۃ) کو خراجِ عقیدت پیش کرنے میں جو جو صورتیں یہاں
سامنے آئیں، کہیں اور ان کا تصوّر بھی نہیں ہے۔

جتنی نعت اُردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں کہی گئی، اپنی مثال آپ ہے۔
نعت کی جتنی محفلیں یہاں ہوتی ہیں، کہیں نہیں ہوتیں۔
جرائد کے رسولؐ نمبروں کی بدعت بھی یہیں سے چلی اور یہیں جاری ہے۔
رسولؐ نمبروں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ اِس خطّۂ زمین کا مختص ہے۔

یہ اُمّتیوں کا اپنے آقا و مولاؐ کی بارگاہ میں ہدیۂ ارادت ہے۔
یہ اِس کام میں مصروف لوگوں کی راست فکری کی دلیل ہے۔

ایسے راست فکر لوگوں کے جذبوں کو، اور ان کے کارناموں کو سلام!

(ایڈیٹر)

فہرست

جرائد

نظام المشائخ دہلی (۱۳۳۳ھ-۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰-۱۹۳۱) القریش امرتسر (۱۹۱۸ء)
العزیز بٹالہ (۱۹۱۹) اسرارِ تصوف لاہور (۱۹۲۵) پیشوا دہلی (۱۳۴۸ھ-۱۳۴۹ھ/۱۹۳۴ء)
مولوی دہلی (۱۳۴۵ھ-۱۳۴۹ھ-۱۳۵۱-۱۳۵۳-۱۳۶۳-۱۳۶۴ھ) الحسنات رامپور (رسائل نمبر)
شام و سحر لاہور (۱۹۸۴) پاکستان اسٹیٹ آئل ریویو کراچی (۸۴ تا ۱۹۸۷ء)
سلسبیل لاہور (۱۹۸۱) محدث لاہور۔ دو حصے (۱۳۹۶ھ) ترجمان الحدیث لاہور
(۱۹۸۷ء) معارفِ اسلام لاہور (۱۹۶۲-۱۹۷۸) الجامعہ جامعہ محمدی جھنگ (۱۹۸۶ء)
ضیائے حرم لاہور (۱۹۷۵) الہام بہاولپور (۱۹۸۲) خاتونِ پاکستان کراچی۔ دو حصے
(۶۳-۱۹۶۴) مسلمہ لاہور (۱۹۸۴) ترجمانِ اہلِ سنت کراچی (۱۹۷۵ء)
فکر و نظر اسلام آباد (۷۶-۷۷-۷۹-۱۹۸۰) اظہار کراچی (۷۹-۸۰، جنوری ۸۲، دسمبر ۸۲-۱۹۸۴ء)
ہلال راولپنڈی (۷۶-۷۷-۱۹۷۸) مہک گوجرانوالہ (سیرت نمبر) اقرا لاہور (سیرت نمبر)
صریرِ خامہ حیدر آباد (۱۹۷۸) راوی لاہور (۱۹۸۱) کاوش سیالکوٹ (۱۹۸۷ء)

تعارف کنندگان

محمد قدرت اللہ بیگ ۔ تسنیم الدین احمد ۔ فیاض حسین چشتی
عبدالحق ظفر چشتی ۔ راجا علی شان ۔ سید محمد شمس الحق شاہ
ملک الطاف حسین قادری ۔ چودھری محمد حنیف ۔ شیخ سعید احمد
سید نیر الاسلام حسنی ۔ میاں ظفر مقبول ۔ ناصر حسان
مقبول احمد نوری ۔ بشیر احمد میانوی ۔ محمد حفیظ
رفیق احمد خاں ۔ اظہر محمود ۔ منیر احمد
محمد اسلم ۔ محمد نعیم احمد ۔ خلیل احمد نوری

ایڈیٹر "نعت"

نعتیں

حمد و نعت

جب مجھ کو خیال حمد آیا
دل بید کی طرح تھرتھرایا

میں اور تری ثنا کی جرأت — یہ کیا مجھے ہو گیا خدایا
ہے حکم، مری ثنا کرو تم — اس نے تو کچھ حوصلہ بڑھایا
رکھ کر سرِ عجز تیرے در پر — لکھنے کے لیے قلم اٹھایا
اے وہ کہ ترے طواف کا شوق — گردش میں ہے آسماں کو لایا
کب عقل نے تیری کنہ پائی — کب فہم میں تو کسی کے آیا
اللہ رے تیرا حُسنِ صنعت — اک قطرہ کو آدمی بنایا
رفعت پہ تری نظر جو ڈالی — جبریلؑ کے سر میں چکر آیا
جلوہ ہے ترا وہ نورِ مطلق — ہے۔ اور کبھی نظر نہ آیا

جس ذات کو پا سکا نہ ادراک
پایا تو بس اک بشر نے پایا

وہ کون، کہ خاتم النبیینؐ — وہ کون کہ رحمتوں کا آیہ
وہ کون کہ سرورِ دو عالمؐ — وہ کون کہ خادم البرایا

وہ کون کہ جس کی رہبری نے — گمراہوں کو راہ سے لگایا
وہ کون کہ جس کی پیروی نے — انسان کو آدمی بنایا
وہ کون کہ برزخِ دو عالم — جس نے ہمیں حق سے جا ملایا
وہ کون کہ اسمِ محمدؐ — خالق کا درود جس پہ آیا
وہ کون کہ جس کی مرحمت نے — ہم جیسوں کا حوصلہ بڑھایا

فرحتؔ کو ملا جو یہ سہارا
ہاتھ اُس نے دعا کو پھر اُٹھایا

اے بارِ الٰہ تیرے در پر — ہوں واسطہ میں نبیؐ کا لایا
اُس راہ سے مجھ کو بھی لگا دے — جو تیری جناب تک ہے آیا
اُس طرح نہ مجھ کو آزما تو — منصور کو جیسے آزمایا
جلوہ وہ دکھا دے تو مجھے بھی — موسیٰؑ کو جو طور پر دکھایا
وہ درد مجھے عطا ہو یا رب! — حصّے میں اویسؓ کے جو آیا
دے کر مجھے پہلے ظرفِ عالی — "اُکشف بجمالک الغطایا"

بس اور نہیں کوئی تمنّا
جو قابلِ عرض ہو خدایا

—— مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی

○

ماہنامہ "نظام المشائخ" دہلی۔ رسولؐ نمبر، اگست ۱۹۳۱ء۔ ص ۳، ۴

الحسنات رام پور۔ رسالت نمبر

رسالہ الحسنات رام پور کا رسالت نمبر عبدالحق ظفر چشتی (لاہور) کی مہربانی سے دستیاب ہوا ہے۔ نمبر ناقص الاول والآخر ہے۔ صفحہ ۹ سے ۴۴ تک اور ۷۰ سے ۱۰۲ تک موجود ہیں۔ صفحہ ۳۱، اور ۶۷، پر اعلان ہے کہ آیندہ پرچہ ۱۵ فروری ۱۹۵۱ء کو شائع ہوگا، اور آیندہ خاص نمبر "رسولؐ نمبر" ہوگا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسالت نمبر ۱۹۵۰ء کے اواخر یا ۱۹۵۱ء کے آغاز میں شائع ہوا ہوگا۔ الحسنات شاید پندرہ روزہ تھا۔ "رسالت نمبر" کے ہر صفحہ پر نمبر ۱، ۲، ۳ لکھا ہے۔ صفحہ ۴۴ تک اداریہ ہے جس میں اس خاص نمبر کی اشاعت کا سبب واضح کیا گیا ہے۔ "لیڈر کا انتخاب" اور "جنتوں کی باتیں" بھی شاملِ اشاعت ہیں۔

فہرست مندرجات

رسولوں کی امتوں کا بگاڑ (مولانا ابوالحسن علی ندوی)، رسالت کیا ہے (جلیل احسن ندوی)، عالمِ بشریت کی زد میں ہے گروہوں (محمود فاروقی)، فساد کی راہیں (مولوی عبدالحق) عقیدۂ رسالت (ابو محمد امام الدین رام نگری)، رسولوں پر ایمان لانے کے بعد (سید حامد علی)، اللہ کی سنّت (۔)، حضرت نوحؑ کا پیغام (۔) آخری رسولؐ کا ایک وعظ (فضل حسین خاں)،

حصۂ نظم: اے مسلمان بتا (شوکت حسین نیازی)، بعثتِ انبیا کا مقصد (ضیا محمد ضیا) رسولوں نے دیا ہے دین کا پیغام دنیا کو (حافظ عبدالسمیع حافظؔ دعام پوری)، آئے (حیدر علی حیدر)، عقلی ثبوت (تسلیم احمد تسلیم)

——— (فیاض حسین چشتی)

انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام

یہ قدسیوں کی جماعت، یہ حزبِ نورانی
مفسرینِ الٰہی، نفوسِ رحمانی

یہ دل کہ جن پہ برستے ہیں عرش سے الہام
یہ لب کہ جن پہ اُترتی ہے وحیِ ربانی

یہ علم جس پہ تصدق فراستِ کونین
یہ فضل جس پہ نچھاور شکوہِ سلطانی

یہ پاؤں، دیتی ہے بوسے جنہیں فلک کی زمیں
یہ رُخ کہ جن سے منور حیاتِ انسانی

ملائکہ کے مکرّم، بہشتیوں کے امام
رئیسِ کون و مکاں، فخرِ نوعِ انسانی

یہ اک خدا کے پرستار صادق و مصدوق
یہ ایک دین کے داعی بحکمِ ربانی

یہ کائناتِ خرد کے مشارق الانوار
یہ رہگزارِ ابد کے چراغِ لافانی

جلو میں جن کے مؤدب سمندروں کا جلال
خموش جن کے حضور آندھیوں کی طغیانی

یہ مخلصینِ مقدس، یہ قائدینِ جلیل
قدم سے جن کے ہوئی نعمتوں کی ارزانی

دکھا کے منزلِ فوز و فلاح دنیا کو
جنہوں نے ختم کی فکر و نظر کی حیرانی

فروغ پاتی ہے جن سے بہارِ لالہ و گل
مہ و نجوم کو ملتی ہے جن سے تابانی

براہِ راست یہ پروردگار کے مامور
بطورِ خاص نذیر و بشیرِ حقانی

صدورِ سہو و خطا سے منزّہ و معصوم
بہ وصفِ علم و خبر، بے نظیر و لاثانی

پرے شعور سے جن کی نگاہ کی پرواز
ورائے فکر ہے جن کا مقامِ روحانی

ثبات جن کی عزیمت میں کوہ سے بڑھ کر
شکستِ کفر ہے جن کا جلالِ ایمانی

یہی وہ سلسلۂ نور و حسن ہے مضطرؔ
بعید جس سے ہے قلب و نظر کی ویرانی

مضطر مجازی

ماہنامہ "انوارِ اسلام" بنارس۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء ص ۴۵

اردو کا سب سے پہلا رسول ﷺ نمبر

تحریر: سید نور محمد قادری

ماہنامہ "نظام المشائخ" دہلی کا شمار اپنے دور کے بہترین علمی، ادبی اور مذہبی رسائل میں تھا۔ یہ ۱۳۲۷ھ میں جاری ہوا۔ اس کے مدیر اعلیٰ برصغیر کے مشہور اہل قلم ملا واحدی تھے۔ اس رسالہ کو ہندو پاک کے بہترین لکھنے والوں کا تعاون حاصل تھا۔ اس نے ۱۳۳۲ھ میں "رسول ﷺ نمبر" شائع کیا جو ہماری معلومات کے مطابق اردو رسائل کی دنیا میں پہلا رسول ﷺ نمبر ہے۔[1] یہ نمبر ماہنامہ "نعت" کے سائز کے ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ، کتابت اور طباعت معیاری اور اعلیٰ درجہ کی ہے۔ رسول ﷺ نمبر کے لکھنے والوں میں بڑے بڑے اہل قلم نثر نگار اور شاعر شامل ہیں۔ چند اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں۔
(۱) خواجہ حسن نظامی (۲) مولانا نیاز فتحپوری (۳) حکیم فرید احمد عباسی (۴) مفتی سید محمد حنیف صابری (۵) امجد حیدر آبادی (۶) اکبر الہ آبادی (۷) شفق عمادی وغیرہم۔

اس نمبر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس موقع پر عید میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں خواجہ حسن نظامی نے ہندوستان کے مشاہیر و اکابر کو روحانی خطابات سے نوازا ہے۔ چند اہم نام اور ان کو عطا کردہ خطابات ملاحظہ ہوں:

مولانا اکبر الہ آبادی "خضر ظلمات"۔ حضرت علامہ اقبال "سر الوصال"۔ سر سید علی امام "فیضی دی سیکنڈ"۔ سر کشن پرشاد "سرور الملۃ والدین، خماری شاہ، نظامیہ دل خانہ"۔ حکیم اجمل خاں "دست قدرت"۔ مولانا شوکت علی "تعویذ الحجاج"۔ ملک محمد دین ایڈیٹر صوفی "قلم الفقرا"۔ منشی محمد دین فوق "وحدتی"۔ مولانا شبلی نعمانی "قلم کار المسلمین"۔ (ص ۱۱۰، ۱۱۱)

اب ذیل میں مضامینِ نظم و نثر کے چند اقتباسات ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ لکھنے والوں نے اپنی محبت و عقیدت کے پھول کس طرح ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کیے ہیں۔

مولانا محمد اسرار الحق صدیقی اپنے مضمون "صلوا علیہ وسلموا تسلیما" میں تحریر کرتے ہیں:

"پڑھو درود کہ

جس صبح کے مشتاق تھے ہم وہ سحر آئی

نظر اٹھاؤ، وہ دیکھو وہ پیارا چہرہ ربیع الاول کے چاند کا دکھائی دیتا ہے۔ یہ چاند "انا من نور اللّٰہ والخلق کلھم من نوری" کا خیر مقدم سناتا ہے۔ یہ چاند تمہیں "یاایھا الذین اٰمنوا" کا پیارا خطاب دلانے کو طلوع ہوا ہے۔ یہ چاند تمہیں "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" کا خلعت لایا ہے۔ یہ چاند خدا کے احسان "لقد من اللّٰہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً" کو جتانے آیا ہے۔ یہ چاند حکمِ ناطق "ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" بلند آواز سے سناتا ہے۔ صدہا درود وسلام اس چاند پر اور اس ماہ پر، اس مہینے کے ہر دن پر۔ ہر رات پر۔ ہر گھنٹہ و ہر ساعت و ہر منٹ و ہر پل پر جو باعثِ خلقِ دو عالم ہے۔" (ص ۱۲)

نیاز فتحپوری کا مضمون "ہمارے نبیؐ کی قوتِ عمل" تیرہ صفحات پر مشتمل ہے جو بڑا ہی جامع، فکر انگیز اور ایمان افروز ہے؛

یہ بات اکثر قارئین کے لیے باعثِ تعجب ہوگی کہ نیاز فتحپوری اور غلام احمد پرویز شروع میں راسخ العقیدہ حنفی سنّی تھے۔ اُس دور کی اُن کی تحریریں بڑی ایمان افروز ہیں۔ میرے پاس آج سے چھپن (۵۶) سال پہلے کا ایک رسول نمبر ہے۔ اس میں پرویز کی محبت بھری تحریر موجود ہے۔ بعد میں جب پرویز اور نیاز آزاد خیالی کی فضا میں پرواز کرنے لگے تو علماء اور عوام ان سے بدظن ہو گئے، اور یہ بدظنی

کافی جنگ پرویز اور نیاز ہی کی پیدا کردہ تھی۔ میرے پاس سنہ ۴۷ء سے پہلے کے "طلوعِ اسلام" کے چند پرچے موجود ہیں جن کے سرورق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی تصویر سے مزین ہیں۔

بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ نیاز صاحب کے مضمون کے چند اقتباسات ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ اس زمانے میں اس صاحبِ علم شخصیت کی سوچ کا انداز کیا تھا۔

"اس نے ہم کو وہ باتیں بتائیں جو اس وقت کسی نے نہ بتائی تھیں۔ اس نے ہم کو اُن رموز سے آشنا کیا جو اس وقت تک کسی نے ظاہر نہ کیے تھے۔ یعنی اس نے ہمارے سامنے ایک ایسی عملی زندگی کا نمونہ پیش کیا جو اس وقت تک ہمارے خیال میں نہ تھا۔ اور اس نے ہمیں ایسا درس دیا جو اس سے قبل کسی نے نہ دیا تھا۔ اُس نے اتنا زبان سے نہیں کہا جو خود کر کے دکھایا اور اُس نے کبھی کوئی بات ایسی نہیں کی جس کو کہتے ہوئے وہ شرماتا۔ گروہِ صوفیہ جانتا ہے کہ وجودِ محض سے مراد ذاتِ باری ہے اور وہ اسی ذات کا مظہر تھا یعنی اس تنہا خصوصیت۔ ربّی کا پرتوِ حقیقی تھا جو سوائے ذاتِ باری کے کچھ نہیں۔ اس نے ہم کو بتایا کہ زندگی کیا ہے، جینا عبارت کس چیز سے ہے۔ اُس نے ہمیں وجود کا مفہوم بتایا اور اُس خصوصیتِ حیات سے آگاہ کیا جس سے اس وقت تک ہم غافل تھے۔" (ص ۰۔ ۱۵)

"وہ نوح (علیہ السلام) نہ تھا کہ اپنی قوم سے تکلیف پا کر "رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا" پکار اُٹھتا۔ وہ موسیٰ (علیہ السلام) نہ تھا کہ فراعنۂ عرب کی عزقابی اس کی انتہائے سعیٔ بلیغ ہوتی، وہ عیسیٰ (علیہ السلام) نہ تھا کہ حواریین سے تنگ آ کر دین و دنیا کے جھگڑوں سے پناہ مانگتا۔ وہ سقراط نہ تھا کہ قوم کے ہاتھوں سے پریشان ہو کر چیخ اُٹھتا کہ تم نہیں مانتے تو نہ مانو، لاؤ مجھے زہر کا پیالہ دو کہ پی لوں اور پھر تمہیں نہ دیکھ سکوں۔ وہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا، وہ مصیبتیں برداشت کرنے اور راحتیں پہنچانے، گالیاں سننے اور دعائیں دینے

کو آیا تھا۔ وہ تو خاتم النبیین تھا کہ اللہ کو اس کے بعد پھر اس دنیا میں کوئی رسول بھیجنا مقصود نہ تھا۔ وہ تکمیلِ دین اور اتمام نعمت کے لیے آیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ امانتِ الٰہی کا حامل ہونا آسان نہیں، دوست دشمن ہو جائیں گے اور عزیز بیگانے۔ اپنے چھوٹ جائیں گے اور وطن عالمِ غربت ہو جائے گا۔ لیکن باوصف اس آگاہی اور علم کے اس نے غارِ حرا سے نکل کر جو پہلا وعظ دیا، کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ تادم واپسیں اُس سے اس نے انحراف کیا ہو۔ اس کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے، گالیاں اُسے دی گئیں، قاتلانہ حملے اس پر ہوئے، تنہا بے یار و مددگار وہ چھوڑ دیا گیا، غرض کہ دنیا اس پر بالکل تنگ کر دی گئی لیکن آج ہم غیروں کی تاریخیں تلاش کرتے ہیں اور پھر بھی ہم کو کوئی ایسی مثال نظر نہیں آتی کہ اس کی استقامتِ قدسیہ اور اس کے انہماکِ قدسیہ نے اپنے جادۂ اولیں سے ایک اِنچ قدم اِدھر اُدھر ہٹایا ہو" (ص ۵۲، ۵۳)

جناب حکیم فرید احمد عباسی صاحب اپنے پُرمغز مضمون "کراماتِ اصحابِ رسول" کی تمہید یوں باندھتے ہیں:

"حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک نورِ مجسم تھے، دنیا کی ہدایت کے لیے اس عالم میں تشریف لائے تھے۔ آپ کی فراست تو اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ تمام دنیا و آخرت کے حالات آپ پر روشن تھے۔ چنانچہ خود اس کو ظاہر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: "علمت علم الاولین و الآخرین" یعنی مجھ کو اگلے پچھلے تمام لوگوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ آپ کی خاص صفت یہ تھی کہ "سراجاً منیراً" آپ کی شان میں فرمایا گیا ہے۔ یعنی چراغِ روشن اور ظاہر ہے کہ ایک چراغ سے لاکھوں کروڑوں چراغ روشن ہو سکتے ہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ آپ کے اہل بیت و اصحاب میں وہ نورِ محمدی جلوہ افروز تھا اور ان کے ذریعے وہ نورِ محمدی قیامت تک قلوب روشن کرتا چلا جائے گا" (۸۴)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا روحانی تصرف ملاحظہ کیجیے:

"حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا۔ عرب میں قحط پڑا ہے۔ چند بار حضرت عمرؓ نے استسقا

ماز پڑھائی (مگر بے سود) آخر کعب بن احبار نے عرض کیا کہ بنی اسرائیل تو انبیاء کے
ستہ داروں کے وسیلہ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ آپ بھی ایسا ہی کیجیے۔ حضرت عمرؓ
رت عباسؓ کو لے گئے۔ یہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ اول حضرت عمرؓ نے خطبہ
ا اور حضرت عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر دعا مانگی کہ خدایا تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
عمِ بزرگوار کے طفیل سے مینہ برسا دے۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے دعا
۔ خدایا قوم نے میرا وسیلہ پکڑا ہے اس کی لاج تیرے ہاتھ میں ہے۔ اب رحم
اور مینہ برسا دے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عباسؓ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے
تھے کہ چاروں طرف سے ہوائیں چلنے لگیں اور بادل آئے اور خوب مینہ برسا۔"

(ص ۹۰)

ِست مندرجات

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ (احمد حسین احمدی صوفی) صَلُّوا عَلَیۡهِ وَسَلِّمُوا تَسۡلِیۡمًا (محمد اسرار الحق
یقی فاروقی) عیدِ میلادِ رسولؐ (مفتی سید محمد حنیف صابری) پردیسی پریتم (خواجہ حسن نظامی)
کے بھرے تورے نین (خواجہ حسن نظامی) اعلانِ کلمۃ الحق (مولوی محمد الدین خلیقی)
ے نبیؐ کی قوتِ عمل (نیاز فتحپوری) بہارستانِ فراق (حکیم سید ناصر نذیر فراق) انّ
ین عند اللہ الاسلام (مولوی نور الدین) معجزاتِ رسولؐ (محمد شفیع الدین خاں مراد آبادی)
ات اصحابؓ رسولؐ (حکیم فرید احمد عباسی) لوحِ مزارِ حضرت بلالؓ (خواجہ حسن نظامی)
ن عظیم (سید ناصر نذیر فراق) بعثت و رسالت کی فضیلت (حاجی محمد اللہ کا کاخیل)
لبات روحانی (خواجہ حسن نظامی)
ت : امجد حیدر آبادی۔ سید اکبر حسین صاحب جج الہ آبادی۔ شفیق عماد پوری
ی کوہ سوار چشتی نظامی۔

[ا۔ فاضل مضمون نگار کی ... کی تاسف ہوئی ہے کہ ... ماہنامہ مولوی
بل بابت ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ کے شذرے بعنوان "نظام المشائخ کا رسول نمبر"

یں لکھا ہے۔ "وہ رسائل اور اخبارات جو اب عام طور پر رسول نمبر نکالتے ہیں، اس کی اوّلیت کا فخر نظام المشائخ ہی کو حاصل ہے۔ سب سے پہلے اس بدعتِ حسنہ کی ابتدا اسی نے کی اور اب عام مقبولیت اس کو حاصل ہو گئی ہے۔ اس طرح اس رسالہ نے اپنے لیے ایک ایسا فخر محسوس کر لیا ہے جس میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔ وہ موجب ہے اور دوسرے نقال...... رسول نمبر کی ابتدا کر کے نظام المشائخ نے صدقۂ جاریہ کی ایک صورت قائم کر دی ہے جس سے لاکھوں انسان ہر سال سرکارِ دو عالم کے اسوۂ حسنہ سے استفادہ کر سکتے ہیں اور اپنی دینی اور دنیاوی زندگی کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

(ص ۱۵) ——— ایڈیٹر نعت]

ارمان بسے والا میں بسر یوں، ہجر کی راتیں ہوتی ہیں
کچھ درد کی باتیں ہوتی ہیں، کچھ ضبط کی باتیں ہوتی ہیں
جب موسمِ حج میں جاتے ہیں محتاج مدینے کی جانب
مچ جاتی ہے مستوں میں ہلچل، دیوانوں میں باتیں ہوتی ہیں
اے جذبۂ دل کچھ اور تڑپ، اے جذبۂ دل کچھ اور مچل
دیکھیں تو سہی، پھر کیسے نہیں سرکار سے باتیں ہوتی ہیں
دیوانہ نبیؐ کا پھرتا ہے گلشن گلشن، صحرا صحرا
ہر پھول سے باتیں ہوتی ہیں، ہر خار سے باتیں ہوتی ہیں
خلوت میں مری خاموشی بھی خاموش نہیں رہتی ہاشم
در پردہ تصور میں ہر دم سرکار سے باتیں ہوتی ہیں

——— ہاشم بدایونی

...ین قدمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر

"پیشوا" دہلی ۱۳۴۸ھ ، "مولوی" دہلی ۱۳۵۱ھ ، "مولوی" دہلی ۱۳۵۲ھ

(...سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھلتی، پھولتی اور پھیلتی ہوئی صورتیں)

تحریر: پروفیسر محمد اقبال جاوید، گوجرانوالہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفارِ مکہ نے یہ طعنہ دیا تھا کہ اُن کا تو کوئی ذکر کرنے ...الا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ ذاتِ حق اس توہین آمیز ...یے کو برداشت نہ کر سکی۔ غیرتِ حق نے فرمایا کہ نسل منقطع کیسے ہوگی، ہم نے ...پ کو "خیر کثیر" عطا کیا ہے۔ اور رہ گئی بات "ذکر" کی، تو اس کی رفعت کا اندازہ ...ہی نہیں سکے گا۔ یہ ذکر ہر آن رفیع سے رفیع تر اور وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے ...چنانچہ ماہ وسال کے آئینے میں مؤرخین نے بھی دیکھا، منکرین نے بھی اور فلکِ ...فتار کی چشمِ تماشائی نے بھی کہ اوقاتِ عالم کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جو ذکرِ ...ل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سعادتوں کے خزانے نہ سمیٹ رہا ہو۔ جب بہت ...ہ بخشنے والا، اپنی بخشش کے بارے میں "کوثر" کا لفظ لائے تو اس کی کثرت ...وسعت کا اندازہ نہ کوئی عقل کر سکتی ہے اور نہ کوئی پیمانہ اُسے ناپ سکتا ہے۔ ...ب کہ دینے والے کی اپنی ذات بھی ادراک کے احاطے سے ماوراء ہے۔ گویا جو چاہا ...اور جتنا چاہا دیا۔ الغرض بے حد وحساب دیا اور بالاتر از شمار وعدد دیا۔ اور ...اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر نعمت کا اتمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکا ہے۔ ...رق کے دفینوں سے لے کر، نور کے نگینوں تک، علم کے سفینوں سے لے کر ...ق کے قرینوں تک اور دین کے آبگینوں سے لے کر دنیا کے خزینوں تک

کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں ملا۔ اور پھر ارحم الراحمین کی لامتناہی رحمتوں کا اندازہ کیجئے کہ وہاں کسی نوع کی کمی کا کوئی احساس بھی نہیں ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے انوار و اکرام کا یہ سلسلہ اُس وقت بھی تھا اور آج بھی ہے، پیہم اور دائمی۔ بقول چودھری افضل حق "معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نبیؐ کے مولد و مدفن پر نور کے طبق لے کر اُترتے ہیں اور مکہ و مدینہ کی گلیاں ضیا پاشیوں سے بقعۂ نور بن گئی ہیں۔"

دنیا کے ہر میدان کی عظیم ترین شخصیتوں کے احوال دیکھ جائیے، سعادت کی یہ عظمت اور ذکر کی یہ رفعت، بلکہ اس عظمت اور اِس رفعت کا ادنیٰ سا پرتو بھی کسی کو نصیب نہیں ہے۔ بہت سی بڑی دُنیوی شخصیتیں ایسی ہیں کہ یاد تو دور کی بات ہے، اُن کی قبروں کے نشان بھی نہیں ملتے ——— اور یہاں یہ اہتمام ہے کہ اِس عظیم و جلیل شخصیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے ہر لفظ کے تقدس کو تحفظ دیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ایک ایک رخ، نگاہوں کے ایک ایک زاویے، تبسم کے ایک ایک انداز اور مزاج کے ایک ایک پہلو کو، نہ صرف محفوظ کیا گیا بلکہ اُن کی توضیح و تشریح میں فکر و نظر کی بہترین صلاحیتیں بلکہ صلاحیتوں سے بھرپور عمریں صرف ہوتی چلی گئیں۔ مگر پھر بھی انگشت بدنداں رہی اور ناطقہ سر بگریباں، بقول ناصر کاظمی:

تھک ہے فکرِ رسا اور مدح باقی ہے — قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے — ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اِس بحرِ بیکراں کے لیے"

بہرکیف جسے لاولدی کا طعنہ دیا گیا تھا، وہ خیرِ کثیر کا حامل نظر آیا اور اس کا ہر دشمن ابتر دکھائی دیا۔ جسے کم نام سمجھا لیا، آپ کے نام کا ورد، سعادتوں کا نشان اور فضیلتوں کی دلیل ثابت ہوا۔ خدا کے نام کے بعد اگر کسی نام کو دوام ہے تو وہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اسمِ گرامی ہے۔ ڈاکٹر حافظ محمد یونس کے الفاظ میں:
"یہ خصوصیت صرف امتِ محمدیہ کو حاصل ہے کہ اپنے پیغمبرؐ اور خاتم النبیینؐ کے ساتھ اس کے ہر طبقے اور ہر ملک کو، ہر زمانہ اور ہر صدی میں اتنی محبت رہی ہے کہ آثارِ نبویہ کو محفوظ رکھنے میں جان و مال نچھاور کرنے کو منتہائے آرزو سمجھتے ہیں۔ دیگر اُمتیں اپنے پیغمبروں کے مدفن اور مزار بھی اتنے محفوظ نہ کر سکیں۔ جتنا اُمتِ محمدیہ نے اپنے پیغمبرؐ کی نماز کی جگہ اور آثار تک کو محفوظ کر لیا ہے۔"
کتنی ہی عظمتیں ہیں جنہیں اِس آستاں کی جاروب کشی پر فخر ہے، کتنے ہی محققین ہیں کہ اِسی اُمی لقب کے ایک ایک بول سے حقائق کے انوار سمیٹنے میں مصروف ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُترنے والی کتابوں کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ یہ سفینوں میں بھی محفوظ ہے اور سینوں میں بھی۔ اس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک حرکت، ایک ایک شوشہ موجود و محفوظ ہے۔ قراءت کے دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جہاں رُکے، جہاں جہاں ٹھہرے، روانی میں جہاں جہاں سے گزرے، دورانِ ترتیل میں جہاں جہاں سربسجود ہوئے، وہ مقامات بھی محفوظ ہیں۔ اور اس کتاب کی اتنی تفسیریں اور اتنے ترجمے ہوئے ہیں کہ صرف اِس تذکرے ہی کو سمیٹنے کے لیے دفتر چاہییں ——— غور کیجیے کہ کتنے ہی مؤرخین ہیں کہ اس ایک دُرِ یتیم کی کتابِ زندگی کی ایک ایک سطر اور ایک ایک حرف کو ڈھونڈنے، پانے اور مدوّن و مرتب کرنے ہی کو زندگی کا شغلِ عزیز بنائے ہوئے ہیں۔ کتنے ہی قیمتی نفوس ہیں کہ اِس ایک شمع کے ناموس پر پروانہ وار قربان ہونے کو اپنا مقصدِ حیات سمجھے ہوئے ہیں۔ کتنے ہی قلم ہیں جو شب و روز اِسی وجودِ ذی جود کی تعریف و توصیف کو عبادت بنائے ہوئے ہیں اور کتنے ہی پاکیزہ وجود ہیں کہ اپنے دل کی ساری محبتوں کو اپنی پلکوں میں سمیٹ کر اُن ذرّوں کو چومتے ہیں جہاں اُنؐ کے قدم پڑ چکے ہیں۔ ہوا کی کتنی ہی موجیں ہیں کہ آستانۂ نبوت کو بوسہ دے کر گزرتی ہیں ——— یہی وہ واحد شخصیت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بھی محوِ توصیف ہیں، فرشتے

بھی ستائش بہ لب ہیں اور انسان بھی اُسی کا نام لے کر خود کو بالا بلند کرنے میں ہر لمحہ معروف ہے۔

یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان ہے کہ صرف اُن کے اقوال و افعال اور اطوار و انوار ہی کو تحفظ کی ضمانت نہیں ملی، بلکہ اُن کو دیکھنے والے اور پھر دیکھنے والوں کو دیکھنے والے بھی تاریخ کا ایک دلآویز باب بن چکے ہیں۔ محدثین نے آپؐ کے اقوال، احکام اور اعمال بھی جمع کیئے اور پھر اُن باتوں کو بھی یکجا کیا جنہیں نگۂ رسالتؐ نے پسندیدگی کی سند عطا کی۔ اِس جمع و ترتیب میں خلوص کا جو سوز، تحقیق کی جو تڑپ اور لگن کا جو والہانہ پن پایا جاتا ہے، اس کے سامنے آج کی مؤرخانہ عظمتیں بھی دوزانو ہیں۔ سیرت نگاروں نے اقوال و اعمال کو اسباب و علل اور آثار و نتائج کے آئینے میں دیکھا اور بقید وقت منضبط کر دیا۔ محدثین روایات کی ثقاہت کے گرد گھومتے رہے اور سیرت نگار حالات و واقعات کی صحت کی طرف توجہ دیتے رہے۔ کوشش ہر دور کی یہی تھی کہ اس عظیم و جلیل شخصیت کی حیاتِ مقدسہ کا ہر پہلو دنیا کے سامنے رہے کہ وہ ہر رُخ سے کتابِ الٰہی کا عکس ہے۔

کتابوں کے ساتھ ساتھ مختلف رسائل بھی، ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت سے رسول نمبرؐ اور سیرت نمبر نکالتے رہے اور آج بھی نکال رہے ہیں۔ یہ خاص شمارے، ہماری ادبی تاریخ کا حصہ بھی ہیں اور ارادت و ہدایت کی ایک ایسی کہکشاں بھی کہ قاری اپنے اپنے ذوق اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق کیف پا سکتے اور تابانیاں سمیٹ سکتے ہیں۔ اِن رسائل میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ بھی ملتا ہے اور احادیث کی حقیقت آفرینیاں بھی اور ان کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری کے کمال کا جمال بھی۔

الغرض احادیث کے مجموعے ہوں یا سیرت کے تذکرے، نعت کے دیوان ہوں یا رسالوں کے رسولؐ نمبر ——— یہ سب اسی "خبرِ کثیر" اور اسی "ذکرِ خیر" کی ہر لحظہ پھلتی، پھولتی اور پھیلتی ہوئی صورتیں ہیں۔ آج کی صحبت میں تین رسولؐ نمبروں

کا اجمالی تذکرہ مقصود ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے قدیم ترین نہ سہی، قدیم تر ضرور ہے۔

"پیشوا" جناب عزیز حسن بقائی کی ادارت میں نکلا کرتا تھا۔ پیش نظر اس کا ایک رسول نمبر ہے۔ جو صفر ۱۳۴۸ھ میں طبع ہوا تھا۔ یہ رسالہ باتصویر ہے اور اس میں مختلف اسلامی عمارات و معابد کی تیس کے قریب تصاویر ہیں۔ حصہ نثر ۴۰ مضامین پر مشتمل ہے۔ حصہ نظم میں ۲۹ منظومات ہیں جن میں بعض انتہائی نادر نوعیت کی ہیں۔ آغازِ کلام میں مدیر نے لکھا ہے:

"—— پیشوا کی روش بالکل جداگانہ ہے۔ اس میں نہایت صحیح ترتیب کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات بھی ولادت سے لے کر وفات تک نہایت شرح و بسط کے ساتھ موجود ہیں مگر یہ گلدستہ مختلف العقائد اہل قلم کی گلچینی کا رہین منت ہے۔ اس میں ایسے مضامین بھی ہیں جن کا تعلق حضور انور فداہ روحی کی ذات سے ہے اور ان کے علاوہ اس میں اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو عام طور پر رسول نمبروں میں دیکھنے کو نہیں ملتیں۔"

اگرچہ یہ بالکل غلط ہے لیکن عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اہل حدیث حضرات جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے وہ عشق اور وہ شغف نہیں رکھتے جو اہل سنت و جماعت کو ہوتا ہے۔ مدیر پیشوا نے مولانا محی الدین بی۔ اے قصوری، مالک آزاد پریس سے ایک مضمون لکھوا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ الزام قطعاً بے بنیاد ہے —— غیر مسلموں کے دل پر اثر ڈالنے کے لیے صرف اس قسم کے مضامین مفید اور کارآمد ہو سکتے ہیں۔ صرف ایسے مضامین کہ جن میں ایک مسلم کے جذبات عقیدت کا اظہار ہو، غیر مسلموں کے لیے قابل تسلیم و سند نہیں ہو سکتے، کیونکہ مضمون میں زورِ استدلال نہیں ہوتا اور غیر مسلم دل جذبات عقیدت سے خالی ہوتے ہیں۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اگر اس رسول نمبر میں صرف یہی ایک مضمون ہوتا، تب بھی، مدیر پیشوا کی کوششوں کو کامیاب کہا جا سکتا تھا۔

نثری مضامین کی ایک جھلک یوں ہے:

عرب کا مختصر جغرافیہ۔ ظہر الفساد فی البر والبحر۔ فخر کائنات ؐ کی بعثت سے پہلے۔ (قاری احمد جمال)، حضورؐ کا تذکرہ آسمانی کتابوں میں (مفتی انتظام اللہ صدیقی)، نبوت کی حقیقت (خواجہ کمال الدین)، رسولوں پر ایمان۔ انبیاء علیہم السلام میں آپؐ کا درجہ (سید سلیمان ندوی)، دلائل و فضائلِ میلاد (حافظ محمد سلیمان)، محبوبؐ سے خطاب۔ مواقع درود شریف، مستند درود شریف (مولانا احمد سعید)، اپنی اور دیکھ (ترلوک چند پوری)، ورفعنا لک ذکرک، پرنام، سراپائے جمال، نور کی سیڑھی، دنیا سے پردہ فرمانے والے نبیؐ (عزیز حسن بقائیؒ) سراجِ منیر کی آمد، غارِ حرا میں خدا کی تلاش (سید محمود الوری)، مقدس عہدِ شباب (مسعود الرحمٰن ندوی)، حضرت خدیجہؓ سے نکاح (درد کاکوروی)، مالکِ کونینؐ شعبِ ابی طالب میں (سید حبیب)، قابَ قوسین (عبد الولی لکھنوی)، معجزۂ شق القمر، انصار کی بیعت (محمود الوری)، ہجرت (حکیم ناصر نذیر فراق)، مسجدِ نبوی کی تعمیر (عبد السلام نبوی)، اسلامی برادری کا سنگِ اساس (سید کشفی شاہ)، واقعۂ بدر (حامد الانصاری)، کوکبۂ جمالِ نبوی کا داخلہ مکہ میں (پروفیسر محمد علم الدین)، حجۃ الوداع (عبد الرزاق کانپوری)، ازواجِ مطہرات اور تعددِ ازواج (مولانا محمد حفظ الرحمٰن)، خدا کے رسولؐ نے دنیا کو کیونکر چھوڑا (مولانا غلام رسول مہر)، سرورِ دو جہاں کے آخری ارشادات (عبد الرزاق ملیح آبادی)، شہنشاہِ کونینؐ کی اولادؓ (حور بانو)، داعیٔ اسلام کا برتاؤ غیر مسلموں سے (لالہ پارس داس)، سیاسیاتِ نبوی (ملک عبد القیوم بیرسٹر)، مبلغِ اعظم کی حکیمانہ تبلیغ (خواجہ حسن نظامی)، حضرت محمدؐ اور سیاسیات (لالہ امیر چند کھنہ)، سرورِ عالم ماہرِ نفسیات کی حیثیت میں (سید اشفاق حسین)، رحمدلی کا دیوتا (مولانا محمد اسلم)، آنحضرتؐ اپنے صحابہ کے ساتھ (محمد سعید اکبر آبادی)، رسولِ عربؐ و عجم اور خوش مزاجی (ملا رموزی)، مزاجِ رسولؐ (عبد المنان نقشبندی)، رسول اللہؐ فاتحین کی صف میں (حاجی احمد سعید)، تاجدارِ مدینہ کی پیشین گوئیاں (سید محمد ناصر جلالی)، رسول اللہؐ بحیثیت سپہ سالار (سعید احمد بریلوی)، عرب کا مصلحِ اعظم (مولانا محمد یعقوب)، کمزوروں کے ساتھ رسول اللہؐ کا سلوک (سید ہدایت حسین)، مرشدِ اعظم کا دائمی سرچشمۂ فیضان

(ایک گوشہ نشین عارف باللہ) ایک عظیم الشان انسان (لالہ رام رکھا مل خوشتر) رسول اللہؐ ایک ریفارمر کی حیثیت سے (بابو برج بہاری لال توکلی) محبت کا اوتار (لالہ شیام سندر) حضرت محمد صاحب بحیثیت مبلغ کے (لالہ کرم چند پارس) حضورؐ نے تمدن کی کیا خدمت کی (سردار گرچرن سنگھ) انسان کامل (مولانا محی الدین قصوری) رسول اللہؐ بحیثیت نبیؐ (مولانا علمی مدیر کوکب ہند) رسول اللہؐ بحیثیت ریفارمر کے (لالہ رام چند) پیغمبر عرب کے احسانات دنیا پر (ٹھاکر جے آر۔ رائے) رسول اللہؐ بحیثیت جج کے (مولانا محی الدین قصوری) امی نبیؐ بحیثیت ادیب کامل کے (مولانا عبدالحامد بدایونی) حضرت محمد صاحب اور جنس لطیف (شریمتی سوشیلا بائی) ازلی ابدی روشنی محمدؐ (مانگ ٹونگ دے (بدھسٹ) غلامی کا خاتمہ کرنے والا پیغمبر (مولانا عبدالحمید احمدی) دنیائے روحانیت میں جشن چراغاں کی تیاریاں (مولانا قریشی مدیر ایمان)

حصۂ نظم کی ایک اجمالی تصویر درج ذیل ہے:

آغاز میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ کی ایک خوبصورت مناجات ہے جس کے چند اشعار یوں ہیں:

خداوندا، مرا از من بروں بر ۔۔۔ دراں فقرم کہ می دانی فزوں بر
کنوں در خود کہ می بینم وحیدم ۔۔۔ نہ مومن، نے مریدم، نے شہیدم
چو کار ایں جا رسید اے اصل پرکار ۔۔۔ بکن نوعے کہ دانی جلوہ درکار

محبوب ذات کبریا ۔۔۔ نشان شان مصطفیٰؐ
رفیع تر صبح و مسا ۔۔۔ ز لو وقت ر انبیاء
صلّ علیٰ محمدٍ ۔۔۔ (پنڈت ہرکشن لال)

نام پاک احمد مرسلؐ سے ہم کو پیار ہے
اس لیے لکھتے ہیں اختر نعت میں اشعار ہم (ہری چند اختر)

وھو فی الاعمال والاخلاق قد ۔۔۔ کان محموداً و فیما قد کملا
(مولانا ابن مسعود عبدالرشید محمود الانصاری نبیرہ مولانا عبدالرشید گنگوہی)

کیا باغ کیا بہار، کیا خورشید کیا قمر — ہر چیز میں رسولؐ کی الفت کا ہے اثر
گلہائے رنگا رنگ میں رونق اُسی کی ہے — ذرے تمام نور سے اس کے ہیں جلوہ گر

(منشی عبدالخالق خلیق)

جو نہ حرف و صوت میں آسکے جو دو کون میں نہ سما سکے
رگِ جانِ ساحرِ خستہ میں وہ مکین لیل و نہار ہے

(پنڈت امرناتھ ساحر)

نہ تجھ سا پیشوائے دیں اگر پیدا یہاں ہوتا
نہ بنیادِ زمیں ہوتی، نہ قائم آسماں ہوتا (منشی پیارے لال رونق)

تو چاہے تو کانٹے کو گلِ تر سے ملا دے — گلزار بنا دے
ذرے کو تو خورشید سے بھی نور سوا دے — گردوں پہ چڑھا دے
ہو نورِ حقیقت مرے سینے میں ضیا بار — اے احمدِ مختار

(شیخ غلام حسین رسا)

بنیادِ کفر کھودی، آتش کدے بجھائے — اصنام کو بھی توڑا، اور بتکدے بھی ڈھائے
جتنے تھے نقش باطل اک آن میں مٹائے — خالق کا نام لے کر خالق کے گھر بنائے
مرکز کیا معین اک دائرہ بنایا
گم کردہ راہ جو تھے رستہ انہیں دکھایا (راز چاندپوری)

ترا قلب باصفا، جوہر نمائے سرِ حق — نورِ یزدانی ہے تو قد کا ترے سایہ نہیں
طارمِ عرشِ معلیٰ، فرش ہے تیرے لیے — غاشیہ بردار تیرا ہمدمِ روح الامیں

(ایک آئرش خاتون کی انگریزی نظم کا منظوم اردو ترجمہ)

گلزارِ وحدت حضرت محمدؐ — انوارِ رحمت حضرت محمدؐ

(پنڈت برجموہن لال زیبا)

محمدؐ کی بشارت دینے کو پیغمبری پائی — غرض ممنون ہے ہر ایک پیغمبر محمدؐ کا

(لالہ لچھمی نرائن سخا)

کلید گنج معانی ہر ایک بات اس کی　　پیام زندگی جاوداں پیام اس کا
کمالِ عشق کا آخر فروغ کیا ہوگا　　سرِ یوتِ طور ہوا داغ ناتمام اس کا
(خواجہ عبدالسمیع اثر صہبائی)

انہوں نے حسنِ سیرت سے کیا تعمیر دنیا کو
بساطِ حق شناسی پر کیا تعمیر دنیا کو　　(اکبر خاں حیدری)

اے کہ ترا وجود ہے وجہِ قرارِ دو جہاں
اے کہ تری نمود ہے لطفِ خدائے لامکاں　　(اللہ امرناتھ قیس)

میں مبتلائے دردِ فراقِ رسول ہوں　　قیمت ہے باغِ خلد کی میری فغانِ دل
(وحید الدین احمد بیخود جانشین داغ)

من آں ستم کہ کشتم سرکشی زتیغ جفا　　چو شمع زندہ سرِ خویش دیدہ ام در پا
دمیکہ بگذرد م بے کرشمہ ساقی　　نفس کند بدلم کار زیرۂ مینا
خجل زمرحمت روبروئے آئینہ ام　　کہ گاہ گاہ بدل جا دہد خیال مرا
(قدسی)

ایک خاص بات:
اس شمارے میں شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے تین شعر، شبِ معراج کے بارے میں خود انہی کے سوادِ خط میں جلوہ نما ہیں۔ یہ اشعار میرے خیال میں نایاب ہیں، اب یہ اہلِ تحقیق کا کام ہے کہ وہ کلامِ اقبال یا باقیاتِ اقبال میں اس کا سراغ لگائیں۔
میں ان اشعار کو بجنسہٖ درج کر رہا ہوں۔

شب معراج

(از حضرت العلامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب بیرسٹر پی ایچ ڈی)

اے کہ از معراج می گوئی سخن
بر حکایت ہائے ملایان متن
خود بگو او را فلک در بر گرفت
یا ضمیر او فلک را در گرفت

آنچہ در آدم بگنجد عالم است
آنچہ در عالم نگنجد آدم است
محمد اقبال

شب معراج

(از حضرت العلامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب بیرسٹر پی ایچ ڈی)

اے کہ از معراج می گوئی سخن
بر حکایت ہائے ملایان متن
خود بگو او را فلک در بر گرفت
یا ضمیر او فلک را در گرفت
آنچہ در آدم بگنجد عالم است
آنچہ در عالم نگنجد آدم است

پیشِ نظر کے اس شمارے کے ساتھ ہی ایک تمہ رسولؐ نمبر بھی میرے کتب خانے
میں موجود ہے جس میں ۴ نثری مضمون اور اسکے قریب منظومات ہیں۔ آغاز میں پروفیسر
اکبر خاں حیدری کی ایک دلآویز نظم ہے جس کے چند شعر یوں ہیں:

صبر و سکوں کا طالب اک قلب غمزدہ ہے — باطل کدے میں حق کا جلوہ دکھانے والے
ہاں اے رسولِ برحق، اے آخری پیمبرؐ — میرے صنم کدے میں کعبہ نیا بنا دے
للہ لطف فرما، لطف و کرم کے مظہر — تاریکیاں مٹا دے جلوے نئے دکھا دے
اے رحمت سراپا تیرا ہی آسرا ہے — طوفانِ معصیت میں اب تو ہی ناخدا ہے

اسی شمارے میں ملک الشعراء علامہ گرامی مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام بھی ہے۔
چند شعر یوں ہیں:

تعبیر در وجود ما دوزخ ما بہشت ما — میچکد از نگاہِ ما معنیٔ خوب و زشت ما
حرف بحرفِ ما بگیر معنی و حرف زآں ماست — ساغرِ جم سفالِ ما آئنہ ایست خشت ما

"مولوی" دہلی اپنے دور کا ایک وقیع دینی جریدہ تھا، جس نے ماضیٔ مرحوم
میں خاص شماروں کی بنا ڈالی۔ اس کے مدیر عبدالحمید خاں تھے جو علم کی وسعت،
قلم کی عظمت اور عمل کی صالحیت کے اعتبار سے قابلِ قدر مقام کے حامل تھے۔
پیشِ نظر آج سے کم و بیش ۵۰ برس قبل کا ایک رسولؐ نمبر ہے۔ جو ربیع الاول ۱۳۵۱ھ
کو باتصویر انداز میں طبع ہوا تھا۔ سرورق اِن فارسی اشعار سے مزین ہے:

اے بدر ماندگی پناہ ہمہ — کرم تست عذر خواہِ ہمہ
قطرہ ز ابرِ رحمت تو بس است — شستنِ نامۂ سیاہِ ہمہ
از رہ بر مراکہ درِ تو رسم — اے بسوئے درِ تو راہ ہمہ
گنہِ ما فزوں ز قیاس — عفوت افزوں تر از گناہِ ہمہ
خسرو از تو پناہ می جوید — اے پناہِ من و پناہِ ہمہ

یہ شمارہ ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابت انتہائی گنجان ہے۔ بنا بریں کم سے کم
صفحات میں زیادہ سے زیادہ مواد موجود ہے۔ آغاز میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۲۵ مضمون ہیں۔ بعد میں ایک حصہ اعترافِ حقیقت کے عنوان سے ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معتدد غیر مسلم اہلِ قلم کی آرا ہیں۔ یہ حصہ ۱۴ مضامین پر مشتمل ہے۔ حصہ نظم میں ۱۶ نظمیں اور نعتیں ہیں —— مضامین اور اہلِ قلم کے نام یہ ہیں:

سلام (عبدالحمید خاں) آمد (عبدالحمید خاں) رسولِ اکرمؐ کی رضاعت (راشد الخیری) فخرِ دو عالمؐ کا بچپن (مرتضیٰ احسن صدیقی) رسولِ اکرمؐ کی جوانی (سید ممتاز احمد) رسالت سے پہلے (ڈاکٹر سعید احمد) تذکارِ ولادتِ نبویؐ (سید قریشی شمسی) رسولِ اکرمؐ بحیثیت شوہر (مولوی محمد انوار الحق) رسولِ اکرمؐ بحیثیت پدر (مولوی حسن ابراہیم) اولاد کے ساتھ محبت (مولوی شمس الدین احمد) رسولِ اکرمؐ کی سادگی (خواجہ احمد جان) رسولِ اکرمؐ کا عزم و استقلال (محبوب الرحمٰن) حجاز کا درخشندہ آفتاب (مولوی عبدالعزیز) کاپیاتِ نبوت (سید موسیٰ رضا) رسولِ اکرمؐ بحیثیت پیغمبرِ اعظم (عبدالواحد رامپوری) رسولِ اکرمؐ بحیثیت مصلحِ اکبر (ڈاکٹر سیف الدین کچلو) رسولِ اکرمؐ بحیثیت مؤسسِ شریعت و تمدن (شریف احمد مراد مارہروی) نبی کریمؐ کا سلوک و برتاؤ (غازی خاں اسرار حسن) رسولِ کریمؐ بحیثیت معلمِ اخلاق (عبدالحامد بدایونی) رسولِ اکرمؐ بحیثیت معلمِ تعلیم (محمد احسن ایم اے) رسولِ کریمؐ بحیثیت معلمِ معاشرت (شریف احمد مراد مارہروی) رسولِ کریمؐ بحیثیت تاجر (سیٹھ عبداللہ ہارون) رسولِ اکرمؐ کا تعبّد شکن کارنامہ (سید نذیر الحق قادری) مسلمانوں کی ژولیدہ سیاست اور حضورؐ کا اُسوۂ حسنہ (نذیر الحق قادری) اسلام اور اتحاد (رام لال ورما)

غیر مسلم ادبا کے مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے:

روشن ستارہ (مہاتما گاندھی) ترقی اسلام اور تلوار (ڈاکٹر ایڈ برنگھم) بجھ کو سب نے مانا ــ ۲۵ ــ اقتباسات (عبدالبصیر عتیق) حضرت محمدؐ کی زندگی سے بھارت نواسی کیا سبق سیکھتے ہیں (شری لالہ دیش بندھو جی) غیر مسلموں سے حضرت محمدؐ کا برتاؤ (پروفیسر مکٹ راؤجی) حضرت محمد صاحب اور انسدادِ غلامی (لالہ شیام ناتھ) ملکِ عرب

کا مہاپرش (لالہ کیسر داس ہسلمان اور ان کے نبیؐ کی تعلیم (سردار رام سنگھ گیانی) ملک عرب کا سب سے بڑا ریفارمر (شنکر داس گیانی) بانیٔ اسلام کی رحم دلی (بی۔ ایس رندھاوا) دنیا پر حضرت محمدؐ کے احسانات (بابو جگل کشور جی کھنہ) وحدانیت کا متوالا (بیدہ ویر سنگھ) بہترین اصلاح پسند (وائل مصنف ہسٹری آف دی اسلامک پیپل)

حصۂ نظم کا ایک مختصر سا انتخاب ملاحظہ کیجئے :

اے مدینہ جلوہ گاہِ حضرتِ ختمی مآب — سو رہا ہے یہ ترے آغوش میں کون آفتاب
نغمۂ توحید سے لبریز تیرا ساز ہے — طائرِ قدس آشیاں ہر دم ترا دم ساز ہے

(مرزا محمد ہادی نگرامی)

زمیں پر بسنے والے پھل مرادوں کے لگے چننے — جھک آیا چار جانب سے شجر فیضانِ رحمت کا
لگے سارے زمانے رشک کرنے اس زمانے پر — رسولؐ پاک نے رکھا قدم جب خیر و برکت کا

(امداد علی خادم)

وہ چاند عرب کا — محبوب وہ رب کا — سردار وہ سب کا
وہ نور کی تصویر — والفجر کی تفسیر
وہ سب سے نرالا — وہ گیسوؤں والا
احسانِ مجسم — وہ سرورِ عالم
نازک سے بدن پر — فرسودہ سی چادر — اوڑھے ہوئے دن بھر
وہ چاند عرب کا — (تسکین کاظمی)

یہ نظم اُس دور میں ہیئت کے نادر اور دلآ ویز تجربے کا ایک ارادتمندانہ شاہکار ہے۔

ستم زدوں کی مصیبت کی داستاں سنیے — بلانصیبوں کی کلفت کی داستاں سنیے
شریف قوم کی ذلت کی داستاں سنیے — خدا کے واسطے امت کی داستاں سنیے
سنیں نہ آپ تو پھر کون سننے والا ہے
خدا کے بعد ہمیں آپؐ کا سہارا ہے — (غلام محمد کامل)

۲۵ مضمون ہیں۔ بعد میں ایک حصہ اعترافِ حقیقت کے عنوان سے ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مقتدر غیر مسلم اہلِ قلم کی آرا رہیں۔ یہ حصہ ۱۳ مضامین پر مشتمل ہے۔ حصہ نظم میں ۱۶ نظمیں اور نعتیں ہیں —— مضامین اور اہلِ قلم کے نام یہ ہیں:

سلام (عبد الحمید خاں) آمد (عبد الحمید خاں)، رسولِ اکرمؐ کی رضاعت (راشد الخیری)، فخرِ دو عالمؐ کا بچپن (مرتضیٰ احسن صدیقی)، رسولِ اکرمؐ کی جوانی (سید ممتاز احمد)، رسالت سے پہلے (ڈاکٹر سعید احمد) تذکارِ ولادتِ نبویؐ (سید قریشی شمسی)، رسولِ اکرمؐ بحیثیت شوہر (مولوی محمد انوار الحق)، رسولِ اکرمؐ بحیثیت پدر (مولوی حسن ابراہیم) اولاد کے ساتھ محبت (مولوی شمس الدین احمد)، رسولِ اکرمؐ کی سادگی (خواجہ احمد جان) رسولِ اکرمؐ کا عزم و استقلال (محبوب الرحمٰن)، حجاز کا درخشندہ آفتاب (مولوی عبد العزیز) کامیابِ نبوت (سید موسیٰ رضا)، رسولِ اکرمؐ بحیثیت پیغمبرِ اعظم (عبد الواحد رامپوری)، رسولِ اکرمؐ بحیثیت مصلحِ اکبر (ڈاکٹر سیف الدین کچلو)، رسولِ اکرمؐ بحیثیت مؤسسِ شریعت و تمدن (شریف احمد مراد مارہروی)، نبی کریمؐ کا سلوک و برتاؤ (غازی خاں اسرار حسن) رسولِ کریمؐ بحیثیت معلمِ اخلاق (عبد الحامد بدایونی)، رسولِ اکرمؐ بحیثیت معلمِ تعلیم (محمد احسن ایم اے)، رسولِ کریمؐ بحیثیت معلمِ معاشرت (شریف احمد مراد مارہروی)، رسولِ کریمؐ بحیثیت تاجر (سیٹھ عبد اللہ ہارون)، رسولِ اکرمؐ کا تعبّد شکن کارنامہ (سید نذیر الحق قادری)، مسلمانوں کی ژولیدہ سیاست اور حضورؐ کا اُسوۂ حسنہ (نذیر الحق قادری)، اسلام اور اتحاد (رام لال ورما)

غیر مسلم ادبا کے مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے:

روشن ستارہ (مہاتما گاندھی)، ترقی اسلام اور تلوار (ڈاکٹر ایڈ برنگھم) مجھ کو سب نے مانا ۔ ۲۵ ۔ اقتباسات (عبد البصیر عتیق)، حضرت محمدؐ کی زندگی سے بھارت نواسی کیا سبق سیکھتے ہیں (شری لالہ دیش بندھو جی)، غیر مسلموں سے حضرت محمدؐ کا برتاؤ (پروفیسر مکٹ راؤ جی)، حضرت محمد صاحب اور انسدادِ غلامی (لالہ شیام ناتھ)، ملکِ عرب

کا مہا پرش (لالہ کیسرداس) اسلمان اور ان کے نبیؐ کی تعلیم (سردار رام سنگھ گیانی) ملک عرب کا سب سے بڑا ریفارمر (شنکرداس گیانی) بانیٔ اسلام کی رحم دلی (بی۔ ایس رندھاوا) دنیا پر حضرت محمدؐ کے احسانات (بابو جگل کشور جی کھنہ) وحدانیت کا متوالا (بیدہ ویرسنگھ) بہترین اصلاح پسند (وائل مصنف ہسٹری آف دی اسلامک پیپل)

حصۂ نظم کا ایک مختصر سا انتخاب ملاحظہ کیجئے:

اے مدینہ جلوہ گاہِ حضرتِ ختمی مآب — سو رہا ہے یہ ترے آغوش میں کون آفتاب
نغمۂ توحید سے لبریز تیرا ساز ہے — طائرِ قدس آشیاں ہر دم ترا دم ساز ہے

(مرزا محمد ہادی نثرامی)

زمیں پر بسنے والے پھل مرادوں کے لگے چننے — جھک آیا چار جانب سے شجر فیضانِ رحمت کا
لگے سارے زمانے رشک کرنے اس زمانے پر — رسولِ پاکؐ نے رکھا قدم جب خیر و برکت کا

(امداد علی خادم)

وہ چاند عرب کا — محبوب وہ رب کا — سردار وہ سب کا
وہ نور کی تصویر — والفجر کی تفسیر
وہ سب سے نرالا — وہ گیسوؤں والا
احسانِ مجسم — وہ سرورِ عالم
نازک سے بدن پر — فرسودہ سی چادر — اوڑھے ہوئے دن بھر
وہ چاند عرب کا

(تسکین کاظمی)

یہ نظم اُس دور میں ہیئت کے نادر اور دلآویز تجربے کا ایک ارادتمندانہ شاہکار ہے۔

ستم زدوں کی مصیبت کی داستاں سنیے — بلا نصیبوں کی کلفت کی داستاں سنیے
شریف قوم کی ذلت کی داستاں سنیے — خدا کے واسطے امت کی داستاں سنیے
سنیں نہ آپ تو پھر کون سننے والا ہے
خدا کے بعد ہمیں آپ کا سہارا ہے

(غلام محمد کامل)

معطر ساختی از زلفِ مشکیں یک جہانے را | فدا سازم بہ یادِ روئے تو امروز جانے را
چو جذبِ دل رساند تا سوادِ یثربؐ و بطحا | فروغِ جبہ سازم سجدۂ آں آستانے را

(نثار بھٹی)

پسِ مُردن فروغِ خوبیٔ تقدیر دیکھیں گے | لحد میں ہم عرب کے چاند کی تصویر دیکھیں گے
فغانِ شوق کو لے جا حرم تک بات تو جب ہے | تری پرواز ہم اے نالۂ شبگیر دیکھیں گے

(ضیاء القادری بدایونی)

کبھی یثربؐ کی جانب ہے اور کبھی کعبے کی جانب ہے | ارادہ کیا بتاؤں طائرِ روحِ مقید کا
کروں کچھ فکر میں اس پر مری ہمت نہیں پڑتی | شہیدی لکھ گیا جب قافیہ لفظِ مشدد کا
زمیں کتنی پرانی ہے، نئے مضموں اے ہاشم | کلیدِ فکر سے کھولا ہے میں نے قفل ابجد کا

(حبیب الرحمٰن ہاشم)

ترے سنگِ در نے بدل دیا ہے یہ پستیوں کو فراز میں
کہ ہزاروں عرش جھلک رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں
مرے دل کو کفر لبھا بھی لے، مجھے خوف اس سے ذرا نہیں
کہ ہزار مرتبہ بجھ کے بھی یہ جلے گا طاقِ حجاز میں

(جوش ملیح آبادی)

ایک خاص بات :

اس رسولؐ نمبر میں ایک نظم کے نیچے اقبال لکھا ہے۔ نہیں معلوم کہ یہ اشعار علامہ اقبال کے ہیں یا کسی اور کے۔ بہرکیف میں یہ نظم محفوظ کر رہا ہوں۔ فیصلہ اہلِ نقد و نظر پہ چھوڑتا ہوں۔

نظر اس دور میں مجھ کو ترا جینا نہیں آتا | کہ صہبائے محبت کا تجھے پینا نہیں آتا
پکڑ کر عجز کا دامن پہنچے عرشِ معلّٰی پر | نگاہوں کو نظر اس بام کا زینا نہیں آتا
عدو صبحِ صفائے دل کی ہے ظلمتِ تعصب کی | مقابل چشمِ نابینا کے آئینہ نہیں آتا
بجھا دینا ہی اچھا ہے چراغِ زندگانی کا | محبت میں جو مر کر کے تجھے جینا نہیں آتا

یہیں بے نور ہے محشر میں تو کیا خاک دیکھے گا ‌ ‌ ‌ کہ تجھ کو دیکھنا اسے دیدۂ بینا نہیں آتا
یہ بہتر تھا کہ تو اے شیشۂ دل چور ہو جاتا ‌ ‌ ‌ صفا رہنا تجھے مانندِ آئینہ نہیں آتا
اکارت ہے بناوٹ سے ترا رونا نمازوں میں ‌ ‌ ‌ کہ ہاتھ اس طرح وہ پوشیدہ گنجینہ نہیں آتا
تلاشِ خضر کب تک تشنۂ زہرِ محبت ہو ‌ ‌ ‌ جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

ربیع الاول ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء کو طبع ہونے والا مولوی دہلی کا رسولؐ نمبر ۱۵۹ صفحات پر مشتمل، تمام تر مدیرِ مسئول عبدالحمید خاں کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس شمارے کے تمام مضامین نثری ہیں۔ عنوانات درج ذیل ہیں:

عزیمم یا رسولؐ اللہ عزیمم۔ نور کا ظہور۔ دعائے خلیل و نویدِ مسیحا۔ حضورؐ کی شرافتِ نسبی۔ ظہورِ قدسی۔ مقدس جوانی۔ تعمیرِ بیت اللہ۔ مکہ میں قیامِ صلح و سکون کی سعی۔ کسبِ معاش بذریعہ تجارت۔ حضرت بی بی خدیجہؓ سے نکاح۔ حیاتِ خانگی۔ نبوت سے پہلے۔ نزولِ وحی۔ عرب اور تمام دنیا کی حالت۔ آفتابِ دعوت و تبلیغ کا طلوع۔ خاندانِ نبوت کی محصوری۔ صعوبت زارِ طائف۔ تبلیغِ دین کے لیے جد وجہد۔ عمِ شفیق اور انیسِ حیات کا انتقال۔ ہجرتِ حبشہ۔ افقِ مدینہ پر آفتابِ ہدایت کا پرتو۔ چراغِ مصطفویؐ کو بجھانے کی سعی۔ یہود و قریش کی سازشیں۔ غزوِ اسلام کا پہلا معرکہ۔ دیگر غزوات پر ایک نظر۔ رسولِ کریمؐ اور اصلاحِ جنگ۔ صلحِ حدیبیہ۔ فتحِ مکہ اور تطہیرِ کعبہ۔ استخلاف فی الارض کے وعدۂ ربانی کی تکمیل۔ مکارمِ اخلاق کی شمیم افروزیاں۔ معاندین پر ابرِ کرم کی گہرباری۔ دنیا کا مصلحِ اعظم۔ اسیرانِ جنگ پر بارشِ کرم۔ عالمِ نسوانیت میں انقلابِ عظیم۔ بدترین مخلوق کی بہترین خیر خواہی۔ مساعیٔ قیامِ امن۔ دربارِ رسالت کا پیغمبرانہ طمطراق۔ عبادات و طاعات۔ آقائے عالم کا آخری حج۔ نیّرِ رسالت کا غروب۔

یہ رسالہ کم و بیش ایک مکمل سیرت ہے۔ اور ایک ہی قلم سے ہے۔ جناب عبدالحمید خاں کے خامۂ عنبر شمامہ کی اڑانیں قابلِ دید ہیں۔ بعض مقامات پر حُسن، نگاہوں سے لپٹ جاتا ہے۔ بالخصوص ابتدائی صفحات اور ہر مضمون کی ابتدائی سطور گو نثر میں ہیں مگر شعری دلآویزیوں کو شرما رہی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے تمام رسولؐ نمبر دوبارہ طبع کیے جائیں (میرے حافظہ کے مطابق مولوی دہلی کا ایک رسولؐ نمبر کسی ادارے نے چھاپا ہے) تاکہ اندازہ ہو سکے کہ آج سے کم و بیش ساٹھ سال پہلے کے رسالے کے رسولؐ نمبروں کا کیا رنگ، ڈھنگ اور آہنگ تھا۔ اِن رسائل کے مرتبین اور اہلِ قلم فی الواقع اپنے دور کے نابغہ تھے۔ اُن کی قبریں (مرحوم اہلِ قلم، ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یقیناً منور و عنبریں ہوں گی۔ مگر یہ بھی ضروری ہے کہ اُن کے نام بھی ادب کی تاریخ میں باقی رہیں۔ زندہ قومیں ایسے تذکروں کو تحفظ دیا کرتی ہیں۔ وہ تو اپنے مشاہیر کے قلم سے اِدھر اُدھر بکھرنے والے روشنائی کے دھبّوں کو بھی محفوظ کر لیا کرتی ہیں کہ اُن سے یادیں تازہ اور دل کے داغ ہرے رہتے ہیں —— مگر افسوس کہ ہم روز بروز ماضی سے کٹتے اور سلف کے راستے سے ہٹتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم ماضی کے بغیر حال کی تعمیر چاہتے ہیں۔ نتیجہ معلوم کہ نَے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں۔ انہی بے نیازیوں اور فراموش کاریوں کا حاصل یہ ہے کہ آج ہمارے دل ویران اور محفلیں افسردہ ہیں۔ اگر ہم حال اور مستقبل میں زندہ رہنے کے تمنائی ہیں تو چاہیے کہ ہم اُن لوگوں کو زندہ رکھیں جنہوں نے ماضی کے سرد طاقوں پر اپنے لہو سے چراغ روشن کیے تھے مگر المیہ یہ ہے کہ ؎

زندگانی کا مزہ ملتا تھا جن کی بزم میں
اُن کی قبروں کا بھی اب مجھ کو پتا ملتا نہیں

اقبال درِ سرکار ﷺ پر

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اُٹھا کر
وہ بزمِ طیبہ میں آکے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

جو تیرے کوچے کے ساکنوں کا فضائے جنت میں داغ بیٹھا
تسلیاں دے رہی ہیں حوریں، خوشامدوں سے منا منا کر

بہارِ جنت کو کھینچتا تھا ہمیں مدینہ سے آج رضواں
ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر

لحد میں سوتے ہیں تیرے شیدا تو حور و جنت کو اس میں کیا ہے
کہ شورِ محشر کو بھیجتی ہے خبر نہیں کیا سکھا سکھا کر

تری جدائی میں خاک ہونا اثر دکھاتا ہے کیمیا کا
دیارِ طیبہ میں آہی پہنچے صبا کی موجوں میں مل ملا کر

شہیدِ عشقِ نبی ﷺ کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے زندہ باشی، ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر

رکھی ہوئی کام آہی جاتی ہے جنسِ عصیاں عجیب شے ہے
کوئی اسے پوچھتا پھرے ہے درِ شفاعت دکھا دکھا کر

ترے ثنا گو عروسِ رحمت سے چھیڑ کرتے ہیں روزِ محشر
کہ اس کو پیچھے لگا لیا ہے گناہ اپنے دکھا دکھا کر

کرے کوئی کیا کہ تاڑلیتی ہے لاکھ پردوں میں بھی شفاعت
رکھے تھے ہم نے گناہ اپنے ترے غضب سے چھپا چھپا کر

بتائے دیتے ہیں اے صبا ہم، یہ گلستانِ عرب کی بو ہے
مکر نہ اب، ہاتھ لا اِدھر کو، وہیں سے لائی ہے تو اُڑا کر

تری جُدائی میں مرنے والے فلک کے تیروں سے بے خطر ہیں
اجل کی ہم نے ہنسی اُڑائی، اُسے بھی مارا تھکا تھکا کر

ہنسی بھی کچھ کچھ نکل رہی ہے، مجھے بھی محشر میں تاکتی ہے
کہیں شفاعت نہ لے گئی ہو مری کتابِ عمل اُڑا کر

اڑا کے لائی ہے اے صبا تو جو گیسوئے عنبریں کی نکہت
ہمی سے اچھی نہیں یہ باتیں، خدا کی رہ میں بھی کچھ دیا کر

یہ پردہ داری تو پردہ در ہے مگر شفاعت کا آسرا ہے
دبک کے محشر میں بیٹھ جاتا ہوں دامنِ تر میں منہ چھپا کر

شہیدِ عشقِ نبیؐ ہوں، میری لحد پہ شمعِ قمر جلے گی
اٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغ خورشید سے جلا کر

جسے محبّت کا درد کہتے ہیں، مایۂ زندگی ہے مجھ کو
یہ درد وُہ ہے کہ میں نے رکّھا ہے دل میں اس کو چھپا چھپا کر

خیالِ راہِ عدم سے اقبالؔ تیرے در پر ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ عمل نہیں ہے، صلہ مری نعت کا عطا کر

——— حکیم الامت علامہ محمد اقبال ؒ

ماہنامہ ''العزیز'' بٹالہ۔ رسول نمبر۔ نومبر ۱۹۱۹۔ ص ۲۹، ۳۰

مقامِ محمود

اللہ اللہ شرف و شانِ مقامِ محمود — خسروِ عرش ہے سلطانِ مقامِ محمود
آپ ہیں حامد و محمود، محمدؐ، احمد — آپ ہیں رونقِ ایوانِ مقامِ محمود
انبیا، حور و ملک، جنّ و بشر حاضر ہیں — بیتِ معمور ہے قربانِ مقامِ محمود
ہشت جنّت کی بہاروں کو ہے دامن میں لیے — چمنِ خلد بداماں مقامِ محمود
نزہتیں عالمِ امکاں کی ہیں موجود تمام — اللہ اللہ سروسامانِ مقامِ محمود
شش جہت ہیں جو تصدّق تو فدا ہشت بہشت — ہفت افلاک ہیں قربانِ مقامِ محمود
بخت چمکائے گا ہم جیسے گنہگاروں کا — مرحبا جلوۂ جانانِ مقامِ محمود
کرسیٔ حمد پہ ہیں حمدِ خدا میں مصروف — مصطفیٰ صلِّ علیٰ، جانِ مقامِ محمود
رحمتِ عام ہو خدّام پہ روزِ محشر — یا نبیؐ! خسروِ ایوانِ مقامِ محمود
نورِ خورشیدِ حرم سے ہیں ستارے درخشاں — ہے مہ و مہر ہیں لمعانِ مقامِ محمود
پھول برسا دے خزاں دیدہ جہاں والوں پہ — اے نسیمِ چمنستانِ مقامِ محمود
ہاشمیؐ ابطحی، مکّی، مدنی، بدر کے چاند! — تجھ سے پُر نور ہے ایوانِ مقامِ محمود

مغفرت کی ہے تمنّا جو ضیاؔ سینے میں
تھام لے دامنِ سلطانِ مقامِ محمود

علّامہ ضیاؔ القادری بدایونی

ماہنامہ "آستانہ" دہلی۔ اگست ۱۹۶۰۔ ص ۴۱

شرحِ لولاک لما

کہتے ہیں کہ تُو صاحبِ لولاک لما ہے — یہ عالمِ کُن تیرے لیے پیدا ہُوا ہے
اور یہ بھی تو کہتے ہیں کہ یہ قول ہے وضعی — مقطوع سند اس کی بہ پیشِ علما ہے
لیکن مجھے کچھ بحث روایت سے نہیں ہے — میں کہتا ہوں، یہ قول حقیقت سے بجا ہے
اربابِ نظر سے کوئی پوچھے تو بتائیں — ہر حُسن یہاں صاحبِ لولاک لما ہے
اللہ نے بنا کر تجھے اک پیکرِ خوبی — جو حُسن بچا تجھ سے، وہ دنیا کو دیا ہے
یا دل نے لیا تیری سخاوت سے برسنا — گیسو کو ترے سونگھ کے مسرور صبا ہے
دریا کی روانی میں ترا ذوقِ عبادت — اور بحر کی وسعت میں ترا لطف و عطا ہے
ہر خون کے قطرے میں ترا شوقِ شہادت — ہر تیغ کی برش میں ترا جوشِ غزا ہے
بلبل کے ترانوں میں ترا سوزِ تلاوت — کوئل کی صداؤں میں ترا دردِ بھرا ہے
القصہ زمانے میں نظر آتا ہے جو حُسن — وہ تیری ہی اک شان ہے، تیری ہی ادا ہے
حبِ عشق کے نزدیک یہی حق ہے تو پیارے — حق یہ ہے کہ تُو صاحبِ لولاک لما ہے

اے شافعِ حشرؐ! اس کو فراموش نہ کرنا
بے مایہ ہے لیکن یہ عزیز آپ ہی کا ہے

——— ملک نصر اللہ خاں عزیز

ماہنامہ نظام المشائخ دہلی۔ ستمبر ۱۹۳۱ء۔ ص ۸۴، ۸۵

جلوۂ نورِ محمدؐ سے ہُوا دل روشن
شمس سے جیسے ہوا ہے مہِ کامل روشن

آپؐ کے فیض سے بگڑی مری بن جائے گی
آپؐ ہی سے ہیں زمانے کے مسائل روشن

شمع جلتی ہے تو ہر چیز نظر آتی ہے
آپؐ آئے تو ہوئے ہیں حق و باطل روشن

آپؐ کے نام سے آ جاتی ہے آنکھوں میں چمک
آپؐ کے ذکر سے ہوتا ہے مرا دل روشن

اللہ اللہ ضیا باریٔ نغماتِ درود
ہو گئی آپؐ کے میلاد کی محفل روشن

مجھ کو پہنچایا ہے در پر ترے افتاں خیزاں
عقل حیراں پہ جنوں کے ہیں فضائل روشن

ذرّے ذرّے نے دیا آپؐ کی منزل کا پتا
ذرّے ذرّے سے ہوئی آپؐ کی منزل روشن

کہکشاں و مہ و انجم ہی نہ تھے ضَوافشاں
انؐ کے قدموں سے ہوئی عرش کی محفل روشن

اب یہ سر جُھک نہ سکے گا کسی در پر بھی شفیقؔ
سجدۂ حق سے ہے پیشانیٔ سائل روشن

——— شفیق کوٹیؒ

نقشِ پائے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محبوبِ کبریا کا وفا کوش نقشِ پا
ہے اک نگینِ خاتمِ صد ہوش نقشِ پا

اللہ رے حلاوتِ پابوسیٔ جناب
ہے لذّتِ سُرور سے مدہوش نقشِ پا

ہے آفتاب دن کو تو مہتاب رات کو
ہوتا نہیں ہے آپ کا روپوش نقشِ پا

پابوسیٔ حضورؐ سے تاباں ہیں مہر و ماہ
پھرتا ہے آسماں لیے بردوش نقشِ پا

جس طرح کوہِ طور پہ بے خود ہوئے کلیم
میں دیکھتے ہی ہوگیا بے ہوش نقشِ پا

یہ رہنمائے منزلِ توحید ہے ہمیں
آ دیکھ غور سے نگہِ ہوش نقشِ پا

میخانۂ رضا میں ہے بدمست بن پیے
ہاں چل کے دیکھ رندِ بلانوش نقشِ پا

کمتر میں خاکِ پائے جنابِ رسولؐ ہوں
رہتا ہے میرے دل میں ہم آغوش نقشِ پا

——— غلام علی کمتر

ماہنامہ تصوف لاہور۔ دسمبر ۱۹۲۲ / ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ۔ ص ۳۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ حُسن بے مثال ہے، وہ عشق لازوال ہے
جمال ہی جمال ہے، جلال ہی جلال ہے

رسولِ کائنات ہے، پیمبرِ حیات ہے
خزینۂ صفات ہے، وہ پیکرِ کمال ہے

وہ شہریارِ شرق ہے، وہ تاجدارِ غرب ہے
وہ حاکمِ جنوب ہے، شہنشہِ شمال ہے

کریم ہے، امیر ہے، نذیر ہے، بشیر ہے
امین ہے، مبین ہے، جمیل ہے، جمال ہے

انیس ہے، رفیق ہے، وہ محسن و شفیق ہے
وہ غمگسارِ بیکساں، خلیق و خوشخصال ہے

بزرگ ہے، عظیم ہے، رفیق ہے، شفیع ہے
وہ مصطفیٰؐ ہے وہ حبیبِ ربِّ ذوالجلال ہے

وہ حسن ہے، وہ کیف ہے، وہ نور ہے، سرور ہے
وہ رنگ ہے، بہار ہے، وہ قال ہے، وہ حال ہے

عروجِ علمِ ظاہری، کمالِ علمِ باطنی
مدینۃ العلوم وہ رسولؐ بے مثال ہے

امیرِ کاروانِ عشق، صدرِ بزمِ قدسیاں
بزرگ بعد از خدا وہ مظہرِ جلال ہے

چلے تو یہ جہاں چلے، رکے تو یہ جہاں رکے
وہ روحِ کائنات ہے، وہ جانِ ماہ و سال ہے

اُسی کے دستِ پاک میں عنانِ اقتدار ہے
یہاں بھی اختیار ہے، وہاں بھی اختیار ہے

——— عارف سیالکوٹیؒ

ماہنامہ "سالک" راولپنڈی ۔ میلاد نمبر ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء ۔ ص ۱۶

درودِ بے عدد کونین کے آقا و مولا پر
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جب اس عالم کی مظلومی کا عہدِ اختتام آیا   یکایک آسماں سے مژدۂ انعامِ عام آیا
لیے ناموسِ اکبر بارگاہِ کبریائی سے   امینِ عرش و کرسی قاصدِ گردوں خرام آیا
مئے توحید متی اور ساقیٔ کوثر کے متوالے   ہوئی بزمِ جہاں سرشار جب گردش میں جام آیا
سیہ خانوں کی ظلمت ہو گئی کافور دنیا سے
شبِ تیرہ میں نور افشاں جو وہ ماہِ تمام آیا

فدا جن و بشر ہیں، عالمِ ملکوت قرباں ہے   شہود و غیب میں یکساں فروغِ حسنِ جاناں ہے
بپا ہے محفلِ اعجاز میں رقصِ مہِ کامل   شبِ اسریٰ میں فردوسِ بریں بزمِ چراغاں ہے
صنم خانہ میں نور اللہ سرگرمِ تجلّی ہے   میسّر اشقیا کو دولتِ ایمان و عرفاں ہے
پیامِ مرگِ غیر اللہ ہے ہر ضربِ الّا اللہ
نہ مصر و شام ہیں باقی، نہ یوناں ہے نہ ایراں ہے

درودِ بے عدد کونین کے آقا و مولاؐ پر   مطاعِ دو جہاں، دارین کے ماوا و ملجا پر
تعالی اللہ اوجِ مطلعِ انوارِ محبوبی   ستارہ بن کے چمکے مدتوں عرشِ معلّیٰ پر
رہے گا یادگارِ خیر مقدم روزِ محشر تک   مہ و خورشید کا سر آپ کے نقشِ کفِ پا پر
تعلّی اس کو جائز ہے کہ ان کی سمِ مرکب کا
نشاں اب تک نظر آتا ہے رخسارِ ثریا پر

—— عبداللہ خورجوی

ماہنامہ "مولوی" دہلی ۔ رسول نمبر، صفر و ربیع الاول ۱۳۴۵ھ، ص ۱۷

علم و ادب کے سارے وہ اسباب یک بیک　　آمد سے تیری ہو گئے نایاب یک بیک
کانوں میں جب پڑے ترے آداب یک بیک　　"وہ دفترِ فصاحتِ اعراب یک بیک
اک خواب، اک خیال تھا یا اک فسانہ تھا"

جب دیکھ لی تھی روئے پُرانوار کی جھلک　　لازم تھا، کرتے قدموں پہ قربان سر تلک
پھر دل میں منکروں کے رہی کون سی کھٹک　　"کس چیز نے حروف سے کھینچا سیوف تک
"فَأْتُوا بِسُورَةٍ" ہی پہ کیا فیصلہ نہ تھا"

یکتائی پر خدا کی قسم اُن کی مر مٹے　　سر تا قدم جو نور کے سانچے میں ہوں ڈھلے
سایہ کو بھی یہ حکم کہ ساتھ اُن کا چھوڑ دے　　"ہمراہ اُن کے کوئی چلے بھی تو کیا چلے
جبریلؑ چل کے سدرہ ہی تک رہ گیا نہ تھا"

گر دیکھ لے وہ مُصحفِ رُخ، منہ کی کھائے خلق　　جو کچھ سُنی سنائی ہے سب بھول جائے خلق
دیکھے نہ جب تو خوب سی شہرت اڑائے خلق　　"یوسف کا لاکھ چہرۂ روشن بنائے خلق
کالشمس کالنہار نہ تھا، کالضحیٰ نہ تھا"

صدہا کی عمریوں تو گئی شاعری میں بیت　　سیدھی روش چلا جو، اُس کی رہی ہے جیت
مثلِ خلیلؔ تو بھی برتنے لگا یہ ریت　　"اے درسؔ نعت اور یہ سیدھی سی بات چیت
ہاں طبعِ شعر تھی تجھے، فکرِ رسا نہ تھا"

نعت : مولوی عبدالکریم درسؔ
تضمین : حافظ محمد ابراہیم خلیلؔ لکھنوی

ماہنامہ "العزیز" بٹالہ۔ مئی جون جولائی ۱۹۱۹۔ ص ۳، ۴

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ بھی طالب ہے ترا، جن و بشر بھی　　　ہے عرش ترا، خلد بھی، اللہ کا گھر بھی
جس وقت گواہی کی ہوئی ان کو ضرورت　　　بُت بول اُٹھے، پڑھنے لگے کلمہ شجر بھی
جس وقت ہوئی بزم جہاں میں تری آمد　　　سجدے کو ترے جھک گیا اللہ کا گھر بھی
چہرہ ہے ترا آئینۂ حُسنِ الٰہی　　　دیکھے ترا جلوہ تو تڑپ جائے نظر بھی
کیا وصف ترے چہرۂ انور کا ادا ہو　　　تلوے ہیں ترے غیرت خُور، رشکِ قمر بھی
حق نے تمہیں قادر کیا اور غیب کا عالم　　　بندوں کی مدد کرتے ہو، رکھتے ہو خبر بھی
سرداروں کے سر خم ہیں درِ پاک پہ تیرے　　　ساجد تری سرکار میں ہیں دل بھی، جگر بھی
ذرّہ ترے کوچے کا اگر جلوہ نما ہو　　　ٹل جائے گا سورج بھی مقابل سے قمر بھی
مملوک خدا کا ہے، خدائی کا ہے مالک　　　قبضے میں ترے ارض و سما خشک بھی تر بھی

بھر دے مری جھولی کو، نواسوں کا تصدّق
سگ ہوں ترا، محتاج ترا، دست نگر بھی

______ مولانا حشمت علی خاں عبیدؔ لکھنوی

،پندرہ روزہ رضوان لاہور۔ عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۵۵۔ ص ۷۱، ۷۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ ابتداؤں کی ابتدا ہے، وہ انتہاؤں کی انتہا ہے
ثنا کرے کوئی اس کی کیونکر، بشر ہے لیکن خدا نما ہے
وہ سرِ تخلیق ہے مجسّم کہ خود ہی آدم ہے، خود ہی عالم
وجود کی ساری وسعتوں پر محیط ہے جو وہ دائرہ ہے
کوئی نہیں ہے مثیل اس کا، کوئی نہیں ہے نظیر اس کا
وہ شخص بھی ہے وہ عکس بھی ہے اور آپ اپنا ہی آئنہ ہے
وہی ہے اوّل وہی ہے آخر، وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
یہ سوچ ہے آگہی سے باہر، وہ اور کیا ہے جو رہ گیا ہے
اُنہی کا مسکن انہی کا گھر ہیں، انہی کی نسبت سے معتبر ہیں
حرم ہو طیبہ ہو، میرا دل ہو۔ یہ سب وہی ایک سلسلہ ہے
ہے خطِ واصل کہ حدِ فاصل کہ قوس کے قوس ہے مقابل
سلیم عاجز ہے فہمِ کامل، وہیں بشر ہے جہاں خدا ہے

—— سلیم احمد

مجلہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پاکستان سنٹرل ہومیوپیتھک میڈیکل کالج کراچی۔
ربیع الاول ۱۴۰۲ھ۔ ص ۱۰

مدینہ میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر مقدم

ہر ذرّۂ زمیں پر رحمت برس رہی ہے
بطحا کی ہر پہاڑی فردوس بن گئی ہے
پیمانِ زندگی کی تجدید ہو رہی ہے
تابوتِ بے حسی میں یا روح پھونک دی ہے
دنیا مسرتوں کی رہ رہ کے جھومتی ہے
مشتاقِ دیدِ نبوی بے چین ہو رہی ہیں
مکّہ کے راستے کو رہ رہ کے دیکھتے ہیں
بے تابیوں کی گویا تصویر بن گئے ہیں
اک کیفِ شادمانی محسوس کر رہے ہیں
ہر اک کی ہے زباں پر سرکارؐ آ رہے ہیں
سوتے نصیب جاگے آئے حضورؐ آئے
مسرور ہے مدینہ جانِ سرور آئے
ذرّے چمک رہے ہیں خورشیدِ نور آئے
انوارِ ایزدی کی شانِ ظہور آئے
ہر شخص کہہ رہا ہے "میرے حضور آئے"

منظور حسین ماہر القادری

کیا کہوں میں کس کا یہ جلوہ مری آنکھوں میں ہے
پرتوِ روئے شہِ بطحاؐ مری آنکھوں میں ہے

اشتیاقِ طیبہ و شوقِ زیارت، شوقِ دید
دو تو آنکھیں ہیں مگر کیا کیا مری آنکھوں میں ہے

ہے نظر نقشِ کفِ پائے نبیؐ پر جو مری
پرتوِ نورِ یدِ بیضا مری آنکھوں میں ہے

تو ہی کہہ دے اشتیاقِ دیدِ حضرتؐ، جز ترے
اور تو نے کچھ کبھی دیکھا مری آنکھوں میں ہے

کس لیے سیرِ بہارِ ہشت جنّت کیجیے
لطفِ صحنِ گلشنِ طیبہ مری آنکھوں میں ہے

رفعتِ کون و مکاں کی قدر کیا آگے مرے
خاکِ پائے سیدِ والاؐ مری آنکھوں میں ہے

مرغِ دل کہتا ہے، اُڑ جاؤں مدینے کی طرف
دم اسی خواہش سے آ ٹھہرا مری آنکھوں میں ہے

کیا سمائے میری نظروں میں یہ چرخِ زرنگار
روضۂ پُرنور کا نقشہ مری آنکھوں میں ہے

صورتِ نرگس کھلی رہتی ہیں بیدلؔ رات دن
اشتیاقِ دید یہ کس کا مری آنکھوں میں ہے

———— منشی احمد دین بیدلؔ شاہجہانپوری

مدینہ ہے شفا خانہ، دوا لے جس کا جی چاہے
وہاں ہر مردہ دل، دل کو جلا لے جس کا جی چاہے

پھرے روتا ہوا ٹکرائے سر طیبہ کی گلیوں میں
وہاں بگڑی ہوئی قسمت بنا لے جس کا جی چاہے

چلے نادارِ مسلم، کھل گیا دروازۂ بخشش
سخی داتا کے در سے جا کے پا لے جس کا جی چاہے

بڑی آواز سے فرمائیں گے سرکارؐ محشر میں
میں شافع ہوں مرا دامن سنبھالے جس کا جی چاہے

———— نامی کوہ سوار چشتی نظامی

ماہنامہ "طریقت" لاہور۔ فروری ۱۹۱۷ء۔ ص ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الٰہی حشر میں جب عاشقِ خیر الوریٰؐ نکلے — تو ہر اک کی زباں سے نعرۂ صلِّ علیٰ نکلے
خلیل اللہؑ کی خلّت بھی محشر میں نہ کام آئی — شفیع المذنبیں نکلے تو محبوبِ خدا نکلے
یہی حسرت، یہی ارماں، یہی ہے آرزو میری — درِ محبوبِ ربّ العالمیں پر دم مرا نکلے
اگر بے سایہ وہ نورِ خدا تھے، حق بجانب تھے — جو نکلے نور سے تو نور نکلے اور کیا نکلے
دُرِ دندانِ احمدؐ کی شہادت کے تصور میں — جو میں رویا تو موتی آنسوؤں کے بے بہا نکلے
اگر سرگرمِ توصیفِ گُلِ رخسارِ احمدؐ ہوں — مرے ہر نغمہ سے بُلبل صفت صلِّ علیٰ نکلے

مرا ذمّہ اگر پیغمبرانِ ماسبق سے بھی
کوئی شمس الضحیٰ نکلے، کوئی بدرالدجیٰ نکلے

—————— وزیر علی شاہ حامی

کسی نبیؑ کے جسم میں سایہ نہیں پیدا ہوا — یا نبیؐ! جیسے ہو تم، کوئی نہیں ایسا ہوا
گر نہ سنتے آپؐ کا ہستی میں ہم شورِ ظہور — کس لیے آتے یہاں، اپنا تھا کیا رکھا ہوا
کون سا دل ہے نہیں جس دل میں ان کی آرزو — کون سا سر ہے نہ جس کو شاہ کا سودا ہوا
یا نبیؐ! بہرِ خدا طیبہ میں بلوا لیجیے — ہند کے رہنے سے دل میرا ہے گھبرایا ہوا

یا نبیؐ! کیا کہنا اس معجز کلامی کا ہے واہ
سنگ ریزہ بھی تو دستِ پاک میں گویا ہوا

—————— رشید قادری

ماہنامہ ”تصوّف“ لاہور۔ اگست ۱۹۲۲/ ذوالحجہ ۱۳۴۰ھ۔ ص ۹، ۱۶

استغاثہ بدربارِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سن لے یہ میری التجا، اے زائرِ ارضِ حرم
جس دم حدودِ پاک میں رکھنا بیٹنے کے قدم

پڑھ کر درودِ پاک تو اُس آستاں پر دم بدم
میری طرف سے عرض کر پیشِ رسولِؐ محترم

اے سرورِ ہر دو سرا، فخرِ کلیمؑ باصفا
شاہِ سلیمانؑ مرتبہ، یوسفؑ خدم، موسیٰ حشم

اے مہرِ کنعانِ عرب، ایجادِ عالم را سبب
اے ہاشمی اُمی لقب، اے صاحبِ فضل و کرم

اے مہرِ گردونِ ہدیٰ، شمعِ شبستانِ حرا
عالم کی ظلمت کو مٹا، چمکا کے نورِ محترم

تو دیکھ رنگِ بیکسی، اُمت کی اپنی بے بسی
ہے دورِ گردوں گر یہی، مٹ جائیں گے دنیا سے ہم

سُن اے مسیحائے زماں، دشمن ہے اپنا آسماں
ہے آس جینے کی کہاں، مایوس ہے بیمارِ غم

مولا ہمارے حال پر کچھ تو کرم کی ہو نظر
تیرے غلاموں کے یہ سر کب تک اٹھائیں بارِ غم

موزوں نہیں گو تاج کے، قابل نہیں ہم راج کے
لائق ہیں کب تاراج کے تیرے غلامانِ کرم

کشتی کا اپنی ناخدا کوئی نہیں تیرے سوا
بیڑے کو اُمت کے بچا، طوفاں میں ہے بحرِ الم

مانا، ہیں ہم سب سے بُرے پر ہیں غلاموں میں ترے
اب لاج تیرے ہاتھ ہے ہم سب کی مولائے کرم

ہو مہرِ وحدت رونما پھٹ جائے ظلمت کی گھٹا
عالم کی پھر بدلے ہوا، روشن ہو دینِ محتشم

عاداتِ بد جائیں بدل، سرسبز ہو نخلِ عمل
ہر شاخِ گُل میں آئے پھل، ہو بارشِ ابرِ کرم

وہ عام ہو رحمت تری، کھل جائے ہر دل کی کلی
ہو گلشنِ اسلام میں پھر نکہتِ باغِ ارم

دیکھے جمالِ دلستاں صدقے کرے اعجازؔ جاں
تن ہو جو خاکِ آستاں، آنکھیں رہیں فرشِ قدم

——— محمد اعجاز حسین علوی اعجازؔ کاکوروی

ماہنامہ "مولوی"، دہلی، رسولؐ نمبر ۱۳۴۹ھ، ص ۱۲۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمھی ہو واقفِ اسرارِ عالم مصطفیٰ تم ہو
تمھی ہو صاحبِ معراج شاہِ صلِّ علیٰ تم ہو

تمہاری شان میں ہی "والضحیٰ" نازل ہوئی حق سے
شہِ شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ، نورالہدیٰ تم ہو

حضورِ داورِ محشر کہیں گے اُمتی تم سے
کہ بخشاؤ خدا سے، شافعِ روزِ جزا تم ہو

بس اتنا فرق تم میں اور ہم میں حق نے رکھا ہے
گدائے درِ تمہارے ہم ہیں شاہوں سے سوا تم ہو

کوئی جا کر تمہارے در سے پھرتا ہی نہیں خالی
زمانے کے لیے بس معدنِ جود و سخا تم ہو

جو مشکل پیش آئی، ہو گئی حل اسمِ اقدس سے
دو عالم میں جنابِ مصطفیٰ مشکل کشا تم ہو

نہ آتے تم جو دنیا میں تو ہم یاں کاہے کو آتے
ہمارے باعثِ خلقت، حبیبِ کبریا تم ہو

یہ کیوں مانگے کسی سے اور کسی کے در پہ کیوں جائے
کہ گُل کے واسطے وجہِ حصولِ مدّعا تم ہو

—— شیخ لعل محمد گُل (زاندور)

زلفِ احمد کو اگر سنبل و ریحاں چاہئیں
کیوں نہ پھر تلووں کو مہر و مہِ تاباں چاہئیں

دردِ دل، دردِ جگر کی ہے یہ اکسیر دوا
جو زباں سے قدمِ شاہِ رسولاں چاہئیں

بعدِ مُردن بھی ہماری ہے یہ حسرت یا رب!
خاک میں مل کے بھی خاکِ رہِ جاناں چاہئیں

وہ لکھوں وصفِ جمالِ رُخِ محبوبِ خدا
ہونٹ حسرت سے پرستاں میں پریاں چاہئیں

—— شیخ محمد عثمان شاد ایڈیٹر "آفتابِ سخن"، پونہ

ماہنامہ "طریقت" لاہور۔ اپریل ۱۹۱۷ء۔ ص ۴۱، ۴۲

امام زین العابدینؑ کی نعت پر تضمین

فریاد ہے ، فریاد ہے ، مجھ پر ہوئے بے حد ستم
کس سے کہوں حالِ الم ، ہے کون واقف کارِ غم
صبرِ مصیبت تا کجا ، ضبطِ فغاں تا کے کنم
اِنْ نِلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمْ
بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَۃً فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ

کیسے نبیؐ ؟ خیرالوریٰ ، سرمایۂ جود و سخا
رحمت پئے ہر دو سرا ، ماہِ شرف ، مہرِ ولا
مَنْ سَیْرُہٗ صَدْرُ الْعُلٰی مَنْ شَانُہٗ کَھْفُ الْوَرٰی
مَنْ وَجْھُہٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّہٗ بَدْرُ الدُّجٰی
مَنْ ذَاتُہٗ نُوْرُ الْھُدٰی مَنْ کَفُّہٗ بَحْرُ الْھِمَمْ

اُن کی زبانِ فیض تھی گویا نشانِ مرحمت
نُورِ ہدایت سے ہوئی زائل جہاں کی شیطنت
وہ ترجمانِ وحیِ حق ، وہ خوش بیانِ معرفت
قُرْاٰنُہٗ بُرْھَانُنَا نَسْخًا لِاَدْیَانٍ مَّضَتْ
اِذْ جَآءَنَا اَحْکَامُہٗ کُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَمْ

ہندوستاں اپنا وطن، طیبہ ہیں وہ رونق فزا
ہم اتنے دور اُفتادہ ہیں، وہ چارہ سازِ دردہا
تیغِ فراقِ شاہؐ سے بسمل دلِ محزوں ہوا
اَکْبَادُنَا مَجْرُوْحَۃٌ مِنْ سَیْفِ ھِجْرِ الْمُصْطَفٰی
طُوْبٰی لِاَھْلِ بَلْدَۃٍ فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَشَم

کرتے تھے رو رو کر دعا جَوْفَ اللَّیَالِیْ قَائِمَا
کردیں وہی ہم کو رہا مِنْ کَیْدِ دَھْرَ الظَّالِمَا
ہو کاش تقلیدِ نبیؐ ہم سے بِرَبِّ الرَّاحِمَا
یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ کَمَنْ یَتَّبِعُ نَبِیًّا عَالِمَا
یَوْمًا وَّ لَیْلًا دَائِمًا وَّارْزُقْ کَذَالِکَ بِالْکَرَم

برگشتہ افلاک و زمیں، انبوہِ اعدا درکمیں
دنیا کے پردہ پر کہیں اپنا ٹھکانا ہی نہیں
تم ہو کفیل المجرمیں، فریاد کو پہنچو تمہیں
یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن، اَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن
اَکْرِمْ لَنَا یَوْمَ الْحَزِیْن فَضْلًا وَّ جُوْدًا وَّالْکَرَم

سیمابِ مغموم و حزیں دارد بہ دل حسرت ہمیں
چشمِ کرم باشد بریں انت انیس العاشقیں
صدقہ ہیں ان کے شاہِ دیںؐ، کہتے تھے جو با صد یقیں
یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن! اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْن
مَحْبُوْسِ اَیْدِی الظَّالِمِیْن فِی الْمَوْکِبِ وَالْمُزْدَحَم

سیماب اکبرآبادی

(یہ تضمین سیماب کے مجموعۂ نعت "سازِ حجاز" میں شامل نہیں ہے)

ماہنامہ "آستانہ" دہلی۔ فروری ۱۹۶۳ء ص ۴۰

رسول نمبر کا تعارف

ماہنامہ نظام المشائخ دہلی - ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء

ایڈیٹر نعت یہ رسولؐ نمبر نہیں دیکھ سکا۔ البتہ ماہنامہ مولوی دہلی بابت ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ کے ایک شذرے بعنوان "نظام المشائخ کا رسولؐ نمبر" میں اس کا کچھ تعارف کرایا گیا، وہ قارئین کی معلومات کے لیے نقل کیا جاتا ہے :-

" حسبِ دستور امسال بھی نظام المشائخ کا رسولؐ نمبر نکلا ہے۔ رسولؐ نمبر کی اس قدر کی کثرت ہو گئی ہے کہ مشکل ہی کوئی مذہبی یا نیم مذہبی رسالہ ہوگا جو میلادِ مبارک کے موقع پر خاص نمبر نہ نکالتا ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ابتدا میں نظام المشائخ اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، آج بھی باوجود رسولؐ نمبروں کی کثرت کے، وحدت و یکتائی ہی کی شان کا مالک ہے۔ مُلّا واحدی صاحب جو اس رسالہ کے مالک اور اڈیٹر ہیں، اُنھوں نے اپنے رسالہ کے لیے ایک ایسی راہ اختیار کر لی ہے جو سب سے جدا اور سب سے ممتاز ہے یعنی اس کی ترتیب وغیرہ میں ایک ایسا سلیقہ صرف کیا جاتا ہے جو باوجود سادگی کے، حُسن کی شان پیدا کر دیتا ہے۔ ۔ ۔ ۔

پیشِ نظر جولائی و اگست ۱۹۳۰ء کا رسول نمبر ہمارے اس دعوے کی دلیل ہے: مضامین کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے۔ اس سے آپ اندازہ کر لیں گے کہ مذہبی رسائل میں نظام المشائخ کا درجہ کیا ہے۔ یقین کے ساتھ آپ کہہ سکیں گے کہ وہ عام سطح سے بلند ہے اور اس کے ناظرین بھی اگرچہ مذہبی قسم کے ہیں مگر پست اور سطحی قسم کے مذہبی نہیں جو محض مولود خوانوں کے قصوں سے خوش ہو جائیں بلکہ وہ ہر ایک مضمون میں کچھ نہ کچھ ٹھوس معلومات بھی چاہتے ہیں اور اصلاحِ حیات

کے لیے اُسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نور و روشنی کے طلبگار رہتے ہیں۔ چنانچہ نظام المشائخ کے مضامین (میں) یہ خوبی بدرجۂ اتم موجود ہوتی ہے اور اس خاص رسولؐ نمبر میں بھی ہر اک مضمون میں یہ بات آپ کو نظر آئے گی۔

البتہ اس دفعہ حکیم ناصر نذیر صاحب فراق کا مضمون بے تُکا سا ہے۔ اس کو رسولؐ نمبر کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ حکیم صاحب موصوف کے مضامین کی خوبی زبان کی پاکیزگی و شُستگی اور بیان کی حلاوت و دلپذیری ہے اور اسی لحاظ سے وہ عام طور پر پسند کیے جاتے ہیں۔ یہ مضمون بھی اس اعتبار سے ویسا ہی ہے مگر رسولؐ نمبر کے لیے ہرگز موزوں نہیں کیونکہ یہ حضرت علیؓ کے مناقب میں ہیں نہ کہ رسول اللہؐ کے متعلق۔

نظام المشائخ کا رسولؐ نمبر ایک سو باون صفحات پر مشتمل ہے اور نظم و نثر کے ۲۹ مضامین ہیں اور ہر ایک مضمون کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

سالانہ چندہ تین روپے۔ دفتر نظام المشائخ کوچہ چیلاں، دہلی سے منگایا جا سکتا ہے (ص ۱۵، ۱۶)"

ماہنامہ نظام المشائخ دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ اگست ۱۹۳۱

"نظام المشائخ" کا زیرِ نظر رسولؐ نمبر چھیالیسویں جلد کا شمارہ نمبر ۲ ہے۔ ایڈیٹر واحدی اور سرپرست خواجہ حسن نظامی ہیں۔ سرورق پر لکھا ہے "روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام"۔ مقام اشاعت کوچہ چیلاں، دہلی ہے۔ یہ رسولؐ نمبر ۱۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ محمد شفیع رضوی صاحب (ہجویری پبلشرز، لاہور) کے ذاتی ذخیرۂ کتب سے اس کی فوٹوسٹیٹ نعت لائبریری کے لیے حاصل کر لی گئی ہے۔

اس خاص نمبر کے بیشتر مضامین معیاری ہیں، خاص طور پر "صاحب قرآن

دیگر کتب مقدسہ میں" "رسول اکرمؐ کی بعثت" "بصیر جسم" اور تبلیغ اسلام کی مختصر تاریخ" بہت محنت سے لکھے گئے ہیں "عہد نامۂ عتیق (اولڈ ٹیسٹامنٹ) میں احمدؐ کا ذکر" ایک سابق کیتھولک پادری کے مضمون کا اردو ترجمہ ہے، پروفیسر عبدالاحد داؤد نے ۱۹۱۳ء میں استنبول میں اسلام قبول کیا اور ان کا یہ مضمون "اسلامک ورلڈ" میں شائع ہوا تھا جس کا ترجمہ ظفر قریشی نے کیا۔ اس مجلے میں مشہور رباعی گو امجد حیدرآبادی نے مینارۂ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا ذکر چھیڑا ہے، نثر میں بھی اور نظم میں بھی۔ ان کی مرحومہ اہلیہ جمال سلمیٰ کا ایک مضمون" اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" بھی شامل اشاعت ہے۔

عثمان اشرف گوڑ گانوی نے درود وسلام اور "عرض حال کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے، اس کے ہر ٹکڑے سے سن ہجری ۱۳۵۰ نکلتا ہے۔ اس مجلے کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ یہ مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی کی "حمد ونعت" سے شروع ہوتا ہے۔ یہ مکمل نظم اسی شمارے میں ہدیۂ قارئین ہے۔

فہرست مندرجات

(ر۔ر۔م)

ماہنامہ القریش امرتسر۔ رسولؐ نمبر۔ اپریل مئی ۱۹۱۸

"القریش" کی پیشانی پر "ہندوستان کی ممتاز و برگزیدہ قوم سادات و قریش کا واحد قومی و اسلامی اور اصلاحی رسالہ" کے الفاظ ثبت ہیں۔ ایڈیٹر/پبلشر شیخ محمد علی رونق صدیقی ہیں۔ زیرِ نظر خاص شمارہ چوتھی جلد کا شمارہ نمبر ۴، ۵ ہے۔ صفحات ۴۸ ہیں۔ رسالے کے ہر صفحے پر ۱۵ اپریل ۱۹۱۸ کی تاریخ لکھی ہے۔ ادارتی شذرے میں بتایا گیا ہے کہ یہ ماہواری اشاعت کا اختتامی اور ہفتہ واری اشاعت کا ابتدائی نمبر ہے، اس لیے اسے تبرکاً اور تیمناً "رسولؐ نمبر" کی حیثیت دی گئی ہے۔

"القریش" کے اس رسولؐ نمبر کا پہلا مضمون القائی نامی کو ہ سوار نظامی کا ہے، عنوان ہے "نگارِ عرب"۔ پھر محمد عبید اللہ فرحتی عباسی الامروہوی کا ایک طویل مضمون ہے جس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سوانح کے اہم واقعات تاریخی نقطۂ نظر سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد سلطان احمد (گوجرانوالا) کا ایک مضمون بعنوان "مَن یطع الرسول فقد اطاع اللہ" ہے۔ پھر حکیم ناصر نذیر فراق کا "چار چمن" ہے۔ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے "حلیہ مبارک" کے بارے میں محمد اکبر علی خاں عثمان آبادی کا ایک مضمون بھی ہے۔

زیرِ نظر خاص نمبر کی خصوصیت "سلطان التارکین حمید الملت والشرع والدین حاکم ابو الغیث قدس سرہٗ" کی ایک طویل فارسی نعت "خصائص النبی" کا اردو منظوم ترجمہ ہے جو غلام دستگیر نامی علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔ ذیلی عنوانات ہیں: مولود شریف، حلیۂ مبارک۔ رفتارِ محبوبِ کردگار۔ فضائلِ خاصہ۔ شجاعت سرورِ کونین۔ گفتارِ گوہر بار۔ مجلس۔ خلقِ عظیم۔ برکت و فیضان۔ خشیتِ الٰہی، سخاوت۔ علو مراتب۔ سادگی۔ غذا۔ لباس۔ رحمۃ للعالمین۔ فضائلِ صحابۂ کرامؓ۔ مدح حسنینؓ۔ دعا۔ تاریخ طبع نعت از مترجم۔ نظم ۲۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ "قطعۂ تاریخ طبع" کا آخری شعر ہے:

جو پوچھیں تو نامیؔ کہو سالِ طبع
کہ تیرہ سو چھتیس میں یہ چھپی

حمد، نعت میں شیخ محمد حیات امین قصوری، شاکر صدیقی گوجرانوالیہ، سیدہ ناصر نذیر فراق، القانی نامی کوہ سوار نظامی اور محمد عبدالحمید زاہد کے رشحاتِ قلم شاملِ اشاعت ہیں۔ یہ مجلہ انوار القریش پریس، امرتسر میں چھپا ہے۔ قیمت آٹھ آنے لکھی ہے۔

"القریش" کا یہ رسول نمبر دار العلوم نعمانیہ، اندرون ٹکسالی دروازہ، لاہور کی لائبریری میں موجود ہے۔ نعت لائبریری کے لیے اس کی فوٹو سٹیٹ حاصل کر لی گئی ہے۔ (ر۔ ر۔ م)

ماہنامہ العزیز بٹالہ۔ میلاد نمبر۔ نومبر ۱۹۱۹

العزیز کی پیشانی پر یہ عبارت تحریر ہے "یہ رسالہ قوم کا خادم، اسلام کا حامی، سلف صالحین کے کارناموں کا مرقع، گنجینۂ معلومات اور حافظ صحت ہے"۔
۴۴ صفحات کا ۲۳ × ۱۸ کے اس رسالے کے زیادہ تر مضامین ادارے کے لکھے ہوئے لگتے ہیں۔ شروع میں شاکر میرٹھی کے چند حمدیہ اشعار ہیں۔ پھر پنجابی کے مشہور شاعر مولا بخش کشتہ امرتسری کی اردو نعت ہے۔ صفحہ ۳ تا ۵ پر حضور نبی کریم علیہ التحیتہ والتسلیم کی شان میں چند آیاتِ قرآنی اور ان کا ترجمہ دیا ہے۔ دیگر مضامین کے عنوانات ہیں۔ مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حاشیۂ تصوف۔ ختم الانبیا خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بلند (از ملفوظات احمدیہ)۔ دنیا کا بزرگ ترین انسان۔ محمدؐ عربی پیغمبر اسلام ہے۔ وحی اُترنے کا واقعہ۔ ایک نعت "کلام اکبر فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے عنوان سے شاملِ اشاعت ہے۔ فرحتی عباسی کی ایک عربی اور ایک فارسی نعت بھی ہے۔
علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی نعت

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اُٹھا کر
وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

بھی نمبر میں شامل ہے۔ یہ ۱۰۷ اشعار پر مشتمل ہے۔

اس خاص نمبر کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں حضرت محمد فاضل الدین رحمہ مورث اعلیٰ خاندان فاضلیہ بٹالہ شریف کے خاص خلیفہ حضرت نصیر الحق کا پنجابی "حلیہ شریف" شائع کیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب و تصحیح "سیرت رسول عربی" کے مصنف مولانا نور بخش توکلی ایم اے ناظم التعلیم انجمن نعمانیہ لاہور نے کی ہے اور نیا حاشیہ دیا ہے۔

العزیز بٹالہ کا یہ رسول نمبر محمد شفیع رضوی، صدر مرکزی مجلس رضا، لاہور (پروپرائٹر ہجویری پبلشرز) کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے۔ نعت لائبریری کے لیے اس کی فوٹوسٹیٹ حاصل کر لی گئی ہے۔ (ر۔ ر۔ م)

ماہنامہ پیشوا دہلی۔ رسول نمبر ۱۳۴۹ھ

محولہ بالا رسول نمبر کا ذکر ماہنامہ مولوی دہلی (رسول نمبر ۱۳۴۹ھ) کے اداریے شذرے بعنوان "پیشوا کا رسول نمبر" میں بایں الفاظ درج ہے (صفحہ ۱۶):

"پیشوا کا یہ رسول نمبر تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل ہے اور یہ دو سو صفحات سارے کے سارے ذکر جمیل رسالت و نبوت سے منور و مزین ہیں۔

حصہ نثر تقریباً پچاس عنوانوں پر مشتمل ہے اور ان عنوانوں کے اندر مضامین عالیہ کا ایک سمندر موجزن ہے۔ چند عنوان ملاحظہ ہوں جن سے پیشوا کے رسول نمبر کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ظہور نور اطہر۔ یہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کا مضمون ہے۔ مولانا موصوف عثمانیہ یونیورسٹی سے آج کل متعلق ہیں اور آپ کا قلم جب کبھی سرکار مدینہ کی مدح و ثنا میں روانی دکھاتا ہے تو عشق و عقیدت اور محبت و پریم کی شراب کی ایسی بارش کرتا ہے کہ پڑھنے والا بیخود ہو جاتا ہے۔

شاہدِ مدینہ۔ یہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب شہید فرنگی محلی کا مضمون ہے مولانائے موصوف فرنگی محل کے مشہور اہل قلم عالم ہیں اور اخبار خادم الحرمین کے اڈیٹر ہیں۔ آپ کے قلم میں بھی ایک عشقیہ روانی ہے۔

ذکرِ ولادت باسعادت۔ اس مضمون کے لکھنے والے، رسولؐ نمبروں کے جگت گرد مُلّا محمد الواحدی صاحب ہیں۔ مُلّا صاحب ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے رسائل و اخبارات میں رسولؐ نمبر نکالنے کی بدعتِ حسنہ کو رواج دیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تبلیغ و دعوتِ رسالت۔ یہ مضمون مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی کا ہے۔ مولانا موصوف کی جن لوگوں نے تقریریں سُنی ہیں، وہی ان کے مضامین کا لطف بھی اٹھا سکتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شخصیتِ عظمیٰ۔ یہ مضمون خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے متعلق خصوصیت کے ساتھ خواجہ صاحب کا قلم نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا سے اپنا لوہا منوا چکا ہے۔

حضورؐ کا درجہ صفِ انبیا میں۔ حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراقؔ یادگارِ خواجہ میر دردؔ کا قلم دہلی کی اردوئے معلّٰی میں فصاحت و بلاغت کے جو دریا بہاتا ہے، وہ رسائل کی دنیا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ تو چند نمونے کے طور پر مضامین اور ان کے لکھنے والوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ باقی جس قدر بھی مضامین پیشوا اپنی آغوش میں لے کر نکلا ہے، سب اس قابل ہیں کہ عشاقِ رسولؐ ان کو سر آنکھوں پر رکھیں اور ان کو پڑھ کر اپنے عشق کی آگ کو اور بھڑکائیں۔ نثر کے حصہ کی طرح نظم بھی نہایت مرصع اور شاندار ہے۔ اگرچہ بعض نظمیں ذرا کسی قدر ہلکی ہیں مگر ہر جگہ شاعری کے نقطۂ نظر سے جانچنے کی ضرورت نہیں۔ رسولؐ نمبروں میں تو لوگ اپنے دلوں کی کتھا بیان کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔

نظم و نثر مضامین کے علاوہ تصاویر سے بھی پیشوا کے رسولؐ نمبر کو مزیّن و مرتب کیا گیا ہے اور تقریباً ۳۲، ۳۳ فوٹو کی تصاویر سے رسالہ آراستہ ہے۔

طباعت رنگین ہے اور کتابت وغیرہ دیدہ زیب۔ ہم اڈیٹر صاحب پیشوا کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ گزشتہ سال سے بھی بہتر رسول ﷺ نمبر نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ رسالہ پیشوا کا سالانہ چندہ دو روپے ہے اور یہ رسول ﷺ نمبر بھی اسی دو روپے میں ملتا ہے لیکن جو صاحب علٰحدہ منگانا چاہیں، ان کو سوا روپے میں ملے گا۔"

ماہنامہ پیشوا دہلی۔ تذکرۂ جمیل۔ ربیع المنور ۱۳۵۳/ جون جولائی ۱۹۳۴

پیشوا کا پیشِ نظر رسول ﷺ نمبر، حضور حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والثنا کی ولادت باسعادت کے مبارک موقع پر ۱۹۳۴ء میں شائع کیا گیا۔ مقامِ اشاعت کوچۂ چیلاں، دہلی ہے۔ بیرونی سرورق پر "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ" کی آیت تحریر ہے، اگرچہ "لکم" کے حروف شاید سہوِ کتابت کی نذر ہو گئے ہیں۔ اندرونی سرورق پر "بلغ العلیٰ بکمالہ ......" اور "یا نبی سلام علیک ......" تحریر ہے۔ ایڈیٹر کا نام "غلام غلامانِ رسالت پناہی سید عزیز حسن بقائی"، لکھا ہے۔ زیرِ نظر شمارہ، گیارھویں جلد کا شمارہ نمبر ۸، ۹ ہے۔

رسالہ ۸۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ مضامین دو کالم میں لکھے گئے ہیں اور ۸۵ صفحات میں خاصا مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۹ پر ان تصاویر کی فہرست دی گئی ہے جو شاملِ اشاعت ہیں۔ گنبدِ خضرا سہ رنگ۔ قبۂ خضرا مع شہر مدینہ۔ مسجدِ نبوی کے محراب و منبر۔ مزارِ رسول ﷺ پاک کی چادر۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان منذر بن ساوی شاہِ بحرین کے نام۔ نوشیرواں کا محل جو سرورِ کائنات ﷺ کی ولادت کے وقت شق ہوا۔ غارِ حرا جہاں سب سے پہلے سرکار ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ مسجدِ اقصیٰ سفرِ معراج کی پہلی منزل۔ قبۃ الصخرا، بیت المقدس جہاں شبِ معراج سرکار ﷺ نے کل نبیوں کو نماز پڑھائی۔ خدائے پاک کا حریم ناز۔ حجرِ اسود کا ایک منظرِ خصوصی۔ دنیا میں خدائے واحد کا پہلا گھر، مکہ معظمہ کا ایک خاص منظر۔ جنت المعلّٰی، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور اہل بیتِ کرام کے مزارات جنت المعلّٰی

کے کھنڈرات نجدیوں کے قبضۂ حجاز کے بعد۔ جنت البقیع، حضرت سیدہ خاتونِ جنت اور دیگر اہلِ بیتِ کرام کی آرام گاہیں۔ جنت البقیع کے کھنڈرات سعودی قبضہ کے بعد۔ مسجدِ قبا مدینہ منورہ میں سب سے پہلی عبادت گاہ۔ شہنشاہِ دوعالم کا فرمان مقوقس شاہِ مصر کے نام۔ پیشوائے اعظم کی آرام گاہ۔ محبوبِ خدا کا حریم ناز۔ سبز گنبد کا ایک اور روح پرور نظارہ۔ باب الاسلام مسجدِ نبوی میں داخل ہونے کا دروازہ۔ باب الرحمۃ، روضۂ اطہر میں داخلہ کی محراب۔ روضۂ پاک کا اندرونی حصہ۔ بابِ عنبری، مدینۂ منورہ میں داخلہ کا دروازہ۔

آغازِ کلام میں مدیرِ پیشوا نے تذکرۂ جمیل کے سلسلے میں پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے "پیشوا کا ہر رسولؐ نمبر اپنی ظاہری اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے ایک معیاری پرچہ ہوتا ہے اور اس کی ترتیب ہمیشہ تبلیغ کے بلند مقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔" ایڈیٹر نعت کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں پیشوا کا یہی ایک رسولؐ نمبر (۱۹۳۴ء) موجود ہے۔ قارئینِ کرام سے التماس ہے کہ اُن کے پاس کوئی اور رسولؐ نمبر ہو تو مہربانی فرما کر اس کی فوٹوسٹیٹ نعت لائبریری کے لیے عطا فرمائیں اور "رسولؐ نمبروں کا تعارف حصہ دوم" کے لیے تعارفی مضمون لکھ دیں۔

"تذکرۂ جمیل میں میثاق کا پیغمبر اور صحائفِ آسمانی"۔ "پیغمبرِ اسلام کے جذباتِ لطیف اور نفسیات کے ایک اہم مسئلہ پر نقد و بصر"۔ "منکرینِ ختمِ نبوت کی گمراہی"۔ "رسولؐ کی سیاسیات" اور "فیسزم اور داعیٔ اسلام کی تعلیم" اپنے اپنے موضوعات پر بہت اچھے مضامین ہیں اور اس قابل ہیں کہ لوگ ان سے استفادہ کریں۔ ماہر القادری نے "الہاماتِ حالی کی شرح" کے عنوان سے مسدس مد و جزرِ اسلام کے چند اشعار کی تشریح کی ہے۔ صفحہ ۵۶ پر "گنبد والے سرکار" کے عنوان سے خواجہ حسن نظامی کی ایک سادہ و پُرکار تحریر بھی شاملِ اشاعت ہے۔

زیرِ نظر خاص نمبر میں صفحہ ۱۱۴ تا ۱۵۸ پر غیر مسلم مشاہیر کی تحریریں دی گئی ہیں جن میں محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ بیشتر تحریریں

رسالہ پیشوا نے لکھوائی ہیں۔ اس حصے میں غیر مسلم شعرا کی نعتیں بھی ہیں۔ مجموعی طور پر "تذکرۂ جمیل" نہایت معیاری کوشش ہے اور ارباب تحقیق کو اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ (ر۔ر۔م)

فہرست مندرجات

ایم اے)، فیسزم اور دائمی اسلام کی تعلیم (سید اشفاق حسین ایم اے) حضور سرورِ کائنات بحیثیت جج کے (ضیاء القادری بدایونی)، الہامات حالی کی شرح (ماہر القادری)

صداقت کا اعتراف (غیروں میں مقبول رسولؐ): مسز لکھوتی جین۔ بابو گیا پرشاد سنگھ۔ ایس بی پانڈے۔ مسٹر سکلنوالا۔ رام بلاس سنگھ۔ سوامی لکشمن پرانے ردڑی۔ لالہ امیر چند کھنہ۔ لالہ دلیش بندھو۔ سر رابندر ناتھ ٹیگور۔ راج بہادر سکسینہ۔ رام آسری لعل تسلیم۔ شانتا رام۔ پنڈت گوپال کرشن۔ داس بیرسٹر۔ ایس ایس داس مکند بہاری لعل نادم علیشی۔ مہاتما گاندھی۔ پروفیسر دیوان چند شرما۔ پروفیسر مکرجی۔ منشی منوہر سہائے سرشار۔ ستیہ مورتی۔ آئزک ٹیلر۔ برنارڈ شا۔ ڈاکٹر ڈبلیو ایف کولیر ایل ایل ڈی۔ ایچ جی ویلز۔ ڈبلیو آیرونگ۔ پروفیسر ای براؤن۔ سی ٹی رن پادری لیف رائے۔ ایڈگرالن سن۔ مسٹر گراہم۔ اے بی ہارٹ۔

حمد: منظور حسین ماہر القادری

نعت: ضیاء القادری۔ محمود حسن اسرائیلی۔ ماہر القادری۔ باسط بسوانی۔ وشوا ناتھ ماتھ۔ منشی پیارے لال رونق دہلوی۔ سردار بشن سنگھ بیکل

ماہنامہ مولوی دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ صفر و ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

مولوی کا یہ رسولؐ نمبر مشہور ماہرِ فلکیات ضیاء الدین لاہوری ایم اے نے نعت لائبریری کو عطا فرمایا۔ مدیر مسئول سید زاہد القادری ہیں۔ یہ خاص نمبر تیسری جلد کا دوسرا اور تیسرا مشترکہ شمارہ ہے۔ پیشانی کے نیچے یہ عبارت تحریر ہے "ایک ماہوار مذہبی رسالہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا آئینہ، حسن سیرت و معاشرت کا روحانی خطیب، اخلاقی و تمدنی امراض کا مذہبی طبیب جو ہر مہینے کی ۱۲ تاریخ کو کوچہ چیلاں، دہلی سے شائع ہوتا ہے۔" مجلہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور

۲ کالموں میں نہایت باریک کتابت کے ساتھ چھپا ہے۔ پرنٹ لائن یہ ہے" منشی عبدالحمید طابع وناشر نے اپنے حمیدیہ پریس کوچہ چیلاں دہلی میں چھاپ کر شائع کیا"
آغاز میں "مولوی" کا خطبہ ہے جس میں احتساب نفس کی اہمیت جتائی گئی ہے "دوسرا خطبہ" میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفائے راشدین، امہات المؤمنین، بنات النبیؐ، سبطین کریمین اور اُن کی آل، سرکارؐ کے چچاؤں اور سرکارؐ کے مقبول صحابۂ کرامؓ پر درود کے بعد فقہ اسلامی کے چاروں سلاسل اور حضرت غوث الاعظمؒ پر رحمت کی دعا کی گئی ہے۔ اس کے بعد دعا ہے" خداوندا! وحدت اسلامیہ قائم کر مسلمان بادشاہوں صدر جمہوریہ ٹرکی، شام، ایران، سلطان مصر، تاجدار افغانستان اور شاہ دکن ہیں، اور ان سب کو عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ خداوندا! ہدایت نصیب کر عبدالعزیز ابن سعود خادم حجاز کو جو آج اپنی طاقت و قوت کے زعم میں اور اپنی ملوکیت اور شخصی جباریت کے نشے میں مدہوش ہو کر ناشائستہ حرکتیں کر رہا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی ہستی زوال اور فنا سے محفوظ ہے"
مجلے میں "کشکول" کے عنوان کے تحت ادارتی شذرے دیے گئے ہیں، موضوع ہیں: باجا اور مساجد۔ خواجہ صاحب کا مبارک ارادہ۔ "زمیندار" کی نرالی منطق۔ قضیۂ حجاز۔ لالہ لاجپت رائے کی بے وفائی۔ "معارف القرآن" میں سورۂ بقرہ کی چند آیتوں کی تشریح ہے۔ "لطائف الحدیث" میں فضائل سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کئے گئے ہیں۔ ابوالمحمود یعقوب احمد دہلوی کا مضمون "رسولؐ اعظم کی زندگی کا روحانی پہلو" اور نیاز فتحپوری کا مضمون" رسول اللہ کی تعلیمات" قابل مطالعہ ہیں (ر۔ر۔م)

فہرست مندرجات

(نواب حبیب الرحمٰن شروانی)، رسولِ اعظمؐ کی زندگی کا روحانی پہلو (ابوالمحمود یعقوب احمد دہلوی)، رسول اللہؐ کی تعلیمات (نیاز فتحپوری)، غزواتِ رسولؐ (مقصود حسن اٹاوی) دنیا کا آخری نبیؐ (ایوب احمد دہلوی)، تبلیغ صداقت (ادارہ) حیاتِ رسولؐ سے تبلیغی سبق (خواجہ حسن نظامی)، صداقتِ محمدیؐ کے زبردست دلائل (ایک انگریز پروفیسر کے قلم سے۔ ترجمہ مسٹر خیری)، رسولؐ مکرم کے کلماتِ طیبات (ادارہ) خاتم النبیینؐ کی تعلیم و تبلیغ کے نتائج (قاضی محمد سلیمان سلمان سیشن جج پنشنر پٹیالہ)، سرورِ عالم و اصلاحِ عالم (عبدالحلیم شرر لکھنوی)، نبیٔ عرب کی مصلحانہ کوششوں کا سرچشمہ (حکیم سید حسن بجے گڑھی) اخلاقِ نبویؐ (محمد عبدالشکور مدراسی) معراجِ نبوی (سید ابوالحسنات ندوی)، غلامانِ جنابِ رسالت مآبؐ (علامہ ابن قتیبہ۔ ترجمہ)

نعت : عبداللہ خورجوی۔ حکیم اخگرؔ صدیقی۔ مہاراجا سر کشن پرشاد شادؔ۔ اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ اصغر حسین خاں نظیرؔ لودھیانوی۔ زاہدؔ القادری۔ وجاہت حسین۔ چودھری دِلّو رام کوثری ساکن نانڈری ضلع حصار۔ سید خورشید علی مہرؔ دہلوی۔ کنور محمد حیاتؔ علی خاں شفقؔ رضوی۔ مولوی عبدالماجد۔ سیمابؔ اکبرآبادی۔

ماہنامہ مولوی دہلی۔ رسولؐ نمبر صفر و ربیع الاول ۱۳۴۹ھ

۱۲۸ صفحات کا یہ خاص نمبر بھی حسبِ معمول باریک قلم سے دو کالموں میں لکھے گئے مضامین نظم و نثر پر مشتمل ہے۔ اس پر جلد ۱۱، اور نمبر ۲، ۳ تحریر ہے۔ خطبہ میں ایڈیٹر نے عیدِ میلاد النبیؐ کے حوالے سے تقلیدِ سرکار کی اہمیت پر مؤثر گفتگو کی ہے۔ شذرات کے عنوانات یہ ہیں: ۱۳۴۸ میں جشنِ میلاد۔ محافلِ میلاد کس طرح منعقد کرنی چاہییں۔ غیر مسلموں کو بھی مدعو کرو۔ عیدِ میلاد سے ہم کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ ید اللہ علی الجماعۃ۔ واعظوں، مبلّغوں اور مولویوں کے لیے اُسوۂ حسنہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

تجارت۔ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ صلّوا علیہ وآلہ۔ خواجہ صاحب (حسن نظامی) کی تازہ تصنیف سیرۃ نبوی۔ پیشوا کا رسولؐ نمبر ـــــ شذرات کے بعد کتاب الاسلام، معارف القرآن اور درسِ حدیث کے مستقل عنوانات ہیں، صفحہ ۳۳ سے "سرکارِ رسالت کا نذرانہ" کے عنوان سے مضامین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

رسولِ کریم کا امتیاز مرسلین ہیں، مقدس رسولؐ کے معترضین اور اُن کے چند اعتراضات، اسلام کی توحیدِ کاملہ، فکر انگیز مضامین ہیں۔ یہ رسولؐ نمبر دارالعلوم نعمانیہ لاہور کے ذخیرۂ کتب میں ہے۔ نعت لائبریری کے لیے اس کی فوٹوسٹیٹ حاصل کرلی گئی ہے۔

(ر۔ر۔م)

فہرست مندرجات

دعا (عبدالحمید خاں مدیر مولوی) بشارتِ عظمیٰ (محمد عبدالمنان دہلوی) نورِ مضطرب (وکیل احمد حافظ) پر نام (خواجہ عزیز حسن بقائی) شمائلِ حبیبؐ (عبدالرزاق ملیح آبادی) رسولِ پاک کا رنگ (ڈاکٹر سعید احمد سعید) یثرب کا چاند (ابو صالح محمد ادریس) نورِ حقانیت (محمد وراشت علی خاں راحت کوٹی) حیات قبل بعثت (ابو المحمود یعقوب احمد دہلوی) رسولِ کریم کا امتیاز مرسلین (سید سلیمان ندوی) آقائے دوجہان پر کفّار کے مظالم (مرغوب احمد دہلوی) عشاقِ رسولؐ کا امتحان اور ان کا استقلال۔ (انوار الحق خیری) شبِ معراج (سید عزیز حسن بقائی) بلغ العلیٰ بکمالہ (قطب الدین عبدالولی) تصویرِ ہجرت (حکیم خواجہ ناصر نذیر فراق) فتح مکہ اور سرکارِ مدینہ کا عفو و درگزر (حسن ابراہیم) اسیرانِ جنگ کے ساتھ نبی الرحمۃ کا سلوک (ایوب احمد) مقدس رسولؐ کے معترضین اور ان کے چند اعتراضات (عبدالحمید خاں مدیر مولوی) دنیا کا مکمل ترین انسان (اسرار حسن شاہجہانپوری) سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کی حیثیت سے (سید ظہور احمد وحشی شاہجہانپوری) اسلام کی توحیدِ کاملہ: انسان پرستی پر ایک کاری ضرب: خواجۂ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خاص امتیاز (محی الدین احمد قصوری) رہنمائے کامل (شیخ ریاست علی راقم قدوائی) ایک انوکھا مسافر (رند) مذاہبِ عالم کی سیر (نذیر الحق قادری) کیا موجودہ میلاد قابلِ ترمیم ہے (سید قریشی شمسی)

غیر مسلم لیڈران کے خیالات رسولؐ اکرم کے متعلق : دیوی داس گاندھی۔ ڈاکٹر ستیہ پال۔ ماسٹر تارا سنگھ۔ جے این ساہنی۔ لالہ دیش بندھو جی۔

حمد، نعت، نظم : ساغر سیمابی۔ سالک۔ مولانا ظفر علی خاں۔ پروفیسر حامد حسن قادری۔ محمد اعجاز حسین علوی اعجاز کاکوروی۔ نواب احمد یار خاں دولتانہ۔ محمد یٰسین قلیس۔ محمود حسن اسرائیلی۔ محمد عباس خاں سفیر۔ عشرت رحمانی۔ محمد عبدالرزاق عرشی حیدرآبادی۔ مولوی وحید الدین پانی پتی۔ شیخ غلام حسین رسا فارانی۔ مسرور۔ محمد دراز خاں عاجز۔ عطائی پوری۔ امیر احمد بقا۔ حکیم محمد یونس تابی۔ احمد حسین وقار۔ محمد فضل الرحمن حلیم۔ آمنہ خاتون حیا بلیاوی۔ محمد شفیق اظہر بلیاوی۔ محمد نوازش علی صدیقی ناصر امروہوی۔ محمد علی افسوس۔ علیم الدین نیرنگ ہاشمی۔

ماہنامہ مولوی دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ حصہ دوم ۱۳۶۳ھ

رسالے پر مدیر مسئول کا نام عبدالحمید تحریر ہے، جو رسالے کے پبلشر، مینیجر سبھی کچھ تھے۔ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ کے اس شمارے پر جلد ۱۳۹ اور نمبر ۳ درج ہے۔ یہ رسالہ ضیاء الدین لاہوری نے نعت لائبریری کو عنایت فرمایا۔ یہ رسولؐ نمبر کسی مضمون کے آخری حصے پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے، پہلا حصہ رسولؐ نمبر حصہ اوّل میں چھپا ہوگا۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مضمون لکھنے والے کون صاحب ہیں۔ مضمون کے ذیلی عنوانات یہ ہیں: مظالم کفار۔ پہلی دعوت تبلیغ۔ بیداد مسلسل۔ معراج۔ ہجرت۔ انصار مدینہ اور خیر مقدم حضورؐ۔ تعمیر مسجد نبویؐ۔ مواخاۃ۔ جنگ بدر اور غزوات۔ وفات شریف۔

رسالہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے جن میں آٹھ صفحات پر تفسیر بیان السبحان کا ایک حصہ دیا گیا ہے (ر۔ر۔م)

ماہنامہ مولوی دہلی۔ رسولؐ نمبر حصہ دوم ۱۳۶۴ھ

۴۲ صفحات پر مشتمل یہ رسول نمبر ضیاء الدین لاہوری صاحب ایم اے، لاہور نے نعت لائبریری کو عنایت فرمایا۔ رسول نمبر حصہ اوّل کہیں سے اب تک دستیاب نہیں ہوا۔ اس نمبر پر جلد ۱۴، اور نمبر ۳ درج ہے۔ یہ رسول نمبر، مولانا سید سلیمان ندوی کے مضمون "رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" کا آخری حصہ ہے جو رسول نمبر حصہ اوّل سے شروع ہوا۔ اس مضمون کے ذیلی عنوانات یہ ہیں:۔ کاملیت۔ جامعیت سیرت نبوی کی عملیت یا عملی پہلو۔

آخری دو صفحات پر سید نذیر الحق کے مضمون" اسلام اور آریہ سماج "کا ایک حصہ شاملِ اشاعت ہے۔ (ر۔ر۔م)

پاکستان اسٹیٹ آئل ریویو کراچی۔ چار خصوصی سیرت نمبر

پاکستان اسٹیٹ آئل ریویو نے ۱۹۸۴ میں ایک خصوصی سیرت نمبر میں شاہ مصباح الدین شکیل کی سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حوالے سے ایک علمی کاوش شائع کرنا شروع کی۔ ۱۹۸۴ کے خصوصی نمبر میں "ولادت سے غارِ حرا تک" کے واقعات کا بیان تھا۔ سیرت نمبر اتنا مقبول ہوا کہ پی ایس او کو ایک سال کے عرصے میں اس کے تین ایڈیشن چھاپنا پڑے۔ ۱۹۸۵ (ربیع الاوّل ۱۴۰۶ھ) میں "سیرتِ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کا دوسرا حصہ "غارِ حرا سے ہجرتِ حبشہ تک" شائع کیا گیا۔ نومبر ۱۹۸۶ (ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ) کے شمارے میں "ہجرتِ حبشہ سے مسجدِ قبا تک" کے حالات پر تحقیقی کاوش کو خصوصی سیرت نمبر کے طور پر چھاپا گیا۔ نعت لائبریری میں ۱۹۸۴ کا شمارہ نہیں ہے لیکن ۱۹۸۵ اور ۱۹۸۶ کے شمارے موجود ہیں۔ نہایت دیدہ زیب سرورق بہت اچھے کاغذ اور عمدہ کتابت کے ساتھ شاہ مصباح الدین شکیل کے اس کارنامے کو بڑے سائز کے ۱۲۸ اور ۱۴۰ صفحات میں پیش کیا گیا ہے۔

"سیرۃِ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ظہورِ قدسی (ولادت) سے مسجدِ قبا تک"، کو

پی ایس او نے کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا ہے اور اسد اقبال صاحب مینجر شعبہ امورِ عامہ پی ایس او نے اس کتاب کا ایک نسخہ نعت لائبریری کو عنایت کیا ہے۔

پی ایس او کا اکتوبر نومبر ۱۹۸۷ء کا شمارہ (جلد ۱۰ شمارہ ۱۰، ۱۱) ربیع الاول ۱۴۰۸ھ کا خصوصی سیرت نمبر ہے اور اس میں حیاتِ طیبہ کی مدنی زندگی کے واقعات کا علمی و تحقیقی بیان اور تجزیہ شروع ہوا ہے۔ چنانچہ یہ "مسجدِ قبا سے میدانِ بدر تک" کے واقعات سے متعلق ہے۔ جاذبِ نظر سرورق، خوبصورت تصاویر، عمدہ کتابت و طباعت پہلے سیرت نمبروں کی طرح زیرِ نظر خاص نمبر کی بھی خصوصیات ہیں۔ ان خصوصی سیرت نمبروں کی اشاعت پی ایس او کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے (سید نیر الاسلام حسنی)

ماہنامہ محدث لاہور۔ رسولِ مقبول نمبر۔ ربیع الاول و الآخر ۱۳۹۶ھ

ماہنامہ محدث مجلس التحقیق الاسلامی، گارڈن ٹاؤن لاہور کا ترجمان ہے۔ مدیر اعلیٰ حافظ عبد الرحمٰن مدنی اور مدیرِ اعزازی خواجہ عبد المنان راز (کاشمیری) ہیں۔ ۲ سو صفحات کے اس حصۂ اول میں جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس، پروفیسر خالد علوی، عنایت اللہ وارثی اور ثریا بتول کے مضامین قابلِ مطالعہ ہیں۔

فہرست مندرجات

کارنامۂ سیرت بے رحم تاریخ کی کسوٹی پر (مولانا ابو الکلام آزاد) مقامِ محمدی مسیحیت کی نظر میں (محمد امین سابق عبد نوئیل مہنگا پادری) آغازِ وحی سے ہجرت تک (ابو الاعلیٰ مودودی) معراج النبیؐ (آباد شاہ پوری) سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مؤسس و مدبرِ ریاست (ڈاکٹر امان اللہ خاں) رسولِ اکرمؐ بحیثیت منصف اور قانون ساز (جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس) خاتم النبیینؐ (ڈاکٹر برہان احمد فاروقی) ہستیٔ بے قرار (عاصم نعمانی) رسولِ رحمت (خالد علوی) رسولِ مقبول کی معاشی زندگی (اختر راہی) مطالعہ و تالیفِ سیرت کے چند پہلو (ابو سلمان شاہ جہان پوری) سرورِ کائناتؐ کی

حیاتِ طیبہ، ماہ وسال کے آئینے میں (حافظ نذر احمد) ہستی بے مثال (اسرار احمد سہاروی) حُبِّ رسول کے تقاضے (نظر زیدی) انسانی تاریخ کا حیرت انگیز معجزہ (حمید اللہ خان نیازی) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معجزات (ابو القاسم محمد رفیق جذبی) رسولِ مقبول ایک مقنن کی حیثیت سے (عنایت اللہ وارثی) رسولِ اکرم بحیثیت تاجر (ثریا بتول) مطالعۂ سیرت کی ضرورت واہمیت (حفیظ الرحمٰن احسن)

نعت: عبد العزیز خالد۔ منظور احسن عباسی۔ احسان دانش۔ حفیظ تائب۔ طاہر شادانی عبد الرحمٰن عاجز۔ خالد بزمی۔

(مقبول احمد نوری)

ماہنامہ محدث لاہور۔ رسولِ مقبول نمبر حصہ دوم۔ ربیع الاول والآخر ۱۳۹۶ھ

۲۳۲ صفحات کا یہ حصہ دوم بھی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک موقع پر شائع کیا گیا۔ حصہ اول جلد ۳ کا شمارہ نمبر ۵، ۶ ہے اور یہ حصہ دوم جلد ۶ کا شمارہ نمبر ۳، ۴۔ اگرچہ دونوں اشاعتوں پر تاریخ اشاعت ایک ہی درج ہے (ربیع الاول والآخر ۱۳۹۶ھ) ویسے حصہ دوم کے اداریے "حرفِ اول" سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی تاریخ اشاعت ایک نہیں ہو سکتی۔ تحریر ہے "حصہ اول کے بعد حصہ دوم کا انتظار کیا جاتا رہا اور قارئین خطوط کے ذریعے بار بار اپنی بے تابی کا اظہار کرتے رہے مگر گوناگوں اسباب کی وجہ سے تعویق ہوتی رہی۔"

فہرستِ مندرجات

نام نامی اسم گرامی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پروفیسر منظور احسن عباسی) چہرۂ اقدس (مولانا نور محمد) کچھ نہ تھا اور سب کچھ ہو گیا (مولانا مناظر احسن گیلانی) ذاتِ نبوت پر اعتراضات کا جائزہ (پروفیسر عبد الحمید صدیقی۔ ترجمہ از محمد اقبال شائق) دعوتِ حق کے داعیٔ اعظم (آباد شاہ پوری) مدینہ میں اسلامی معاشرہ اور ریاست کی تشکیل (مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی) رسالت مآب کی جنگی پالیسی اور دفاعی نقطۂ نظر

(حافظ سلیم تابانی) وفودِ عرب بارگاہِ رسالت میں (طالب ہاشمی)، انقلاب عظیم، فتح مکہ (مولانا عبدالماجد دریابادی) رسولِ مقبول میدانِ جہاد میں (شہناز اختر) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام حکومت (عزیز زبیدی) عظمت رسولؐ ——— قرآن کے آئینے میں (مولانا عبدالرحمٰن کیلانی)، اسلام اور محمدؐ مغربی لٹریچر میں (پروفیسر فلپ کے ہٹی۔ ترجمہ از وحیدالدین خاں) سیرۃِ طیبہ کا ایک پہلو (چودھری عبدالحفیظ) سیرتِ طیبہ کے چند تابندہ نقوش (ظہیر انصاری) نقوشِ سیرت کا تقاضا (محمد خالد سیف) انگریزی زبان میں مکمل صحیح البخاری کے پہلے مترجم ڈاکٹر محمد محسن خاں مدنی سے ایک

حاصلِ زیست ملاقات (حافظ نذر احمد) مقامِ مصطفیؐ اقبال کی نظر میں (مظفر حسین چودھری) میں نے "محسنِ انسانیت" کیوں لکھی۔ (نعیم صدیقی)

نعت "نعت گوئی کے آداب وحدودِ شریعت" کے موضوع پر سید ابوالاعلیٰ مودودی، حافظ محمد گوندلوی، مفتی محمد شفیع، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا محمد چراغ، مفتی جمیل احمد تھانوی، عزیز زبیدی، ماہر القادری اور منظور حسین عباسی کی آرا شامل اشاعت ہیں۔ اس کے بعد احسان دانش، حفیظ تائب، خالد بزمی، راز کاشمیری، راسخ عرفانی، شفیق کوٹی، عارف عبدالمتین، عبدالرحمٰن عاجز، عبدالکریم ثمر، علیم ناصری، ماہر القادری، مظفر عزیز، حافظ مظہر الدین، ناصر زیدی کی نعتیں شامل ہیں۔ اس نمبر کے دونوں حصے ایڈیٹر نعت کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہیں۔

(محمد نعیم احمد)

ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور، سیرت نمبر، مارچ ۱۹۸۷/رجب ۱۴۰۷ھ

یہ رسالے کی جلد نمبر ۲۰ کا شمارہ نمبر ۳ ہے۔ مدیرِ اعلیٰ احسان الٰہی ظہیر ہیں۔ اور یہ آخری رسالہ ہے جو انہوں نے اپنی زندگی میں مرتب کیا کیونکہ ۲۳، ۲۴ مارچ ۱۹۸۷ کی درمیانی شب کو ہونے والے جلسے کے دھماکے میں وہ زخمی ہوئے اور بعد میں

وفات پاگئے۔

رسالے کی مجلسِ ادارت میں ۹ نام درج ہیں۔ ۹۶ صفحات کے زیرِ نظر سیرت نمبر کے اکثر مقالات کا موضوع ایک ہی ہے۔ یعنی "سیرتِ طیبہ کا پیغامِ امن و عافیت" لکھنے والوں کے اسما ہیں: پروفیسر ساجد میر۔ مولانا محمد اعظم۔ چودھری عبدالواحد گوندل، بشیر انصاری ایم اے۔ قاضی عبدالقدیر خاموش۔ عتیق الرحمٰن کیشیخ۔ قاضی محمد اسلم سیف۔ رحمت فرخ آبادی۔ زیرِ نظر سیرت نمبر میں بشیر انصاری، علیم ناصری اور عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی کی نعتیں بھی ہیں۔

سینے سے لگا لوں، اسے آنکھوں میں چھپا لوں
جس کے لبِ شیریں پہ ہو گفتارِ مدینہ (عاجز)

یہ رسالہ جناب ممتاز لیاقت نے نعت لائبریری کو عطا کیا۔

(تسنیم الدین احمد)

ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور۔ چوتھا رسول نمبر۔ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ / اگست ۱۹۶۲ء

رسالے کے مدیرِ اعزازی غیاث الدین ہیں اور مدیرِ معاون حکیم سید محمود گیلانی۔ رسالہ ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان کا آرگن ہے اور زیرِ نظر شمارہ اس کا چوتھا رسولؐ نمبر ہے۔ راقم الحروف نے کوشش کی کہ پہلے تین رسولؐ نمبر بھی مل جائیں لیکن ابھی کامیابی نہیں ہوئی۔ زیرِ نظر شمارہ میرے ذاتی ذخیرۂ کتب میں موجود ہے۔ ۱۳۲ صفحات کا یہ رسولؐ نمبر جلد ۸ کا شمارہ نمبر ۵ ہے۔ اندرونی سرورق پر لکھا ہے "راستی و درستی بہترین سیاست است"۔

شروع میں "گفتنی ہا" کے زیرِ عنوان کئی ادارتی شذرے ہیں۔ پھر عقل، علم اور عمل کے متعلق ارشاداتِ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیے گئے ہیں۔ اس کے بعد مقامِ حدیثِ رسولؐ اور محدثین کے متعلق امیر المؤمنینؑ کی وضاحت (از علامہ مجلسی)

درج ہے۔

رسالے کے مدیرِ معاون حکیم سید محمود گیلانی کے مقالے "کتب قدیم میں رسالت و امامت کا ذکرِ جمیل" اور ڈاکٹر سید احمد حسین نقوی کا مضمون اس قابل ہیں کہ ان سے استفادہ کیا جائے۔ حصۂ نظم میں نور لودھیانوی اور ٹھاکر رتن سنگھ کلیم کرتاپوری کی نعتیں عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلوں تک دستک دیتی ہیں۔ (ر۔ ر۔ م)

فہرستِ مندرجات

کتبِ قدیم میں رسالت و امامت کا ذکرِ جمیل۔ قسط اوّل (سید محمود گیلانی)

نبی اکرمؐ کی بشری و نوری حیثیت (ڈاکٹر سید احمد حسین نقوی) بشر متکلم (سید امداد حسین کاظمی)، نبوت آئینۂ تفہیمات میں (ڈاکٹر سید احمد حسین نقوی)، خدمتِ محمدیہ کی وسعتیں۔ (شیخ غیاث الدین) کیا ہے آخر غایتِ دینِ نبیؐ (ڈاکٹر عسکری بن احمد) پیغمبرِ اسلام کی افضلیت آئینۂ یسوعیت میں (مرزا احمد علی) المسیح عبداللہ بجواب المسیح ابن عبداللہ قسط دوم (حکیم سید سرفراز حسین)

نعت ؛ سید الف شاہ پاکنہاد۔ نور لودھیانوی۔ ٹھاکر رتن سنگھ کلیم۔ مرزا باقر علی افسر سید عباس علی شاہ۔

ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور۔ رسولؐ نمبر۔ مارچ ۱۹۷۸

یہ خاص نمبر جلد ۲۳ کا بارھواں شمارہ ہے۔ اندرونی سرورق میں جریدے کی پیشانی پر تحریر ہے "قرآن مجید و محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کی تبلیغات کا مبلغ"۔ ایڈیٹر سہیل بنارسی اور پبلشر شیخ غیاث الدین ہیں۔ صفحات ۳۶ ہیں۔

"افکار و اظہار" کے عنوان سے اداریے کا موضوع ہے "بنام مصطفیٰؐ فروعی اختلافات کو ہوا دینا بند کیجئے"۔ مضامین میں "اقوال ختم الانبیاءؐ (ڈاکٹر عسکری بن احمد)، اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے (ڈاکٹر عسکری بن احمد) عہدِ رسولؐ کا نظام اور اس کا

اعتصام (شیخ غیاث الدین) اور رسول اللہ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہؓ شامل ہیں۔ حصۂ نعت میں سید سجاد رضوی، حافظ مظہر الدین، فدا الکریم کرنی، امداد نقوی اور راجا رشید محمود (ایڈیٹر نعت) کے رشحاتِ قلم نظر آتے ہیں (چودھری محمد حنیف)

ماہنامہ اسرارِ تصوف لاہور۔ میلاد نمبر ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء

اسرارِ تصوف ملک چنن الدین ککے زئی مالک اللہ والے کی قومی دکان لاہور کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ ربیع الاول ۱۳۴۴ کا زیرِ نظر شمارہ "میلاد نمبر" کے طور پر شائع ہوا۔ یہ رسالہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ سرِ ورق پر "بیادگار۔۔۔ حضرت سید چنن الدین شاہ آلومہاروی" کے الفاظ تحریر ہیں۔ (پیر سید چنن الدین شاہ صاحب، صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب کے دادا تھے) رسالے کے بیشتر مضامین میلادِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق ہیں۔ یہ میلاد نمبر علامہ اسد نظامی چک ۱۱۴-۲/ آر جاہیاں ضلع خانیوال، کے ذخیرۂ کتب سے ملا ہے۔

فہرست مندرجات

رسولِ عربی دنیا میں (میر نذر علی دردؔ کاکوروی)، حضرت سید الانبیاؑ کے بعض خصائص (ابو محمد امام الدین رام نگری)، حمدِ ربی و مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم (محمد عبداللہ تیماپوری)، اِنَّ اللہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِی (محمد عبداللہ تیماپوری) حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ (محمد عبداللہ تیماپوری)، وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (عبداللہ تیماپوری)، رازِ لولاک لما خلقت الافلاک (محمد عبداللہ تیماپوری) ذکرِ شریف تخلیق نور محمدی و میلادِ جسمِ محمدی (مہتمد اللہ کا کاخیل)، شرح انتخاب مثنوی شریف (دردؔ کاکوروی)، تخلیق نورِ محمدی (سید عبدالعزیز نوشاہی)۔

نعت: غلام خواجہ ادیب چشتی۔ عبدالعزیز نوشاہی۔ سید ولی اللہ ولیؔ حیدرآبادی راحت اجمیری (ر۔ر۔م)

۵

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ میلاد النبیؐ نمبر مارچ ۱۹۷۵ء

ضیائے حرم جسٹس پیر محمد کرم شاہ ایم اے آنرز (الازہر) کی ادارت میں ایک عرصے سے اشاعت پذیر ہے۔ مدیر معاون ابو زاہد نظامی ہیں۔ ضیائے حرم کا اداریہ "سرِ دلبراں" مدیر اعلیٰ کے قلم سے ہوتا ہے اور عموماً فکر انگیز ہوتا ہے۔ زیرِ نظر خاص نمبر کے اداریے میں بھی انہوں نے عید میلاد کے حوالے سے احتسابِ نفس کی اہمیت پر زور دیا ہے اور قارئین کو تفکر و تدبر کی دعوت دی ہے۔ آخر میں علماءِ امت سے اس استفسار کا جواب لیا گیا ہے کہ "ہم عیدِ میلاد کیسے منائیں"؟ جن علماء کے خیالات اس حوالے سے جمع کیے گئے ہیں، ان میں علامہ ابو البرکات سید احمد، سید کشفی شاہ نظامی، قاضی عبد النبی کوکب، مفتی محمد حسین نعیمی، خلیل احمد قادری، سید محمود احمد رضوی، مفتی عبد القیوم ہزاروی، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، حاجی فضل احمد، میاں جمیل احمد شرقپوری اور عنایت اللہ قادری شامل ہیں۔ یہ نمبر پانچویں جلد کا شمارہ ۶ ہے اور ۱۳۶ صفحات کا حامل ہے۔ (سید محمد شمس الحق شاہ)

فہرست مندرجات

نزولِ رحمت (ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی) خطوطِ مبارک (خورشید احمد) راہِ حق میں حضورؐ کی استقامت (طالب ہاشمی) خلقِ عظیم (محمود علی خاں) وصالِ حق کی تیاری (محمد جعفر شاہ پھلواروی) صورت و سیرت (عابد نظامی) صوفیہ کرام اور پیرویٔ سنت (پروفیسر محمد منور) مقامِ مصطفیٰ (غلام رسول سعیدی) عظیم داعیٔ انقلاب (خالد علوی) حضورؐ بحیثیت منصف (جسٹس شیخ عبد الحمید) عہدِ نبویؐ میں حکومت کے شعبے (پروفیسر عبد القیوم) طبِ نبوی اور طبِ جدید (ڈاکٹر خالد غزنوی) حیاتِ طیبہ کی نشر و اشاعت (محمود احمد غازی)

نعت: اعلیحضرت احمد رضا بریلوی۔ ابو الاثر حفیظ جالندھری۔ احسان دانش۔ حافظ مظہر الدین۔ عبد العزیز خالد۔ حافظ لدھیانوی۔ حفیظ تائب۔ فروغ احمد۔

خالد بزمی - احمد ندیم قاسمی - علیم ناصری۔

ہفت روزہ الہام بہاولپور - میلادِ مصطفیٰ نمبر - ۲۱ جنوری ۱۹۸۲ء

الہام کی جلد نمبر ۲۴ کا شمارہ نمبر ۳، میلادِ مصطفیٰ نمبر کے طور پر شائع کیا گیا ہے۔ اس کے ایڈیٹر مشہور صحافی، ادیب، شاعر اور محقق سید مسعود حسن شہاب دہلوی ہیں۔ جو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں "حرفِ آغاز" میں ہے: "ہم حسبِ سابق اس سال بھی جشنِ عیدِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موقع پر الہام کا خاص نمبر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں" افسوس کہ راقم الحروف کے پاس زیرِ نظر نمبر کے علاوہ دوسرے نمبر نہیں ہیں ورنہ ان کا تعارف بھی اس حصہ اوّل میں شامل ہو جاتا۔

رسالے میں مولانا شاہ احمد نورانی اور علامہ احمد سعید کاظمی، ارشد القادری کے بیانات شامل کیے گئے ہیں۔ مولانا محمد فیض احمد اویسی، علامہ احمد سعید کاظمی، ارشد القادری، اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے مضامین خاص طور سے فکر انگیز ہیں۔ رسالہ ۲۲۸ صفحات کا ہے۔

(ر۔ ر۔ م)

فہرست مندرجات

صبحِ سعادت (مولانا ابوالحسنات قادری) خورشیدِ رسالت (مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی) ذکر الحبیبؐ (محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی) میلاد شریف کا بیان (محمد فیض احمد اویسی) ممدوحِ کبریا کا مولودِ مسعود (راجا رشید محمود) عیدِ میلاد ــــــ انسانیت پر اللہ کا احسان (راجا رشید محمود) عیدِ میلاد اور تقلیدِ سیرت (راجا رشید محمود) سلام با قیام، قرآن و حدیث کی روشنی میں (قاری بدرالدین قادری) مولدِ رسولِ اکرمؐ (شاہ زید ابوالحسن فاروقی) رحمتِ دو عالمؐ کا خاندانی پس منظر (سردار احمد قادری) سید المرسلینؐ (محمد اطہر نعیمی) سرورِ کائناتؐ (راشد قادری) انقلاب آفریں پیغمبرؐ (مفتی خلیق الرحمٰن چشتی) تمام انبیاء میں افضل اور اپنی صفات سے سب سے اکمل (خورشید احمد شاہد القادری) سرورِ کائنات

ی زندگی کے چند پہلو (یوسف جبریل)، رسول اللہ کا خلق عظیم (سید محمد مجتبیٰ)، بدن شریف کی خصوصیات (محمد فاضل رضوی)، ربیع الاول شریف (اشرف صبوحی)، پسندیدہ غذائیں (ادارہ)، معلم انسانیت خواجۂ پیغمبراں (فضل قدیر) اقوام عالم اور تہوار (مفتی محمد خلیق الرحمن چشتی)، عرفان ربانی کی ناطق دلیل (علامہ احمد سعید کاظمی)، حضرت اویس قرنی (صابر حسن صابری رامپوری)، خطبات رسول (ادارہ)، ارشادات نبویؐ (ادارہ) پیام رسول انامؐ امت کے نام (اسمٰعیل ذبیح)، حضورؐ کی زندگی کا طغرائے امتیاز (شہاب دہلوی)، سب کا نبیؐ (حبیب الرحمٰن اشرفی) محمدؐ (کارلائل)، سیرۃ طیبہ کے چند اعجازی پہلو (قاضی عبدالنبی کوکب)، پیکر اخلاق (محمد صدیق ہزاروی)، نقش خاتم (ارشد القادری)، نظام مصطفیٰؐ اور مشاورت (ڈاکٹر محمد مسعود احمد)، سیرۃ طیبہ اور ہماری اصطلاح (ڈاکٹر برہان احمد فاروقی)، معراج شریف (عبدالقادر الہ آبادی)، غزوۂ بدر (نور بخش توکلی)، فتح مکہ اور بت شکنی (ولی حیدر ذاکر)، معاندین پر کرم گستری (محمد عاصم الاعظمی)، وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (سید ریاست علی قادری)، تاریخ روضۂ رسولؐ اللہ (قدیر اختر ندوی) دعوت فکر و عمل (محمد یوسف عازم القادری)

نعت : عزیز حاصل پوری۔ محمد یوسف عازم القادری۔ بیاض سونی پتی۔ سعید صابر اعلیحضرت احمد رضا بریلوی۔ شبیر احمد ہاشمی۔ حمید صدیقی۔ اعجاز کاکوروی۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ نظامی۔ امیر خسرو۔ غالب۔ نظیری۔ صائب۔ ظفر علی خاں۔ نظیر لودھیانوی۔ ابراہیم جان سرہندی (سندھی نعت)

ماہنامہ مُسلمہ لاہور۔ سیرۃ النبیؐ نمبر۔ دسمبر ۸۳ و جنوری ۱۹۸۴ء

مُسلمہ مدرسۃ البنات لاہور کا ترجمان ماہنامہ ہے۔ ۲۳۸ صفحات پر مشتمل یہ سیرۃ النبیؐ کن صاحب نے مرتب کیا ہے، ان کا نام کہیں نظر نہیں آتا۔ پرچے میں اداریہ بھی نہیں ہے حتیٰ کہ مدرسۃ البنات کا نام بھی نہیں ہے البتہ فہرست کے آخر میں مطبعہ اعلیہ

لیک روڈ لاہور کا نام چھپا ہے۔ پرچے کے بیشتر مضامین منتخبہ ہیں، بطورِ خاص نہیں لکھوائے گئے۔ حصۂ نعت صفحہ ۱۴۶ سے آخر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس حصے میں امیر خسروؒ داغ دہلوی، خالد بزمی اور حفیظ تائب کے نام سے جو منظومات ملتی ہیں، ان میں سے کون کون سی ان کی ہیں، کون سی نہیں، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً:

آپ ہیں افضل، آپ ہیں اکبر صلی اللہ علیک وسلم
آپ ہیں رحمت و خلق کے پیکر صلی اللہ علیک وسلم (خالد بزمی)

میرے ایمان کی تم جان رسولِ عربی
تیری صورت مرا قرآن رسولِ عربی (حفیظ تائب)

فرشتے مجھے ڈھونڈنے کو ہیں آتے
چھپا طیبہ والے، چھپا طیبہ والے (حفیظ تائب)

اگر ہو نگاہِ کرم میرے آقاؐ
تو آئے ابھی دم میں دم میرے آقاؐ (حفیظ تائب)

——— (شیخ سعید احمد)

فہرستِ مندرجات

کی بچوں پر شفقت (۔) حضورؐ کے معمولات (۔) حضورِ اکرمؐ کی سماجی زندگی (۔)
حبیبِ خدا (سیّد کاظم علی) سرورِ دو عالمؐ کا اندازِ تکلم (طاہرہ پروین) نبیؐ بحیثیت مدبّر
اور ماہرِ سیاست (مولانا امین احسن اصلاحی) عالمِ نسوانیت پر آنحضورؐ کے احسانات
(حمیرا خانم) سرکارِ دو عالمؐ کا سفرِ آخرت (مولانا ابوالکلام آزاد) رحمۃ للعالمینؐ کو ایذا
پہنچانے والے کا انجام (فقیر محمد) ترجمہ الہدیۃ السنیۃ (مولانا عبدالحق عباس) صدقے
کی ضرورت و اہمیت (۔) رسول اللہؐ نے فرمایا (۔) بدعت (امت اللہ تسنیم)
مصیبت اور بیماری مومن کے لیے اللہ کی نعمت ہے (۔) ارشاداتِ نبویؐ (۔)
ماں کی فضیلت (۔) دعا (۔) تاریخِ اسلام کے چند ضروری اعداد و شمار (۔)

حمدِ باری تعالیٰ : خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ مولانا عبدالحق عباس۔ نازش رضوی۔
ہادی حسین شاہد۔ نقش فقیر۔ ادب سیمابی۔ حفیظ تائب۔ سیّد حبیب احمد۔ خالد بزمی۔
محمد ثانی حسنی۔

نعت : شمس تبریزی۔ امیر خسرو۔ قدسی۔ جامی۔ نظیر اکبر آبادی۔ امیر مینائی۔
داغ دہلوی۔ الطاف حسین حالی۔ مولانا ظفر علی خاں۔ الطاف حسین حالی۔ درد کاکوروی۔
احسان دانش۔ حفیظ جالندھری۔ بہزاد لکھنوی۔ ماہر القادری۔ الیاس برنی۔ عبدالمجید
سالک۔ چراغ حسن حسرت۔ نصرت عبدالرشید۔ حکیم نیر واسطی۔ محمد کبیر خاں رسا۔
اثر صہبائی۔ ساغر صدیقی۔ اختر ہوشیارپوری۔ راز یوسفی۔ ثاقب زیروی۔ خالد بزمی۔
عارف سیالکوٹی۔ محمد صابر حمید۔ شامی جالندھری۔ محو بریلوی۔ محمد اعظم چشتی۔ نثار احمد
انور۔ ضیاء الحسن ضیا، شاکر عروجی۔ عینی اخلاق۔ الطاف النساء حزینہ۔ محمد اسماعیل
جیلبی۔ قمر یزدانی۔ زاہد کمال۔ آتش فردوسی۔ سیّد نجم نعمانی۔ حفیظ تائب۔ محمود مضطر
لدھیانوی۔ تابش صدیقی۔ عبدالعزیز شوق۔ نسیم یوسفی۔ مشتاق احمد مشتاق۔
کیپٹن منظور حسن۔ تسنیم امرتسری۔ بشیر احمد بشیر۔ مختار نظامی۔ قمر سلیمان کانپوری۔ عبدالغنی
ناز، احسن حیدری۔ لیاقت صہبائی۔ رعنا اکبر آبادی۔ سید ضمیر جعفری۔ راجا رشید محمود۔

ماہنامہ ترجمانِ اہلِ سنّت کراچی۔ عید میلادالنبیؐ نمبر ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

۹۶ صفحات پر مشتمل یہ خاص نمبر جلد ۴ کا شمارہ نمبر ۹ ہے۔ رسالے کے نگرانِ اعلیٰ سید سعادت علی قادری ہیں، مدیرِ اعلیٰ مولانا جمیل احمد نعیمی اور مدیرِ معاون احمد میاں برکاتی۔ جن دونوں احمد میاں برکاتی صاحب (مفتی خلیل احمدؒ برکاتی، حیدرآباد کے صاحبزادے) رسالے کے مدیر تھے، رسالے کے بہت سے اچھے نمبر شائع ہوئے جن میں جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء پر ایک وقیع خاص نمبر بھی شامل ہے۔

خاص نمبر کے شروع میں "نوامیسِ وحی" کے عنوان سے مفتی شجاعت علی قادری نے سورۃ والیّل کی تشریح کی ہے۔ علامہ اختر الحامدی کا ایک طنزیہ مضمون "کوا حلال ہے"، روزنامہ نوائے وقت کے سیاسی مبصر کا مضمون "تبادلِ قیادت"، ڈاکٹر غفور بخش قریشی کا مضمون "نماز کے مادی فوائد" ابوالوفا فصیحی کے مضمون "ثواب" کی آخری قسط، علّامہ یار محمد بندیالوی کے بارے میں مضمون "مردِ حق شناس"، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے متعلق مضمون "روشنی"، ۱۹۷۴ء میں جمعیتِ علماءِ پاکستان کی کارکردگی کے شب و روز پر محمد صادق قصوری کی ایک قسط وار ڈائری اور ایک نظم "میرے نورانی میاں" بھی شاملِ اشاعت ہے۔ رسالے میں حسنِ ترتیب عنقا ہے۔

فہرست مندرجات

رہبر کائناتؐ (محمد اکرم اسد) عربی تاجدار کی سالگرہ (مفتی محمد عمر نعیمی)
نعت : راجا رشید محمود۔ حافظ عبد الغفار حافظ۔ سید انور علی انور۔ محمد حفیظ نقشبندی۔ رفیق احمد کلام رضوی۔ خاموش رحمانی۔ نور صابری۔

(منیر احمد)

ماہنامہ سلسبیل لاہور۔ سیرۃ المصطفیٰ نمبر۔ ۱۹۸۱ء

چار سو صفحات کا یہ خاص نمبر پندرھویں صدی ہجری کے آغاز کی تقریبات کے سلسلے میں شائع کیا گیا۔ سلسبیل حاجی فضل احمد کی ادارت میں ادارۂ تصوف لاہور کی طرف سے جاری ہے۔ موجودہ خاص نمبر جلد نمبر بیس کا دسواں گیارھواں شمارہ ہے اور حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھے مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اس خاص نمبر کی ترتیب میں پروفیسر محمد طفیل سالک کے حُسنِ ذوق اور تگ و دو کا بڑا عمل ہے۔ نمبر کے بیشتر لکھنے والوں نے اپنے موضوع سے انصاف کیا ہے۔ خاص طور پر مرحوم ملک شیر محمد اعوان۔ مورخ لاہور محمد دین کلیم، قاضی محمد حمید فضلی، سید نور محمد قادری، سید محمد فاروق القادری۔ محمد طفیل سالک۔ غلام رسول عدیم، ڈاکٹر عبد الغنی، محمد اقبال جاوید اور آفتاب احمد نقوی کے مضامین اچھے ہیں۔ سرورق اچھے کاغذ پر چھپا ہے اور اپنی پیشانی پر گنبدِ خضرا کا عکس رکھتا ہے۔ آخر میں قدسی، جامی، خواجہ فخر الدین سیالوی، مولانا ظفر علی خاں اور قمر میرٹھی کے علاوہ ہری چند اختر، ابو الطاہر فدا حسین فدا، محمد یعقوب حاکم، سید نجم نعمانی اور راجا رشید محمود کی نعتیں شامل ہیں (عبد الحق ظفر چشتی)

فہرستِ مندرجات

سید الکل حضرت محمدؐ رسول اللہ (حضرت محمد عمر بیربلوی) سیرت کا مطالعہ

کس انداز میں کیا جائے؟ (حضرت محمد عمر بیربلوی) ظہورِ قدسی حبیبِ کبریا (حاجی فضل احمد) عیدِ میلاد النبیؐ (علامہ اقبال) ذکرِ رسولؐ اور چند ذاتی تاثرات (چودھری مظفر حسین) محبتِ رسولؐ اور اس کے عملی تقاضے (ملک بشیر محمد اعوان) سیرۃِ مصطفیٰؐ پر ایک اجمالی نظر (قاضی محمد حمید فضلی) سرورِ دو عالمؐ اور روحانی تربیت (حاجی فضل احمد) در نگاہِ اُوعیوب کائنات (سید نور محمد قادری) عظمتِ مصطفیٰؐ بحیثیتِ خاتم الانبیاء (پروفیسر حافظ محمد اجمل خاں) حضورِ اکرمؐ داعیٔ انقلاب کی حیثیت سے (پروفیسر خالد بزمی) رہبرِ انسانیت —— پیغمبرِ اسلامؐ (ایس ایم ظفر) رسولِ اکرمؐ بحیثیتِ مقنن (جی اے حق محمد) عصرِ حاضر کے اہم مسائل اور سیرۃِ نبویؐ (سید محمد فاروق القادری) فقرِ محمدیؐ اور عصرِ حاضر کے تقاضے (پروفیسر محمد طفیل سالک) اُسوۂ حسنہ کی ضیا پاشیاں (پروفیسر رحیم بخش شاہین) خیرِ مجسم رحمتِ عالمؐ (طالب ہاشمی) دشمنانِ مصطفیٰؐ کے ناپاک منصوبے اور خُلقِ محمدی کی اعجاز آفرینیاں (پروفیسر غلام رسول) محمدؐ رسول اللہ —— ہادی و معلم (حکیم محمد سعید) پیغمبرِ تعلیمؐ (غلام عابد خاں) دربارِ نبویؐ کے آداب و خصوصیات (علامہ سید محمد میاں) رہبرِ کاملؐ بزم میں (سید اسعد گیلانی) سیرۃ النبیؐ بعد از وصال النبیؐ (ڈاکٹر ملک عبد الغنی) تصرفات بعد از وصال کے چند اہم واقعات (قاضی محمد حمید فضلی) نعت میں ذوقِ آرزو (پروفیسر محمد اقبال جاوید) غیر مسلم شعرا کی اردو نعت (پروفیسر آفتاب احمد نقوی) درود غیر ماثورہ (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد) عفوِ مصطفیٰؐ (پروفیسر محمد یعقوب) اسمائے مصطفیٰؐ (محمد جلال الدین قادری) زیارتِ روضۂ اطہر اور اس کے آداب (محمد عبد الخالق مجددی) حضورؐ کے ادب پارے (قاضی محمد حمید فضلی)

<u>نعت:</u> قدسی، جامی۔ مولانا ظفر علی خاں۔ خواجہ فخر الدین سیالوی۔

ڈاکٹر قمر الدین قمر میرٹھی۔ ابو الطاہر فدا حسین فدا۔ سید نجم نعمانی سبزواری۔ محمد یعقوب حاکم۔ پنڈت ہری چند اختر۔ نامعلوم اور راجا رشید محمود۔

ماہنامہ خاتونِ پاکستان کراچی۔ رسول نمبر حصہ اول ۱۹۶۳ء

مشہور زمانہ انتخاب "ارمغانِ نعت" کے مؤلف شفیق بریلوی مرحوم کی ادارت میں شائع ہونے والے اس جریدے کا زیرِ نظر رسول ﷺ نمبر چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور پہلا حصہ ہے۔ مجھے مرحوم نے رسول ﷺ نمبر کے دونوں حصّے حکیم محمد نصیر الدین ندوی کے مطب واقع شاہراہِ لیاقت کراچی میں دیے تھے اور "ارمغانِ نعت" کا ایک نسخہ بھی عنایت فرمایا تھا۔

زیرِ نظر رسول ﷺ نمبر کے اندرونی سرورق پر مدیر جریدہ کے نام کے بعد ادارہ کے طور پر مسرت جہاں اور طلعت شہناز کے نام دکھائی دیتے ہیں۔ مضامینِ نثر میں ملک کے مرحوم اور بقیدِ حیات اچھے لکھنے والوں کے نام نظر آتے ہیں۔ یہ رسالہ چونکہ خواتین کے لیے ہے، اس لیے زیرِ نظر رسول ﷺ نمبر میں بنات النبیؐ، خواتین اور اُسوۂ رسول ﷺ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں، اُم المومنین حضرت ماریہ قبطیہ، زندۂ جاوید خواتین، فرمانِ رسول ﷺ اور جدید عورت، صنفِ نازک اور رسول عربی ﷺ کے عنوان سے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ سید حسن مثنیٰ ندوی، عائشہ صدیقہ عثمانی کے مضامین زیرِ نظر جریدے کا حاصل ہیں۔ مدیرِ خاتونِ پاکستان نے سیرۃِ طیبہ پر اردو کی کتابوں کے بارے میں مجمل معلومات جمع کر کے اچھا کام کیا ہے۔ جریدے میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی "قصص القرآن" کا ایک اقتباس بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس شمارے کی خاص چیز مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے رسالہ "شیم الحبیب" (عربی) کا اردو ترجمہ از مولانا اشرف علی تھانوی بعنوان "شیم الطیب" ہے۔

زیرِ نظر رسول ﷺ نمبر جلد ۱۵ کا پہلا شمارہ ہے (ر۔ ر۔ م)

فہرستِ مندرجات

شم الطیب (مولانا اشرف علی تھانوی) ختمِ نبوت (مولانا حفظ الرحمٰن) یوم النبیؐ (مولانا عبد الماجد دریابادی) ہجرتِ نبویؐ اور مسیح علیہ السلام (ظفر احمد عثمانی) بنات النبیؐ (تمنا عمادی) خواتین اور اسوۂ رسولؐ (مولانا ابو الاعلیٰ مودودی) نبیؐ اپنے گھر میں (مولانا امین احسن اصلاحی) جہانِ نو کا بانی (چودھری غلام احمد پرویز) رفعنا لک ذکرک (سید عبد القدوس ہاشمی) سب سے بڑا معجزہ (محمد جعفر شاہ پھلواروی) آنحضرتؐ بحیثیت فاتح (رئیس احمد جعفری) اُم المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہؓ (سید حسن مثنیٰ ندوی) آنحضرتؐ کا نظامِ تعلیم (عمر احمد عثمانی) سرورِ کائناتؐ (مُلّا واحدی) رسولؐ کا اُسوہ اور اس کی پیروی (کوثر نیازی) آنحضرتؐ اور جوانی (ڈاکٹر محمد حمید اللہ) مسجد نبویؐ (ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی) منصبِ رسالت مستشرقین کی نظر میں (محمد رشید فیروز) سیرۃِ طیبہ کے چند پہلو (اعجاز الحق قدوسی) ہجرتِ نبویؐ (قمر احمد عثمانی) زندۂ جاوید خواتین (ممتاز جہاں بیگم صدیقی) فرمانِ رسولؐ اور جدید عورت (سعیدہ عروج مظہر) عہدِ نبویؐ کا نظام سلطنت (عائشہ صدیقہ عثمانی) صنفِ نازک اور رسولِ عربیؐ (بیگم ہرمزی قدوائی) پیغمبر صاحب سے قبل عورتوں کی حالت (لیڈی ایولین کبولڈ) عہدِ نبویؐ میں پولیس کا محکمہ (ارشد حسین) رسولِ اکرمؐ کی معاشی زندگی (خالد وحید میمنی) کمالِ جمال خصال (نقی محمد خاں خورجوی) شاعری عہدِ رسولؐ میں (غبار دریا در) رسولِ عربیؐ (ابو الکلام آزاد) دعوتِ اسلام شاہانِ عالم کو (علیہ افتخار اعظمی) حلیمہؓ کے یہاں (ماہر القادری) تبلیغ کی ابتدا (ایم اسلم) سیرتِ طیبہ پر اردو کتابیں (شفیق بریلوی)

نعت : حضرت علیؓ۔ حضرت غوثِ اعظمؒ۔ نصر پھلواروی۔ عبد القادر گرامی جالندھری۔ شیخ ندیم الحسن۔ مرزا غلام احمد۔ مومن دہلوی۔ ذوق۔ بہادر شاہ ظفر۔ داغ دہلوی۔ مصطفیٰ خاں شیفتہ۔ میر انیس لکھنوی۔ مرزا دبیر لکھنوی۔

اکبرالہ آبادی۔ عبدالغفور نساخ۔ سائل دہلوی۔ آغا شاعر قزلباش۔ نوح ناروی۔ احسن مارہروی۔ علامہ محمد اقبال۔ مناظر احسن گیلانی۔ سید سلیمان ندوی۔ صفی لکھنوی۔ جلیل مانکپوری۔ حسرت موہانی۔ ریاض خیرآبادی۔ اصغر گونڈوی۔ جگر مرادآبادی۔ خالد بنگالی۔ وحشت کلکتوی۔ عبدالباری آسی الدنی۔ امجد حیدرآبادی۔ آرزو لکھنوی۔ بیدم شاہ وارثی۔ اختر حیدرآبادی۔ نواب بہادر یار جنگ خلق۔ کلام سہارنپوری حفیظ جالندھری۔ جوش ملیح آبادی۔ سراج لکھنوی۔ خورشید آرا بیگم۔ بلبل قدوائی تسکین قریشی۔ ظریف جبلپوری۔ حافظ مظہرالدین۔ یوسف ظفر۔ شاعر لکھنوی۔ اقبال صفی پوری۔ امید ڈبائیوی۔ عابد حشری۔ فنا نظامی کانپوری۔ نشور واحدی۔ ساقی جاوید۔ محشر عنایتی رامپوری۔ شاداں رامپوری۔ آغا صادق۔ صدق جائسی۔ سلیم اللہ فہمی۔ مشتاق مبارک۔ سید اکرام حسین سیکری۔ شبنم رومانی۔ رئیسہ انور امروہوی۔ ناظمہ شبنم فاروقی۔ احسان الحق فاروقی۔

نعت (علاقائی زبانوں میں): سید بلھے شاہ قادری۔ بیدم وارث شاہ۔ مولوی غلام رسول۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی۔ منظر فریادی ملاکوری۔

غیر مسلموں کی نعت: فراق گورکھپوری۔ سرکشن پرشاد شاد۔ دتاتریہ کیفی دہلوی۔ منشی درگا سہائے سرور۔ دلورام کوثری۔ ہری چند اختر۔ بالکند عرش ملسیانی۔ جگن ناتھ آزاد۔ دشنو کمار شوق۔ منشی نند کشور۔ سالک رام سالک۔ راج بہادر زخمی۔ شنبھو دیال دانش۔ دہرما راؤ۔ شنکر لال ساقی۔ سندر لال۔ حمید تلہری۔ بابا چھیٹوا سک سلطانپوری۔ نند کشور عشق۔ شیو پرشاد وہبی۔

ماہنامہ خاتون پاکستان کراچی۔ رسول نمبر حصہ دوم ۱۹۶۴ء

یہ خاتون پاکستان کی پندرھویں جلد کا تیسرا شمارہ ہے، ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۸ مضامین اور بہت سی نعتیں ہیں۔ یاد رہے کہ شفیق بریلوی کے مرتبہ

"ارمغانِ نعت" میں بیشتر نعتیں وہی ہیں جو خاتونِ پاکستان کے رسول نمبروں میں شائع ہوئیں۔ رسول نمبر کے دونوں حصّوں کا سرورق ایک ہی ہے، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ مبارک کی دیدہ زیب چار رنگا تصویر۔

علامہ راغب احسن کا مضمون "حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" رسول نمبر کے اس دوسرے حصّے کا اہم مضمون ہے۔ رسالے کے دونوں حصّوں میں خالد وحید میمنی، شاہ غلام حسنین ندوی اور سید عبد القدوس ہاشمی نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے معاشی پہلو پر قلم اٹھایا ہے، جن میں مؤخر الذکر مضمون نگار کی کوشش نسبتاً وقیع ہے۔ مشہور نعت گو رانا بھگوان داس بھگوان نے "خانوادہ سید الانبیاء" کے بارے میں مختصر مضمون لکھا ہے۔ چینی زبان میں سیرۃ النبیؐ کی اوّلین کتاب اور نجمہ اختر بانو سہروردیہ کی کتاب "میلاد النبی موسوم بہ کوکب دری" کا تعارف بھی شاملِ اشاعت ہے۔

شفیق بریلوی کا یہ کارنامہ رسول نمبروں کے حوالے سے ایک قابلِ قدر کوشش ہے۔ (ر۔ر۔م)

فہرستِ مندرجات

(ماہر تقوی جے پوری) میلاد شریف کی اہمیت (مولانا جمال میاں) کتاب میلاد النبیؐ
دخجستہ اختر بانو سہروردی) پیغمبرؐ اسلام، انگریز امریکن جرمن روسی اور فرانسیسی اکابرین
کی نظر میں ــــــــ کاؤنٹ ٹالسٹائی۔ ہربرٹ وائل۔ ڈبلیو آئر ونگ۔ لمارکسس
ڈاڈ۔ گسٹیولیبان۔ آرتھر گیمن۔ (ادارہ) سیرت طیبہ پر اردو کتابیں (شفیق بریلوی)
نعت : حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ۔ محمد قلی قطب شاہ۔ عبداللہ قطب شاہ
قاضی محمود بحری۔ فراقی بیجاپوری۔ سراج اورنگ آبادی۔ محمد اسماعیل دہلوی۔ امیر
مینائی، خواجہ الطاف حسین حالی۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب۔ تمنا عمادی۔ حفیظ ایرانی
یونس احمر۔ جارج فان توم برجیس۔ جون رابرٹس۔ جان لکھنوی۔ ثاقب زیروی۔
جلیل قدوائی۔ محمود آفندی۔ صبا متھراوی۔ ماہر الحمیدی۔ سعادت نظیر۔ شبنم رومانی۔
وزیری پانی پتی۔ جبریل صدیقی۔ یکتا امروہوی۔ منور بدایونی۔ شہید حسین بدایونی۔
احسان الحق فاروقی۔ عزیز الحق۔

ماہنامہ شام و سحر لاہور سیرت نمبر ۱۹۸۴

خالد شفیق جب تک شام و سحر کے ایڈیٹر رہے، قارئین کو بہت اچھے خاص نمبر
پڑھنے کو ملتے رہے۔ چھ تو ضخیم "نعت نمبر" ہی شائع ہوئے۔ (مختلف جرائد کے نعت نمبروں
کا تعارف "الگ چھپے گا۔) ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محرم الحرام
کے حوالے سے خاص نمبر چھپتے رہے۔ زیر نظر خاص نمبر بھی انہی کی کوششوں کا نتیجہ
ہے۔ یہ" سیرت نمبر" صحیح معنوں میں سیرت نمبر ہے۔

سیرت کے مختلف پہلوؤں پر پروفیسر غازی احمد، پروفیسر محمد اسلم، ڈاکٹر برہان احمد
فاروقی اور پروفیسر عبد القیوم کے مضامین خاصے کی چیز ہیں۔ محمد اقبال جاوید، علیم ناصری
اور جعفر بلوچ نے اپنے اپنے موضوعات سے انصاف کیا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر
انور محمود خالد، آفتاب احمد نقوی، محمد اکرم رضا، خالد بزمی، نظیر لودھیانوی اور دیگر اہل قلم
سے بھی سیرت ہی کے مختلف پہلوؤں پر لکھوایا گیا ہے۔ بیشتر نعتیں بھی بطور خاص سیرت

پاک کے حوالے سے کہی گئی ہیں۔ اور یوں، زیرِ نظر شمارہ واقعی "سیرت نمبر" ہے۔ یہ رسالے کی جلد ۱۰ کا پہلا دوسرا مشترکہ شمارہ ہے اور ایڈیٹر کے حُسنِ ذوق اور حُسنِ ترتیب و تدوین کا آئینہ دار ہے (خلیل احمد نوری)

فہرستِ مندرجات

نعت : نظیر لودھیانوی۔ حفیظ تائب۔ حمید کوثر۔ علیم ناصری۔ ریاض حسین چودھری۔ خاور لودھیانوی۔ قمر یزدانی۔ علیم ناصری۔ راز کاشمیری۔ عابد نظامی۔

سید انوار ظہوری، عارف عبدالمتین۔ غافل کرنالی۔ جاوید احسن۔ محمد اکرم رضا۔ ساقی گجراتی۔ خالد علیم

پنجابی نعتیں : سحرائی گورداسپوری۔ عادل صدیقی۔ ماجد صدیقی۔ عارف عبدالمتین۔ منظور وزیر آبادی۔ وہاب بادل۔ حمید صابری۔ اقبال سرہندی۔ افضل باقی۔ محمد خالد جذبی۔

ماہنامہ الجامعہ جامعہ محمدی شریف جھنگ سیرت نمبر ۱۹۸۶

خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر ہزارہا کتب شائع ہو چکی ہیں۔ دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ اس وقت دنیا کی کوئی ایسی لائبریری یا کتب خانہ نہیں کہ جس میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر کوئی نہ کوئی کتاب موجود نہ ہو۔ سیرت کے مختلف پہلوؤں پہ آئے دن ہزارہا کتب منظر عام پر آتی رہتی ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ عاشقان رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیرت کے مختلف گوشوں پہ طبع آزمائی کرتے رہیں گے۔ لیکن پھر بھی کمی ہی محسوس ہو گی۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ برِصغیر جنوبی ایشیا میں اُردو زبان میں سیرت کے موضوع پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اس خطہ کی کسی اور زبان میں اس موضوع پر اتنا مواد میسر نہیں۔ اور آئے دن سیرت کے مختلف گوشوں پر مسلسل کتب شائع ہو رہی ہیں۔ ان میں رسائل کا بھی بڑا دخل ہے۔ اسی سلسلہ میں جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کے ترجمان "الجامعہ" کا ایک ضخیم اور دلکش سیرت نمبر منظر عام پر آیا ہے۔ اس میں پاکستان کے مایہ ناز علماء، فضلاء، محققین اور دانشوروں کے تحقیقی و علمی

مضامین شامل ہیں۔ چند مصنفین کے نام یہ ہیں، مولانا رحمت اللہ (ممبر قومی اسمبلی) حکیم محمد سعید۔ مولانا ماہر القادری، جسٹس ایس۔ اے رحمان۔ مولانا ظہور احمد بروہی۔ بشریٰ رحمان۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ۔ مولانا غلام سرور۔ پروفیسر محمد عارف گوندل، مولانا محمد منشا تابش قصوری۔ مولانا عبدالحکیم شرف وغیرہ۔

اس کے علاوہ اس میں مشہور و معروف شعراء کرام کی نعتیں بھی شامل اشاعت ہیں جن میں قمر یزدانی، ابوالاثر حفیظ جالندھری، اقبال صفی پوری، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، سید انوار ظہوری، زکی کیفی، شکیل بدایونی، راغب مرادآبادی، مولانا الطاف حسین حالی اور ماہر القادری کے نام نمایاں ہیں۔

سیرت کے مختلف پہلوؤں پر ایسے ایسے مضامین شامل اشاعت ہیں کہ بلاشبہ "الجامعہ" کا یہ سیرت نمبر حوالۂ سیرت کے لیے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ایک مضمون معلم انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ غذاؤں کے بارے میں ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ غذاؤں کا ذکر کیا گیا ہے اور باقاعدہ حدیثوں کے ذریعے اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دو طویل مضامین آپ کی معاشی تعلیمات پر مبنی ہیں۔ اس میں آپ کے طریقۂ تجارت، لین دین اور انصاف پسندی کو بہت خوبصورت اور تحقیقی انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ دیگر عنوانات کی تفصیل فہرست مندرجات میں موجود ہے۔

مجموعی طور پر اس سیرت نمبر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے تقریباً ہر پہلو پر سیر حاصل مضامین شامل ہیں، اس کے علاوہ انتہائی دلکش و خوبصورت کتابت میں اسماء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مع ترجمہ ۱۲ رنگین صفحات میں شامل کیے گئے ہیں جس کے شروع میں صفحہ پر روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ مبارک ہے۔ (محمد قدرت اللہ بیگ۔ ہیرآباد میرپور خاص، سندھ)

["الجامعہ" کا زیرِ نظر سیرت نمبر اٹھتیسویں جلد کا شمارہ ۲،۱ ہے۔ سرپرست مولانا محمد رحمت اللہ ابن مولانا محمد ذاکرؒ ہیں۔ چیف ایڈیٹر فرزندِ اعظم خ ق اور ایڈیٹر

میاں غلام رسول کوکب ایم اے ہیں۔ پرچہ ۲۷۶ صفحات پر مشتمل ہے، قیمت ۳۰ روپے ہے۔ اس سیرت نمبر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختلف اہم موضوعات پر مضامین جمع کر دیے گئے ہیں۔ اگرچہ بہت سے مضامین ایسے ہیں جو اسی خاص نمبر کے لیے نہیں لکھے گئے بلکہ کہیں چھپ چکے تھے —— ایڈیٹر]

فہرستِ مندرجات

کے عہد میں نظامِ عدل (جسٹس ایس اے رحمٰن)، نبیِ اکرم بحیثیت داعی الی الحق (پروفیسر خورشید احمد) طبِ نبویؐ (حکیم ریاض احمد قرشی)، خاتم النبیینؐ کی معاشی زندگی (محمد صدیق ہزاروی) محمد عبداللہ و رسولہٗ (ماہر القادری) پیغمبرِ اسلامؐ (عبدالستار خاں) آپؐ بحیثیت منتظم (این اے ریسرچ سکالر) رحمتِ عالمؐ اور خشیتِ الٰہی (عبدالحکیم شرف قادری)، رسولؐ خدا کا سیاسی نظام (سید غلام مصطفٰی بخاری عقیل)، رسولِ خدا بحیثیتِ شوہر (مفتی ضیاء الحبیب صابری)۔

حمد : جعفر بلوچ

نعت : حفیظ جالندھری۔ قریشہ دانی۔ اعلیحضرت احمد رضان بریلوی۔ اقبال صفی پوری۔ نصرت۔ عبدالغفار تسلیم۔ محشر رسول نگری۔ انوار ظہوری۔ زکی کیفی۔ سجاد باقر رضوی۔ بشیر اعجاز۔ عزیز لودھیانوی۔ فیض محمد گوہر جعفری۔ شفیق آصف۔ شکیل بدایونی۔ حافظ مظہر الدین۔ ندیم نیازی۔ تبسم رضوانی۔ راغب مراد آبادی۔ الطاف حسین حالی۔ خاموش رحمانی۔ ماہر القادری۔

ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد سیرت نمبر ۱۹۷۶

ماہنامہ فکر و نظر، ادارۂ تحقیقات اسلامی کا علمی مجلّہ ہے۔ زیرِ نظر خاص نمبر تیرھویں جلد کا نواں شمارہ ہے۔ ایڈیٹر ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ہیں اور نگران نذیر ملک (جو آج کل راولپنڈی سے ہفت روزہ "حرمت" نکالتے ہیں) رسالے کے اداریے بعنوان "نظرات" میں لکھا ہے کہ "سالِ گزشتہ کی طرح امسال بھی ربیع الاول میں بہ تقریبِ عیدِ میلاد النبیؐ فکر و نظر کا خصوصی شمارہ پیش کیا جا رہا ہے۔" ۱۳۹۵ھ کا سیرت نمبر ہمارے سامنے نہیں ہے۔

اس خاص نمبر میں ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر محمد خالد مسعود، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، بشیر محمود، رحیم بخش شاہین، محمد سعود اور جی اے حق محمد کے مضامین و مقالات

قابل مطالعہ ہیں۔ کوثر نیازی اور بشیر حسین ناظم کی نعتیں بھی شامل اشاعت ہیں۔
آخر میں "تعارف و تبصرہ" کے عنوان سے علامہ قاضی عبدالنبی کوکب علیہ الرحمہ کی
تالیف "الخزائن ۔ فہرست مفصّل" پر محمد طفیل (اب ڈاکٹر) کا تبصرہ ہے۔
لکھتے ہیں "یہ پنجاب یونیورسٹی میں پائے جانے والے نادر عربی مخطوطات کی تفصیلی
فہرست ہے جس کے مرتب قدیم و جدید علوم کے مجمع البحرین جناب قاضی عبدالنبی
کوکب ہیں۔ جنہوں نے سالہا سال کی محنت شاقہ سے یہ گراں قدر علمی کام سرانجام
دیا ہے۔" (ر۔ ر۔ م)

فہرست مندرجات

اقبال اور معراج النبیؐ (ڈاکٹر سید عبداللہ) پیغمبر اسلام، تاریخ کے پس منظر و
پیش منظر میں (کوثر نیازی)، وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (ڈاکٹر محمد حسن الدمسعود)،
رسولؐ اکرم کے سیرت نگار (ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ) انجیل برناباس اور پیغمبر خاتمؐ
(بشیر محمود) سیرت طیبہ کا مطالعہ (سید عبدالقدوس ہاشمی) رسولؐ اللہ بحیثیت داعیٔ
توحید) ملک محمد فیروز فاروقی) آنحضورؐ بحیثیت شوہر (حکیم محمد سعید) رسالت مآبؐ
اور اقبال (رحیم بخش شاہین) خاتم النبیینؐ کا پیغام، ہر زمین اور ہر زماں کے لیے
(نذیر الحق میرٹھی) آنحضرتؐ بہ حیثیت معلّم و محرّک علم (محمد سعود) جمال مصطفیٰؐ (حافظ
محمد یونس)، نبیؐ آخر الزماںؐ، محنت کشوں کے والی (جی اے حق محمد)
نعت : کوثر نیازی۔ بشیر حسین ناظم۔

ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد۔ سیرت نمبر ۔ ۱۹۷۷

اس پرچے کے ایڈیٹر کے طور پر رشید احمد جالندھری کا نام لکھا ہے۔ ان کا ایک
مضمون "سیرت رسولؐ اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین" بھی شامل اشاعت ہے۔ اس میں طٰہٰ حسین
کی "علی ہامش السیرۃ" کی پہلی جلد پر تبصرہ ہے۔ مضمون میں ابولہب کی لونڈی "ثویبہ"

کو جگہ جگہ "ثوبیہ" لکھا ہے جو فکر و نظر کے معیار کے پیش نظر افسوس ناک ہے۔ حافظ محمد عبد القدوس کا مقالہ "عربی نعت" ڈاکٹر منظور احمد کا مضمون "نبوت، وجدان اور اجتہاد" اور ملک محمد فیروز فاروقی کا مقالہ "سیرۃ النبیؐ کا جغرافیائی پس منظر" میں اِن موضوعات پر اچھی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

رسالے میں "شب جائیکہ من بودم" والی نعت امیر خسروؒ کے نام سے دی گئی ہے جو فکر و نظر کے تحقیقی رویئے کو مجروح کرتی ہے کیونکہ یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ یہ حضرت امیر خسروؒ ہی کی نعت ہے۔ اس کے علاوہ سر سید احمد خاں، ظفر علی خاں اور اصغر گونڈوی کی نعتیں بھی شامل کی گئی ہیں، البتہ اصغر گونڈوی کا نام "اصغر احمد" لکھا ہے حالانکہ ان کا نام اصغر حسین تھا (ر۔ ر،م)

فہرستِ مندرجات

رسولِ اکرمؐ کے مغربی سیرت نگار (شیخ عنایت اللہ) سیرت رسولؐ اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین (رشید احمد جالندھری) عربی نعت (محمد عبد القدوس) نبوت، وجدان اور اجتہاد (منظور احمد) سیرت النبیؐ کا جغرافیائی پس منظر (محمد فیروز فاروقی)

نعت: امیر خسرو۔ سر سید احمد خاں۔ اصغر گونڈوی۔

ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد۔ ۱۹۷۹

شرف الدین اصلاحی کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ خاص نمبر ۱۱۹ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ارشاد شاکر اعوان کا مقالہ "محامدِ محمد ما قبل بعثت" اور ڈاکٹر محمد ریاض کا مقالہ "حضرت رسالت مآبؐ کے مکاتیب" اچھی کوششیں ہیں۔ حکیم محمد یحییٰ کے مقالے "عربی نعت کا ارتقا" کا دوسرا حصہ بھی شریکِ اشاعت ہے جو اپنے موضوع پر اچھی

معلومات رکھتا ہے۔ شروع میں شبلی نعمانی کی نثری نعت اور عبرت صدیقی کا منظوم ہدیۂ عقیدت موجود ہے۔ آخر میں مدیر فکر و نظر کا ایک مضمون "مولانا فراہی کا عربی کلام" بھی شاملِ اشاعت ہے ——— (نامر خاں)

فہرستِ مندرجات

ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد۔ سیرت نمبر۔ ۱۹۸۰

یہ جلد ۱۷ کا شمارہ نمبر ۳ ہے۔ مدیر جریدہ شرف الدین اصلاحی عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اہمیت بیان کرتے ہوتے لکھتے ہیں "ربیع الاوّل کا مہینا اور اس مہینے کی بارھویں تاریخ اپنے دامن میں ایک ایسے واقعے کی یاد لیے آتی ہے جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی، تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا، جس نے کائنات کے خاکے میں نیا رنگ بھرا، کارگاہِ ہستی کو نئے معنیٰ عطا کیے اور جس نے زندگی کی قدریں بدل دیں، انسانیت کے گم کردہ راہ قافلے کو راہ و منزل کا پتا بتایا۔" (ص ۲)،

سیرت نمبر میں مولانا عبدالقدوس قاسمی، ڈاکٹر انعام الحق کوثر اور ارشاد شاکر اعوان کے مضامین / مقالات وقیع ہیں۔ آخر میں عبید اللہ قدسی کی تالیف "رحمۃ للعالمین" پر تبصرہ ہے۔ رسالے میں جہاں جہاں سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ صفت لکھی ہے التزاماً "رحمۃ للعالمین" لکھی ہے۔ (محمد اسلم)

فہرستِ مندرجات

نبیٔ کریمؐ بحیثیتِ معلّمِ اخلاق (پیر محمد کرم شاہ)، اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں اسلامی شریعت (عبدالقدوس ہاشمی)، بلوچستان میں اشاعتِ اسلام و ادبیاتِ سیرت (ڈاکٹر انعام الحق کوثر) عربی نعت کا دورِ اوّل (ارشاد شاکر اعوان)، حُبِ رسولؐ کی دینی اہمیت (سید محمود احمد رضوی) سیرت النبیؐ کے عملی تقاضے (جی اے حق محمد) "رحمۃ للعالمینؐ"۔ تبصرہ (ڈاکٹر سید علی رضا نقوی)

اظہار کی پہلی جلد کا یہ آٹھواں شمارہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر خصوصی اشاعت کی حیثیت سے سامنے آیا۔ اظہار شعبۂ اشاعت محکمۂ اطلاعات حکومتِ سندھ کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔

زیرِ نظر شمارے کے مدیرِ اعلیٰ یوسف جمال، مدیر عزیز الرحمٰن، نائب مدیرہ فاطمہ حسن اور معاون جمال احسانی ہیں۔ پرچہ بڑے سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ مضمون نگاروں میں بعض مشہور نام بھی نظر آتے ہیں لیکن عام طور پر موضوعات سے انصاف نہیں کیا گیا۔ البتہ ڈاکٹر ابو الفتح معین الدین اور کریم بخش خالد کے مضامین اچھے ہیں۔ حصۂ نظم کا بیشتر حصہ انتخاب ہے البتہ عہدِ حاضر کے چند شاعروں کی نعتیں بھی شاملِ اشاعت ہیں۔ سرورق پر صادقین کی لکھی ہوئی سورہ کوثر درج ہے اور آخری صفحے پر روضۂ پاک کی تصویر ہے (اظہر محمود "منیجر نعت")

ماہنامہ اظہار کراچی سیرت نمبر ۱۹۷۹ء

فہرستِ مندرجات

عظیم ترین انقلاب (محمود اعظم فاروقی)، رسالت مآبؐ کے عہد میں حقوقِ انسانی (پروفیسر حمید احمد خاں)، اسلام کا تصورِ تعلیم (پروفیسر کرّار حسین)، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(شیخ ایاز) صحابۂ کرام کی نعت گوئی (ڈاکٹر ابوالفتح معز الدین) اردو میں نعتیہ شاعری (حمایت علی شاعر)، ورفعنا لک ذکرک (کریم بخش خالد) دنیا کا پہلا وفاقی دستور (ڈاکٹر حمید اللہ) روشنی کی طرف (انور حسین)

نعت : سیدنا حسانؓ بن ثابت۔ سعدی شیرازی۔ جامی۔ قدسی۔ غالب۔ اصغر گونڈوی۔ محسن کاکوروی۔ حفیظ جالندھری۔ بہزاد لکھنوی۔ زکی کیفی۔ ماہر القادری۔ احسان دانش۔ ضمیر جعفری۔ سلیم احمد۔ اطہر نفیس۔ ثروت حسین۔ پروین شاکر۔ عذرا عباس۔ ساجد امجد۔ منظر امام۔ فاطمہ حسن۔ احمد رضا خاں بریلوی۔ ظفر علی خاں۔

ماہنامہ اظہار کراچی سیرت نمبر ۱۹۸۰

۱۵۶ صفحات کے اس سیرت نمبر کی ترتیب و تدوین کریم بخش خالد نے کی ہے۔ یہ دوسری جلد کا ساتواں آٹھواں مشترکہ شمارہ ہے صفحہ ۱۳۶ تک سیرت نمبر کے موضوع پر مضامین نظم و نثر ہیں۔ آخری بیس صفحات میں "احوالِ وطن" درج ہیں۔ ڈاکٹر محمد بقا، کریم بخش خالد، بشیر حسین ناظم، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور گلزار آفاقی کے مضامین / مقالات فکر انگیز ہیں۔ کریم بخش خالد کے مرتبہ رسالوں کا حصۂ نظم عام طور سے معیاری ہوتا ہے لیکن کہیں کہیں کوئی بہت ہلکی چیز بھی دکھائی دے جاتی ہے۔ اظہار کے جن نمبروں کا ذکر ہو رہا ہے، یہ ایڈیٹر نعت کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں موجود ہیں (محمد حفیظ)

فہرستِ مندرجات

اللہ کے پہلے اور آخری نبیؐ دیگر ہر ڈبو د رنگ، بعثتِ محمدیؐ اور ہلاکتِ قیصر و کسریٰ (مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی)، غایتِ دینِ نبیؐ (مولانا احتشام الحق تھانوی) نبوّت، وجدان اور اجتہاد (ڈاکٹر منظور احمد) قرآنِ حکیم اور اخلاقی تعلیمات (۔۔۔)، اسلام ہی اخلاقِ حسنہ کا معلّم ہے (قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری) حضورؐ کے

معاشرتی اخلاق (علامہ شبلی نعمانی) اتباعِ رسول ؐ (ڈاکٹر محمد بقا) رسولِ کریم کی اخلاقی تعلیمات (-) خلقِ عظیم (عبدالحلیم محمود۔ ترجمہ از ڈاکٹر سید مطلوب حسین) معراجِ مصطفیٰ (کریم بخش خالد) میثاقِ مدینہ کی اہمیت اور افادیت (ڈاکٹر امان اللہ خاں) سفیرانِ رسول ؐ (بشیر حسین ناظم) انسانیت کا منشورِ اعظم (کریم بخش خالد) عہدِ نبویؐ کا نظامِ تعلیم (ڈاکٹر حمید اللہ) جدید تعلیم کا مسئلہ (ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال) عہدِ نبویؐ میں مسجد کی اہمیت (کریم بخش خالد) نبیٔ کریم بحیثیت سربراہِ ملت (حکیم محمد سعید) فنون و ثقافت (گلزار آفاقی) نعتیہ خطاطی (-) ثنائے خواجہ اور غالب (کریم بخش خالد) حُبِ رسول ؐ اور اقبال (خالد) وہ شمع اجالا جس نے کیا۔۔۔ (خالد)

نعت : منظور حسین شور۔ مولانا محمد علی جوہر۔ اختر شیرانی۔ قتیل شفائی۔ ناصر زیدی۔ جمال احسانی۔ محسن بھوپالی۔ یوسف ظفر۔ قمر جلالوی۔ اطہر نفیس۔ محشر رسول نگری۔ عارف عبدالمتین۔ ثروت حسین۔ اقبال صفی پوری۔ اختر حسین جعفری۔ منیر نیازی۔ آغا شاعر قزلباش۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ احمد عظیم۔ احمد ندیم قاسمی۔ ادا جعفری۔ اطہر ضیائی۔ افتخار عارف۔ اقبال سرہندی۔ علامہ اقبال۔ اقبال ساجد۔ امجد اسلام امجد۔ اُمید فاضلی۔ حافظ انصر لدھیانوی۔ انور شعور۔ بہزاد لکھنوی۔ ثاقب زیروی۔ جلیل عالی۔ حافظ لدھیانوی۔ حضور احمد سلیم۔ حفیظ الرحمٰن احسن۔ خسروی۔ خواجہ حمید الدین شاہد۔ خورشید رضوی۔ رئیس امروہوی۔ ستارہ شبنم رومانی۔ سردار بیگم اختر۔ صابر ظفر۔ صادق نسیم۔ صلاح الدین محمود۔ ظفر علی خاں۔ عابد نظامی۔ عزیز حاصلپوری۔ فاطمہ حسن۔ غلام رسول ازہر۔ غلام علی مائل مخشوری۔ ماہر القادری۔ محمد ابراہیم خلیل۔ مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ۔ مظفر وارثی۔ حافظ مظہر الدین۔ مقبول نقش۔ ناہید قاسمی۔ نجیب احمد۔ نسیم امروہوی۔ وحیدہ نسیم۔ سید ہاشم رضا۔ وزیری پانی پتی۔ یکتا امروہوی۔

ماہنامہ اظہار کراچی سیرت نمبر۔ جنوری ۱۹۸۲ء

زیرِ نظر سیرۃ النبیؐ نمبر میں استاذ الاساتذہ ڈاکٹر سید عبداللہ اور کریم بخش خالد (مدیرِ اظہار) کے مضامین اہم ہیں۔ اس پرچے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں علامہ شرف الدین محمد بن سعید بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہورِ زمانہ عربی "قصیدۂ بردہ" اور عبداللہ ہلال صدیقی کا منظوم اردو ترجمہ ہے۔ صفحہ ۵۰ سے آخر (۴۶) تک "احوالِ وطن" ہیں۔ سرورق پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمائے گرامی ہیں۔ (راجا علی شان)

فہرستِ مندرجات

ماہنامہ اظہار کراچی - دسمبر ۱۹۸۲

۶۸ صفحات کے اس رسالے کے ۱۵ صفحات ذکرِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے مختص ہیں۔ شروع میں چھٹی قومی سیرت کانفرنس میں صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کی افتتاحی تقریر ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے مضامین قابلِ مطالعہ ہیں۔ صفحہ ۵۲ سے قائدِ اعظمؒ کے بارے میں نظم اور نثر کے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ آخر میں "احوالِ وطن" ہیں۔ زیرِ نظر مجلہ پانچویں جلد کا چھٹا شمارہ ہے

(میاں ظفر مقبول)

فہرست مندرجات

ماہنامہ اظہار کراچی۔ سیرت نمبر۔ ۱۹۸۴

یہ جلد ۷ کا شمارہ نمبر ۱۰ ہے۔ ۸۸ صفحات کا یہ رسالہ کریم بخش خالد کی اچھی کوشش ہے۔ اس خاص نمبر میں ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کا مقالہ" ذکرِ حبیبؐ سندھ کے حوالے سے" اور ثاقبہ رحیم الدین کا مضمون" رسولِ خدا اور انسانی حقوق" قابلِ مطالعہ ہیں۔ علامہ اقبال کے دو مضمون اور ایک تقریر" سیرۃ النبیؐ کے چند پہلو ——— اقبالؒ کی نظر میں" کے عنوان سے شائع کی گئی ہے۔ کرنل غلام سرور کا مضمون تشنہ ہے مگر اس کی پیشکش اچھی ہے۔ اس مجلّے میں خواجہ عابد نظامی کے مجموعۂ نعت" فیضانِ کرم" پر عارف عبدالمتین کا اور سید منیر علی جعفری کی" سراج المنیر" پر ارشاد الحق تھانوی کا تبصرہ شامل ہے۔ حصۂ نظم میں عابد نظامی، ہلال جعفری، حافظ لدھیانوی، حمید صابر کلیم خالد بزمی، راغب مراد آبادی، ریاض حسین چودھری۔ شاہد الوری، طالب ہمدانی، عبرت صدیقی، محشر بدایونی، ریاض الدین سہروردی اور حافظ مظہر الدین ایسے نعت گوؤں کا کلام بھی شامل ہے۔ صفحہ ۶۰ سے آخر تک مقاصدِ تعلیم کے موضوع پر اور قائدِ اعظمؒ کی یاد میں مضامین ہیں (رفیق احمد خاں)

فہرستِ مندرجات

نعت : آغا شاعر قزلباش۔ ہلال جعفری۔ وجاہت شرقی۔ آثم پانی پتی۔ سید آلِ رضا۔ ابرار حسین شاکر۔ ادا جعفری۔ ازہر دُرّانی۔ اسد محمد خاں۔ اسلم یوسفی۔ افتخار اجمل شاہین۔ اویس احمد منظر۔ تابش دہلوی۔ جگر مراد آبادی۔ حاصل مراد آبادی۔ حافظ لدھیانوی۔ حبیب صدیقی۔ حمید صدیقی۔ خالد بزمی۔ خالد عمران منظر۔ راغب مراد آبادی۔ رشید انبالوی۔ رعنا ناہید رعنا۔ سراج الدین ظفر۔ ریاض حسین چودھری۔ سلطان الحسن فاروقی۔ شان الحق حقی۔ شاہد الوری۔ صائمہ خیری۔ طالق ہمدانی۔ ظہیر عباس ساغر۔ طور نورانی۔ عارف رضا۔ عاصی نظامی عبرت صدیقی۔ عتیق احمد عتیق۔ غلام احمد سلام۔ قیصر افغانی۔ کوثر شاہجہانپوری۔ محسن شاہ۔ باسط اللہ بیگ باسط۔ محشر بدایونی۔ سید محمد ریاض الدین سہروردی۔ محمد شیر افضل جعفری۔ حافظ مظہر الدین۔ مقبول شارب۔ منیر قصوری۔ نازش رضوی۔ ناظم چاندپو۔ نسیم امروہوی۔

ہفت روزہ ہلال راولپنڈی۔ سیرت نمبر ۱۹۷۶

ہلال برّی، بحری اور فضائی افواج کا ہفت روزہ ہے اور انٹر سروسز پبلک ریلیشنز ڈائرکٹریٹ، راولپنڈی سے شائع ہوتا ہے۔ زیرِ نظر سیرت نمبر صدیق سالک کی اِدارت میں مرتب اور شائع ہوا۔ بڑے سائز کے ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے صفحہ ۱۵ تک کے مندرجات سیرتِ نبوی سے متعلق ہیں۔ صوبیدار صادق حسین طارق، کیپٹن الطاف حسین ریٹائرڈ، اور بریگیڈیئر گلزار احمد ریٹائرڈ کے مضامین پڑھنے کے لائق ہیں۔ (ملک الطاف حسین قادری)

فہرستِ مندرجات

ایک سپاہی کی نظر میں (محبوب حسن خاں لودھی) عظمتِ رسول (محمد علیم عثمانی) سنتِ رسول، ہماری مشکلات کا حل (محمد شفیع) وانک لعلیٰ خلق عظیم (محمد رشید اختر) ارشاداتِ سرورِ کائنات (۔) غزوۂ احزاب، اسلام کی فوجی برتری کی بحالی (الطاف حسین) چند انقلابی فیصلے (دیوان علی) جدید طبی انکشافات ارشاداتِ نبوی کی تائید کرتے ہیں (قمر عباس خان) پیغمبرِ انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم (شمس القمر قاسمی) اسلام، دینِ اتحاد (ظفر اقبال چودھری) رسولِ مقبول میدانِ جہاد میں (محمد افضل تحسین) محمد عربی بحیثیت سپہ سالار (قمر عباس خان) رسولِ اکرم بحیثیت تاجر (احسان الحق) شعرا کا نذرانۂ عقیدت (محمد طفیل) سراپائے رسول (مبلغ سچائی (کرنل غلام سرور) رسولِ خدا کا حسنِ کلام (نبی بخش)

نعت: حضرت معین الدین چشتی۔ علامہ اقبال۔ طالب حسین اشرف۔ جعفر طاہر۔ محمد افضل تحسین۔ فیض لدھیانوی۔ حفیظ جالندھری۔ عشرت گورداسپوری۔ سرسید احمد خان۔

ہفت روزہ ہلال راولپنڈی۔ اشاعتِ خصوصی۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

یہ ہلال کی تیرھویں جلد ہے اور شمارہ نمبر ۲ ہے۔ ۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ چوبیدار میجر محمد افضل اور ممتاز لیاقت کے مضامین اچھے ہیں۔ ایڈیٹر نعت کے ذخیرۂ کتب سے جو نسخہ ملا ہے، اس کے سرورق کے آخری دو صفحات غائب ہیں، اس لیے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ اشاعتِ خصوصی کس کی مرتب کردہ ہے، ان دنوں ایڈیٹر کون تھا۔

(ا۔ ح۔ ق)

فہرستِ مندرجات

ظہورِ قدسی (علامہ شبلی نعمانی) عیدِ میلاد النبی پر ذوالفقار علی بھٹو کا پیغام۔ رسولِ اکرم کا فنِ حرب (فضل مقیم) جنگِ بدر، عظیم انقلاب کی عظیم فتح (احسان الحق ملک) اسلامی افواج سے رسولِ اکرم کی وابستگی (محبوب حسن خاں لودھی) روحِ جہاد

(احتشام الحق تھانوی)، رسولِ اکرمؐ کا دفاعی نظام (محمد افضل)، اخلاقِ نبویؐ اور جدید تعلیم (ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال)، آقائے نامدارؐ کا آخری خطبۂ حج۔ سرورِ کائناتؐ کے عہد میں انسانی حقوق (ممتاز لیاقت) اُسوۂ حسنہ ــــ شجاعت و بہادری (محمد شفیع)، وانک لعلیٰ خلقٍ عظیم (محمد رشید اختر) عیدِ میلادالنبیؐ (قاضی فضلِ کریم انیس) ظہورِ قدسی سے بعثت تک (الطاف حسین)، رسولؐ خدا کی وفات (پروفیسر سید عبدالقادر)، حلیۂ مبارک (سید سلیمان ندوی) اللہ تعالیٰ (شاہ بلیغ الدین)، فتح مکہ، عظمتِ اسلام کا ایک آہنی ستون (صادق حسین طارق)، ارشاداتِ نبویؐ (ا ـ)

نعت : بہزاد لکھنوی۔ احسان دانش۔ حفیظ جالندھری۔ احمد ندیم قاسمی ـ الطاف حسین۔ طاہر حنفی۔ محمد افضل تحسین۔ سرور بجنوری۔ اے زیڈ خان زیب۔ خدیجہ کوکب۔ قمر یزدانی۔ محمود الحسن۔

ہفت روزہ ہلال راولپنڈی سیرت نمبر۔ ۱۹۷۸

اس نمبر پر عبدالنصیر عوزی کا نام ایڈیٹر کے طور پر اور محمد رشید اختر کا نام اسسٹنٹ ایڈیٹر کے طور پر درج ہے۔ جلد ۲۴، ا، اور شمارہ ۱،۴۱، ۲۴ لکھا ہے۔ شبلی نعمانی کی مشہور زمانہ تحریر "ظہورِ قدسی" سے نمبر کا آغاز ہوتا ہے۔ کرنل محبوب حسن خاں لودھی، صوبیدار میجر محمد اشرف اور صوبیدار صادق حسین طارق کے مضامین اچھے ہیں۔ (بشیر احمد میانوی)

فہرستِ مندرجات

خورشیدِ رسالت (محمد اشرف) حضورؐ کا لباس (نعیم صدیقی) حضرت عبداللہ بن جحش (خواجہ محمد اشرف) نورِ ہدایت (شاہ بلیغ الدین) تاریخ اسلام کے حیرت انگیز لمحات (ترجمہ، ممتاز لیاقت) رسولِ خدا کا اہم جنگی فیصلہ (دیوان علی) آقائے نامدارؐ کا آخری خطبۂ حج۔

نعت: حفیظ جالندھری۔ بہزاد لکھنوی۔ سید ضمیر جعفری۔ عاصی کرنالی۔ محمد یونس قریشہ دانی۔ محمد افضل تحسین۔ اورنگ زیب۔ طفیل ہوشیارپوری۔ علامہ اقبال۔ سرور بجنوری۔ محمد اظہر کوٹلوی۔ محمد ابراہیم بیگ خاطر۔

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزین ہے۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

مدینے کو چلو

مدینے کو چلو، دربار دیکھو
رسول اللہ کی سرکار دیکھو
نظر آتی ہے واں شانِ خدائی
در و دیوار کے انوار دیکھو
زمیں پر دیکھ لو خلدِ بریں کو
پھلا پھولا ہوا گلزار دیکھو
نہ روکیں گے مجھے درباں کہ ہوں میں
غلام احمدِ مختار، دیکھو
محمد رحمۃ للعالمیں ہیں
یہی رحمت کے ہیں آثار، دیکھو
نظر ہو میری حالت پر بھی مولا
اِدھر بھی اک نظر سرکار دیکھو
جدائی میں یہاں بے چین ہوں میں
مرے مولا، مرے سردار دیکھو
اگر ہو دیکھنا وہ جلوہ دل میں
تو کر کے توبہ استغفار دیکھو
مسخر آپ کا عالم ہے سارا
فدا ہیں کافر و دیندار دیکھو
مدینہ کی ہوا جس دن سے کھائی
ہوا اچھا دلِ بیمار دیکھو
مدینے چل کے اک دن حضرتِ دل
شہِ کونین کا دربار دیکھو
ستایا ہے بہت مجھ کو فلک نے
مرے آقا، مرے غمخوار دیکھو

ق

مجھے ہرگز نہ چھیڑو، واعظو تم
کرو مجھ سے نہ یوں تکرار، دیکھو
مرے مذہب سے، کیا تم کو سروکار
نہ یہ پوچھا کرو ہر بار، دیکھو
اگر مومن ہوں یا کافر، تمہیں کیا
مرا اللہ ہے غفار دیکھو
خدا کو جانتا ہوں دل سے واحد
کہ وحدت سے نہیں انکار دیکھو
فدا ہوں نام احمد مصطفیٰ پر
وہ بے شک ہیں مرے سردار دیکھو

مہاراجا سر کشن پرشاد، شاد

ماہنامہ "مولوی" دہلی۔ رسول نمبر ۱۳۴۵ ہجری۔ ص ۲۷

تعلیمی اداروں کے ادبی جرائد

بحضورِ سرورِ کونینﷺ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مہک ۔ اِقرا ۔ کاوش ۔ صریرِ خامہ ۔ راوی

تحریر: پروفیسر محمد اقبال جاوید

کم و بیش ہر کالج کوئی نہ کوئی ادبی مجلہ ضرور شائع کرتا ہے۔ یہ رسائل عموماً سالنامے ہوتے ہیں اور کالج کے اساتذہ و طلبہ کی علمی و ادبی نگارشات کے آئینہ دار۔ مقصود چونکہ طلبہ کی قلمی اور ذہنی تربیت ہوتی ہے اور زیادہ تر انہی کی ادبی کاوشوں کو بطورِ حوصلہ افزائی اُن میں جگہ دی جاتی ہے، اس لیے عام قاری کو اِن رسائل میں ذوق و شوق کا کوئی خاص سامان نہیں ملتا۔ کیونکہ ان میں طلبہ ہی کی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں کا تذکرہ ہوتا ہے، جو اُس خاص دور کے طلبہ کے لیے تو وجہِ کشش ہو سکتا ہے مگر ایک عام شائقِ علم و ادب کے لیے نہیں۔

کالج میگزین اور عام ادبی رسالے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر کلیۃً طلبہ کے فکر و نظر کا ترجمان ہوتا ہے جب کہ عام ادبی رسالے میں ہر اُس ادیب کی تحریر شامل کی جاتی ہے جو اس کے معیار پر پورا اُترتا ہے۔ کالج میگزین ایک نقطہ ہے جس کے گرد کالج گھومتا ہے اور عام ادبی رسالہ ایک دائرہ ہے جس میں معاشرے کی جملہ کیفیتیں سمٹ جاتی ہیں ـــــــ طلبہ کی نگارشات کے ساتھ ساتھ رسالے کے ادبی معیار کو بھی قائم رکھنا ایک ایسا کام ہے کہ اس میں بسا اوقات جانکنی کے مرحلے بھی آتے ہیں۔ طلبہ کی خام، پریشان اور منتشر تحریروں کو جانچنا، پرکھنا اور انہیں ایک خاص معیار تک لے آنا، جوئے شیر ہی تو ہے جو فرہاد بھی

نہ لاسکا اور اُسے جوئے خوں بہانا پڑی کہ فن میں رعنائی خونِ جگر ہی سے آیا کرتی ہے۔

کالج کے ادبی مجلّوں کی نوعیت عام سی ہوا کرتی تھی۔ سکولوں میں جرائد کا رواج نہیں تھا مگر اب ہے۔ البتہ گورنمنٹ کالج برائے ایلیمنٹری ٹیچرز لالہ موسیٰ سے ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ "نورالتعلیم" کے نام سے ایک رسالہ جاری ہوا۔ اُس وقت اس کالج کا نام "نارمل سکول" تھا۔ اس رسالے کو یہ شرف حاصل ہے کہ تعلیمی اداروں کی سطح پر غالباً یہ واحد رسالہ ہے جس نے علامہ اقبال کی زندگی میں یعنی فروری ۱۹۳۵ء میں ایک خوبصورت اقبال نمبر چھاپا تھا ——— اس کے بعد تعلیمی اداروں سے عام شمارے تو نکلتے رہے ہیں مگر خاص شمارے شائع کرنے کا دستور نہ تھا لیکن ماضیٔ قریب میں وطنِ عزیز کے بہت سے تعلیمی اداروں نے ایسے ایسے خصوصی شمارے شائع کیے ہیں کہ انہیں نہ اہلِ نظر، نظرانداز کر سکتے ہیں نہ تماشائی۔ دورِ حاضر نے تعلیمی اداروں سے شائع ہونے والے جرائد کو ملک میں شائع ہونے والے ادبی رسالوں کے مقابل لا کھڑا کیا ہے۔

گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کے مجلّہ علم و آگہی نے پروفیسر ابوسلمان شاہجہانپوری کی ادارت میں، گورنمنٹ کالج شیخوپورہ کے مرغزار نے پروفیسر عبدالجبار شاکر کی ادارت میں، گورنمنٹ زمیندار کالج گجرات کے شاہین نے قریشی احمد حسین قلعداری کی نگرانی میں، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے کریسنٹ نے خالد بزمی اور سلیم احمد صدیقی کی رہنمائی میں، مولانا ظفر علی خاں گورنمنٹ ڈگری کالج وزیرآباد نے پروفیسر آفتاب احمد نقوی میں ادارت میں، گورنمنٹ کالج لاہور کے راوی نے مختلف شخصیات کی ادارت میں، سندھ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے مریرِ خامہ نے پروفیسر حمایت علی شاعر کی رہنمائی میں، گورنمنٹ ایم۔اے۔او کالج لاہور کے اقرار نے پروفیسر حفیظ صدیقی کی رہنمائی میں اور گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ کے مہک نے پروفیسر اقبال جاوید اور پروفیسر اکرم رضا کی ادارت میں، اردو ادب کو ایسے وقیع، مبسوط اور جاندار خصوصی نمبر عطا کیے ہیں کہ ان کا تذکرہ بذاتِ خود ایک الگ مقالے کا طلبگار رہے۔ اس سلسلے میں

پنجاب یونیورسٹی کے "محور" کے بعض شمارے بھی خصوصی نوعیت کے حامل ہیں۔ فیڈرل گورنمنٹ کے تحت اسلام آباد میں واقع ایک تعلیمی ادارے (نام مستحضر نہیں) نے گذشتہ دنوں علمی انداز کے بعض تحقیقی شمارے بھی شائع کیے ہیں۔

آج کی صحبت میں صرف چند سیرت نمبروں کا تذکرہ مقصود ہے کہ تعلیمی اداروں کے ادبی جرائد بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیۂ ارادت و عقیدت پیش کرتے رہے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان تذکروں سے ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ پاک کا حق ادا کرنے کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ اس ذکرِ خیر سے خود کو بلند و بالا کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ ذرّے اپنی نسبت آفتاب سے قائم کرلیں اور قائم رکھیں تو وہ بھی تابشوں کے امین بن جایا کرتے ہیں۔ یہ رسائل تو محض ایک اظہار ہیں، ہماری نسبت کی عظمت، فکر کی صالحیت اور نگاہ کی پاکیزگی کا۔

مادحِ خورشید، مدّاحِ خود است
کیں دو چشمم روشن و نامر مدست

گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ کے ادبی مجلّہ "مہک" کا سیرت نمبر پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات کے سلسلے میں راقم الحروف کی ادارت میں شائع ہوا تھا۔ اس کی ضخامت ۲۴۰ صفحات ہے۔ خوبصورت شعری قطعات اور آیاتِ قرآنی کے طغروں سے مزین ہے۔ اس میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ۷، ۱۴ نثری مضمون ہیں، ۳ نعتیں ہیں۔ ۲۷ غیر مسلموں کی نعتیں بھی موجود ہیں۔ علاوہ ازیں معروف نعت گو شعرا کا تذکرہ، زمانی ترتیب کے ساتھ اور اردو نعتیہ دواوین کی ایک فہرست الف بائی ترتیب کے ساتھ دی گئی ہے۔ اس میں ۲۰ مضامین مدیر کے اپنے قلم سے ہیں۔ بعض پر مصلحتاً فرضی نام دیے گئے ہیں۔

گورنمنٹ ایم اے او کالج لاہور نے اپنے ادبی جریدے "اقراء" کا سیرت نمبر ۱۹۸۰ء میں پروفیسر حفیظ صدیقی کی ادارت میں شائع کیا تھا۔ یہ نمبر دو حصوں پر

مشتمل ہے۔ اس میں ۱۶۶ کے قریب منظومات اور ۳۴ کے لگ بھگ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر نثری مضمون ہیں۔

۱۹۷۰ء میں شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی نے اپنے ادبی رسالے صریرِ خامہ کا ایک خاص نمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکارِ مقدس کے لیے وقف کیا تھا۔ اسے پروفیسر حمایت علی شاعر نے مرتب کیا تھا۔ اس میں ۱۱ نثری مضامین ہیں، جن میں سے اکثر تحقیق و تنقید کی دنیا میں حوالے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اس میں مرتب کے قلم سے، اردو میں نعتیہ شاعری کے سات سو سال کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جو ۱۲۰ صفحات کو محیط ہے۔ اس میں ہر شاعر کے سوانح حیات اور نعت کا نمونہ دیا گیا ہے۔ یہ ایک قابلِ قدر تحقیقی کاوش ہے۔

۱۹۸۱ء میں گورنمنٹ کالج لاہور نے ڈاکٹر سید معین الرحمٰن اور پروفیسر مشرف انصاری کی نگرانی میں، پندرھویں صدی ہجری کے حوالے سے "راوی" کا ایک خصوصی نمبر شائع کیا تھا جو فی الحقیقت سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ایک دلآویز تذکرہ ہے۔ اس خاص شمارے میں ۱۶ مضامین اور ۱۴ نعتیں ہیں۔

گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کے ادبی مجلّے کا نام "کاوش" ہے، پروفیسر محمد رفیع اور پروفیسر عباس علی دلاوری کے زیرِ ادارت اس کا سیرت نمبر ۱۹۸۴ء میں طبع ہوا تھا۔ اس رسالے میں ۲۴ مضمون اور ۲۶ نعتیں ہیں۔ شعبۂ انگریزی میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ۲۰ مضامین ہیں۔

تعلیمی اداروں کے ادبی مجلات کے سیرت نمبروں کا یہ تذکرہ کسی نوع سے بھی مکمل نہیں ہے۔ میں نے صرف اُن رسائل کا ذکر کیا ہے جو میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔ اسی نوعیت کے اور بھی بہت سے رسالے ہوں گے، جن کا مکمل احاطہ دیگر اہلِ تحقیق پر چھوڑتا ہوں۔

وحشت ہماری بعدِ فنا پھیل جائے گی
اب تم پھرو گے، چاک گریباں کیے ہوئے

نعت لائبریری کے لیے عطیات

کتاب	عطیہ دہندہ
۱۔ طبِ نبویؐ از حافظ اکرام الدین واعظ	عزیز محمد صاحب۔ اقبال برادرز۔ لاہور
۲۔ یا ایہا الرسولؐ از کرم حیدری ۳۔ پیغمبرِ اخوت و مساوات از سید آلِ احمد رضوی	سید مبین شاہ صاحب ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی۔ لاہور
۴۔ تعمیرِ کردار از محمد یعقوب ساجد	رفیق احمد خاں صاحب، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور
۵۔ رحمتِ دو عالمؐ از شاہ عطاء اللہ خاں عطا ۶۔ محمد رسول اللہ از آر، وی، سی، بوڈلے (تلخیص و ترجمہ از محمد علی چراغ) ۷۔ انسانِ کامل از محمد منیر قریشی ۸۔ سیرۃ النبیؐ (سوالا جوابا) از زاہد حسین انجم	نذیر حسین صاحب نذیر سنز پبلشرز، لاہور
۹۔ گلدستۂ نبوت از محمد امین الدین قیصر	سید سجاد رضوی صاحب پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے فوٹوسٹیٹ عنایت فرمائی۔
۱۰۔ دی رائٹ پاتھ (انگریزی) از پروفیسر شوکت علی بیگ	مصنف۔ ایچیسن کالج۔ لاہور
۱۱۔ بلالؓ از ایچ اے ایل کریگ (ترجمہ از سجاد باقر رضوی)	حافظ فیصل امام صاحب، پیکیجز۔ لاہور
۱۲۔ برکاتِ میلاد شریف از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی	صاحبزادہ فیض المصطفیٰ صاحب۔ بصیر پور
۱۳۔ شہرِ علم از سہیل غازی پوری	خواجہ رضی حیدر صاحب۔ ڈپٹی ڈائریکٹر قائدِ اعظمؒ اکادمی۔ کراچی

۱۴۔ نعت ہی نعت از نیر اسعدی ۱۵۔ بصیرت از نعیم تقوی ۱۶۔ گلدستۂ عقیدت از سلطان محمود	ڈاکٹر وقار راشدی صاحب انجمن ترقی اردو۔ کراچی
۱۷۔ تاریخ الانبیاء فی ضوء القرآن الکریم والسنۃ النبویۃ (عربی)، از دکتور محمد الطیب النجار ۱۸۔ مسافرِ حرم از کرنل غلام سرور ۱۹۔ رسولِ صادقؐ از صادق محمد خاں عباسی ۲۰۔ مقالاتِ سیرت (پانچویں قومی سیرت کانفرنس ۱۴۰۱ھ) ۲۱۔ مقالاتِ سیرت (چھٹی سیرت کانفرنس ۱۴۰۲ھ) ۲۲۔ خطباتِ سیرت از ڈاکٹر حافظ محمد یونس ۲۳۔ فہرستِ کتبِ سیرت ۲۴۔ ماہنامہ "ترجمان الحدیث" لاہور سیرت نمبر ۱۹۸۷ء ۲۵۔ پاکستان اسٹیٹ آئل ریویو خصوصی سیرت نمبر ۱۹۸۵ء ۲۶۔ 〃 〃 〃 〃 ۱۹۸۶ ۲۷۔ 〃 〃 〃 〃 ۱۹۸۷	ممتاز لیاقت صاحب الدعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد
۲۸۔ مجلہ "لیلۃ النعت"	سید صبیح الدین رحمانی۔ گلبہار نعت کونسل (پاکستان) کراچی
۲۹۔ صبحِ بہاراں از عزیزہ لطیفی	شاعر۔ اورنگ آباد، کراچی
۳۰۔ دیوانِ دیوانہ۔ حصہ اول از قاضی شاکر محمد دیوانہ	اسد نظامی صاحب ضلع خانیوال
۳۱۔ کتابیاتِ سیرتِ رسولؐ (۱۹۷۳ تا ۱۹۸۷) مرتبہ حفیظ تائب	ذوالفقار احمد تابش صاحب نیشنل بک کونسل آف پاکستان، لاہور

کتاب	عطیہ دہندہ
۳۲۔ خطباتِ مدراس از سید سلیمان ندوی ۳۳۔ ارضِ تمنا از غلام الثقلین نقوی	راجا رشید محمود
۳۴۔ کتابیاتِ تفسیر و حدیث (۱۹۷۳ تا ۱۹۸۶) مرتبہ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی	ذوالفقار احمد تابش صاحب لاہور
۳۵۔ اقرار از صہبا اختر ۳۶۔ نعتِ رسولؐ از فقیر نقشبندی حبیب محسنی تلہری	شہزاد احمد صاحب، انجمن ترقیٔ نعت۔ کراچی
۳۷۔ ثنائے رسولؐ از انوار الحق قریشی گہر اعظمی ۳۸۔ ظہورِ قدسی از ماہر القادری	غوث میاں صاحب۔ حضرت حسّانؓ حمد و نعت بک بینک کراچی
۳۹۔ بحضور خاتم الانبیاءؐ از راغب مرادآبادی ۴۰۔ انوارِ حرمین مرتبہ صدیق اسماعیل	سیٹھ عبدالحبیب احمد صاحب[1] یونین انڈسٹریز لمیٹڈ۔ کراچی
۴۱۔ شعاعِ سیرت از شمس الدین احمد شفق ۴۲۔ نجم الہدیٰ از حضرت خواجہ پیر محمد زین الدینؒ ۴۳۔ ذکرِ جمیل از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ۴۴۔ میلاد نمبر ۱۴۰۱ھ مرتبہ سید عالم	ڈاکٹر حاجی احمد مجاہد صاحب نوائے وقت۔ کراچی
۴۵۔ خیر البشرؐ مرتبہ خالد لودھی	ڈاکٹر خالد علی انصاری۔ کراچی
۴۶۔ نورِ مجسم مرتبہ شمع صدیقی	سید محمد اسلم غزالی صاحب۔ کراچی
۴۷۔ سوئے حرم سید آفتاب عظیم	تسنیم الدین احمد، انچارج نعت لائبریری

تسنیم الدین احمد
ناظم نشر و اشاعت:
ایوانِ نعت (رجسٹرڈ)

۱۔ افسوس کہ سیٹھ صاحب ۳ اگست کو اپنے خالق سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

طیبہ میں ستاروں کی ضیا دیکھ رہا ہوں
کونین کو اس در پہ جھکا دیکھ رہا ہوں

جبریلؑ کو اعزازِ غلامی سے نوازا
گردوں سے سوا شانِ حرا دیکھ رہا ہوں

بطحا، ترے ذرّوں پہ ستارے بھی ہیں قرباں
مہتاب کو انگلی پہ فدا دیکھ رہا ہوں

طیبہ، تری عظمت سے ہے کونین کی عظمت
تعظیم کو خم ارض و سما دیکھ رہا ہوں

پلکوں پہ لیے اشک، درِ پاکِ نبیؐ پر
سرکارِ دو عالمؐ کی رضا دیکھ رہا ہوں

یہ صاحبِ لولاکؐ کی برکت ہے کہ آتشؔ
ہر سُو بخدا شانِ خدا دیکھ رہا ہوں

خلیل آتشؔ

ماہنامہ "آئینہ" لاہور۔ یکم نومبر ۱۹۵۶ء۔ ص ۲۹، ۳۰

قارئینِ محترم سے التماس

میری صلاحیتیں والدین کے حُسنِ تربیت کے باعث نعت کی خدمت کے لـ
قف ہوئی ہیں۔ اس لیے اگر آپ کو ماہنامہ نعت میں کوئی چیز پسند آجائے تو مـ
دِ مرحوم (راجا غلام محمد صاحبؒ) کی بلندیِ درجات کے لیے دُعا کریں۔ (ایڈیٹر)

آئندہ خاص نمبر

اکتوبر ۱۹۸۸ء ——— میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ظہور سانچو (پرائیوٹ) لمیٹڈ
سائٹ ایریا، کورنگی، کراچی



بے شک آنے والا وقت تمہارے لئے بہتر ہے اس وقت سے جو گزر چکا
اور بے شک تمہارا رب ایسی نعمتوں سے تم کو نوازے گا جو تم کو خوش کردیگی۔

یہ الفاظ مبارکہ جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب
فرمائے، تمام سچے مسلمانوں کیلئے طمانیت کا پہلو رکھتے ہیں۔
آیئے ہم اللہ تعالےٰ کے حضور میں سر جھکا کر ان رحمتوں کا شکر
بجالائیں جو امتِ مسلمہ پر اب سے پہلے ہوتی رہیں اور عہد کریں کہ
آئندہ اور زیادہ عنایات کا مستحق بننے کی کوشش کرینگے۔
ایک فریضہ جو ہم پر عائد ہوتا ہے، نظام اسلام کی تعمیر ہے۔
جو بفضلہٖ تعالیٰ پاکستان میں شکل پذیر ہو رہا ہے۔
نیشنل بینک اس مبارک مہم میں حسبِ توفیق شریک رہے گا۔

نیشنل بینک آف پاکستان قومی ترقی قومی بینک

PID I 19/85

ماہنامہ نعت لاہور شمارہ ۱۰

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حصہ اول

اکتوبر ۱۹۸۸ء

○ ایڈیٹر: راجا رشید محمود

○ معاون: ضیاء الحق قریشی ایم اے

مشیر خصوصی:

چوہدری رفیق احمد باجواہ ایڈووکیٹ

مشیر قانون:

شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

○ خطاط: جمیل احمد قریشی تنویر رقم

محمد یوسف نگینہ

خلیل احمد نوری

قیمت

فی شمارہ: ۱۰ روپے

زر سالانہ: ۱۲۰ روپے

○ مینجر: اظہر محمود

○ دفتر رابطہ:

۱۸۔ راحت مارکیٹ

اردو بازار۔ لاہور۔ فون ۵۸۶۶۶

مقام اشاعت

اظہر منزل مسجد سٹریٹ ۵

نیو شالامار کالونی ملتان روڈ

لاہور ۵۴۵۰۴

○ پرنٹر: محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز، لاہور

○ پبلشر: راجا رشید محمود

○ بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید

بک بائنڈنگ ہاؤس۔ ۳۸۔ اردو بازار لاہور

محکمہ تعلیم پنجاب کے سرکلر نمبر ایس او (پی آئی) ۴-۱۴۷/۸۸ کی رو سے منظور شدہ

وزارت تعلیمات (کالجز) حکومت بلوچستان کے سرکلر نمبر ۳/۱/جلد ۳/۸۸/۱۳۰۵/۱۱/اے (پی) کی رو سے منظور شدہ

یارسول اللہ

جمیل

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ

كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ)

(آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں بلکہ آپ جیسا چاہا ویسا ہی آپ کو تخلیق کیا گیا)

فہرست

نعتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لفظوں [redacted] کے پیچھے محسوسات کی جو دنیا آباد ہے، اُس سے پوچھ لو کہ اس پر حکومت کس کی ہے

من کی شگفتگی اور روح کی سرشاری سے استفسار کرو کہ وہاں کس جذبے کی کارفرمائی ہے

دھڑکتے دلوں اور بہتے آنسوؤں کی کہانی کہو کہ وہ کس کے لیے دھڑکتے اور کس لیے بہتے ہیں

رگ ہائے جاں کہیں گی کہ اُن کی شاخوں پر کن جذبوں کا بسیرا ہے اور دل بتائے گا کہ کون سا دیار اس کا مسکن ہے

انفاس کی عطر بیزی اور نگاہوں کی مسکراہٹ کا سبب، جھانک کر دیکھنے سے خود واضح ہو جائے گا

الجھے ہوئے دماغ، پتھرائی ہوئی آنکھیں، نڈھال قویٰ، بے حس ضمیر، خوابیدہ دل اور مُردہ روحیں ہر حقیقت سے صرفِ نظر کرتی ہیں، کریں ——
لیکن جن کے من کے پیڑ کی آبیاری محبت کے حیات بخش پانی سے ہوئی ہے، انھیں ذرا جھنجوڑیں اور دیکھیں، —— جوشِ ارادت کے اتنے پھل گریں گے کہ دھرتی کو ڈھانپ لیں گے۔

علائقِ نفس کی غنیم فوجیں جذبات کی پاکیزگی سے شکست کھا جائیں گی

من کی دنیا کو اجالنے والے کے اس دنیا میں تشریف لانے کا ذکر ہوگا، تو من تو خوشبوئے گا

روح کی معراج تو اسی میں ہے کہ درِ آقا پر ٹھکانا کرلے

مجھے جس ہستی کے دم قدم سے ہستی کی دولت ملی، میں تو اپنی ہستی کو اُن کے قدموں میں نچھاور کرنے کی آرزوؤں پر زندہ ہوں

اُن کے اِس دنیا میں قدم رنجہ فرمانے کا جشن، میری برادری کے سب لوگوں کو مبارک ہو!

(ایڈیٹر)

نغمۂ میلاد

کر دیا چاند نے اعلانِ ربیع الاوّل
اب دل و جاں سے ہو قربانِ ربیع الاوّل

ہاتھ سے چھوڑ نہ دامانِ ربیع الاوّل
چن لے حامد گلِ فیضانِ ربیع الاوّل

جلوہ فرما ہوئے اس ماہ میں محبوبِ خدا
حبّذا اصلِ علیٰ شانِ ربیع الاوّل

رخ ہے ہنگامِ سحر، وقتِ تہجد گیسو
اور قد شمعِ شبستانِ ربیع الاوّل

روزِ عید اس کا ہر اک روز ہے ہر شب شبِ قدر
لمعۂ نور ہے ہر آن ربیع الاوّل

نور اسی ماہ کا پھیلا ہے زمانے بھر میں
ہے زمانے پہ یہ احسانِ ربیع الاوّل

دل میں ہو یادِ نبیؐ، لب پہ رہے ذکرِ نبیؐ
مشغلہ ہے یہی شایانِ ربیع الاوّل

رشحۂ ابر پہ نازاں نہ ہوں ساون بھادوں
بارشِ نور ہے بارانِ ربیع الاوّل

عطر آگیں ہے درودوں سے فضائے عالم
ہیں یہ اے دل گل و ریحانِ ربیع الاوّل

مست رہتے ہیں مئے ذکرِ نبیؐ سے ہر دم
کتنے ہشیار ہیں مستانِ ربیع الاوّل

جان ہے سارے برس کی یہ مہینا حامد
اور میلادِ نبیؐ، جانِ ربیع الاوّل

ہو گا حامد جو کبھی شاہِ مدینہ کا کرم
جا کے دیکھوں گا وہاں شانِ ربیع الاوّل

———— پروفیسر حامد حسن قادری

ماہنامہ "مولوی" دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ ۱۳۴۹ھ۔ ص ۱۲۲

نعتِ میلاد

اک نظر مجھ پہ بھی اے جانِ ربیع الاوّل
میں بھی ہوں ایک ثناخوانِ ربیع الاوّل

صدقہ مستیِ خاصانِ ربیع الاوّل
عام کر نشۂ فیضانِ ربیع الاوّل

جان و دل تشنۂ صہبائے ازل ہیں ساقی!
بخش کیفیتِ مستانِ ربیع الاوّل

بن گیا آپ خریدارِ خدائے عالم
سج گئی آپ سے دُکانِ ربیع الاوّل

بزمِ کونین ہے یہ، مصر کا بازار نہیں
آپ ہیں یوسفِ کنعانِ ربیع الاوّل

اب تو چھو سکتی نہیں آتشِ دوزخ مجھ کو
آ گیا ہوں تہِ دامانِ ربیع الاوّل

کاش یہ نظم ہو دربارِ رسالت میں قبول
کاش بن جائے یہ شایانِ ربیع الاوّل

تیرے نغموں میں نیا کیف و اثر ہے مظہرؔ
شاد زی! بلبلِ بُستانِ ربیع الاوّل

حافظ مظہرا

اے چاند ربیع الاوّل کے!

اے چاند ربیع الاول کے تو آیہ رحمت لایا ہے — کونین منور جس سے ہوئے وہ نورِ ہدایت لایا ہے
نبیوں نے پڑھا کلمہ جس کا وہ ماہِ رسالت لایا ہے — اسلام مکمل جس سے ہوا، وہ مہرِ نبوت لایا ہے

سبحان اللہ، سبحان اللہ اے چاند ربیع الاول کے

دنیا سے غلامی دور ہوئی، دنیا سے جہالت دور ہوئی — ذہنوں سے تشکک دور ہوا، سینوں سے شقاوت دور ہوئی
وہموں کی نحوست دور ہوئی، شیطاں کی حکومت دور ہوئی — تشریک کی بدعت دور ہوئی، تحقیر کی لعنت دور ہوئی

نو رحمت کا پیغام بنا، اے چاند ربیع الاول کے

اک بوند لہو کی لیتا جا پُرسوز جگر کے چھالے سے — شاید ہو نیاز تجھے حاصل طیبہ کے بھولے بھالے سے
موقع ہو تو اتنا کہہ دینا رحمت کی اداؤں والے سے — سرکارؐ بھی کیا بیزار ہوئے مایوس کے آہ و نالے سے

للہ سفارش کر دینا، اے چاند ربیع الاول کے

ارمان کے مرنے جینے کو گلزارِ مدینہ کافی ہے — سرکارؐ کی چوکھٹ کافی ہے سرکارؐ کا روضہ کافی ہے
والشمس کی کرنیں کافی ہیں، والنور کا جلوہ کافی ہے — واللیل ہے جس کی مدح میں ان زلف کا سایہ کافی ہے

سرکارؐ سے اتنا کہہ دینا، اے چاند ربیع الاول کے

ارمان اکبرآبادی

جشنِ میلاد

ربیع الاوّل کی لیلۃ القدر کے مہرِ سرفراز آئے
نصیبِ دنیائے حسن چمکا، حسینِ بدر و حجاز آئے

امینِ راز و نیاز آئے، مکینِ افلاکِ ناز آئے
بہ شانِ محبوبیت وہ محبوبِ خالقِ بے نیاز آئے

جمالِ قدرت ہے جن کے چہرے سے بزمِ ہستی میں آشکارا
وہ زیبِ کونین، شاہکارِ جمیلِ آئینہ ساز آئے

فضائے عالم پہ کیف طاری ہے، اہلِ دل غرقِ جذب و مستی
زمانہ مسرور ہو رہا ہے، قسیمِ سوز و گداز آئے

نگاہ ان کی حقائق آگاہ، دل معارف کا آئینہ ہے
نبیٔ حکمت شناس آئے، رسولِ دانائے راز آئے

نبیٔ اُمّی، رسولِ ختمی مآب پیارے لقب ہیں جن کے
وہ صدرِ بزمِ پیمبراں، سرفرازِ ہر سرفراز آئے

حبیبِ یزداں، طبیبِ دوراں، دوائے عصیاں، شفائے ایماں
مچی ہے اک دھوم عاصیوں میں وہ شافی و چارہ ساز آئے

صفات کو چھوڑ کر جہاں ذاتیات کی رو میں بہہ رہا تھا
رسولِ مختارِ کل رسولاں مٹانے سب امتیاز آئے

عزیزؔ ہر عیب سے مبرّا ہے ذات و الاصفات ان کی
خدا ہے خود جن کا مدح خواں وہ محمدؐ پاکباز آئے

——— عزیزؔ حاصلپوری

یومِ ولادتِ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء

تحریر: سید محمد سلطان شاہ ایم اے علوم اسلامیہ

ظہورِ قدسی

عالمِ انسانیت کے فلک پر کفر و ظلمت کے بادل چھا چکے تھے۔ جہالت و گمراہی کا دور دورہ تھا۔ مے خواری عام تھی، اہلِ عرب قمار بازی کے خوگر بن چکے تھے۔ فحاشی و عریانی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسرِ پیکار تھا۔ ہر علاقہ دوسرے علاقے سے جنگ آزما تھا۔ بات بات پر تلواریں نیاموں سے باہر نکل آتیں۔ ایک بار جنگ کی آگ سلگ پڑتی تو صدیوں تک اُس کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔ غیرتِ انسانی مردہ ہو چکی تھی۔ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ دخترکشی کی بہیمانہ رسم جاری تھی۔ اشرف المخلوقات نے متاعِ ہوش یوں لُٹا دی تھی کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے سنگ و گل کے بتوں کو اپنا معبود تسلیم کر چکا تھا۔ مسجودِ ملائکہ ساجدِ اصنام بن چکا تھا۔ بُت پرستی کا یہ عالم تھا کہ ہر گھر بت خانہ تھا۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ جو سرچشمۂ توحید اور منبعِ ہدایت تھا، اب شرک کا محور بن چکا تھا ——— آخر عرب کے اُجڑے چمن میں بہار آئی۔ براہیمی گلشن میں شجرِ قریش کی شاخِ ہاشمی پر ایک ایسا پھول کھلا جس کی خوشبو سے دنیا کا ہر گوشہ معطر ہو گیا۔ مکہ میں ایسا آفتابِ رسالت طلوع ہوا جس کے نور سے سارا عالم جگمگا اٹھا، وہ نجمِ ہدایت درخشاں ہوا جسے دیکھ کر دشتِ ضلالت میں گم گشتہ کائنات کو راہِ منزل کا سراغ مل گیا اور وہ ماہِ نبوت ضوفشاں ہوا جس کی چاندنی نے بنی نوعِ انسان کی آنکھوں سے دلوں تک کو ٹھنڈک اور راحت بخشی۔ حضرت عبداللہؓ کے گھر سیدہ آمنہ کے بطنِ اطہر سے ۱۲ ربیع الاول کو اُس ہستی کی

ولادت باسعادت ہوئی۔ جو خلاصۂ موجودات اور دیباچۂ کائنات ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پھر کیا ہوا؟ خشک اور بے آب وگیاہ زمین سرسبز وشاداب ہوگئی۔ دھرتی اپنے مقدر پرناز کرنے لگی کہ مجھ پرسائرِ عرش تشریف لائے۔ آسمان نے حسرت بھری نگاہوں سے زمین کی طرف دیکھا اور اُس کے نصیب پر رشک کرنے لگا کہ محبوب خالق ومالک نے وہاں نزولِ اجلال فرمایا۔ سوکھے درختوں کی پژمردہ شاخیں ہری ہوگئیں اور ساکنانِ بطحا جو اس سے پہلے خشک سالی کی وجہ سے بدحال تھے، اس سال کی برکت سے خوشحال ہوگئے۔ سرکارؐ کی آمد سے غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ رنگ ونسل کے بُت منہ کے بل گر کر پاش پاش ہوگئے۔ شہنشاہِ فارس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے، آتشکدۂ فارس بجھ گیا اور بحیرۂ طبریہ خشک ہوگیا۔ ہر عالم کی ہر مخلوق درود وسلام کے ترانے گانے لگی اَحسنْت کے نعرے اور مدحت کے ترانے بلند ہوئے۔ قدسیانِ عرش کی زبان پر نغمۂ تقدیس جاری ہوگیا کہ آج والیٔ کون ومکاں تشریف لائے ہیں۔

ولادت باسعادت کا دن

جس یومِ سعید کو ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیتہ والثنا اس دنیا میں تشریف لائے، اُس مبارک دن کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف دن کا ہی نہیں بلکہ مہینے اور سال کا بھی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اسی اختلاف کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس بات پر تمام مؤرخین متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت دوشنبہ (پیر) کے دن ہوئی اور اس کا ثبوت احادیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہ سئل عن صیام یوم الاثنین فقال ذالک یوم ولدت فیہ وانزلت علی فیہ النبوۃ [1]

حضور پاکؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کی ابتدا ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ تمہارے نبی دوشنبہ کو پیدا ہوئے، دوشنبہ ہی کو ان کی بعثت ہوئی، اسی دن ہجرت کی اور دوشنبہ ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے [2]

روضۃ الاحباب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی۔ اور وحی کا نزول بھی سوموار کے دن شروع ہوا اور حجر اسود کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی موجودہ جگہ پر ہفتے کے اسی دن رکھا۔ مکہ معظمہ سے ہجرت بھی پیر کے دن ہوئی۔ مدینہ منورہ میں بھی پیر کے دن داخل ہوئے اور آنحضرتؐ کا وصال بھی پیر کے دن ہوا۔[3]

مسلم شریف کی حدیث کے مطابق ابولہب کے عذاب میں اُس دن تخفیف کر دی جاتی ہے جس نے اُس نے اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔[4]

اس واقعہ کو عظیم محدث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ امام سہیلیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان العباس قال لما مات ابولهب رأيته في منامي بعد حول في شر حال فقال ما لقيت بعدكم راحة الا ان العذاب يخفف عني كل يوم الاثنين [5]

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ابولہب مر گیا تو میں نے اس کو ایک سال بعد خواب میں بہت بُرے حال میں دیکھا اور کہتے ہوئے پایا کہ تمہاری جدائی کے بعد خواب نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن پیر کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ حضرت عباسؓ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم ولد يوم اثنين وكانت ثويبة بشرت ابالهب بمولده فاعتقها [6]

یعنی عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ تھی کہ اس نے پیر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا لہذا جب پیر کا دن

آتا تو اللہ تعالیٰ اس اظہارِ خوشی کے صلے میں عذاب میں تخفیف فرما دیتے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہ
اور اس پر تمام مؤرخین اور محدثین کا اتفاق ہے۔ حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے:

وهذا مما لا خلاف فيه انه ولد صلى الله عليه وسل
يوم الاثنين یعنی اس پر کلی اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے۔

ولادت کا سال

سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سالِ ولادت میں اختلاف کی صورت یہ
محمد حسین ہیکل کے الفاظ میں "بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپؐ کی ولادت واق
فیل کے چند سال (تیس سے ستر) بعد وقوع میں آئی[۸]۔ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے
تاریخ کی کسی مستند کتاب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ تمام مؤرخین اس بات پر متفق
کہ آپؐ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ابنِ اسحاق[۹]، ابنِ ہشام[۱۰]، عبدالرحمٰن جلال ال
سیوطی[۱۱]، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی[۱۲]، علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی[۱۳]،
مولانا شبلی نعمانی[۱۴]، قاضی سلیمان منصور پوری[۱۵]، علامہ حافظ ابنِ قیم[۱۶]، مسعودی[۱۷]، س
محمد الحسنی[۱۸]، مولانا اشرف علی تھانوی[۱۹] اور قاضی نواب علی[۲۰] سب نے عام الفیل کو حضور نبی کر
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا سال قرار دیا ہے۔ حافظ عماد الدین ابنِ کثیر۔
سورۂ فیل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اسی سال تولد ہوئے[۲۱]۔ حضور پاک
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے وُلدتُ عام الفيل[۲۲] کہ میری ا
عام الفیل میں ہوئی۔ عبدالرحمٰن چشتی متوفی ۱۰۹۴ھ نے لکھا ہے "اہلِ سیر کی اکثریت
پر متفق ہے کہ ولادتِ پاک سالِ فیل میں ہوئی"[۲۳]

چونکہ حدیث پاک کے مطابق ولادت عام الفیل میں ہوئی، اس لیے یہی صحیح
ہے۔ جلیل القدر محدث ومفسر اور مؤرخ حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے "وكا
مولده عليه الصلوٰة والسلام عام الفيل وهذا هو المشه
عن الجمهور وقال ابراهيم بن منذر الحزامي وهو الذ

لا یشک فیہ احد علماً انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ولد عام الفیل[24]۔ جمہور کے نزدیک یہی قول مشہور ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت عام الفیل میں ہوئی اور ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی عالم کو بھی شک و شبہ نہیں کہ نبی علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

ماہِ ولادت

سال کے بعد مہینے میں بھی اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک محرم، صفر، رجب یا رمضان میں ولادت ہوئی[25]۔ لیکن ان کی یہ بات بھی قطعاً خلاف واقعہ ہے۔ قدیم اور جدید مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ربیع الاوّل میں ہوئی۔ ابن اسحاق[26]، ابن ہشام[27] شارح بخاری امام قسطلانی[28]، شیخ قطب الدین الحنفی[29]، عماد الدین محمد بن جار اللہ[30]، الحافظ ابو ذرعہ العراقی[31]، شیخ عبد الحق محدث دہلوی[32]، امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی[33]، محمد صدیق حسن بھوپالی[34]، شیخ محمد رضا مصری[35]، سید سلیمان ندوی[36]، مولانا شبلی نعمانی[37]، قاضی سلیمان منصور پوری[38] اور سید ابو الاعلیٰ مودودی[39] سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ اس کی تائید میں ایک روایت حضرت سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے جس میں آپؐ کی اس جہان رنگ و بو میں تشریف آوری کا مہینا ربیع الاول قرار دیا گیا ہے[40]۔ ابن کثیر لکھتے ہیں "ثم الجمہور علیٰ ان ذالک کان فی شھر ربیع الاول"[41]۔

یعنی جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

تاریخِ ولادت

سرتاجِ انبیاء حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ ربیع الاول کی کس تاریخ کو اس دنیا میں جلوہ نما ہوئے، اس میں شدید اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین نے تاریخِ ولادت نہیں لکھی بلکہ واقعہ فیل کے ۵۰ یا ۵۵ دن بعد ولادت باسعادت کے وقوع پذیر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابنِ کثیر[42]، امام سہیلی[43] اور مسعودی[44] کے مطابق واقعہ فیل کے

آتا تو اللہ تعالیٰ اس اظہارِ خوشی کے صلے میں عذاب میں تخفیف فرما دیتے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے
اور اس پر تمام مؤرخین اور محدثین کا اتفاق ہے۔ حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے:

وھذا مالا خلاف فیہ انہ ولد صلی اللہ علیہ و
یوم الاثنین یعنی اس پر کلی اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے۔

ولادت کا سال

سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سالِ ولادت میں اختلاف کی صورت
محمد حسین ہیکل کے الفاظ میں "بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت
فیل کے چند سال (تیس ۳۰ سے ستر) بعد وقوع میں آئی[8] لیکن یہ بات بالکل غلط
تاریخ کی کسی مستند کتاب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ تمام مؤرخین اس بات پر
کہ آپ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ابنِ اسحاق[9]، ابنِ ہشام[10]، عبدالرحمٰن ج
سیوطی[11]، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی[12]، علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی[13]
مولانا شبلی نعمانی[14]، قاضی سلیمان منصور پوری[15]، علامہ حافظ ابنِ قیم[16]، مسعودی[17]،
محمد الحسنی[18]، مولانا اشرف علی تھانوی[19] اور قاضی نواب علی[20] سب نے عام الفیل کو حضور
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا سال قرار دیا ہے۔ حافظ عماد الدین ابنِ کثیر
سورۂ فیل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اسی سال تولّد ہوئے[21]۔ حضو
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے وُلدتُ عام الفیل[22] کہ می
عام الفیل میں ہوئی۔ عبدالرحمٰن چشتی متوفی ۱۰۹۴ھ نے لکھا ہے "اہلِ سیر کی اکثر
پر متفق ہے کہ ولادت پاک سالِ فیل میں ہوئی"[23]

چونکہ حدیث پاک کے مطابق ولادت عام الفیل میں ہوئی، اس لیے یہی
ہے۔ جلیل القدر محدث و مفسر اور مؤرخ حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے "و
مولدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عام الفیل وھذا ھو الم
عن الجمھور وقال ابراھیم بن منذر الحزامی وھو الـ

لا یشک فیہ احد علٰی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ولد عام الفیل[24]۔ جمہور کے نزدیک یہی قول مشہور ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت عام الفیل میں ہوئی اور ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی عالم کو بھی شک شبہ نہیں کہ نبی علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

ماہِ ولادت

سال کے بعد مہینے میں بھی اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک محرم، صفر، رجب یا رمضان میں ولادت ہوئی لیکن ان کی یہ بات بھی قطعاً خلافِ واقعہ ہے۔ قدیم اور جدید مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ربیع الاوّل میں ہوئی۔ ابنِ اسحاق[26]، ابن ہشام[27] شارح بخاری امام قسطلانی[28]، شیخ قطب الدین الحنفی[29]، عماد الدین محمد بن جار اللہ[30]، الحافظ ابو ذرعہ العراقی[31]، شیخ عبد الحق محدث دہلوی[32]، امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی[33]، محمد صدیق حسن بھوپالی[34]، شیخ محمد رضا مصری[35]، سید سلیمان ندوی[36]، مولانا شبلی نعمانی[37]، قاضی سلیمان منصورپوری[38] اور سید ابو الاعلیٰ مودودی[39] سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ اس کی تائید میں ایک روایت حضرت سعید بن المسیبؓ سے مروی ہے۔ جس میں آپؐ کی اس جہانِ رنگ و بو میں تشریف آوری کا مہینا ربیع الاول قرار دیا گیا ہے[40]۔ ابنِ کثیر لکھتے ہیں "ثم الجمھور علٰی ان ذالک کان فی شھر ربیع الاول"[41]۔ یعنی جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

تاریخِ ولادت

سرتاجِ انبیاء حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ ربیع الاول کی کس تاریخ کو اس دنیا میں جلوہ نما ہوئے، اس میں شدید اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین نے تاریخِ ولادت نہیں لکھی بلکہ واقعہ فیل کے ۵۰ یا ۵۵ دن بعد ولادت باسعادت کے وقوع پذیر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابنِ کثیر[42]، امام سہیلی[43] اور مسعودی[44] کے مطابق واقعۂ فیل کے

تا تو اللہ تعالیٰ اس اظہارِ خوشی کے صلے میں عذاب میں تخفیف فرما دیتے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی اور اس پر تمام مؤرخین اور محدثین کا اتفاق ہے۔ حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے:

وهذا ما لا خلاف فيه انه ولد صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين یعنی اس پر کلی اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے۔

ولادت کا سال

سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سالِ ولادت میں اختلاف کی صورت یہ ہے محمد حسین ہیکل کے الفاظ میں "بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپؐ کی ولادت واقعۂ فیل کے چند سال (تیس[۳] سے ستر) بعد وقوع میں آئی[۸] لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ تاریخ کی کسی مستند کتاب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپؐ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ابنِ اسحاق[۹]، ابنِ ہشام[۱۰]، عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی[۱۱]، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی[۱۲]، علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی[۱۳]، مولانا شبلی نعمانی[۱۴]، قاضی سلیمان منصور پوری[۱۵]، علامہ حافظ ابنِ قیم[۱۶]، مسعودی[۱۷]، سید محمد الحسنی[۱۸]، مولانا اشرف علی تھانوی[۱۹] اور قاضی نواب علی[۲۰] سب نے عام الفیل کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا سال قرار دیا ہے۔ حافظ عماد الدین ابنِ کثیر نے سورۂ فیل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اسی سال تولّد ہوئے[۲۱]۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے وُلدتُ عام الفيل[۲۲] کہ میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ عبدالرحمٰن چشتی متوفی ۱۰۹۴ھ نے لکھا ہے "اہلِ سیر کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ ولادتِ پاک سالِ فیل میں ہوئی"[۲۳]

چونکہ حدیث پاک کے مطابق ولادت عام الفیل میں ہوئی، اس لیے یہی صحیح ہے۔ جلیل القدر محدث، مفسر اور مؤرخ حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے "وكان مولده عليه الصلوٰة والسلام عام الفيل وهذا هو المشهور عن الجمهور وقال ابراهيم بن منذر الخوامي وهو الذي

لا یشک فیہ احد علمائنا انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ولد عام الفیل[24]۔ جمہور کے نزدیک یہی قول مشہور ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت عام الفیل میں ہوئی اور ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی عالم کو بھی شک و شبہ نہیں کہ نبی علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

ماہِ ولادت

سال کے بعد مہینے میں بھی اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک محرم، صفر، رجب یا رمضان میں ولادت ہوئی[25]۔ لیکن ان کی یہ بات بھی قطعاً خلاف واقعہ ہے۔ قدیم اور جدید مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت ربیع الاول میں ہوئی۔ ابن اسحاق[26]، ابن ہشام[27]، شارح بخاری امام قسطلانی[28]، شیخ قطب الدین الحنفی[29]، عماد الدین محمد بن جار اللہ[30]، الحافظ ابو ذرعہ العراقی[31]، شیخ عبد الحق محدث دہلوی[32]، امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی[33]، محمد صدیق حسن بھوپالی[34]، شیخ محمد رضا مصری[35]، سید سلیمان ندوی[36]، مولانا شبلی نعمانی[37]، قاضی سلیمان منصور پوری[38] اور سید ابو الاعلیٰ مودودی[39] سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ اس کی تائید میں ایک روایت حضرت سعید بن المسیبؓ سے مروی ہے۔ جس میں آپؐ کی اس جہان رنگ و بو میں تشریف آوری کا مہینا ربیع الاول قرار دیا گیا ہے[40]۔ ابن کثیر لکھتے ہیں "ثم الجمھور علی ان ذالک کان فی شھر ربیع الاول"[41]۔ یعنی جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

تاریخِ ولادت

سرتاج انبیاء حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ ربیع الاول کی کس تاریخ کو اس دنیا میں جلوہ نما ہوئے، اس میں شدید اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین نے تاریخِ ولادت نہیں لکھی بلکہ واقعہ فیل کے ۵۰ یا ۵۵ دن بعد ولادت باسعادت کے وقوع پذیر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابنِ کثیر[42]، امام سہیلی[43] اور مسعودی[44] کے مطابق واقعہ فیل کے

۵۰ دن بعد، منہاج الدین عثمان[۴۵] کے مطابق دو مہینے بعد، عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی[۴۶] کے مطابق ۵۰ راتیں بعد و میاطی[۴۷] کے مطابق واقعۂ فیل کے پچپن دن بعد ولادت ہوئی۔ تمام معتبر روایات کی رُو سے ابرہہ کا لشکر محرم میں آیا تھا[۴۸] جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے مطابق محرم کی سترہ تاریخ تھی[۴۹] لیکن بعض روایات کے مطابق اصحابِ فیل کا واقعہ نصف محرم میں پیش آیا تھا[۵۰] قبلہ پیر صاحب کی تحقیق سے اگر اتفاق کر لیا جائے تو سترہ محرم سے ۱۲ ربیع الاوّل تک ۵۵ دن بنتے ہیں۔ اس لیے یہی درست ہے۔

علامہ قسطلانی نے ۲ ربیع الاول سے لے کر ۱۸ ربیع الاوّل تک کوئی گیارہ تاریخوں کا ذکر کیا ہے۔ صحیح تاریخ ۸ ربیع الاول اور ۱۲ ربیع الاوّل کے درمیان بتائی ہے[۵۱]۔ اگر مؤرخین اور محدثین کے تمام اقوال جمع کیے جائیں تو ۸، ۹ یا ۱۲ ربیع الاوّل کی بات سامنے آتی ہے۔ علامہ حافظ ابنِ قیم متوفی ۷۵۱ھ نے لکھا ہے کہ جمہور کا قول یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاوّل کی تاریخ تھی[۵۲] علامہ راشد الخیری نے بھی آٹھویں ربیع الاوّل کو یومِ میلاد قرار دیا ہے[۵۳]۔ ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت دس ربیع الاوّل کو ہوئی[۵۴] مگر کسی مؤرخ یا محدث نے اس روایت سے اتفاق نہیں کیا۔ بیشتر مؤرخین نے ۹ یا ۱۲ ربیع الاوّل کو یومِ ولادت بتایا ہے۔ قدیم مؤرخین سے ابنِ حزمؒ اور حمیدیؒ کے مطابق ۹ ربیع الاوّل ہے[۵۵]۔ مولانا عبدالرحمٰن شافعی نے بھی ۹ ربیع الاوّل لکھی ہے[۵۶]۔ محمد طلعت عرب نے "تاریخ دول العرب والاسلام" میں ۹ تاریخ کو صحیح قرار دیا ہے[۵۷]۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے "تاریخِ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائلِ ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپؐ کی ولادت ۹ ربیع الاوّل روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی"[۵۸]

علامہ شبلی کے بعض ہمعصر اور متأخرین بلا سوچے سمجھے محمود پاشا فلکی پر ایمان لے آئے ہیں اور تحقیق کے بجائے اندھی تقلید کی روش اختیار کر لی۔ مثلاً قاضی محمد سلیمان

منصور پوری نے "رحمۃ للعالمین"[59] میں، ابوالکلام آزاد نے "رسولِ رحمت"[60] میں چوہدری افضل حق نے "محبوبِ خدا"[61] میں غلام احمد پرویز نے "معراجِ انسانیت"[62] میں، عبدالکریم ثمر نے "رسولِ کائنات"[63] میں اور مولانا محمد اسلم جیراجپوری[64] نے بھی ۹ ربیع الاول ہی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ ان سب نے لکھا ہے کہ جدید تحقیق کے مطابق یہی تاریخ ہے' اگرچہ مؤرخین اور اہلِ سیر کی کثیر تعداد کے علاوہ محدثین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپؐ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ ذیل کے مؤرخین نے اپنی کتب میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یومِ ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہی قرار دیا ہے۔

۱۔ حضرت محمد بن اسحاق نے "سیرۃ ابن اسحٰق" میں لکھا ہے۔

"ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاوّل عام الفیل"[65]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاوّل عام الفیل کو جلوہ افروز ہوئے۔

امام فنِ مغازی محمد ابنِ اسحاق "قدیم ترین سیرت نگاروں میں شمار ہوتا ہے۔ پہلے یہ کتاب ناپید تھی۔ اور اصل کتاب کہیں نہیں ملتی تھی۔ تاہم اس کے اقتباسات سیرت کی کتب میں ملتے تھے۔ مگر نقوش کے "رسولؐ نمبر" نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ رسولؐ نمبر جلد اوّل میں لکھا ہے "ابنِ اسحٰق کی تالیف، سیرۃ کے موضوع پر پہلی تحریر ہے جو ہمیں اقتباسات کی شکل میں نہیں بلکہ ایک مکمل اور خاصی ضخیم کتاب کی صورت میں ملی ہے۔"[66]

حضرت ابنِ اسحٰق کا سیرت نگاری میں منفرد مقام ہے، وہ امام زُہری کے شاگرد اور تابعی تھے[67] اُن کا انتقال ۱۵۰ھ (یا شاید ۱۵۱ھ) میں ہوا[68] صحابہ کرام، تابعین، اور تبع تابعین ہی کا کرم ہے کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کے مختلف گوشے پوری جزئیات و تفصیلات کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ سرکارؐ کی سیرتِ پاک اور سرکارؐ کے ارشادات کا بنیادی اور اہم ماخذ یہی نفوسِ قدسیہ ہیں۔ اس لیے جب ان کا کوئی قول سامنے آجائے، اس کی اہمیت میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لیے سیرۃ ابنِ اسحاق کی اہمیت مسلّم ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی لکھا ہے کہ کوئی کتاب

اُن کی کتاب کے رُتبے کو نہیں پہنچی۔[69] مگر افسوس ہے کہ اس کے باوجود انہوں نے ابنِ اسحاق کے بجائے اُنیسویں صدی کے ایک نجومی اور حساب دان کی بات کو زیادہ صحیح سمجھا اور ابنِ اسحاق کے بیان کردہ حقائق سے بلا جواز چشم پوشی کی۔

۲۔ حضرت ابو محمد عبدالملک بن محمد بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ نے "سیرت ابن ہشام" میں لکھا ہے "رسولِ خدا پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے جس سال کہ اصحابِ فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔"[70]

"سیرت ابنِ ہشام" ایک مستند کتاب ہے جس کی پانچ شرحیں، آٹھ تلخیصات اور چار منظومات لکھی جا چکی ہیں۔ اس کے ترجمہ فارسی، اُردو، انگریزی، جرمن اور لاطینی زبان میں ہو چکے ہیں۔[71]

۳۔ عظیم مؤرخِ اسلام علامہ ابنِ خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے "سیرۃ الانبیا" میں لکھا ہے کہ حضورِ اکرم کی ولادت دوشنبہ بارہ ربیع الاول ۵۷۰ء کو ہوئی۔[72]

۴۔ شارحِ بخاری علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے بھی تاریخِ ولادت ۱۲ ربیع الاوّل لکھی ہے۔[73]

۵۔ طبرانی نے بھی ۱۲ ربیع الاول کو یومِ ولادت لکھا ہے۔[74]

۶۔ محقق ابنِ جوزی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل پر اجماع ہے۔[75]

۷۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے "مدارج النبوت" میں لکھا ہے "بعض علماء نے اس قول پر دعویٰ کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ اور بعض کے نزدیک دو راتیں گزر چکی تھیں، بعض کے نزدیک آٹھ راتیں گزر چکی تھیں اور بعض کے نزدیک دس راتیں بھی آئی ہیں۔ اور پہلا قول اشہر اور اکثر ہے اور اہلِ مکہ کا جائے ولادت شریفہ کی زیارت اور مولود پڑھنے میں اور جو کچھ آداب و ارضاع ہیں، ادا کرنے میں اسی قول یعنی بارھویں رات اور پیر کے دن پر ہی عمل ہے۔"[76]

۸۔ طیبی نے لکھا ہے کہ حضور پاک رحمۃ للعالمینؐ روز شنبہ دوازدہم ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔[77]

۹۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۲ء) لکھتے ہیں کہ آپؐ کی

ولادت ماہِ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر کے دن طلوعِ صبح کے قریب ہوئی۔[۷۸]

حضرت علامہ نبہانی جامعہ الازہر مصر کے فارغ التحصیل تھے۔[۷۹] ایک راسخ العقیدہ مسلمان اور عاشقِ رسول ؐ تھے۔ حضرت امام احمد رضا کے ہمعصر تھے۔ اُن کی ایک کتاب پر زوردار تقریظ بھی لکھی تھی۔[۸۰]

۱۰۔ علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی ؒ لکھتے ہیں:

"بارھویں ربیع الاول کی اُسی سال میں جس میں قصۂ اصحابِ فیل واقع ہوا، بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔"[۸۱]

علامہ عنایت احمد کاکوروی ایک جیّد عالم تھے۔ اُنہوں نے جنگِ آزادی میں حصّہ لیا تھا اور کالا پانی قید میں رہے تھے۔[۸۲] علمِ ہیئت و ہندسہ کے ماہر تھے۔ علمِ نجوم کے متعلق ایک کتاب موسوم بہ "مواقع النجوم" لکھی اور "ملخصائے الحساب" بھی تصنیف کی۔[۸۳] علمِ ہندسہ اور نجوم کے زیرک عالم ہونے کے باوجود اُنہوں نے تاریخِ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی لکھی ہے۔ اگر تقویمی حساب سے پیر کے دن اور ۱۲ ربیع الاوّل میں مطابقت نہ ہوتی اور اختلاف ہوتا یا انہیں قدماء کے موقف پر شک ہوتا تو علامہ کاکوروی ؒ ضرور بیان کرتے اور ۱۲ تاریخ سے اختلاف کرتے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ علامہ صاحب ۷ شوال المکرم ۱۲۷۹ھ کو حالتِ احرام میں جدہ کے قریب ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں شہید ہو گئے۔[۸۴]

۱۱۔ مولوی سید محمد الحسنی ایڈیٹر "البعث الاسلامی" اپنی کتاب "نبی رحمت" میں ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو یومِ ولادت لکھتے ہیں۔ ان کی کتاب کا اُردو ترجمہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے کیا ہے۔[۸۵]

۱۲۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ اکثریت ۱۲ ربیع الاول پر متفق ہے اور یہی قول ابنِ اسحاق وغیرہ کا ہے۔[۸۶]

۱۳۔ سید سلیمان ندوی اپنے اُستاد علامہ شبلی نعمانی کے موقف سے قطع نظر اپنی کتاب "رحمتِ عالم ؐ" میں رقمطراز ہیں۔

"پیدائش ۱۲ تاریخ ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو اکہتر (۵۷۱ء) برس بعد ہوئی"۔ [۸۷]

سید سلیمان ندوی جو سوائے پہلی جلد کے "سیرت النبیؐ" کی باقی جلدوں کے مصنف ہیں۔ انہیں شبلی نعمانی سے سعادتِ تلمذ کے علاوہ بڑی عقیدت بھی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ انہیں محمود پاشا فلکی کی تحقیقات اور حسابات کی حیثیت کا علم تھا اور ان کے نزدیک تابعی مؤرخ ابنِ اسحاقؒ اور دوسرے قدماکی روایتوں سے انحراف درست نہ تھا، اسی لیے انہوں نے اپنے استاد کا موقف جانتے ہوئے ۱۲ ربیع الاول والی روایت پر صاد کیا۔

۱۴۔ شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ فواد قاہرہ اپنی عربی تالیف "محمد رسول اللہؐ" میں لکھتے ہیں:

"بتاریخ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اگست ۵۷۰ء بروز دوشنبہ صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی"۔ [۸۸]

۱۵۔ مولانا اشرف علی تھانوی شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں:

"سب کا اتفاق ہے دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے۔ آٹھویں یا بارھویں ماہ پر سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا"۔ [۸۹]

۱۶۔ عصرِ حاضر کے نامور سکالر سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"ربیع الاول کی تاریخ کون سی تاریخ تھی، اس میں اختلاف ہے۔ لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آپؐ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے۔ اس کی تصریح محمد بن اسحٰق نے کی ہے اور جمہور اہل علم میں یہی تاریخ مشہور ہے"۔ [۹۰]

علامہ مودودی کے علم اور تحقیق کے مطابق بھی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے کیونکہ جہاں صحابی کا قول آجائے وہاں تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

۱۷۔ مولانا عبدالماجد دریابادی جیسے مفسرِ قرآن کی نظر میں بھی ۹ ربیع الاول یومِ ولادت

نہیں، بلکہ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۵۲ قبل ہجرت ہے"۔ [۹۱]

۱۸۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے والدِ مکرم مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۸۰ء نے "سرور القلوب بذکر المحبوب" میں ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے [۹۲] اور حضرت رضا بریلوی بھی ۱۲ ربیع الاول کو یوم میلاد النبیؐ منایا کرتے تھے۔

۱۹۔ مولانا احتشام الحق تھانوی نے لکھا ہے "مشہور روایت یہی ہے کہ ربیع الاول کے مہینے کی بارہ تاریخ دوشنبہ کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا جب آپؐ نے اپنے وجودِ عنصری و جسمانی وجودِ اقدس سے پوری کائنات کو رونق بخشی۔ [۹۳]

۲۰۔ عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "نبیٔ اُمّی" میں لکھا ہے کہ حضور پاکؐ کی ولادت عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی۔ [۹۴]

۲۰۔ قاضی نواب علی نے لکھا ہے کہ صبح کا وقت، پیر کا دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور عام الفیل یعنی وہی سال جب ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا، جو ۵۷۰ء سن عیسوی تھا، حضور کی ولادت باسعادت ہوئی، اور خدا کی رحمت زمین پر اُتر آئی۔ [۹۵]

۲۱۔ علّامہ نور بخش توکّلی نے "سیرتِ رسولِ عربی" میں ۱۲ ربیع الاوّل کو دوشنبہ کا دن آپؐ کی ولادت کا دن قرار دیا ہے۔ [۹۶]

۲۲۔ خواجہ محمد اسلام کی کتاب "محبوب خدا کے حُسن و جمال کا منظر" میں ہے کہ پیر کا دن اور ربیع الاول کی ۹ یا ۱۲ تاریخ تھی۔ [۹۷]

۲۳۔ ڈھاکہ کے پروفیسر کے۔ علی نے اردو، بنگالی اور انگریزی میں "تاریخِ اسلام" لکھی ہے۔ اُن کے نزدیک بھی یوم ولادت پیر کا دن ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ء ہے۔ [۹۸]

۲۴۔ اُنیسویں صدی کے عظیم فرانسیسی محقق موسیو سیدیو نے "تاریخ عرب" میں لکھا ہے "اُن (سیّدہ آمنہ) کے بطنِ مطہر سے ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ء کو حضرت نبیؐ پیدا ہوئے"۔ [۹۹]

۲۵۔ مولانا ابو الحسن حسن کاکوروی نے "تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء" میں سرکارِ دو عالم کا یومِ ولادت ۱۲ ربیع الاوّل لکھتے ہیں۔ [۱۰۰]

۲۶- ابو عمرو منہاج الدین عثمان نے "طبقاتِ ناصری" میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔ [101]

۲۷- مولانا قاری احمد "تاریخ مسلمانانِ عالم" کی جلد دوم موسوم بہ "تاریخِ مصطفیٰ" میں لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاول کی صبح صادق کتنی حسین وسعید ساعت تھی جبکہ رسولِ اکرمؐ رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کا خلعتِ فاخرہ زیب تن فرما کر عبدالمطلب کے گھر میں جلوہ افروز ہوئے۔" [102]

۲۸- مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے ۸ یا ۱۲ ربیع الاول کو حضور پاک صاحبِ لولاکؐ کی ولادت باسعادت کا دن قرار دیا ہے۔ [103]

۲۹- پروفیسر سید شجاعت علی قادری ایم اے پرنسپل دارالعلوم نعیمیہ کراچی لکھتے ہیں: "آپ اصحابِ فیل کے واقعے کے پچپن روز بعد ۱۲ ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت اس خاک دانِ عالم میں جلوہ فرما ہوئے"۔ [104]

۳۰- عبدالرحمٰن شوق نے تاریخ اسلام لکھی ہے۔ وہ پہلی جلد میں رقمطراز ہیں "عام الفیل کے مشہور سال ۵۷۱ء میں ۲۰ مئی کو یعنی سنہ ہجری کے باون سال قبل ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن ہادیٔ اسلام حضور پُرنور حضرت محمد مصطفیٰؐ پسر عبداللہ حضرت آمنہ کے بطنِ مقدس سے پیدا ہوئے۔ [105]

۳۱- شاہ مصباح الدین شکیل نے لکھا ہے کہ جمہور اور عام مؤرخین ۱۲ ربیع الاول سنہ عام الفیل کو یومِ ولادت تسلیم کرتے ہیں۔ [106]

۳۲- نواب سید محمد صدیق حسن خان رقمطراز ہیں "ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوعِ فجر کے روز دوشنبہ شب دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔ جمہور علما کا یہی قول ہے۔ ابن الجوزی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ [107]

۳۳- ابوالجلال ندوی نے لکھا ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ مکہ میں پیر شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۵۳ سنہ ق۔ ھ کی صبح کو پیدا ہوئے۔ [108]

۳۴- قاضی عبدالدائم دائم لکھتے ہیں "یہ حقیقت ہے کہ متعدد تاریخی دلائل کے

علاوہ تقویم کی رُو سے بھی ۱۲ ربیع الاوّل ہی صحیح ہے۔ [۱۰۹]

۳۵۔ ساجد الرحمٰن جو کہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے منسلک ہیں اپنی تصنیف "سیرت رسول" میں ۱۲ ربیع الاول ہی کو صحیح تاریخ قرار دیتے ہیں۔ [۱۱۰]

۳۶۔ احمد مصطفیٰ صدیقی نے بھی "ہمارے پیغمبرؐ" میں ۱۲ ربیع الاوّل کو یوم میلاد النبیؐ لکھا ہے۔ [۱۱۱]

۳۷۔ آغا اشرف نے حال ہی میں ایک کتاب "محمد سید لولاکؐ" لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں "آپ بارہ ربیع الاوّل پیر کے روز بیس اپریل ۵۷۱ء کو صبح کے وقت جناب آمنہ کے یہاں مکہ میں پیدا ہوئے" [۱۱۲]

۳۸۔ مفتی محمد شفیع نے "اوجز السیر" میں تقویمی حساب پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ۱۲ ربیع الاوّل کو درست قرار دیا ہے۔ [۱۱۳]

۳۹۔ مولوی محمد عبداللہ خان سابق پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ اپنی کتاب "خطبات نبوی" میں رقمطراز ہیں:

"حضورؐ خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۶۱۶۳ھ بعد از ہبوط سیدنا آدم علیہ السلام بمقام مکہ ظہور پذیر ہوئی۔ [۱۱۴]

۴۰۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ، جسٹس وفاقی شرعی عدالت اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" میں رقم فرماتے ہیں "بارہ ربیع الاوّل کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افزائے بزم گیتی ہوئے۔ [۱۱۵]

۴۱۔ محمد اسحاق بھٹی ایڈیٹر "المعارف" نے جنوری ۱۹۸۰ء کے شمارے میں طبری اور ابن خلدون کے حوالے سے صحیح تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی لکھی ہے۔ [۱۱۶]

مندرجہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، محدثین اور مورخین کا اس بات پر قریباً اتفاق ہے کہ ولادت کی صحیح تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہی ہے۔

البتہ برصغیر پاک و ہند کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا بلکہ پیر کا دن ۹ ربیع الاول کو بنتا ہے، لہٰذا ۹ تاریخ

صحیح ہے۔ لیکن دلچسپ صورتِ حال یہ ہے کہ اِن لوگوں کو فلکی پاشا کی کتاب کے نام کا بھی علم نہیں اور نہ کسی نے کسی اور کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ یہ حضرات اس کے اصل وطن سے بھی ناواقف ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا فلکی کو مصر کا باشندہ لکھا ہے۔[۱۱۷] جبکہ حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان اور منجم بتایا ہے۔[۱۱۸] قسطنطنیہ استنبول کا قدیم نام ہے جو ترکی کا مشہور شہر ہے۔ محمود پاشا کے نام سے بھی ظاہر ہے کہ وہ ترکی کا رہنے والا تھا کیونکہ پاشا ترکی سرداروں کا لقب ہے اور سب سے بڑا فوجی لقب ہے۔[۱۱۹]

راقم کو بڑی کوشش کے باوجود محمود پاشا فلکی کی کتاب یا رسالہ نہیں مل سکا۔ البتہ معلوم ہوا ہے کہ پاشا فلکی کا اصل مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا۔ جس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد زکی آفندی نے "نتائج الافہام" کے نام سے عربی میں کیا۔ اس کو مولوی سیّد سیّد محی الدین خان جج ہائی کورٹ حیدرآباد نے اُردو کا جامہ پہنایا اور ۱۸۹۶ء میں نول کشور پریس نے شائع کیا۔[۱۲۰] (یہ ترجمہ اب نہیں ملتا) محمود پاشا فلکی نے اگر علم فلکیات کی مدد سے کچھ تحقیقات کی بھی ہیں تو صحابہ، تابعین اور دیگر قدما کی روایات کو جھٹلانے کے لیے ان پر انحصار کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ تمام سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات بھی قطعی نہیں ہوتی۔ سائنسی علوم میں آج جس بات کو درست تسلیم کیا جاتا ہے، کل کو وہ غلط ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک زمانے کے سائنسدان جس مسئلے پر متفق ہوتے ہیں، مستقبل والے اُس کی نفی کر دیتے ہیں۔ محمود پاشا اور اس کے معتقدین نے تو یہ کہہ دیا کہ ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں تھا۔ پاشا کی تحقیق کی بنیاد جس علم پر ہے اُس کا حال یہ ہے کہ اتنے ترقی یافتہ دور میں جبکہ انسان چاند تک پہنچ کر دوسرے سیاروں پر کمندیں ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ برطانیہ کے ماہرینِ فلکیات اس قابل نہیں ہوئے کہ شام کو نظر آنے والے چاند کی پیشین گوئی کر سکیں۔ یونیورسٹی آف لندن کے شعبۂ طبیعیات و علوم فلکیات کی رصدگاہ[۱۲۱] اور رائل گرین وچ آبزرویٹری کے معلوماتی سنٹر[۱۲۲] کے مطابق نئے چاند کی پیشین گوئی کرنا ابھی تک ناممکن ہے۔ پاکستان کے مشہور ماہرِ فلکیات ضیاء الدین

لاہوری کی بھی یہی رائے ہے۔[123] جب مستقبل کے متعلق کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی تو ماضی کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں قمری دن کو ہفتے کا فلاں دن تھا۔ اس صورت میں کسی طرح ممکن نہیں، جب ہمارے پاس تقویم کا تاریخی ریکارڈ موجود نہیں۔ سن ہجری کا استعمال حضرت عمر فاروق رضؓ کے دور میں شروع ہوا[124] اور سب سے پہلی مرتبہ یوم الخمیس ۲۰ جمادی الاوّل ۱۷ھ ہجری (۱۲ جولائی ۶۳۸ء) کو مملکتِ اسلام میں اس کا نفاذ ہوا۔[125] اس کے بعد کا تاریخی ریکارڈ بھی ملتا ہے لیکن اس سے پہلے کا نہ تاریخی ریکارڈ ملتا ہے اور نہ ہی اس سے قبل کے کسی دن کے متعلق کوئی بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ بعثتِ نبویؐ سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر نہیں تھا۔ اور وہ اپنی مرضی سے مہینوں میں ردّ و بدل کر لیا کرتے تھے اور بعض اوقات سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیتے تھے۔

صاحب فتح الباری نے عربوں کے بارے میں لکھا ہے "بعض محرم کا نام صفر رکھ کر اور اس مہینے میں جنگ کرنا جائز قرار دے لیتے۔ اس طرح صفر کا نام محرم رکھ کر اس میں جنگ کرنا حرام قرار دیتے۔"[126] تفسیر الخازن کے مطابق سال کے ۱۳ یا ۱۴ مہینے بنا دیتے تھے۔[127] جب عرب مہینوں کے نام اپنی مرضی سے بدل لیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اعلانِ نبوت تک یہی ہوتا رہا ہوگا، تو کسی ماہرِ فلکیات اور ریاضی دان کا یہ دعویٰ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ فلاں قمری مہینے کی فلاں تاریخ کو یہ دن تھا۔ لہٰذا محمود پاشا فلکی کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل کو پیر کا دن نہیں تھا۔

شبلی نعمانی کی تقلید میں آج کل کئی آدمی یہ لکھنے لگے ہیں کہ جدید تحقیق کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یومِ ولادت ۹ ربیع الاول ہے۔ حالانکہ ابن اسحاق، ابن خلدون، ابنِ ہشام، طبری، ابنِ جوزی، طیبی، ابنِ حجر عسقلانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ سرکارِ دو عالمؐ اس دنیا میں ۱۲ ربیع الاول کو تشریف لائے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ کے اقوال کا حوالہ بھی موجود ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے تو محمود پاشا فلکی اور علامہ شبلی نعمانی کی رائے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ حضورِ پاکؐ کے بارے میں حضرت ابنِ عباسؓ سے

زیادہ کس کو علم ہو سکتا ہے۔ وہ رسالت مآبؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباسؓ کے فرزندِ سعید تھے۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابنِ عباسؓ کا قول سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ پھر اُن کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہؓ جیسے عظیم صحابی کا قول بھی یہی ہے، تو بات یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ حضورِ پاک صاحبِ لولاک علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے راہ یاب ہو جاؤ گے) قرآنِ کریم نے صحابہ کرامؓ کو رضائے الٰہی کی سند عطا کر دی۔ اور فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ[129] یعنی اللہ اُن (صحابہ) سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے لیے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل[130] پھر، حضرت ابنِ اسحاقؒ جیسے جیّد عالم، سیرت نگار اور تابعی نے بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہی یومِ ولادت لکھا ہے۔ حضور رحمۃ للعالمینؐ نے فرمایا "جہنم کی آگ اِن مسلمانوں کو چھو بھی نہیں سکے گی، جنہوں نے مجھے دیکھا یا جس نے اُن کو دیکھا جنہوں نے مجھے دیکھا۔"[131] اس حدیث مبارکہ میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کو دوزخ سے برات کا سرٹیفکیٹ دے دیا گیا، جس کا مطلب ہے کہ وہ جنتی ہیں اور اہلِ جنت کو چھوڑ کر نجومیوں کی باتوں پر یقین کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

اس کے علاوہ قدیم دور سے ۱۲ ربیع الاول ہی کو رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن منایا جاتا رہا ہے۔ مصر، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ میں اب بھی اسی تاریخ کو حضور اکرمؐ کا یومِ ولادت منایا جاتا ہے۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ابنِ سعود کے دورِ حکومت سے قبل ۱۲ ربیع الاوّل ہی کو عیدِ میلادالنبیؐ بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی تھی۔ "اخبار القبلہ" مکہ مکرمہ نے مارچ ۱۹۱۷ء میں یومِ ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ہونے والی تقریب کے بارے میں لکھا تھا:

"۱۱ ربیع الاوّل بعد از نمازِ عشاء حرمِ محترم محفلِ میلاد بعد نمازِ عشاء حرمِ محترم میں محفلِ میلاد منعقد ہوتی ہے۔ ۲ بجے شب تک نعت، مولود اور ختم پڑھتے ہیں اور رات

بائے مولد النبیؐ پر مختلف جماعتیں جاکر نعت خوانی کرتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپ سلامی کی قلعہ جیاد سے سر کی توپ خانہ سر کرتا ہے۔"[۱۳۲]

اس سال عیدِ میلاد النبیؐ عقیدت و احترام سے منائے جانے کے بعد اخبار مذکورہ نے یہ رپورٹ دی "عید میلاد کی خوشی میں تمام کچہریاں، دفاتر اور مدارس بھی بارھویں ربیع الاوّل کو ایک دن کے لیے بند کر دیے گئے۔"[۱۳۳]

اِس سے ظاہر ہے کہ یوم ولادت ۱۲ ربیع الاوّل ہی ہے، کیونکہ اہل مکہ کا اسی پر اتفاق تھا۔ شیخ قطب الدین الحنفی نے بھی لکھا ہے یزار مولد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المکانی فی اللیلۃ الثانیۃ عن ربیع الاوّل فی کل عام[۱۳۴]

جمال الدین محمد بن جار اللہ بن ظہیرہ رقمطراز ہیں "۱۲ ربیع الاول کی رات کو یہ معمول ہے کہ قاضیٔ مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ اِن لوگوں میں تینوں مذاہبِ فقہ کے ائمہ، اکثر فقہا، فضلا اور اہلِ شہر ہوتے ہیں۔"[۱۳۵]

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوت" میں لکھا ہے کہ اہلِ مکہ بارھویں ربیع الاول ہی کو جائے ولادت شریفہ کی زیارت کرتے۔[۱۳۶]

پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے لکھا ہے کہ ہمارے ملک میں ۱۲ ربیع الاوّل کو اختیار کیا گیا جبکہ بعض دوسرے اسلامی ممالک میں ۹ ربیع الاول کو صحیح تاریخ سمجھا جاتا ہے۔[۱۳۷]
حیرت کی بات ہے کہ پروفیسر صاحب کو اتنا علم بھی نہیں کہ اہلِ مکہ ہمیشہ ۱۲ ربیع الاوّل کو ہی یوم میلاد مناتے رہے ہیں اور دیگر ممالک میں بھی اسی دن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن منایا جاتا ہے۔ اُنھوں نے یہ نہیں لکھا کہ کون سے ممالک ہیں ۹ ربیع الاول کو میلاد النبیؐ کا دن منایا جاتا ہے اور بغیر کسی سند کے حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کچھ لوگ دین کے بارے میں طے شدہ حقائق کے خلاف کوئی نئی

بات لاکر اور اس کے لیے کوئی جھوٹی سچی باتیں گھڑ کر تشکیک پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے لکھا ہے کہ عوام میں تو مشہور قول یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول تھی، اور بعض کمزور روایات اس کی پشت پر ہیں[۱۳۸]۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ مولانا کے نزدیک ابنِ عباسؓ، ابنِ اسحاقؒ، ابنِ ہشام، ابنِ خلدون، طبری، ابنِ جوزی اور عبدالحق محدث دہلوی کی روایات کمزور ہیں اور محمود پاشا فلکی کی بات مضبوط ہے جس کی کتاب یا رسالے تک کا کسی کو علم نہیں اور اُس کے وطن میں بھی اختلاف ہے جنہیں یہ تک معلوم نہیں کہ فلکی پاشا کا اصل مقالہ کس زبان میں تھا، وہ بھی اسی پر ایمان لائے بیٹھے ہیں۔ یا للعجب!

چونکہ سیرت النبیؐ کے قدیم مآخذ ۱۲ ربیع الاوّل کو ہی سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عالمِ فانی میں قدم رنجہ فرمانے کا یوم قرار دیتے ہیں، اس لیے راقم کے نزدیک محمود پاشا فلکی کی تحقیقات بالکل غلط اور ناقابلِ یقین ہیں اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے۔

شمسی تقویم کے مطابق تاریخِ ولادت

اسلامی کیلنڈر کے (قمری تقویم) کی طرح انگریزی کیلنڈر (شمسی تقویم) کے مطابق تاریخِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ ابنِ خلدونؒ[۱۳۹]، قاضی نواب علی[۱۴۰]، موسیو سیدیو[۱۴۱]، رونالڈ وکٹر کورنٹے باڈلے[۱۴۲]، مرجان گلب[۱۴۳] نے سنِ پیدائش ۵۷۰ء عیسوی لکھا ہے۔ جسٹس سید امیر علی[۱۴۴] ۲۹ اگست ۵۷۰ء لکھتے ہیں۔ مصر کے ڈاکٹر محمد حسین ہیکل[۱۴۵] اور شیخ محمد رضا[۱۴۶] کے مطابق ۲۰ اگست ۵۷۰ء کا دن تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ۱۷ جون ۵۶۹ء کو یوم میلاد النبیؐ قرار دیا ہے[۱۴۷]۔ جون اور اگست کے مہینے موسمِ گرما میں آتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت موسمِ بہار میں ہوئی تھی۔ ابنِ اسحاق کی روایت ہے۔

وکان ذالک فی فصل الربیع[۱۴۸]

وہ (ماہِ ولادت ربیع الاوّل) موسمِ بہار میں تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ جون اور اگست میں بہار نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ تاریخیں بالکل

غلط ہیں۔ آپؐ کی ولادت باسعادت موسمِ بہار میں ہوئی تھی۔ کسی عربی شاعر کا شعر ہے:

ربیعٌ فی ربیعٍ فی ربیعٍ
ونورٌ فوق نورٍ فوق نورٍ [149]

سیرت نگاروں کی کثیر تعداد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء عیسوی لکھی ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری[150] اور مصباح الدین شکیل[151] ۲۲ اپریل ۵۷۱ء لکھتے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی[152]، چوہدری افضل حق[153]، مولانا قاری احمد[154]، ساجد الرحمٰن[155] نے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کا دن یومِ ولادت لکھا ہے۔ ریاضی کے مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو پیر تھا[156] اس لیے یہی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ انگریزی مہینے کی کسی بھی تاریخ سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کون سا دن تھا۔ کیونکہ ان مہینوں کے دنوں کی تعداد مقرر ہے لیکن قمری مہینوں میں ایسا ممکن نہیں۔ ڈاکٹر عبدالحی نے بھی ۲۲ اپریل کو درست تسلیم کیا ہے[157] اس لیے انگریزی کیلنڈر کے مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

حواشی:

(۱) مسلم شریف بروایت حضرت قتادہ (۲) احمد بن حنبلؒ / بیہقی (۳) عبدالرحمٰن چشتی شیخ۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ص ۵۔ مترجم واحد بخش سیال (۴) مسلم شریف (۵) فتح الباری ۹: ۱۴۵ (۶) ایضاً (۷) تاریخ ابن کثیر ۲: ۲۶۱ بحوالہ قصص القرآن از حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ جلد سوم ص ۲۸۷ (۸) محمد حسین ہیکل ڈاکٹر۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۹۔ مترجم محمد وارث کامل (۹) السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱: ۱۵۸ / الروض الانف۔ ص ۱۰۷ (۱۰) سیرۃ ابنِ ہشام (اردو) ص ۸۹ (۱۱) عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی۔ الخصائص الکبریٰ ص ۸۸ (۱۲) یوسف بن اسماعیل نبہانی، امام۔ انوار المحمدیہ ص ۴۲۔ مترجم پروفیسر غلام ربانی ایم اے (۱۳) عنایت احمد کاکوروی علامہ مفتی۔ تواریخِ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۳۔ یہ کتاب "سیرتِ رسولِ اعظمؐ" کے نام سے مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ نے شائع کی ہے۔ (۱۴) شبلی نعمانی، مولانا۔ سیرۃ النبیؐ۔ ۱: ۱۷۱ (۱۵) سلیمان منصور پوری، قاضی۔ رحمۃ للعالمین۔ ۱: ۴۰ (۱۶) ابنِ قیم۔ علامہ حافظ۔

زاد المعاد، حصہ اوّل ص ۶۸ مترجم رئیس احمد جعفری (۱۷) منہاج الدین عثمان ـ طبقات ناصری
ص ۶۸ ـ مترجم غلام رسول مہر (۱۸) محمد الحسنی سید ـ نبیِ رحمتؐ ـ حصہ اول ص ۱۰۲ ـ مترجم مولانا
سید ابوالحسن علی ندوی (۱۹) اشرف علی تھانوی، مولانا ـ حبیبِ خداؐ ـ ص ۲۹
(۲۰) نواب علی قاضی ـ رسولِ اکرمؐ ـ ص ۲۱ (۲۱) تفسیر ابنِ کثیر جلد پنجم ص ۱۰۴ ـ اُردو ترجمہ
نور محمد کارخانہ کتب ـ کراچی (۲۲) محمد کرم شاہ، پیر ـ ضیاء القرآن ۵ : ۶۶۵ (۲۳) عبدالرحمٰن
چشتی شیخ ـ حضرت محمد مصطفیٰؐ ـ ص ۵ ـ مترجم کیپٹن واحد بخش سیال (۲۴) حفظ الرحمٰن
سیوہاروی ـ قصص القرآن جلد چہارم ص ۲۸۶ ، ۶۸۷ (۲۵) محمد حسین ہیکل ـ حیات محمدؐ
ص ۱۳۹ ، مترجم محمد وارث کامل (۲۶) الروض الانف ص ۱۰۷ (۲۷) سیرۃ ابنِ ہشام ص ۸۹
(۲۸) ماہنامہ "پیامِ عمل" لاہور ـ مارچ ۱۹۸۱ء ـ ص ۲۴ (۲۹) الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام
ص ۱۹۶ ـ بحوالہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ء، ص ۹۳ (۳۰) بحوالہ القول الفصل ـ ص ۱۴۵
(۳۱) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ء (۳۲) مدارج النبوت ص ۲۴ ـ جلد دوم
مترجم محمد اشرف نقشبندی (۳۳) الانوار المحمدیہ ص ۴۲ (۳۴) الشمامۃ العنبریۃ من مولد
خیر البریۃ ص ۷ (۳۵) محمد رضا شیخ ـ محمد رسول اللہ ـ ص ۲۰ ـ مترجم مولوی محمد عادل قدسی
(۳۶) سلیمان ندوی سید ـ رحمتِ عالمؐ ص ۱۳ ـ اس کتاب کا ترجمہ عبدالرؤف لوتھر نے
انگریزی زبان میں کیا ہے (۳۷) سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ـ ص ۱۷۶ (۳۸) سلیمان منصور پوری
قاضی ـ رحمۃ للعالمینؐ، جلد اوّل ص ۴۰ (۳۹) مودودی ـ سیرتِ سرورِ عالم ـ جلد ۲ ـ
ص ۹۳ ، ۹۴ (۴۰) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ۱۹۸۷ء، ص ۳۳ (۴۱) تاریخ ابنِ کثیر
جلد دوم ص ۳۶۱ بحوالہ قصص القرآن جلد سوم از حفظ الرحمٰن ص ۶۸۷ (۴۲) فتح الباری جلد ۶/۱
تاریخ ابنِ کثیر جلد دوم ص ۲۶۰ بحوالہ قصص القرآن (۴۳) اشرف علی تھانوی، مولانا حبیبِ خداؐ
ص ۲۹ (۴۴) طبقات ناصری ـ ص ۱۱۵ ـ حاشیہ (۴۵) ایضاً (۴۶) الخصائص الکبریٰ ص ۸۸
مترجم (۴۷) اشرف علی تھانوی ـ حبیبِ خداؐ ـ ص ۲۹ (۴۸) تفہیم القرآن جلد ششم ص ۴۶۹
(۴۹) ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۶۶۵ (۵۰) الخصائص الکبریٰ ص ۸۸ / نزہۃ المجالس
از عبدالرحمٰن شافعی جلد دوم ص ۱۹۶ (۵۱) ماہنامہ "پیامِ عمل" لاہور مارچ ۱۹۸۱ء ص ۲۴

(۵۲) ابنِ قیّم، حافظ۔ زاد المعاد۔ ۱: ۶۸۔ مترجم رئیس احمد جعفری (۵۳) راشد الخیری، علامہ
آمنہ کالال۔ ص ۱۷ (۵۴) عبدالرحمٰن چشتی۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ ص ۵۔ مترجم واحد بخش سیال
(۵۵) ماہنامہ "جامِ عرفان" اکتوبر ۱۹۸۴ء ص ۱۰ (۵۶) عبدالرحمٰن شافعی۔ نزہۃ المجالس
جلد دوم ص ۱۹۶ (۵۷) رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۴۰ (۵۸) شبلی نعمانی "سیرۃ النبی ﷺ"
جلد اول۔ ص ۱۷۶ (۵۹) رحمۃ للعالمین جلد اوّل ص ۴۰ (۶۰) ماہنامہ "جامِ عرفان"۔ اکتوبر
۱۹۸۴ء۔ ص ۱۱ (۶۱) افضل حق چودھری۔ محبوبِ خدا۔ ص ۲۰ (۶۲) پرویز۔ معراجِ انسانیت
ص ۷۸ (۶۳) عبدالکریم ثمر۔ رسولِ ﷺ کائنات۔ ص ۲۷ (۶۴) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ
مسلمانانِ عالم جلد دوم ص ۷۲ (۶۵) السیرۃ النبویہ لابنِ ہشام ۱: ۱۵۸ (۶۶) "نقوش"
رسول ﷺ نمبر، جلد اوّل ص ۵۷ (۶۷) ایضاً۔ ص ۱۲ (۶۸) ایضاً۔ ص ۴۱۱ (۶۹) سیرۃ النبی ﷺ
جلد اوّل۔ ص ۶ (۷۰) سیرۃ ابنِ ہشام۔ ص ۸۹ (۷۱) "نقوش"۔ رسول ﷺ نمبر۔ ص ۱۳/۴۸۶
(۷۲) ابنِ خلدون، علامہ۔ سیرۃ الانبیاء۔ مترجم مفتی انتظام اللہ شہابی (۷۳) قاری احمد،
مولانا۔ تاریخ مسلمانانِ عالم، جلد دوم۔ ص ۷۰ (۷۴) "نقوش"، رسول ﷺ نمبر جلد اوّل ص ۱
(۷۵) ابنِ جوزی، علامہ۔ میلادِ رسول ﷺ۔ ص ۳۔ مترجم پروفیسر شریف احمد ڈاکٹر (۷۶)
مدارج النبوت، ص ۴۲۔ مترجم محمد اشرف نقشبندی (۷۷) محمد صدیق حسن، سید نواب
الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ ص ۷ (۷۸) الانوار المحمدیہ، ص ۴۲۔ مترجم پروفیسر
غلام ربانی (۷۹) "نقوش"، رسول ﷺ نمبر جلد اوّل ص ۶۹۱ (۸۰) ایضاً ص ۶۹۰ (۸۱) تواریخ
حبیبِ الٰہ، ص ۱۳ (۸۲) محمود احمد قادری "تذکرہ علمائے اہلسنت۔ ص ۱۲۲ مطبوعہ
خانقاہ قادریہ اشرفیہ بھوانی پور بہار انڈیا (۸۳) تواریخ حبیبِ الٰہ کے آغاز میں تعارفی
مقالہ جس میں علامہ کاکوروی کے حالاتِ زندگی اور تصانیف کا وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے۔
(۸۴) تذکرہ علماءِ اہلسنت۔ ص ۱۲۲ (۸۵) محمد الحسنی سید "نبی ﷺ رحمت" حصہ اول ص ۱۰۲
مترجم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۸۶) محمد حسین ہیکل۔ حیاتِ محمد۔ ۱۳۹۔ مترجم محمد وارث
کامل (۸۷) سلمان ندوی، سید۔ رحمتِ عالم۔ ص ۱۳ (۸۸) محمد رضا شیخ۔ محمد رسول اللہ۔
ص ۲۰ (۸۹) اشرف علی تھانوی۔ حبیبِ خدا۔ ص ۲۹ (۹۰) ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ

سیرتِ سرورِ عالم جلد دوم ص ۹۳، ۹۴ (۹۱) خاتونِ پاکستان، رسولؐ نمبر ۱۳۸۳ھ ص ۳۶
(۹۲) نقی علی خان بریلوی، مولانا۔ "سرور القلوب بذکر المحبوب" ص ۱۱، ۱۲ (۹۳) ماہنامہ محفل
لاہور۔ مارچ ۱۹۸۱ء ص ۶۵ (۹۴) عمر ابو النصر۔ "نبی اُمّی"۔ ص ۵۶، مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی
(۹۵) نواب علی قاضی۔ رسولِ اکرمؐ۔ ص ۲۱، ۲۲ (۹۶) نور بخش توکلی، علامہ۔ سیرتِ
رسولِ عربیؐ۔ ص ۴۳ (۹۷) محمد اسلام، خواجہ۔ محبوبؐ کے حُسن و جمال کا منظر ص ۵۱ (۹۸)
کے علی۔ "تاریخِ اسلام" ص ۲۸ (۹۹) موسیو سیدیو۔ تاریخِ عرب۔ ص ۹۸۔ مترجم مولوی
عبد الغفور (۱۰۰) تفریح الاذکیا فی احوال الانبیا۔ جلد دوم ص ۱۰ (۱۰۱) منہاج الدین عثمانؒ
طبقاتِ ناصر ص ۱۱۵۔ مترجم غلام رسول مہر (۱۰۲) قاری احمد، مولانا۔ تاریخِ مسلمانانِ عالم
جلد دوم، ص ۷۲ (۱۰۳) عبد الشکور فاروقی لکھنوی۔ ذکرِ حبیبؐ۔ ص ۲۷ (۱۰۴) ماہنامہ
انیسِ اہلِ سنت۔ فیصل آباد۔ عید میلاد النبیؐ نمبر۔ ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ، ص ۶۸ —
(۱۰۵) عبد الرحمٰن شوق۔ تاریخِ اسلام۔ جلد اول، ص ۴۴ (۱۰۶) مصباح الدین شکیل، شاہ
سیرتِ احمد مجتبیٰؐ۔ ص ۶۲ (۱۰۷) الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ ص ۷ (۱۰۸) "ماہِ نو"۔ سیرتِ پاک
کے مضامین کا انتخاب۔ ص ۱۵ مطبوعہ ۱۹۶۶ء (۱۰۹) ماہنامہ جامِ عرفان۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء
ص ۱۰، ۱۱ (۱۱۰) ساجد الرحمٰن۔ سیرتِ رسولؐ، ص ۶ (۱۱۱) احمد مصطفیٰ صدیقی۔ ہمارے پیغمبرؐ
ص ۲۱۹ (۱۱۲) اشرف آغا۔ محمد سیّدِ لولاک۔ ص ۱۱۸ (۱۱۳) ماہنامہ جامِ عرفان۔ اکتوبر
۱۹۸۴ء ص ۱۱ (۱۱۴) محمد عبد اللہ خان مولوی۔ خطباتِ نبویؐ۔ مطبوعہ ۱۹۲۴ء ص ۱ (۱۱۵)
ضیاء القرآن جلد پنجم۔ ص ۶۶۵ (۱۱۶) المعارف۔ جنوری ۱۹۸۰ء ص ۲ (۱۱۷) رحمۃ للعالمین
جلد اول ص ۴۰۔ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل۔ ص ۱۷۶ (۱۱۸) حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ قصص القرآن
جلد چہارم ص ۲۶۶ (۱۱۹) قاسم محمود، سیّد۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۴۲۳ (۱۲۰) نقوش رسولؐ نمبر
جلد دوم، ص ۱۲۱ (۱۲۱) ضیاء الدین لاہوری۔ رویتِ ہلال۔ ص ۱۹۔ لندن یونیورسٹی کی رصدگاہ
کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کا خط موجود ہے (۱۲۲) ایضاً۔ ص ۲۲۔ رائل گرینچ آبزرویٹری کے
خط کا عکس موجود ہے۔ (۱۲۳) ماہنامہ "المعارف" اگست ۱۹۸۴ء۔ ص ۴۱ (۱۲۴) ماہنامہ
شمس الاسلام بھیرہ دسمبر ۱۹۸۰ء۔ ص ۲۳ (۱۲۵) ماہنامہ اظہار کراچی، جولائی ۱۹۸۳ء ص ۸

(١٢٦) الفتح الباری شرح بخاری ابن حجر بحوالہ ماہنامہ "اظہار" کراچی۔ جولائی ١٩٨٣ء ص ٨
(١٢٧) تفسیر الخازن جلد اول / تفسیر بغوی۔ بحوالہ "اظہار" ص ٨ (١٢٨) قومی ڈائجسٹ صحابہ کرام نمبر
ص ٥٨ (١٢٩) سورہ بینہ۔ آیت ٨ (١٣٠) منظور احمد شاہ۔ علم القرآن۔ ص ٢٦٤ (١٣١) ترمذی شریف
(١٣٢) ماخوذ از اخبار القبلہ مکہ مکرمہ بحوالہ ماہنامہ "طریقت" لاہور، جنوری ١٩١٧ء ص ٢٣
(١٣٣) ماہنامہ طریقت لاہور۔ مارچ ١٩١٧ء ص ٢٣ (١٣٤) الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام
ص ١٩٦ بحوالہ "منہاج القرآن" نومبر ١٩٨٦ء (١٣٥) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ١٩٨٦ء ص ٩٥
(١٣٦) مدارج النبوت۔ ص ٢٤ (١٣٧) ماہنامہ "پیام عمل" لاہور۔ مارچ ١٩٨١ء ص ٢٤۔
(١٣٨) حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ قصص القرآن، جلد سوم ص ٢٨٦ (١٣٩) ابن خلدون
علامہ۔ سیرۃ الانبیاء، (١٤٠) نواب علی قاضی۔ رسول اکرمؐ۔ ص ٢١ (١٤١) موسیو سیدیو،
تاریخ عرب۔ ص ٩٨ (١٤٢) کورنٹے باڈلے "محمدؐ رسول اللہ" ص ٤٧، مترجم سید
محمد امین زیدی (١٤٣) سرجان گلب۔ عربوں کی عظیم فتوحات، بحوالہ "محمدؐ رسول اللہ" ص ٤
(١٤٤) امیر علی، سید جسٹس۔ ہسٹری آف سیرسین ص ٧ (١٤٥) محمد حسین ہیکل، ڈاکٹر
حیات محمدؐ۔ ص ١٣٩ (١٤٦) محمد رضا شیخ۔ محمد رسول اللہ ص ٢٠ (١٤٧) مصباح الدین
شکیل۔ سید احمد مجتبیٰؐ۔ ص ٦٢ (١٤٨) ماہنامہ منہاج القرآن" لاہور۔ نومبر ١٩٨٦ء ص ٣٣
(١٤٩) ماہنامہ "منہاج القرآن" نومبر ١٩٨٦ء ص ٣٣ (١٥٠) سلیمان منصورپوری۔ رحمۃ للعالمین
جلد اول ص ٤٠ (١٥١) مصباح الدین شکیل۔ سیرت احمد مجتبیٰؐ۔ ص ٦٢ (١٥٢) شبلی نعمانی۔
سیرت النبیؐ، جلد اول ص ١٧٦ (١٥٣) افضل حق چودھری۔ محبوب خدا۔ ص ٢٠ (١٥٤)
قاری احمد۔ تاریخ مسلمانانِ عالم، جلد دوم، ص ٧٢ (١٥٥) ساجد الرحمٰن۔ سیرت رسولؐ
ص ٦ (١٥٦) نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول ص ١٠٧ (١٥٧) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ
مسلمانانِ عالم جلد دوم۔ ص ٧٢۔

ادارتی نوٹ

١٢ / ٩۔ ربیع الاول کے حوالے سے مولانا سید محمد سلطان شاہ صاحب کا مقالہ آپ نے
ملاحظہ فرمایا۔ اس سلسلے میں مولانا مفتی محمد شفیع کی "سیرتِ خاتم الانبیاؐ" بھی خاصی اہم

ہے۔ یہ کتاب آج سے کوئی پچاس برس پہلے لکھی گئی تھی۔ اس کے متعلق مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا "میں مؤلف ہذا سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کے دس جلدوں کا ویلو میرے نام کر دیں تاکہ میں اپنے خاندان کے بچوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لیے دوں"۔ مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی مفتیٔ دار العلوم دیوبند کی رائے یہ ہے "مؤلف نے نہایت فصاحت و بلاغت اور ایجازِ محمودہ سادگی و بے تکلفی کے ساتھ صحیح حالات و وقائع کو جمع کر دیا ہے" مولانا حسین احمد مدنی نے لکھا "میں آپ کے رسالہ (سیرتِ خاتم الانبیاء) کے پہلے ہی ایڈیشن کو حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں اور نہایت موزوں پاکر نصاب میں داخل کر چکا ہوں"۔ مولانا انور شاہ کاشمیری اور مولانا اصغر حسین محدث دار العلوم دیوبند کی تقاریظ بھی اسی نوعیت کی ہیں۔

"سیرت خاتم الانبیا" میں ہے "الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا، اس کے ماہِ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ روز دوشنبہ دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد، لیل و نہار کے انقلاب کی اصلی غرض، آدمؑ و اولادِ آدم کا فخر، کشتیٔ نوحؑ کی حفاظت کا راز، ابراہیمؑ کی دعا اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی پیشگوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروزِ عالم ہوتے ہیں"۔

حاشیے میں مفتی صاحب لکھتے ہیں "اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہِ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں۔ دوسری، آٹھویں، دسویں، بارھویں۔ حافظ مغلطائیؒ نے دوسری تاریخ کو اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے مگر مشہور قول بارھویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا، اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے۔ اور محمود پاشا فلکی (؟) مصری نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے، یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے"۔ (سیرت خاتم الانبیاء۔ ناشر بیگم عائشہ باوانی وقف کراچی۔ ۱۴۰۲ھ، ص ۱۸۔) ——— ایڈیٹر

ظہورِ پاک

ترشّح آج ہے ساعت بہ ساعت ابرِ رحمت کا
عجب کیا ہے کہ بن جائے یہ دنیا صحن جنت کا

عجب کیا ہے زمیں اپنے خزانے سب اُگل ڈالے
کہ موقع آرہا ہے پیش نذرِ عقیدت کا

ہوئے ہیں ہفت طبقات فلک آراستہ ایسے
کہ دنیا میں بیاں ممکن نہیں کچھ اُن کی زینت کا

ملائک صف بہ صف استادہ ہیں تعظیم سے ہر سُو
ہر اک کو آرہا ہے لطف اپنی اپنی خدمت کا

غرض اک عید ہے طبقات ارضی و سماوی میں
جدھر دیکھو اُدھر سامان ہے عیش و مسرت کا

حرم میں ہو رہی ہے ہر طرف انوار کی بارش
در و دیوار کہتے ہیں نمونہ قصر جنت کا

قبیلے میں بنی ہاشم کے اک عیدِ مسرت ہے
بنا ہے قصرِ عبدؓ اللہ مرکز آج رحمت کا

جبینِ آمنہؓ عزت وہ خورشیدِ تاباں ہے
ترقی پا رہا ہے ساعت بہ ساعت حسن صورت کا

یہ جبرائیلؑ و میکائیلؑ کس خدمت کو آئے ہیں
یہ طشت و آفتابہ لائے ہیں کیوں تحفہ جنت کا

فروزاں اس قدر یہ رات ہے کس واسطے یارب
نئے انداز سے جلوہ نما ہے حسن قدرت کا

تقاضا تھا یہ دل کا منکشف یہ راز ہو جائے
نظر سے پردہ اُٹھ جانے پہ استعجاب و حیرت کا

یکایک اک صدائے روح پرور آئی کانوں میں
سنایا ہاتف غیبی نے یہ مژدہ مسرت کا

جہاں میں آج محبوبِ خدا تشریف لاتے ہیں
یہ دن ہے حضرت ختم رسالتؐ کی ولادت کا

(۳۳)

سحر ہے یہ ربیع الاوّلیں کی بارھویں شب کی
یہی تو وقت ہے تکمیلِ مہتابِ رسالت کا

کِھلا ہے باغِ عالم میں وہ گُل بستانِ فطرت کا
کہ خود صنّاعِ قدرت مدح خواں ہے، جس کی نکہت کا

جہاں میں وہ شہنشاہِ جہاں تشریف لاتے ہیں
ہوئے روزِ ازل جو واسطہ ایجادِ خلقت کا

وجودِ پاک جن کا باعثِ تخلیقِ عالم ہے
ظہورِ ذات سے جن کے کُھلا ہے رازِ فطرت کا

جو وہ پیدا نہ ہوتے تو نہ ہوتے دو جہاں پیدا
اُنھی کی ذاتِ اقدس مطلعِ اوّل ہے خلقت کا

نہ ہوتا نورِ آنحضرتؐ جو پیشانی میں آدمؑ کی
فرشتے حشر تک سجدہ نہ کرتے اِن کو عظمت کا

وہ فخرِ الاوّلیں آئے، وہ ختم المرسلیںؐ آئے
ہے مجمع جن کی ذاتِ پاک ہر وصف و کرامت کا

وہ آئے جن کے آنے کی خبر دی ہر پیمبر نے
وہ آئے، تکملہ جن سے ہوا احکامِ قدرت کا

ہوئے سرسبز کشت و باغ و راغ اقصائے عالم میں
کیا شاداب دنیا کو، وہ برسا ابرِ رحمت کا

نشاناتِ ظہورِ پاک دنیا میں ہوئے روشن
زمانے بھر میں شہرہ ہو گیا اُن کی ولادت کا

اٹھا اک شور کعبہ میں، گرے بُت سرنگوں ہو کر
پڑا طوق از سرِ نو گردنِ شیطاں میں لعنت کا

مٹی باطل پرستی، حق پرستی ہو گئی رائج
طلوعِ نورِ حق سے تھا نشاں معدوم ظُلمت کا

اگر آتی نہ ذاتِ مصطفیٰ اِس بزمِ ہستی میں
تو رہتا ہم سے مخفی حُسنِ صنعت دستِ قدرت کا

ہوئی دنیا منوّر جلوۂ حُسنِ محمدؐ سے
مٹا اِس شمعِ نورانی سے یکسر نام ظُلمت کا

اُفق وہ کاش رؤیا میں دکھا دیتے جمال اپنا
مٹا دیتے دلِ پُرشوق سے یہ داغ حسرت کا (تلخیص)

میر اُفق کاظمی امروہوی

٢٥

شاہِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وُرُود

دریچے کُھل گئے قصرِ جناں، ایوان جنّت کے
ہوئے مصروف گُل پاشی پرے حوران جنّت کے

ہوئی آئینہ بندی بیتِ معمورِ الٰہی کی
حرم میں مشعلیں روشن ہوئیں نورِ الٰہی کی

ہوئی آرائشوں کی جلوہ ریزی مطلعِ کُن سے
فرشتوں نے قدم باہر رکھے حدِّ تعیّن سے

حریمِ لامکاں سے بجلیاں سی نور کی چمکیں
شعاعیں تا حدِ فاراں چراغِ طور کی چمکیں

زمیں پر چاندنی چھن چھن کے آئی چاند تاروں سے
ہوئی پھولوں کی بارش دشتِ بطحا میں بہاروں سے

بھرن رحمت کی برسی، خشک چشمے ہو گئے جاری
ہُوا دریائے ساوہ خشک کانپے خوف سے ناری

ہوئے ایران کے آتشکدوں کے خشک انگارے
گرے نوشیرواں کے قصرِ عالی شاں کے مینارے

ہوئیں پیدا صنم خانوں سے ہیبت ناک آوازیں
اُٹھیں افلاک سے "فتحِ مبیں" کی پاک آوازیں

گرے بُت سر کے بل، سیلاب دجلہ سے اُبل آئے
تباہی کے بھنور میں لات و عُزّا و ہبل آئے

چمن آرائیاں تھیں دید کے قابل زمانے کی
خوشی تھی ہادیٔ اسلام کے دنیا میں آنے کی

جہاں کی رفعتیں ہونے کو خود پامال حاضر تھیں
صفیں قدوسیوں کی بہرِ استقبال حاضر تھیں

کھڑے تھے منتظر اشجارِ صحرا پیشوائی کو
بہاریں آ چکی تھیں گُل بداماں رونمائی کو

زمیں بوسی کو ذرّے دشتِ بطحا کے تھے آمادہ
پئے تعظیم تھے کوہ و جبل ہر سمت استادہ

نویدیں انبیاءِ ماسبق دیتے تھے دنیا کو
ملک صدق و دیانت کا سبق دیتے تھے دنیا کو

علم بردوش تھے روح الامیںؑ موجود کعبہ میں
سمٹ کر ہو چکی تھیں رحمتیں محدود کعبہ میں
پئے تعظیم خم وقتِ سحر محرابِ کعبہ تھی
نثارِ شانِ کعبہ، شوکتِ آدابِ کعبہ تھی

فضائے بزمِ امکاں تھی فروزاں نورِ قدرت سے
ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی تھیں باغِ جنت سے

سحر کی چاندنی میں جذب تاروں کا تبسم تھا
چراغِ ماہ، فانوسِ حرم کے نور میں گم تھا

کواکب جھلملا کر رہ گئے تھے سطحِ گردوں پر
نظر آتے تھے ذرّے خاک پر ہم رشتۂ گوہر

بکھیرے تھے ستاروں نے دُرِ خوش آب ہر جانب
بنی تھی شامیانہ چادرِ مہتاب ہر جانب

خوشی کی دُھن میں چڑیاں نغمۂ توحید گاتی تھیں
نسیمِ صبح سے شاخیں لچک کر لہلہاتی تھیں

پرندوں کی صفیں تھیں زمزمہ خواں آشیانوں میں
بھرا تھا کیفِ روحانی عنادل کے ترانوں میں

خوشی میں قمریاں "حق سرہ" کا شور کرتی تھیں
چکوریں سوئے کعبہ چاندنی شب میں گذرتی تھیں

حرم کے بام و در طاؤس آ کر چوم جاتے تھے
کبوتر بے خودی میں کہہ کے "یا رب" جھوم جاتے تھے

صحیفے عرش سے انوار کی صورت اترتے تھے
فرشتے صف بہ صف کعبہ میں ذکرِ خیر کرتے تھے

ہوائے صبح کی ٹھنڈک سکون بخشِ دل و جاں تھی
چمن اندر چمن خوشبوئے گل جنت بداماں تھی

کٹورے پھول کے لبریز تھے صہبائے شبنم سے
وضو تازہ سبزہ نے کیا تھا آبِ زمزم سے

سجا کر لائے تھے ڈالی پرے جنت سے حوروں کے
لیے تھے نخلِ طوبیٰ ہاتھ میں خوشے کھجوروں کے

مئے کوثر چھلکتی تھی بہشتی آبگینوں سے
ظہورِ خلد کے چشمے ابلتے تھے زمینوں سے

طلوعِ صبح کے آثار ہر جانب نمایاں تھے
طوافِ کعبہ کے قدسیوں میں ساز و ساماں تھے

تجلی رونما تھی سنگِ اسود کی سیاہی سے
تھے عرفات و منیٰ معمور انوارِ الٰہی سے

حرم میں خاک بر سر تھی صنم خانوں کی ناکامی
حطیمِ قدس میں تھی سربسجدہ شانِ اسلامی

صفا کی وادیاں درسِ صفائے قلب دیتی تھیں
چٹانیں کوہِ مروہ کی بہارِ باغِ گیتی تھیں

نشانِ عظمت و اعزازِ کعبہ شانِ کعبہ تھی
کہ تقدیسِ خلیلِ کعبہ خود مہمانِ کعبہ تھی

مقامِ خاصِ ابراہیمؑ پر انوار چھائے تھے — رسلؑ ختم المرسلؐ کی دید کو تشریف لائے تھے
تھی پیہم بارشِ آبِ بقا میزابِ رحمت سے — کٹورے بھر لیے تھے خضرؑ نے تسنیمِ جنت سے
صفیں مزدلفہ و میقات تک تھیں حور و غلماں کی — حرم میں کوندتی تھیں بجلیاں انوارِ یزداں کی
حجابِ نور سے چمکی تجلی رحمتِ رب کی — غلافِ کعبہ نے کملی اتاری ظلمتِ شب کی
سپیدی صبح کی ضو پاشیاں کرتی نکل آئی — شعاعِ نور قصرِ آمنہؓ تک برمحل آئی!
ہوئیں تاریکیاں رخصت کی خواہاں بزمِ عالم سے — اذانِ صبح کی آواز آئی عرشِ اعظم سے
مچا غل ہر طرف تسبیح و تہلیلِ الٰہی کا — بجا ہر سانس سے نغمہ سلامِ صبح گاہی کا
درود دل کی ترنم ریزیاں تا عرشِ رب پہنچیں — شہِ کون و مکاںؐ تک یہ صدائیں سب کی شب پہنچیں
ادب سے قصرِ عبدالمطلبؓ پر جبریلؑ آئے — بآوازِ جلی کچھ مختصر الفاظ فرمائے
گزارش کی بصد اخلاصؐ اظہر یا رسول اللہؐ — حجابِ قدس سے آؤ نکل کر یا رسول اللہؐ!

زمانہ منتظر ہے یا شفیع المذنبیں آؤ!
حجابِ نور اٹھاؤ رحمۃٌ للعالمیں آؤ

ربیعُ الاوّلیں کا پاک و خوش منظر مہینا تھا — یہ روشن چاند شرحِ آیتِ "نورِ مبینا" تھا
مبارک بارھویں تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا — شرف کی رات عزت کی سحر، توقیر کا دن تھا
یکایک بجلیاں چمکیں فضائے عرشِ اعلیٰ میں — دعائیں خلق کی پہنچیں حضورِ حق تعالیٰ میں
کھلا بابِ حریمِ رازِ یزدانی، حجاب اٹھے — وہ جلوے تھے جو گم نورِ ازل میں بے نقاب اٹھے
ہوئی پرتو فگن یکبار برقِ وادیٔ ایمن — نئے جلووں سے عبدالمطلب کا گھر ہوا روشن
فرازِ عرش سے اترا عرب کا چاند کعبہ میں — یکایک پڑ گئے چہرے بتوں کے ماند کعبہ میں

نظر صورت جہاں کو خلق کے نوشاہ کی آئی
امانت آمنہؓ کی گود میں اللہ کی آئی

اثر صوتِ ملائک میں ہوا صلِّ علیٰ پیدا — ہوئے محبوبِ حق یعنی محمد مصطفیٰؐ پیدا

۲۶

ہوئے الحمدللہ وہ حبیبؐ کبریا پیدا — کیے اللہ نے جن کے لیے ارض و سما پیدا
خدا کا شکر، وہ تشریف لائے بزمِ ہستی میں — ہوئی جن کے لیے لاریب مخلوقِ خدا پیدا
عیاں جن کا شرف اگلے نبیؑ سب کرتے آئے تھے — ہوئے وہ دورِ آخر میں نبی الانبیا پیدا
عیاں ہوگا دو عالم پر شرف جن کا قیامت میں — ہوئے وہ شافعِ کُل، شافعِ روزِ جزا پیدا
مٹا الحاد و کفر و شرک و باطل جن کے قدموں سے — ہوئے وہ مجتبیٰ، وہ مقتدا، وہ حق نما پیدا
وہ آئے جو فقیروں بے نواؤں کا سہارا ہیں — وہ آئے جن سے ہوتی ہے اُمیدوں میں بقا پیدا

وہ آئے جلوہ گاہِ دہر میں نورِ خدا بن کر
جہانِ معرفت میں جن سے ہے نور و ضیا پیدا

ہوئے نورِ خدا، آئینۂ نورِ خدا پیدا — ہوئے صلِّ علیٰ خیر البشر، خیر الورٰی پیدا
وہ آئے جب تو ہر جانب سے آوازِ سلام آئی — جدھر سے جو صدا آئی، باندازِ سلام آئی
وہ جب آئے تو بزمِ کُن فکاں بھرِ سلام آئی — سلامی بن کے دنیا جانبِ خیر الانامؐ آئی
ہوئے پہلے مشرّف وہ سلامِ حضرتِ رب سے — سلام ان کو کیا جبریلؑ نے پھر پیشتر سب سے
سلام ان کو کیا پھر ہر نبیؐ کی روحِ اطہر نے — سلام ان کو کیا سبُّوحیانِ عرشِ انور نے
سلام ان کو کیا باغِ جناں کے ہر فرشتے نے — سلام ان کی طرف بھیجا جہاں کے ہر فرشتے نے
سلام ان کو کیا حوروں نے، غلماں نے، اَجِنّہ نے — سلام ان کو کیا انفاسِ قلبِ مطمئنّہ نے
سلامی کے غرض نغمے بجے ہر آواز سے پیدا — سلامِ شوق کی تھی یہ صدا ہر ساز سے پیدا

سلام ان پر جو خلّاقِ ازل کے نورِ اوّل ہیں
سلام ان پر خدا کے بعد جو دنیا میں افضل ہیں
(تلخیص)

——— علّامہ ضیاء القادری

عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمْ

مَحَبَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الطبعة الثالثة
١٤٠٧هـ - ١٩٨٧م

طبع بموافقة وزارة الإعلام
المملكة العربية السعودية
رقم ١١١٢/م/ج/ تاريخ ٣٠/٣/١٤٠٥هـ

[ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی کی کتاب "عَلِّمُوا اَوْلَادَکُمْ مَحَبَّةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ علیہ وسلّم" (اپنی اولاد کو سرکارؐ کی محبّت کا درس دو) کا تیسرا ایڈیشن وزارت اعلام سعودی عرب کے زیر اہتمام ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ کتاب ۲۱۸ صفحات پر مشتمل ہے اور دو رنگوں میں چھپی ہے۔ پوری کتاب حُبّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شدید جذبے کے تحت لکھی گئی ہے۔ کتاب جناب منیر احمد غازی ڈائرکٹر جنرل آڈٹ پوسٹ ٹیلیگراف اینڈ ٹیلی فون کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے۔ کتاب کے ایک باب "الاحتفاءُ بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ قارئینِ نعت کی محبتِ سرکارؐ کی نذر ہے ـــــ ایڈیٹر]

الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف

تحریر: ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی
مترجم: محمد طفیل ضیغم

جب تک چاند گردش کرتا رہے گا اور ربیع الاوّل کے مہینے کی بارھویں رات کا چاند آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوتا رہے گا، کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی یاد سے معطر ہوتی رہے گی۔ اور روئے زمین کے ہر خطے میں کروڑوں مسلمان آپ کے میلاد کا روح پرور اور ایمان افروز تذکرہ کرتے رہیں گے اس دن مسلمان بشیر و ہادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور آپؐ کے مناقب وصفات کا بیان کرتے ہیں۔ حضورؐ وہ نبیٔ اُمّی ہیں جن کی ذاتِ اقدس میں تمام صفاتِ کریمہ و کاملہ، اخلاقِ حمیدہ اور شمائلِ عالیہ نے تکمیل پائی۔ اِن صفات اور عادات و اطوار نے اس قدر عروج حاصل کیا کہ وہ ذاتیت سے بلند و بالا ہو گئیں اور ایک اعلیٰ وارفع نمونہ بن گئیں، جیسا کہ خدائے علیم و خبیر نے آپ کی شانِ اقدس میں فرمایا "لاریب، آپ خلقِ عظیم (کے مقام) پر فائز ہیں" (القلم: ۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ولادتِ باسعادت کا بہترین استقبال یہ ہے کہ آپؐ کی سیرۃِ مطہرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس سے نوجوانوں کا رشتہ اُستوار ہو اور بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا خوگر بنایا جائے۔ سیرۃِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے طیّب و طاہر اہلِ بیت، خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کو مشعلِ راہ بنایا جائے اور اُن کی پیروی کی جائے۔

حق تو یہ ہے کہ سال کے مختلف اوقات میں اپنے بچوں کو سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا خوگر بنانا چاہیے لہٰذا میں اپیل کرتا ہوں کہ اس عظیم تاریخ کو اُن کے

قلوب و اذہان میں جاگزیں کیا جائے اور اس کے ساتھ ان کا گہرا تعلق پیدا کیا جائے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ سنّتِ مطہرہ کے ساتھ ان کا رابطہ پیدا کیا جائے اور جہاں تک ان کے ذہن یاد رکھ سکیں، اُن کو سُنّتِ نبویؐ کے مطالعہ کا اسی طرح عادی بنایا جائے جس طرح ہم ان کو قرآنِ کریم کی قراءت کا عادی بناتے ہیں اور اس کے ساتھ ان کا ربط جوڑتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں ہمارا بہترین عمل سنّت کی اِتّباع اور آپ کی پیروی ہے اور صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے عمل کی پیروی ہے۔

میری والدہ ماجدہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتب سیرت کے مطالعے اور مجالس سیرت منعقد کرنے کا عادی بنا دیا۔ میری والدہ پڑھی لکھی تو نہ تھیں لیکن سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ازبر یاد تھی۔ وہ اپنے گھر والوں اور ہمسایوں کو تلقین کیا کرتی تھیں کہ وہ سیرتِ نبویؐ کا علم حاصل کرنے اور اسے پھیلانے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ اسی لیے اگر ہم مختلف وقفوں کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو صرف اس لیے کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم نوجوانوں کا اس کے ساتھ ربط قائم کریں اور انہیں اس کے مطالعے کی ترغیب دلائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو سننے کے لیے اجتماع منعقد کرنا ایک محبوب و پسندیدہ امر ہے اور اسلامی فضا میں اختراعات و انحرافات کے بغیر ان مجالس سیرت کے انعقاد میں بہت سی فضیلتیں ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ذکر ہر وقت ہو رہا ہے اور سیرتِ طیبہ سننے کے ساتھ لوگوں کا تعلق برابر بڑھ رہا ہے۔ صرف ربیع الاوّل کا مہینہ ہی اس کے لیے خاص نہیں اگرچہ یہ وہ ماہِ مبارک ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنم لیا (آپؐ کی ولادت کے مقدس مہینے میں ایک دعوت دینے والا، لوگوں کو قریب لانے، ان کو جمع کرنے، ان کی توجہ مبذول کرانے اور ان کے ذہنوں کا زمانے کے ساتھ تعلق جوڑنے کے زیادہ قابل ہوتا ہے۔ چنانچہ لوگ زمانۂ حال کے ذریعے ماضی کو یاد کرتے ہیں اور حاضرینِ مجلس علم کو ان لوگوں تک پہنچاتے ہیں جو موجود نہیں ہوتے)[1]۔

حقیقت تو یہی ہے۔ اگرچہ میلادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے ساتھ ربیع الاول کے مہینے میں مسلمانوں کا یہ تعلق قائم ہے، تاہم اہلِ علم کسی مخصوص رات کو میلادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن منانے کو سُنّت نہیں سمجھتے اور اس فعل کو ایک ایسی بدعت شمار کرتے ہیں جس کا ارتکاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے نہیں کیا۔ مگر میلادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال ہر وقت اور ہر جگہ واجب ہے، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں کیونکہ خدائے عزّ و جل کا فرمان ہے "بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! اس پر درود اور کثرت سے سلام بھیجا کرو۔" (الاحزاب: ۵۶) بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی سیرت سے فرحت و مسرّت حاصل کرنا ایک مسلمان کے لیے بہت سی بھلائیوں کا موجب ہے اس لیے کہ کافر بھی آپ کی ولادت باسعادت سے فیض یاب ہوا تھا۔ وہ کافر ابولہب تھا۔ اس نے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنی تو بہت خوش ہوا اور اس خوش خبری پر اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں مُرسلاً روایت ہوئی۔ اس کے متعلق حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی فرماتے ہیں "یہ ایک کافر تھا، اس کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی (تَبَّتْ يَدَا)، اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے، وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔ روایت میں ہے کہ پیر کو ہمیشہ اس کا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے کیونکہ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر اسے خوشی ہوئی تھی لہٰذا اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے کہ ساری عمر حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خوش رہا اور ایک موحد کی حیثیت سے اپنے اللہ سے جا ملا۔"

امام بخاری نے صحیح بخاری میں اسے کتاب النکاح میں روایت کیا ہے۔ حافظ ابنِ حجر نے اسے فتح الباری میں نقل کیا ہے، امام عبد الرزاق الصنعانی نے المصنف میں (جلد ۷، ص ۴۷۸)، حافظ نے الدلائل میں، ابنِ کثیر نے السيرة النبوية من البداية میں (جلد ۱، ص ۲۲۴) ابن الدیبع الشیبانی نے حدائق انوار میں (ج ۱، ص ۱۳۴) حافظ البغوی نے شرح السنة میں (ج ۹، ص ۷۶)، ابنِ ہشام اور

سُہیلی نے الروض الانف میں (ج ۵ ، ص ۱۹۲) العامری نے بہجۃ المحافل میں (ج ۱، ص ۴۱) روایت کی ہے بیہقی کہتے ہیں کہ یہ روایت جو اگرچہ ایک مرسل روایت ہے، قابلِ قبول ہے کیونکہ امام بخاری نے اسے نقل کیا ہے اور حافظ جیسے علمائے نے اس پر اعتماد کیا ہے، کیونکہ یہ روایت مناقب وفضائل کے بارے میں ہے اور حلال وحرام پر بحث نہیں کرتی۔ مناقب اور احکام میں حدیث سے استدلال کرنے میں جو فرق ہے اس سے سب اچھی طرح واقف ہیں۔ جہاں تک کفّار کا اپنے اعمالِ صالحہ سے فائدہ اُٹھانے کا تعلق ہے، علماء نے اس پر کلام کیا ہے جس پر تفصیلی گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے۔ اصل حقیقت وہی ہے جو صحیح بخاری میں وارد ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر ابو طالب کا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔

دوم۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یوم ولادت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اس دن آپ اس نعمت کبریٰ اور وجودِ مسعود کا شکر بجا لاتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا اور جس سے ہر شئے فیض یاب ہوئی تھی۔ اس تعظیم کا اظہار آپ روزہ رکھ کر فرماتے جیسا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا" اس دن میری ولادت ہوئی تھی اور مجھ پر وحی کا نزول ہوا تھا" امام مسلم نے صحیح مسلم کی کتاب الصیام میں اس کو روایت کیا ہے۔

آپ کے یوم ولادت منانے کے یہی معنیٰ ہیں لیکن اس کی صورتیں مختلف ہیں مگر اس کا معنیٰ موجود ہے خواہ اس کا مطلب روزہ رکھنا ہو یا کھانا کھلانا، یا آپ کے ذکر خیر کی مجلس منعقد کرنا ہو یا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا ہو اور آپ کی عادات واطوار کے بارے میں سننا ہو۔

سوم۔ آپؐ کی ولادت پر خوشی کا اظہار پسندیدہ اور مطلوب ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فرما دیجیے کہ قرآن اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ نازل ہوتا ہے، اس پر انہیں خوش ہونا چاہیے" (یونس: ۵۸) لہٰذا اللہ تعالیٰ

نے ہمیں رحمتِ الٰہی پر خوش ہونے کا حکم دیا ہے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اور ہم نے تمہیں سب عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (الانبیا: ۱۰۷)

چہارم۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ دینی واقعات کے ساتھ زمانے کے تعلق کا لحاظ کیا کرتے تھے چنانچہ جب وہ زمانہ آتا جس میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہوتا تو آپؐ اس کی یاد اور اس دن، وقت اور مقام کی تعظیم کے لیے موقع حاصل کرتے تھے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس قاعدے کی بنیاد رکھی جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے اور آپ نے یہودیوں کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو اس کے متعلق سوال کیا۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ وہ اس روز اس لیے روزہ رکھتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو نجات دلائی تھی اور اُن کے دشمنوں کو غرق کیا تھا۔ چنانچہ وہ اس دن اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کے شکریے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا" ہم تمہاری نسبت موسیٰ (علیہ السلام) کے زیادہ قریب ہیں۔" چنانچہ آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

پنجم۔ میرے یوم ولادت پر اللہ کے مقربین و مطلوبین کا درود و سلام مجھ پر بھیجا جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے "بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود اور کثرت سے سلام بھیجو" ۲ (الاحزاب: ۵۶)

اس طرح جب بھی چاند نے گردش کی اور ربیع الاوّل کا مہینا طلوع ہوا، میں نے اپنے آپ کو سیرتِ نبویؐ کی مشہور اور اہم کتابوں کے مطالعہ پر وقف کر دیا حتّٰی کہ سائے مغرب سے مشرق کی طرف ڈھل گئے اور تمام جانور شام کو لوٹ آئے اور تمام واقعات کو دہرایا ہے اور ان کی یاد تازہ کی ہے، مثلاً نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور، واقعۂ تحکیم، نیکیوں کی تبلیغ و دعوت، ہجرت، بُت پرستی شرک اور گمراہی کے خلاف تمام کامیاب تاریخی معرکے، اسلامی ریاست کا قیام، حجۃ الوداع اور اور اس کا خطبہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال کی

وجہ سے سلسلۂ وحی کا انقطاع اور آپ کی وفات کے بعد کے واقعات۔

ہاں، میں اس ماہِ مبارک میں جسے میلاد شریف کی وجہ سے دوسرے مہینوں پر امتیازی حیثیت حاصل ہے، تاریخ کو امہاتِ کتب کے مطالعے میں مصروف ہوجاتا ہوں۔ اگرچہ دورانِ سال سیرت کے یہ واقعات آنکھوں سے غائب ہوجاتے ہیں تو وہ ہمیشہ میرے ذہن میں محفوظ ہوتے ہیں، میں ان کا تذکرہ کرتا ہوں، ان سے استفادہ کرتا ہوں اور ان کا سہارا لیتا ہوں۔ میں ان تمام عبرتوں اور نصیحتوں اور زندگی کے رویّوں سے فیض یاب ہوتا ہوں جو سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو تعلیم وارشاد کے طور بتائے ہیں۔

کل میری ایک ہمسائی میرے پاس آئی اور میں اپنے مطالعے میں مستغرق تھا۔ میں جو کچھ پڑھ رہا تھا، اس نے اس پر نظر ڈالی۔ یہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کے متعلق ایک باب تھا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں ابن اسحاق جو سیرت نگاروں کے امام ہیں، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الفیل کے مہینے ربیع الاوّل کی بارھویں شب کو تولّد فرمایا۔"

پھر اس نے سوال کیا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاوّل کے مہینے میں کیوں ہوئی اور رمضان المبارک کے کسی دن کیوں نہیں ہوئی جس میں قرآن کو نازل کیا گیا اور اس کو لیلۃ القدر کے ساتھ زینت عطا کی گئی یا کسی دوسرے حرمت والے مہینے میں آپؐ پیدا کیوں نہیں ہوئے جسے اللہ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے روز ہی سے حرمت وعزت بخشی، یا پھر آپ کی ولادت ماہِ شعبان میں کیوں نہیں ہوئی جس کی پندرھویں شب لیلۂ مبارکہ کہلاتی ہے۔"

میری ہمسائی نے اپنا سوال ختم کیا اور جواب کے انتظار میں میری طرف دیکھا میں نے دوسرے صفحے پر نگاہ ڈالی لیکن مجھے اس سوال کا کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے اس سے غور وفکر کرنے کے لیے کچھ مہلت مانگی۔ میں نے مسلسل اپنے آپ سے پوچھا کہ خالقِ عظیم نے اس عظیم القدر نونہال کو ربیع الاوّل ہی کی بارھویں تاریخ کو اس

نے ہمیں رحمتِ الٰہی پر خوش ہونے کا حکم دیا ہے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اور ہم نے تمہیں سب عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (الانبیا: ۱۰۷)

چہارم۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ دینی واقعات کے ساتھ زمانے کے تعلق کا لحاظ کیا کرتے تھے چنانچہ جب وہ زمانہ آتا جس میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہوتا تو آپؐ اس کی یاد اور اس دن، وقت اور مقام کی تعظیم کے لیے موقع حاصل کرتے تھے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس قاعدے کی بنیاد رکھی جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے اور آپ نے یہودیوں کو یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو اس کے متعلق سوال کیا۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ وہ اس روز اس لیے روزہ رکھتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو نجات دلائی تھی اور اُن کے دشمنوں کو غرق کیا تھا۔ چنانچہ وہ اس دن اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کے شکریے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا" ہم تمہاری نسبت موسیٰ (علیہ السلام) کے زیادہ قریب ہیں۔" چنانچہ آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

پنجم۔ میرے یومِ ولادت پر اللہ کے مقربین و مطلوبین کا درود و سلام مجھ پر بھیجا جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے "بےشک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود اور کثرت سے سلام بھیجو" (الاحزاب: ۵۶)

اس طرح جب بھی چاند نے گردش کی اور ربیع الاوّل کا مہینا طلوع ہوا، میں نے اپنے آپ کو سیرتِ نبویؐ کی مشہور اور اہم کتابوں کے مطالعہ پر وقف کر دیا حتیٰ کہ سائے مغرب سے مشرق کی طرف ڈھل گئے اور تمام جانور شام کو لوٹ آئے اور تمام واقعات کو دہرایا ہے اور ان کی یاد تازہ کی ہے، مثلاً نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور، واقعۂ تحکیم، نیکیوں کی تبلیغ و دعوت، ہجرت، بُت پرستی شرک اور گمراہی کے خلاف تمام کامیاب تاریخی معرکے، اسلامی ریاست کا قیام، حجۃ الوداع اور اور اس کا خطبہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال کی

وجہ سے سلسلۂ وحی کا انقطاع اور آپ کی وفات کے بعد کے واقعات۔

ہاں، میں اس ماہِ مبارک میں جسے میلاد شریف کی وجہ سے دوسرے مہینوں پر امتیازی حیثیت حاصل ہے، تاریخ کو امہات کتب کے مطالعے میں مصروف ہوجاتا ہوں۔ اگرچہ دورانِ سال سیرت کے یہ واقعات آنکھوں سے غائب ہوجاتے ہیں تو وہ ہمیشہ میرے ذہن میں محفوظ ہوتے ہیں، میں ان کا تذکرہ کرتا ہوں، ان سے استفادہ کرتا ہوں اور ان کا سہارا لیتا ہوں۔ میں ان تمام عبرتوں اور نصیحتوں اور زندگی کے رویّوں سے فیض یاب ہوتا ہوں جو سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو تعلیم و ارشاد کے طور بتائے ہیں۔

کل میری ایک ہمسائی میرے پاس آئی اور میں اپنے مطالعے میں مستغرق تھا۔ میں جو کچھ پڑھ رہا تھا، اس نے اس پر نظر ڈالی۔ یہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ پیدائش کے متعلق ایک باب تھا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں ابنِ اسحاق جو سیرت نگاروں کے امام ہیں، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الفیل کے مہینے ربیع الاوّل کی بارھویں شب کو تولّد فرمایا۔"

پھر اس نے سوال کیا کہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاوّل کے مہینے میں کیوں ہوئی اور رمضان المبارک کے کسی دن کیوں نہیں ہوئی جس میں قرآن کو نازل کیا گیا اور اس کو لیلۃ القدر کے ساتھ زینت عطا کی گئی، یا کسی دوسرے حرمت والے مہینے میں آپ پیدا کیوں نہیں ہوئے جسے اللہ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے روز ہی سے حرمت و عزت بخشی، یا پھر آپ کی ولادت ماہِ شعبان میں کیوں نہیں ہوئی جس کی پندرھویں شب لیلۂ مبارکہ کہلاتی ہے۔"

میری ہمسائی نے اپنا سوال ختم کیا اور جواب کے انتظار میں میری طرف دیکھا میں نے دوسرے صفحے پر نگاہ ڈالی لیکن مجھے اس سوال کا کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے اس سے غور و فکر کرنے کے لیے کچھ مہلت مانگی۔ میں نے مسلسل اپنے آپ سے پوچھا کہ خالقِ عظیم نے اس عظیم القدر نونہال کو ربیع الاوّل ہی کی بارھویں تاریخ کو اس

دنیا میں بھیجنے کا فیصلہ کیوں کیا ؟ اس میں ضرور اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمتِ بالغہ پائی جاتی ہے۔ لہذا اس پر غور و خوض کرنا ہمارا فرض ہے تاکہ ہم اس کی معرفت کا شرف حاصل کر سکیں اور اس سے استفادہ کر سکیں۔

میں سیرت کی امہاتِ کتب کی ورق گردانی کرتا رہا اور اس حکمتِ بالغہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے علماء، مورخین اور محققین کے اقوال کا مطالعہ کرتا رہا۔ کئی کئی گھنٹوں کی مسلسل بحث کے بعد کتبِ سیرت نے مجھے اس کا جواب یوں دیا۔

پہلی وجہ :

حدیث میں ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے پیر کے روز درخت کو پیدا کیا[۳] اس روایت میں ایک بہت بڑی نصیحت مضمر ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام وسائلِ رزق میں میوہ جات اور عمدہ چیزوں کو پیدا کیا ہے جن پر انسانی زندگی کی بنیاد ہے جو ہر درد کی دوا ہیں اور جن کی دید سے انسانی دل مسرت محسوس کرتے ہیں تاکہ انہیں خدائے دانا و حکیم کی حکمت کے مطابق ہر اس چیز کو حاصل کرنے میں اطمینان ہو جس پر اُن کی بقا کا انحصار ہے۔

چنانچہ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت تمام کائنات کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے[۴] اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پیر کا دن ایک مبارک دن ہے جسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا شرف حاصل ہے۔ پیر کے بارے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا " یہ وہ دن ہے جس میں مَیں تولّد ہوا" یا آپ نے فرمایا " اس روز مجھ پر قرآن نازل ہوا" [۵]

یعقوب بن سفیان ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز پیدا ہوئے۔ اسی روز منصبِ نبوت پر فائز ہوئے اور پیر ہی کو حجرِ اسود رکھا گیا"

دوسری وجہ

ربیع الاول میں آپؐ کی ولادتِ شریف میں اس شخص کے لیے ایک واضح اشارہ

ہے جو اسے اس ماہ کی کلمۂ ربیع کے مصدر سے نسبت کے حوالے سے سمجھتا ہے کیونکہ اس میں اُمتِ مسلمہ کے لیے نیک شگونی، بھلائی اور خوشخبری پائی جاتی ہے۔

شیخ الامام ابو عبد الرحمٰن الصقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہر آدمی اپنے نام سے ایک حصہ رکھتا ہے۔ اس اصول کا اطلاق اشخاص پر بھی ہوتا ہے اور دوسری چیزوں پر بھی۔ چنانچہ موسم ربیع میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی نعمتیں زمین کا سینہ چیر کر باہر نکل آتی ہیں اور رزق کے ذخائر جن پر انسانوں کی زندگی اور معیشت اور ان کے احوال کی بہتری کی بنیاد ہوتی ہے، میسر آجاتے ہیں۔ اس میں بیج اور گٹھلیاں اور انواع و اقسام کے پودے پھوٹ پڑتے ہیں۔ چنانچہ یہ منظر ہر دیکھنے والے کو خوشی بخشتا ہے اور زبانِ حال سے ان کھیتوں کے پکنے کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی نعمتوں کے آغاز پر مسرت و شادمانی کی طرف ایک بہت بڑا اشارہ مضمر ہے۔

چنانچہ اس مہینے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کئی اشارے لیے ہوئے ہے جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا ہے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان قدر و منزلت کی تعریف و توصیف کی طرف ایک اشارہ ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کائنات کے لیے ایک خوشخبری ہے اور لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کے خطرات کے مقابلے میں ایک رحمت ہے۔ اس میں بھی بڑی حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ آپ نے انسانیت کو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ "اور بے شک تم سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔"[1] (الشوریٰ: ۵۲)

تیسری وجہ

یہ آپ کی شریعتِ مطہرہ میں بھی عمدہ مہینا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ فصلِ ربیع سب سے اچھا اور معتدل موسم ہے۔ اس میں کپکپا دینے والی سردی ہوتی ہے، نہ جھلسا دینے والی گرمی۔ اس کی نہ رات لمبی ہوتی ہے، نہ دن اور یہ موسمِ خزاں، جاڑے

اور گرمیوں کے موسموں کی تمام بیماریوں سے پاک ہوتا ہے بلکہ لوگ اس میں نئی زندگی اور جوش و ولولہ پاتے ہیں۔ ان کی راتیں یادِ الٰہی میں قیام اور ان کے دن روزے کے لیے سازگار رہتے ہیں۔ یہ فضا رحمت و شفقت کی شریعت کے مطابق ہے جسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے۔'' ؎

چوتھی وجہ

خدائے حکیم و دانا نے چاہا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے زمان و مکاں کو مشرف فرمائے، نہ کہ آپ زمان و مکان کے ذریعے شرف حاصل کریں۔ ایسے زمانے اور مقامات بھی ہیں جن کو براہِ راست فضیلت اور عظمت و زینت بخشی گئی ہے۔ وہ زمانے اور مکان اس سے مستثنیٰ ہیں جن کو اس وجہ سے عزت و احترام حاصل ہے کہ اس میں کثرت سے عبادات و اعمالِ صالحہ کیے جاتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ چنانچہ اگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا حُرمت والے مہینوں یا شعبان مبارک میں پیدا ہوتے تو بعض نا سمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہو جاتے کہ آپ کو جو عظمت و شان حاصل ہے، وہ اِن مہینوں کی فضیلت اور قدر و منزلت کی وجہ سے ہے۔ لیکن خالقِ حکیم جلّ جلالہٗ نے چاہا کہ آپ کی ولادت ماہِ ربیع الاول میں ہو، تا کہ وہ آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے شرف و بزرگی حاصل کرے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جشنِ میلادِ نبوی ﷺ کی بدولت خدائے علی و قدیر کی عنایات و نوازشات کا اظہار رہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان کو آپ کی خوشخبری سنائی تو اس کی زیبائش و آرائش کی گئی اور آپ کی بدولت گرد و غبار کستوری کی خوشبو بکھیرنے لگا۔

وہ ایسا دن ہے جس کی صبح زمانے پر فخر کرتی ہے اور جس کی شان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت روشن اور منور ہے۔

اِس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانا حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کو زندہ کرنا ہے۔ جب میلاد علم و عظمت کی مجالس میں

منایا جاتا ہے اور اسلامی آداب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے تو اہلِ علم اس کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ربط پیدا ہوتا ہے۔ اور آپؐ کے معجزات، عادات واخلاق اور سیرت وکردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی سیرت کی پیروی کرنے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ آپ ہمارے آقا وسردار ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات وخصائل اور آپ کی صفات کی معرفت آپ پر ایمان کو مستحکم بناتی ہے۔

سیرۃِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ دولتِ ایمان سے بہرہ ور دلوں میں آپ کی محبت کو اور راسخ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کریم میں فرماتا ہے "ہم تمہیں انبیاء کے قصے سناتے ہیں جن کے ذریعے سے تمہارے دل کو مضبوط بناتے ہیں۔"

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اسلام پر قائم رکھ، ان میں ایمان کی جڑوں کو گہرا فرما اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دولت عطا فرما۔

حواشی:

۱۔ سید ڈاکٹر محمد علی علوی مالکی۔ حول الاحتفال بالمولد النبویؐ

۲۔ ایضاً

۳۔ مسند احمد۔ ۲/۲۲۷

۴۔ سبل الھدی والرشاد۔ از امام محمد یوسف الصالحی۔ ج ۱، ص ۴۰۶

۵۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام۔ حدیث نمبر ۱۹۷؛ مسند احمد ۲/۲۰۰؛ سنن ابی داؤد ۱/۱۴۱

۶۔ سبل الھدی والرشاد۔ امام محمد یوسف الصالحی ج ۱، ص ۴۰۶۔

۷۔ ایضاً۔ ج ۱، ص ۴۰۷

ترجمہ: جناب محمد طفیل ضیغم
اسسٹنٹ ڈائرکٹر
پوسٹ ٹیلیگراف وٹیلیفون آڈٹ، لاہور

سویرا ہو گیا

اے مسلمانو! مبارک ہو نویدِ فتح یاب
لو وہ نازل ہو رہی ہے چرخ سے اُمّ الکتاب
وہ اٹھے تاریکیوں کے بامِ گردوں سے حجاب
وہ عرب کے مطلعِ روشن سے اُبھرا آفتاب
گُم ضیائے صبح میں شب کا اندھیرا ہو گیا
وہ کلی چٹکی، کرن پھوٹی، سویرا ہو گیا

زلف کا پیغام پھر بادِ صبا دینے لگی
پھر زبانِ گُل صدائے مرحبا دینے لگی
شہپرِ جبریل کی جنبش ہوا دینے لگی
صبح لہرا کے چلی، شب راستا دینے لگی
مہر کا زرّیں سفینہ آسماں کھینے لگا
چرخ پر دریائے نور انگڑائیاں لینے لگا

خسروِ خاور نے پہنچا دیں شعاعیں دور دور
دل کھلے، شاخیں ہلیں، شبنم اُڑی، چھایا سرور
آسماں روشن ہوا، کانپی زمیں پر موجِ نور
پَو پھٹی، دریا بہے، سنکی ہوا، چہکے طیور
نورِ حق فاران کی چوٹی کو جھلکانے لگا
دلبری سے پرچمِ اسلام لہرانے لگا

گرد بیٹھی کفر کی، اٹھی رسالت کی نگاہ
گر گئے طاقوں سے بُت، خم ہو گئی پشتِ گناہ
چرخ سے آنے لگی پیہم صدائے لا اِلٰہ
ناز سے کج ہو گئی آدم کے ماتھے پر کُلاہ
آتے ہی ساقی کے، ساغر آ گیا، خُم آ گیا
رحمتِ یزداں کے ہونٹوں پر تبسّم آ گیا

جوش ملیح آبادی

آمدِ مصلحِ عالم ﷺ

اُٹھ رہے ہیں چشمِ بیتاب نظارہ سے حجاب — چھٹ رہے ہیں مطلعِ فکر و تجسس سے سحاب
ہو چلیں ذوقِ تصور کی نگاہیں کامیاب — رُخ سے لیلائے تمنا نے الٹ دی ہے نقاب

روشنی ہے آرزو و شوق کی قندیل میں
جلوہ گر ہے ایک صبحِ پُرضیا تخییل میں

جس کی آمد باعثِ بیداریٔ انساں، وہ صبح — جس نے عالم کو دکھایا جلوۂ ایماں، وہ صبح
قصۂ روز و شبِ کونین کا عنواں، وہ صبح — ساتھ تھا جس کے درودِ رحمتِ یزداں، وہ صبح

ہاں وہ صبحِ پُرضیا، سرکارؐ جب تشریف لائے
اِس جہاں میں احمدِ مختار جب تشریف لائے

احمدِؐ مختار، مختارِ نظامِ کائنات — احمدِؐ مختار، ہادی و امامِ کائنات
احمدِؐ مختار، روحِ صبح و شامِ کائنات — احمدِ مختار پر لاکھوں سلامِ کائنات

اے کہ پتھر کو زباں دیتی ہے تیری اک نظر
اے کہ تیرے اک اشارے سے ہوا شق القمر

شافعِ روزِ قیامت، رحمۃ للعالمیں — صاحبِ لولاک، مہمانِ سرِ عرشِ بریں
فخرِ عیسیٰؑ، نازشِ آدمؑ، امام المرسلیں — واقفِ رازِ نہانِ اوّلین و آخریں

رہبرِ لطفِ سراپا سیدِ خیر الانامؐ
برگزیدہ ہادیٔ عالی نسب، عالی مقام

رنگ بدلا تھا بہت کچھ گلشنِ ایجاد نے گُل کھلائے تھے جہاں میں ظلم نے، بیداد نے
گھیر رکھّا تھا دلوں کو کفر نے، الحاد نے انتہا کو چھو لیا تھا فتنۂ شدّاد نے
آدمی کے ذہن پر حیوانیت کا راج تھا
عالمِ انسانیت پر شیطنت کا راج تھا

پس رہی تھی جہل کی چکّی میں یوں نوعِ بشر مطلقاً باقی نہ تھی کوئی تمیزِ خیر و شر
اپنے ہی اوہام کے رکھّے تھے بُت ہر گام پر نظمِ تہذیب و تمدّن منتشر، زیر و زبر
اپنی اولادوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے لوگ
دشمنی میں آدمی کا خون پی لیتے تھے لوگ

یہ زمانہ تھا کہ شمعِ آگہی روشن ہوئی آ گئی یعنی رُخِ انسانیت پر تازگی
روحِ انساں کو ملا آخر قرارِ واقعی آفتاب ابھرا، شبِ کفر و جہالت ڈھل گئی
موج زن ہر دل میں اک دریائے ایماں کر دیا
سیّد الابرارؐ نے انساں کو انساں کر دیا

آپؐ کے صدقے میں کتنے انبیا پیدا ہوئے اہلِ دل پیدا ہوئے، اہلِ وفا پیدا ہوئے
بوذرؓ و بوبکرؓ اور شیرِ خداؓ پیدا ہوئے محسنِ اعظم شہیدِ کربلاؓ پیدا ہوئے
پھول ہر سُو گلستانِ دہر میں کھلنے لگے
گوشے گوشے میں جہاں کے اہلِ حق ملنے لگے

آج پھر انسان ہے آمادۂ غارت گری پھر بساطِ دہر میں پھیلی ہوئی ہے ابتری
خود پرستی، خود ستائی، خود نمائی، خودسری عام ہے دنیا میں رسمِ کمتری و برتری
پھر عطا ہم عاصیوں کو جذبۂ ایمان کر
اے خدائے ذوالمنن کے آخری پیغامبرؐ!

منظر غازی آبادی

★ ظہورِ قدسی

نعتیہ نثر پارے

تحریر: پروفیسر محمد اقبال جاوید، گوجرانوالہ

جس طرح "قامتِ زیبا" کسی سروِ رواں کی قیامت آفرینیوں کا غمّاز ہوا کرتا ہے، اسی طرح کسی صاحبِ اسلوب نثر نگار کی تحریر خود بولتی ہے کہ وہ کس قلم کے خرامِ ناز کا حاصل ہے، صاحبِ طرز کہتے ہی اس کو ہیں جو لاکھوں میں ایک ہو اور ہزاروں میں پہچانا جائے اور جسے لُٹ جانے کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ جس کے پاس جو ہو وہ اُس کا اپنا ہو اور جس کا فکری گداز اُس کی شخصی بصیرت سے ہم آہنگ ہو گیا ہو۔ شبلی نے محمد حسین آزاد کو اسی لیے "خدائے اردو" کہا تھا کہ آزاد کی نثر شعر کو شرماتی، تخیّل کو گرماتی اور روح کو تڑپاتی چلی جاتی تھی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سر سید معقولات کے بغیر، نذیر مذہب کے بغیر، شبلی تاریخ کے بغیر، حالی سوانح نگاری کے بغیر نامکمل سے ہیں لیکن آزاد کا اسلوب اُن کا اپنا ہے، اُنہیں اپنی عظمت کے لیے کسی چیز کے چھن جانے کا ڈر نہیں ——— ادب کو کسی نے "آسمانی دوشیزہ" کہا تھا جس کا کام منتر پھونکنا اور ارضی برائیوں کو مٹانا ہے۔ منتر پھونکنے سے مراد تاثر کی وہ کیفیت ہے جو دل میں تیر بن کر ترازو ہو جاتی ہے مشاہدات و واردات کے حسین اظہار کا نام ادب ہے۔ گویا ادب ایک حقیقت ہے اور حقیقت بہر نوع حُسن ہوا کرتی ہے اور حُسن، نگاہوں سے خود بخود لپٹتا اور بے ساختہ دل میں اُتر جاتا ہے۔ ایک خوبصورت تحریر قاری کو قدم قدم پر دعوتِ لغزش دیا کرتی ہے ——— بے اختیاری اور خودسپردگی کا ایک والہانہ پن سا ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ

کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

ورنہ کتنے ہی "بانحلّص" حضرات ہیں کہ اُن کے "نثر نما اشعار" پڑھ کر، نہ دل کیف پاتا ہے نہ روح وجد کرتی ہے اور دورِ حاضر کی علمی کم مائیگی کا المیہ یہ ہے کہ تمام تر بے کیفیوں کے باوجود بھی ان اشعار میں "غزل" ڈھونڈی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف کتنے ہی صاحبِ قلم ہیں کہ اُن کے نثری جملوں پر بھی تغزّل کی ایمائیت جھومتی ہے، جبکہ رونا اس بات کا ہے کہ اِس اندازِ تحریر کو ٹکسال باہر ٹھہرایا جاتا ہے۔

یہ تمہید قلم سے بے ساختہ اس لیے نکل گئی کہ مقصود اردو کے بعض صاحبِ اسلوب نثر نگاروں کے اُن ادبی شہ پاروں کا تذکرہ ہے جو ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر آتے ہی اُن کے قلم سے موتیوں کی طرح بکھرے، کلیوں کی طرح مسکرائے، پھولوں کی طرح مہکے اور ستاروں کی طرح چمکے ——— گلوں کی یہ انجمن اور ستاروں کی یہ کہکشاں دائمی اور ابدی ہے، کہ یہ اُس وجودِ نازکی تشریف آوری کا تذکرہ ہے جس کا جلوہ صبحِ ازل کی ضَو اور شامِ ابد کی لَو ہے۔ جو تکوینِ کائنات کا ایک دلآویز سبب ہے۔ جس کے پاؤں کی ٹھوکر سے ہزاروں طُور ابھرتے تھے، جس کی رفتارِ جبیں تاریخ کے رُخ موڑتی اور تمدّن کے رُخ نکھارتی چلی جاتی ہے، جس کے نطقِ عنبر فشاں کا فیض ہے کہ آج بھی کون ومکاں کو نکہتیں عرب کے صحرا سے ملتی ہیں، جس کے کوچے کو چھو کر گزرنے والی ہوائے مشکبو سے دل کے غنچے نمو پاتے اور روح کے آنگن مسکراتے ہیں۔ جس کے محاسن کی دھنک آج بھی پَرفشاں اور جس کے نقوشِ پا کی چمک آج بھی منزل نشاں ہے ——— یہ اُس وجودِ ذی جُود کی آمد کا ذکر ہے، جس کے مَسکن کی قسم ربِّ دوجہاں کھاتا اور جس کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے اُڑنے والی دُھول اور بکھرنے والے شراروں کو تفہیمِ مطالب کے لیے شاہد بناتا ہے ——— ازل نے اِسی ذاتِ اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نعتیہ ترانوں کی آغوش میں انگڑائی لی، زمانہ انہی ترانوں کے طفیل رواں دواں ہے اور ابد انہی کے لیے گوش بر آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ حیّ وقیّوم ہے اور خدائے لم یزل کے آخری نبی ؐ کے ذکرِ جمیل کو زوال نہیں ہے ———
——— آسمان رفیع وبلند ہے کہ اس نے اِسی آستانِ نبوت کو بوسہ دیا ہے اور زمین ارجمند

ہے کہ وہاں بارگاہِ رسالت تو۔بداماں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس موجوداتِ عالم کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم احسان ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۹/۱۲ ربیع الاول، سلسہ عام الفیل کو موسم بہار میں، دوشنبہ کے دن، صبح صادق کے عین بعد، حضرت آمنہ کی گود میں امین بن کر تشریف لے آنا بھی ایک عظیم ترین واقعہ ہے۔ جو غیر معمولی حالات کے جلو میں جلوہ گر ہوا۔ اُس وقت پوری دنیا ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا ایک عبرت ناک مرقع بن چکی تھی، آپؐ کی آمد کے ساتھ ہی ایوان کسریٰ کے فلک بوس کنگرے زمین بوس ہو گئے، فلسطین کا بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا، فارس کا آتشکدہ بجھ گیا جس کی آگ ایک ہزار سال سے مسلسل فروزاں تھی۔ قیصر اور کسریٰ دونوں کو خواب میں تنبیہ ہوئی کہ سنبھل جاؤ ورنہ تمہارے گرنے اور جھکنے کا وقت آگیا ہے —— رضاعت سے لے کر لڑکپن تک اور لڑکپن سے لے کر عالمِ شباب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال ناظرین سامعین کے لیے اعجاز آفریں اور موجب تحیّر رہے۔ اعلانِ نبوت سے وفات تک آپؐ کا ہر قدم تاریخ ساز، ہر بول ہدایت نما، ہر فعل نقش جاوداں اور ہر نفس خزاں بخت دنیا کے لیے موجِ بہار ثابت ہوا۔ چنانچہ گمراہ انسانیت کے خود ساختہ خدا ٹوٹے اور زندگی کی کہنہ شاخوں سے اُمید و یقین کے غنچے پھوٹے۔ آپؐ ہی کے فیضِ نگاہ سے عقل، صاحب اسرار بنی اور عشق تیغ جوہر دار۔ یوں، ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تاریخی واقعہ ایک وسیع پس منظر بھی رکھتا ہے اور ایک رفیع پیش منظر بھی۔

ولادت باسعادت کے اس اہم تاریخی واقعے کا تذکرہ ہوا اور اُسے رقم کرنے والی کوئی صاحبِ دل اور صاحبِ اسلوب شخصیت ہو تو پھر اس کے خامۂ عنبر شمامہ کی اڑانوں کا جلوہ فی الواقع دیدنی ہونا چاہیے۔ گو خیال کی یہ برنائی اور تحریر کی یہ رعنائی بھی قلم کا اپنا فخر نہیں بلکہ ذکرِ محبوبؐ ہی کی عطا ہے —— کہ نگاہوں میں بصارت ہے تو اُسی ذاتؐ سے، دلوں میں بصیرت ہے تو اسی نام سے، خیال میں زیبائی ہے تو اُسی تصوّر سے، فکر میں حسن ہے تو اُسی جمال سے اور قلم میں نور ہے تو اسی بیان سے

نہ پوچھ معجزۂ مدحتِ شہِ کونین ﷺ
مرے قلم میں ہے جنبش پرِ ہما کی طرح

شبلی نعمانی اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ علم و دانش کی ایک دنیا اُن کے پیکرِ خاکی میں سمٹ گئی تھی۔ اُن کے قلم کا خطیبانہ شکوہ قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اور وہ حُسنِ ادا کے پیرہن میں ضَوریز دلائل کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ (جلد اوّل) ان کی ایک تاریخی کاوش ہے۔ سید سلیمان ندوی راوی ہیں کہ اُن کے والدِ ماجد کو خواب میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرۃ النبی ﷺ پر اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ یہ سیرت مؤرخانہ بصیرتوں کے اعتبار سے کتبِ حوالہ میں شمار ہوتی ہے۔ گو شبلی نے اپنی تحریر میں اعتدال اور سلاست پیدا کرنے کی سعی کی ہے کہ یہ تاریخ نویسی کا تقاضا تھا۔ مگر جب وہ ولادت باسعادت کے مقام پر پہنچے تو اُن کا قلم اہلِ ذوق کو ایک ایسی خوبصورت تحریر دے گیا جو عقیدت اور انشا کی دنیا کا ایک شہ پارہ ہے، تحریر کے تیور دیکھیے:

"چمنستانِ دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں، چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزمِ عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔ لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیرِ کہن سالِ دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے، سیارگانِ فلک اسی دن کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ چرخِ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لیے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں، عالمِ قدس کے انفاسِ پاک، توحیدِ ابراہیمؑ، جمالِ یوسفؑ، معجز طرازیٔ موسیٰؑ، جاں نوازیٔ مسیحؑ ——— اسی لیے تھے کہ یہ متاعِ گراں ارزاں، شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہ صبحِ جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے' اربابِ سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے چودہ

کنگرے گر گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ لیکن یہ سچ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں، بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتشِ فارس نہیں، بلکہ جحیمِ شر، آتش کدۂ کفر، آزر کدۂ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بت کدے خاک میں مل گئے۔ شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے ——— توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستانِ سعادت میں بہار آگئی، آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتوِ قدس سے چمک اٹھا ——— یعنی یتیمِ عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہِ حرم حکمرانِ عرب، فرماں روائے عالم، شہنشاہِ کونین ؐ

شمسۂ نُہ مسند ہفت اختراں — ختمِ رسلؐ، خاتمِ پیغمبرانؐ
احمدِ مرسل کہ خرد خاک اوست — ہر دو جہاں بستۂ فتراکِ اوست
اُمّی و گویا بہ زبانِ فصیح — از الف آدمؑ و میم مسیحؑ
رسم ترنج است کہ در روزگار — پیش دہد میوہ، پس آرد بہار

عالمِ قدس سے عالمِ امکان میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوا، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم"

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری، ایک صاحبِ کردار مبلّغِ اسلام تھے۔ رحمۃٌ للعالمینؐ اُن کی ایک ایسی تصنیف ہے، جس میں عقیدت، تاریخی صداقتوں کی انگلی تھام کر چلتی اور محبت، واقعیت کے سانچے میں ڈھل کر دلوں میں اُترتی ہے۔ وہ قابلِ قدر محققانہ اور مؤرخانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں اُس دور کے مسجدِ نبویؐ کے امام نے، عالمِ رؤیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی ہدایت کے مطابق اس مہمانِ بارگاہِ رسالتؐ کی جوتیوں کو اپنے ہاتھوں سے سیدھا کیا تھا۔ آپ کی دعا تھی کہ "اے مولا! مجھے ایسے وقت، اپنے حضور میں بلانا جب میں دنیا کی ہر آلائش سے پاک ہوں"۔ آپ حج بیت اللہ (سنہ ۱۹۳۰ء) سے لوٹ رہے تھے کہ بحری جہاز ہی میں بلاوا آگیا، مولانا اسماعیل غزنوی نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو سمندر کی صاف

لہروں کے سپرد کر دیا گیا۔ اس واقعہ کا ذکر مولانا غلام رسول مہر نے اپنے سفرنامۂ حج کے آخر میں کیا ہے ـــــ ایسے پاکیزہ انسان کا شفاف قلم جب ولادت باسعادت کا ذکر کرے گا تو اس کے جمال کے کمال کا اندازہ کیسے ہو گا؟ ـــــ ایک جھلک دیکھیے:

"جب سورج کی روشنی ذرّہ پر پڑتی ہے تو وہ چمکنے لگتا ہے۔ لیکن اس کی چمک کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سورج بھی اتنا ہی روشن ہے جتنا یہ ذرّہ۔ یہ تحریر حضورؐ کی خوبیاں اتنی ہی دکھلائے گی، جتنی ذرّہ سورج کی روشنی کو دکھلایا کرتا ہے ـــــ بہار کا موسم تھا، صبح صادق کی روشنی پھیل چکی تھی۔ سورج ابھی نہیں نکلا تھا کہ ماہِ ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو سرورِ کائنات پیدا ہوئے۔ دن دوشنبہ کا تھا۔ حضورؐ کے باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ عبودیت حضورؐ کے خون میں شامل تھی۔ حضورؐ کی والدہ مکرمہ کا نام آمنہ خاتون ہے۔ امن کے شکم میں حضورؐ نے پرورش پائی۔ حضورؐ کی دایہ کا نام حلیمہ ہے۔ حلم اور بردباری کا دودھ حضورؐ نے پیا ـــــ آفتاب کی سفید و صاف روشنی کائنات میں نور و حرارت پیدا کرنے والی ہے۔ علماء نے اس روشنی میں سات مستقل رنگ معلوم کیے ہیں۔ اور جب ان ساتوں نے بحکم وحدت بیضا و نقیہ بن کر عالم افروزی کی، تب اس کا نام ضیائے آفتاب ہوا۔ قرآن مجید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراجِ منیر کہا ہے اور یہ بتلا دیا کہ حضورؐ کی ذاتِ گرامی میں ہفت اقلیم عالم کی رہبری کے رنگ جمع ہیں اور جامعیت کا یہ نور ہر ایک نزدیک و دور کا باصرہ افروز و بصیرت افزاء ہے۔"

جب تک قصص القرآن اور بلاغ المبین کے اوراق تابندہ ہیں، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، زندہ ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام دائمی ہے اس لیے اس پیغام کے مبلغ بھی ابدی ہیں۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی ۱۹۳۳ء میں انجمن تبلیغ اسلام کلکتہ سے منسلک ہوئے۔ ابو الکلام آزاد اس انجمن کے سرپرست تھے۔ اس رفاقت نے ان کے ادبی ذوق کو تابندہ تر کر دیا۔ ان کا اسلوب تحریر گو سادہ، رواں اور واقعاتی ہے مگر ایک مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر آتے ہی، ان کا قلم نثر میں مصرعے تراشنا شروع کر دیتا ہے۔

"خدایا، وہ صبح کیسی سعادت افروز تھی۔ جس نے کائناتِ ارضی کو رشد و ہدایت کے
طلوع کا مژدۂ جاں فزا سنایا۔ وہ ساعت کیسی مبارک و محمود تھی جو معمورۂ عالم کے لیے
پیغامِ بشارت بنی۔ عالم کا ذرّہ ذرّہ زبانِ حال سے نغمے گا رہا تھا کہ وقت آپہنچا کہ اب
بنائے ہست و بود کی شقاوت دور اور سعادتِ مجسّم سے عالم معمور ہو۔ ظلمتِ شرک و کفر
کا پردہ چاک اور آفتابِ ہدایت روشن اور تابناک ہو۔ مظاہر پرستی باطل ٹھہرے اور
خدائے واحد کی توحید، حیات قرار پائے ـــــ خدا کے قانونِ ہدایت و ضلالت
نے پھر ماضی کی تاریخ کو دہرایا اور غیرتِ حق نے فطرت کے قانونِ ردِ عمل کو حرکت دی
یعنی آفتابِ ہدایت، بُرجِ سعادت سے نمودار ہوا اور چہار جانب چھائی ہوئی شرک و
جہالت اور رسم و رواج کی تاریکیوں کو فنا کر کے عالمِ ہست و بُود کو علم و یقین کی روشنی
سے منوّر کر دیا۔

النبیُ الخاتم، مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی ایک مختصر سی کتاب ہے مگر اس
کتاب کا حرف حرف بصیرت افروز اور صداقت نشان ہے۔ شاعرانہ لب و لہجے کے ساتھ
ساتھ صداقتوں کو ابھارتے چلے جانا، اسی مردِ حق آگاہ کا کارنامہ ہے۔ یہاں لفظ لفظ
نگینہ ہے اور ہر نگینے کی اپنی اپنی چمک ہے۔ نثر میں اگر "سہلِ ممتنع" کی اصطلاح چل
سکتی تو مثال کے لیے النبی الخاتم کے فقرے کام آتے۔ مولانا کے قلم کی گوہر فشانیاں
کہیں سلگتی آنچ ہیں، کہیں بھڑکتا شعلہ، کہیں برستا بادل، کہیں چمکتی بجلی ـــــ اُن کا
تصوّر قرنِ اوّل میں گھومتا، خیال قرآن سے موتی چنتا اور قلم، تاریخ سے بصیرت لیتا
چلا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"یوں آنے کو تو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر)
کہ بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے لیکن کیا کیجیے، کہ ان میں جو بھی آیا جانے ہی کے لیے آیا۔
پر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لیے آیا، وہی جو اُگنے کے بعد پھر کبھی نہ ڈوبا۔
چمکا اور چمکتا ہی چلا جا رہا ہے۔ بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ چڑھا اور چڑھتا
ہی چلا جا رہا ہے۔ سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا ہی چاہیے کہ جنہیں کتاب دی گئی

اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کیے گئے۔ برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے۔ اور اس کے سوا کس کو ہو سکتا ہے جو پچھلوں میں بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا۔ دُور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پار رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا، جو آج بھی اُسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جائے گا جس طرح کل پہچانا گیا تھا کہ اُسی کے اور اُسی کے دن کے لیے رات نہیں، ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد کی سیاست سے یقیناً ہمیں اختلاف ہے مگر ان کی علمیت ہمارے ادب کا ایک پُرشکوہ سرمایہ ہے۔ اُن کی سوچ کا انداز بھی سب سے الگ تھا۔ اُن کے مزاج کی اُفتاد بھی جداگانہ تھی۔ اور اُن کے قلم کی پُربہار گلکاریاں بھی اُنہی سے خاص تھیں۔ اُن کی تحریر پر ذوقِ سلیم رشک تو کر سکتا ہے مگر کوشش کے باوجود اُس اندازِ نگارش کو اپنا نہیں سکتا۔ اُن کی تحریر ایک لطیف آرٹ ہے یا سحرِ حلال، نیاز فتحپوری نے یونہی نہیں کہا تھا کہ ابوالکلام کا لب و لہجہ اور آپ کا اندازِ بیاں، واللہ مجھ سے تو ودائعِ جاں چاہتا ہے۔ اگر آپ کی زباں میں مجھے کوئی گالیاں بھی دے تو میں اس کو ہر وقت چھیڑا کروں کہ ع کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں۔"

ایک مقام پر میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے آزاد، رنگ و نور کی کہکشاں یوں سجاتے ہیں:

"جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات و نمو کے لیے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں، چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے، ٹھیک اسی طرح روح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لیے ترستی ہے تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کے لیے تڑپنے لگتی ہے۔ یہاں پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیے۔ وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں۔ عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور خدا کے

مۂ حق و صدق کا شجرۂ طیبہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصہ میں بے برگ و بار نظر آنے
تا ہے تو اُس وقت روحِ انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیے۔ یہاں زمین پر
وت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اُسے زندگی بخشتی ہے، وہاں انسانیت ہلاک
ہو جاتی ہے تو خدا کی ہدایت پھر اُسے اٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

عالمِ انسانیت کی فضاءِ روحانی کا ایک ایسا ہی انقلابِ عظیم تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمتِ الٰہی کی بدلیوں کا ایک عالمگیر نمود تھی جس کے فیضانِ عام نے تمام کائناتِ ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

یہ ہدایتِ الٰہی کی تکمیل تھی۔ یہ شریعتِ ربانی کے ارتقاء کا مرتبۂ آخری تھا۔ یہ سلسلۂ ترسیل و نزولِ صحف کا اختتام تھا۔ یہ سعادتِ بشری کا آخری پیام تھا۔ یہ وراثتِ ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ اُمتِ مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لیے یہ حضرت ختم المرسلین و رحمۃ للعالمین محمدؐ بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریروں کو ہوا رُک رُک کر، فضا تھم تھم کر اور ستارے جھک جھک کر سنا کرتے تھے۔ بقول چراغ حسن حسرت "اُن کی تقریر بھی غزل ہوتی تھی"۔ وہ منکرینِ ختمِ نبوت کا اُن کی قبروں تک تعاقب کیا کرتے تھے۔ انہی کی سحر آفرین خطابت نے چودھری افضل حق کی کایا پلٹ دی۔ شاہ جی کے الفاظ ذہنوں کی گرد جھاڑتے اور دلوں کو اجالتے چلے جاتے تھے۔ وہ اپنی ایک تقریر میں ولادت باسعادت کے ذکر کے ساتھ ہی، مقام رسالتؐ کو یوں متعین اور واضح کرتے ہیں۔

"میں حیران ہوتا ہوں کہ خدا نے جس قوم کو آمنہ کا لعل دیا ہو، جسے امام الانبیاء فخرِ رسل، باعثِ کُل، پیغمبرِ آخر الزماںؐ ملا ہو اُسے ادر کیا چاہیے۔

—— پورا قرآن، اسلام، احادیث، ائمہ کی محنت، یہ سجادے، یہ تصوف، یہ بس حضورؐ ہی حضورؐ ہیں، بیچ میں اگر ختمِ نبوت پر بال آ گئے گا تو پوری عمارت

نیچے آگرے گی۔ خدا خدا نہیں رہے گا، لوگ اور ہی بنائیں گے

توحید را کہ نقطۂ پرکار دین ماست
دانی ؟ کہ نکتۂ ز زبانِ محمدؐ است

بلاواسطہ کچھ نہیں ملے گا۔ کعبہ میں جو صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ کی درس گاہ تھا۔ اس میں تین سو ساٹھ پتھر لا رکھے۔ پھر آمنہ بی بی کے ہاں لال آیا اور عبداللہ کا چاند طلوع ہوا تو ان کا گھر صاف ہوا۔ محور ہی اُنؐ کی ذات ہے مجھے کچھ اور سوجھ نہیں سکتا۔

در پہ بیٹھے ہیں تیرے بے زنجیر
ہائے کس طرح کی پابندی ہے

وہ ماں ہی مرگئی ہے جو نبی جنے مشاطۂ ازل نے تیریؐ زلفوں میں کنگھی ہی توڑ دی۔ اب کنڈل تو باقی رہیں گے لیکن کسی کنگھی کی ضرورت نہیں رہے گی دیوانے بن جاؤ۔ عقل کو جواب دے دو۔ ختم نبوت کی حفاظت عقل کا نہیں، عشق کا مسئلہ ہے۔ صحابۂ کرام صحیح معنوں میں دیوانگانِ محمدؐ تھے۔ بس

خدا باتیاں مے پرستی کنند
محمدؐ بگوئید دستی کنند

زندگی کی آزمائشوں نے چودھری افضل حق کے شب و روز کو پُرسوز اور اُن کے قلم کو پُربہار بنا دیا تھا۔ اُن کی تحریر کے صوری حسن میں قاری اولاً کھو سا جاتا ہے اور جب اُسے ہوش آتا ہے تو بصائر و معارف پھلتے، پھولتے اور پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ محبوبِ خدا میں افضل حق نے عشق و ارادت اور تاریخی حقائق کو جوادیبانہ رنگ اور شاعرانہ آہنگ دیا ہے، اس نے اِس مختصر سی کتاب کو اختراعِ فائقہ اور ادب عالیہ بنا دیا ہے ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کرتے ہوئے اُن کا قلم ایک عجیب انداز سے قاری کے ذہنی افق پر تابانیاں بکھیرتا اور دل کی ولولوں کو کیف و سرور کی شفق عطا کرتا ہے:

"بیکی نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ وہ راہ سے

بھٹکی ہوئی آس اور یاس کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی کہ کہیں سے روشنی کی کرن پھوٹے وہ کفر کے اندھیرے میں ڈرتے ڈرتے قدم اٹھا رہی تھی۔ دیکھو وہ چند قدم چل کر رک گئی، سرِراہ دو زانو ہو کر عالمِ یاس میں سینے پر ہاتھ باندھے، گردن جھکائے مصروفِ دعا ہو گئی اور نہایت عجز اور الحاح سے بولی "اے نور و ظلمت کے پروردگار! میں غریب اس پُرہول اندھیرے میں کب تک بھٹکتی پھروں؟ اے آقا! اپنے کرم سے اس نور کا ظہور کر جو ظلمت کدۂ دہر کو منور کر دے۔ وہ نور پیدا کر جو بے بصر کو طاقتِ دید دے دے۔" اس نے آمین آمین کہہ کر سر جھکایا۔ یک بیک اس کے دل میں خوشی کی لہر اُٹھی اور اس کے رخسار، نوشگفتہ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح شاداب نظر آنے لگے۔ کیونکہ اسے قبولیتِ دعا کا القاہو رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ ستاروں سے زیادہ روشن آنکھیں اٹھائیں۔ کفر کی گھٹائیں چھٹ رہی تھیں، افقِ مشرق پر محبت کی کہانی سے زیادہ دلکش پو پھٹ رہی تھی۔ آفتابِ ہدایت کے طلوع کی تیاریاں ہو رہی تھیں —— ۲۰ر اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹ر ربیع الاول دوشنبہ کی مبارک صبح کو قدسی آسمان پر جگہ جگہ سرگوشیاں میں مصروف تھے کہ آج دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا بن کر دنیا میں ظاہر ہو گی۔ حوریں جنت میں تزئینِ حُسن کے لیے بیٹھی تھیں کہ آج صبحِ کائنات کا غازہ نمودار ہو گا جس کے عالمِ وجود میں آتے ہی شرک اور کفر کی ظلمت کافور ہو جائے گی۔"

آغا شورش کاشمیری، شاعرانہ اور خطیبانہ لب و لہجے کے ایک قد آور ادیب تھے۔ احسان دانش نے اُن کو سہارا دیا، تاجور نجیب آبادی نے سنوارا، ابوالکلام آزاد نے شعور بخشا، اقبال نے فکر دیا، ظفر علی نے اس فکر کو سچ و صحیح عطا کی اور عطاء اللہ شاہ بخاری کی صحبت نے ان کو زبان اور اُن کے قلم کو خارہ شگافی کی صلاحیتیں بخشیں مگر اس تقلید و اکتساب سے اُن کی انفرادیت دبنے کے بجائے نکھری اور نکھرتی ہی چلی گئی۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کا سرمایۂ افتخار تھا۔ ختمِ نبوت کے سلسلے میں ان کی جاں گداز سعی اور مخلصانہ استقامت تاریخ کا ایک دلآویز باب ہے۔ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے قلم کو رعنائی اور فکر کو توانائی ملتی تھی۔ وہ ایک

مقام پر ولادتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اس والہانہ سرمستی اور ادیبانہ وقار کے ساتھ کرتے ہیں کہ اُسے پڑھ کر ذوقِ سلیم مدتوں مسحورِ لذت رہ سکتا ہے۔

"سلام پہنچے، آمنہ کے اس لالؑ کو جس نے ہمیں اپنی رحمۃ للعالمینی میں پناہ دی، ہمارے بازوؤں کو کشورکشائی کی طاقت بخشی، ہمارے دلوں کو اپنی خندہ جبینی سے آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگایا، ہمیں ایمان کی لافانی دولت سے مالا مال کیا۔ جس پر قرآنِ کریم ایسی لازوال کتاب نازل ہوئی۔ جو مسکرایا تو چمنستانِ کونین کے پھولوں نے ہنسنا سیکھا۔ جو اُٹھا تو پہاڑوں نے سربلندی پائی۔ جس کے خرامِ ناز سے صبا نے ٹہلنا سیکھا، جس نے کائنات کو نورانی کیا ——— جو نور میں سب سے پہلے ——— اور ——— ظہور میں سب سے آخر تھا ——— جس کی توانائیوں نے ہمیں کائنات کی تسخیر پہ قادر کیا۔ جس نے عرب کے بدوؤں اور حجاز کے ساربانوں کو شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنا سکھایا۔ جس نے عرب و عجم کی تمیز مٹا ڈالی۔ جس نے انسانوں پر انسانوں کی فوقیت کو ختم کیا۔ اور تقوٰی، دیانت، فراست کو انسانی شرف و مجد کی دلیل ٹھہرایا ——— !

سلام پہنچے ——— اُس محسنِ کائنات کو جو کائنات کی تخلیق کا باعث ہے جس کا عشق ہمارا قبلۂ مراد اور کعبۂ ذوق ہے ——— جو تمام نبیوں میں آخری نبیؐ ہے جسؐ کی ختم المرسلینی پر ساڑھے تیرہ سو سال میں کئی رہزنوں نے دست درازی کرنا چاہی لیکن وقت کی غیرت نے انہیں نقشِ آب کی طرح محو کر دیا ——— جو بظاہر گنبدِ خضرٰی میں سو رہا ہے لیکن جس کی چشمِ نگراں ارض و سما کی وسعتوں اور پہنائیوں سے باخبر ہے ——— ہم حقیروں میں اتنی ہمت کہاں کہ حضورؐ کی ثنا کر سکیں۔ یہاں قلم عاجز اور زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔"

یہ اقتباسات ادبِ عالیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں شاعرانہ لطافتوں کی جمالیاتی تب و تاب بھی ہے اور حقائق و معارف کے لولوئے لالا بھی۔ انہیں محض مرصّع تراکیب اور مقفّٰی اظہار کا آمیزہ قرار دے کر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر یہ محض لفظوں کا حُسن ہوتے تو کبھی کے گلدستۂ طاقِ نسیاں بن گئے ہوتے کہ مفہوم کے بغیر لفظ اور

خوشبو کے بغیر پھول اپنے آپ کو تا دیر قائم نہیں رکھ سکتا۔ معنوم کی یہی دلکشی اور خوشبو کی یہی دلربائی ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اگر کسی نمائندہ اقتباس کی ضرورت پیش آتی ہے تو نگاہ اُسی ایک صفحے پر جا ٹکتی ہے جس کا عنوان "ظہور قدسی" ہے ——— آج فارسی اور عربی کے زوال نے اردو سے اس کا حقیقی جمال چھین لیا ہے۔ ادبی نقطۂ نظر سے نئی پود کور ذوق ہو کر رہ گئی ہے ——— حقیقت یہ ہے کہ اس مضمون میں جو "منثور نعتیں" پیش کی گئی ہیں، اُن کے الفاظ لعل و جواہر سے بھی گراں ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے ٹھیک ہی لکھا تھا کہ "جہاں نیا خیال پیدا ہوتا ہے وہاں نیا لفظ خود بخود پیدا ہو جاتا ہے، ہر جان اپنا جسم خود ہمراہ لاتی ہے"، گویا سماوی افکار کے لیے زبان بھی سماوی ہوا کرتی ہے ——— سچا قلم جب سچائیوں کی ترجمانی کرتا ہے تو اس کی نواؤں کو بقائے دوام کی فضیلت مل جایا کرتی ہے ——— ایسی ہی نثری معجز نگاریوں کو پڑھ کر محمد شیر افضل جعفری کی یہ شاعرانہ تعلّی کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگتی ہے۔

چُنتا ہوں رُخِ وقت پہ الہام کی افشاں
اپنا بھی قلم حضرتِ جبریل کا پَر ہے
کیوں زندۂ جاوید نہ ہو میرا تغزّل
میں خضرِ ادب ہوں، مری تخلیق امر ہے

ان نعتیہ نثر پاروں کے خالق منوں مٹی کے نیچے جا چکے ہیں، موت کے ہاتھوں اُن کی آنکھیں بند، نطق چپ اور قلم ساکت ہو چکے ہیں مگر اُن کی تحریریں بول رہی ہیں۔ ان کے ادب پاروں کی تابانیاں، رفعتِ عقدِ ثریا اور سنگینیٔ گردشِ ایام پر خندہ زن ہیں ——— یہ فیض ہے اُس ذاتِ اقدس کا جس کی چوکھٹ پہ وہ ثنا خواں رہے ہیں۔ اور جہاں سے کبھی کوئی مایوس نہیں لوٹا۔ وہاں تو سکوت بھی بار پاتا اور آہوں کو بھی پذیرائی ملتی ہے۔ اُس دربارِ گوہر بار میں تو آنسوؤں کے قطرے بھی حروفِ نیاز بن کر جگمگاتے ہیں۔ وہاں تو اَن کہی بھی سنی جاتی ہے۔ یہ تو پھر عقیدت کے بول ہیں کہ صفحۂ قرطاس پر آج بھی لَو دے رہے ہیں۔ مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم اور صاحبِ قلم دونوں

کو جاوداں کر دیا ہے۔

ہوتا ہے جن میں نامِ رسولِؐ خدا بلند
اُن محفلوں کا مجھ کو نمائندہ کر دیا
سرکارؐ دو جہاں کا بنا کر مجھے غلام
میرا بھی نام تا بہ ابد زندہ کر دیا (مولانا ظفر علی خاں)

مراجع:

۱۔ حیاتِ محمدؐ ــــ محمد حسین ہیکل
۲۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا ــــ سید قاسم محمود
۳۔ رحمۃ للعالمین ــــ محمد سلیمان سلمان منصور پوری
۴۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ۔ جلد ۱۹
۵۔ اسوۂ حسنہ ــــ محمد سلیمان سلمان منصور پوری
۶۔ مہک سیرت نمبر ــــ گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ
۷۔ سفرنامۂ حجاز ــــ غلام رسول مہر
۸۔ "پیشوا" دہلی، رسولؐ نمبر (۱۹۲۹ء)
۹۔ الاسماء الحسنیٰ ــــ محمد سلیمان منصور پوری
۱۰۔ شہیدِ اعظم ــــ سید ریاض علی ریاض
۱۱۔ نوادرات حضرت امیرِ شریعت
۱۲۔ چٹان، سیرت نمبر ــــ آغا شورش کاشمیری
۱۳۔ محبوبِ خدا ــــ چودھری افضل حق
۱۴۔ ولادتِ نبویہ ــــ ابوالکلام آزاد
۱۵۔ ادبستان ــــ خلیقی دہلوی
۱۶۔ النبیؐ الخاتم ــــ مناظر احسن گیلانی
۱۷۔ سیارہ ڈائجسٹ ــــ رسولؐ نمبر
۱۸۔ محاسن کلامِ غالب ــــ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری
۱۹۔ سیرۃ النبیؐ ــــ شبلی نعمانی

عیدِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم مبارک

عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے

مزید نثر پارے

[آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس دنیا میں تشریف آوری، خالقِ کائنات کا امتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے مسرّت و ابتہاج کے اِس موقع پر، ہر آدمی انبساط اور خوشی کا اظہار کرتا ہے، اپنے اپنے انداز میں، اپنے اپنے طریق پر مسلمان ادبا کے قلم اس تقریبِ سعید کی مناسبت سے صفحۂ قرطاس پر سجدۂ شکر کرتے ہیں تو محبّت وارادت کے نشے میں مخمور دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ اہلِ قلم کا ذکر پروفیسر محمد اقبال جاوید نے اپنے مضمون میں کیا ہے "ظہورِ قدسی" ہی کے حوالے سے چند اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں —— ایڈیٹر]

خواجہ حسن نظامی

"ایک سو ایک ضرب اِلَّا اللہ کی سلامی دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ آنکھیں مژگاں کی سناں اور ابرو کی تیغ سنبھالے، ادب سے پتلیاں جھکائے کھڑی رہیں۔ زبان درود کا بینڈ بجائے۔ بدن کی سب رگوں کو حکم دو کہ صلواتی بینڈ میں یک جان ہو کر سُر ملائیں، یہاں تک کہ ہر بُنِ مُو سے نعرۂ "صلّوا علیٰ محمّد" نکلنے لگے۔

روزہ کی عید، حج کی عید، دونوں دست بستہ آئیں اور عیدِ میلاد کا خیر مقدم کریں۔۔۔ غریبوں مظلوموں کے غمگسار، سرکشوں اور ظالموں کے زیر کرنے والے، وہی جن کا نام لینے سے ہمارے خون میں حرارت اور دل میں جوش پیدا ہوتا ہے، ایسے برگزیدہ اور پاکیزہ وجود کے ظاہر ہونے کا وقت ہے کہ آسمان، زمین، شجر، حجر کیف میں ہیں، پھر تم اے مسلمانو! یومِ ولادت کو قومی تہوار کیوں نہیں بناتے؟"

علامہ راشد الخیری

"رات کا دورہ ختم ہو چکا۔ آسمان نے کروٹ بدلی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ریگستان عرب کو سرد کر دیا۔ طائرانِ خوش الحان یتیم عبداللہؓ کی تشریف آوری کا مژدہ چہک چہک کر گانے لگے۔ صبحِ صادق نے رات کی سیاہی دور کی اور نور کی چادر ہر سمت پھیلا دی۔ روشنی اندھیرے پر غالب آئی، صبا اٹھکیلیوں میں مصروف ہوئی اور سر سبز درختوں کی ہری بھری شاخیں فرطِ مسرت سے جھوم جھوم کر آپس میں گلے ملنے لگیں۔ آمنہؓ کے لال (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر زمینی کائنات نثار ہونے کو آگے بڑھی۔ نسیم نے ہزار جان سے قربان ہو کر بساطِ ارضی کو چوما۔ ہوا نے اُس مقدس نام کی تسبیح پڑھی۔ خوش رنگ پھولوں نے مکہ کی خاک اپنی آنکھوں سے ملی اور ملک کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ اس مسرت میں لہلہاتی ہوئی کونپلوں کے ہم آہنگ ہوا۔ آسمانِ عرب نے عبد المطلبؓ کے گھر دار ابن یوسف کے درو دیوار پر روشنی کی بارش کی۔ چمکدار تارے عبداللہؓ کے لختِ جگر پر قربان ہوئے اور مخلوقِ فلکی نے شادمانی کا غلغلہ بلند کیا۔ ہوا معطر ہوئی اور آسمان و زمین مبارکباد وں کے نعروں میں سرگرم ہوئے۔"

سید زاہد حسین رضوی

"چمنستانِ عالم میں ہر طرف بادِ سموم کے جھونکے مصروفِ تباہی تھے۔ ریگزارِ عرب کے ذرّے قتل و غارت گری کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے جھلس رہے تھے۔ پوری کائناتِ انسانی پر جبر و جور کا اندھیرا مسلط تھا۔ انسانی دنیا میں درندگی و بہیمیت پھیلی ہوئی تھی۔ کہیں فتنہ و فساد کی قہر ناکیاں تھیں اور کہیں حرمان و نامرادی کی چیخیں سنائی دیتی تھیں۔ انسان بھیڑیوں اور درندوں کی زندگی بسر کرتے اور وحوش و بہائم کی طرح رہتے تھے۔ عصیان و سرگشتگی کی آندھیوں نے ہر سمت بربادیاں پھیلا رکھی تھیں۔ جن گردنوں کو آقائے حقیقی کے سامنے جھکنا چاہیے تھا، وہ خود تراشیدہ بتوں کے سامنے خم ہو رہی تھیں۔ ہر طرف فتنہ باریاں تھیں اور ہر سو قیامت خیزیاں۔ خیال بھی نہ ہوتا تھا، تصور بھی قائم نہ ہوتا تھا کہ کبھی بزمِ عالم سجائی بھی گئی تھی۔ چرخِ نادر کار

کی کسی گردش نے کبھی اس کرۂ ارض کو بھی نوازا تھا اور چمنستانِ دہر میں بھی کسی دن روح پرور بہاریں کھیلی تھیں ــــــــ کہ یکایک غیرتِ حق نے کروٹ لی، رحمتِ الٰہی کے بحرِ بیکراں میں بندہ نوازیوں کی موجیں بلند ہونی شروع ہوئیں، بندوں کی ضلالت و نامرادی کی طرف معبود کا گوشۂ چشم و کرم مبذول ہوا۔۔۔ چمنستانِ سعادت میں بہاریں کھلنے لگیں اور پرتوِ قدس سے اخلاقِ انسانی کا آئینہ چمک اٹھا یعنی وہ تاریخ آگئی جس کے انتظار میں آفتابِ عالم تاب نے مدت ہائے دراز تک لیل و نہار کی کروٹیں بدلی تھیں، وہ صبح جاں نواز طلوع ہوئی جس کے شوقِ انتظار میں سیارگانِ فلک چشم براہ تھے ـــ شہنشاہِ کونین، تاجدارِ عرفاں، فرمانروائے کائنات، شاہِ عرب، سلطانِ عجم صلبِ عبداللہ سے اور پہلوئے آمنہؓ سے پیدا ہوئے۔ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی کہ ولادتِ نبویؐ کا نور ایک پردۂ ضیا بن کر تمام عالمِ امکاں پر پھیل گیا۔"

مولانا ظفر علی خاں

"جب ابنائے آدم تذلل و تسفل کی انتہائی گہرائیوں میں گر چکے تھے، جب خدا کے بندوں کی گردنیں اصنام و اوثان کے سامنے سجدہ ریزی کے لیے وقف ہو گئی تھیں، جب حریتِ نفس اور آزادیٔ ضمیر کا خاتمہ ہو چکا تھا، جب خدا کے بندے فسق و فجور میں مبتلا ہو کر خدا کے احکام سے غافل ہو گئے تھے، جب انسانیت کبریٰ پر بہیمیت و نفسانیت پورے طور پر غالب آ گئی تھی اور جب اس خطۂ غبرا پر جہالت و ضلالت کی تاریکی پورے طور پر غالب ہو چکی تھی، دنیا کا وہ سب سے بڑا آدمی اور خدا کا سب سے برگزیدہ انسان مبعوث ہوا جس کی جبینِ تابناک سے نورِ حقیقت کی شعاعیں نکل رہی تھیں جس کے سر منزلِ شہود پر قدم رکھتے ہی استعباد و استعمار کی زنجیریں کٹ گئیں۔۔۔ آج کا دن اسی فضلِ مجسم کے دنیا میں آنے کا دن ہے جس کی شان رحمۃ للعالمینی نے سپید و سیاہ اور اصغر و احمر کو اپنی آغوش میں پناہ دی، جس کی رافت و عطوفت کا ابرِ گہر بار تمام دنیا پر برسا اور جس کے نورِ ہدایت سے دنیا کا ہر چھوٹا اور بڑا، رہتی دنیا تک فیض یاب ہوتا رہے گا۔"

چودھری غلام احمد پرویز

"جب زمین گرمی کی شدت سے تمتما اُٹھتی ہے، تمازتِ آفتاب اس کی رگ رگ سے نم زندگی چوس لیتی ہے۔ آسمان کی شعلہ ریزیاں ساری فضا کو دہکتا ہوا انگارہ بنا دیتی ہیں۔ شگوفوں کی گردن کے منکے ٹوٹ جاتے ہیں۔ لالہ کا رنگ اڑ جاتا ہے پتیاں سوکھ جاتی ہیں، شاخیں پژمردہ ہو جاتی ہیں، سرو و صنوبر آتشدانِ ارضی کے دُود کش دکھائی دیتے ہیں، تابندہ چشمے دیدۂ کور کی طرح بے نور ہو جاتے ہیں۔ مرمریں ندیاں خطِ تقدیرِ محکوماں کی طرح بے آب رہ جاتی ہیں۔ وفورِ تپش سے سینۂ کائنات میں سانس رکنے لگتی ہے۔ طائرِ نگاہ تک بھی کاشانۂ چشم میں سمٹ کر رہ جاتا ہے اور بساطِ کائنات کے کسی کونے میں بھی زندگی کی کوئی تازگی دکھائی نہیں دیتی تو یاس و ناامیدی کے اس انتہائی عالم میں مبداءِ فیض کی کرم گستری سے سحابِ رحمت کسان کی آنکھوں کا نور بن کر فضائے آسمانی پر چھا جاتا ہے اور اپنی جواہر پاشیوں اور گہر ریزیوں سے دامنِ ارض کو بھر دیتا ہے۔ مرجھائے ہوئے پھولوں میں چٹکتے ہیں، کلیاں مہکتی ہیں، ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے نفیس و لطیف جھونکے سرسبز و شاداب درختوں کی شاخوں میں لچک اور پھولوں میں یوں جنبش پیدا کر دیتے ہیں، گویا بہار جھول رہی ہے خوشی کے جھولوں میں۔"۔۔۔

لیکن ان مادی تشبیہات و استعارات سے ہٹ کر ذرا دنیائے انسانیت کی طرف آئیے اور دیکھیے کہ وہاں بھی یہی اصولِ فطرت کس طرح عمل پیرا ہے۔ تاریخ کی یادداشتیں اس پر شاہد ہیں کہ اُس وقت عالمِ انسانیت کی خشک سالی اس سے کہیں زیادہ شدید و مہیب تھی جس کا تشبیہی منظر اوپر پیش کیا جا چکا ہے۔ اُس وقت شجرِ زندگی کی ہر شاخ سے نمی خشک ہو چکی تھی۔ تہذیب و تمدن کے پھول وحشت و بربریت کی بادِ سموم سے مرجھا چکے تھے۔ حُسنِ عمل کے زندگی بخش چشمے یکسر خشک ہو چکے تھے۔۔۔۔ یہ وقت تھا کہ فطرت کے اس اٹل قانون کے مطابق جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے، اس افسردگی و پژمردگی کو پھر سے تازگی و شگفتگی میں بدل دیا جاتا۔ چنانچہ اس کے لیے اس

رب ذوالمنن کا سحاب کرم زندہ اُمیدوں اور تابندہ آرزوؤں کی ہزار جنتیں اپنے آغوش میں لیے، ربیع الاوّل کے مقدس مہینے میں فاران چوٹیوں سے جھوم کر آیا اور بلدِ امین کی مبارک وادیوں میں کھل کھلا کر برسا جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہا اُٹھیں ..... بلدِ امین کی گلیوں کا نصیبہ جاگا ..... صحنِ گلستانِ کائنات پر بہار آگئی، ہر طرف مسرتوں کے چشمے ابلنے لگے۔ فلک تعظیم کے لیے جھکا، زمین نے اپنی خاک آلود پیشانی سجدے سے اٹھائی کہ آج اس کی قرن ہا قرن کی دعاؤں کی قبولیت کا وقت آپہنچا تھا۔ وہ آنے والا کہ جس کے انتظار میں زمانے نے لاکھوں کروٹیں بدلی تھیں، آیا اور اس شان زیبائی و رعنائی سے آیا کہ زمین و آسمان میں تہنیت کے غلغلے بلند ہوئے۔ فرشتوں نے زمزمۂ تبریک گایا۔ سدرۃ المنتہٰی کی حدود فراموش شاخوں نے جھولا جھلایا۔ ملاءِ اعلیٰ کی مقدس قندیلوں نے چراغاں کیا۔ کائنات کے ذرّے چمک اٹھے فضائے عالم صلوٰۃ وسلام کی فردوسِ گوش صداؤں سے گونج اٹھی"۔

سید امیر علی

"آپؐ کی ولادت پر بہت سے نشانات ظاہر ہوئے جن سے اقوام عالم نے جان لیا کہ دنیا جہان کا نجات دہندہ آج مبعوث ہوا ہے۔ تاریخ دان مذہبی مناظر کو ان عجیب وغریب نشانات پر بلا دلیل ایمان لاتے ہوئے دیکھ کر ہنستا ہے۔ ایک محقق اور متجسس کے لیے جس کا دل تفکر و تدبر کے قدیم انداز سے ہمدردی رکھتا ہے اور جس کا دماغ ان آیات و نشانات سے جو مسلمانوں کے نزدیک پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر رونما ہوئے، کوئی تعصّب نہیں رکھتا، تاریخی تجزیہ کا محتاج ہے۔ ہم جو اس جدید زمانے میں پیدا ہوئے ہیں، افراد اور قوم کی زندگیوں کے معمولی واقعات میں ایک ناقابلِ مقابلہ قانون کو جاری وساری دیکھتے ہیں۔ پھر کیا تعجب ہے، اگر آج سے تیرہ سو سال پہلے، لوگوں نے کسی قوم کے آثار کے مٹنے میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ کو کام کرتے ہوئے دیکھا اور اسے اس قوم کے اس انجام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پایا جو اُن کے ظلم اور ناانصافی کی بدولت یقینی طور پر ہونے والا تھا"۔ (ترجمہ از منصور احمد)

سوامی لکشمن پرشاد

"......آخر وہ روز سعید اور مبارک گھڑی آپہنچی جس کے انتظار میں زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ بے تاب تھا۔ بہار ابھی کم سن تھی۔ باغ و راغ کے اندر قافلۂ گل آپہنچا۔ حدِ نظر تک زمین کا دامن پھولوں سے پٹا پڑا تھا، نسیم خوشبو سے مہکی ہوئی تھی کہ حضرت عبداللہؓ کے کاشانہ میں وہ مہتاب طلوع ہو گیا جس کی ضیا پاشیوں سے شبِ دیجور کی تاریکیاں اس طرح کافور ہو گئیں جس طرح اس کی علمی نور افشانیوں سے آگے چل کر، جہالت کی تاریکیاں دور ہو جانے والی تھیں۔"

(جسٹس) پیر محمد کرم شاہ

"خیابانِ ہستی اجڑا پڑا تھا۔ خزاں کی چیرہ دستیوں سے گلوں کی نکہت افشانیوں اور عنادل کی نغمہ ریزیوں کی یاد تک بھی گلدستۂ طاقِ نسیاں بن چکی تھی، روشیں ویران تھیں اور آبجوئیں خشک ـــــ جہاں کبھی سبزۂ نودمیدہ جنت نگاہ ہوا کرتا تھا، وہاں خاک اڑ رہی تھی۔ یاس و قنوط کی ایک ہمہ گیر کیفیت طاری تھی کہ اچانک فاران کی چوٹیوں سے ایک گھنگھور گھٹا اٹھی جس کا ہر قطرہ بہار آفریں اور جس کا ہر چھینٹا فردوس بداماں تھا۔ یہ گھٹا برسی اور خوب دل کھول کر برسی، یہاں تک کہ گلزارِ عالم میں پھر آثارِ حیات نمودار ہونے لگے۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر پھر شباب و قوت کی سرمستیاں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ خودداری و عزتِ نفس، شجاعت و ایثار کے افسردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سرِ نو خلعتِ برگ و بار عطا ہوئی۔ قمریوں نے پھر عفتِ قلب و نظر کا نغمہ چھیڑا۔ توہمات و عقائدِ باطلہ کے قفس کی تیلیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں اور ہمائے بشریت کو توحید کی مقدس و معطر رفعتوں سے پھر دعوتِ پرواز آنے لگی۔

دنیا والوں نے اس شوخ و شنگ اور خیرات و برکات سے بھرپور گھٹا کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دلنواز نام سے پکارا۔ عالمِ بالا کے مکینوں نے اسے احمد کہا لیکن حقیقت کی دلفریبیوں سے نقاب اس وقت اٹھا جب اس کے خالق و پروردگار نے اسے اپنی کائنات سے یوں روشناس کیا "وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ"۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

"عالمِ انسانی اندھیروں میں ڈوب چکا تھا۔ کاروانِ زندگی اپنی راہ و منزل کو گم کرکے بھول بھلیوں میں سرگرداں تھا۔ چونکہ جرم و گناہ تاریکی ہی میں نشو و نما پاتے اور کھل کھیلتے ہیں، اس لیے حیاتِ انسانی مجرموں، ظالموں اور استحصالی قوتوں کی محکوم و غلام تھی۔ کوئی فریاد رس و غم خوار نہ تھا۔ رہنما خود گم کردہ راہ تھے۔ تشتت و افتراق اور تضاد و تخالف کی وجہ سے ہر گوشۂ حیات میں فساد برپا تھا۔ حیاتِ انسانی کا وجود شرک و بت پرستی سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ خوف و حزن کے موت افگن سائے پھیل کر کُل حیاتِ انسانی کو محیط ہو چکے تھے۔

روحِ انسانی بلکہ روحِ کائنات ہی مضطرب و پریشان اور آتشِ خوف و حزن میں جل رہی تھی۔ اسے اس نجات دہندہ ہستی کا انتظار تھا جس نے رحمۃ للعالمین بن کر ظہور کرنا تھا۔ وہ عظیم ہستی جو منتظرِ حیات و زمانہ تھی، انسانیت ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام عوالم کے لیے رحمتِ تمام، وہ ختم الرسل اور خاتم النبیین تھی اور اسے دنیا میں ایک عالمگیر و ہمہ گیر حسین و منور اور مثالی و لاثانی انقلاب لانا اور حسین و منوّر مثالی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کرنا تھی جس سے تمام بنی نوعِ انسان نے بالخصوص ابد تک کے لیے مستفید ہونا تھا۔"

صفدر سلیمی

"کسی ایک رہنما اور زعیم کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جاتا ——— اور نہ کیا جا سکے گا ——— کہ اس نے پوری نوعِ انسانی کی نفع مندی اور سربلندی کے لیے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ عالمِ انسانیت کی فلاح و کشاد کا کوئی اجتماعی ضابطہ اور پروگرام تجویز کیا ہو۔ کوئی ایسا معرکہ بروئے کار لایا ہو جس کی بدولت اس کا اپنا ملک یا قوم نہیں بلکہ اولادِ آدم کے عالمگیر نشو و ارتقا کا سامان پیدا ہوا ہو۔

لیکن ریگ زارِ عرب کے جس دُرِ یتیم کا جشنِ میلاد آج دنیا میں منایا جا رہا ہے جس داعیٔ انقلاب کی بارگاہ عظمت میں ہم آج خلوص و نیاز کی نذر پیش کر رہے ہیں،

اس کی داستانِ حیات اور کارفرمائیاں کسی خاص خطۂ زمین اور نسل سے وابستہ نہیں۔ بلکہ اس کی دعوتِ انقلاب میں پوری نوعِ انسانی کی سربلندیوں اور نفع مندیوں کا سامان موجود تھا۔ اس کے نغمۂ حیات نے فاران کی چوٹیوں سے بلند ہو کر فضاؤں میں جو ارتعاش پیدا کیا، وہ پورے کاروانِ انسانیت کے لیے بانگِ رحیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے اولادِ آدم کو جس مقصدِ حیات کی طرف بلایا وہ عربوں کے لیے ہی ابدی خوشگواریوں کی نویدِ جانفزا ثابت نہیں ہوا بلکہ عجم کے شبستان بھی اس کی جلوہ باریوں سے برابر جگمگا اٹھے۔ اس کے مقدس ہاتھوں نے عربوں ہی کی زنجیریں نہیں توڑیں بلکہ ایران و عراق اور روم و شام کی ملوکیت کے بندھنوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے عطا فرمودہ تصوّرِ زندگی نے نوعِ انسانی کی طبیعی زندگی کو ہی حسن و جمال سے آراستہ نہیں کیا بلکہ طبیعی زندگی کی گہرائیوں میں محوِ خواب لازوال صلاحیتوں کو بھی وہ اٹھان عطا کی کہ آدم اپنی فردوسِ گم گشتہ کو پانے اور اس زندگی کے بعد ابدی خوشحالیوں سے مالامال ہونے کے قابل ہو گیا۔"

کوثر نیازی

ربیع الاول کا مہینا پوری تاریخِ انسانی میں ایک غیر فانی اہمیت کا حامل مہینا ہے۔ اس مہینے میں وہ ذاتِ بابرکات پہلوئے آمنہ میں ہویدا ہوئی جس نے تاریخِ انسانی کے دھارے کا رُخ پلٹ دیا۔ جس نے انسانیت کو پستی سے نکال کر عظمت و رفعت کے آسمان پر پہنچایا۔ جس نے دُکھی دنیا کو پیغامِ امن و راحت دیا۔ اُسے دکھوں اور آلام کا مداوا بخشا۔ اس کی ان بیڑیوں کو کاٹا جس میں وہ صدیوں سے جکڑی چلی آ رہی تھی۔ اس کی پُشت پر سے وہ بوجھ اُتارے جس کے نیچے وہ قرن ہا قرن سے دبی جا رہی تھی اور اُسے ایک ایسا اجتماعی نظامِ حیات دیا جس کو اپنا کر وہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتی ہے، اور جس میں رنگ و نسل، وطن اور قوم اور امارت و افلاس کی بنیاد پر کوئی تفریق اور امتیاز نہیں ہے۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) جس وقت پیدا ہوئے، ساری دنیا ضلالت و گمراہی میں سرگرداں تھی، خدائے واحد سے منہ موڑ کر

انسان ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہا تھا۔ ہر انسانی معاشرہ مختلف طبقات میں بٹا ہوا تھا۔ اوپر کا طبقہ زبردست طبقے کا خدا بنا ہوا تھا۔ اخلاقی اور اجتماعی امراض پوری طرح گھر کر چکے تھے۔ ہر طرف جنگل کا قانون رائج تھا اور دھرتی انسان کے خون سے انسان کے ہاتھوں لالہ زار ہو رہی تھی۔ ایسے عالم میں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

سیّد المرسلین کا عالمِ انسانیت پر بلاشبہ یہ احسانِ عظیم تھا اور یقیناً وہ دن بڑا ہی اہم تھا جب یہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اِس عالمِ آب و گِل میں تشریف لائے۔ بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو عیدِ میلاد النبیؐ ہی تمام عیدوں کا مبداء ہے۔ آنحضورؐ کا ظہورِ پُرنور ہوا تو خلقِ خدا کو خدائے تبارک وتعالیٰ کی ہستی کا شعور حاصل ہوا۔ توحید کا اِدراک، وحدانیت کا اِقرار، احکامِ خداوندی کی تعلیم، عبادات کی تفہیم سب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی ذاتِ مقدّس کی مرہونِ منت ہیں۔ رمضان شریف اور اس کی فضیلتیں آنحضورؐ کی وجہ سے ہم پر ظاہر ہوئیں اور انہی فضیلتوں سے متمتع ہونے کے بعد ہم عید الفطر کی مسرتوں کے مستحق ہوئے۔ اِسی طرح آنحضورؐ نے ہی ہمیں حج اور قربانی کے طریقے سکھائے جن کی بنا پر ہمیں عید الاضحیٰ کی خوشیاں نصیب ہوئیں۔ پس جو یوم مبارک عیدین سعیدین کی تقریبات کا مبداء ہے، وہ تو کہیں زیادہ مسرت و ابتہاج کا دن ہے جسے ہم سب سے بڑی عید کا دن کہہ سکتے ہیں۔"

عبد الکریم ثمر

"ابتدائے آفرینش سے لیل و نہار کی ہر گردش نظامِ فطرت کے مطابق اپنے فطری افعال سرانجام دے رہی ہے۔ کائنات کا ہر ذرّہ اپنے محور پر گھوم رہا ہے، آسمان پر ستارے چمک رہے ہیں، رات کی زلفیں ظلمات بکھیر رہی ہیں، سورج حرارت پیدا کر رہا ہے، دریاؤں کا پانی نشیب کی جانب بہہ رہا ہے۔ نسیم خوشگوار کے جھونکے فضائے بسیط میں زندگی کی نزہتیں بکھیر رہے ہیں۔ روش روش پر گلستانِ ہستی بہار آفریں ہے اور تمام ارضی و سماوی عناصر اپنے نشوو ارتقا کے اصول طے کر رہے ہیں کہ وادئ اُم القریٰ کو تمام دلفریبیوں اور جاذبیتوں کا مرکز بنا دیا جاتا ہے۔ رحمتِ خداوندی جوش

میں آتی ہے۔ جناب عبداللہ کی موت کے چار ماہ بعد عروس کائنات کے دلفریب چہرے پر بہارِ جاوداں کے آثار نمودار ہوتے ہیں شگفتہ پھولوں کی پنکھڑیاں شاداب و فرحاں ہیں۔ ستاروں کی خمار آلود آنکھیں ازسرِ نو روشن ہو رہی ہیں۔ آفتاب و مہتاب نور افشاں اور تابناک ہیں۔ افق کا دستِ حنائی زلفِ حیات کی مشاطگی کے لیے آمادہ ہے فضائیں جھوم جھوم کر تزئین میں محو ہیں شبنم دامانِ صبح پر دلآویز موتی بکھیر رہی ہے۔ نسیمِ خوش گوار اپنے دامن میں خوشبو کے معطر قرابے لیے وادیٔ اُم القریٰ کا طواف کر رہی ہے۔ رہگزاروں کی ریت نکھر کر چمک رہی ہے۔ قرمزی شفق اور نیلگوں آسمان پر گہرا سکوت طاری ہے۔ ساری کائنات کسی نیّرِ عالمتاب کے استقبال کے لیے آنکھیں فرشِ راہ کیے منتظر ہے۔ ارض و سما کے سازہائے سرمدی نغمہ بلب ہیں اور فطرت ہمہ تن گوش ہے۔ ——— کہ یکایک عالمِ کون و مکاں میں امید کی ایک کرن پھوٹتی ہے۔ قسامِ ازل کی کرشمہ سازیاں کہ حجازِ مقدس کی بے آب و گیاہ وادی کو قیامت تک کے لیے مرجعِ خلائق اور سجدہ گاہِ قدسیاں بنا دیا جاتا ہے۔

حجاز کی خاکِ پاک شاید قرنوں سے خالقِ کل کے حضور جھولیاں پھیلائے دعائیں کر رہی تھیں۔ آج اس کا دامن ایک انمول رتن سے بھر دیا جاتا ہے شبِ گیتی میں صبح کے آثار نمودار ہوئے تو دفعتہً آسمان سے ملائکہ کا ورود شروع ہو گیا۔"

محمد میاں صدیقی

"جب کائنات کی تر دامنی خشک ہونے لگتی ہے، زمین کا چپّہ چپّہ پانی کے ایک ایک قطرہ کے لیے ترس جاتا ہے، معصوم اور بے زبان پرندے اپنے گھونسلوں میں پیاس کی شدت سے پھڑپھڑانے لگتے ہیں، درختوں اور پودوں کی بے زبانی زبانِ حال سے گرمی و خشک سالی کا ماتم کرنے لگتی ہے۔ کائناتِ ارضی کی تمام تر رعنائیاں مضمحل ہونے لگتی ہیں، اس وقت اِس عالم کا ایک ایک ذرّہ ذرّہ اُمید و بیم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ آسمان کی گرم و خشک فضا کی طرف نظریں اٹھاتا ہے۔ پروردگارِ عالم رافت و رحمت کے نقاب میں آتا ہے اور اپنی کائنات کو مایوسی و نا اُمیدی کے بعد

اُمید کا اور موت کے بعد زندگی کا پیغام دیتا ہے۔

جو پروردگار زمین کی پکار سن کر اسے پانی دیتا ہے، جسم کی بھوک دیکھ کر اسے غذا بخشتا ہے، —— وہ یقیناً روحوں کی تشنگی اور دلوں کی بھوک کے لیے بھی سب کچھ کر سکتا ہے، جب اس کی شانِ ربوبیت درختوں، پتوں اور پھولوں کی پژمردگی نہیں دیکھ سکتی تو بھلا اپنی پیدا کردہ اشرف المخلوق کی روحانی ہلاکت و بربادی کو کیسے دیکھ سکتی ہے۔۔۔۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا، سب سے مبارک اور سب سے اہم دن ہے۔ اس دن کو اُس وقت تک فراموش نہیں کیا جا سکتا جب تک دنیا کو نیکی اور سچائی کی ضرورت ہے اور جب تک دنیا کو سیدھے راستے کی طلب ہے، اس وقت تک اس دن کی یاد ضرور منائی جائے گی۔"

نادر جاجوی

"حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کے سبب تمام عالم تجسیم ہوئے، حضورؐ نے جہاں جہاں قدم رکھا، محبت کی بارگاہیں معطر ہو گئیں۔ جن اشیا کو چھولیا، ان کو عظمتِ بے پناہ نصیب ہوئی۔ آپؐ کے تخیل نے جن چیزوں کو سمو لیا، وہ اوجِ مقدر پر جلوہ افروز ہوئیں، اور جدھر جدھر چشمِ رحمت اٹھی، ادھر ادھر عطائے الٰہی کے دفتر کھل گئے۔ انتخابِ خداوندی کن کن مراحل سے گزر کر ایک نقطے پر مرکوز ہوا ہوگا، کتنے الفاظ نے طہارت کا سہارا لیا ہوگا، کتنے فلسفے دم بخود رہ گئے ہوں گے، کتنی تشبیہات نے دم توڑ دیا ہوگا، کتنے لطیف احساسات مجسّم ہوتے ہوتے رہ گئے ہوں گے، اظہار نے کیا کچھ ہاتھ پاؤں نہ مارے ہوں گے، سرور و کیف نے کیا کیا کروٹیں نہ بدلی ہوں گی۔۔۔۔ دلوں کو وجد نصیب ہو رہا ہوگا، آنکھوں کو ٹھنڈک مل رہی ہوگی، جسم و جاں لُطفِ حیات کے امتحان سے گزر رہے ہوں گے، شوق مچل رہا ہوگا، ذوقِ دید کیفیات کے پُل صراط پر رقص کناں ہوگا، جنابِ رسولِ خدا محبوبِ ہر دوسرا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب دنیا میں تشریف لا رہے ہوں گے، وہ وقت کتنا سہانا، پیارا، روح افزا، دلکشا، نزہت افزا اور درود آگیں ہوگا۔ وہ وقت جس کی ساعتوں کو سعادت کی

لامتناہی خوشبو عطا کی گئی۔''

مراجع :

سرورِ کائناتؐ	از سید امیر علی (مترجم منصور احمد)
عرب کا چاند	از سوامی لکشمن پرشاد
ذکرِ رسولؐ	از کوثر نیازی
رسولِؐ کائنات	از عبدالکریم ثمر
آمنہؓ کا لال	از علامہ راشد الخیری
معراجِ انسانیت	از پرویز
ولادتِ نبویؐ	از میاں محمد صدیقی

" نقوش" لاہور۔ رسولؐ نمبر۔ جلد چہارم

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور۔ میلادالنبیؐ نمبر۔ مئی ۱۹۷۲ء

ماہنامہ "انیس اہلِ سنّت" فیصل آباد۔ میلادالنبیؐ نمبر۔ ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ

ماہنامہ "الجامعہ" جامعہ محمدی شریف، جھنگ۔ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

ماہنامہ "آستانہ" دہلی۔ ستمبر ۱۹۶۱ء

ماہنامہ "ترجمانِ حقیقت"۔ لاہور۔ اگست ۱۹۶۳ء

آئی ہے دنیا میں جم جم عیدِ میلادِ رسولؐ
کھوئے گی دنیا کے سب غم عیدِ میلادِ رسولؐ

ہاں صلائے عام ہے بُشریٰ لکم بُشریٰ لکم
لوٹنا لوٹو مل کے باہم عیدِ میلادِ رسولؐ

ایک پلّے میں یہ دونوں ایک پلّے میں یہ ایک
دونوں عیدوں سے نہیں کم عیدِ میلادِ رسولؐ

تیسرا اِس کا مہینہ، اُن کا دسواں بارھواں
دونوں عیدوں سے مقدّم عیدِ میلادِ رسولؐ

——— حافظ پیلی بھیتی

ولادتِ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء

یں پہ روشنی نہیں فلک پہ روشنی نہیں
بب ضرور اس کا ہے کسی کو آگہی نہیں
محبّتیں کہیں نہیں، عداوتوں کا زور ہے
اذیّتوں کا زور ہے، ضلالتوں کا زور ہے

غنچے میں چٹک رہی، نہ پھول عطر بیز ہے
زاں کے ظلم و جور سے چمن ہی نالہ ریز ہے
اُجڑ چکی ہیں دوستی و آشتی کی محفلیں
معمّہ بن کے رہ گئی ہیں زندگی کی منزلیں

نہ غمکدوں کی ہے کمی نہ میکدوں کی ہے کمی
مصیبتیں ہزار ہیں، مسرّتوں کی ہے کمی
سب اپنے اپنے تنگدل قبیلوں میں بٹے ہوئے
ہیں سب کے دل عداوتوں کے زہر سے پھٹے ہوئے

کسی نے اُٹھ کے لذّتوں سے دامن اپنا بھر لیا
کسی نے تیرِ عیش سے جگر میں چھید کر لیا
تصوّرِ حیات پل گیا اَلم کی گود میں
اَبد کی نیند سو چلا بشر عدم کی گود میں

اَدب کی خامکاریاں، نظر کی خامکاریاں
غرض شمار کیا کریں بشر کی خامکاریاں

زمانہ ہو گیا، اسی ڈگر پہ کائنات ہے
اندھیری رات ہے یہاں وہاں اندھیری رات ہے

مگر یہ آج کیا ہوا کہ ظلمتیں ہی چھٹ گئیں
بساطِ غم الٹ گئی مصیبتیں پلٹ گئیں
مگر یہ آج کیا ہوا سکوں سا دل کو ہو گیا
کہاں گئیں رعونتیں کہاں غرور سو گیا

مگر یہ آج کیا ہوا، ہوا میں گدگدی سی ہے
سموم میں اثر نہیں فضا میں زندگی سی ہے
مگر یہ آج کیا ہوا کہ سہل ہو گئی حیات
خرد کو راز مل گیا نظر نے کہہ دی دل کی بات

مگر یہ آج کیا ہوا طبیعتوں میں ڈر نہیں
کسی بھی کاروبار میں حسود کا گزر نہیں
مگر یہ آج کیا ہوا سرشتِ کائنات کو
کہ اوج بخشنے لگی تصورِ حیات کو

مگر یہ آج کیا ہوا کہ ضو سے زیست نکھر گئی
ضیائے مہرِ سرمدی ہر اک طرف بکھر گئی
یہ سب کو ایک جان سا بنا لیا گیا ہے کیوں
یہ سب کو ایک تار میں پرو دیا گیا ہے کیوں

رگِ حیات میں یہ کیا قرار سا اتر گیا
چمن کا رنگ ریتلی فضا میں کیسا بھر گیا

شگفتہ ہے کلی کلی حسین پھول پھول ہے
یہ روزِ بے مثال ہے ولادتِ رسول ﷺ ہے

کالیداس گپتا رضا (بھارت)

ربیع الاول کا پیغام

تحریر: محمد حسانؔ

صفر کی تیسویں تاریخ شام کے وقت (جبکہ سورج اپنے دراز و ناہموار سفرِ فلک کو طے کر کے دن بھر کی تکان اُتارنے کے لیے آغوشِ شب میں آرام کرنے گیا تھا) یکایک نازک اور پتلی کمر والے قمر نے (جو دو تین رات سے نظروں سے غائب تھا) مغرب بالیوں کھیے، جزیرہ نمائے عرب کی سمت سے سر نکالا، یا نورانی چہرہ سامنے کیا اور مسکرا کر انوکھے انداز میں محبوبانہ طرز سے ابروئے خمدار و چمکدار کو ہلایا۔ انگڑائی لی اور اشاریوں کنایوں سے کہا:

السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہِ یا ایّھا المُسلمون!

میں وہی پارۂ نور ہوں جو ہر ماہ کی اخیر راتوں میں چھُپ کر نکلا کرتا ہوں۔ مجھ میں وہی پہلی سی روشنی ہے، وہی شکل و صورت ہے، مگر آپ کو بحیثیت مسلمان ہونے کے، مجھے خاص عزت سے دیکھنا چاہیے کیونکہ میں ربیع الاوّل کے مہینے کا چاند ہوں جس میں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) نے جنم لیا، ہجرت کی، وفات پائی۔ اور آپ جانتے بھی ہیں کون محمد (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم)؟ وہ جن کی برکت سے دو جہان ایجاد ہوئے، وہ جن کے طفیل سے مجھ میں نور ہے، جن کی مہربانی سے آپ کے دلوں میں ایمان کی روشنی ہے۔ جو سراپا رحمت ہیں۔ جنھوں نے باوجود اُمّی ہونے کے جہان کو توحید کا سبق پڑھایا۔ جن کا پاک اور مقدّس کلمہ عرش پر، فرش پر، ساتوں آسمان پر، زمین و زمان سے لے کر لامکان تک پڑھا جاتا ہے۔ جن کا اسم مبارک سن کر ملائک صلِّ علیٰ کہتے ہیں۔ جن کی پیدائش کے دن کائنات کے ہر ذرّے نے مرحبا و لبّیک کہا۔ جن کے نام میں برکت ہے، رحمت ہے، سُکھ ہے، چین ہے۔ جن کا کام مبارک، نام مبارک، دینِ اسلام مبارک، وہ جو اکیلے تھے مگر عرب کی سرکش اور طاقتور قوموں پر غالب آئے۔ وہ حلیمہؓ کی گود میں دودھ پینے والے، مکّہ میں منادیٔ توحید

کرنے والے، غارِ حرا کے خلوت نشین، لشکروں کے بہادر اور قوی دل سپہ سالار، ادیانِ باطلہ کو نیست و نابود کرنے والے، جنہوں نے خانہ کعبہ کے بتوں کو توڑ کر اشہد ان لآ الٰہ الا اللہ کا شاندار نعرہ بلند کیا۔ جنہوں نے کفر کی ظلمت دور کر کے اسلام کی روشنی برق رو کی طرح آن کی آن میں پھیلا دی۔

وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں بلائے گئے، جنہیں عرشِ اعظم سے آگے، لامکاں کے ایوان میں عزت اور بلندی کی اعلیٰ و ارفع مسند پر بیٹھنا نصیب ہوا۔ وہ جو یتیموں، بیکسوں، بیواؤں اور غلاموں کے حق میں نہایت رحمدل اور مہربان بمنزلہ پدر شفیق کے تھے۔ وہ جو اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی کریمی اور شفقت سے پیش آتے تھے جو اعلیٰ درجہ کے حیادار، پاکیزہ خو اور شریف طبع تھے، جو سب سے بڑھ کر متقی تھے۔ جنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا اور کبھی تکبر نہیں کیا، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

وہ مدینہ منورہ کے اونچے اور عالی شان گنبد میں آرام کرنے والے جس کی خوشنما سبزی مشتاق آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ وہ حجازِ مقدس کے رہنے والے سخی داتا۔ وہ شاندار اور باوقار نبیؐ جن کے کلمۂ توحید نے شرک و کفر کی بنیاد ہمیشہ کے لیے اکھاڑ پھینکی اور ایمان کا محکم جھنڈا نہایت مضبوطی سے گاڑ دیا۔

تو اے مسلم! میری قدر کر، میں وہ ربیع الاوّل کا چاند ہوں جس میں تیرے اس مقبولِ خدا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (جس کی مبارک ذات اور باجُود وجود کے ساتھ تیری نجات وابستہ ہے) میلاد مبارک ہے۔ تو اس پاک و مطہر رسولؐ اور اس کے آل و اصحاب پر درود بھیج، اور اس کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کر۔ ایسا کرنے سے خدا کا فضل و کرم تیرے شاملِ حال رہے گا، تو دنیا میں عزت و آبرو سے بسر کرے گا اور آخرت میں نجات پائے گا۔

والسلام

ماہنامہ طریقت لاہور۔ جنوری ۱۹۱۷۔ ص ۳۶، ۳۷۔

میلادِ نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چھا رہی تھیں جب فضا میں جہل کی تاریکیاں — دہر میں ملتا نہ تھا جب علم کا نام و نشاں
شاہدِ انوارِ حق تھا جب نگاہوں سے نہاں — جب حقیقت ہو چکی تھی دہر سے بے خانماں

بحر و بر میں آندھیوں کا ایک طوفاں تھا بپا
کس قدر پُر ہول تھا وہ منظرِ سیلِ بلا

ہو رہی تھی بے محابا دہر میں دختر کشی — پھر رہی تھی نسلِ انساں کے گلے پر جب چھری
سیکڑوں جانیں تلف کرتی تھی اک رسمِ ستی — جب بسر کرتی تھی دنیا وحشیانہ زندگی

اک ذرا سی بات پر تلوار چل جاتی تھی جب
دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بدل جاتی تھی جب

میکشوں کو کر رہی تھیں خوار جب میخواریاں — فتنہ زا تھیں دہر میں انسان کی بدکاریاں
کس قدر جاں کاہ تھیں یہ روح کی بیماریاں — قابلِ افسوس تھیں اخلاق کی لاچاریاں

نفس کا محکوم تھا دنیا میں ہر چھوٹا بڑا
اتنے بندوں میں کوئی اللہ کا بندہ نہ تھا

چل رہے تھے راہِ باطل پر مجوسی اور ہنود — ہو چکے گمراہ تھے سب، کیا نصاریٰ کیا یہود
جب وجودِ حق سے غافل ہو چکا تھا ہر وجود — شاہدِ رحمت کا کعبے میں ہوا اس دم ورود

چاند فاراں پر چمک کر نور برسانے لگا
حُسن کا دریا عرب میں بہ کے لہرانے لگا

فخرِ آدم رحمۃ للعالمینؐ پیدا ہوئے — گھر میں عبداللہؓ کے ختم المرسلینؐ پیدا ہوئے
انبیا کی بزم کے کرسی نشیں پیدا ہوئے — شاہدِ حق، مالکِ دنیا و دیں پیدا ہوئے

وہ ہوئے پیدا، جہاں جن کے لیے پیدا ہوا
یہ زمیں، یہ آسماں جن کے لیے پیدا ہوا

آپؐ کا ہر فعل تھا بچپن سے فطرت کے قریں — آپؐ کو سارا عرب بچپن سے کہتا تھا امیں
آپؐ کے اخلاق کا انداز اک تھا حسیں — آپؐ کا اخلاقِ حسنہ خُلق میں خُلق آفریں

آپؐ حق گو تھے، امیں تھے، صاحبِ انصاف تھے
آپؐ کی اک ذات میں پیدا سبھی اوصاف تھے

بُت پرستی ایک مدت تک رہا جن کا شعار — ہو گئے تائب حق پرستی کی انہوں نے اختیار
جو خزاں دیدہ چمن تھے، ان میں پھر آئی بہار — چڑھ رہے تھے اب وہ دریا، جن کا کل تک تھا اتار

اُڑ گئی، چھائی ہوئی تھی جو گھٹا ادبار کی
اللہ اللہ جلوہ ریزی آپؐ کے انوار کی

(تلخیص)

——— سید محمد علی آذر جالندھری

پیغامِ میلاد

قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ دورِ حاضر کی ان عظیم شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے مِلت کی بیداری کیلئے اپنی زندگی کی تمام توانائیوں کو وقف کر رکھا تھا۔ آپ ایک بلند پایہ مقرر، ژرف نگاہ مفکر، صاحبِ تدقیق مصنّف، قابلِ اعتماد سیاسی رہنما اور ان سب سے بڑھ کر سچے عاشقِ رسول تھے۔ زیرِ نظر مضمون محض آپ کی ایک رسمی گفتگو ہے جس میں آپ نے محافلِ میلاد کے بنیادی تقاضوں کی طرف توجہ دلائی ہے

ولادتِ نبوی کی تقریب سعید عام تہواروں اور تقریبوں کی طرح محض ایک رسمی تقریب نہیں بلکہ اگر اس تقریب کو اس کے اصل تقاضوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ تقریب عظیم ملتِ اسلامیہ کی حیاتِ اجتماعی کے مقصدی اور بنیادی اقدار و رجحانات کا اظہار و اعلان کرتی ہے۔ نیز اُمت کو اس کے مخصوص قومی مزاج کی طرف متوجہ کر کے اس کے مقاصد حیات یاد دلاتی ہے سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ تقریب کے منانے میں مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف ملکوں میں بسنے والے دُنیا بھر کے مسلمان شریک ہوتے ہیں ۔ یہ شرکتِ عامہ جس میں مشرقی ہونے یا مغربی ہونے، سفید فام ہونے یا سیاہ فام ہونے، مہذب ہونے یا پس ماندہ ہونے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا اور یہ تقریب ہمہ گیر جس میں عربی بھی شامل ہوتے ہیں اور عجمی بھی، افریقی بھی اور ایشیائی بھی۔ اس حقیقت کو آشکار کرتی ہے کہ تمام دُنیا کے مسلمان قوموں اور قلیموں کے اختلاف کے باوجود آج تک ہادیٔ اسلام سے مکمل وابستگی رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی نے اپنے لیے کوئی نیا ہادی اختیار نہیں کیا۔ اس طرح یہ تقریب دُنیا والوں کے سامنے مسلمانوں کی عدیم النظیر وحدتِ قومی کی ایک ٹھوس بنیاد واضح کرتی ہے اور دوسری طرف خود مسلمانوں کو احساس دلاتی ہے کہ یہ ہادیٔ اسلام ہی کا تعلق ہے جو رنگ، نسل، زبان اور وطن کی تفریقات میں جکڑے ہوؤں کو ایک رشتہ میں پروتا ہے۔

لہٰذا سب مسلمانوں کے لیے ہدایت کا منبع و مرکز وہ ہادی ہے جس کی یاد آج تک اس اُمت کو ایک عالمگیر وحدت کی طاقت و کشش اور وابستگی عطا کیے ہے ۔

دل بہ محبوبِ حجازی بستہ ایم
زین سبب با یک دگر پیوستہ ایم

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی تسلیم کرنے کے بعد اس کا یہ لازمی تقاضہ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ اُمت آج بھی اس پیمان کو تسلیم کرتی ہے جو اس نے مدتوں پہلے ہادیٔ اسلام سے باندھا تھا اس ملت نے جو رشتۂ تعلق چودہ سو برس پہلے اپنے عظیم رہنما سے قائم کیا تھا اس کا احترام ان کے دلوں میں آج تک موجود ہے ۔ اگر آج اس رابطہ کے وجود کا اعتراف مسلمانوں میں نہ ہو تو پھر وہ کون سی طاقت ہے جو ان سے اس یادگار منانے کا اس قدر اہتمام کرتی ہے اور وہ کون سا جذبہ ہے جو اس تقریبِ سعید کے موقع پر ان کے دلوں میں ایک بے مثال مسرت کی لہریں پیدا کرتا ہے ۔ اس تقریب کے دو لازمی تقاضوں کا ذکر اوپر ہو چکا ۔ پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانانِ عالم پیغمبرِ اسلام کو آج بھی اپنا ہادی تسلیم کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ اس عہد و پیمان کا بھی انہیں احترام ہے جو ہادیٔ اسلام سے کیا گیا تھا لیکن غفلت اور بدقسمتی یہ ہے کہ اس عہد و پیمان کی حقیقت اور اس کے تقاضے مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں ۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو یہی تقریبِ سعید ہماری اس غفلت کو بھی دور کرتی ہے ۔ اپنے ہادی کی یاد مناتے ہوئے یہ بات قدرتی ہے کہ ان کا عہد و پیمان بھی یاد آ جائے اور اس عہد کے پیشِ نظر جو نصب العین اس قوم کے سپرد ہوا تھا وہ بھی اس پر واضح ہو جاتے کیونکہ ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ یادگار محمد ابنِ عبداللہ ہونے کی حیثیت سے یا تاریخ کا ایک مشہور انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں مناتے بلکہ آپ کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے اور خدا کے بھیجے ہوئے آخری نبی ہونے کی حیثیت سے مناتے ہیں اور رسالت و نبوت کے منصب کی غرض و غایت و نصب العین ہی ہے جو انبیا علیہم السلام کو ان کے خدائے برتر کی طرف سے سپرد ہوا ۔ اس لیے رسولِ اکرم کی یاد منانے والے ان کے نصب العین کو ان کی یاد سے جدا نہیں کر سکتے اور اس یاد کی عظمتوں کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اس یاد کے ساتھ نبوت کے نصب العین کا تصور تازہ ہو جاتا ہے لہٰذا اس موقع پر دو باتوں کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے ۔ ایک یہ چیز بیان کی جائے کہ رسولِ اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین کیا تھا؟ تاکہ ان کی یاد منانے والے ان کے نصب العین کے تقاضوں کو سمجھ سکیں۔ اور ان کی یاد کو محض رسمی طور پر منا کر نہ رہ جائیں۔ دوسری یہ چیز سمجھائی جائے کہ یہ نصب العین رسولِ خدا کو کس قدر پیارا تھا تاکہ اس نصب العین کی اہمیت واضح ہو جائے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نصب العین اس نظامِ حق کو دُنیا میں کامیاب کرنا تھا جس کی ہدایت آپ کو خداوندِ قدوس نے کی اور جس کی روشنی میں پوری زندگی رضائے الٰہی کے سانچوں میں ڈھل جاتی ہے۔ آپ نے بندگانِ خدا کے سامنے اس نظام کی تشریح کی۔ اس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے تمام ملکی وسائل اختیار کیے۔ اس کے راستے میں آنے والی تمام صعوبتوں کا استقلال سے مقابلہ کیا۔ اور بالآخر اس نظامِ حق کو زندگی میں عملاً نافذ کر کے چھوڑا۔ نیز اپنی اُمت پر اس کے استحکام و تحفظ کی راہیں خوب واضح کر دیں۔ حضور اس نصب العین کے لیے بعثت کے دن سے لے کر عمر کے آخری لمحے تک کام کرتے رہے۔ چونکہ یہ مشن آپ کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے سونپا گیا تھا لہٰذا یہی مشن آپ کی زندگی کی متاعِ عزیز ترین تھا۔ آپ اس کو دوست سمجھتے جو اس نظام کو برحق مانتا اور اس سے آپ کے تعلقات کٹ جاتے جو اس نظامِ حق سے مُنہ موڑتا۔ اس نصب العین پر آپ پیاری سے پیاری چیزیں قربان کرتے رہے۔ آپ کی زندگی دُکھوں سے بھر دی گئی، مصائب و مشکلات کے طوفان اُٹھائے گئے۔ بدتمیزی اور دھاندلی کی آندھیاں چلائی گئیں لیکن آپ اپنے موقف سے ہرگز نہ ہٹے۔ وہ دردناک منظر سامنے لائیے جب آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے تھے، گڑھے کھودے جاتے تھے، چھتوں سے کوڑا کرکٹ گرا دیا جاتا تھا، عبادت کرتے ہوئے کبھی کوئی بدبخت آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچتا اور کبھی پُشت مُبارک پر آلودگی ڈالی جاتی نوبت یہاں تک آئی کہ آپ کو اپنے وطن میں جینا مشکل ہو گیا اور قوم والوں نے قتل تک کا فیصلہ صادر کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ سب کچھ کیوں رُونما ہوتا تھا؟ یہی قوم آپ کو صادق اور امین کہتی تھی۔ اب ان کے رویے میں یہ یکسر تبدیلی کیوں آگئی؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ قوم اس نظامِ حق کو برداشت نہیں کرتی تھی جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرماتے تھے۔ اہلِ باطل کی کوشش یہ تھی کہ تکلیفیں دے کر مصیبتوں میں مُبتلا کر کے اور ظلم و ستم ڈھا کر آپ کو اس راستے سے ہٹا دیا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس پیارے نصب العین کو کسی قیمت پر بھی ترک نہ کیا۔

آپ کے ذاتی دُکھوں کے بعد ایک دوسری ناقابلِ برداشت چیز یہ تھی کہ حضور کے

عزیزوں، غلاموں، دوستوں اور اسلام لانے والے ساتھیوں کی زندگیاں اجیرن بنا دی گئیں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتلا مشہور ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمر میں تلواروں اور بھالوں کے گہرے زخم پڑ گئے۔ بہت سے صحابہ اسی طرح کے دکھ سہتے سہتے جامِ شہادت نوش کر گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ اگر میں باطل سے صلح کر لوں تو یہ دورِ ابتلا ختم ہو سکتا ہے بلکہ اس صورت میں دولت رشتے اور اقتدار آپ کے قدم چومتے لیکن آپ قربانیوں میں سے برابر گزرتے گئے اور اپنا کام کرتے رہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی بھی اس قدر پیاری نہ تھی جس قدر اللہ کا عطا کیا ہوا یہ حق نصب العین پیارا تھا۔ سو کیا آج کے مسلمان اس تصور میں ہیں کہ وہ اپنی زندگیاں اس نصب العین کی خدمت سے خالی رکھتے ہوئے ہادیٔ اسلام کی محبت کے دعویٰ میں سچے تسلیم کر لیے جائیں گے۔ کیا ہم صحابہ و اہلِ بیت اطہار سے اونچا مقام رکھتے ہیں کہ وہ تو اپنے محبوب کی رضا کی راہوں میں وطن، مال، اولاد اور جان کی قربانیاں پیش کر دیں اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی کھلی نافرمانیوں کے باوجود محبِ صادق اور عاشقِ زار قرار پائیں۔ باتیں بنانے اور زبانی جمع خرچ کرنے سے حقائق تبدیل نہیں ہو سکتے ہم اپنی زبان کے دعوؤں سے خواہ کچھ بھی بنتے پھریں لیکن حقیقت اور واقعیت کے لحاظ سے یہ کبھی ممکن نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چلنے کے باوجود ان کے غلام شمار کیے جائیں۔ یہ کس قدر رونے کا مقام ہے کہ دنیا کے کروڑوں مسلمان ہر سال اس ہادیٔ اعظم کی یاد جھوم جھوم کر مناتے ہیں لیکن انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان میں سے کسی کے دل میں اس مشن کے واسطے درد کی کوئی لہر نہیں اٹھتی جس مشن کی خدمت میں خود اللہ کے نبی نے اپنی ساری زندگی گزار دی۔

مسلم از سرِ نبی بیگانہ شد　　باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد
سینہ ہا از دولتِ دل مفلس اند　　چشم ہا بے نورِ مثلِ نرگس اند

رسمی طور پر تو یہ تقریب ہر سال منائی جاتی ہے لیکن اس کائنات کو ایک ایسے جشنِ میلاد کا انتظار ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والے غفلت کے بستروں سے کروٹیں لے کر اٹھیں اور شمعِ محمدی کے نور سے مشرق و مغرب میں اجالا کر دیں۔

مسلمانوں کی غفلت اسی صورت میں دور ہو سکتی ہے جب کہ ان کے دلوں میں اپنے پیارے ہادی کے نصب العین کی خدمت کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا ہو جائے۔ یہ جذبہ پیدا

کرنے کے لیے ضروری ہے۔

ہمیں اس نصب العین سے ایسا عشق ہو کہ اس کی خدمت کے بغیر زندگی میں چین نہ آتا ہو۔

ہمیں اس نصب العین کا علم اور اس کی صحیح واقفیت حاصل ہو۔

ہماری زندگی کا نقشہ اس نصب العین کے مطابق ہو۔

مگر آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ان تینوں چیزوں میں صفر کے مقام پر کھڑے ہیں۔ ہم اپنے نبی کی تعلیم سے بے خبر ہیں۔ دینِ اسلام کی حقیقت اس کی روح اور اس کے مزاج سے قطعاً نابلد ہیں۔ جو قوم اپنے نصب العین کو جانتی تک نہ ہو وہ اپنے نصب العین کی خدمت کیا کر سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ خدمتِ اسلام کے نام پر کام کرتے ہیں لیکن اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے کیوں کہ وہ اپنی لاعلمی کی بنا پر کام کا صحیح طریقہ اختیار نہیں کیے ہوتے۔ اس بے خبری کے علاوہ اب ہماری عملی زندگی کا رُخ بھی بدل چکا ہے یعنی ہمارے نصب العین کا رُخ کچھ اور ہے اور عملی زندگی کا رُخ کچھ اور۔ اور ظاہر ہے کہ اس کیفیت میں اسلام کی خدمت مؤثر طریقہ سے نہیں کی جا سکتی۔ اور اپنے مشن سے والہانہ محبت رکھنے کا تو اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ دولت مدتیں ہوئیں ہم سے رُخصت ہو چکی ہے۔ اب تو ہمارے دلوں میں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ ہم کون تھے اور اس دُنیا میں کیا کرنے آئے تھے لیکن ان باتوں کا منشا مایوسی پیدا کرنا نہیں بلکہ سوئی ہوئی قوم کو جگانا اور اسے اس کی منزل کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

دین کیا ہے؛ دین کی تبلیغ و تلقین کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ دین کو زندگی میں عملاً کس طرح نافذ کیا جاتا ہے؟ اور نافذ کرنے کے بعد اسے کس طرح محفوظ اور مستحکم رکھا جاتا ہے؟ ان تمام امور کی رہنمائی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طاہرہ میں موجود ہے اگر ہم اس پر عمل کریں تو ہماری سب پریشانیاں دُور ہو سکتی ہیں۔ اور اسی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہو سکتے ہیں جو ہمارے اسلاف کو عطا ہوئی تھی۔

یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

دنیا میں آج سیدِ لولاک ﷺ آگئے

اُٹھی گھٹا وہ کعبہ کے پردوں سے جھوم کر	وہ چھا گئی فلک پہ فضائیں گئیں نکھر
ہے سرمدی سرور کی بارش جہان پر	لا ایک جام اور پلا ایک ابر بھر
رندوں کی آج عید ہے مستوں کی عید ہے
ساقی حرم کے بادہ پرستوں کی عید ہے

تاریکیوں کا دور دلِ مضمحل گیا	چمکا نصیب کو ہر مقصود مل گیا
ملت کے دل کا غنچۂ افسردہ کھل گیا	ہستی کا چاک دامنِ اُمید سل گیا
وہ نورِ چشمِ آمنہؓ پاک آگئے
دنیا میں آج سیدِ لولاک ﷺ آگئے

ظلمت کدوں کو دہر کے اک روشنی ملی	ہر مضمحل نگاہ کو تابندگی ملی
بیمار زندگی کو نئی زندگی ملی	غم خوردہ و شکستہ دلوں کو خوشی ملی
فیضِ جمالِ ماہِ عرب آج عام ہے
مسرور و شادکام زمانہ تمام ہے

دورِ سرور و کیف کی جلوہ گری ہوئی	کشتِ اُمید سوکھ چکی تھی، ہری ہوئی
زندہ ہے پھر ہر ایک تمنا مری ہوئی	ہے آج ہر فقیر کی جھولی بھری ہوئی
جاگے نصیب، روز ملا عیدِ نور کا
صدقہ ہے یہ ولادتِ پاکِ حضورؐ کا

—— اختر الحامدی

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام

تحریر: نعیم صدیقی (لاہور)

ربیع الاوّل وہ مبارک مہینہ ہے، جس میں دنیا کا سب سے بڑا انسان، سیدِ انسانیت اور محسنِ عالم مکّہ میں پیدا ہوا۔ اور جس کے پیغام نے چند برس میں زندگی کی کایا پلٹ دی۔

تمہیں حق پہنچتا ہے کہ اس کی یاد تازہ کرنے کے لیے جلسے منعقد کرو، کون تمہیں روکنے والا ہے کہ اس کی والہانہ محبّت میں جلوس نکالو۔ تم نعتیں پڑھو، تقریروں اور لیکچروں کا انتظام کرو، اور جس جس طریق سے جائز حدود میں خوشی منائی جا سکتی ہو مناؤ۔ خوشبوؤں اور روشنیوں اور رنگوں کی چار طرف لہریں اُٹھا دو۔

دنیا بھر میں جشنِ میلاد کسی نہ کسی طرح منایا جاتا ہے، صحیح طریقوں سے بھی منایا جاتا ہے، غلط طریقوں سے بھی منایا جاتا ہے، مگر سارے طریقوں میں ایک جذبۂ محبّت کارفرما ہوتا ہے۔ اور یہ جذبۂ محبّت جن بہترین الفاظ میں ڈھل جاتا ہے، وہ ہیں:

اللّٰھم صلِّ علیٰ سیّدنا ومولانا محمّدٍ وّعلیٰ آل سیدنا ومولٰینا محمد و بارك وسلم

ذرا سی تبدیلی

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے، تقریروں اور نعتوں کے اثر سے، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور کام کی یاد سے اثر لے کر تھوڑی سی تبدیلی اپنے دل میں پیدا کرو۔

اتنی تبدیلی کہ جس کے اثر سے تم اپنی ہستی کے گرد چڑھے ہوئے گندگی کے اس

خول کو اُتار پھینکو جس کو غلطی سے تم نے سرمایۂ عزت سمجھ رکھا ہے۔

تم نے سروں پر غلاظتوں کے ٹوکرے رکھے ہیں۔ مگر یہ سمجھتے ہو کہ عمر بھر کی محنت سے تم نے گوہر و مرجان سمیٹے ہیں۔

تمہیں ربیع الاوّل کا مہینہ اتنا ایمانی احساس دے کہ ظلم و گناہ سے حاصل کردہ سکّوں کی جلن تمہیں محسوس ہونے لگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی کم سے کم اتنی محبّت تم میں جاگ اُٹھے کہ حرام کا لقمہ منہ میں رکھتے ہی معلوم ہو کہ کوئی دہکتا انگارہ زبان پر رکھ لیا ہے۔

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم میں سرگشتگی کی سعادت رکھنے والو! کیا تم کو کبھی فتنۂ تہذیبِ مادیت کے اس اژدہا کی پھنکاریں ناگوار گزریں جو تمہاری طرف مسلسل پھنکار رہا ہے؟ کیا تمہیں نظریاتِ فاسدہ کے ان کیڑوں مکوڑوں کی نحوست سے نفرت ہوئی جو تمہارے دماغوں کی نسوں میں اپنے زہریلے ڈنک اور پنجے اُتارے ہوئے ہیں؟ کیا تمہیں کبھی اُن ناپاک رنگین فتنوں کی جونکوں کو دیکھ کر کرب محسوس ہوا، جو تمہارے ایمانی وجود سے مسلسل خون چوس رہی ہیں؟ کیا تمہیں ان عصبیتوں کے جام ہائے زہریں کو پیتے ہوئے کبھی متلی ہوئی جو تمہاری صفوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑاتے رہنے کا سبب ہیں؟

یہ سب کچھ اگر برقرار رہنا ہے اور یہ سب کچھ اگر تمہیں عزیز ہے تو پھر میلادِ مبارک اور ربیع الاوّل کے ماہِ سعادت اور عشقِ رسالت مآبؐ کی نور کی ندیوں سے کیا کماؤ گے؟

کیا دین رسموں کا نام ہے؟ کیا انبیاء اور صُلحا اسی لیے قربانیاں دیتے اور مشقتیں اُٹھاتے رہے کہ لوگ دلچسپ مشاغل کا ایک لباس خاص خاص موقعوں پر پہن لیا کریں، اور پھر زندگیاں چاہے کسی بھی طاغوت کی دُم تھام کر گزار دیں۔

کبھی دو لمحوں کے لیے سارے مشغلے چھوڑ کر، کنارے بیٹھ کر، دل کے سارے پاکیزہ جذبات اور دماغ کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ اس مسئلے کو سوچو کہ دین کیا ہے؟ دین کی خاص خاص تقاریب کس مقصد سے ہیں؟ دین کیسے انسان بنانا چاہتا ہے؟

ین کن کن اصول و اطوار کے خلاف لڑانا چاہتا ہے اور کن شعائر و اقدار کے لیے سپاہی جمع کرنا چاہتا ہے۔

فلاح کا راستہ

جب تک ذہنوں کی یہ گرہ نہ کھلے گی اور دلوں سے یہ کانٹا نہ نکلے گا، اس وقت تک کوئی نظامِ حیات، کوئی انقلاب، کوئی جمہوریت، کوئی انتخاب، کوئی حکومت ہمیں ایک عظیم قوت میں نہیں بدل سکتی۔ روپے کے انبار جمع کر لیجیے، اسلحے سے چھاؤنیاں بھر لیجیے، صنعتوں کا جال بچھا لیجیے، زمین کے ایک ایک ذرّے سے رزق کے ایک ایک فرد ارکا خراج وصول کر لیجیے، گلی گلی عیش و تفریح کے سامان کر لیجیے، ثقافت اور کلچر کے نئے سے نئے معبد کھول لیجیے، قوم کی تمام عورتوں کو میدان میں نکال لائیے اور اُن کو پردے ہی سے نہیں، اور دوسری بہت سی پابندیوں سے بھی آزاد کر دیجیے، ہزار یونیورسٹیاں کھول لیجیے اور فرد فرد کو ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں سے آراستہ کر دیجیے ——— ہماری کمزوریاں کمزوریاں ہی رہیں گی، بلکہ کچھ کمزوریوں کی جگہ کچھ نئی اور بڑی کمزوریاں نمودار ہو جائیں گی۔ ہمارے اندر ایک طرح کی فرومائیگی کا احساس پروان چڑھے گا۔ ہم اپنی زندگیوں میں ایک خلا پائیں گے جسے کسی مادی چیز سے بھرا نہ جائے گا۔

نجات کی راہ صرف نیکی کا علم اُٹھا کر بدی کے خلاف لڑنے میں ہے اور ہمارا منصب یہ ہے کہ صرف اپنے آپ کو یا اپنی قوم ہی کو نہیں، ساری دنیا کو جھوٹ اور ظلم و تشدد سے نجات دلائیں۔ آدم کی ساری اولاد کو اِصر و اغلل سے آزاد کرائیں ——— یہاں تک کہ سوائے ایک خدا کی بندگی کے، اور تمام طاقتوں کی خدائی کی زنجیروں سے انسان آزاد ہو جائے۔

یہ ہے اصل پیغامِ محمدیؐ، اور یہ ہے وہ سبق جو ماہِ ربیع الاوّل سے اخذ کرنے کا ہے۔

حضورؐ کا مختصر پیغام

تم اگر تاریخ کی مبارک ترین ہستی کی یاد تازہ کرتے ہو تو اس کے اس مختصر پیغام کا

چراغ ذہنوں میں روشن کرلو کہ خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں، کوئی دوسرا مالک وخالق نہیں کوئی اور رازق ومعطی نہیں، دعائیں سننے اور سہارا دینے والا کوئی نہیں، ہدایت کا راستہ دکھانے والا کوئی دوسرا نہیں، کسی اور کا قانون اس قابل نہیں کہ راضی خوشی آدمی اسے اپنے اُوپر چلنے دے، سوائے اس کے ہمارا کوئی دوسرا حکمران اور قسمت گر اور جزا سزا دینے والا نہیں۔

حضورؐ کے کلمہ لَا اِلٰہ کی ان بلندیوں سے جب تم نیچے نگاہ ڈالو گے تو تم کو اگلے وقتوں کے فرعون ونمرود چیونٹیوں کی مانند حقیر دکھائی دیں گے اور آج کے فرعون اور نمرودوں اور شدادوں پر تم نگاہ ڈالو گے تو وہ تم کو جھینگروں اور مچھروں سے بھی کم تر محسوس ہوں گے۔ اُس وقت تم آشنا ہو گے کہ خدا نے انسان کے لیے "کرّمنا" کا جو لفظ استعمال کیا ہے اور خلافت کا جو تاج اُسے پہنایا ہے وہ ایک سچے خدا پرست کو کتنی بڑی عظمت عطا کرتا ہے۔

تم اس دعوت کو اپنے اندر جذب کر کے کیوں نہیں بے تاب ہو جاتے کہ اپنے گھر اور محلے اور شہر اور ملک کے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اس کو پہنچائیں گے یہاں تک کہ اس راہ میں "طائف" کے پتھروں کے وار بھی اگر سہنے پڑیں گے تو اس لیے سہیں گے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے کلمۂ حق کے علمبردار ہیں۔

باطل کے خلاف جہاد

ساتھیو اور بھائیو! تم ربیع الاوّل کی تو خوب رونق افزائی کرتے ہو، مگر اس تحریک کو کیوں لے کر نہیں چلتے جس کے اثر سے حضورؐ انور نے کنیزوں اور غلاموں تک کو اتنے بلند کردار کا مالک بنا دیا تھا کہ دورِ حاضر کے حکمران اور دانشور تک اس سطح تک نہیں پہنچ سکے۔

تم باطل کے خلاف اس جہاد کو برپا کرنے کے راستے پر کیوں نہیں چلتے جس نے ایک فرسودہ طاغوتی نظام کے سرفروش محافظوں کی شاندار اور خوف ناک قوت کو خدا کے بے سروسامان سپاہیوں کی قلیل تعداد جس کو اسلحہ ورسد کی قلت کا بھی سامنا رہا کے

ہاتھوں تہس نہس کرا دیا۔

آخر تم اذیتوں کے مختلف دور گزار نے اور نسل در نسل ظلم کی چکیوں میں پسنے کے باوجود کیوں اس جہانِ نَو کی تعمیر کا انقلابی کارنامہ انجام نہیں دیتے جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا تھا۔

کوئی ہے جو ربیع الاوّل کے ماہِ پُرسعادت کا سندیسہ سُنے اور قبول کرے؟
کوئی ہے جو میلادُ النبیؐ کے پیغام کو سمجھے؟

جب زمانے میں پرستارِ خدا کوئی نہ تھا
تابعِ فرماں، فدا کارِ خدا کوئی نہ تھا
جب زمانے میں کسی کو آخرت کا غم نہ تھا
جب زمانے میں ہر اک گھر بتکدے سے کم نہ تھا
جب زمانے میں صداقت کا نہ تھا روشن چراغ
جب کسی نے منزلِ حق کا نہ پایا تھا سراغ
جب جہاں میں گرم تھا بازارِ خون و قتلِ عام
کذب گوئی، میکشی، غارتگری تھی صبح و شام
خانۂ رب کی نگہبانی تھا جن کا خاص کام
خانۂ رب ہی کو بُت خانہ بنایا تھا تمام
کوئی شیدائے ہُبل، کوئی پرستارِ منات
کوئی عُزیٰ کا پجاری، کوئی تھا قربانِ لات
عصمتِ نسواں سرِبازار لوٹی جاتی تھی
لڑکی پیدا ہو تو زندہ دفن کر دی جاتی تھی
مرد و زن کو اپنی بدکاری پہ تھا فخر و غرور
زندگانی ہو رہی تھی نذرِ ہر فسق و فجور
بدچلن، بدخُلق، کج رفتار و بدگفتار تھے
بدگہر، بدذوق، بداخلاق و بدکردار تھے
بدشعاری، بدسلوکی، بدزبانی عام تھی
خودنمائی، خودستائی، لن ترانی عام تھی
غیرتِ حق آئی آخر دفعتاً یوں جوش پر
ہادیٔ اعظمؐ ہوئے اُس دم جہاں میں جلوہ گر

جوہر چاندوڑی

ظہورِ قدسی

دم بخود آسمانوں کے چہرے پہ بکھری ہوئی چاند کی کونپلیں
شبِ ظلم کے زخم خوردہ زمانوں کو اجلی سحر کی بشارت بھی دینے لگی ہیں
وقت گہرے تبسم کے گھنے ہوئے پانیوں میں جواہر کے ریزے
پرونے لگا ہے
معبدِ جاں کے اصنام سجدے میں گر کر خدائی بزرگی کا اعلان
کرنے لگے ہیں
شاخِ گل پر حیاتِ فسردہ کا اُدھڑا ہوا جسم انگڑائیاں لے رہا ہے
یہ کون آرہا ہے
یہ کون آرہا ہے
دیارِ نبوت کی اونچی فصیلوں پہ آیات کی بارشیں نور کے بیل بوٹے
بنانے لگی ہیں
حریمِ شفاعت کی چلمن میں نکھری ہوئی ساعتوں کو
درودوں کے پرچم عطا ہو رہے ہیں
نمو کے جزیروں میں جذبات کے موسموں کو صدا کے نئے پیرہن مل رہے ہیں
یہ کون آرہا ہے
یہ کون آرہا ہے
آسماں کس کے قدموں کی مٹی کو کشکولِ جاں میں سمیٹے ہوئے ہے
کہکشاں کس کے نقشِ کفِ پا کا جھومر سجا کر سرِ رہگزارِ فلک
رقص کرنے لگی ہے
دھنک کے سبھی رنگ کس کے لیے حرفِ تازہ کی کونپل پہ جھکے ہوئے ہیں
صحائف کے اوراقِ تشنہ پہ لکھی عبارت کی تکمیل ہونے لگی ہے
جمالِ قلم اور حسنِ تصوّر کا بُرجِ یقیں میں ملن ہو رہا ہے
یہ کون آرہا ہے
یہ کون آرہا ہے

——— ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)

مستانہ بزمِ مولود

خواجہ حسن نظامیؒ

دن آگئے کہ ہم فراق کی راتوں سے رخصت ہوں۔ ربیع الاوّل کا چاند عرب کے اُفق سے بلند ہونے کو ہے۔ آؤ، سب مل کر اس کو دیکھیں اور چشم منتظر کو ٹھنڈا کریں۔

سارا جہاں اس ماہِ مبارک میں اس پاکیزہ وجود کے میلاد کا ذکر کرے گا جو تمام موجودات کے وجود کا سبب ہے۔ ہم بھی جہان میں ہیں، کیوں نہ ایک بزم میلاد منعقد کریں۔

نظام المشائخ کے اوراق کا فرش بچھا دو۔ حروف کے نقش و نگار سے محفل کو آراستہ کردو، اور صدائے مستانہ سنو!

ہم اپنی محفل میں اغیار کو نہیں بلائیں گے، نہ کوئی اس قابل ہے کہ اس شاندار بزم میں مدعو ہو سکے۔ رُقعہ خدا کو گیا تھا اور اس سے درخواست کی گئی تھی کہ ہماری مجلس کی صدارت قبول فرمائے، اور اپنی مرضی سے جس کو چاہے شرکتِ جلسہ کی دعوت دے۔

سو، اُس نے لوحِ محفوظ کے چکنے کاغذ پر مطبعِ وحی میں حسبِ ذیل اعلان چھپوا کر اخبار القرآن میں شائع کر دیا۔

"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ خدا اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، تم بھی اے ایمان والو! اُس پر درود وسلام بھیجو۔"

چونکہ القرآن کثیر الاشاعت اخبار ہے، بے شمار اہل ایمان اس بزم درود وسلام و ذکرِ خیر الانامؐ کی شرکت کے لیے جمع ہو گئے۔ اس وقت صدر انجمن صاحب جلّ جلالہٗ و عمّ نوالہٗ کرسیٔ لامکاں پر جلوہ افروز ہوئے، اور اپنی افتتاحی تقریر آوازِ ھُوْ میں شروع کی، جو یہ تھی:

فرشتو اور جنٹلمین (ایمان دار آدمیو!) میں خوش ہوں کہ تم سے آج کے دن شانِ تعیّن میں خطاب کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ تمہاری کوئی بزم ایسی نہیں ہے جو میرے دائرۂ وجود سے باہر ہو۔ مگر یہ محفل ایک خاص محفل ہے جس میں علانیہ میری تجلّی تم سے ہم کلام ہوتی ہے۔

آج کے جلسے کی غرض یہ ہے کہ ہم سب اس اسمِ کثرت کی شان میں اس نور کا ذکر کریں جو ہماری ذاتِ وحدت مآب کا ظہور بشکلِ حمد و ثنا میں تھا، جس کو ہم نے احمدؐ بھی کہا اور محمدؐ بھی۔

میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا ذکر کیونکر کیا جائے گا؟ سنو! سنو ہر وجود اپنی شکل و صورت کے اعتبار سے اس کا ذکر کرے۔ مگر ہم کبریائی کے مالک ہیں، سب کچھ ہمارا ہے، سب کچھ ہم میں ہے، سب کچھ ہم سے ہے اور سب کچھ ہم ہیں۔ اس لیے ہمارا ذکر صرف اِن الفاظ میں ہو گا۔

اے کملی اوڑھنے والے اُٹھ، رات کو ہماری یاد کر۔ لوگوں کو ہدایت کا راستہ بتا۔ ہماری شان سے ان کو آگاہ کر۔ مانگ تجھ کو دیا جائے گا۔ بول، اس کو سنا جائے گا۔ سفارش کر، قبولیت ہو گی۔ اے اندھیری رات کی مثل سیاہ گیسو والے! اے صبح کی روشنی کی مانند منوّر چہرے والے! میں تجھ کو پسند کرتا ہوں۔ تو ازل سے ابد تک میرا ہے۔ تجھ پر میرا سلام!

فرشتو! تمہارا ذکر یہ ہے کہ اس آدم زاد کو سجدہ کرو۔ مومنو! تم اُس کے احکام کی اطاعت کرو، یہی تمہارا ذکر ہے۔

جب حضرتِ قدّوس اپنا ایڈریس ختم کر چکے تو ایک گدڑی پوش مست کھڑا ہوا، اور اس طرح بولنے لگا:

جنابِ باری! و دیگر یارانِ خراباتی! میں دیوانہ ہوں اور عقل و خرد سے بے گانہ۔ اجازت دیجیے کہ میں اپنے ممدوح کا ذکر اس قاعدہ اور ضابطہ سے نہ کروں جس کا مجمل خاکہ پریسیڈنٹ صاحب نے قائم کر کے دکھایا ہے، بلکہ ذوق و شوق اور ولولے میں جو چاہوں سو کہہ جاؤں۔ ۔ ۔ ۔ چیئرز (نعرۂ حق) اُمید ہے کہ آنریبل چیئرمین مجھ ذرّۂ بے مقدار

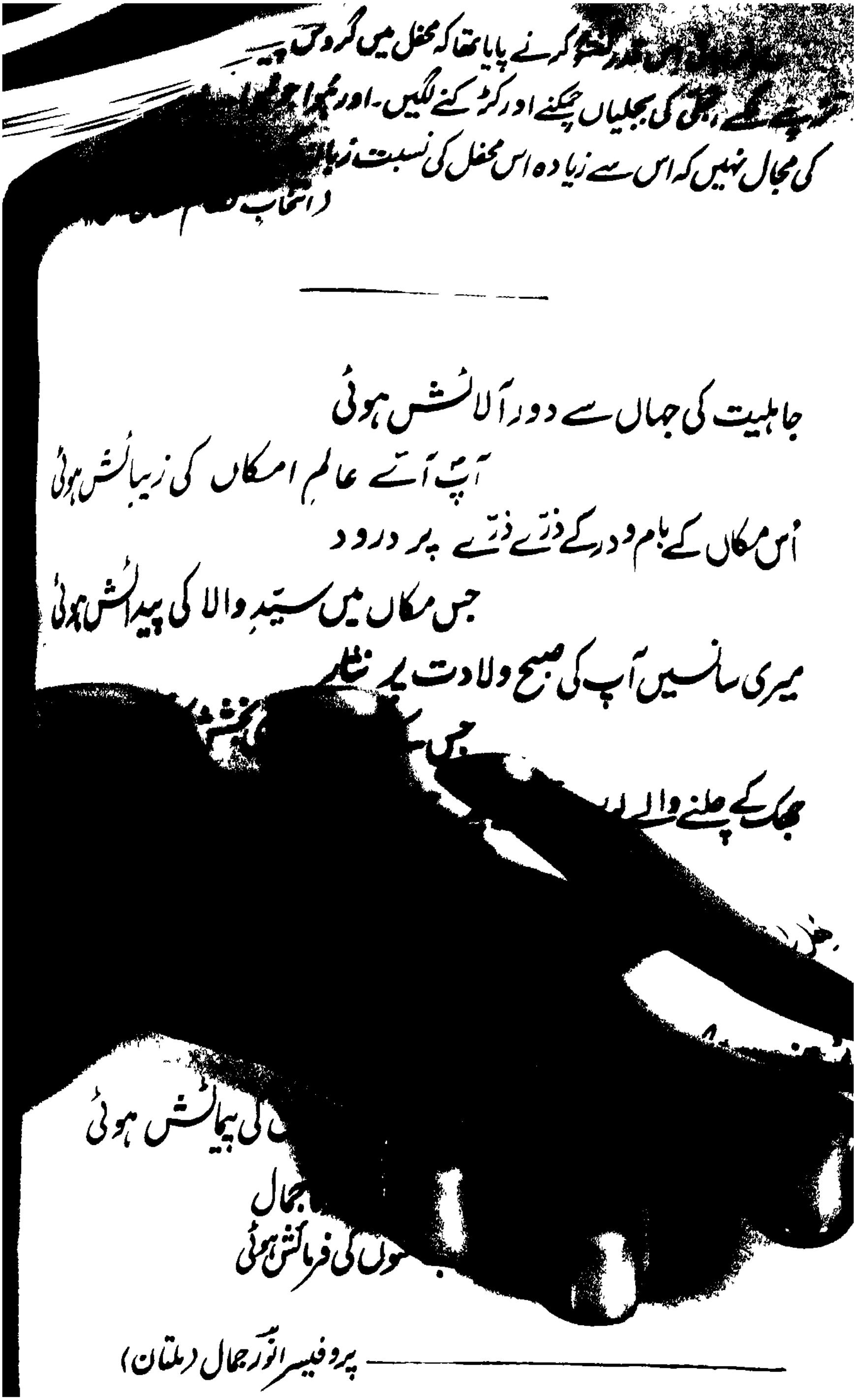
کی گستاخی و بے ادبی سے ناراض ہو کر ظلوماً جہولاً سے زیادہ کوئی اور دوسرا خطاب تجویز نہ فرمائیں گے ..... خندہ اور زور شور سے چیئرز (نعرۂ حق)

میں حضرت سبحانی سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ قرآنی دعوت نامہ میں جس نبی پہ درود و سلام بھیجنے کا ذکر ہے، وہ کون سا نبی ہے۔ کیا وہ جس کا خاکی وجود سب سے پہلے بنا اور جس کے متحرک ہونے کے واسطے خود ذات ربّانی نے اپنے دم کو بلایا۔ اور آدم کے حکم کو سُن کر سب موجودات نے اس پیکرِ خاک کو آدمؑ کا لقب دیا۔ یا وہ جس کو نوحؑ کہتے ہیں جس نے حضرت کی شانِ قہر کو طوفانِ آب پر علانیہ جنبش کرتے دیکھا۔ یا نبی سے مراد آپ پر فطرتاً ایمان لانے والے ابراہیمؑ سے ہے۔ یا ان سے جنہوں نے طُور پر راز و نیاز کے کلام کے بعد ذرا بے باکانہ جرأت پردہ اٹھانے کی کی تھی۔ یا نبی کا لفظ ابنِ مریمؑ کی شان میں فرمایا گیا ہے جو آپ کی حیران کرنے والی نشانیوں میں ایک نشانی تھے۔

اگر یہ سب نہیں، تو کیا وہ یتیم جو امن کی آغوش میں پلا۔ لکڑی ہاتھ میں لیے بکریاں چراتا تھا۔ وہ جو کمبل اوڑھ کر آیا اور دوشالہ اُڑھا کر گیا۔ جس نے جو کا آٹا کھایا اور گیہوں کا کھلایا۔ پروردگار راہبیں بنا، کیا وہی جو امن میں شیر کی طرح شیریں اور صاف اور جنگ میں شیر کی مانند دلیر وصف شکن تھا۔ کیا وہی جو نیزہ و شمشیر کا مالک اور میدانِ کارزار کی رونق تھا۔ جس کی پشت دشمن نے کبھی نہیں دیکھی جس کا قدم ہمیشہ آگے بڑھتا رہا۔ وہ جس کو آپ کی گورنمنٹ نے "خلقِ عظیم" کی ڈگری عنایت فرمائی۔ وہ جو غریبوں، بے کسوں، لاوارثوں کا والی و سرپرست تھا۔ وہ جو مدینہ کی گلیوں میں معمولی آدمیوں کی طرح چلتا پھرتا تھا۔ آہ آہ آہ۔ وہ تو نہیں، جس کی آنکھوں کی یاد نے ہم کو آنسوؤں کے دریا میں ڈبو رکھا ہے۔

اگر وہ ہے تو ہم کو اجازت دی جائے کہ اس کی محبت کا جام سرِ جلسہ نوش کریں، .... (چیئرز) اور اس دربار میں جتنے مجھ جیسے مستانے ہیں، ان کو رخصت ملے تاکہ

خراباتیاں مے پرستی کنند محمدؐ بجویند دستی کنند



... گفتگو کرنے پایا تھا کہ محفل میں گردش ...
... کی بجلیاں چمکنے اور کڑکنے لگیں۔ اور مجھ ...
کی مجال نہیں کہ اس سے زیادہ اس محفل کی نسبت زبان ...
(انتخاب ...

جاہلیت کی جہاں سے دور آلائش ہوئی
آپ آئے عالمِ امکاں کی زیبائش ہوئی
اُس مکاں کے بام و در کے ذرّے ذرّے پر درود
جس مکاں میں سیّدِ والا کی پیدائش ہوئی
میری سانسیں آپ کی صبحِ ولادت پر نثار
... بخشش ...
جس ...
جھک کے چلنے والے ...
جن ...
... کی پیمائش ہوئی
... جمال
... وں کی فرمائش ہوئی

——— پروفیسر انور جمال (ملتان)

وہ آئے تو برسے فلک سے ترانے — مہ و مہر نغمہ سرا بن کے آئے

وہ آئے تو اُگلے زمیں نے خزانے — خزف ریزے لعلِ صفا بن کے آئے

وہ آئے تو اُن کے قدم چومنے کو — نجوم و قمر بھی گدا بن کے آئے

وہ آئے تو چھونے کو اُن کے لبوں کو — گُل و لالہ رنگیں ادا بن کے آئے

وہ آئے تو انسانیت مسکرائی — وہ انسان کے رہنما بن کے آئے

... تو کون و مکاں جگمگائے — وہ خورشید حق کی ضیا بن کے آئے

... کے آئے

... کے آئے

... آئے

... ئے

... کے آئے

فقیروں ...

انہی سے ...

رندِ خراباتی اِس قدر گفتگو کرنے پایا تھا کہ محفل میں گردش پیدا ہوئی۔ عاشقانِ سوختہ تڑپنے لگے، تجلّی کی بجلیاں چمکنے اور کڑکنے لگیں۔ اور ہُوا جو ہُوا۔ بے چارے حسن کی مجال نہیں کہ اس سے زیادہ اس محفل کی نسبت زبان کھولے۔

(انتخاب نظام المشائخ۔ ص ۹۲ تا ۹۵)

جاہلیت کی جہاں سے دور آلائش ہوئی
آپ آئے عالمِ امکاں کی زیبائش ہوئی

اُس مکاں کے بام و در کے ذرّے ذرّے پر درود
جس مکاں میں سیّدِ والا کی پیدائش ہوئی

میری سانسیں آپ کی صبحِ ولادت پر نثار
جس کے صدقے میں مری بخشش کی گنجائش ہوئی

جھک کے چلنے والے پورے قد سے پھر چلنے لگے
خود شناسی کی رگِ انساں میں افزائش ہوئی

کِھل اٹھے صدیوں کے مرجھائے ہوئے دل کھل اُٹھے
زندگی کے باغ کی اس طرح آرائش ہوئی

پڑھنے والا آگیا چہروں کی چپ تحریر کو
بول اٹھی خامشی، جذبوں کی پیمائش ہوئی

دیکھتا ہی رہ گیا میں روئے انور کا جمال
حشر کے میداں میں جب نعتوں کی فرمائش ہوئی

——— پروفیسر انور جمال (ملتان)

مولودِ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ آئے تو برسے فلک سے ترانے — مہ و مہر نغمہ سرا بن کے آئے
وہ آئے تو اُگلے زمیں نے خزانے — خزف ریزے لعلِ صفا بن کے آئے
وہ آئے تو اُن کے قدم چومنے کو — نجوم و قمر بھی گدا بن کے آئے
وہ آئے تو چھونے کو اُن کے لبوں کو — گُل و لالہ رنگیں ادا بن کے آئے
وہ آئے تو انسانیت مسکرائی — وہ انسان کے رہنما بن کے آئے
وہ آئے تو کون و مکاں جگمگائے — وہ خورشیدِ حق کی ضیا بن کے آئے
وہ آئے تو بارش ہوئی رحمتوں کی — وہ مہر و کرم کی گھٹا بن کے آئے
وہ آئے تو آئیں بہاریں ارم کی — وہ حق کے گُلِ جانفزا بن کے آئے
وہ آئے تو بُت سربسجدہ ہوئے سب — وہ داعیِ حکمِ خدا بن کے آئے
وہ آئے ازل کے شہِ کون و امکاں — ابد تک وہ عزت فزا بن کے آئے
فقیروں کے لب کی صدا اُن کو کہیے — غریبوں کی دل کی دوا بن کے آئے

سراپا کرم ہیں مجسم ہیں رحمت
انہی سے ہے دنیا انہی سے ہے جنّت

انہیں کہیے تفسیرِ احکامِ یزداں　　یہ تصویرِ قرآں ہیں صلّوا علیہ
یہ تخلیق کون و مکاں کا سبب ہیں　　دو عالم کا عنواں ہیں صلّوا علیہ
تمنائے یزداں ہیں ہر دل کے ایماں　　یہ ہر دل کے ارماں ہیں صلّوا علیہ
انہیں کہیے اخلاقِ حق کا نمونہ　　یہ تکمیلِ ایماں ہیں صلّوا علیہ
محبت انھی سے ہے شفقت انھی سے　　یہ رحمت کے ساماں ہیں صلّوا علیہ
امیروں کی عظمت فقیروں کی دولت　　فقیری میں سلطاں ہیں صلّوا علیہ
یہ آبِ بقا ہیں یہ رحمت کے بادل　　یہ ابرِ بہاراں ہیں صلّوا علیہ
کرم کا خزینہ وفا کا نگینہ　　یہ اِنعامِ یزداں ہیں صلّوا علیہ
محبت کے دریا سخاوت کے کوثر　　یہ زمزم بداماں ہیں صلّوا علیہ
مٹیں گے اندھیرے بڑھیں گے اُجالے　　یہ خورشیدِ تاباں ہیں صلّوا علیہ

حیاتِ گلستاں نشاطِ بہاراں
صبا کے دل و جاں صبا کے ہیں ایماں
سلام ان پہ لاکھوں
سلام ان پہ لاکھوں

(صبا متھراوی کراچی)

یادِ ایامِ مکہ......

مکّہ میں ربیع الاوّل "روز پیدائشِ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے، اس کو عید یوم ولادت رسول اللہ کہتے ہیں۔ اس روز جلیبیاں بکثرت بکتی ہیں۔ حرم شریف میں حنفی مصلے کے پیچھے مکلف فرش بچھایا جاتا ہے۔ شریف مکہ اور کمانڈر حجاز مع اسٹاف کے، لباس فاخرہ زرق برق کا، پہنے ہوئے آکر موجود ہوتے ہیں اور حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جائے ولادت پر جا تھوڑی دیر نعت شریف پڑھ کر واپس آتے ہیں۔ حرم شریف سے مولد النبیؐ تک دو رویہ لالٹینوں کی قطاریں روشن کی جاتی ہیں اور راستے میں جو مکانات اور دکانیں واقع ہیں، ان پر روشنی کی جاتی ہے۔ جائے ولادت اس روز بقعۂ نور بنی ہوئی ہے۔ جاتے وقت ان کے آگے مولود خوان نہایت خوش الحانی سے نعت شریف پڑھتے چلتے جاتے ہیں۔

۱۱۔ ربیع الاوّل بعد نماز عشا حرم محترم میں محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔ ۲ بجے شب تک نعت، مولود اور ختم پڑھتے ہیں اور اس رات مولد النبیؐ پر مختلف جماعتیں جاکر نعت خوانی کرتی ہیں۔۔۔۔ ۱۱۔ ربیع الاوّل کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاوّل کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱۔ توپ سلامی کی قلعہ جیاد سے ترکی توپخانہ سر کرتا ہے۔ اِن دِنوں میں اہلِ مکہ بہت جشن کرتے، نعت پڑھتے اور کثرت سے مجالس میلاد منعقد کرتے ہیں۔"

(ماہنامہ "طریقت" لاہور۔ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۲،۳)

مکّہ معظمہ کی تقریب میلاد "گیارھویں ربیع الاوّل کو مکہ مکرمہ کے درو دیوار عین اُس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اُٹھے جبکہ حرم شریف کے مؤذن

نے نمازِ عصر کے لیے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبارک باد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے حنفی مصلے پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسبِ دستور شریف صاحب کو عیدِ میلاد کی مبارک باد دی۔۔
۔۔۔ پھر تمام وزرا اور ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیانِ شہر بھی شامل تھے، نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، کے مقامِ ولادت کی طرف روانہ ہوئے۔۔۔ یہ شاندار مجمع نہایت انتظام و احتشام کے ساتھ مولد النبیؐ کی طرف روانہ ہوا۔ قصرِ سلطنت سے مولد النبیؐ تک راستے میں دو رویہ اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا۔ اور خاص کر مولد النبیؐ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشکِ جنت بنا ہوا تھا۔ الغرض کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مؤدب کھڑا ہو گیا اور ایک شخص نے نہایت مؤثر طریقے سے سیرِ احمدؐ بیان کی جس کو تمام حاضرین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہے، اور ایک عام سکوت تھا جو تمام محفل پر طاری تھا۔ ایسے متبرک مقام کی بزرگی کسی کو حرکت کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتی تھی اور اس یومِ سعید کی خوشی ہر شخص کو بے حال کیے ہوئے تھی۔۔۔۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیرِ خارجیہ نے ایک برجستہ تقریر کی جس میں عالمِ انسانی کے اس انقلابِ عظیم پر روشنی ڈالی کہ جس کا سبب وہ خلاصۃ الوجود ذات تھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔ آخر میں قابل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کو سن کر سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ اس سے فارغ ہو کر سبھوں نے مقامِ ولادت کی ایک ایک کر کے زیارت کی، پھر واپس ہو کر حرم شریف میں نمازِ عشا ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب حرم شریف کے ایک دالان میں مقررہ سالانہ بیانِ میلاد سننے کے لیے جمع ہو گئے۔ یہاں بھی مقرر نے نہایت خوش اسلوبی سے اخلاق و اوصافِ نبیٔ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بیان کیے۔۔۔۔

عیدِ میلاد کی خوشی میں تمام کچہریاں، دفاتر اور مدارس بھی بارھویں ربیع الاول

کو ایک دن کے لیے بند کر دیے گئے، اور اس طرح یہ خوشی اور سرور کا دن ختم ہو گیا۔
خدا سے دعا ہے کہ وہ اسی سرور اور مسرت کے ساتھ پھر یہ دن دکھائے۔ آمین۔
این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔"

الیاس قریشی۔ ماخوذ از اخبار "القبلۃ"، مکۃ مکرمہ
(ماہنامہ "طریقت"، لاہور۔ مارچ ۱۹۱۷۔ ص ۲۱، ۲۲، ۲۳)

اہلِ دل جانتے ہیں شانِ ربیع الاوّل — آنکھ والوں کو ہے عرفانِ ربیع الاوّل
ہر مہینے پہ فضیلت ہے مدارج میں اسے — ہر مہینا ہے ثنا خوانِ ربیع الاوّل
اس کی جو بارھویں تاریخ ہے تاریخی ہے — یہی دن ہے بخدا جانِ ربیع الاوّل
بعثتِ پاک محمدؐ سے ملا اس کو شرف — مرحبا صلِّ علیٰ شانِ ربیع الاوّل
جلوہ افروز ہوئے روحِ دو عالم اس میں — جاؤں سو جان سے قربانِ ربیع الاوّل
ماہِ طیبہ ہی نے اس ماہ کو چمکایا ہے — نورِ حق نورِ شبستانِ ربیع الاوّل

پھر آ گیا ہے مہینا ربیع الاوّل کا
لبوں پہ پھر ہے قصیدہ ربیع الاوّل کا
تجلیات کے نوری جلو میں نکلا ہے
ہر اک حسین مجلّہ ربیع الاوّل کا
کیا ہے نورِ مجسّم سے کسبِ نور اس نے
ہر ایک لمحہ ہے لمعہ ربیع الاوّل کا
بہار اس نے گُلِ ہاشمی کی دیکھی ہے
نہ چہرہ کیوں ہو شگفتہ ربیع الاوّل کا
ہر ایک ماہ کا قبلہ ربیع الاوّل ہے
تو ماہِ طیبہ ہے کعبہ ربیع الاوّل کا

عزیز حاصلپوری

عیدِ میلاد النبی ﷺ

آشوبِ تیرگی کا تسلّط جہاں رہا
صد شکر، واں پہ نورِ خدا مہرباں ہوا

باغِ حیات، گلشنِ نا آفریدہ تھا
آمد سے ان کی ہر گلِ تر مسکرا اُٹھا

میلادِ پاک ان کا نہ کیونکر منائیں ہم
مدّاح بھی ہے جن کا تو ممدوح بھی خدا

کُھلتا ہے مارمیت کے اسلوبِ خاص سے
محبوب سے خدائے جہاں کا معاملہ

منزل ملی مسافرِ شب ہائے تار کو
یعنی جمالِ صبحِ ازل کا نزول تھا

آیا کوئی بنامِ خداوندِ ذوالجلال
رسم و رواجِ دہر کی زنجیر توڑتا

زندانِ حرص و آز میں محبوس تھی حیات
آقا حضورؐ آئے تو اس کو کیا رہا

یلغارِ معصیت کی کڑی دھوپ کی جو تھی
زور اس کا ابرِ رحمتِ سرکارؐ سے تھما

دوری کی شاخ پر بھی اخوت کے پھول ہیں
ان کے طفیل اجنبی بھی آشنا لگا

خوں کے سمندروں میں جو اُترے ہوئے تھے لوگ
سرکار کے طفیل ہوئے مہر آشنا

مظلوم سر اٹھا کے چلا آپؐ کے طفیل
عفریتِ ظلم و جور جو تھا، سرنگوں ہوا

کالے ورق دلوں کے جو تھے، صاف ہو گئے
اور ان پہ حسنِ خلقِ مجسّم رقم ہوا

دم بھر میں ظلمتیں سبھی کافور ہو گئیں
فاران کے افق سے جو سورج نکل پڑا

میلادِ پاک سرورِ کون و مکاں سے
شیرازۂ حیات مجلّد کیا گیا

ہر زشت، خوب ہو گیا رحمت سے آپؐ کی
القصہ زندگی کا ہر عنواں بدل گیا

دنیا سے کفر و شرک کی سب کلفتیں مٹیں
محمود جب درودِ رسولِ خدا ہوا

راجا رشید محمود

نعت لائبریری کے لیے عطیات

۱۔ جگت مہارشی (اکابرِ ہنود کی تقاریر بر سیرت کا مجموعہ)
مرتبہ سید سرور شاہ گیلانی

۲۔ طبِ نبویؐ دورِ جدید میں
از ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی

۳۔ تحفۂ سبحانی مرتبہ حاجی محمد عبدالسبحان

۴۔ مجموعہ نعت شریف

۵۔ سیرۃ النبیؐ از صوفی غلام حسین رہتکی

۶۔ آئینہ سیرت النبیؐ از صاحبزادہ سید نثار قطب
رضی شیرازی

۷۔ نبوت از محسن قرائتی
(ترجمہ ڈاکٹر شاہد چودھری)

۸۔ ماہنامہ فاران کراچی۔ سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء

۹۔ فاران (اسلامیہ کالج سول لائنز) لاہور
سیرت نمبر ۱۹۸۲

علامہ اسد نظامی صاحب
چک ۱۱۴/۱۰-آر - جہانیاں
ضلع خانیوال

۱۰۔ سیرتِ طیبہ کا پیغام عصرِ حاضر کے نام
از صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ

۱۱۔ رسائلِ کریمیہ از مولانا محمد عبدالکریم
ابدالوی چشتی رضوی

صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ صاحب
دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں
ضلع شیخوپورہ

۱۲۔ ضربِ مجاہد از مولانا محمد عبد الحکیم ابدالوی ۱۳۔ فکرِ شباب۔ از سید ریاض حسین شاہ	صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ صاحب خانقاہ ڈوگراں
۱۴۔ غیبت کی ممانعت اور اس کی ہمہ گیری از راجا رشید محمود ۱۵۔ دنیا سے محبت یا آخرت سے از راجا رشید محمود	تنویر احمد قادری صاحب پشاور
۱۶۔ قندیلِ عرش از شریف امروہوی	سید صبیح الدین رحمانی صاحب۔ کراچی۔
۱۷۔ پندرہ روزہ رضوان لاہور۔ عید میلاد النبی نمبر ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء ۱۸۔ ٹونہاں از میاں ظفر مقبول	میاں ظفر مقبول صاحب پی سی ایس آئی آر لیبارٹریز، لاہور
۱۹۔ روزنامہ امروز لاہور۔ رحمۃ للعالمین نمبر ۶ دسمبر ۱۹۸۴ء	سعید بدر صاحب۔ روزنامہ امروز۔ لاہور
۲۰۔ اغثنی یا رسول اللہ مرتبہ محمد منشا تابش قصوری	مرتب۔ مرید کے
۲۱ مرغوبِ احمد الملقب بہ رسول الکلام فی بیان المولد والقیام از مولانا سید دیدار علی شاہ الوریؒ	صاحبزادہ محمد محب اللہ صاحب نوری مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (اوکاڑہ) نے اس کتاب کی فوٹو سٹیٹ عنایت فرمائی۔
۲۲۔ ذکرِ میلاد، مرتبہ محمد صادق قادری رضوی ۲۳۔ نغمۂ محبوب (مرتبین، شاکر اقبال قادری و منصور حمید) ۲۴۔ چشمۂ کوثر از ڈاکٹر ظہیر الدین علوی ۲۵۔ آداب النبیؐ از مولانا محمد شفیع	محمد شفیع رضوی صاحب صدر مرکزی مجلس رضا (ہجویری پبلشرز، لاہور)
۲۶۔ (نعتیہ) مشاعرہ بسلسلہ عرس سراپا اقدس حضرت محدث صاحب سورتی (مرتبہ محمد افتخار ولی خاں)	خواجہ رضی حیدر صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر، قائد اعظم اکادمی، [illegible]

۲۷۔ تحفۂ راقب حصہ اوّل از منشی امام الدین راقب قصوری	محمد صادق قصوری صاحب برج کلاں۔ قصور
۲۸۔ جامِ طہور ۔ از عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی	شاعر۔ رحمانیہ دارالکتب، فیصل آباد۔
۲۹۔ سرکارِ مدینہؐ از چراغ حسن حسرت ۳۰۔ سیرتِ خاتم الانبیاءؐ از مفتی محمد شفیع ۳۱۔ مرضِ غضب اور اس کا علاج از راجا رشید محمود ۳۲۔ محبتِ مصطفیٰؐ از فیاض احمد کاوش ۳۳۔ حقوق الوالدین از عاشق الٰہی میرٹھی ۳۴۔ حیوٰۃ المسلمین از مولانا اشرف علی تھانوی	محمد قدرت اللہ بیگ صاحب ہیرآباد میرپور خاص (سندھ)
۳۵۔ مجموعۂ نعتِ راقب (پنجابی) از راقب قصوری ۳۶۔ دیوانِ قاضی بیدل (فارسی) از قاضی بیدل ۳۷۔ ریاضِ فردوس از خادم رہائی ۳۸۔ باغِ نہالِ اکبر از محمد اکبر وارثی میرٹھی ۳۹۔ نور کی ندیاں رواں از خیال بینائی	کرم الٰہی صاحب نعت خوان شاہدرہ ٹاؤن نے ان کتابوں کی فوٹوسٹیٹ کی اجازت دی
۴۰۔ حسرتِ نعت از آسی ضیائی ۴۱۔ سلام بحضورِ خیر الانامؐ از حافظ لدھیانوی ۴۲۔ راقب قصوری دیاں نعتاں مرتبہ ڈاکٹر شہباز ملک ۴۳۔ کلید القرآن —	پروفیسر خالد بزمی صاحب گورنمنٹ ایم اے او کالج لاہور
۴۴۔ ولادتِ نبویؐ از محمد میاں صدیقی ۴۵۔ منشورِ نعت از راجا رشید محمود	راجا رشید محمود ایڈیٹر "نعت"

تسنیم الدین احمد
ناظم نشرواشاعت "ایوانِ نعت" (رجسٹرڈ)

گزشتہ خاص نمبر

جنوری ۱۹۸۸ء	حمدِ باری تعالیٰ
فروری ۱۹۸۸ء	نعت کیا ہے
مارچ ۱۹۸۸ء	مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اول)
اپریل ۱۹۸۸ء	اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ اول)
مئی ۱۹۸۸ء	مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
جون ۱۹۸۸ء	اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ دوم)
جولائی ۱۹۸۸ء	نعتِ قدسی
اگست ۱۹۸۸ء	غیر مسلموں کی نعت (حصہ اوّل)
ستمبر ۱۹۸۸ء	رسول نمبروں کا تعارف (حصہ اوّل)

موجودہ خاص نمبر (اکتوبر ۱۹۸۸ء) میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اوّل)

آئندہ خاص نمبر

نومبر ۱۹۸۸ء	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
دسمبر ۱۹۸۸ء	رسول نمبروں کا تعارف (حصہ دوم)

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ **نعت** کا ہر صفحہ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ **نعت** کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔



بےشک آنے والا وقت تمہارے لئے بہتر ہے اس وقت سے جو گزر چکا
اور بےشک تمہارا رب ایسی نعمتوں سے تم کو نوازے گا جو تم کو خوش کردینگی۔

یہ الفاظ مبارکہ جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمائے، تمام سچے مسلمانوں کیلئے طمانیت کا پہلو رکھتے ہیں۔
آیئے ہم اللہ تعالےٰ کے حضور میں سر جھکا کر ان رحمتوں کا شکر بجالائیں جو امتِ مسلمہ پر اب سے پہلے ہوتی رہیں اور عہد کریں کہ آئندہ اور زیادہ عنایات کا مستحق بننے کی کوشش کرینگے۔
ایک فریضہ جو ہم پر عائد ہوتا ہے، نظام اسلام کی تعمیر ہے۔
جو بفضلہٖ تعالیٰ پاکستان میں شکل پذیر ہو رہا ہے۔
نیشنل بینک اس مبارک مہم میں حسبِ توفیق شریک رہے گا۔

نیشنل بینک آف پاکستان قومی ترقی قومی بینک

ited

PID I 19/85

ماہنامہ نعت لاہور

جلد : ۱
شمارہ : ۱۱
نومبر ۱۹۸۸ء

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(حصہ دوم)

○ ایڈیٹر : راجا رشید محمود

○ معاون : ضیاء الحق قریشی ایم اے

مشیرِ خصوصی

چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مشیرِ قانون :

شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

○ خطاط : جمیل احمد قریشی تنویر رقم

محمد یوسف نگینہ

خلیل احمد نوری

○ مینجر : اظہر محمود

○ دفتر رابطہ :

۱۸۔ راحت مارکیٹ
اردو بازار ۔ لاہور ۔ فون ۵۸۶۶۶

قیمت

فی شمارہ : ۱۰ روپے

زرِ سالانہ : ۱۲۰ روپے

مقامِ اشاعت

اظہر منزل مسجد سٹریٹ ۵
نیو شالامار کالونی ۔ ملتان روڈ
لاہور ۵۴۵۰۴

○ پرنٹر : محمد نعیم کھوکھر ۔ جیم پرنٹرز ۔ لاہور

○ پبلشر : راجا رشید محمود

○ بائنڈر : خلیفہ عبدالمجید

بک بائنڈنگ ہاؤس ۔ ۳۸ ۔ اردو بازار لاہور

محکمۂ تعلیم پنجاب کے سرکلر نمبر ایس او (پی آئی) ۴-۱۴۷/۸۸ کی رُو سے منظور شدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب دُنیاؤں اور ان میں بسنے والی ہر مخلوق کو اپنے سایۂ رحمت سے مستفید کرتے ہیں۔ سب دُنیائیں اور ان دنیاؤں کی ہر اک چیز اُن کی ممنونِ احسان ہے۔

مُصلحِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیائے انسانیت سے بُرائیوں کو مٹایا، وہاں اچھائیوں کو فروغ دیا،

صاحبِ خُلقِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تمدن کے چہرے کو حُسنِ معاشرت کے غازے سے سنوارا، نکھارا،

معلّمِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے لوگوں کو محبت سے رہنے اور اصولوں پر لڑنے کی تعلیم دی،

طاہر و مطہّر رسولِ انام علیہ التحیۃ والسلام نے جلوت و خلوت کو نگاہ و دل کی پاکیزگی کا وطیرہ سکھایا،

سرکارؐ نے ہمیں جینے کے ڈھنگ سکھائے، اعلیٰ مقاصد کے لیے مرنے کی اہمیت بتائی۔

یہ سب احسانات ہیں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ـــــ اُن کے احسانات کا بوجھ ہمارے سروں کو بھی جُھکائے ہوئے ہے اور نظروں کو بھی ـــ

لیکن ایک احسان خُدا تعالیٰ بھی تو جتاتا ہے،
اللہ کا وہ احسان سرکارؐ کی بعثت ہے، سرکارؐ کا اِس دُنیا میں ظہور فرمانا ہے۔

آقا حضورؐ کے احسانات کا ذکر تو ہماری زندگی کے ساتھ ہے، مرتے دم تک ہوگا ـــــ ربیع الاوّل میں ہم اللہ کریم کے احسان کا ذکر کیوں نہ کریں۔

ہم نے اللہ کے اِس احسان پر اکتوبر میں سجدۂ شُکر شروع کیا تھا، دسمبر تک جاری رہے گا۔

اور، ـــــ یہ سجدہ،

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

فہرست

نعتیں

۱۲- ربیع الاوّل

آج وہ دن ہے کہ نعتِ مدحِ پیغمبرؐ میں ہے
آج وہ دن ہے کہ نشانِ طور اس منبر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ ظاہر ہوتے ہیں ختم الرسلؐ
مرحبا صلِّ علیٰ کا شور بحر و بر میں ہے

آج وہ دن ہے لرزتے ہیں سلاطینِ زمن
زلزلہ ایوانِ کسریٰ، قلعۂ قیصر میں ہے

آج وہ دن ہے جھکی پڑتی ہے رحمت کی گھٹا
بعدِ مدّت آج پھر آسودگی ہر گھر میں ہے

آج وہ دن ہے چھپا پھرتا ہے شیطانِ لعین
اک ہزیمت کا سا نقشہ اس کے کُل لشکر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ اوندھے گر پڑے لاتؔ و ہُبل
آج سے نقصاں ہی نقصاں صنعتِ آزر میں ہے

آج وہ دن ہے چلی کعبہ سے جنّت کی نسیم
بس گیا سارا زمین و آسماں عنبر میں ہے

آج وہ دن ہے فرشتوں کا زمیں پر ہے ہجوم
خدمتِ روح الامیں آج آمنہؓ کے گھر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ سب در ہائے دوزخ بند ہیں
آج راحت کافروں کو شعلہ و اخگر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ سب در ہائے جنّت کھُل گئے
غلغلہ عیش و طرب کا گنبدِ بے در میں ہے

آج وہ دن ہے کہ ساوہ خشک بالکل ہو گیا
انقلاب اک آنے والا یعنی بحر و بر میں ہے

آج وہ دن ہے جھکے پڑتے ہیں گردوں سے نجوم
جذبِ شوقِ دیدِ شہ، مہر و مہ و اختر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ تھا جس کا جہاں کو انتظار
جشنِ میلادِ مبارک آج ہر اک گھر میں ہے

آج وہ دن ہے کہ فرحتؔ محوِ شوقِ دید ہے
جسم اس محفل میں ہے، جاں گنبدِ خضریٰ میں ہے

——— مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی

قربان ربیع الاوّل کے

محبوبِ خدا بن کر آئے مہمان ربیع الاوّل کے
قربان ربیع الاول کے، قربان ربیع الاوّل کے

ہے میری محبّت وجد کناں آغوشِ ربیع الاوّل میں
ہیں میری محبّت پر بھاری احسان ربیع الاوّل کے

اُن سے آنکھوں میں مستی ہے اُن سے دل میں سرشاری ہے
محسوس کیے ہیں میں نے جو فیضان ربیع الاوّل کے

ہے ذکرِ خدا و ذکرِ نبیؐ، محفل محفل، عالم عالم
دل کی تسکین کا ساماں ہیں عنوان ربیع الاول کے

یہ ماہِ مبارک لایا ہے سرکارؐ کی آمد کا مژدہ
میرے سینے میں رقصاں ہیں طوفان ربیع الاوّل کے

شاہانِ جہان ہی خواجہؒ کی محفل کے حلقہ بگوش نہیں
میں نے دیکھے ہیں قُدسی بھی دربان ربیع الاوّل کے

ہر سمت سے آتی ہیں کانوں میں نعتِ نبیؐ کی آوازیں
معمور ہیں نعت کے نغموں سے دیوان ربیع الاوّل کے

آ میرے دل کی دنیا کو بھی غیرتِ جلوۂ طور بنا
آ میرے اُجڑے گھر میں بھی، مہمان ربیع الاوّل کے

حافظ مظہر الدین

(٦)

اعزازِ ربیع الاوّل

ہے عیدِ ولادت عالم میں آغازِ ربیع الاوّل ہے
محبوبِ خدا کی نسبت سے اعزازِ ربیع الاوّل ہے

عشاقِ نبی ہیں شیدائی ہے خلق میں جلوہ آرائی
کتنا دلکش محبوب و حسیں اندازِ ربیع الاوّل ہے

پھولوں میں مہک سینوں میں لہک تاروں میں چمک ذروں میں دمک
جاں بخش و ضیا بخشِ دوجہاں اعجازِ ربیع الاوّل ہے

بے خود ہیں جناں میں حور و ملک تسبیح بلب ہیں ارض و فلک
ہر زمزمۂ مرغِ سدرہ آوازِ ربیع الاوّل ہے

وہ پردہ برانداز وحدت آنے کو ہے باشان و شوکت
ہر سرِّ خفی ہر رمزِ جلی ہمرازِ ربیع الاوّل ہے

خوشبو سے معطر ہیں دو جہاں فردوس بکف ہیں کون و مکاں
کونین کے گوشے گوشے میں اعزازِ ربیع الاوّل ہے

ہے وردِ زباں سبحان اللہ ہر لب پہ ہے شورِ صلِّ علیٰ
تکبیر کی دھن میں نغمہ سرا ہر سازِ ربیع الاوّل ہے

جنت سے فرشتے آتے ہیں انوار ملک برساتے ہیں
عشاقِ نبی پر آئینہ ہر رازِ ربیع الاوّل ہے

ہر منکرِ تعظیمِ احمد ہے موردِ قہر و غیضِ احد
ایماں کے شرف سے بے بہرہ غمّازِ ربیع الاوّل ہے

لاریب کہ ہے میلادِ نبی محبوب مجھے مثلِ رجبی
سینے میں مرے ہر آن ضیا اعزازِ ربیع الاوّل ہے

—— علامہ ضیاء القادری بدایونی

ظہورِ جمال سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اصلابِ طیّبہ سے یونہی نورِ مصطفیٰؐ ارحامِ طاہرہ کی طرف منتقل رہا
جب آمنہؓ کے بطنِ مبارک میں پائی جا وقت آگیا ظہورِ جمالِ جنابؐ کا
خوش تھے ملک، زمانہ عیش و نشاط تھا
ارواحِ انبیاؑ کو عجب انبساط تھا
اے دینِ حق، جہاں کو مبارک نزا رواج اے صدقِ معرفت ہوئی اب تیری احتیاج
اے نورِ حق چمکتا ہے تیرا ستارہ آج اے جہل، عارضہ کا ترے اب ہوا علاج
ٹھوکر سے پائے صدق کے اے لات چُور ہو
بل کی نہ لے ہبل سے کہو، جلد دُور ہو
اے قدسیو! بہ صدق پڑھو آکے اب درود اے ساکنانِ یثرب و بطحا کرو سجود
اے جذبِ شوقِ دوست مبارک تجھے صعود واجب ہے آبرو تری اے ممکن الوجود
قبل اس کے اے جہاں تری ہستی ہی کچھ نہ تھی
اے عالمِ شہود، یہ بستی ہی کچھ نہ تھی
اے دینِ حق، نشانِ ظفر اب زمیں پہ گاڑ اے کفر و معصیت تری بستی ہوئی اجاڑ
افزوں ہے آج طور سے مکّہ کا ہر پہاڑ اے حور اپنے بالوں سے کوہِ حرا کو جھاڑ
کعبہ سے کہہ دو، دل سے کدورت کو صاف کر
جلد آکے آمنہؓ کے مکاں کا طواف کر

(۸)

لو عبدِ مطلبؓ تمہیں پیارا پسر ملا — لو آمنہؓ نہالِ شرف کا ثمر ملا
حمزہؓ کہاں ہو بحرِ عطا کا گہر ملا — بوطالب آؤ عرشِ خدا کا قمر ملا
پوچھو قریش خانۂ عبدِ مناف کو
خود عرشِ پاک آئے گا اس کے طواف کو

اے اوّلِ ربیع اس آمد پہ ہیں نثار — اُس کبریا کی دولتِ سرمد پہ ہیں نثار
الطاف و فیض و رحمتِ بے حد پہ ہیں نثار — دی نعمتِ بہشت، محمدؐ پہ ہیں نثار
دوزخ کا اب نہ خوف، نہ دھڑکے عذاب کے
توحید خود بتائے گی رستے صواب کے

تا عرش ہے ولادتِ مولا کی دھوم دھام — ہے قدسیوں کا خانۂ ہاشم میں ازدحام
مملو ملائکہ سے ہے بیتِ خدا تمام — خالی نہیں ہے رحمتِ حق سے کوئی مقام
محبوبؐ حق عدم سے ہیں تشریف لانے کو
آج آپ سرفراز کریں گے زمانے کو

حاضر ہیں در پہ دیر سے موسیٰؑ لیے عصا — عیسیٰؑ جو دم بخود ہیں ادب کا ہے اقتضا
کیونکر کریں خلیلؑ نہ شکرانۂ خدا — دادا کا بھی بڑھا دیا پوتے نے مرتبہ
یعقوبؑ خوش ہیں، نوحؑ کا دل بھی نہال ہے
یحییٰؑ کا رنگ فرطِ مسرت سے لال ہے

اس آفتابِ دیں کا یکایک ہوا ورود — کعبہ میں سارے بُت ہوئے خم ازپئے سجود
حجرے سے اصلِ نور کی جس دم ہوئی نمود — پہنچا زمیں سے عرش تک آوازۂ درود
خم ہو گیا ہے عرش بھی تسلیم کے لیے
تم بھی اٹھو حضورؐ کی تعظیم کے لیے

—— شاد عظیم آبادی

٩

فرش پہ اُترا عرش کا دولہا

دنیا تھی اک گورکھ دھندا — زیست تھی یا حرفِ معمّا
کمھلایا تھا پھول خرد کا — مُرجھایا تھا ہوش کا چہرہ
موج و تلاطم، دور کنارا — ڈوب چکی تھی فکر کی نیّا
حُسنِ تخیّل، ذوقِ تمنّا — دونوں تھے دنیا سے عنقا
جہل کا رُعب تھا ہر سُو چھایا — علم بچارا سہما سہما
بستی بستی، قریہ قریہ — پھیلا تھا ہر سمت اندھیرا
جَور کا غلبہ، ظلم کا چرچا — عدل نہیں تھا، رحم نہیں تھا
انساں خود ذلت پر شیدا — ذہن مقفّل، وہم سراپا
جب یہ تھا سب جگ کا نقشہ — بن کے خدا کا مظہرِ یکتا

فرش پہ اُترا عرش کا دولہا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

یعنی وہ مقصودِ زمانہ — سب سے بڑا محبوب خدا کا
نیّرِ فاراں، والیٔ بطحا — مولا کا بندہ، بندوں کا مولا
ربّ کا نائب، جگ کا داتا — حُسنِ مجسّم، نورِ سراپا
معنیٔ یٰسٓ، مقصدِ طٰہٰ — ہادیٔ عالم، رہبرِ دنیا

مالکِ جنّت ، خازنِ نعما — محسنِ اعظم ، بحرِ عطایا
سیرت رخشاں ، صورت زیبا — ظاہر اکمل ۔ باطن یکتا
جس کی صورت سے حق اُبھرا — جس کی سیرت سے حق چمکا
جس کے جلوے سے حق پھیلا — فطرت بولی ، ہاتف چیخا
حق آیا اور باطل بھاگا — اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

مرکزِ گیتی ، مظہرِ رحماں — اصلِ دو عالم ، رحمتِ دوراں
ناشرِ وحدت ، حاصلِ ایماں — پایۂ ایقاں ، مایۂ عرفاں
ختمِ نبوت ، شاہِ رسولاں — حاکمِ دنیا ، خواجۂ گیہاں
فرشِ زمیں پہ دہر کا سلطاں — قصرِ دَنَا میں رب کا مہماں
منبعِ رحمت ، مطلعِ احساں — محورِ ہستی ، مہبطِ قرآں
جس کی تجلّی روحِ گلستاں — جس کا تبسّم جانِ بہاراں
نامِ مقدّس ، کیف کا ساماں — ذکرِ معلّٰی روح کا درماں
جس کی اطاعت ، طاعتِ قرآں — جس کی محبّت چشمۂ حیواں
ہاں ، وہ نقیبِ عظمتِ انساں — ہاں ، وہ حبیبؐ خالقِ یکتا

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

سب سے اوّل ، سب سے آخر — سب میں باطن ، سب پر ظاہر
شاہد یعنی حاضر و ناظر — پیکرِ قدرت ، نائبِ قادر
جانِ مناظر ، روحِ مظاہر — نظمِ عوالم ، اصلِ مصادر

سرِّ معانی ، نورِ ظواہر   نقطۂ مرکز ، وجہِ دوائر
حُسنِ نظر میں کیفِ نظائر   لمعۂ باطن ، جلوۂ باہر
قائم ، صائم ، دائم ، ذاکر   عابد ، ساجد ، قانت ۔ شاکر
سب کا مُبشَّر ، سب کا مُبشِّر   شافع ، شافی ، حامی ، ناصر
سب کا ہادی ، محسن ، مُنذِر   شارع ، شارح ، ناہی ، آمر
دافع ، نافع ، باذل ، باقر   کعبے کا بھی قبلہ وکعبہ

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

سب کے بوجھ اُٹھانے والا   سب کے درد مٹانے والا
سب کو راہ دکھانے والا   سب کو رَہ پہ لانے والا
سب کی بات بنانے والا   سب کے بخت جگانے والا
اَوْ اَدْنیٰ تک جانے والا   اَوْ اَدْنیٰ سے آنے والا
وہ توحید سکھانے والا ،   وہ قرآن سنانے والا
شرک وکفر بھگانے والا   سچا نقش جمانے والا
رب کے پاس بلانے والا   منزل پر پہنچانے والا
غیب کے راز بتانے والا   ہر گتھی سلجھانے والا
ہر نکتہ سمجھانے والا   جانِ جہاں ، سلطانِ زمانہ

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

بھانے لگے تذکارِ شہادت   چھانے لگے انوارِ شریعت
دُھلنے لگے الواثِ جہالت   کھلنے لگے درہائے اطاعت

بٹنے لگی افکار کی دولت　　چھٹنے لگی اوہام کی ظلمت
آنے لگی افلاک سے رحمت　　جانے لگی آفاق سے نقمت
سلنے لگا ہر چاکِ کدورت　　ملنے لگا یوں درسِ اخوت
ٹوٹ گئی شیطان کی قوت　　چھوٹ گئی نبضِ ہر نخوت
کثرت نے اب سیکھی وحدت　　دیکھی جب سرکارؐ کی طلعت
جُود کا کوثر، امن کی جنّت　　پیکرِ خوبی، ذرۂ عظمت
مایۂ ہستی، مخزنِ رحمت　　شور ہوا دنیا میں برپا

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

جو ہے ہر افسر کا افسر　　جو ہے ہر سرور کا سرور
جو ہے ہر بہتر سے بہتر　　جو ہے ہر برتر سے برتر
اعلیٰ، اولیٰ، احسن، اظہر　　اکمل، اجمل، افضل، اکبر
مُکرم، اکرم، ارحم، اطہر　　اعدل، اجل، اشرف، انور
کوئی نہیں ہے جس کے برابر　　ہاں وہ بے ہمتا، بے ہمسر
جس کی عظمت کے ہیں چاکر　　شوکتِ دارا، فرِّ سکندر
جس کی رحمت کے ہیں مظہر　　شفقتِ والد، لینتِ مادر
جس کی کرنوں سے ضَو لے کر　　روح مجلّیٰ، قلب منوّر
آسی گاؤ اسی کا کھا کر　　جو ہے سب کا ملجا و ماویٰ

فرش پہ اُترا عرش کا دولھا
پلٹی جس نے دہر کی کایا

پروفیسر محمد حسین آسی (سیالکوٹ)

سلام اس کے لیے برحق

نگاہیں تھیں نہ منظر تھا، نہ دنیا تھی نہ مافیہا
تماشا ہی نہ تھا کوئی، تماشائی نظر کیسی
تمنا کا سفینہ تھا، نہ تھیں جذبات کی موجیں
نہ عیش و غم، نہ کیف و کم، نہ بے رنگی نہ رنگینی
زبانِ حال ہی گم تھی، زبانِ قال کیا معنیٰ
محل تھا آرزو کا، نہ ارمانوں کی بستی تھی
یکایک لہر اٹھی ایک دریائے مشیت میں
کہ میرے حسن کی کوئی پرستش کرنے والا ہو
کھلایا غنچۂ کُن اُس کی آوازِ مشیت نے
رہا لاکھوں برس پردے میں یہ اسرارِ قدرت کے
ہزار عالم ہوئے پیدا نگاہِ لطف سے جس کی
اُسی کا فرشِ پا انداز ٹھہری عرش کی منزل
مرتّب ہو گئیں دم بھر میں تقدیریں دو عالم کی
زمیں پر اس کا سکّہ نظمِ فطرت نے کیا رائج
اُسی کی اک توجہ نغمۂ داؤدؑ کی شہرت
اسی کے نور سے پائی تجلّی حسنِ یوسفؑ نے
اسی لطفِ مجسّم نے دیا ہے اپنے ہاتھوں سے

حجابِ روئے ہستی تھا نقاب اس کی مشیّت کا
خدائی کی خبر کیسی، خدا خود کنزِ مخفی تھا
نہ یہ الفاظ کا طوفان، نہ یہ احساس کا دریا
کوئی سر تھا، نہ سودا تھا، نہ دل تھا اور نہ دل والا
صدا کا جزر و مد تھا اور نہ خاموشی کا سنّاٹا
نہ تھی امید کی ہستی کہ قائم جس سے ہے دنیا
ہوا خلّاق کو منظور اظہارِ کمال اپنا
کوئی ہو میری قدرت جاننے اور ماننے والا
کیا اک نورِ بے ہمتا نے اپنے نور سے پیدا
اسی اک نور میں پنہاں رہا کونین کا جلوہ
یہ منظورِ نظر ہی باعثِ تخلیقِ عالم تھا
اسی نسبت سے کرسی نے بلندی کا شرف پایا
اسی کی مرحمت سے ہو گئے لوح و قلم یکجا
فلک پر اس کا پرچم پنجۂ خورشید نے کھولا
اسی کا اک تلطّف ابنِ عمرانؑ کا یدِ بیضا
اسی کے در سے "حکمِ قُم باذنی" لے گئے عیسیٰؑ
کسی کو خلعتِ خلّت کسی کو صبر کا تمغہ

یہی جلوہ تھا عبداللہؓ کی تنویر پیشانی ۔۔۔ یہ جلوہ پیکرِ انساں میں جب آیا محمدؐ تھا
زہے نامِ مبارک جس پہ ہے صلِّ علیٰ واجب ۔۔۔ سلام اس کے لیے برحق درود اس کے لیے زیبا
نیا مطلع ملا فیضِ ثنا سے طبعِ موزوں کو ۔۔۔ متاعِ فخر ہے ہستی کے دفتر میں قلم میرا
حکومت کی کوئی حد ہے، نہ قدرت کا کوئی اعصا ۔۔۔ ازل کی صبح سے شامِ ابد تک ہے عمل اس کا
زہے فیضِ قدم جنت بدامن ہو گئی دنیا ۔۔۔ چمن آرائے عالم ہے یہی پیغمبرِ صحرا
کتاب اللہ کا حامل، متاعِ شرع میں شامل ۔۔۔ خدا کا بندۂ کامل، خدا کی طرح بے ہمتا
بہارِ گلشنِ عرفاں، نمودِ قدرتِ یزداں ۔۔۔ امینِ دولتِ ایماں، امیرِ طیبہ و بطحا
پیام اُس کا پیامِ حق، کلام اُس کا کلامِ حق ۔۔۔ خدا کے حکم سے ساکت، خدا کے اذن سے گویا
تعالی اللہ وہ صورت کہ قرآں جس پہ نازل ہو ۔۔۔ پسند آجائے نقاشِ ازل کو وہ حسیں نقشہ
اسی کے تن پہ پھبیک اترا لباسِ شانِ محبوبی ۔۔۔ اسی کے فرق پہ موزوں ہوا دیہیم رحمت کا
پیمبر طالبِ حق سیکڑوں آئے زمانے میں ۔۔۔ کوئی اس کی طرح مطلوبِ حق بن کر نہیں آیا
فرشتوں کو فرازِ عرش پر تسبیح سکھلائی ۔۔۔ زمیں پر آدمی کو جوہرِ انسانیت بخشا
فرائض میں اُسی کے انصرامِ عرصۂ ہستی ۔۔۔ اسی کے دستِ قدرت میں نظامِ عالمِ بالا
نکالے خانۂ حق سے بتانِ آزری اس نے ۔۔۔ مٹا کر کفر کی بدعت بجایا دین کا ڈنکا
اُسی کے خُلق نے اخلاق سکھایا زمانے کو ۔۔۔ اسی کے درس نے صدہا معلّم کر دیے پیدا
ملا دی روضۂ رضواں سے حد گلزارِ ہستی کی ۔۔۔ عرب کی سرزمیں پر اس نے وہ تخمِ عمل بویا
بجھایا علم نے اس کے، چراغِ حکمتِ باطل ۔۔۔ مٹایا رعب نے اُس کے غرورِ قیصر و کسریٰ
کرم تھا مشغلہ اس کا، نوازش اس کی فطرت تھی ۔۔۔ اخوت اس کی بخشش تھی محبت اس کا سرمایہ
نہ ہاتھ آئی کسی مُرسل کو یہ منزل تقرّب کی ۔۔۔ خدا کے نام کے ہمراہ ہے کلمہ محمدؐ کا

اسی کے لطفِ بے پایاں نے رعنا کی زباں کھولی
توجہ سے اسی کی مدح گوئی کا شرف پایا

رعنا اکبرآبادی

۱۵

عربی مولود نامے

تحریر: صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مدارِ ایمان اور آپ کا ذکرِ پاک عبادت کی جان ہے۔ محبت مجبور کرتی ہے کہ محبوب کا چرچا کیا جائے ——— مَن احب شیئاً اکثر ذکرہٗ ——— سو محبتِ مصطفیٰ کا تقاضا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت، آپ کے اخلاقِ جمیلہ اور اوصافِ حمیدہ، آپ کے فضائل و مناقب اور معجزات کا تذکرہ ہو، صلوٰۃ وسلام کی کثرت ہو اور اللہ کی اس نعمتِ عظمیٰ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری) پر شکر کے طور پر فرح و سرور کا اظہار کیا جائے ——— اور جب کسی محفل میں یہ تمام چیزیں یکجا ہو جائیں تو وہ مجلس محفلِ میلاد یا مولود شریف کا امتیازی نام پاتی ہے۔

میلادِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی بابرکت محافل کا انعقاد اہلِ محبت کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے۔ یوں تو سال بھر ذکرِ رسول ﷺ کی یہ محفلیں دلوں کو عشقِ مصطفیٰ سے گرماتی ہیں تاہم ربیع الاول شریف میں ان کی رونق اور دوبالا ہو جاتی ہے چنانچہ محدث ابنِ جوزی فرماتے ہیں:

"لا زال اهل الحرمين الشريفين والمصر واليمن والشام وسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبي صلى الله عليه وسلم وينالون بذالك اجراً جزيلاً وفوزاً عظيماً"۔

اہلِ مکہ و مدینہ، مصر، یمن، شام اور شرق تا غرب تمام عالمِ اسلام محافلِ میلاد النبی

صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ ربیع الاول کی آمد پر خوشی مناتے اور آپ کی ولادت کے تذکرے کا خصوصی اہتمام کر کے اجرِ عظیم اور بڑی کامیابی پاتے ہیں۔"

موجودہ سعودی حکومت کی کڑی پابندیوں کے باوجود آج بھی حجازِ مقدس میں رنج ومسرت، تعمیرِ مکان، نکاح، غرض کہ اہم مواقع پر محفل مولود کرانے کا رواج ہے۔ بعض اہلِ محبت تو ہر پیر، جمعرات بلکہ روزانہ محفلِ میلاد کا اہتمام کرتے ہیں۔ احقر کو مدینہ منورہ کی ایسی متعدد محافل میں شمولیت کا شرف ملا۔ اِن محافل میں ذوق و شوق کی فراوانی اور عشق ومحبت کی وارفتگی کا عالم دیدنی ہوتا۔ عطر وعنبر سے مہکی ہوئی فضا میں دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ اور نعت خوانی کے بعد مولود شریف پڑھا جاتا تو حاضرین پر رقت کی عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور پھر جب دورانِ میلاد ولادت مبارکہ کے مبارک لمحات کا ذکر آتا تو حضارِ مجلس کھڑے ہو کر دست بستہ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے۔ درحقیقت یہ حصہ محفل میلاد کا ماحصل ہوتا جس میں برکاتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا۔ اختتام پر انواع واقسام کے پُرتکلف کھانے کھلائے جاتے۔ اِن محافل کے شرکائے اہلِ مدینہ کی اس بات نے مجھے بطورِ خاص متاثر کیا کہ انہیں اکابر محدثین اور صلحاءِ اُمت کے مرتبہ مولود شریف زبانی یاد ہیں۔

سید العرب والعجم نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک کے موضوع پر ہزار ہا کتب شائع ہو چکی ہیں اور تا قیامت یہ سلسلہ خیر جاری رہے گا ـــــ میرے پیشِ نظر "مجموعہ موالید وادعیہ" نامی کتاب ہے جس کا تعارف اس مقالہ میں مقصود ہے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مزید چند اہم مولود ناموں پر اجمالی تبصرہ کر دیا جائے۔

اس مقالہ میں صرف ان مجموعوں کا ذکر کیا جائے گا جن کا تعلق بحث ودلائل سے نہیں بلکہ محافلِ میلاد کے عملی ثبوت سے ہے کہ یہ ترتیب ہی ان محافل کے لیے

دیے گئے ہیں۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف جواہر البحار[۲] میں مندرجہ ذیل مولود ناموں کا تعارف کرایا ہے۔

المولد النبوی للنابلسی

یہ کتاب بڑی مختصر بلیغ اور جامع ہے۔ اسے اپنی اہمیت کے پیشِ نظر علامہ نبہانی نے تمامہ اپنی کتاب جواہر البحار میں نقل کر دیا ہے۔ جو اس کے صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۶ ۱۸×۲۲/۸ سائز کے پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ اٹھائیس سطروں کا مسطر استعمال کیا گیا ہے۔ اس مولود نامہ کے مؤلف عالم جلیل عارف باللہ امام شیخ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ العزیز (م ۱۱۴۳ھ) ہیں۔

المولد النبوی للشیخ المغربی

یہ جلیل القدر مولود نامہ عارف باللہ الشیخ محمد مغربی (م ۱۲۴۰ھ) کی تصنیف ہے۔ شیخ مغربی بہت بڑے محقق، عظیم صوفی اور اکابر اولیاء میں سے تھے۔ بلادِ مغرب کے مشہور قبیلے بنی ناصر سے ان کا تعلق تھا۔ اذقیہ نامی بستی میں ان کا مزار مرجعِ خواص وعوام ہے ان سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ موصوف کی اس کتاب کے بارے میں علامہ نبہانی فرماتے ہیں کہ یہ مولود ناموں میں سے افضل، اکمل اور بلیغ ترین ہے۔ محدثین کی روایات اور صوفیاء کی عبارات سے مزین ومبرہن ہے۔ یہ مولود نامہ بھی جواہر البحار کے صفحہ نمبر ۱۰۹۸ تا ۱۱۱۲ تمامہ شامل کر دیا گیا ہے۔

علامہ مغربی فرماتے ہیں کہ "حضور مرکز ہیں، حبیب اعظم ہیں، قطب مدار ہیں، سرِ مکنون ہیں۔ آپ کی حقیقت کو سمجھنا کسی کے بس میں نہیں"۔ یہ مولود نامہ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ غالباً اس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف نشستوں میں قسط وار پڑھنے میں سہولت رہے۔

النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید آدم

یہ کتاب امام کبیر احمد بن حجر الہیتمی (م ۹۷۳ھ) کی تصنیف ہے جو بقول مصنف حفظ و اتقان سے متصف ائمہ سنن و حدیث کی صحیح ترین مستند روایات کا مجموعہ ہے[3]۔ ابن حجر موصوف نے اسی انداز کا ایک مختصر جامع اور صحیح ترین روایات پر مبنی مولود نامہ مرتب کیا جسے علامہ نبہانی نے جواہر البحار کے صفحہ نمبر ۱۱۱۲ تا ۱۱۲۱ بجنسہ نقل کر دیا۔

نثر الدرر علی مولد ابن حجر

علامہ ابن حجر ہیتمی کے مختصر مولود نامہ کی یہ مفصل اور عمدہ شرح علامہ سید احمد بن عبد الغنی دمشقی (م ۱۳۲۰ھ) کی جلیل القدر تصنیف ہے۔ علامہ موصوف خاتمۃ المحققین محشی در المختار علامہ محمد عابدین شامی قدس سرہٗ (م ۱۲۵۲ھ) کے بھانجے ہیں۔ یہ کتاب قریباً ۳۴۰ صفحات پر مشتمل ہے جس کے اہم اقتباسات جواہر البحار کے صفحہ ۱۱۲۱ سے لے کر ۱۱۵۸ تک پھیلے ہوتے ہیں۔

ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"ملک مظفر نامی بادشاہ میلاد شریف کی عظیم الشان محفل منعقد کرتا تھا۔ ان محفلوں میں شریک ہونے والوں کی روایت ہے کہ اہلِ محفل کی مہمانی کے لیے پانچ ہزار بھونی ہوئی بکریاں، دس ہزار مرغ، ایک لاکھ زبدیہ، تیس ہزار طباق حلوہ ہوتا اور مولود میں اکابر علماء و صوفیا حاضر ہوتے انہیں خلعتیں دی جاتیں اور ہر سال محفلِ میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کیے جاتے۔ ملک مظفر کے لیے حافظ ابن دحیہ نے ۶۰۴ھ میں مولود شریف کے موضوع پر ایک کتاب "التنویر بمولد النبی البشیر" تالیف فرمائی۔ جس پر بادشاہ نے ہزار دینار بطورِ انعام دیے[4]۔

میلاد کے موضوع پر التنویر کتنی جامع کتاب ہوگی اس کا اندازہ ان دو حدیثوں سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جنہیں اس کتاب کے حوالے سے محدث کبیر مفتی سید

دیدار علی شاہ محدث الوری قدس سرہٗ نے ذکر کیا ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن اپنے گھر میں ایک قوم کو واقعات ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہارِ مسرت کر کے اللہ کا شکر بجا لا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہے تھے "فاذا جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حلت لکم شفاعتی" کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا تمہارے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

(۲) حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میرا گزر حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ عامر اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو آنحضرت کے واقعاتِ ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن) جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم دنیا میں رونق افروز ہوئے۔ تو حضور نے یہ دیکھ کر فرمایا "انّ اللہ فتح لک ابواب الرحمۃ والملٰئکۃ کلھم یستغفرون لک من فعل فعلک یحل بحالک" بیشک اللہ نے تمہارے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے اور تمام فرشتے تمہارے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں جو شخص تمہارے جیسا کام کرے گا وہ ایسا ہی اجر پائے گا۔[۵]

مولد الدردیر

یہ مولود نامہ الشیخ احمد الدردیر مالکی مصری (م ۱۲۰۱ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ کے علمی فضل اور جلالتِ قدر کے پیش نظر جامع ازہر کے علماء و مدرسین آپ کے اس مولود نامہ کی تدریس کرتے تھے۔[۶] یہ مکمل رسالہ جواہر البحار کے صفحہ ۱۲۷۴ تا ۱۲۷۹ پر درج ہے۔ حضورؐ کی طہارتِ نسب کے علاوہ واقعاتِ ولادت بڑی جامعیت سے بیان کیے گئے ہیں۔ نیز حدیثِ جابر بھی مفصل مذکور ہے جس میں حضور نے بیان فرمایا

"یاجابر ان اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ" ؎

النظم البدیع فی مولد الشفیع (منظوم)

یہ منظوم مولود نامہ علامہ سید یوسف بن اسماعیل نبہانی رئیس محکمۃ الحقوق (وزیر انصاف) بیروت کی تصنیف ہے۔ جسے موصوف نے جواہر البحار کے صفحہ ۱۲۵۸ تا ۱۲۷۴ شامل کر دیا ہے۔ علامہ نبہانی تقریباً ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ عرب کے ایک بادیہ نشین قبیلہ بنو نبہان کی نسبت سے نبہانی کہلائے۔ ؎

آپ کتب کثیرہ کے مصنف تھے جن میں جواہر البحار، حجۃ اللّٰہ علی العالمین، الانوار المحمدیہ اور جامع کرامات اولیاء شہرۂ آفاق ہیں۔

یہ مولود آپ نے ۱۳۱۲ ہجری میں منظوم کیا جیسا کہ آخری شعر میں خود فرماتے ہیں:

الفٌ ثلاث مائۃ واثنا عشر　　تاریخ نظم عقد هذہ الدرر

نظم کے آغاز میں "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ" تا "رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ" دو آیات لکھی گئی ہیں۔ یہ نظم ۱۲۰ بندوں پر مشتمل ہے ہر بیس بندوں کے بعد اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اور اللّٰهم صل علیٰ سیدنا محمدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وصحبہٖ وسلم درج ہے۔ ایک قطعہ ملاحظہ ہو۔

فی لیلۃ الاثنین لاثنی عشرا　　قبیل فجرٍ من ربیعٍ ظهرا

فاشرق الکون بہ اذا سفرا　　واخجل الشمس وفاق القمرا

والبدر قد کلمہ فی المہد ؎

اب کشف الظنون و ہدیۃ العارفین وغیرہ کتب سے مزید چند مولود ناموں کے اسماء درج کیے جاتے ہیں۔

- بلوغ المرام لبیان الفاظ مولد سید الانام

 اسے سید احمد المرزوقی مکی نے ۱۲۱۸ھ میں مرتب کیا ؎

- مورد الصفا فی مولد المصطفیٰ ؎

یہ ابن علان محمد علی الصدیقی المکی مصنف الابتہاج کی تصنیف ہے[11] ان کا سن وصال ۱۰۵۷ھ ہے[12]

○ مولود النبی

یہ ترکی زبان میں منظوم میلاد نامہ ہے جو روم کے علاقہ کی مجالس میں پڑھا جاتا ہے۔ سلیمان برسوی (متوفی ۸۰۰ھ تقریباً) کی تالیف ہے۔[13]

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضوء اللامع" میں درج ذیل مولود ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔

○ جامع الآثار فی مولد النبی المختار ——— (تین جلدیں) از حافظ ابن ناصر الدین دمشقی

○ الصادی فی مولد الہادی ○ اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق ○ التعریف بالمولد الشریف ○ مختصر عرف التعریف بالمولد الشریف للجزری ○ الدر المنظم (دو جلدیں) ○ اللفظ الجمیل۔ آخری دونوں کتابیں شیخ محمد بن عثمان کی مؤلفہ ہیں۔ نیز سید عفیف الدین محمد بن محمد (م ۸۵۵ھ) ابوبکر دنقلی، برہان محمد ناصحی، ابن سنباطی، ابن یوسف فاقوسی اور مؤلف کتاب (الضوء اللامع) سخاوی نے بھی مولود نامے مرتب کیے۔[14]

علامہ یوسف الیان سرکیس نے درج ذیل مولود ناموں کا تذکرہ کیا ہے:

○ مولد البشیر النذیر السراج المنیر۔ تصنیف ابوالوفا حسینی مطبوعہ مصر ۱۳۰۷ھ۔[15]

○ مولد المصطفیٰ العدنانی (منظوم) تصنیف عطیہ بن ابراہیم شیبانی۔ سن اشاعت ۱۳۱۱ھ۔[16]

○ مولد النبی۔ یہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی الحسن ابن الجوزی کی تصنیف ہے۔ موصوف فقہ حنبلی کے بہت بڑے امام، محدث، فقیہ، واعظ، مؤرخ، مفسر اور

صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ بغداد شریف میں ۵۹۷ھ میں فوت ہوئے۔ یہ کتاب ۱۳۰۰ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔[۱۷]

○ مولد النبی (منظوم) یہ تصنیف ہے عائشہ بنت یوسف باعونیہ دمشقیہ کی جو شافعی المذہب بہت بڑی ادیب عالمہ صوفیہ اور کئی کتابوں کی مصنفہ تھیں۔ ۹۲۲ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئیں۔ یہ کتاب ۱۳۰۱ھ میں دمشق سے شائع ہوئی[۱۸]

○ مولد النبی ـــــ یہ عبدالرحیم بن احمد برعی یمنی کی تصنیف ہے۔ موصوف پانچویں صدی ہجری کے بزرگ تھے۔ یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔[۱۹]

○ مولد النبی ـــــ احمد بن قاسم مالکی بخاری حریری کی تصنیف ہے ۱۲۹۹ھ کو مصر سے شائع ہوئی۔[۲۰]

○ مولد النبی ـــــ تصنیف عبداللہ حمصی شاذلی[۲۱]

○ مولد النبی ـــــ تالیف شیخ خالد بن والدی۔ ۱۳۰۱ھ میں چھپی۔[۲۲]

○ مولد النبی ـــــ تصنیف شیخ محمد وفا صیادی۔[۲۳]

○ مولد النبی ـــــ تصنیف شیخ محمود محفوظ دمشقی شافعی۔[۲۴]

○ المولد الجلیل حسن الشکل الجمیل ـــــ تصنیف شیخ عبداللہ بن محمد مناوی شاذلی ۱۳۰۷ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔[۲۵]

موالید وادعیہ

یہ کتاب مختلف مولود ناموں اور دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ مطبع احمد بن سعد بن نبہان واولادہ سورابایا انڈونیشیا میں چھپی۔ سن تصنیف درج نہیں۔ راقم کے والد ماجد حضرت فقیہ اعظم قدس سرہٗ العزیز نے شوال المکرم ۱۳۹۲ھ / ۲۱ نومبر ۱۹۷۲ء کو مدینہ منورہ سے راقم کے لیے خریدی۔ اس میں پانچ مولود نامے قصیدہ بردہ شریف، عقیدۃ العوام اور متعدد دعائیں شامل ہیں۔ جن کی تفصیل بالترتیب اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ چھوٹے سائز کی یہ کتاب ۲۵۶ صفحات کی ہے۔ ہر صفحہ پر بیل دار حاشیہ ہے۔

مولد شرف الانام

یہ مولود نامہ ص ۲ تا ص ۷۱، کل ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ فی صفحہ ۱۳ سطریں ہیں۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ ابتدائی سات صفحات پر سلام ہے:

السلام علیک زین الانبیاء
السلام علیک اتقی الاتقیاء

اس کے بعد چند آیات مکتوب ہیں۔ پھر خطبہ اور واقعاتِ ولادت ہیں۔ آگے چل کر جلی قلم سے "محل القیام" لکھا ہے۔ یعنی دورانِ میلاد اس مقام پر پہنچیں تو کھڑے ہو کر سلام پڑھا جائے۔ چار صفحات پر سلام درج ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک
اَشرقَ البدرُ علینا فاختفتْ منہ البدور
مثل حسنِکَ ما رأینا قطُّ یا وجہَ السُّرور
انت شمسٌ انت بدرٌ انت نورٌ فوقَ نور
انت اکسیرٌ وغالی انتَ مصباحُ الصدور
یا حبیبی یا محمّد یا عروسَ الخافقین
یا مؤیّد یا ممجّد یا امام القبلتین

سلام کے بعد رضاعت کے تفصیلی واقعات ہیں۔ آخر میں لمبی دعا ہے۔ مجموعی طور پر نظم و نثر کے اس حسین مرقع "مولد شرف الانام" میں چوبیس نظمیں ہیں۔

مولد البرزنجی (نثر)

مولود برزنجی کے نام سے معروف بہ شہرۂ آفاق اور بے نظیر مجموعہ سید جعفر بن حسن بن عبدالکریم بن سید محمد مدنی بن عبدالرسول برزنجی شافعی کی تصنیف ہے۔

آپ بہت بڑے شیخ، فاضل، عالم اور مفتی تھے۔ مسجد نبوی شریف میں امام، خطیب اور مدرس رہے۔ ۱۱۷۷ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے[۲۶] موصوف بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ بعض تصانیف کے نام یہ ہیں:

(۱) البر العاجل (۲) جالیۃ القدر (۳) جالیۃ الکرب باسماء اصحاب سید العجم والعرب (۴) الجنی الدانی فی مناقب الشیخ عبد القادر الجیلانی (۵) الروض المعطار (۶) الشقائق الاترجیہ فی مناقب الاشراف البرزنجیہ (۷) الطوالع الاسعدیہ (۸) العرین لاسماء البدریین (۹) فتح الرحمٰن (۱۰) الفیض اللطیف (۱۱) النفخ الفرجی (تاریخ)[۲۷] (۱۲) مولد النبی[۲۸]

مولود برزنجی پر شروح اور حواشی بھی لکھے گئے "الکواکب الانوار علیٰ عقد الجوہر فی مولد النبی الاظہر" نامی شرح جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد الہادی کی تالیف ہے۔ اور اس کے حاشیہ پر مولد برزنجی کا حاشیہ ہے، محشی شیخ علیش ہیں۔

مولود برزنجی کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے مکمل طور پر علامہ نبہانی نے جواہر البحار کے ص ۱۲۴۶ تا ۱۲۵۷ پر شامل کر دیا ہے۔

مولود برزنجی "مجموعۂ موالید" کے ص ۲، تا ۹۹ کل اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے۔ سولہ سطری مسطر استعمال کیا گیا ہے۔ پوری کتاب مقفّٰی و مسجّع عبارات سے مزین ہے۔ خطبہ کے ابتدائی کلمات ملاحظہ ہوں۔

"ابتدیٔ الاملاء باسم الذات العلیہ، مستدرا فیض البرکات علی ما انالہ واولاہ، واثنی بحمد موارده سائغۃ هنیئۃ، ممتطیا من الشکر الجمیل مطایاہ واصلی واسلم علی النور الموصوف بالتقدم والاولیۃ"

ہر نئے واقعے کی ابتداء میں عنوانِ باب کے طور پر یہ شعر درج ہے۔

عطر اللھم قبرہ الکریم	بعرف شذی من صلاۃ وتسلیم

مذکورہ مولود میں حضور کا نسب نامہ، طہارتِ نسب، نورِ مصطفیٰ کی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقلی پر جانوروں اور جنوں کی بشارتیں، سیدہ آمنہ کا خواب، شبِ ولادت حضرت آسیہ و مریم کی آمد ایسے متعدد واقعات کے بعد نورِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ظہور کے موقع پر علامہ برزنجی لکھتے ہیں۔

" یہ موقع قیام کا ہے، ائمہ و محدثین کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر پر قیام کو مستحسن جانتے ہیں۔ بشارت ہے اس شخص کے لیے جو حضور کی تعظیم کو اپنا منتہائے مقصود سمجھے۔"

مندرجہ بالا عنوانات کے بعد ان خوارق وارحاصات کا مفصل بیان ہے۔ جن کا وقتِ ولادت ظہور ہوا۔ پھر رضاعت، بچپن، شقِ صدر، تجارت، شادی، بعثت، دورِ مصائب و آلام، معراج، ہجرت، مدینہ منورہ میں تشریف آوری، حسنِ سیرت و حُسنِ صورت، شرم و حیا، تواضع و انکساری اور فقرِ اختیاری وغیرہ امور کا مختصر و جامع بیان ہے۔ آخری تین صفحات میں اختتامِ مولود کی دعا ہے۔

مولد البرزنجی (نظماً)

یہ مولود دراصل مولود برزنجی منثور ہی کی منظوم تلخیص ہے۔ اس کے مصنف زین العابدین بن محمد ہادی ہیں، خود فرماتے ہیں:

عبیدک زین العابدین هو الذی محمد الهادی ابوه و ينطانی [29]
الی آل برزنج شهیر انتمائه و نسبته للمصطفی ذات برهان

ان کا تذکرہ کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ مولود برزنجی (منثور) کے شارح "الکوکب الانور" کے مصنف جعفر بن اسماعیل کے نسب نامہ پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ ان کے جدِ امجد ہیں جبکہ صاحب مولود برزنجی جعفر بن حسن ان کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ معجم کی عبارت یہ ہے۔ "جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد الہادی بن زین بن السید جعفر مؤلف مولد النبی۔" [30]

مولود کے ایک شعر میں بھی اس جانب اشارہ ہے؛

واسئلما لتوفیق فی نظم مولد
لجدی الذی من جعفر الفضل اروالی [۳۱]

زین العابدین برزنجی ۱۲۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے نثر کی طرح اس منظوم رسالہ میں بھی واقعاتِ ولادت اور خوارق و معجزات کو بیان کیا ہے۔ ولادت مبارکہ کے تذکرہ میں "محل القیام" کا عنوان قائم کیا ہے۔ سلام و نعت کے ۳۷ر اشعار ہیں جن کی ابتدا یوں ہوتی ہے؛

صلی اللہ علی محمد	صلی اللہ علیہ وسلم
مرحبا یا مرحبا یا مرحبا	مرحبا جد الحسین مرحبا
یانبی سلام علیک	یارسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک	صلوات اللہ علیک

یہ رسالہ مجموعہ موالید کے صفحہ ۱۰ سے لے کر ۳۷ تک کل ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے صلوٰۃ وسلام کے مخصوص اشعار کے علاوہ تقریباً ۲۰۶ر اشعار ہیں

قصیدہ بردہ

مجموعۂ موالید کے ص ۱۳۸ تا ۱۶۳، یہ قصیدۂ مبارکہ درج ہے۔ ۱۶۰ر اشعار کا یہ وہ مبارک قصیدہ ہے جس کے توسط سے اس کے ناظم امام بوصیری کو عربی نعت گو شعرا میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ شہرت اور بقائے دوام نصیب ہوئی۔ ناظمِ قصیدہ کا اسم گرامی شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید تھا۔ آپ مصر کے ایک قریہ بوبصیر میں ۶۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۹۶ھ میں وصال فرمایا۔[۳۲]

امام بوصیری کے اشعار کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہیں علم حدیث، سیر و معازی، کلام، ادب، بدیع، بیان اور صرف و نحو میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ ابتداءِ عمر کا بیشتر حصہ سلاطین کے درباروں میں گزرا۔ ایک بار فالج کا شدید

حملہ ہوا۔کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا۔ دل میں خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شفا طلب کی جائے۔ چنانچہ یہ قصیدہ لکھا۔ خواب میں دافع البلاء والوباء محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور یہ قصیدہ آپؐ کی بارگاہ میں پڑھ کر سنایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے حد پسند فرمایا اور مفلوج حصہ پر دست مبارک پھیرا۔ آنکھ کھلی تو مکمل صحت یاب تھے۔ [۳۳]

بعض روایات میں ہے کہ جب یہ قصیدہ خواب میں امام بوصیری نے حضورؐ کو سنایا تو حضورؐ نے اپنی بردِ یمانی ان پر ڈالی، علی الفور آپ کو صحت کاملہ حاصل ہوگئی [۳۴]
امام بوصیری صبح جب اپنے گھر سے نکلے تو راستہ میں قطبِ وقت شیخ ابو الرجا ملے اور کہا، بوصیری وہ قصیدہ سناؤ جو حضورؐ کی مدح میں تم نے تالیف کیا ہے۔ چونکہ قصیدہ بردہ کی تالیف کا سوائے امام بوصیری کے کسی کو خبر نہ تھی۔ آپ نے پوچھا کہ کون سا قصیدہ سناؤں؟ شیخ ابو الرجا نے فرمایا وہ قصیدہ سناؤ جس کا مطلع ہے:

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیرَانٍ بِذِی سَلَمِ

یہ سن کر امام بوصیری حیران رہ گئے۔ ان کے استعجاب پر شیخ نے کہا، جب تم دربارِ رسالت میں قصیدہ سنا رہے تھے، وہیں میں بھی سن رہا تھا۔ [۳۵]

قصیدہ ہذا کو عوام کے علاوہ طبقہ مشائخ میں بے پناہ مقبولیت ملی۔ اس کی قراءت کو حلال المشکلات اور دافع شدائد قرار دیا ہے۔ کتب اوراد میں بردہ کے بیشمار فضائل و خوائص بیان کیے گئے ہیں۔

بنیادی طور پر یہ قصیدہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب، معجزات اور عشق و محبت پر مشتمل ہے۔ اگرچہ یہ مولود نامہ نہیں تاہم محافلِ میلاد میں اس کی قراءت اہلِ محبت کا معمول چلا آرہا ہے۔ اس میں خاص میلاد کے اشعار بھی ہیں مثلاً:

ابان مولده عن طیب عنصره

یا طیب مبتدا منه و مختتم

اس قصیدہ کا اصل نام "الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ" ہے۔ [۳۶]

مولد الدیبعی

یہ جلیل القدر مولود نامہ پیشِ نظر مجموعہ کے صفحہ ۱۶۴ سے صفحہ ۱۷۸ تک ۱۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ امام حافظ عبد الرحمٰن بن علی الشیبانی کی تصنیف ہے۔ ۳۷

یہ مولود علیحدہ کتابی شکل میں بھی "مختصر فی السیرۃ النبویہ" کے نام سے ۱۴۰۲ھ میں طبع ہو کر جدہ سے شائع ہوا ہے۔ غالباً سعودی عرب کے مخصوص حالات کے پیش نظر یہ عنوان اختیار کیا گیا ہے۔ تاہم دیباچے میں "مولد" کا نام ہی استعمال کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ بڑے سائز کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے جس پر تخریج کا کام ممتاز عالم دین محمد علوی بن عباس مالکی مکی نے کیا ہے۔ مقدمہ میں علوی صاحب نے مؤلف مولد کے مختصر حالات کے علاوہ محفلِ میلاد شریف کی شرعی حیثیت پر مختلف جہتوں سے مفصل بحث کی ہے اور اکیس ۲۱ دلائل سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔

مولد دیبعی کے مصنف "ابن الدیبع" کی کنیت سے معروف ہیں۔ دیبع سوڈانی زبان میں سفید کو کہتے ہیں۔ دراصل یہ لقب ان کے جدِّ اعلیٰ کا تھا۔ آپ محرم الحرام ۸۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ رجب المرجب ۹۴۴ھ بروز جمعہ وصال فرمایا۔ آپ یکتائے زمانہ اور متعدد کتب کے مصنف تھے جن میں تین حصوں پر مشتمل احادیث کا مجموعہ تیسیر الاصول اور زیرِ نظر مولود نامہ قابلِ ذکر ہیں۔ ۳۸

موتیوں ایسی خوبصورت عبارات پر مشتمل یہ فصاحت و بلاغت کا مرقع جب پڑھا جائے تو سامع اس کی نغمگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پیشِ نظر مجموعہ میں اس مولود کے لیے ۲۳ سطر کا مسطر استعمال کیا گیا ہے۔

مولد العزب

اس قصیدہ کے مصنف محمد بن محمد الدمیاطی ہیں جو شیخ عزب کے نام سے مشہور تھے ان کا سنِ وصال معلوم نہیں ہو سکا۔ مولد النبی کے علاوہ تحفۃ المحبین بالصلوٰۃ والسلام علیٰ

سید المرسلین اور منظومہ فی التوسل نامی کتب بھی آپ کی تصنیف ہیں ۔

۱۳۸ ر اشعار پر مشتمل یہ مولود نامہ زیرِ نظر مجموعہ کے صفحہ ۹۰ اسے لے کر ۸۷ اتک ہے ۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

وبمکۃ قد کان مولدہ الذی	احیا القلوب فحب ھذا مولدا
وبثان عشر من ربیع اوّل	فی یوم الاثنین المفخوذی الجدا
ولذکر مولدہ لیسن قیامنا	ادبا لدی اھل العلوم تاکدا
وباکمل الاوصاف جاء نبینا	وبدا یھلل ساجدا متعبدا

اختتامی اشعار میں اپنا ذکر یوں کرتے ہیں :

ولعبدک الغرب الفقیر محمدا	منشیہ فی دار الکرامۃ خلدا
وادم لہ حسن الجوار بطیبۃ	وارزقہ سرا عن سواک مجردا

ختم شریف

مجموعہ موالید کے ص ۱۸۸ سے ۱۹۵ تک ختم شریف درج ہے جو محفل میلاد کے اختتام پر پڑھا جاتا ہے۔ اس میں آخری تین قُل، کلمہ طیبہ، فاتحہ شریف، الٓمٓ ذٰلِكَ الكِتَابُ تا مُفْلِحُوْنَ، اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تا الرَّحِيْمُ، آیۃ الکرسی، اٰمَنَ الرَّسُوْلُ، اسماء حسنٰی اور درود شریف کے مختلف کلمات ہیں۔

صفحہ ۱۹۶ تا صفحہ ۲۰۰ اختتامی دعا ہے۔

عقیدۃ العوام

صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۵ پر مندرج مختصر مگر جامع قصیدہ شیخ احمد بن محمد بن رمضان المکی کی تالیف ہے ۔[40]

عقیدۃ العوام کے علاوہ بلوغ المرام[41] (مولود نامہ) اور تحصیل نیل المرام[42] بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ موخر الذکر عقیدۃ العوام کی شرح ہے۔ جو خود مصنف نے تحریر کی ہے۔

اس رسالہ پر شیخ محمد نووی الجاوی نے بھی شرح لکھی ہے جسے انہوں نے نور الظلام علی المنظومۃ المسماۃ بعقیدۃ العوام[۲] سے موسوم کیا ہے۔

علامہ مرزوقی کا یہ رسالہ عقائد پر مختصر اور جامع تصنیف ہے۔ جس میں صفات باری تعالیٰ، انبیاء، ملائکہ، کتب سماویہ، حضور کی رسالت، اولاد، آپ کی چاروں صاحبزادیوں کے اسماء، امہات المؤمنین کے اسماء وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

یہ نظم ۵۷ اشعار پر مشتمل ہے اور سن تالیف ۱۲۶۸ھ ہے۔ تعداد ابیات و نام اور سن تالیف آخری دو شعروں میں یوں بیان کیا ہے

ابیاتھا "میز" بعد الجمل	تاریخھا "لی حی غرّ" جُمّل
سمیتھا عقیدۃ العوام	من واجب فی الدین بالتمام

مجموعہ موالید کے ص ۲۰۶، ۲۰۷ پر راتب حداد کے نام سے ایک وظیفہ درج ہے جو عبداللہ بن علوی حداد کا مرتب کردہ ہے۔ غالباً یہ انڈونیشیا کی زبان میں ہے صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹ پر میت کی تلقین کا طریقہ اور ص ۲۰۹، ۲۱۰ پر شب برارت کے موقعہ پر پڑھی جانے والی دعا ہے۔ یہ بھی انڈونیشیا کی زبان میں ہے۔ ص ۲۱۱ سے ۲۲۴ تک سیدنا علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تالیف "الفصول" درج ہے۔

مجموعہ موالید و ادعیہ کے باقی صفحات میں زیادہ تر ادعیہ مسنونہ ہیں۔ کتاب کے آخر میں "الصلوٰۃ البدریہ" ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

صلوٰۃ اللہ سلام اللہ	علیٰ طٰہٰ رسول اللہ
صلوٰۃ اللہ سلام اللہ	علیٰ یٰسٓ حبیب اللہ
توسلنا ببسم اللہ	و بالھادی رسول اللہ
و کل مجاھد للہ	باھل البدر یا اللہ
الٰھی انت ذو لطف	و ذو فضل و ذو عطف
و کم من کربۃ تنفی	باھل البدر یا اللہ

حواشی — (۱) المیلاد النبوی از محدث ابن جوزی ص۵۵ (۲) جواہر البحار

فی فضائل المختار، طبع بیروت (۳) جواہر البحار ص ۱۱۱۳، ج ۳ (۴) نثر الدرر بحوالہ
جواہر البحار ص ۱۱۲۲ (۵) رسول الکلام فی بیان المولد و القیام (سن تصنیف ۱۳۰۱ھ)
(۶) جواہر البحار ص ۱۲۷۴ (۷) مولد الدر دبیر بحوالہ جواہر البحار ص ۱۲۷۵ (۸)
المشرف المؤبد لآل محمد، مطبوعہ مصر از علامہ یوسف نبہانی ص ۱۲۳ (۹) جواہر البحار ص ۱۲۷۲
(۱۰) ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون از اسماعیل پاشا مطبوعہ تہران۔
ص ۱۹۲۔ ج ۱ (۱۱) ایضاً۔ ص ۲۰۵۔ ج ۲ (۱۲) ایضاً۔ ص ۹، ج ۱ (۱۳) کشف الظنون
از مصطفیٰ بن عبداللہ، مطبوعہ تہران، ص ۱۹۱۰۔ ج ۲ (۱۴) ایضاً ص ۱۹۱۰، ۱۹۱۱ ج ۲
(۱۵) معجم المطبوعات العربیہ، مطبوعہ مصر ص ۳۵۷ (۱۶) ایضاً ص ۱۳۳۹ (۱۷)
ایضاً ص ۶۸ (۱۸) ایضاً۔ ص ۵۱۹ (۱۹) ایضاً۔ ص ۵۵۰، ۵۵۱ (۲۰) ایضاً ۸۵۰، ۸۵۱
(۲۱) ایضاً۔ ص ۷۹۷ (۲۲) ایضاً۔ ص ۸۱۲ (۲۳) ایضاً۔ ص ۱۲۱۹ (۲۴) ایضاً ص ۱۴۱۴
(۲۵) ایضاً ۱۴۹۹ (۲۶) معجم المطبوعات العربیہ تصنیف یوسف الیان ص ۵۴۹
(۲۷) ہدیۃ العارفین، تصنیف اسماعیل پاشا بغدادی، مطبوعہ تہران ص ۲۵۵، ۲۵۶ ج ۲
(۲۸) معجم المطبوعات ص ۵۴۹ (۲۹) مولد البرزنجی منظوم، ص ۱۳۶ (۳۰) معجم المطبوعات
ص ۵۴۸ (۳۱) مولد البرزنجی منظوم ص ۱۰۱، ۱۰۲ (۳۲) معجم المطبوعات ۶۰۳ (۳۳)
عصیدۃ الشہدہ للخرپوتی، مطبوعہ کراچی ص ۲ (۳۴) طیب الوردہ از علامہ ابوالحسنات
قادری، ص ۱۳ (۳۵) عصیدۃ الشہدہ ص ۳ (۳۶) عصیدۃ الشہدہ ص ۱ (۳۷)
مطبوعات عربیہ ص ۱۰۴ (۳۸) مقدمہ مختصر فی السیرۃ النبویہ از محمد علوی مالکی ص ۳ (۳۹)
معجم المطبوعات ص ۱۶۸۰، ۱۶۸۱ (۴۰) ایضاً ص ۱۷۳۲ (۴۱) ذیل کشف الظنون ص ۱۹۷ ج ۱
(۴۲) ایضاً ص ۱۳۶ ج ۱ (۴۳) معجم المطبوعات ص ۱۷۳۲

یہ آمدِ رسولِؐ خدا کی بہار ہے

مصرع بیاض میں کہ فلک پر ہے کہکشاں　　ہر بیت ہے بلندئ مضموں میں لامکاں
بین السطور ہے روشِ گلشنِ جناں　　کہتے ہیں دیکھ رفعتِ معنیٰ کو قدسیاں
بالائے لوح خامۂ مدحت نگار ہے
یہ آمدِ رسولؐ خدا کی بہار ہے

کرسی نشیں بساطِ جہاں لامکان پر　　اور فرشِ خاک طعنہ زناں آسمان پر
صلِّ علیٰ کا شور فلک کی زبان پر　　اک ابرِ نور چھایا ہوا کُل جہان پر
ہر قصر و بام، کوشک و در نور بار ہے
یہ آمدِ رسولؐ خُدا کی بہار ہے

یہ حاملانِ عرش کا غوغا عجیب ہے　　اے خاک تیرا عرش سے بالا نصیب ہے
آتا ہے آج وہ جو خدا کا حبیبؐ ہے　　جھک جائے تجھ پہ عرش، وہ موقع قریب ہے
بالا جو لامکاں سے ترا افتخار ہے
یہ آمدِ رسولؐ خدا کی بہار ہے

اُچکے ہے یہ قلم کہ رکھوں لوح پر قدم　　ذہنِ رسا کو اوج کہ کُرسی پہ لوں میں دم
تحریر کب ہو آمدِ سلطانِ ذی حشم　　جائے ادب ہے روک لے ممتازؔ بس قلم
تیرے سخن پہ حُسنِ معانی نثار ہے
یہ آمدِ رسولؐ خُدا کی بہار ہے

ممتاز گنگوہی

آمدِ شاہِؑ دوسراؐ

آتی ہے بہار، آمدِ شاہِ دوسرا ہے نہمان کے لینے کو چلے، قصدِ صبا ہے
پائی ہے جو بُو، اور ہی پھولوں میں ہوا ہے جو سرو ہے، وہ منتظرِ شاہؐ کھڑا ہے
ہے چشم بَرہ، سر کو جھکاتی نہیں نرگس
پھولے ہوئے جامے میں سماتی نہیں نرگس
آمد ہے جو خورشیدِ رسالت کی سرِ خاک سجدے کو سرِ خاک جھکے پڑتے ہیں افلاک
ہر وقت کواکب کو بھی اس بات کی ہے تاک آنکھوں میں لگے سرمۂ خاکِ قدمِ پاک
حوریں بھی ہیں خوش، عیش پہ غلماں بھی تُلے ہیں
ہے بارشِ رحمت، درِ فردوس کھلے ہیں
ابلیس کے گھر میں ہے عجب طرح کا ماتم آنکھوں میں اندھیرا ہے کہ پُرنور ہے عالم
صحراؤں میں یوں بھاگتا پھرتا ہے وہ اظلم جس طرح ہرن شیر کی بُو پا کے کرے رم
چُھپتے ہوئے پھرتے ہیں اب آڑوں میں شیاطیں
ٹکراتے ہیں سر اپنے پہاڑوں میں شیاطیں
لو، آج ولادت ہے شہِ عقدہ کشا کی واجب ہے خوشی جلوۂ محبوبِؐ خدا کی
رونق ہے عجب آج کے دن ارض و سما کی ضو بڑھ گئی ہے مشتری و ماہ و سُہا کی
یہ گنجِ سعادت ہے، یہ خالق کی عطا ہے
گھر گھر جو بجے نوبتِ شادی تو بجا ہے

کہتے ہیں، ہُوا ابرِ سفید ایک نمایاں آیا وہ زمیں پر صفتِ قطرۂ باراں
حضرت کو لپیٹا، ہُوئی بُو غنچے میں پنہاں یہ دُر، وہ صدف۔ لعل تھے حضرتؐ وہ بدخشاں
اٹھا وہ تو اک دھوم اٹھی ارض و سما میں
یہ نکہتِ گل جاتی ہے دامانِ صبا میں
آتی تھی یہی غیب سے آواز کہ جاؤ اس وقت اسے مشرق و مغرب میں پھراؤ
ہاں، جلوۂ محبوبِ خدا سب کو دکھاؤ پوچھے جو کوئی نامِ محمدؐ، تو بتاؤ
شہرہ ہو زمانے میں شہِ کون و مکاں کا
آگاہ جہاں ہو کہ یہ مالک ہے جناں کا
کہتی ہیں صفیہؓ جو پھوپھی تھیں شہِ دیںؐ کی جس وقت ولادت ہوئی اس طفلِ حسیں کی
شان آئی نظر مجھ کو عجب ماہ جبیں کی آتی تھی صدا شہپرِ جبریلؑ امیں کی
پھیلی یہ ضیا جلوۂ خورشیدِ کرم سے
گھر مطلعِ انوار ہوا فیضِ قدم سے
دیکھیں وہ کچھ چیزیں کہ بیاں اُن کا کروں کیا ساماں یہ کہیں وقتِ ولادت نہیں دیکھا
اوّل رُخِ پُر نور سے وہ نور تھا پیدا جو حضرتِ موسیٰؑ نے کبھی طُور پہ دیکھا
تھا نور چراغ اُس گلِ اُمید کے آگے
یوں جیسے ستارہ کوئی خورشید کے آگے
اور دوسری یہ بات سنو، ہوتے ہی پیدا مانندِ مسیحا ہوئے اعجاز سے گویا
آیا جو سخن لب پہ تو پہلے یہی آیا وہ خالقِ عالم ہے، وہ واحد ہے، وہ یکتا
ہمتا نہیں زنہار کوئی ربِّ سما کا
کہتے ہیں محمدؐ جسے، مرسل ہے خدا کا

۳ تھی تیسری یہ بات کہ پیدا ہوئے جس دم — تھے ناف بریدہ وہ شہنشاہِ دوعالمؐ
ختنے کی نہ حاجت تھی، ہُوا ختنہ مقدم — تن نور کا تُھا صفتِ نیّرِ اعظم

کیا پاک تھا باطن جو بظاہر ہوئے پیدا
تھا صاف بدن، طیّب و طاہر ہوئے پیدا

۴ چوتھی یہ صفت صاف عیاں شانِ رسالت — چہرے سے نمودار سب آثارِ سعادت
خُلق و کرم و جود و عطا، زہد و عبادت — تھے ذکر میں مشغول نبیؐ قبلِ ولادت

طاعت کی ہوس بطن ہی سے ذہن نشیں تھی
رکھتے ہی قدم خاک پہ سجدے میں جبیں تھی

۵ پنجم یہ صفت سجدہ بجا آپؐ جو لائے — پھر دستِ مبارک طرفِ قبلہ اٹھائے
آہستہ سخن یہ لبِ جاں بخش پر آئے — یہ دین کی رونق ہو کہ اپنے ہوں پرائے

مقبول اسی وقت یہ عاجز کی دعا ہو
یا خالقِ عالم! مِری اُمّت کا بھلا ہو!

۶ اور وصفِ ششم وہ تھا کہ جو سب پہ ہے اظہر — تھی مُہرِ نبوّت سپرِ شانۂ انور
تاباں تھی وہ اِس طرح کہ جیسے کوئی اختر — مرقوم خطِ نور سے یہ نقش تھا اُس پر

ہے خالقِ عالم احد، احمدؐ ہے محمدؐ
اللہ ہے اللہ، محمدؐ ہے محمدؐ

— امیر مینائی لکھنوی

حق کے راز داں آئے

مبارک ہو جہاں میں سرورِ کون و مکاں آئے
انیسِ ناتواں آئے، ندیمِ خستہ جاں آئے

بنائے دو جہاں آئے، وقارِ دو جہاں آئے
ملائک جن کے خادم ہیں، وہ حق کے راز داں آئے

شفیعِ عاصیاں آئے، مکینِ لامکاں آئے
حبیبِ ربِّ اکبر قبلہ گاہِ عاصیاں آئے

ریاضِ خُلد میں حوریں خوشی کے گیت گاتی ہیں
زمیں پر آج محبوبِ خدائے دو جہاں آئے

ہوائیں عطر افشاں ہیں، فضائیں کیف ساماں ہیں
نظامِ این و آں بدلا کہ سلطانِ جہاں آئے

مبارکباد دینے کو ہیں جملہ انبیاء حاضر
جنابِ آمنہؓ کے گھر میں ختمِ مرسلاں آئے

پیامِ جاں فزا لے کر کتابِ حق نما لے کر
شفیع المذنبیں، نورِ مبیں، رحمت نشاں آئے

اُخوت سے مروّت سے عرب کے بُت پرستوں کو
بنایا عاملِ قرآں، عجب شیریں زباں آئے

رُخِ شمس الضحیٰ و عارضِ بدر الدجیٰ والے
قسیمِ آبِ کوثر، مالکِ خُلد و جناں آئے

نشانِ جادۂ حق مل گیا گم کردہ راہوں کو
محمدؐ فخرِ آدم، رہنمائے انس و جاں آئے

ردائے کفر و ظلمت پارہ پارہ ہو گئی غافلؔ
وہ بن کر بزمِ عالم میں سراجِ ضو فشاں آئے

— غافل کرنالی

صبحِ نور

وہ صبحِ نور آ پہنچی سیاہی چھٹ گئی یکسر
سحر نے نور پھیلایا در و بامِ تمنا پر

زمانہ منتظر تھا جس کا صبحِ عید آ پہنچی
اندھیرا چھا رہا تھا تابشِ خورشید آ پہنچی

کبھی ایسی سحر دیکھی نہ تھی افلاک نے اب تک
نہ پایا تھا سکوں اس دیدۂ نمناک نے اب تک

کبھی ایسے نسیمِ صبح کے جھونکے نہ آئے تھے
کبھی اس طرح کھل کر یوں نہ غنچے مسکرائے تھے

کبھی پہنی نہ تھی گُل نے قبائے زرنگار ایسی
نہ آئی تھی کبھی گلزارِ ہستی میں بہار ایسی

زمیں پر یوں نہ بکھری تھیں کبھی کرنیں ستاروں کی
مہک تا عرشِ اعظم یوں نہ پہنچی تھی بہاروں کی

شمیمِ جانفزا ایسی نہ آئی تھی گلستاں سے
نہ آئی تھی مہک ایسی کبھی دشت و بیاباں سے

عطا وسعت ہوئی صحرا کو نزہت گلستانوں کو
چھپایا دامنِ رحمت میں حق نے خستہ جانوں کو

شرف جس سے ملا ہے اس جہاں کے تاجداروں کو
ملی جس سے قبا ئے لالہ و گل خارزاروں کو

اسی دن کے لیے تو بزمِ ہستی کو سنوارا تھا
یہی مقصودِ عالم تھا، یہی خالق کا پیارا تھا

(۲)

یہ سب عنایتیں تھیں اک وجودِ پاک کی خاطر
یہ نقش آرائیاں تھیں سیّدِ لولاک کی خاطر

ہر اک ذرّے نے پایا نورِ خورشیدِ دو عالم کا
نشاں دنیا سے آخر مٹ گیا تاریکی و غم کا

جہانِ منتظر نے وہ جمالِ دل نشیں دیکھا
نہ ہو گا جس کا ثانی آج وہ ماہِ مبیں دیکھا

دعاؤں کی قبولیّت کے دروازے کھلے یکسر
مجسّم ہو کے آئے سامنے اُمّید کے پیکر

نویدِ زندگی پائی جہاں کے رہنے والوں نے
سکون و امن پایا درد و کلفت سہنے والوں نے

مبارک ہو گیا ہر ایک لمحہ اس مہینے کا
کہ ساحل کی طرف رخ پھر گیا خود ہی سفینے کا

اماں پائی جہاں نے خود سروں کی چیرہ دستی سے
بلندی کی طرف اٹھیں نگاہیں قعرِ پستی سے

فدا ہیں دو جہاں کی عظمتیں جس نامِ نامی پر
وہ آیا فخر ہے انساں کو جس کی غلامی پر

مرے ماں باپ ہوں جس پر فدا تشریف لے آیا
وہ آیا جس پہ تھا لطفِ خدائے پاک کا سایہ

نہ ہو گا جس کا ثانی آج وہ دُرِّ یتیم آیا
وہ بن کر ابرِ رحمت بانیٔ لطفِ عمیم آیا

ازل کے روز سے تھا شاہکارِ رحمتِ باری
اسی کے واسطے دنیا و عقبیٰ کی ہے سرداری

جہاں میں دینِ حق کا بول بالا کر دیا جس نے
ہر اک سو نورِ وحدت سے اُجالا کر دیا جس نے

حافظ لدھیانوی (فیصل آباد)

محافلِ میلاد

تحریر: راجا رشید محمود

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَ بِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا۔ یعنی اے محبوبؐ! آپؐ فرما دیجیے کہ (لوگ) اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت ہی پر خوشی کریں۔[1] یعنی مسرت و انبساط کا اظہار تو پھبتا ہی رحمت خداوندی اور فضل ایزدی پر ہے۔ اور یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اور فضل مجسّم ہوا تو **محمد** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہلایا۔ حضور حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء کا وجودِ باجُود سب عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔[2] اللہ کریم جلّ وعلا کا ہم پر فضل عظیم ہے کہ اس نے حضور رسول انام علیہ التحیۃ والسلام کو مسلمانوں کے لیے رؤف ورحیم بنا دیا۔[3] عالمین اور عالمین میں رہنے بسنے والی مخلوق میں سے کسی کو رحمت کی ضرورت ہو یا اہل ایمان کو رافت اور رحیمی کی حاجت ہو تو کوچۂ خیرالبشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں دریوزہ گری کرنا ہو گی، سرکارؐ کے دروازے ہی پر صدا لگانا ہو گی، وہیں سے رحمت ملے گی۔ پھر جنہیں یہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منائیں، ابتہاج ومسرت کی ہر ممکن صورت کو اختیار کریں، ——— وہ اس موقع پر دلی خوشی کا اظہار کیوں نہ کریں جب حضور نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تیرہ وتار خاکدانِ عالم کو منوّر فرمایا تھا، جب ان کا اس دنیائے آب وگل میں ظہور ہوا تھا، جب وہ آمنہؓ کی گود میں تشریف لائے تھے۔

خداوندِ قدوس وکریم نے بندوں کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ اس کی نعمت پر اس کا شکر بھی کریں اور اس نعمت کا پرچار بھی کریں۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ

(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو) [۴] ہمیں اپنے خالق و مالک جل شانہٗ کی ہر نعمت کا ذکر کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی بہت سی نعمتیں قرآن مجید میں گنوائی بھی ہیں لیکن کسی نعمت کو اگر اپنا احسان کہا ہے تو صرف آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کو۔ [۵]

اور حضور فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کی پیدائش تو اس وقت ہوئی تھی جب حضرت آدمؑ ابھی ماء وطین کے درمیان تھے، ابھی اس پیکر کو تراشنے کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا، ـــــ جب سرکارؐ کو دنیا میں بھیجا گیا تو مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ آقا حضورؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان گردانا۔ مالکِ حقیقی کی نعمتوں کا شمار نہیں، اس کے احسانات بہت ہیں لیکن ایک احسان جو اس نے گنوایا، جس کا باقاعدہ ذکر کیا، وہ اس کے محبوب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اس دنیا میں تشریف لانا ہے۔ پھر ہمارے لیے یہ ضروری کیوں نہ ہو کہ ہم اس نعمت کا پرچار کریں، اس احسان پر مسرت کا اظہار کریں، اس کرم پر اپنے خالق کے گن گائیں۔

جب یہ بات طے ہو گئی کہ حضورؐ خدا تعالیٰ کی رحمت ہیں اور خدا تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت پر خوشیاں منانے کا حکم فرماتا ہے، ـــــ اور حضورؐ کی تشریف آوری اللہ کا مسلمانوں پر احسان ہے اور انہیں اپنے رب کی نعمتوں کا خوب خوب ذکر کرنے کی ہدایت ہے، تو معاملہ صرف یہ رہ جاتا ہے کہ خاص طور سے ایک دن (۱۲ ربیع الاول) کیوں منایا جائے، کسی خاص دن تک خوشی اور ذکر کو محدود کرنا کیوں؟

حقیقت یہ ہے کہ خوشی منانے کا یہ ذکر کسی خاص دن یا مہینے تک محدود نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ جلّ مجدہٗ کے حکم کے بین السطور یہی تلقین ہے کہ جب بھی خوشی مناؤ، اللہ کے فضل اور رحمت پر مناؤ، اور اسے اپنی زندگی کے تمام لمحوں پر پھیلا لو، کہیں محدود نہ کرو۔ لیکن رب کی نعمتوں کے پرچار کا جو حکم ہے اور جس طرح حضورؐ کی بعثت کو اللہ نے اپنا احسان فرمایا ہے، اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضورؐ کی پیدائش کے دن خاص طور پر اللہ کے اس احسان کا ذکر ہونا چاہیے۔ پھر قرآنِ مجید میں یہ بھی

ہے وَ ذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰمِ اللّٰهِ ؕ[۲] (اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا) یعنی کچھ ایسے دن ہوتے ہیں جو "ایام اللہ" ہوتے ہیں، اور انہیں یاد دلانا یا ذکر نا ضروری ہے اور انبیاء کو اس تلقین کے ساتھ دنیا میں بھیجا جاتا ہے کہ وہ ایسے دنوں کی یاد دلائیں۔ ابن جریر، خازن، مدارک اور مفرداتِ راغب میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت اُبی بن کعبؓ، حضرت قتادہؓ، حضرت مجاہدؒ اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ "ایام اللہ" سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے[۳]

پھر جس دن مسلمانوں پر اللہ کا احسان ہوا ہو، اللہ کی سب سے بڑی نعمت عطا کی گئی ہو، اس کا ذکر بطورِ خاص کیوں نہ ہو، ——— اور وہ خاص طور پر کیوں نہ منایا جائے۔

حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دوشنبہ (پیر) کے دن اس دنیا میں ظہور فرمایا۔ ایک سائل نے آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں استفسار کیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذَالِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُّ فِيهِ (یہ میرا روزِ ولادت ہے)[۴] اس کا مطلب یہ ہوا کہ آقا حضورؐ نے ہمیں بتا دیا کہ میرے یوم پیدائش کو بھلا نہ دینا، اس دن خوشی کرنا تمہارے لیے ضروری ہے، اس دن اللہ کے اس انعام اور احسان کا خوب خوب ذکر کرنا۔

یہ درست ہے کہ جس بڑے پیمانے پر آج کل عیدِ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) منائی جاتی ہے، اس طرح صحابۂ کرام یا تابعین، تبع تابعین کے زمانے میں نہیں منائی گئی بلکہ کئی صدیوں تک اس کا نشان نہیں ملتا۔ علامہ محمد عالم آسیؒ نے اپنے ایک تحقیقی مضمون میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود صحابۂ کرامؓ کے سامنے تھے، اس وقت تو اس ذکر کی ضرورت نہ تھی اور عہدِ صحابہؓ میں بھی اتنی فرصت نہ تھی کہ مسائل اتنے، تنازعات محیر العقول اور لڑائیاں معرکۃ الآرا تھیں کہ مجالسِ میلاد جیسے مستحسنات کی طرف متوجہ ہونا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ عہدِ امامت میں اسلام میں رخنہ اندازی کی کوششیں، علوم جدیدہ اور

اقوامِ عجمیہ کی دخل رہی اور دوسرے مسائل میں جمع احادیث، تدوینِ مسائل اور جمعِ روایات پر جو توجہ دی گئی، وہی بڑی بات ہے۔ علامہ آسی لکھتے ہیں "تاریخی نقطۂ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مجالسِ میلاد یا مجالسِ ذکر و شغل کی طرف مسلمانوں کی زیادہ تر توجہ اُس وقت ہوئی جبکہ ضروریاتِ اسلام سے فراغت پاکر مسلمان اپنی حکومت اور اسلامی ترقیات سے بہرہ ور ہو کر آرام سے زندگی بسر کرنے لگے اور غیر اقوام کے میل جول نے ان کو اِس امر کی طرف مجبور کیا کہ جس طرح وہ لوگ اپنے اسلاف کی یادگاریں قائم کرتے تھے، اسی طرح دوش بدوش مسلمان بھی اسلامی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لیے مجبور ہو گئے کہ وہ بھی ایامِ اللہ کے منانے کی کوشش کریں۔" [9]

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس دوران میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یومِ پیدائش کی اہمیت ہمارے اسلاف کے پیشِ نظر نہیں تھی۔ جب اصحابِ رسول (رضی اللہ عنہم) نے سرکارؐ کی زبانِ مبارک سے یہ سُنا ہو گا کہ سرکارؐ اس لیے پیر کو روزہ رکھتے ہیں کہ اُس دن وہ اِس دنیائے آب و گِل میں تشریف لائے تھے، تو میلادِ سرکارؐ کے بارے میں اُن کے دلوں میں کیا کیا خیالات پیدا نہیں ہوئے ہوں گے۔ امام شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" [10] میں محافلِ میلاد کی اہمیت کے بارے میں خلفائے راشدین اور بزرگانِ دین کے اقوال دیے گئے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا علی قراءۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان رفیقی فی الجنۃ (جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے تقریب میں ایک درہم بھی خرچ کیا، وہ جنّت میں میرا ساتھی ہو گا۔) سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے مَنْ عَظَّمَ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد احیی الاسلام (جس نے میلادِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی، ضرور اس نے اسلام کو زندہ کیا)

سیدنا عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے مَنْ اَنْفَقَ دِرْھَمًا قراءۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانما شھد غزوۃ بدر وحنین (جس نے مولدِ سرکارؐ کے لیے ایک درہم بھی خرچ کیا، گویا وہ غزوۂ بدر وحنین میں حاضری کی سعادت پائی) سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا فرمان ہے مَنْ عظم مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان سبب القراءۃ لا یخرج من الدنیا الا بالایمان و یدخل الجنۃ بغیر حساب (تعظیم وتکریم کے ساتھ محفل میلاد کا اہتمام کرنے والے کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا۔)[11]

"تنویر فی مولد السراج المنیر"[12] میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضورؐ کے واقعاتِ ولادت بیان فرما رہے تھے اور اظہارِ مسرت کر کر کے اللہ کا شکر بجا لا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا، تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف گزر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعاتِ ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا، یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن جس میں حضورؐ اس عالم دنیا میں رونق افروز ہوئے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا، نجات پائے گا۔"[13]

امام ابنِ حجر ہیتمی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "اگر میرے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں اسے بھی میلادِ مصطفیٰ (صلی اللہ

علیہ وسلم) کی نذر کر دیتا"۔ [۱۴] انہوں نے اس ضمن میں حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولود کی تقریب میں قدر و عزت سے حاضری دی، ضرور وہ اپنے ایمان میں کامیاب نکلا"۔ [۱۵] اسی طرح حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا "جس شخص نے میلاد النبیؐ کی تعظیم کے لیے لوگوں کو جمع کیا، کھانا کھلایا، چراغاں کیا، نئے کپڑے زیب تن کیے اور خوشبو لگائی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نبیوں کی رفاقت عطا کرے گا اور اس کا مقام اعلیٰ علیین ہو گا"۔ [۱۶]

امام احمد بن محمد القسطلانی، شارح بخاری، امام جزری کی زبان روایت کرتے ہیں کہ "اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے اور دعوتیں کرتے اور ان راتوں میں قسم قسم کے صدقے دیتے اور خیرات کرتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور آپؐ کا میلاد پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور رہتا ہے۔ اور میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے، وہ سال مسلمانوں کے لیے حفظ و امان کا سال ہوتا ہے اور میلاد منانے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ولادت کی مبارک راتوں کو خوشی و مسرت کی عیدیں بنا لیا"۔ [۱۷]

تفسیر "روح البیان" میں سورۂ فتح کی آیۂ کریمہ "محمد رسول اللہ۔۔۔" کے تحت لکھا ہے: "ابن حجر الہیتمیؒ فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے۔ سخاویؒ نے فرمایا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں سے کسی نے نہیں کیا، بعد میں ایجاد ہوا۔ اس کے بعد ہر طرف اور ہر شہر کے مسلمان مولود شریف کرتے رہے ہیں اور طرح طرح کے صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد

پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس محفلِ مقدس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوتا ہے۔ امام جوزیؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے اور حصولِ مراد کی خوشخبری حاصل ہوتی ہے۔" [۱۸]

حضرت ابنِ حجر ہیتمیؒ کی کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ امام المحدثین ابنِ جوزیؒ چھٹی صدی کے حنبلی مذہب کے مشہور محدث ہیں، حضرت غوث اعظمؒ کے ہم عصر ہیں۔ اپنی کتاب "مولد النبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھتے ہیں "عرب کے شرق و غرب، مصر و شام اور تمام آبادیٔ اہلِ اسلام میں، بالخصوص حرمین شریفین میں مولد النبیؐ کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ ماہ ربیع الاوّل کا ہلال دیکھتے ہی خوشیاں کرتے ہیں، قیمتی کپڑے پہنتے ہیں، قسم قسم کی زینت کا اظہار کرتے ہیں، خوشبو اور سرمہ لگاتے ہیں۔۔۔ اور اس کے عوض میں خدا کی طرف سے بڑی کامیابی اور خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔" [۱۹] امام ابن جوزی کی کتاب "مولد العروس" کا اردو ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر شریف احمد صاحبزادہ نے "میلادِ رسولؐ" کے نام سے کیا ہے اور حال ہی میں سیالکوٹ سے شائع ہوا ہے۔ یہ مولود نامہ محبتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زبان میں، عقیدت کے جذبات کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

علامہ اسمٰعیل بن عمر ابن کثیرؒ (صاحب تفسیر ابن کثیر) کے مولود نامہ "مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کا قلمی نسخہ امریکہ کی پرنسٹن یونیورسٹی کی لائبریری سے ڈاکٹر صلاح الدین منجّد کو ملا، اس کے تیسرے ایڈیشن مطبوعہ دار الکتاب الجدید بیروت لبنان (۱۹۷۰ء) کا اردو ترجمہ مولانا افتخار احمد قادری نے کیا اور ۱۹۸۵ء میں لاہور سے چھپا۔

ملّا علی قاری، مورد الروی کے دیباچے میں فرماتے ہیں "ہمیشہ سے اہلِ اسلام ہر سال محفلِ میلاد منعقد کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی میلاد خوانی کرتے ہیں جس کی برکت سے ان پر فضلِ خداوندی کی بارش ہوتی ہے۔" [۲۰]

شیخ الاسلام ابنِ حجر ہیتمی نے امام فخر الدین رازیؒ کے میلادِ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے متعلق کئی اقوال نقل فرمائے ہیں اور کھانے پینے کی مختلف اشیا پر میلاد پاک پڑھنے کی برکات کا ذکر فرمایا ہے۔ اُنہوں نے امام شافعیؒ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ "جو شخص محفلِ میلاد کا اہتمام و انصرام کرے، لوگوں کو جمع کرے، کھانا تیار کرائے اور اچھے کام کرے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے صدیقین، صالحین اور شہداء کے ساتھ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے گا۔" [۲۱]

حضرت سری سقطی قدس سرہٗ کا فرمان ہے "جس شخص نے محفلِ میلاد میں شرکت کا ارادہ کیا، گویا اس نے ریاض الجنۃ کا قصد کیا کیونکہ محفلِ میلاد میں شرکت کا سبب محبتِ رسولؐ ہے اور آنحضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ارشاد ہے کہ "میرے ساتھ محبت کرنے والا جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔" [۲۲]

شیخ احمد بن خطیب عسقلانیؒ "مواہب اللدنیہ" میں فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے جمعہ میں ایک ایسی گھڑی صرف اس لیے رکھی ہے کہ اس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے — کہ حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کو پیدا ہوئے اور پیر جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یومِ ولادت ہے، اس کی شان کیا ہوگی۔" [۲۳]

شاہ احمد سعید مجددیؒ نے امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن اسمٰعیلؒ کا ارشادِ گرامی نقل کیا ہے کہ "ہمارے زمانے کا بہترین نیا کام ہر سال نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے دن صدقات، خیرات کرنا، زیب و زینت اور مسرت کا اظہار ہے۔ کیونکہ اس میں فقرا پر احسان بھی ہے اور محفلِ میلاد کرنے والے کے دل میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم و تکریم کی علامت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ہے کہ اس نے تمام جہانوں کے لیے باعثِ رحمت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔" [۲۴]

امام جلال الدین سیوطیؒ نے میلاد شریف کی تاریخی و شرعی حیثیت پر ایک کتاب لکھی "حسن المقصد فی عمل المولد"۔ اس کا اردو ترجمہ پروفیسر محمد طفیل سالک نے کیا ہے اور لاہور کے کتب فروشوں سے دستیاب ہے۔ اس کتاب میں

شیخ تاج الدین عمر بن علی فاکہانی اور ابو عبد اللہ ابن الحاج کے میلاد شریف پر اعتراضات کا جواب دیا ہے اور امام شمس الدین ابن الجزریؒ کے مولود نامے " عرف التعریف بالمولد الشریف" اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقیؒ کی کتاب مورد الصادی فی مولد الهادی" کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے حافظ دمشقی کے تین شعر بھی نقل کیے ہیں جن میں ابولہب کے اپنی لونڈی ثویبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں آزاد کرنے کے نتیجے میں اس کے عذاب کی تخفیف کا ذکر ہے۔ آخری شعر میں وہ کہتے ہیں کہ اگر حدیث کی رُو سے ہر پیر کو اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو اُس بندۂ مومن کے بارے میں کیا خیال ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی مناتا رہا۔" [۲۵]

امام محمد طاہرؒ نے اپنی کتاب " مجمع البحار" ربیع الاول میں مکمل کر لی تو کتاب کے آخر میں لکھا " خدا کے فضل و توفیق سے کتاب کا آخری ثلث ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کی رات کو پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ یہ خوشی اور کامرانی کا مہینہ ہے اور انوار و رحمت کا سرچشمہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر سال اس موقع پر اظہارِ مسرت کیا کریں۔" [۲۶]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں " ۱۲ ربیع الاوّل کو ہم نے نیاز نبویؐ کے لیے قسم قسم کے کھانے پکانے اور ایک محفلِ مسرت قائم کرنے کو کہا۔" [۲۷] اسی مکتوب میں آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں کہ " اچھی آواز کے ساتھ قرآن، قصیدے نعت شریف اور فضائل بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟" [۲۸]

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں میلاد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف میں حاضر ہوا۔ لوگ آپ پر درود پڑھتے اور آپ کی ولادت کا ذکر کرتے تھے اور ان معجزات کا ذکر کرتے تھے جو آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ یکبارگی کچھ انوار اس مجلس سے بلند ہوئے۔ میں نے ان انوار میں تامّل کیا تو معلوم ہوا کہ ان ملائکہ کے انوار ہیں جو ایسی متبرک محافل میں حاضر ہونے پر مقرر ہیں۔ میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ اور انوارِ رحمت آپس میں ملے

ہوئے ہیں۔" ۲۹

دُرّ الثمین میں ہے، شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "میرے والد ماجد نے مجھے بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا۔ ایک سال بھُنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسّر نہ آیا تو وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھُنے ہوئے چنے آپ کے رو برو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔" ۳۰

شاہ عبد العزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ فقیر کے مکان پر سال میں دو مجلسیں، ایک ذکرِ وفات، دوسری ذکرِ شہادتِ حسنینؓ کی ہوتی ہیں۔ سیکڑوں آدمی جمع ہوتے ہیں، درود شریف اور قرآن شریف پڑھا جاتا ہے، وعظ ہوتا ہے، پھر سلام پڑھا جاتا ہے" ۳۱

شیخ محمد رضا (قاہرہ) نے اپنی تالیف "محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھا۔" امام ابو شامہ شیخ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے دور کا نیا مگر بہترین اختراع آنحضرتؐ کے یومِ ولادت کا جشن منانے کا عمل ہے جس میں اس مبارک خوشی کی مناسبت سے صدقہ خیرات محفلوں کی زیبائش و آرائش اور اظہارِ مسرت کیا جاتا ہے۔ یہ مبارک تقریبات فقراء سے حُسنِ سلوک کے علاوہ اُمتیوں کی آنحضرتؐ سے والہانہ عقیدت و محبت اور اہلِ محفل کے دل میں آپ کی فضیلت و عظمت کی پختگی اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنے والے کے قلبی شکر و امتنان کا احساس دلاتی ہیں۔" ۳۲

محافلِ میلاد کا آغاز

سیّد سلیمان ندوی ربیع الاول کی شان بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔" یہ وہ مہینا ہے جو ہماری قابلِ عزت تاریخ کا دیباچہ ہے اور ہمارے روشن دنوں کی صبح ہے۔ خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے اس مہینے کو ولادتِ نبویؐ کی یادگار اور مجلسِ میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملکِ معظم مظفر الدین پہلا شخص ہے جس نے مجلسِ میلاد قائم کی۔" ۳۵

ملک مظفر الدین کا کبوری ۵۴۹ھ میں پیدا ہوا تھا لیکن حسن مثنٰی ندوی لکھتے ہیں کہ سرکاری مجلسِ مولود سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۴۸۵ھ میں بغداد میں منعقد کی تھی۔[۳۷]

امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے۔ اس کے بعد سے تمام ممالک اور امصار میں مسلمانانِ عالم عیدِ میلاد النبیؐ مناتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ اِن دنوں میں خیرات و صدقات کرتے اور میلاد النبیؐ کی مجالس منعقد کرتے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عام فضل و کرم ہوتا ہے۔[۳۸]

سرکاری مجلس میلاد شاید سب سے پہلے ملک شاہ سلجوقی نے منائی لیکن ملک مظفر الدین شاہِ اربل جس محبت و عقیدت کے ساتھ ہر سال مجالس میلاد کا اہتمام کرتا تھا اور اسی کے زیرِ اثر "التنویر فی المولد السراج المنیر" جیسی معرکۃ الآرا کتاب لکھی گئی۔ اسی کے پیشِ نظر امام سیوطیؒ اور علامہ سید سلیمان ندوی نے اس کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے۔

"انوارِ ساطعہ" میں ہے کہ ۸۵۷ھ میں مصر کے شہنشاہ نے محفلِ میلاد کے اہتمام کے لیے دس ہزار مثقال سونا خرچ کیا۔[۳۹] شیخ محمد رضا (مصری) لکھتے ہیں "سلطان ابوحمو موسیٰ شاہِ تلمسان بھی عیدِ میلاد النبیؐ کا عظیم الشان جشن منایا کرتے تھے جیسا کہ ان کے زمانے میں اور ان سے قبل مغرب اقصیٰ و اندلس کے سلاطین بھی منایا کرتے تھے۔"[۴۰]

مولانا حسن مثنٰی ندوی سلطان ملک شاہ سلجوقی کی مجلسِ مولود کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی، اس لیے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلسِ مولود اور تذکارِ رسولؐ مقبول کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ یہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عیدِ میلاد النبیؐ کا آغاز قیامِ پاکستان کے بعد ہوا۔ حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ قیامِ پاکستان سے پہلے مجالس میلاد النبیؐ کتنے اہتمام سے منعقد کی جاتی تھیں۔ ماہِ مبارک ربیع الاوّل کی چھوٹی بڑی مجلسیں تو الگ رہیں، یہ حال تھا کہ موقع مسرت کا ہو یا غم کا، مسلمان

تذکارِ رسولؐ ہی کے دامن کا سہارا لیتے تھے۔ کوئی اپنا مکان بنا کر تیار کرتا تھا تو اُس کا افتتاح بھی مجلس میلاد ہی سے ہوتا تھا۔ مسلمان اس کو ہمیشہ موجبِ برکت وسعادت سمجھتے رہے، دوسرے فیوض جو اس سے حاصل ہوتے تھے، وہ علیحدہ ہیں۔" [۴۱]

واقعہ یہ ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کا ذکر کسی نہ کسی طریق سے ہمیشہ ہوتا رہا۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پیر کو روزہ رکھنے کی وجہ بتائی کہ آپ اُس دن اِس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے تھے، جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے میلاد کے ذکرِ خیر کی فضیلت بیان کی، جب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک قوم کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا ذکر فرما کر اللہ کا شکر ادا کرتے رہے ـــــ تو مجالسِ میلاد کے جواز میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ ہاں، یہ درست ہے کہ جس شان وشوکت سے آج کل یہ دن منایا جاتا ہے، پہلے اتنی شان وشوکت سے نہیں منایا جاتا تھا۔ اس کی وجہ آغاز میں عرض کی جا چکی ہے۔ علامہ محمد عالم آسی لکھتے ہیں:

"یوں تو تخم ریزی کے طور پر یہ عید عہدِ صحابہ میں ہی منائی جاتی تھی مگر اس شان وشوکت اور زیب وزینت سے نہیں جیسا کہ آج کل ملکِ مصر میں شاہِ مصر اور اہلِ مصر مناتے ہیں۔ کیونکہ عہدِ صحابہؓ میں تمام کام بالکل سادہ نمونہ پر تھے۔ یہاں تک کہ قرآن شریف پر حرکات اور نقاط بھی بہت کم تھے تو جس طرح قرآن شریف پر بعد میں اور خصوصاً آج کل رنگ آمیزیاں کی گئی ہیں، ان کا دسواں حصہ بھی اُس وقت موجود نہ تھا۔ اسی طرح عیدِ میلاد النبیؐ پر ایثار اور اخلاص کے آثار جس قدر تمدن اور فارغ البالی ہوتی گئی، اسی قدر نمودار ہوتے گئے۔" [۴۲]

ہفت روزہ "اہلِ حدیث" لاہور میں مولانا حکیم عبدالرحمٰن خلیق امرتسری نے اپنے ایک مضمون میں تقاریبِ عیدِ میلاد کے سلسلے میں لکھا "اس تقریب کا انعقاد کوئی نئی دریافت نہیں تھی بلکہ ہمارے بعض مؤرخین نے چند صدیاں قبل موصل وغیرہ کے دیار و امصار میں وہاں کے بعض سلاطین وعمائدین سلطنت کے اہتمام میں اس کے منائے

جانے کا ذکر کیا ہے"۔ [۴۳]

جن باقاعدہ مجالسِ میلاد کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے ان میں ۴۸۵ھ میں ملک شاہ سلجوقی کے زیرِ اہتمام بغداد میں ہونے والی مجلس کے بعد، ملک مظفر الدین کاکبوری کا اس سلسلے میں خاص اہتمام نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صلاح الدین منجدؔ ابنِ خلکان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "مظفر الدین جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنے عظیم پیمانے پر منایا کرتا تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مظفر الدین اس جشن کو دینی اور دنیوی دونوں عید کی حیثیت دیتا تھا۔ اندازے کے مطابق یہ جشن جامع مظفری (زیرِ دمشق پہ رحنابلہ کی بہت بڑی مسجد جو مظفر الدین نے تعمیر کروائی تھی)، میں ہوتا رہا ہو گا"۔ [۴۴]

امام جلال الدین سیوطیؒ نے سبط ابن الجوزی کی "مرآۃ الزمان" کے حوالے سے لکھا ہے کہ "سلطان مظفر (کاکبوری والیٔ اِربل) کے ہاں میلاد شریف میں شریک ہونے والے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خود شمار کیا کہ شاہی دسترخوان میں پانچ سو خستہ بکریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ آبخورے اور تیس ہزار ٹوکرے شیریں پھلوں کے لدے پڑے تھے۔۔۔ میلاد شریف کی تقریب پر، سلطان کے ہاں بڑے بڑے جیّد علماء اور جلیل القدر صوفیہ آتے تھے، جنہیں وہ خلعت و اکرام شاہی سے نوازتا تھا۔ صوفیہ کے لیے ظہر سے لے کر فجر تک محفلِ سماع ہوتی جس میں وہ بنفسِ نفیس شریک ہوتا۔ ہر سال میلاد شریف پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔۔۔۔ اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنتِ ایوب، جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی، بیان کرتی ہے کہ اس کی قمیص موٹے کرباس (کھدر کی قسم کے کپڑے) کی ہوتی تھی جو پانچ درہم سے زیادہ لاگت کی نہیں ہوتی تھی۔ کہتی ہے ایک بار میں نے اس سلسلے میں انہیں ٹوکا تو انہوں نے کہا، میرے لیے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ و خیرات کر دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیرباد کہہ دوں"۔ [۴۵]

علامہ سیّد سلیمان ندوی نے محفلِ میلاد کے سلسلے میں سلطان مظفر الدین کے حسنِ عقیدت کو مزید تفصیل سے بیان کیا ہے۔ "محرم سے اوائل ربیع الاوّل تک

لوگوں (علما، صوفیہ، واعظین، حفاظ، شعرا.....) کے آنے کا سلسلہ قائم رہتا تھا اور مظفر الدین کا کبوری لکڑی کے قبّے اور خیمے قائم کرتا تھا۔ ہر قبّہ چار منزلہ پانچ منزلہ ہوتا تھا...... جب صفر کی پہلی ہوتی تھی توان قبوں اور خیموں میں آرائش ہونی شروع ہوتی تھی۔ یہ قبّے قلعے کے دروازے سے لے کر خانقاہ کے دروازے تک جو میدان کے قریب تھا، کھڑے رہتے تھے۔ مظفر الدین ہر روز عصر کے بعد یہاں آتا تھا اور ایک ایک قبہ پر کھڑا ہو کر گانا سنتا تھا اور سیر کرتا تھا اور خانقاہ میں رات گزارتا تھا اور اس میں بزم سماع منعقد کرتا تھا۔ نماز صبح کے بعد سوار ہو کر شکار کو نکلتا تھا، دوپہر کے قریب شکار سے قلعے میں واپس آتا تھا اور اسی طرح ہر روز، شب ولادت تک کرتا تھا۔ مجلس میلاد ایک سال ربیع الاوّل کی آٹھویں کو کرتا تھا اور ایک سال بارھویں کو جب شب ولادت کے دو دن باقی رہ جاتے تھے تو بے انتہا، اونٹ، گائیں یا بھیڑ بکریاں نکالتا تھا اور ان کو باجے گانے کے ساتھ میدان تک لے جاتا تھا۔ پھر اُن کو ذبح کر کے قربان کرتے تھے اور ہانڈیوں میں قسم قسم کے کھانے پکاتے تھے۔ جب شب میلاد آتی تھی تو بزم میلاد منعقد کرتا تھا، پھر قلعے سے اترتا تھا اور اس کے آگے آگے بہت شمعیں روشن ہوتی تھیں اور ان شمعوں میں دو یا چار بڑی بڑی شمعیں خاص جلوس کی ہوتی تھیں..... یہاں تک کہ بادشاہ خانقاہ تک پہنچ جاتا تھا۔ اور اسی شب کی صبح کو قلعے سے سب سامان منگواتا تھا..... میدان میں...... محتاجوں کی دعوت ہوتی تھی اور عام دستر خوان جمع ہونے والوں کے لیے بچھتا تھا۔ اس طرح عصر تک رہتا تھا اور پھر رات کو وہیں خانقاہ میں بادشاہ رہتا تھا اور صبح تک سماع ہوتا تھا۔" [۴۶] صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں "یہ بادشاہ خود عالم، عادل، صاحب اخلاق حسنہ اور نہایت بزرگ شخص تھا۔" [۴۷]

مولو دیہ ابن دحیہ اور ابن کثیر کی کتابیں

مولود شریف کی سب سے پہلی مربوط کتاب سلطان مظفر الدین کے زیر اثر حافظ ابو الخطاب عمر بن حسن ابن دحیہ محدّث اندلسی نے لکھا۔ ابن خلکان نے ان کے

حالات زندگی میں لکھا ہے " وہ جید علما اور مشاہیر فضلا میں سے تھے۔ مغرب سے شام و عراق آئے۔ راستے میں ۶۰۴ھ میں اربل کے علاقے سے گزرے۔ اس کے حکمران ملک معظم مظفرالدین بن زین الدین کو دیکھا کہ وہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے لیے کتاب " التنویر فی المولد ۔ ۔ ۔ ۔ " لکھی اور خود اسے پڑھ کر سنائی۔ ہم نے اس کتاب کو سلطان کے ہاں ۶۲۵ھ میں چھ نشستوں میں سنا ہے " [۴۸]

سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ ابن وحیہ اندلسی ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔ علم حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ نحو، ادب، تاریخ عرب میں ماہر تھے۔ خراسان کو جاتے ہوئے ۶۰۴ھ میں اربل آئے اور وہاں یہ کتاب لکھی"۔ [۴۹]

یہ بڑی بات ہے کہ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنا مولود نامہ بھی اسی سلطان کے زیر اثر لکھا۔ ڈاکٹر صلاح الدین منجد لکھتے ہیں کہ دمشق میں حنابلہ کی بہت بڑی مسجد، جامع مظفری سلطان مظفرالدین کاکبوری (یا کوکبوری) نے تعمیر کروائی تھی۔ اس مسجد کے مؤذن شیخ عمادالدین ابوبکر بن بدرالدین حسن نے ابن کثیرؒ سے درخواست کی کہ ایک کتاب " میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم " پر لکھیں، اور پھر ان کی درخواست پر یہ کتاب لکھی گئی۔ [۵۰]

محافلِ میلاد

شیخ محمد رضا (مصری) نے سلطان ابوحمو موسیٰ شاہ تلمسان کے زیر اہتمام ہونے والی مجالس میلاد کی تفصیل حافظ سید ابوعبداللہ تونسی ثم تلمسانی کی کتاب کے حوالے سے بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں " سلطان تلمسان صاحب الرائے معززین کے مشورے سے شب میلاد النبیؐ میں ایک عام دعوت کا اہتمام کرتے تھے جس میں بلا استثناء ہر خاص و عام کو شرکت کی اجازت ہوتی تھی۔ اس محفل میں اعلیٰ قسم کے قالینوں کا فرش اور منقش پھول دار چادریں بچھائی جاتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بڑے بڑے گول اور خوشنما نصب شدہ بخور دانوں میں بخور سلگایا جاتا تھا جو دیکھنے والوں کو پگھلا ہوا سونا لگتا

تھا۔ پھر تمام حاضرین کے سامنے انواعِ و اقسام کے کھانے چُنے جاتے تھے۔۔۔۔۔۔۔ انعقادِ محفل کے بعد سامعین آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے مناقب و فضائل اور ایسے پاکیزہ خیالات و نصائح سنتے جو انہیں گناہوں سے توبہ کی طرف راغب کرتے۔ خطباء اسلوبِ بیان کے مدّوجزر اور خطابت کے تنوعات سے سامعین کے قلوب کو گرماتے اور سامعہ کو لذت اندوز کرتے تھے۔" [۵۱]

دنیا کے مختلف ممالک جہاں اہلِ ایمان رہتے ہیں، کہیں ذاتی طور پر، کہیں مل کر اور کہیں مملکت کے انتظام سے محافلِ میلاد منعقد ہوتی آئی ہیں اور میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جشن منایا جاتا رہا ہے' ـــــ اب تک جاری ہے' اور ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔ مکۂ مکرمہ میں ۱۹۱۷ء میں ہونے والی تقریباتِ عیدِ میلادالنبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خبر اخبار "القبلہ" مکہ مکرمہ کے حوالے سے "یادِ ایامے کہ" کے زیرِ عنوان "میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حصہ اوّل" میں قارئینِ کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں؛ ۱۹۱۷ء ہی میں لندن میں ہونے والی تقریب میلادِ سرکار کی ایک تفصیلی خبر ماہنامہ "طریقت" لاہور [۵۲] میں اشاعت پذیر ہوئی تھی۔ اس میں لکھا ہے "مسٹر مشیر حسین قدوائی کہ جن کی خدمات محتاجِ بیان نہیں، اس جلسے کے بانی تھے۔ آپ تقریباً دو ہفتہ پیشتر سے اس کا اہتمام کر رہے تھے۔ لندن کے ایک ہوٹل میں یہ محفل منعقد کی گئی۔۔۔۔۔ سب سے پہلے ایک مصری عرب نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ اپنے مصری لہجے میں سورۂ دہر پڑھی۔۔۔۔ صوفی عنایت خاں مقیم انگلستان کے بھائی نے جامی کی یہ غزل "بلبل ز تو آموختہ شیریں سخنی را"، نہایت پُر درد اور مؤثر دُھن میں گائی خصوصاً جب مقطع پڑھا ہے:

از جامیٔ بے چارہ رسانید سلامے
بر درگہِ دربارِ رسولِ عربی را

تو عجب لطف تھا، ہر شخص کیفِ تسلیم میں جھوم جھوم کر مزے لے رہا تھا۔ پھر ایک عیسائی لیڈی نے ایک ہندی نعتیہ ٹھمری اپنی باریک اور پُر درد آواز میں گائی۔ اس

کے بعد ایک انگریز نے نہایت مؤثر طریقے سے نبیٔ امی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف بیان کیے۔ ۔ ۔ یہ شخص عرصے سے مسلمان تھا لیکن ابھی تک اعلان نہیں ہوا تھا۔ اس روز کی تقریر سے اس کا بھی اظہار ہو گیا۔ اس کے بعد مسٹر یوسف علی پنشنر ڈپٹی کمشنر نے نہایت خوبی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بیان کی، پھر چند مصری عربوں نے ایک ساتھ اپنے طریقے پر عربی میلاد شریف بیان کیا اور ختم میلاد پر بڑے مزے میں عربی کا سلام پڑھا۔ ۔ ۔" ۵۳

مصر میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات کا ذکر شیخ محمد رضا ان الفاظ میں کرتے ہیں "خاص شہر قاہرہ میں اس روز ظہر کے بعد ایک پیادہ جلوس کمشنر آفس کے سامنے سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ ۔ مصر میں یہ مبارک دن حکومت کی طرف سے منایا جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ شاہ کے پہنچنے پر فوج سلامی دیتی ہے۔ پھر وہ شامیانے میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر صوفیہ اور مشائخ طریقت اپنے اپنے جھنڈے لیے وہاں حاضر ہوتے ہیں جن کا بادشاہ استقبال کرتے ہیں۔ پھر شاہ خود شیخ المشائخ کے شامیانے میں حاضر ہو کر ذکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت فرماتے ہیں۔ ختم محفل پر شاہ، میلاد کا بیان کرنے والے کو شاہانہ خلعت عطا فرماتے ہیں۔ پھر حاضرین میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، شربت پلایا جاتا ہے۔ ۔ ۔" ۵۴

علامہ محمد عالم آسی نے لکھا ہے "شیخ جامعہ ازہر (مصر) کی تازہ ترین اطلاعات جو اخبار "الایمان" پٹی ضلع لاہور کو موصول ہوئی ہیں، ان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ سلطان مصر اور اہالیان مصر قدیم سے اس تقریب میں خصوصیت کے ساتھ اپنا اخلاص ظاہر کرتے ہیں۔ خصوصاً ان اطلاعات کا یہ حصہ قابل ذکر ہے کہ "جب ماہ ربیع الاول کا ہلال نظر آتا ہے تو اہالیان مصر اس ماہ کو ماہ عید سمجھ کر تیاری میں لگ جاتے ہیں اور تمام ملک مصر میں اس عید کے موقع پر تمام کاروبار بند کیے جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ خود شاہ مصر اپنی جیب خاص سے بہت بڑی رقم خرچ کیا کرتے ہیں۔ ۔ ۔ خیموں میں جو سڑکیں رکھی

جاتی ہیں۔ ان کی سجاوٹ پر اس قدر دل کھول کر شاہِ مصر روپیہ خرچ کرتے ہیں کہ مخالفین آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگ جاتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ سلسلہ دپہلی تاریخ سے، بارہ ربیع الاوّل تک بدستور جاری رہتا ہے اور اس دن صبح کو خود شاہِ مصر یا ان کا کوئی نائب حاضر ہو کر باقاعدہ جلوس کے ساتھ "مشہدِ حسینی" میں حاضر ہوتے ہیں اور وہاں جا کر حضور علیہ السلام کے حالاتِ زندگی، حضورؐ کے احسانات دنیا پر، حضور علیہ السلام کے ولادت و وفات کے سوانح پوری بسط کے ساتھ واضح طور پر بیان کر دیا کرتے ہیں۔" ۵۵

امام احمد بن محمد القسطلانیؒ شارحِ بخاری لکھتے ہیں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں اہلِ اسلام ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں۔۔۔" ۵۶

ہندوستان کے مسلمان بھی اپنے طور پر یہ سعادت حاصل کرتے رہے لیکن باقاعدہ تحریک کے طور پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات یہاں کب سے شروع ہوئیں، اس پر غور کریں تو یہ صورت سامنے آتی ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے، اس کے بعد، ہمیشہ کی طرح، مسلمانانِ ہند نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ کرم میں پناہ ڈھونڈی۔

سید حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں کہ "۱۸۸۰ء میں حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواریؒ نے اپنی بستی پھلواری شریف میں تحریکِ میلاد کا آغاز کیا۔ لیکن اس سے بھی پہلے مولوی خدا بخش خاں وکیل نے محفلِ میلاد کا اہتمام کیا اور وہاں حضرت شاہ صاحب نے پہلی مرتبہ سیرۃِ طیبہ زبانی بیان کی۔" ۵۷ انہوں نے مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "حضرت شاہ سلیمان پھلواریؒ نے ۱۳۰۲ھ میں زبانی بیانِ سیرت کا سلسلہ ماہِ مبارک ربیع الاوّل سے شروع کیا۔ چاندرات سے شبِ دوازدہم تک ہر روز بیانِ سیرت ہوتا تھا، اور اس لگن کے ساتھ اس کا اہتمام انہوں نے کیا کہ ۱۳۰۲ھ سے آج تک اس کا سلسلہ نہیں ٹوٹا۔ وہ ذہن تیار کر دیا جو بڑا فریضہ سمجھ کر اسے ادا کرتا ہے قصبۂ پھلواری

شریف تحریک کا مرکز بن گیا اور وہاں سے یہ آواز سارے صوبے میں اور پھر سارے برّعظیم میں خیبر سے رنگون تک جا پہنچی۔ انہوں نے انجمن اسلامیہ پٹنہ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایتِ اسلام لاہور اور اجلاس ندوۃ العلما، سب کو سیرتِ طیبہ کا پلیٹ فارم بنا دیا۔ ۔ ۔ ۔ ان کے صاحبزادہ مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی نے نئے انداز کی "میلاد الرسولؐ" کتاب لکھی جو ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔ ۔ ۔ ۔" ۵۸

لیکن بہاولپور میں موجود ایک مخطوطے سے یہ بات سامنے لائی گئی ہے کہ ۱۲۷۰ء میں سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے سلطان محمد کے عہد میں، ملتان میں جلوسِ عیدِ میلاد کا آغاز ہوا۔ منظور ملک کہتے ہیں " یہ ذکر حضرت حافظ جمالؒ کے ایک ملفوظہ کے توسُّط سے ہم تک پہنچا ہے۔ یہ قلمی نسخہ میں نے بہاولپور کے ایک زمیندار کے ہاں دیکھا تھا۔ اس میں مرقوم ہے کہ " جلوس میلاد شوکتِ اسلام کا نمونہ ہے۔ حاکم ملتان سلطان محمد جو متقی اور اصحابِ تقویٰ کا دوست ہے، پا پیادہ جلوس کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے بعد عمائدین شہر اور نعت خوانوں کا گروہ ہوتا ہے جو شاعرِ دربار کی قیادت میں منقبتِ رسولؐ پاک میں مصروف رہتا ہے۔ نعت خوانوں کے بعد مخادیم سادات و قریش کا گروہ ہوتا ہے۔ اس معزز گروہ میں علما و فضلائے ملتان بھی شامل ہوتے ہیں۔ بعد میں سردارانِ فوج ترکی و تورانی چار آئینہ زیبِ تن کیے شاملِ جلوس ہوتے ہیں۔ یہ جلوس تمام شہر کا چکر لگا کر قلعے پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ جہاں سلطان محمد کے صَرفِ خاص سے پُرتکلف کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ نمازِ شکرانہ ادا کی جاتی ہے۔ شہر میں چراغاں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔" ۵۹

حضرت شاہ سلیمان پھلوارویؒ نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل شروع کیں تو ان کے بعد سیّد ممتاز علی نے خواتین کے مشہور مجلّے "تہذیبِ نسواں" کے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کے شمارے میں عیدِ میلاد کو باقاعدہ منانے کی تجویز پیش کی۔ سیّد ممتاز علی نے لکھا "۔ ۔ ۔ ۔ اگر اہلِ اسلام جناب پیغمبرؐ خدا کی ولادت کے دن تمام ملک میں عام عیدِ میلاد منانا شروع کر دیں تو بڑی خوشی اور نیکی کا کام ہوگا۔ بزرگوں کی یادگار کو قائم

رکھنا اور ان کو تہواروں کی طرح منانا دنیا میں نیک دلی اور خدا ترسی کی صفت پیدا کرتا ہے۔ میری اہلیہ مرحومہ نے بارہا اس تحریک کا ارادہ کیا مگر افسوس کسی نہ کسی وجہ سے اس کا موقع نہ آیا، کیا ہی اچھا ہو اگر آئندہ سال سب تہذیبی بہنیں مولود شریف کے دن عید میلاد منائیں اور اللہ کے ہاں سے اس رسم نیک کا ثواب عظیم پائیں۔ ۱۱، ۱۲ ربیع الاوّل کی درمیانی رات کو مکانوں پر روشنی کریں اور رات کو ۳ بجے سے اٹھ کر صبح تک نوافل پڑھیں اور بعد طلوع آفتاب، عید کی طرح نہا دھو کر کپڑے بدلیں۔ گھروں میں جلسے اور ضیافتیں کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہماری اور بہنیں بھی اس تجویز کی تائید کریں گی اور اب کے ربیع الاوّل میں تمام ہندوستان میں عید مولود بڑی دھوم دھام سے منائی جائے گی۔" [۶۰]

البتہ ہفت روزہ "اہل حدیث" لاہور کے مطابق متحدہ ہندوستان میں غالباً اس (عید میلاد النبیؐ) کو پہلے پہل امرتسر میں منایا گیا جس کا اہتمام وہاں ایک کشمیری بزرگ مولانا عبدالسلام ہمدانی کی جدّ و جہد سے ہوتا تھا اور اس کی غرض وہاں غیر مسلموں کے سامنے سیاسی شوکت کو نمایاں کرنا تھا۔ مگر پھر تقریب اپنے حسن و رنگ، اپنی خوبصورتی اور اپنی گوناگوں دلچسپیوں کے سبب آہستہ آہستہ ہندوستان کے دوسرے شہروں میں بھی پھیلتی چلی گئی۔" [۶۱] اس مضمون کے خالق مولانا حکیم عبدالرحمٰن خلیق تقریب میلاد کے سلسلے میں رقم طراز ہیں۔" اس تقریب کا تعلق چونکہ عالم اسلام کی محبوب متاع اور مسلمانانِ عالم کی حاصلِ زیست دولت خواجۂ کونین پیغمبرِ ثقلین خاتم النبیین، امام المرسلین، محبوبِ رب العالمین سیدِ اولین و آخرین حضور محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی ولادتِ باسعادت سے ہے، اس لیے اس کے اندر ہر مسلمان کے لیے دلچسپی اور محبت بآسانی قابلِ فہم ہے۔ اور پھر اب جب اس تقریب کو یہاں حکومتی سطح پر ایک سرکاری تقریب کا درجہ بھی حاصل ہو گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اب یہ تقریب یہاں ایک قومی تہوار کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔" [۶۲]

لاہور میں تقریباتِ میلاد کے سلسلے میں اکمل علیمی نے لکھا "۱۹۲۶ میں

شہر (لاہور) کے بعض علما نے عامۃ المسلمین کے نام ایک اپیل جاری کی جس میں و
کی گئی تھی کہ گو سرورِ کائنات ؐ کی وفاتِ حسرت آیات ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی لیکن یہ
آنحضرت ؐ کی تاریخِ پیدائش بھی ہے ۔۔۔۔ اس لیے حلقہ بگوشانِ محمد ؐ کو یہ دن لطف و مسرّت
میں گزارنا چاہیے ۔۔۔۔ لاہور میں عیدِ معراج النبی ؐ کے جلوسوں کی ایک روایت موجود
تھی اور ایسے جلوسوں میں بھی موچی دروازہ کے مسلمان پیش پیش ہوا کرتے تھے جن میں
حاجی غلام قادر اور حافظ معراج دین کے نام لیے جاتے ہیں ۔۔۔ پھر حزب الاحناف
کے سربراہ مولانا دیدار علی شاہ مرحوم کی کوششوں سے ایک بڑا جلوس مرتب ہونے
لگا۔ ۱۹۳۰ء میں انجمن توحید المسلمین، موچی دروازہ کے زیرِ اہتمام ایک پُرشکوہ جلوس منظم
کیا گیا۔" ۶۳ "کوہستان" نے اس جلوس کی تاریخ ۱۹۳۳ء لکھی ہے۔ احسان بی اے
کے ایک مضمون میں ہے "لاہور میں عیدِ میلاد النبی ؐ کا جلوس سب سے پہلے ۵ جولائی
۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو نکلا۔۔۔۔ یہ جلوس ۱۹۴۰ تک باقاعدہ
نکلتا رہا۔" ۶۴

راولپنڈی میں عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات کے حوالے
سے حکیم محمد ایوب حسن لکھتے ہیں "راولپنڈی میں یہ سلسلہ ایک مدّت سے جاری ہے۔
اس کی ابتدا اس زمانے میں ہوئی جب پٹی ضلع لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ
ایمان کے ایڈیٹر مولانا عبدالمجید قریشی نے یہ تحریک شروع کی کہ سارے ملک میں
سیرۃ النبی ؐ کے جلسے منعقد کیے جائیں ۔۔۔ ان کی اس تحریک پر سارے برِصغیر کے
شہروں میں سیرت کمیٹیاں قائم ہوئیں اور عیدِ میلاد النبی ؐ منانے کا سلسلہ شروع
ہو گیا۔" ۶۵

اخبار ایمان پٹی ضلع لاہور کا ذکر آیا ہے تو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ۱۹۳۵ کے جلسے اور جلوس میں حکیم الامت علامہ اقبال ؒ کی تقریر کا ذکر سنیے۔ علامہ
اقبال جالندھر چھاؤنی کے جلسے اور جلوس میں شامل تھے۔ آپ نے تقریر کرتے ہوئے
فرمایا "چند سال ہوئے، میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ مولود شریف کے

ذریعے سے اس اُمت کو متحد کرے گا۔ مجھے ایک عرصہ تک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہوگا۔ اب تحریک یوم النبیؐ نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا ہے"۔[٦٦]

اس سے پہلے ۱۹۲۹، ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے دیگر اکابر ملت کے ساتھ عید میلاد کے جلسوں جلوسوں کے انعقاد کی تحریک کی۔ اخبارات میں یہ بیان شائع ہوا۔" اتحاد اسلام کی تقویت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اجلال، حضورؐ کی سیرت پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیانِ مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لیے ۱۲ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے ۔ ۔ ۔"[٦٧]

اس اپیل پر علامہ اقبال کے علاوہ سید غلام بھیک نیرنگ، مولانا غلام مرشد، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا قطب الدین عبد الولی، دیوان سید محمد، مولانا قمر الدین سیالوی، مولانا فاخر الہ آبادی، سید حبیب مدیر "سیاست"، پیر سید فضل شاہ جلالپوری، مولانا علی الحائری اور مولانا محمد شفیع داؤدی وغیرہ کے دستخط تھے۔

غرض، حضور سرورِ انبیا، حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کے ظہور پاک کے حوالے سے خوشی منانے، محافل منعقد کرنے، جلوسوں وغیرہ کے ذریعے شوکت کا اظہار کرنے کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کے اقوال و ارشادات واضح ہیں۔ ہمیں مسرت و انبساط اور ابتہاج و عقیدت کی محفلیں سجانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے لیکن ان میں عامۃ المسلمین کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے کسی وضعی روایت کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔ اسی طرح جلوسوں مظاہروں میں ہر غیر اسلامی، غیر اخلاقی حرکت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ورنہ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔

حواشی :

(١) یونس۔ ۱۰: ۵۸ (٢) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ الانبیا

(۳) بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ التوبہ۔ ۹: ۱۲۸ (۴) الضحیٰ ۹۳: ۱۱
(۵) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں رسول کو بھیجا) آلِ عمران ۳: ۱۶۴ (۶) ابراہیم ۱۴: ۵ (۷) کنزالایمان (تفسیری حاشیہ از مولانا نعیم الدین مراد آبادی) / محمد شفیع اوکاڑوی۔ برکاتِ میلاد شریف ص ۵ (۸) صحیح مسلم (عن قتادہؓ) (۹) "الفقیہ" امرتسر۔ میلاد نمبر ۷ تا ۲۱ جولائی ۱۹۳۲ء۔ ص ۲ (۱۰) مطبوعہ الشیخ حسین حلمی بن سعید، استنبول ترکیہ ص ۷ تا ۱۲ (۱۱) مجلہ "نورالحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر۔ فروری ۱۹۷۸ء۔ ص ۹۴ / ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری، فروری ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۷، ۱۸ (۱۲) ابوالخطاب عمر بن حسن وحیہ اندلسی (المولود ۵۴۴ھ المتوفی ۶۳۳ھ) کی کتاب جس کے متعلق ابنِ خلکان نے لکھا ہے "ہم نے اس کتاب کو سلطان (مظفرالدین بن زین الدین، جنہوں نے مجالسِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرکاری طور پر اہتمام کیا) کے ہاں ۶۲۵ھ میں چھ نشستوں میں سنا ہے" (حسن المقصد فی عمل المولد از امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ ص ۲۷) کتاب کا نام ابنِ کثیر نے التنویر فی المولد البشیر النذیر" لکھا ہے (حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۶) مولانا دیدار علی شاہ الوری نے "التنویر فی مولد البشیر" لکھا ہے (مرغوبِ احمدؐ الملقب بہ رسول الکلام فی بیان المولد والقیام۔ ۱۳۰۱ھ۔ ص ۴۵) لیکن علامہ محمد عالم آسی اور سید سلیمان ندوی نے کتاب کا نام "التنویر فی مولد السراج المنیر" تحریر کیا ہے ("الفقیہ" امرتسر۔ میلاد نمبر ۱۹۳۲ء۔ ص ۱۹، —— "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۲ء۔ ص ۱۲) کتاب کا مزید ذکر سلطان مظفرالدین کے ذکر میں ہوگا۔ (۱۳) التنویر فی مولد السراج المنیر از امام عمر بن حسن محدث اندلسی۔ ص ۵۴۴، ۶۲۳۔ بحوالہ "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر۔ ص ۱۹ (مضمون مجالسِ میلادِ نبویؐ از علامہ مولانا حکیم محمد عالم آسی معتمد انجمن خدام الحنفیہ امرتسر) / دیدار علی شاہ الوری، مولانا سید۔ مرغوبِ احمدؐ۔ ص ۴۵، ۴۶ (۱۴) النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم۔ بحوالہ "نورالحبیب" میلاد نمبر ۱۹۷۸ء (مضمون "میلادالنبیؐ اور اکابرامت" مولانا صاحبزادہ محمد محب اللہ، ص ۵۰ (۱۵) ایضاً۔ ص ۵۰ (۱۶) ایضاً۔ ص ۵۰

(۱۷) زرقانی علی المواہب۔ص ۱۳۹۔بحوالہ برکاتِ میلاد شریف از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ص ۱۱، ۱۲ و "الفقیہ" امرتسر۔ میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ص ۲۲ (۱۸) تقدیم "حسن المقصد فی عمل المولد" از امام جلال الدین سیوطیؒ۔ص ۲۲، ۲۳ (۱۹) "الفقیہ" امرتسر۔ میلاد نمبر ص ۲۲ (علامہ محمد عالم آسی کا مقالہ) (۲۰) تقدیم "حسن المقصد فی عمل المولد" ص ۲۳ (۲۱) "نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر ۱۹۷۸۔ص ۹۶ (۲۲) ایضاً۔ص ۹۶، ۹۷۔ (۲۳) اثبات المولد والقیام۔ص ۲۵ (۲۴) ایضاً۔ص ۲۶، ۲۷ (۲۵) حسن المقصد فی عمل المولد۔ص ۴۶، ۴۷ (۲۶) "الفقیہ" میلاد نمبر، ص ۲۷ (۲۷) مکتوبات۔جلد سوم ص ۷۲ (۲۸) ایضاً (۲۹) شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی۔فیوض الحرمین۔ص ۲۷ / نظام الدین احمد جعفری، حافظ سید محمد۔جنّات النعیم فی ذکرِ نبی الکریمؐ۔حصہ اوّل۔ ص ۳۰ / برکاتِ میلاد شریف ص ۷ (۳۰) در الثمین بحوالہ برکاتِ میلاد شریف ص ۸ (۳۱) فتاوٰی عزیزیہ۔جلد اوّل۔ بحوالہ برکاتِ میلاد شریف ص ۸ (۳۲) فیصلہ ہفت مسئلہ (۳۳) محمد رضا، شیخ۔ محمدؐ رسول اللہ (ترجمہ از محمد عادل قدوسی) ص ۳۲ (۳۴) علامہ سید سلیمان ندوی نے مجلسِ میلاد کے سلسلے میں مشہور، اس سلطان کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ انہوں نے اس سلطان کی پیدائش ۲۷ محرّم ۵۴۹ھ اور وفات ۶۳۱ھ لکھی ہے (ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ۔جنوری فروری ۱۹۸۲۔ص ۱۰) البتہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ "اس کی وفات ۶۳۰ھ میں شہر عکا میں ہوئی" (حسن المقصد فی عمل المولد۔ص ۲۶) ڈاکٹر صلاح الدین منجّد نے بھی سنِ وفات ۶۳۰ھ لکھا ہے (دیباچہ "میلادِ مصطفیٰؐ" از علامہ ابنِ کثیرؒ ص ۷) ـــــ شیخ ابو خطاب بن دحیہ نے "التنویر فی المولد السراج المنیر" سلطان مظفر الدین کے میلاد شریف کے بارے میں اہتمام کو دیکھ کر لکھی تھی اور خود اس کتاب کو پڑھا تھا۔ علامہ ندوی لکھتے ہیں کہ اس کا نام کوکبوری تھا اس کا باپ زین الدین علی، اربل کا بادشاہ تھا۔ جو اربل اور بہت سے دوسرے شہروں کا ان اطراف میں، بادشاہ تھا۔ کوکبوری قلعہ موصل میں پیدا ہوا اور چودہ برس کی عمر میں باپ کے انتقال پر اس کی جگہ بیٹھا۔ اس کے اتالیق مجاہد الدین قائماز نے پہلے اس

قلعہ بند کیا، پھر حدود حکومت سے نکال دیا۔ وہ موصل کے بادشاہ سیف الدین ابن کے پاس اور پھر سلطان صلاح الدین کے پاس آیا۔ کوکبوری ۵۸۶ھ میں اربل آگیا۔ یہ سلطان بہت نیک، سخی تھا اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں دن رات مشغول رہتا تھا۔ اس نے ایک مدرسہ بنوایا جس میں حنفی اور شافعی دونوں مذاہب کے علما مقرر تھے اور خود روزانہ وہاں آتا تھا اور رات وہیں گزارتا تھا۔ مکۂ مکرمہ میں بھی اس کے بہت سے آثار ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے جبلِ عرفات میں پانی جاری کرایا اور بہت رقم خرچ کی۔ (۳۵) "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۹ (۳۶) "عہدِ عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آبق خوارزمی نے ۴۶۸ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا ...." (سیارہ ڈائجسٹ" لاہور۔ رسول نمبر جلد ۲۔ ص ۴۵۵۔ مضمون "جشن میلاد النبی ازمولانا حسن مثنیٰ ندوی) (۳۷) "سیارہ ڈائجسٹ" لاہور۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۵۶ (۳۸) محمد رضا شیخ۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۳ (۳۹) ماہنامہ "الجامعہ" جامعہ محمدی شریف (جھنگ) جنوری فروری ۱۹۷۹۔ ص ۱۹ (۴۰) محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۳ (۴۱) سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۵۶ (۴۲) "الفقیہ" امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ ص ۶، ۷ (۴۳) "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۱۔ ص ۲۲ (۴۴) دیباچہ "میلادِ مصطفیٰ" از علامہ ابنِ کثیرؒ۔ ص ۷ (۴۵) حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۶، ۲۷ (۴۶) "شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۱۱، ۱۲ (۴۷) "نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر ۱۹۷۸ء۔ ص ۸۶ (۴۸) حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۷ (۴۹) "شمس الاسلام" جنوری فروری ۱۹۸۲۔ ص ۱۲ (۵۰) دیباچہ میلادِ مصطفیٰ۔ ص ۷ (۵۱) محمد رسول اللہ۔ ص ۳۳، ۳۴ (۵۲) ماہنامہ "طریقت" لاہور۔ مارچ ۱۹۱۷۔ ص ۱۹، ۲۰ (۵۳) ایضاً (۵۴) محمد رسول اللہ۔ ص ۳۴، ۳۵ (۵۵) "الفقیہ" امرتسر۔ میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ ص ۱۳، ۱۴ (۵۶) زرقانی علی المواہب ص ۱۳۹ بحوالہ برکاتِ میلاد شریف ص ۱۱ (۵۷) سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ رسول نمبر جلد ۲۔ ص ۴۵۶

غُل ہے یہی ہر چار سُو، آتا ہے اب وہ ماہ رُو جس کی تھی ہم کو جستجو، کرتے ہیں باہم گفتگو
پیمانے سے مل کر سبو، مطلب سے مل کر آرزو، سبزے سے مل کر آبجو، نسریں سے مل کر نسترن

باغِ جہاں آباد ہے، یاں سرو بھی آزاد ہے، قمری نہایت شاد ہے، نے صید نے صیّاد ہے
ہاں محفلِ میلاد ہے، وقتِ مبارکباد ہے، جبریلؑ کو ارشاد ہے، مشہور کردے یہ سخن

نورِ خدا پیدا ہوا، خیر الوریٰ پیدا ہوا، بحرِ عطا پیدا ہوا، ابرِ سخا پیدا ہوا
نجم الہدیٰ پیدا ہوا، بدر الدجیٰ پیدا ہوا، شمس الضحیٰ پیدا ہوا، پیدا ہوا شاہِ زمنؐ

سرِّ نہاں پیدا ہوا، عینِ عیاں پیدا ہوا، فخرِ زماں پیدا ہوا، شاہِ شہاں پیدا ہوا
روحِ رواں پیدا ہوا، جانِ جہاں پیدا ہوا، مطلوبِ جاں پیدا ہوا، پیدا ہوا مقصودِ تن

سلطانِ دیں پیدا ہوا، شاہِ زمیں پیدا ہوا، ماہِ حسیں پیدا ہوا، عین الیقیں پیدا ہوا
مسند نشیں پیدا ہوا، دل کا مکیں پیدا ہوا، وہ نازنیں پیدا ہوا نازاں ہے جس سے جان و تن

نورِ شہِ کون و مکاں، تھا کنزِ مخفی میں نہاں، جب سے کہ پنہان و عیاں، دونوں تھے بے نام و نشاں
آگہ نہ تھا کُن سے فکاں، معدوم تھے دونوں جہاں، تن کو نہ تھی پروائے جاں، جاں کو نہ تھی فکرِ بدن

جو غیب میں محصور تھا، اس نور سے منظور تھا، در پردہ جو مستور تھا، اس نور سے معمور تھا
یہ نور ہی مشہور تھا، یہ نور ہی مذکور تھا، جو کچھ کہ تھا یہ نور تھا، بے کیف و کم، بے ما و من

وہ سایۂ ذاتِ احد، وہ مظہرِ نورِ صمد، مستظہرِ فیضِ ابد، فرماں دہِ ہر نیک و بد
لایا جہاں میں مستند مُہرِ نبوّت کی سند، محسودِ اربابِ حسد، محبوبِ ربِ ذوالمنن

وہ بادشاہِ دوجہاں، وہ قبلہ گاہِ مقبلاں، وہ رہنمائے اِنس و جاں، وہ دستگیرِ بے کساں
وہ مرہمِ دلِ خستگاں، وہ چارۂ دردِ نہاں، وہ مصدرِ فیضِ عیاں، وہ مظہرِ سرّ و علن

مہ نے جو کی اُس پر نظر، ٹکڑے ہوا اس کا جگر، تسبیح خواں تھے سب حجر، لکڑی ہوئی تھی نوحہ گر
اُس مہ لقا کے پاؤں پر سجدہ لگے کرنے شجر، اُس دادرس کو دیکھ کر فریاد کر اٹھا ہرن

جس دم ہوا وہ جلوہ گر، سب گر پڑا کسریٰ کا گھر، اس کی تجلّی دیکھ کر کہتے تھے سب اہلِ نظر
یارب! یہ کیسا ہے بشر، جس کی ادا سے سر بسر، عالم میں آتا ہے نظر سب سے نرالا بانکپن

عمامہ ہے جو زیبِ سر اس کی صفائی دیکھ کر مہتاب سے بگڑا قمر، خورشید سے روٹھی سحر
پٹکا جو دیکھو کس قدر ہے زینتِ موئے کمر، اس قامتِ بے سایہ پر کتنا ہے زیبا پیرہن

ایّامِ مولود آگئے، آثارِ بہبود آگئے، اوقاتِ محمود آگئے، اسبابِ مقصود آگئے
احیانِ مسعود آگئے، اعیانِ موجود آگئے، راحت کے دن زود آگئے تازہ ہوئے عہدِ کہن

عُشاق کیا ساماں کریں، کیا ہدیۂ سلطاں کریں، کیا دعوتِ مہماں کریں، کیا خدمتِ شایاں کریں
ہاں نذر نقدِ جاں کریں، جاں فدیۂ جاناں کریں، اس ماہ پر قرباں کریں مادر، پدر، فرزند و زن

——— غلام امام شہید

شاہِ زمن پیدا ہوا

ہر گلستاں میں دھوم ہو ، ہر آشیاں میں دھوم ہو ، جوفِ مکاں میں دھوم ہو ، ظرفِ زماں میں دھوم ہو
بزمِ عیاں میں دھوم ہو ، گنجِ نہاں میں دھوم ہو ، بادِ وزاں میں دھوم ہو ، آبِ رواں میں دھوم ہو
نطق و بیاں میں دھوم ہو ، اعزاز و شاں میں دھوم ہو ، کیا خاکداں میں دھوم ہو ، کُل کُن فکاں میں دھوم ہو
دونو جہاں میں دھوم ہو ، سات آسماں میں دھوم ہو ، دریا و کاں میں دھوم ہو ، اور انس و جاں میں دھوم ہو
پیر و جواں میں دھوم ہو ، صحنِ جناں میں دھوم ہو ، گلزارِ جاں میں دھوم ہو ، گل ریز ہو دورِ زمن

سرِّ کہن پیدا ہوا ، نورِ علن پیدا ہوا ، برقِ فتن پیدا ہوا ، ابرِ منن پیدا ہوا
ناوک فگن پیدا ہوا ، شمشیر زن پیدا ہوا ، بُت خانہ کُن پیدا ہوا اور بُت شکن پیدا ہوا
شیریں سخن پیدا ہوا ، شیریں دہن پیدا ہوا ، مشکِ ختن پیدا ہوا ، دُرِّ عدن پیدا ہوا
شاہِ زمن پیدا ہوا ، ماہِ یمن پیدا ہوا ، سیمیں بدن پیدا ہوا ، سیمیں ذقن پیدا ہوا
وہ یاسمن پیدا ہوا ، وہ نارون پیدا ہوا ، وہ نسترن پیدا ہوا جس سے چمن ہے ہر دمن

عرشِ بریں روشن ہوا ، فرشِ زمیں روشن ہوا ، فردوسِ عیں روشن ہوا ، ماہِ مُعیں روشن ہوا
بیتِ امیں روشن ہوا ، چپت یا یمیں روشن ہوا ، اک اک مکیں روشن ہوا ، رکنِ رکیں روشن ہوا
نامِ نگیں روشن ہوا ، رازِ رزیں روشن ہوا ، نورِ یقیں روشن ہوا ، حسنِ حسیں روشن ہوا
ماہِ جبیں روشن ہوا ، مہرِ مبیں روشن ہوا ، چرخِ بریں روشن ہوا ، تخت و ثمیں روشن ہوا
کل ماہ و طیں روشن ہوا ، دینِ متیں روشن ہوا ، اس درجہ دیں روشن ہوا ، پتھرا گئی چشمِ وثن

بیان یزدانی میرٹھی

ظہورِ نورِ خدا

باغِ جناں میں دھوم ہے، ہر بوستاں میں دھوم ہے، ہر بحر و کاں میں دھوم ہے، ہر دل میں جاں میں دھوم ہے
ہر ہر زماں میں دھوم ہے، کون و مکاں میں دھوم ہے، سارے جہاں میں دھوم ہے، دل شاد ہے ہر مرد و زن

رخصت خزاں ہونے کو ہے، وہ گل عیاں ہونے کو ہے، گلشن جہاں ہونے کو ہے، گل زر فشاں ہونے کو ہے
حق مہرباں ہونے کو ہے، خوشنود جاں ہونے کو ہے، دل شادماں ہونے کو ہے، مٹنے کو ہے رنج و محن

کیا رحمتِ معبود ہے، کیا دورہ محمود ہے، ہر ہر گھڑی مسعود ہے، مطلوبِ دل موجود ہے
موجود ہر مقصود ہے، شیطاں پہ رہ مسدود ہے، دیوِ لعیں مردود ہے، ہیں بند ابوابِ فتن

حوریں بھی آئیں مہ لقا، باندھا فرشتوں نے پرا، ہونے لگی یہ التجا، ظاہر ہو اے نورِ خدا
ظاہر ہو ختم الانبیا، ظاہر ہو احمد مجتبیٰ۔ آخر کو ظاہر ہو گیا وہ نورِ ربی دفعتاً

ابرِ کرم پیدا ہوا، بحرِ ہمم پیدا ہوا، کانِ نعم پیدا ہوا، کہف الامم پیدا ہوا
قدسی خِدم پیدا ہوا، انجم حشم پیدا ہوا، جوز اعلم پیدا ہوا لشکر شکن اعدا شکن

احسان ہے حق کا بڑا، بھیجا جو ایسا رہنما، کیا شکر ہم لائیں بجا، کیا نذر دیں ہم بے نوا
کیا تحفہ دے شہ کو گدا، کیا چیز دے مہ کو سُہا۔ کر دیجے اُس شہ پر فدا سب مال و زر اور جان و تن

مدحِ رسولِ پاک کا کرتے رہو چرچا سدا، لیکن روایت ہو بجا، ہوں شعر سب شرعاً روا
آدابِ شانِ مصطفیٰ ہو جان اور دل میں بھرا، ایسی مجالس با صفا ہیں شرع میں بے شک حسن

میلادِ حضرت جب ہوا، ہوتے ہی جھٹ سجدہ کیا، اُمت کے حق میں کی دعا، دیکھا فلک کو سر اُٹھا
کلمہ شہادت کا پڑھا، چوسا انگوٹھا ہاتھ کا، دودھ اس سے جاری ہو گیا، تھا شیرِ شیریں موجزن

کیا کیا نشاں ظاہر ہوئے، کعبہ جھکا تعظیم سے، ایوانِ کسریٰ سے گرے شق ہو کے چودہ کنگرے
قلعوں میں آئے زلزلے، سب بجھ گئے آتشکدے، بت سر کے بل گر گر گئے، پتھرا گئی چشمِ شمن

جس دم حلیمہؓ نے لیا اس شہ کو مرکب پر بٹھا، مرکب نے جھک سجدہ کیا، لایا بجا شکرِ خدا
جن جن منازل میں چلا، ہو ہو گیا جنگل ہرا، موسم پھرا بدلی ہوا، حاصل ہوا عیش و سکن

اس ابرِ رحمت کے سبب، رحمت ہوئی عالم پہ سب، عشرت میں ہیں سب روز و شب، فتنے گئے عالم کے دب
سب مٹ گئے شور و شغب، جاتے رہے رنج و تعب، اب بن گیا دار الطرب، آگے جو تھا بیت الحزن

تھا رنگ گورا پُر نمک، تھی جس میں سرخی کی دمک، رُخ پر جھلکتی تھی جھلک، تن میں مہکتی تھی مہک
آنکھوں کی اکحل مرتمک، ابرو کماں لمبی پلک، دانتوں میں موتی کی چمک، تھے سرخ لب لعلِ یمن

قدِ آپؐ کا وہ پُر اثر، اُڑتا نہ اُوپر جانور، تشریف لے جاتے جدھر، گلیاں مہکتیں سربسر
چلتے جدھر خیر البشر، سایہ نہ گرتا خاک پر، تھا جان سے شفاف تر اُس جانِ پاکاں کا بدن

تھے موم زیرِ پا حجر، کرتے سلام ان کو شجر، بول اُٹھتے سب دیوار و در، مکھی نہ آتی جسم پر
دم میں کیا شق القمر، سورج پھرا پھر ڈوب کر، کرتے تھے سجدہ جانور، کون ایسا ہے اعجاز فن

——— بیدلؔ

جشنِ ولادتِ سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

نور کے چھائے عرش پہ بادل — آیا ماہِ ربیع الاوّل
موسمِ گل ہے فصلِ بہاری — نور کے آنے کی ہے باری
رحمت کی گھنگھور گھٹائیں — کعبہ سے پیہم اُٹھتی آئیں
رِم جِھم رم جھم برسے بادل — ساری دنیا ہو گئی جل تھل
ننھی ننھی بوندیں آئیں — کالی کالی گھٹائیں چھائیں
بادِ صبا کا ناز سے چلنا — غنچوں کا ہنس ہنس کے مچلنا
باغ کا نقشہ سارا بدلا — پھولوں نے پہنا نور کا گہنا
سبزہ کی پوشاک ہے دھانی — آبِ زمرّد پانی پانی
پتّوں پہ عکسِ گل جو پڑا ہے — نیلم میں یاقوت جڑا ہے
سرو و صنوبر سدرہ طوبیٰ — بادِ بہاری بادِ مسیحا
داؤدی کا حکم ہے جاری — تختِ سلیماں کیاری کیاری
پھولوں کی پوشاک سُہانی — ہر گل یوسف، یوسفِ ثانی
چمپا کا وہ حُسن نرالا — دامنِ گلچیں جس کا تھالا
بیلا سب سے جُدا، البیلا — اپنا ثانی آپ اکیلا
مہندی کا ہر پتّا پتّا — لال پری کا سبز دوپٹا
چاندنی فرشِ خاک سراسر — باغ نے اوڑھی نور کی چادر
قطرۂ شبنم ہر پتّے پر — کشتِ زمرّد، دانۂ گوہر

رات کے تھے یہ جلوے سارے — چمکے یکایک صبح کے تارے
وقت سہانا نور کا تڑکا — مہر کی آمد، ماہ کا جلوہ
آئی یکایک نیک وہ ساعت — چمکے جہاں میں مہرِ رسالت
جس کے لیے ہیں یہ سب ساماں — طالع ہوئے وہ مہرِ درخشاں
پردہ اٹھا یکبار زمیں سے — آئی صدا یوں عرشِ بریں سے

آمنہؓ کے گھر آئے وہ پیارے — خادم جن کے ملائک سارے
چاند وہ نکلا آج زمیں پر — نور ہے جس کا عرشِ بریں پر
شافعِ محشر، رحمتِ عالم — فخرِ زماں، محبوبِ معظم
مہرِ رسالت، ماہِ نبوت — شانِ الٰہی، آیۂ رحمت
نورِ خدا ہیں، نورِ مبیں ہیں — خدمت میں جبریلِ امیں ہیں
حسن ہے وہ لاثانی پایا — حق نے جسے محبوب بنایا
آج عرب کی قسمت جاگی — کفر کی ظلمت کوسوں بھاگی
کعبہ نہ کیوں ہو قبلہ وکعبہ — کعبہ میں آئے کعبہ کے قبلہ
خوف سے ہیں روپوش شیاطیں — اوندھے ہو گئے تختِ سلاطیں
آئے جہاں میں فخرِ دوعالم — فرشِ زمیں ہے عرشِ معظم

آئے حضورِ سرورِ عالم — فخرِ مسیحا، نازشِ آدم
افضل و اعلیٰ، اکبر و اعظم — صلی اللہ علیہ وسلم
سیّد و سرور، ساقیٔ کوثر — ہادی و رہبر، شافعِ محشر
شاہِ امم، سلطانِ معظم
صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ اسیر قادری بدایونیؒ

ظہورِ قدسیٔ خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام

ادب کہ اے دلِ بے تاب! اے نگاہ سنبھل!
ظہورِ قدسیٔ خیر الانامؐ کا ہے عمل
زہے نصیب کہ ماہِ مبارک آ پہنچا
کہ جس سے ٹوٹ گئے گردشوں کے شیش محل
وہ جس کی ذات سے تکمیلِ دینِ فطرت ہے
نگاہ جس کی بہ ہر طور احسن و اکمل
وہ کائنات کا محسن، وہ زندگی کا طبیب
کہ جس کی ایک نظر لاکھ حادثوں کا بدل
طلوعِ مہرِ نبوت کا احترام نہ پوچھ
ادب بنے گا یہاں چشمِ ہوش کا کاجل
ملی وہ منزلِ معراج سرورِ دیںؐ کو
جہاں نہیں ہے فرشتوں کو اذنِ دخل و عمل
اُسی کی ایک نظر سے بہار کو ہے فروغ
اسی کے واسطے نکہت فزا ہیں دشت و جبل
اُسی کی بھیک سے زندہ ہیں مہر و ماہ و نجوم
کھلے ہوئے ہیں اسی سے یہ آسماں کے کنول
اُسی کے واسطے قائم ہے شب کے دامن پر
یہ کہکشاں کی دل افروز نقرئی جدول
بہ ہر زماں وہ نمائندہ ذاتِ باری کا
حدودِ ارض و سما میں سفیرِ عز و جل
ہوئی مشیتِ ربی کی اس طرح تشکیل
ابد کے طاق پہ روشن کیا چراغِ ازل

درود اُس پہ جو ممدوح ہے مرا نازشؔ
سلام اُس پہ، کیا جس نے دین کو اکمل

—— نازش حیدری

یہ مظہرِ خُدا تو ہیں....

کیا اُن سے پہلے رنگِ جہاں تھا سُنا بھی ہے   بوجہل سا کبھی کوئی جاہل ہوا بھی ہے
واقف تھا اس سے کون، کوئی کبریا بھی ہے   آنے سے ان کو سب نے یہ جانا، خدا بھی ہے

ان ظلمتوں میں نور جو پھیلا جنابؐ کا
شب کٹ گئی، ظہور ہُوا آفتاب کا

غُل تھا کہ اِنَّہٗ قَمَرٌ فِی کَمَالِہٖ   اَلشَّمس بھی تو اُقْتُبِسَتْ عَنْ جَمَالِہٖ
دنیا مہک رہی ہے بِطِیبِ خِصَالِہٖ   آئے رسول، صَلِّ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ

پتھر جہاں تھے، اب وہیں وحدت کے پھول ہیں
یہ انقلاب کیوں نہ ہو، آخر رسولؐ ہیں

دارالسّلام بڑھ کے پکارا کہ السّلام   جھک کر کیا فلک نے اشارہ کہ السّلام
کہتا تھا مسکرا کے ستارہ کہ السّلام   بولا تڑپ کے حُسنِ نظارہ کہ السّلام

ایمان تھا نہ اُس کا جو خالق کے نور پر
کِسرٰی کے قصر ہلنے لگے اِس قصور پر

روح الامینؑ خادمِ دربارِ مصطفٰےؐ   دین و یقین، ناظمِ سرکارِ مصطفٰےؐ
مطلوبِ مُوسٰی بھی طلبگارِ مصطفٰےؐ   رویت ہے کردگار کی، دیدارِ مصطفٰےؐ

جُز وحدت، اِن کی ذات میں اوصاف کیا نہیں
یہ مظہرِ خدا تو ہیں، مانا خدا نہیں

شاعرِ آلِ محمدؐ نسیم امروہوی

قبۂ مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: علامہ ضیاء القادری

کفر و الحاد کی تاریکیاں دور کرنے والا، شرک و بُت پرستی کی ظلمتیں مٹانے والا، فضاءِ عالم کو وحدت کدہ بنانے کے لیے آنے والا ہے۔ دنیا جہاں میں ملل و مذاہب باطل پرستیوں کا گہوارہ بن چکے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کے پرستار، ابنِ مریم کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو دوسری قوم حضرت عُزیر کو ابن اللہ پکارتی ہے۔ حضرت کلیمؑ کی تعلیم یہود سے سلب ہو چکی ہے۔

مگر سراپردۂ قُدس ہزاروں تجلیات کا ایک روشن فانوس معمورۂ عالم میں جلوہ آرا ہونے والا ہے۔ کلیسا نشین راہب انجیل کی ورق گردانی کر کے پیغمبر آخرالزماںؐ کی بشارت دیتے ہیں۔ صومعۂ توریت کی پیشین گوئیاں سُلطان الرسلؐ کی آمد آمد کا غلغلہ بلند کرتی ہیں۔ منجمانِ عرب، مبارک ساعتوں کا شمار کرنے میں مصروف ہیں۔

وہب بن عبدِ مناف کے دولتکدہ پر مجلسِ عقد آراستہ ہے۔ ایک ہی جلسہ میں دو باپ بیٹوں کا نکاح دو نا کتخدا خاتونوں کے ساتھ ہوتا ہے، ہالہ بنتِ وہب کی شادی حضرت عبد المطلبؓ کے ساتھ، حضرت آمنہؓ خاتون کی شادی حضرت عبد اللہؓ کے ساتھ ہوتی ہے۔

مبارک ساعتوں، سعید گھڑیوں کا ہجوم ایک بُشارتِ کبریٰ کے اِستقرار کا سبب بنتا ہے۔ حضرت عبد اللہؓ گھر سے بغرضِ تجارت شام کا سفر کرتے ہیں لیکن ان کا یہ سفر سفرِ آخری ہوتا ہے۔ واپسی میں مدینہ آکر بیمار ہو جاتے ہیں اور داعیٔ اجل کو لبّیک کہتے ہوئے بنو نجّار کے قبرستان میں مدفون ہوتے ہیں۔

رحمت کی سنہری بدلیاں عرشِ الٰہی سے اٹھ اٹھ کر آمنہؓ کے گھر پر نور پاشی میں

معروف ہیں۔ خُلد کی ٹھنڈی ہوائیں مہکتے پھولوں کی پنکھیاں لے کر کسی کے بام و در کی مگس رانی کر رہی ہیں۔ حریم قدس کے فرشتے "اہلاً وسہلاً مرحبا" کے نغمے گا رہے ہیں۔ قصورِ جناں کی حوریں دُزدیدہ نگاہی سے کسی کی آمد کا انتظار کر رہی ہیں۔ حجلۂ قدرت کے پردے اٹھے ہوئے ہیں۔

بہاریں گلہائے شگفتہ کے دامنوں میں اِٹھلاتی مچلتی موسمِ گل کو فصلِ ربیع کا مژدہ دے رہی ہیں۔ ربیع الاوّل شریف کا چاند ہزاروں خیر و برکت کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔ گیارہ دن گزار کر بارھویں شب انوار و تجلّیات کے بے شمار ساز و سامان کے ساتھ انتظارِ آمدِ سرکار میں گزرتی ہے۔ دوشنبہ کی صبح صادق کعبہ کی وادیوں میں ایک رحمت خیز منظر رونما کرتی ہے۔ قدوسیانِ ملاءِ اعلیٰ صلوٰۃ و سلام میں مصروف ہیں۔ ملائکۂ عرشِ بریں حالتِ قیام میں صف بستہ نیچے نگاہیں کیے ہوئے اظہر یا سید المرسلین، اظہر یا رحمۃ للعالمین، اظہر یا شفیع المذنبین، ادب و احترام سے پکار رہے ہیں کہ —— یکایک حریمِ قدرتِ باری کا پردہ اٹھتا ہے، مطلعِ وحدت سے آفتابِ اسلام طلوع ہوتا ہے۔ باعثِ ایجادِ دو عالم، سببِ تخلیقِ خلق، شعبِ بنی عامرہ میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

محیطِ عالمِ امکاں میں عام ندا ہو جاتی ہے کہ دو عالم کے تاجدار، محبوبِ کردگار، سید الابرار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ الاطہار (و بارک وسلم) پیدا ہوئے۔

ٹھیک اُسی وقت قصرِ نوشیرواں میں زلزلہ آتا ہے، مجوسیانِ اصطخر کا قدیم آتشکدہ بجھ جاتا ہے۔ عالم کی گمنام تاریخ کا دوسرا ورق اُلٹتا ہے۔ اسلام کا دور شروع ہوتا ہے۔ عرب، جن کی فصاحت نے تمام دنیا کی بولتی قوموں کو عجمی قرار دیا، اپنی عظیم الشان تاریخ کو مدوّن کرتے ہیں۔ اسلامی روایات کو برقرار رکھنے، شعائرِ الٰہیہ کو ابدالآباد تک محفوظ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ حرمِ الٰہی یعنی زمینِ مکہ جس کا ذرہ ذرہ اسلامی تاریخ کا چمکتا آئینہ ہے بطور یادگار دوام یہاں کے تمام آثار و اعلام کو وہ تعمیرات سے محدود و محصور کر دیتے ہیں۔ منجملہ اور امکنۂ مقدسہ کے، حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

جائے پیدائش کو بھی اہلِ عرب نے ایک عمارت کے تحت میں محفوظ کیا۔ یہی وہ مقام ہے جو قُبّۂ مولد النبیؐ کہلاتا ہے۔ یہ مقام شعب بنی عامر میں واقع ہے۔ پتھریلا راستہ ہے۔ ڈیڑھ میٹر کے قریب بلندی سنگین زینہ سے طے کی جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک دروازہ تک جو شمالی سمت میں کھلتا ہے، رسائی ہوتی ہے۔ پھر ایک مستطیل صحن آتا ہے جس کا طول ۱۲ میٹر (۱۳ گز) ہے عرض ۶ میٹر (۶½ گز) کے قریب ہے۔ اس صحن کی غربی دیوار میں ایک دروازہ ہے جس کے ذریعہ قُبّہ شریف میں داخلہ ہوتا ہے۔ جہاں ایک متبرک مقصورہ کے اندر سنگ مرمر کا ایک تختہ نصب ہے جس کے وسط میں کسی قدر گہرائی ہے۔ یہی ولادت گاہِ حضور جانِ رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے۔ قُبّہ مبارک اور صحن کی اراضی تقریباً ۸۰ مربع میٹر ہے۔ ان دونوں کی صورت خیالی سے اُس مکان کا خاکہ دماغ میں تشکیل پذیر ہوتا ہے جس میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پیدا ہوئے۔

حضرت عبد المطلب کے انتقال کے بعد چونکہ (حضرت) ابو طالب نے حضورؐ کی پرداخت فرمائی، اس لیے حضورؐ نے عقیل بن ابو طالب کو اپنی جائے پیدائش کا مکان ہبہ فرمادیا۔ یہ مکان بنو اُمیّہ کے ابتدائی عہد تک عقیل کی اولاد میں رہا۔ اس کے بعد محمد بن یوسف ثقفی نے اس کو خرید لیا اور اپنے دار الاقامہ میں جو دارِ ابی یوسف کے نام سے مشہور ہوا۔ اس حصّہ مکان کو بھی شامل کر لیا۔ عرصۂ دراز تک یہی حالت رہی۔ جب خلیفہ ہارون الرشید کی والدۂ محترمہ ملکہ خیزران حج کو آئیں تو انہوں نے دوبارہ پھر اس مکان کو خریدا اور دارِ ابی یوسف سے اس حصّہ کو علیحدہ کر کے اپنی سابقہ اصل حالت پر تعمیر کرایا اور اس کو مسجد قرار دیا۔ اس وقت اس کی وہی حالت قائم رہی۔ آخر زمانہ نے کروٹ بدلی اور سلطنت کا دور پلٹا اور ایک اندوہ گیں حادثہ ظہور پذیر ہوا کہ ایک والیٔ حکومت بلادِ عرب، کلمہ گو مسلمان کے ہاتھوں بروز دوشنبہ عاشورۂ محرم ۱۲۱۸ھ میں قُبّہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انہدام ہوا مگر دراز عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کے بعد جلالۃ الملک محمد علی پاشا خدیو مصر کی نگرانی میں پھر اس کی تعمیر ہوئی۔ آہ کہ پھر زمانہ شروفتن سوا صدی بعد پلٹ کر اپنے مرکز پہ آیا۔ پھر وہی

فتنہ، پھر وہی شورش برپا ہوئی اور ظالم سفاک بے دینوں نے قبۂ اقدس مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہدم کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ماہنامہ "اسرارِ تصوف" لاہور۔ نومبر ۱۹۲۵ء۔ ص ۲۹ تا ۳۲)

محمدؐ حبیبِ خدا بن کے آئے — وہ ہر دل کے دکھ کی دوا بن کے آئے

فقط ذاتِ حق ہے پرستش کے لائق — اسی ایک کے آشنا بن کے آئے

عبادت کے آداب لائے ہزاروں — جہاں میں وہ فضلِ خدا بن کے آئے

لیے دیدہ و دل میں تنویرِ وحدت — وہ آئینۂ اتقا بن کے آئے

کنیزوں غلاموں کی زنجیر کاٹی — وہ بیواؤں کا آسرا بن کے آئے

یتیموں کا اس درجہ تھا درد دل میں — جہاں میں وہ خود بے نوا بن کے آئے

سب اوصاف روشن ہیں خیر البشرؐ کے — وہ حسنِ صداقت نما بن کے آئے

جنھیں حق نے بخشی ہے چشمِ بصیرت — وہ دیکھیں جہاں میں وہ کیا بن کے آئے

کشش ہے یہ تقریبِ یوم النبیؐ کی
جو تم شوخ صدق آشنا بن کے آئے

—— نوبت رائے شوخ

نورِ حق کا آفتاب آیا

بہارستانِ ہستی کے لیے دورِ شباب آیا   رگِ فطرت میں ریعانِ نمو کا اضطراب آیا
نظامِ آفرینش کو پیامِ انقلاب آیا   فضائے کُن فکاں میں پرچمِ ختمی مآب آیا
شہنشاہِ دو عالم، مہبطِ اُمّ الکتاب آیا

وہ موجِ بے قرار اُٹھی ہے عمّانِ تجلّی سے   زمانہ جگمگا اُٹھا ہے فیضانِ تجلّی سے
شبستانِ جہاں روشن ہوا شانِ تجلّی سے   ہوئی ظلمت گریزاں جوشِ طوفانِ تجلّی سے
رسالت کے اُفق پر نورِ حق کا آفتاب آیا

شعاعِ سرمدی جس کی جبینِ پاک پر رقصاں   جمالِ ایزدی جس کے فروغِ حسن سے رخشاں
فضائے قدس کا ہر جلوہ جس کے نور پر قرباں   بساطِ خاک کا ہر ذرّہ جس کا تابعِ فرماں
وہ سلطان الامم آیا وہ مختار الرقاب آیا

معارف کا خیاباں تازہ جس کی رشحہ باری سے   مکارم کا چمن شاداب جس کی آبیاری سے
ثنا سا جس نے عالم کو کیا توحید باری سے   دلوں کی کھیتیاں سرسبز جس کے فیض جاری سے
وہ دریائے کرم آیا، وہ رحمت کا سحاب آیا

زمانے کوئی باطن مگر اپنا تو ایماں ہے   کہ اس کی شانِ عالی ماورائے فہمِ انساں ہے
ملک بھی اس عروجِ قدر پر ششدر ہے حیراں ہے   درِ دولت سرا کی گو ابھی زنجیر جنباں ہے
مگر وہ جا کے بزمِ لامکاں میں باریاب آیا

اقبال سہیل اعظم گڑھی

میلادِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

چھایا ہے ابرِ رحمت اُمڈی ہوئی گھٹا ہے — ماحول خوشنما ہے
اے ساکنانِ عالم مژدہ یہ جانفزا ہے — "میلادِ مصطفیٰؐ ہے"
تسبیح خواں ہے شبنم، ہر پھول با وضو ہے — اک سیلِ رنگ و بُو ہے
نغمہ سرائے مدحت ہر موجۂ صبا ہے — میلادِ مصطفیٰؐ ہے
واللیل کی وضاحت ہیں مشکبو ہوائیں — مہکی ہوئی فضائیں
ہر چارسو اُجالا تشریحِ والضحیٰ ہے — میلادِ مصطفیٰؐ ہے
ٹوٹا ہے آج قصرِ نوشیراں کا کنگرہ — طاری ہوا ہے لرزہ
آتشکدہ جو روشن تھا، آج بجھ گیا ہے — میلادِ مصطفیٰؐ ہے
گونجے ہیں کاخ و کو میں صلوٰۃ کے ترانے — آئے سمے سہانے
جلوہ طرازِ عالم وہ جانِ مدعا ہے — میلادِ مصطفیٰؐ ہے
اب مٹ گیا ہے کفر و الحاد کا اندھیرا — پیدا ہوا سویرا
"بشریٰ لکم" طلوعِ خورشیدِ حق ہوا ہے — میلادِ مصطفیٰؐ ہے
وہ امن و آشتی کا پیغام لے کے آیا — اسلام لے کے آیا
اسلام ہی ہمارے ہر درد کی دوا ہے — میلادِ مصطفیٰؐ ہے
بعد از خدائے برتر، برتر مقام اُس کا — پاکیزہ نام اُس کا
تسکینِ جاں کا باعث ہے، رُوح کی غذا ہے — میلادِ مصطفیٰؐ ہے
کوئی اس کی عظمتوں سے ہے آشنا تو رب ہے — وہ لائقِ ادب ہے
مخدومؔ کے قلم کا سجدے میں سر جھکا ہے — میلادِ مصطفیٰؐ ہے

منظور الحق مخدوم (حافظ آباد)

میلادُ الرسولؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

مبارک ہو جنابِ مصطفیٰؐ کی آمد آمد ہے
زمیں پر سربراہِ انبیا کی آمد آمد ہے
خدائی شاد ہو گی مژدۂ اتمامِ نعمت سے
سر یر آرائے اقلیمِ ہُدیٰ کی آمد آمد ہے
سنانے کے لیے آیاتِ قرآں اہلِ عالم کو
رسولِ ہاشمی سے خوشنوا کی آمد آمد ہے
خدائے پاک نے فریاد سُن لی غم نصیبوں کی
جہاں میں حضرتِ خیرالورٰی کی آمد آمد ہے
وہ جن پر شاق گزریں گی تکالیفِ اہلِ ایماں کی
اُنھی میں سے اُنھی کے پیشوا کی آمد آمد ہے

دیارِ دل کو خوشبوئے عقیدت سے بسا لیجے
وفا کی مشعلوں سے جادۂ جاں جگمگا لیجے

دکھی انسانیت کے چارہ گر تشریف لاتے ہیں
ہے جن کی ذات رحمت سر بسر تشریف لاتے ہیں
کریں گے جو مسخر دہر کو اخلاقِ عالی سے
وہ دل کی سلطنت کے تاجور تشریف لاتے ہیں
خبر دیتے چلے آئے ہیں جن کی انبیا سارے
ابد تک کے وہی پیغامبر تشریف لاتے ہیں
جو محبوبِ خدا ہیں، باعثِ تخلیقِ عالم بھی
زہے قسمت بنو ہاشم کے گھر تشریف لاتے ہیں
خدائی جن کے در سے بھیک پائے گی تمدن کی
زمانہ جن کا ہے دریوزہ گر تشریف لاتے ہیں

وہ آتے ہیں نہیں جن کا کوئی ثانی، کوئی ہمسر
وہ آتے ہیں جو ہیں دونو جہاں کے سیّد و سرور

پروفیسر حفیظ تائب (لاہور)

ساعتِ میلاد

آگئے جن کا نہیں ہے کوئی ہمسر، وہ رسولؐ   جن کو کہیے نورِ حق، محبوبِ داور، وہ رسولؐ
جو ہیں عالم بھر میں ہر بہتر سے بہتر، وہ رسولؐ   جو شفیعِ عاصیاں ہیں، وہ پیمبر، وہ رسولؐ
نغمۂ صلوات سے اُمّ القریٰ آباد ہے
ہیں فضائیں نور افزا، ساعتِ میلاد ہے
آفتابِ رُشد چمکا، تیرگی چھٹنے لگی   خوف و ظلم و ظلمت و ذلت کی شب کٹنے لگی
ہر رکاوٹ راستی کی راہ سے ہٹنے لگی   گھٹتی گھٹتی تیرگی اذہان سے گھٹنے لگی
راہ سے بھٹکے ہوئے سنبھلے کہ رہبر آگئے
رہنمائے دین و دنیا، سب کے سردر آگئے
آگئے، جن کی نظارے جستجو کرتے رہے   جن کے بارے میں ستارے گفتگو کرتے رہے
جن کی خاطر پھول شبنم سے وضو کرتے رہے   انبیاء بھی جس نبیؐ کی آرزو کرتے رہے
ہر خوشی لکھی گئی، ہر بہتری لکھی گئی
آپؐ آئے تیرگی پر روشنی لکھی گئی
چار سُو پھیلا گئی یہ خوش خبر بادِ نسیم   دارِ عبدالمطلبؓ میں آگئے دُرِّ یتیم
نوعِ انساں پر خدا نے کر دیا لطفِ عمیم   آگئے نہ ہے جن کی آمد، ایک احسانِ عظیم
جن کے ہاتھوں، جس کو جو درکار تھا بانٹا گیا
شش جہت میں صدقۂ خیر الوریٰؐ بانٹا گیا

محمد حنیف نازش قادری (کامونکے)

صبحِ میلاد

دورِ خزاں اب ختم ہوا ہے نغمہ سرا ہے بلبلِ شیدا
بادِ بہاری کھیل رہی ہے ، ہر گل ہے مخمورِ تمنّا

گل متبسّم کیف ہوا میں کیفِ طرب سے رنگ فضا میں
نکہتِ گل سے موجِ صبا میں عالمِ مستی ، نشّۂ صہبا

غنچوں پر اک شانِ تبسّم ، مطربِ دلکش مرفِ تنغم
صوتِ عنادل مستِ ترنّم ، دیدۂ نرگس محوِ تماشا

گلشن رنگیں ، کیف بداماں ، صبحِ بہاری عنبر افشاں
روئے زمیں ہے روضۂ رضواں ، خلدِ بریں یا جنتِ ماویٰ

وردِ ملائک نام ہے کس کا ، کس کی ہے یہ صبحِ ولادت
چھایا ہے کیوں یہ نور کا عالم تحتِ ثریٰ سے تا بہ ثریا

خلقِ کریم و لطفِ عمیم و ابرِ مطیر و آیۂ رحمت
کون ہے وہ سرمایۂ عظمت روحِ خلیلؑ و جانِ مسیحاؑ

تیرگیٔ غم دور ہوئی ہے ظلمتِ شب کا فور ہوئی ہے
جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوقًا

فخرِ رسل وہ زینتِ عالم نام ہے جن کا احمدؐ اکرم
فیض سراپا ، لطفِ مجسّم جن کے ہیں اسماء الحسنیٰ

سورۂ شمس ہے عارضِ انور اور والیل ہیں گیسوئے مشکیں
سیّدِ اُمّی ، خواجۂ عالم ، جلوہ طرازِ عرشِ معلّیٰ

عقلِ مکرّم ، رحمِ مجسّم ، احسنِ خلقت ، ظلِّ الٰہی
جسمِ مطہر نور کا پیکر ، صبحِ ہدایت قلبِ مصفّا

سیّد فیضی جالندھری



محمدؐ رہبرِ دنیا و دیں تشریف لے آئے
وہ فخرِ اولین و آخریں تشریف لے آئے

وہ جن کے بعد آپ کوئی بھی پیغمبرؐ نہ آئے گا
وہ ختم الانبیا والمرسلیں تشریف لے آئے

ہمیں لَا تَقْنَطُوْا کا مژدۂ رحمت سنانے کو
مسلمانو! شفیع المذنبیں تشریف لے آئے

زمانہ جن کو صادق اور امیں تسلیم کرتا ہے
زمانے میں وہ صادق اور امیں تشریف لے آئے

وہ ابراہیمؑ کے دل کی دعا، عیسیٰؑ کی خوشخبری
وہ سب پیغمبروں میں بہتریں تشریف لے آئے

وہ جن کی شکستِ صد جہاتِ بت پیشانی پہ لکھا ہے
جلی الفاظ میں "فتحِ مبیں" تشریف لے آئے

زمین و آسماں کا فاصلہ اک جست ہے جن کو
رسائی جن کی تا عرشِ بریں تشریف لے آئے

قیامت تک بنی نوعِ بشر کی رہنمائی کو
وہ عرشِ اقبال بروئے زمیں تشریف لے آئے

خدائے پاک کا کتنا کرم ہے ہم پہ اے بزمی
جہاں میں رحمۃ للعالمیں تشریف لے آئے

—— پروفیسر خالد بزمی (لاہور)

ظہورِ قدسی

[حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس دنیائے آب و گِل میں بھیجا گیا، جب سرکار کا ظہور پاک ہوا —— تو مطلعِ عالم سے صبحِ نو کی کرن پھوٹی، دھندلکوں میں لپٹی ہوئی اچھائیاں گمنام ہیولوں سے نکل کر واضح پیکروں کی صورت پانے لگیں، ظلمتوں نے راہِ فرار اختیار کی اور اجالوں نے پر پھیلانے شروع کیے، انوارِ الٰہی اقصائے عالم پر پرتو فگن ہو گئے —— اور جنہوں نے اس نورِ ربّانی کی جلوہ طرازیوں سے اکتساب کیا، اپنی نگاہوں اور دلوں کو اس سراجِ منیر کی کرنوں سے جلا دی، وہ محسنِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی آمد کی مبارک گھڑیوں پر مسرت کے نغمے گانے پر مجبور رہیں، نظم میں بھی اور نثر میں بھی۔ کچھ منثور تہنیت نامے "عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم —— حصہ اوّل" میں دیے جا چکے ہیں، چند مزید ہدیہ ہائے تبریک تہنیت "حصہ دوم" میں ملاحظہ فرمائیے —— ایڈیٹر]

مولانا نعیم الدین مرادآبادی

"دائرۂ کائنات کا مرکز، مجموعۂ مخلوقات کا حرفِ اوّلین، گلزارِ خلائق کا سب سے نفیس پھول، آسمانِ وجود کا نیرِ اعظم، نہ تابان و درخشاں نورِ عالم افروز ہے جس کے ظہور نے اپنے پرتوِ جمال کے فیضان سے کائنات کو مالا مال کر دیا۔

اس ہستیٔ مقدس کا کوئی نظیر ہے نہ مثیل، نہ ہمتا نہ عدیل۔ لاثانی نے لاثانی بنایا ہے، بے نظیر نے بے مثال پیدا کیا ہے، اس روحِ مصور، جانِ مجسم پر بے شمار درود

جس کے وجود نے وجودِ بےکیف کا پتا دیا اور جس کے حسنِ ملیح نے محبوبِ حقیقی کے حُسن کا خطبہ پڑھا۔ جو آنکھ میں نہ آسکتا تھا، وہ دل میں سمایا۔ جس کا پتا نہ تھا، وہ رہنما ہوا۔

کائنات میں کسی ہستی کا ظہور، کسی نئے نقش کی نمود کسی وجود کا نہاں خانۂ عدم سے قدم نکالنا بڑی پُرلطف بات ہے جس کے لیے خوشیاں منائی جاتی ہیں، انتظار کھینچے جاتے ہیں، آنکھیں شوقِ دیدار کے لیے وا ہوتی ہیں، دلوں کو سرور کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ انسانی مصنوعات جو اپنے ہی جیسے افراد کی عقل و تدبیر کا نتیجہ ہیں، ان پر کس قدر خوشیاں کی جاتی ہیں۔ ریل جب ایجاد ہوئی، اس کی تعریف سے ہر زبان نے استلذاذ کیا، ہوائی جہازوں کی خبریں کس شوق کے ساتھ سُنی جاتی ہیں۔ جب ادنیٰ درجے کی موجودات اور اپنے وہم و خیال کی بنیادوں پر تعمیر کی ہوئی عمارت تک کا عالمِ ہستی میں نمودار ہونا ایک وقعت رکھتا ہے اور فرح و انبساط کا موجب ہوتا ہے ـــــ تو کسی اعلیٰ مخلوق کا پیکرِ وجود میں ظاہر ہونا اور صانعِ عالم کی قدرت کے کرشمے اور بدیع نگاری کے مرقّع کا رونما ہونا کتنی شان و شوکت، کیسی عظمت و جلالت، کس قدر فرح و طرب کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا ہوگا۔ اور دنیا میں اس کے ظہور سے کیسی تجلّی اور روشنی اور کیسی دھوم دھام ہوگی۔

ہر طرف کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ کعبۂ معظمہ اور بیت المقدس کے در و دیوار اس غم میں خون در دل تھے۔ حرم شریف فریاد کر رہا تھا، بیت اللہ ہمہ تن آنکھ بن کر اس مقدس آنے والے کی راہ تک رہا تھا جس کے قدوم پاک کے ساتھ اس کی عزت و عظمت، حق کا ظہور اور خلق کی اصلاح و درستی وابستہ تھی۔ صفا و مروہ گردنیں اٹھائے ہوئے اس ہادیٔ اعظم کا راستہ دیکھ رہے تھے۔ جس کی تشریف آوری کا مژدہ مسیحؑ و خلیلؑ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاؑ دیتے آئے تھے۔ سرزمینِ حجاز کا ذرہ ذرہ محبوبِ حق کے قدموں سے پامال ہونے کی تمنا میں دلِ پُرارمان بنا ہوا تھا۔ زمزم کا دل ایک بحرِ جود و کرم کی یاد میں پانی پانی ہو رہا تھا۔ بیت المقدس کی آنکھیں اُس مقتدائے عالم کا انتظار کر رہی تھیں جس کے ورود سے

اس کی دوبارہ آبادی متوقع تھی اور جو اس گروہِ انبیاؑ کی امامت فرمانے والا تھا۔ بطحیٰ کا ہر سنگریزہ اس عالم نواز ربّانی نور کی قدم بوسی کا تمنائی تھا جس کی جلوہ افروزی کا غلغلہ ابتدائے عالم سے تمام دنیا میں مچا ہوا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کارسازِ قدرت نے اِس وجودِ اقدس کو نرالے انداز کے ساتھ عجب شان و شوکت سے ظاہر فرمایا۔ دنیا میں تبدیلیاں ہوئیں۔ قحط سالی رفع ہوئی، خشک اور چٹیل میدان سرسبز و شاداب ہوئے، سُوکھے درخت پھل لائے، دُبلے جانور فربہ ہو گئے۔ عالم کا نقشہ بدل گیا، دنیا کی کایا پلٹ گئی۔ نظامِ قدرت کے عظیم الشان تبدّل نے ایک سرِّ الٰہی کے ظہور کا پتا دیا۔ بُت خانوں میں ہل چل مچی، بُت سرنگوں ہوئے۔ جھوٹی خدائی کی جھوٹی شوکت خاک میں ملی۔ باطل معبودوں کی رسوائی و خواری نے ان کے بطلان کی شہادت دی۔ آتش خانوں کی صدہا سالہ آگ سرد ہوئی۔ عزّت و جبروت والے بادشاہوں کے قصر و ایوان زلزلے میں آئے۔ فلک رفعت قلعوں کی کوہ ساماں دیواریں شق ہوئیں۔ کنگرے سربسجود ہوئے۔ شیاطین کی تخت اُلٹ گئے۔ ربّانی انوار خطۂ خاک کی طرف متوجّہ ہوئے۔ آرزومندانِ جمال کی چشمِ تمنّا وا ہوئی۔ نرگسِ منتظر کا فرش بچھا، رحمتِ الٰہی کا شامیانہ تنا۔ گلشنِ تمنّا میں بادِ مراد چلی۔ بامِ کعبہ پر علمِ سبز نصب ہوا۔ کونین کے تاجدار کی آمد آمد کا غلغلہ ہوا۔ جہان، نور سے معمور ہوا۔ فرح و طرب نے عالم پر قبضہ کیا۔ شبِ غم نے بستر اُٹھایا، صبحِ امید نے چہرہ دکھایا، ۱۲ ربیع الاوّل کو صبحِ صادق کے وقت مہرِ صدق نے طلوع فرمایا۔"

سید سلیمان ندوی

"خوشخبری ہو کہ اس ماہِ ربیع الاوّل کا چاند طلوع ہوا جو اسلام کی بہار کا مہینہ ہے، وہ مہینہ جس میں ہدایت کی صبح نمودار ہوئی اور نیکی کے چشمے نکلے۔ وہ مہینہ جس میں وہ شخص ظاہر ہوا جو عرب کو تاریکی سے روشنی میں، جہالت سے علم میں، وحشت سے تہذیب، کفر سے توحید، ذلت و پستی سے عزت و فضائل کی طرف لایا۔ پس اس وقت

مذہباً سب سے بڑی قوم کے نزدیک سب سے بڑا مہینہ ہے اور مذہب خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

وہ مہینہ ہے جس کے لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کا مسرت، تبسّم، خوشی کے ساتھ استقبال کریں کیونکہ اس مہینے میں جب کہ قریب تھا کہ اس کا چاند ماہِ کامل ہو جائے تو زمین و آسمان کا بدر کامل طلوع ہوا اور زمین و آسمان خدا کے نور سے چمک اُٹھے ..... ہم پر واجب ہے کہ ہم اس مہینے کے لیے خوشی کریں جس میں ہمارے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور ان کی وہ روشنی چمکی جو کبھی چھپنے والی نہیں ہے جب تک آسمان و زمین ہیں۔ جس سے کفر کے بادل چھٹ گئے، شرک کی تاریکیاں مٹ گئیں، بُت پرستی معدوم ہو گئی اور زمین کے ٹیلوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

یہ وہ مہینہ ہے جو ہماری قابلِ عزت تاریخ کا دیباچہ ہے اور ہمارے روشن دلوں کی صبح ہے۔ خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے اس مہینے کو ولادتِ نبویؐ کی یادگار اور مجالسِ میلاد کا زمانہ بنایا۔"

مولانا ابوالحسن علی ندوی

"انسانیت ایک سرد لاشہ تھی جس میں کہیں روح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی۔ انسانیت کی سطح پر خود رو جنگل اُگ آیا تھا۔ ہر طرف جھاڑیاں تھیں۔ جن میں خونخوار درندے اور زہریلے کیڑے تھے یا دلدلیں تھیں جن میں جسم سے لپٹ جانے والی اور خون چوسنے والی جونکیں تھیں۔ اس جنگل میں ہر طرح کا خوفناک جانور، شکاری پرندہ اور دلدلوں میں ہر قسم کی جونک پائی جاتی تھی لیکن آدم زادوں کی اس بستی میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا.....

دفعتاً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رو دوڑی، نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی۔ جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس کے بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرا کر رکھا تھا، ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے ہوئے محسوس

ہوئے۔ قدیم سیرت نگار اس کو اپنی خاص زبان میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ شاہِ ایران کے محل کے کنگرے گرے اور آتش پارس ایک دم بجھ گئی۔ زمانۂ حال کا مورخ اس کو اس طرح بیان کرے گا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس کی اس ساکن و بے حرکت سطح پر جتنے کمزور اور بودے قلعے بنے ہوئے تھے، ان میں زلزلہ آیا۔ مکڑی کا ہر جالا ٹوٹا اور تنکوں کا ہر گھونسلا بکھرتا نظر آیا۔ زمین کی اندرونی حرکت سے اگر سنگین عمارتیں اور آہنی برج خزاں کے پتوں کی طرح جھڑ سکتے ہیں تو پیغمبرؐ کی آمد آمد سے کسریٰ و قیصر کے خود ساختہ نظاموں میں تزلزل کیوں نہ ہو گا۔"

قاضی عبداللہ انجم دائم

"بہار کی ایک ایک ادائے دلنواز پر شاعروں نے کئی کئی غزلیں کہہ ڈالیں، ادیبوں نے شہ پارے تخلیق کر ڈالے مگر افسوس کہ حسن جمال کے خزانے لٹانے والی یہ بہار عارضی ہوتی ہے، فانی ہوتی ہے ——— خزاں کے بے رحم ہاتھ جب مصروفِ تاخت و تاراج ہوتے ہیں تو یہ سب رعنائیاں چند ہی دنوں میں دم توڑ دیتی ہیں۔۔۔ ۔۔۔ آئیے! اُس بہار کی بات کریں جس کی ہر مسرت لافانی ہے، ہر خوشی لازوال ہے اور ہر فرحت جاوداں ہے۔ اس بہار کا آغاز ۲۲ اپریل ۵۷۱ھ سے ہوا۔

اس بہار میں دستِ قدرت کا وہ شہکار غنچہ چٹکا جس کی نکہت و شادابی اور رنگ روپ دیکھ کر چشم نظارہ بیں ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی ——— وہ گلِ رعنا کھلا جس کی بوئے دلآویز سے چمنستانِ دہر کا ہر طائر مست و بے خود ہو گیا ——— وہ نسیم سحر چلی جس کے ہر جھونکے میں گلزار ازل کی مہک رچی تھی ——— وہ صبا محوِ خرام ہوئی جس کی اٹھکیلیوں سے باغِ ابد کی ہر کلی مسکرا اُٹھی، ہر شگوفہ کھل اٹھا ——— وہ بادِ بہاری چلی جس کی راحت بخش تھپکیوں سے بیقراران عالم کو قرار آ گیا ——— وہ ابرِ نیساں برسا جس کا ہر قطرہ منت کشِ صدف ہوئے بغیر دُرِ شہوار بن گیا ——— وہ شبنم

پڑی جس کا نم گلستانِ حیات کے پتّے پتّے کے لیے آبِ حیات ثابت ہوا۔ وہ دلکش موسم شروع ہوا جس کا خوشگوار اعتدال، گرمی کی حدّت سے ہانپتی اور سردی کی شدت سے کانپتی دنیا کو موسمی تغیّرات سے تحفّظ کی ضمانت دے گیا۔

یہ ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ تھی اور سوموار کی رات ——————

اس رات کو وہ سراجِ منیر روشن ہوا جس کی ضیا پاشی کے سامنے بزمِ امکاں کی ہر روشنی ماند پڑگئی، ہر چراغ بے نور ہو گیا —— وہ شمعِ ابد فروزاں ہوئی جس پر نثار ہونے والا ہر پروانہ امینِ حیاتِ دوام ہو گیا —— وہ نجمِ درخشاں طلوع ہوا جسے دیکھ کر دشتِ ضلالت میں گم گشتہ کائنات کو رہِ منزل کا سراغ مل گیا —— وہ ماہِ تمام ضوفشاں ہوا جس کی چاندنی نے زیست کے تپتے صحرا کے اک اک مسافر کو ٹھنڈک، راحت اور سکون کی لذتوں سے سرشار کر دیا —— وہ بجلی کا کوندا لپکا جس کی لہر لہر روشنی، طوفانِ نیم شب میں گھرے کاروانوں کی رہنما بن گئی —— وہ سپیدۂ سحر نمودار ہوا جس کی نمود دکھی انسانیت کو، رنج و غم اور درد والم کی طویل رات کٹ جانے کی نوید سنا گئی —— وہ صبحِ سیمیں ہویدا ہوئی جس کے اُجالے سے شبستانِ ہستی کی ہولناک تاریکیاں سیماب پا ہو گئیں —— وہ مہرِ تاباں نور بار ہوا جس کی رُوپہلی کرنوں سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشنی میں نہا گیا —— وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا —— اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اُٹھی۔"

نسیمِ حجازی

دنیا نزع کے عالم میں تھی، ظلم کی اندھی اور بہری قوتوں کے سامنے انسانی ضمیر کے سارے حصار منہدم ہو چکے تھے۔ مظلوموں اور بے بسوں کے لیے اپنے مقدر کی تاریکیوں کے ہجوم سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ زیردستوں میں فریاد کی سکت نہ تھی اور بالادستوں کو یومِ حساب کا خوف نہ تھا۔ یہ دنیا ایک رزم گاہ تھی جہاں افراد، قبائل اور اقوام ایک دوسرے کا گوشت نوچ رہے تھے۔ امن، عدل اور انصاف کے متلاشیوں

کی جنہیں گمراہی، جہالت اور استبداد کی آہنی دیواروں سے ٹکرانے کے بعد خاموش ہو چکی تھیں۔ روم و ایران کے تاجداروں کی قبائیں اپنے محکوموں کے خون میں ڈوبی ہوئی تھیں اور صحرائے عرب کے باشندوں کی قبائلی عصبیتیں اپنے فرزندوں سے تازہ آنسوؤں کی طلبگار تھیں۔

پھر یکایک مکہ کی برہنہ چٹانوں اور بے آب و گیاہ وادیوں پر پروردگار عالم کی ساری رحمتوں کے دریچے کھل گئے اور فرزندانِ آدم کی مایوس اور تھکی ہوئی نگاہیں عرب و عجم کے ظلمت کدوں میں ایک نئی صبح کے آثار دیکھنے لگیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے مبارک لمحہ وہ تھا جب حضرت آمنہؓ خالقِ ارض وسما کی ساری نعمتوں اور کائنات کی تمام مسرتوں، ——— اور سعادتوں کو اپنے آغوش میں دیکھ رہی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے مجروح اور ستم رسیدہ انسانیت کو یہ مژدہ سنا رہے تھے کہ عبدالمطلب کا پوتا اور عبداللہ کا بیٹا ان دعاؤں کا جواب ہے جو خانۂ کعبہ کی بنیاد اُٹھاتے وقت حضرت ابراہیمؑ کی زبان پر آئے۔ یہ وہی ہادیٔ اکبر ہے جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی ہے۔ یہ خدا کے ان برگزیدہ بندوں کے سپنوں کی تعبیر ہے جو ماضی کی ہولناک تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پکارتے تھے۔

اے زمانے کے مظلوم اور مقہور انسانو! یہ تمہارا نجات دہندہ ہے۔ قیصر و کسریٰ کے استبداد کی چکی میں پسنے والے غلامو! تمہارے آلام و مصائب کا دور ختم ہو چکا ہے۔ جہالت اور گمراہی کی تاریکی میں بھٹکنے والو، یہ تمہیں سلامتی کا راستہ دکھائے گا۔ عدل و انصاف کے متلاشیو! اس کے ہاتھ ظلم کے پرچم سرنگوں کر دیں گے۔ یتیموں، بیواؤں اور زمانے کے ٹھکرائے ہوئے انسانو! یہ تمہارا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔"

محمد حسین آسی

"ربیع الاوّل وہ ماہِ مبارک ہے جس کی ہر ساعت آنکھ کو ٹھنڈک اور ہر لمحہ دل کو سکون کی لازوال دولت عطا کرتا ہے۔ ہلال کے نمودار ہوتے ہی یوں محسوس

ہونے لگتا ہے جیسے قدرت نے عرصۂ گیتی پر تسکین پرور تابشیں بکھیر دی ہیں ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے ہیں اور انوار و تجلیات کی پیہم بارشیں ہو رہی ہیں۔ عالم قدس کی لطافتوں نے فضاؤں میں کیف بھر دیے ہیں اور جنت النعیم کے دریچوں سے بھینی بھینی ٹھنڈی مشک بیز ہوائیں آکر مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہیں۔ اضطرابِ یاس کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں اور رحمت و مرحمت کے بادل چھا رہے ہیں۔ چمنِ دہر ہی نہیں، چمنِ انسانیت میں بھی بہار آ رہی ہے۔ صحنِ گلستان کے غنچے ہی نہیں، دلوں کی لب بستہ کلیاں بھی تبسّم آشنا ہو رہی ہیں۔ لالہ و گل ہی نہیں حیات کے مرجھائے ہوئے چہرے پر بھی نکھار آ رہا ہے۔

ہاں ہاں! خود زندگی ایک وجد آور کیف میں کھوئی جا رہی ہے۔ ضمیر کو نور اور دل کو سرور بہم پہنچایا جا رہا ہے، روح کو بالیدگی عطا ہو رہی ہے۔ احساسات کی جان بیدار ہو رہی ہے اور فطرت عجیب سرمستی کے عالم میں محوِ ترنم ہے۔ بلاشبہ اس انقلاب آفرین بہار کی جاں نواز کیفیتوں کو الفاظ کا جامہ پہنانا تکلیف محض اور فطرت کے ان دل نشیں نغموں کی تحسین کے لیے قلم و قرطاس کا سہارا ایک رسم کے سوا کچھ نہیں۔ دیدۂ دل میں بینائی کی کوئی رمق موجود ہو تو خود بخود اس بارشِ انوار کو دیکھا جا سکتا ہے اور گوشِ حق نیوش میں پنبۂ وسواس نہ ہو تو فطرت کے ان نغموں کی آواز صاف صاف سنی جا سکتی ہے۔ کیا یہ بہار موسموں کے کسی جغرافیائی تغیر و تبدّل کا نتیجہ ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ تو اُس سیّدِ مولا صفات کی ملکوتی شخصیت کی تشریف آوری کا قدرتی نتیجہ ہے جسے بجا طور پر خلاصۂ موجودات کہا جاتا ہے اور جس کے دم قدم سے گل و گلزار اور بہاریں قائم ہیں۔ کیا ان چمکتے ہوئے انوار کا شمس و قمر کی شعاع ریزیوں سے کوئی تعلق ہے؟ نہیں! بلکہ ان کا ربط تو اس صبحِ سعید سے ہے جب خالقِ کائنات کا چمکتا ہوا آفتابِ بطحا کی وادی میں طلوع ہوا تھا۔ کیا فضا کے اس کیف و سرور کا ماخذ نسیم و شمیم کے جھونکے ہیں؟ نہیں! بلکہ اس کا منبع تو وہ سعادت گھڑی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین نے پیکرِ امن و امان بن کر سیدہ

کی آغوشِ عاطفت میں تجلی فرمائی تھی۔"

مولانا غلام رسول سعیدی

"حضورؐ آئے تو نظامِ عالم میں انقلاب آیا، دلوں کی سوچ بدلی، عمل کے طوار بدلے۔ جن کا کردار ننگِ انسانیت تھا، ان کی پاکبازیوں پر قدسیوں کو رشک آنے لگا۔ وہ کیا آئے کہ چمنستانِ وجود میں خزاں نادیدہ بہار آئی، عرفان کی کلیاں چٹکیں، ایمان کے پھول مہکے۔ بندے کو خدا سے وہ قرب حاصل ہوا جس کا نہ تصوّر تھا نہ گمان۔ رحمتِ خداوندی کی ایسی بارش ہوئی کہ دنیا کے وجود کا ہر ذرّہ شاداب ہو گیا۔"

حاجی فضل احمد

"عرش والے کروڑوں سال سے منتظر، فرش والے ابتدائے آدم سے چشم براہ۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اسی انتظار میں، کہ وہ صبح نور کب نمودار ہوگی جب حبیبِ کبریا محمد مصطفیٰؐ اپنے ظہورِ قدسی سے زمین و فلک کی آنکھ میں جلوۂ طور کا سماں پیدا کریں گے۔ رحمتِ ازلی جوش میں آئی، مخلوق کی بے نوائی کو نواہائے بے بہا سے بدلنے کے ارادۂ ازلی کو حرکت ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس کے لیے خُلّت کا خلعت پایا، حضرت یوسف علیہ السلام نے جس کے لیے جمالِ جہاں آرا دکھایا، حضرت موسیٰؑ کا شوقِ دید جس کے صحیفۂ محبّت کی تمہید بنی اور حضرت عیسیٰؑ کا دم جس کی مسیحائی کی نوید بنا، وہی نورِ مجسّم، محبوبِ دو عالم، عرش کا تارا، اللہ کا پیارا، ۱۲ ربیع الاوّل پیر کے دن صبح صادق کے وقت بزمِ آرائے عالمِ امکان ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہدایت کا آفتاب چمکا، رحمت کا بادل برسا، آدمیت نے اپنے بھولے ہوئے سبق یاد کیے۔ ہدایت کی راہیں کھل گئیں۔ معرفتِ الٰہی کا دربار لگ گیا۔ محبّتِ الٰہی کی

دولت لٹنے لگی۔ سارے عالم کے زیاں کار بھی جب اس بازار میں آئے تو صاحبِ اعتبار ہو گئے۔ یہ اسی نورِ مبین کی برکت ہے کہ آج بھی اس دورِ ظلمت میں ہدایت کے آفتاب کی شعاعیں گھر گھر پہنچ رہی ہیں۔ یہ اسی ظہورِ قدسی کے طفیل ہے کہ نگاہیں آج بھی آسمان کے اس پار پہنچ جاتی ہیں جبکہ عصیاں کوشی اور خدا فراموشی کے اندھیرے، دل کی آنکھوں کو اندھا کر چکے ہیں۔ حیاتِ ابدی کا متلاشی اور صراطِ مستقیم کا طالب اگر اس طوفانی دریائے ضلالت میں نجات کا کنارا چاہے تو دینِ محمدؐ رسول اللہ کے بغیر اسے کوئی کشتی سلامت مل نہیں سکتی۔"

صاحبزادہ ساجد الرحمٰن

"تقریباً پونے چھ سو سال گزر چکے تھے کہ کرۂ ارض سے سلسلۂ نبوت منقطع ہو چکا تھا۔ پیغمبروں کے ماننے والے ان کی تعلیمات کو فراموش کر چکے تھے۔ اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہو رہی تھی۔ جب زمین سے الٰہی تعلیمات کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور صحفِ آسمانی رطب و یابس کا شکار ہو جائیں تو اخلاقیات کا بھی جنازہ اٹھ جاتا ہے، چنانچہ یہ دور اخلاقی زبوں حالی کا دور تھا۔ اعمالِ بد کے مرتکبین اپنی بدکاری پر فرحاں و نازاں تھے۔ الغرض فسق و فجور، ظلم و جور اور جہالت کی ایک ہمہ گیر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت کسی ایسے اجالے کی ضرورت تھی جس کی نورانیت سے زمین کی تاریکی روشنی میں بدلے، جس کے واسطے سے مخلوق کا خالق سے رشتہ از سرِ نو استوار ہو۔ اس وقت ضرورت تھی ایسے پیغمبرِ انقلاب کی جو زندگی کے ہر شعبے میں حیات آفریں انقلاب پیدا کر دے۔ ضرورت تھی ایک ایسے مصلح کی جو دنیائے انسانیت کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاوّل پیر کے دن کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہوا کہ اس دن حضرت آمنہؓ کی گود میں اس بچے کی ولادت ہوئی جو سارے جہانوں کا، اوّلین و آخرین کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا جس کی رحمۃ للعالمینی سے اپنوں اور غیروں سب نے حسبِ استعداد رحمت و برکت حاصل کی۔"

مولانا سید محمد متین ہاشمی

"ماہِ ربیع الاول جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، دُنیائے روحانیت کے لیے موسمِ بہار ہے۔ یہ بہار صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ پورے عالم کون ومکاں اور کارگہِ حیات کے لیے ہے۔ اس لیے کہ اسی ماہ مبارک کی ۱۲ تاریخ کو جبکہ انسانیت بربریت وبہیمیت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی، جبکہ انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا، جب کہ شرفِ بشریت پتھروں کے خود تراشیدہ اصنام کی چوکھٹوں پر سربسجدہ ریز تھا، جبکہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی کیفیت طاری تھی، جبکہ غریبوں، کمزوروں، یتیموں، بیواؤں غلاموں اور مجبوروں کو کوئی سہارا دینے والا نہ تھا، استحصال اور جبریت کے خلاف کوئی آواز اُٹھانے والا نہ تھا، کوئی ایسا نہ تھا جو انسانیت کو اس کی عظمت سے آشنا کرتا اور کوئی شخصیت ایسی نہ تھی جو نوعِ آدمیت کو صراطِ مستقیم کی طرف لے جاتی۔ ذات پات کی خلیجیں انسانوں کے درمیان تفریق کا پہاڑ بن کر کھڑی تھیں۔ یونان کے فلسفے کے سوتے خشک ہو گئے تھے، مصر کے تمدن کی عمارت منہدم ہو چکی تھی، ایران کے عوام فلاکت وافلاس کی چکی میں پس رہے تھے، ہندوستان بتوں اور بُت پرستوں کا مرکز بن چکا تھا، چینی حکمت دم توڑ چکی تھی، عراق میں خاک اُڑ رہی تھی، سرزمین حجاز بانجھ بنی ہوئی تھی کہ رحمتِ خداوندی کو جوش آیا اور وہ رحمۃ للعالمین کے ابرِ کرم کی شکل اختیار کر کے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ایسا جھوم جھوم کر برسی کہ ساری کائنات سیراب ومالا مال ہو گئی۔"

بدرالقادری (بھارت)

" ربیع الاول ——— نور ونکہت کا ایسا موسم جس نے چشم زدن میں زمانے کے خزاں رسیدہ ماحول کو رشکِ ارم بنا دیا۔ اسی ماہِ منور کی بارھویں تاریخ کو خدا کے محبوب، دوعالم کے ممدوح سرزمین گیتی پر آیتِ نور کی تفسیر بن کر جلوہ گر ہوئے

انسانیت کے محسن، صداقت کے پیامی، امن و اخلاق کے داعی، جود و سخا کے پیکر، عفت و حیا کے دلدادہ، حلم و مروّت کے خوگر، سراپا رحمت ——— الغرض جملہ کمالات و حسنات سے مزین ہو کر تشریف لائے۔ سارے عالم کو دنیا کے تمام باطل آستانوں سے ہٹا کر صرف وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ میں جھکانے کے لیے

خاتم الانبیاء خاتم الرسل بن کر ظلمت کدۂ ہستی میں
وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی

جنّ و ملک نے جن کی بعثت کے ترانے گائے، بحر و بر نے جن کی آمد کے گیت گائے، عرش تا فرش جن کے قدوم میمنت لزوم کے اعزاز میں بُقعۂ نور بنا۔"

محمد منشا تابش قصوری

"جن کی تشریف آوری سے قبل انسانیت اندھی تھی، اخلاق بہرا تھا اور انسانی کردار مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ دنیا کو وحشت و بربریت کے طوفانوں نے اپنی لپیٹ میں یوں دبا رکھا تھا جیسے نزع کی آخری ہچکی۔ یاس و ناامیدی کے بادل فضائے عالم پر محیط تھے۔ پھر وہ آفتابِ عالم تاب طلوع ہوا جس کی تابندگی سے شب کی سیاہی نورِ سحر میں تبدیل ہو گئی، ظلم و ستم کی جگہ عدل و انصاف اور رحم و ہمدردی نے لی۔ لی تشنگان لہو کے لبوں پر صلح و آشتی کا پیغام نغمہ ریز ہوا۔ تلوار کے قبضے پر رکھے ہوئے ہاتھ تعلیم اخلاق کے لیے میدان عمل میں نکلے۔ ایک مختصر سے عرصے نے زمانے کے غبارِ وحشت کو بارانِ رحمت میں تبدیل کر دیا۔ کانٹے پھول بن گئے اور کلیاں مسکرا اٹھیں۔"

ابو السرور منظور احمد نوری

"یہ کون آیا جس کے آنے سے فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا ہوا، شاہان زمانہ لرزہ براندام ہوئے، شاہی محلات میں زلزلہ آگیا، دنیا کا ہر بُت سرنگوں ہوا، سمندر ساوہ

سراب میں بدل گیا، طاغوتی طاقتوں کا شیرازہ بکھرنے لگا، ابلیس سر پیٹنے لگا، ادھر اس کے نور سے سب جہاں جگمگانے لگا، ادھر کعبۂ معظمہ پئے تعظیم ان کی طرف جھکا جانے لگا۔ آسمانی مخلوق میں ایک مسرت زا شور سا برپا ہوا۔ روح الامین اپنے علوی لشکر سمیت سلامی کے لیے آرہا ہے، خلد کی بہار و زیبائش کو دوبالا کیا جا رہا ہے۔ حور و غلماں کو وجد آرہا ہے، عرشِ بریں پر کوئی ترانا سا گایا جا رہا ہے۔ باطل و گمراہی کی تاریکیوں پر نورِ حق چھا رہا ہے۔ عجیب تر یہ کہ وحوش و طیور کے سینے فرحت و سرور سے مچل رہے ہیں، انعام و بہائم کے چہرے عشق و مستی سے دمک رہے ہیں۔ آسمان جھک رہا ہے، ماہ و انجم نچھاور ہو رہے ہیں گویا کائناتِ ارضی کی رگ میں ایک نئی جان جنم لے رہی ہیں۔ ہاں ہاں،

آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

قمر یزدانی

"چمن زارِ فصل میں بہار آتی ہے تو دلفریب رعنائیوں اور کیف زا لطافتوں، روح پرور نزہتوں اور دلکش رنگینیوں کو اپنے جلو میں لے کر —— جب اس شان و وقار سے بہار کا ورود ہوتا ہے تو گلشن میں گلہائے رنگا رنگ کھلتے ہیں، غنچے مہکتے ہیں، کلیاں مسکراتی ہیں۔ عندلیبِ زار بہاروں کی اس بوقلمونی پر نثار ہوتی ہے اور اپنے کیف آفریں اور دلنشیں نغماتِ حُسنِ چمن پر نچھاور کرتی ہے۔ تمام کائنات قدرت کے ان روح پرور مظاہر اور حسنِ ازل کی دلفریبیوں کی داد دیتی ہے۔ اس کے ساتھ دلآویز بہاروں کا خالق بھی اپنی مخلوق کو مسکراتا دیکھ کر اپنے اس حسنِ تخلیق پر ناز کرتا ہے اور کائنات کے لیے رحمت و عطا کے دروازے کھول دیتا ہے۔

چنانچہ خالقِ کائنات کے اس نظامِ فطرت کے تحت گلستانِ ہستی پر بہارِ جاوداں کا ورود ہونے والا ہے۔ نسیمِ رحمت کی شمیمِ جانفزا کے دلنواز جھونکے مشامِ ہستی کو معطر کرنے والے ہیں۔ گویا گلستانِ حیات میں فصلِ بہاری کا اہتمام ہو چکا ہے

اور ذرّہ ذرّہ اس کے خیر مقدم کے لیے بیقرار ہے۔ مشّاطۂ قدرت نے زلفِ گیتی کی تزئین میں مصروف ہے اور عروسِ کائنات کے چہرۂ گلگوں پر فرحت و انبساط کے آثار نمایاں ہیں۔ رحمتِ الٰہی کی نسیم خوشگوار رحمتوں اور لطافتوں کو اپنے جلو میں لیے ریگزارِ عرب کے خطۂ مقدس کا طواف کر رہی ہے۔ اور عالمِ لاہوت میں حوران و ملائک نغماتِ سرمدی سے کائنات کو مسحور کر رہے ہیں۔"

مولانا محمد حنیف یزدانی

"آخر وہ روزِ سعید اور مبارک گھڑی آپہنچی جس کے انتظار میں زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ بے تاب تھا۔ بہار ابھی کم سِن تھی، باغ و راغ کے اندر قافلۂ گل آپہنچا تھا۔ حدِّ نظر تک زمین کا دامن پھولوں سے پٹا پڑا تھا۔ نسیم خوشبو سے مہکی ہوئی تھی کہ حضرت عبد اللہؓ کے کاشانہ میں وہ ماہتاب طلوع ہوگیا جس کی ضیاپاشیوں سے شبِ دیجور کی تاریکیاں اسی طرح کافور ہوگئیں جس طرح اس کی عملی نورافشانیوں سے آگے چل کر جہالت کی تاریکیاں دور ہو جانے والی تھیں۔"

سردار علی صابری

"یوم میلادِ رسولؐ ــــــ کفر و ضلالت کی بھیانک شبِ دیجور میں سپیدۂ سحری کی پہلی نمود، وہ دن جس کی بارش الوار کے پہلے چھینٹے سے فارس کا ہزار سالہ آتشکدہ سرد ہوگیا، وہ دن جس کی عظمت و جلال سے ایوانِ کسریٰ متزلزل ہوگیا، وہ دن جس کی برکت سے فرشتوں نے انسان کی چوکھٹ پر جبیں سائی کی، وہ دن جس کی سعادت سے اللہ کا عرش بندے کا فرش بنا۔

یوم میلادِ رسولؐ ــــــ لیل و نہار کی لاکھوں گردشوں کا ماحصل، تخلیقِ کائنات کا سبب، ہبوطِ آدمؑ کا راز، بشریت کی تاریخ کے اہم ترین باب کا وہ مقدس عنوان جس کی عظمتوں کو شامِ ابد بھی اپنے دامن میں نہ چھپا سکے گی۔

آج وہ پیدا ہوا جس کے اعجازِ مسیحائی سے مرضِ عصیاں کے بیماروں کو شفا نصیب ہوئی۔ آج وہ پیدا ہوا جس کے جود و کرم کے چھینٹوں سے تہی دستانِ قسمت کی کشتِ مراد سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ آج وہ پیدا ہوا جس کی گردنِ مبارک کی ایک ہلکی سی جنبش پر قبلہ کی سمت بدل گئی۔

آج حضورؐ کا یومِ میلاد ہے۔ شاہانِ کجکلاہ کی سرفگندگی کا دن۔ بے نواؤں کی سرفرازی کا دن۔ انسانی مساوات کے قیام کا دن۔"

راجا رشید محمود

" انسانیت کی نیّا قلزمِ عصیان و کفر کے ہچکولوں کے حوالے تھی کہ محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے اس کی ناخدائی کا بیڑہ اٹھایا۔ دنیا غلبۂ نفس کا شکار تھی، زبردست کی شہنشاہی اور کمزور کی تباہی کے دن تھے۔ خالق و مالکِ خدائے لم یزل کے بجائے بے جان بتوں کو معبود بنالیا تھا، خواہشوں کو پوجا جاتا تھا۔ عالمِ انسانیت وحشت و بربریت کا مرقع بن چکا تھا۔ حقوق العباد غصب کرنا "عظمتِ کردار" کی دلیل بن گیا تھا۔ جہالت کی تاریکیاں اذہان و قلب پر چھا چکی تھیں۔ صداقت و ہدایت کے چشمے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل تھے ـــــــ ایسے میں خدائے وحدہٗ لاشریک نے ایک بے مثال ہستیؐ کو دنیائے آب و گل میں بھیجا۔ وہ ہستی جسے اس نے سب سے پہلے پیدا کیا تھا، جس کے لیے سب کچھ تخلیق کیا گیا۔ اگر سرکارؐ نہ ہوتے تو فرد کی تخلیق نہ ہوتی، معاشرہ نہ بنتا، ملک وجود میں نہ آتے، زمین و آسمان کا تصوّر معدوم ہوتا، کائنات معرضِ وجود میں نہ آتی، اونٹ کی خلقت اور آسمان کی رفعت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا، پہاڑ کیسے نصب ہوتے اور زمین کس طرح مسطوح ہوتی۔ خدا کا نام لیوا کون ہوتا، اس کی تسبیح و تحمید کون کرتا۔ یہ سب کچھ تو سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فیض سے ہے، ان کے وسیلے اور واسطے سے ہے۔ فخرِ موجودات سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نہ ہوتے تو ربِ کریم اپنی الوہیت کو ظاہر نہ کرتا، کائنات کو

پیدا نہ کرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مقدس رحمت کی وہ گھٹا ہے جو خشک اور بنجر ریگستانوں پر برسی تو کلفت وضلالت کے گردباد ختم ہوگئے، بے ہودگیوں اور بدعقیدگیوں کی دھول بیٹھ گئی، ظلم واستبداد کی حدّت کی مہرومحبت کی خنکی میں تبدیل ہوگئی اور بد اخلاقی وبے حیائی کے جھکڑ دم توڑ گئے۔ رحمۃ للعالمین کی بارانِ فیضان وکرم سے انسانیت کو کفر کے تپ سے نجات مل گئی، خیروبرکت کے سبزہ وگل کی افزائش ہوئی اور ظلم وعدوان کے بے برگ وبار ماحول میں لالہ ونسترن کھل گئے۔"

دردؔ کاکوروی

"بہار کا موسم ہے، نہ سردی کی شدت، نہ گرمی کی تیزی۔ خشک زمین کو بارانِ رحمت نے سیراب کر دیا ہے۔ بلبل چہچہا رہی ہے، غنچے مسکرا رہے ہیں۔ کلیاں چٹک چٹک کر یا مصوّر کہہ رہی ہیں۔ پھول مہک مہک کر دماغ کو معطّر کر رہے ہیں۔ چمن میں کیوڑہ اور گلاب کا چھڑکاؤ ہو رہا ہے۔ قبل اس کے کہ سحر ہو، شبنم نے پھولوں کی پنکھڑیوں پر ننھے ننھے خوبصورت موتی جڑ دیے ہیں۔ سارا گلشن خوشبو سے مہک رہا ہے۔ ڈالیاں وجد کر رہی ہیں۔ رات کی سیاہی دور ہو چلی۔ مغرب کا شاہسوار روشنی کی فوجیں ساتھ لے کر آنے والا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم چل رہی ہے۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی ہے۔ صحرا سے آسمان سے، بلبل کے چہچہانے سے، غنچوں کے مسکرانے سے غرض ہر طرف سے یہ صدا آ رہی ہے کہ آج نبی آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے۔"

مراجع :

تبرکاتِ صدرالافاضل — مرتبہ غلام معین الدین نعیمی
کاروانِ مدینہ — از مولانا ابوالحسن علی ندوی
صبحِ میلاد — عبدالنبی کوکب و محمد حسین آسیؔ
مقالاتِ سعیدی — مولانا غلام رسول سعیدی

سیرتِ رسولؐ — ساجد الرحمٰن

محمدؐ رسول اللہ — مولانا محمد حنیف یزدانی

میرے سرکارؐ — راجا رشید محمود

میلادِ رسولِ عربیؐ — نذر علی درد

"الاصلاح" لاہور۔ میلاد النبیؐ ایڈیشن۔ ۷؍جون ۱۹۶۸

"الجامعہ" جامعہ محمدی شریف (جھنگ) اپریل ۱۹۷۲

"شام و سحر" لاہور۔ عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۷۸ء

"نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر ۱۹۷۸ء

"نور الحبیب" بصیر پور۔ میلاد نمبر ۱۴۰۱ھ

"سلسبیل" لاہور۔ سیرتِ مصطفیٰؐ نمبر۔ ۱۹۸۱ء

"شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری، فروری ۱۹۸۱ء

"شمس الاسلام" بھیرہ۔ جنوری، فروری ۱۹۸۲ء

"جامِ عرفاں" ہری پور ہزارہ۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء

شعرائے کرام سے التماس

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدّاح شاعروں سے گزارش ہے کہ

بلغ العلیٰ بکمالہ — کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ — صلّوا علیہ و آلہ

کا منظوم ترجمہ بھی کریں اور اس کی تضمین بھی ——— تاکہ ماہنامہ "نعت" کے ایسے حوالے سے زیرِ ترتیب خاص نمبر میں شامل ہوسکے

میلادِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء

زندگی کے ہر طرف آثار روشن ہو گئے
آپؐ آئے تو در و دیوار روشن ہو گئے

عرش و کرسی، آفتاب و ماہ تاب و کہکشاں
سب برائے احمدؐ مختار روشن ہو گئے

اُن کی رحمت، اُن کی بعثت، اُن کی اُلفت کے طفیل
آدمیت کے سبھی کردار روشن ہو گئے

ہو گیا انسان کی سوچوں میں برپا انقلاب
ذہن روشن ہو گئے افکار روشن ہو گئے

پتھروں نے آپؐ کے ہاتھوں میں کلمہ پڑھ لیا
چشمِ رحمت سے دلِ کفّار روشن ہو گئے

نیک و بد اچھے بُرے میں فرق ظاہر ہو گیا
جاگ اُٹھے دل، دلِ بیدار روشن ہو گئے

دل کی دنیا، بزمِ ہستی، کائناتِ رنگ و بُو
سب بہ فیضِ سیّدِ ابرار روشن ہو گئے

چھٹ گئے بادل پرانی ظلمتوں کے چھٹ گئے
آنے والے سب کے سب ادوار روشن ہو گئے

بعدِ محشر بھی رہیں گے روشن و رخشاں وہ دل
جو بہ حُسنِ جلوۂ سرکار روشن ہو گئے

رہ گئیں تاریکیوں میں ہو کے گُم تاریکیاں
روشنی کے سب کے سب مینار روشن ہو گئے

یہ سب اُن کی نسبتِ عالی کا صدقہ ہے نثارؔ
نام میرا اور مرے اشعار روشن ہو گئے

——— اصغر نثار قریشی (لاہور)

نورِ رسالتؐ

اس طرح آج ہوا نورِ رسالت پیدا
جیسے اک بحرِ سکوں یاب میں برہم لہریں
وقفِ آلام پہ ہوں جیسے کرم کی نظریں
جیسے ظلمات پہ چھا جائیں شہابی کرنیں
جیسے ہو کفر کی دنیا میں قیامت پیدا

جیسے صحراؤں میں پُر کیف بہار آ جائے
جیسے بے تاب کو یک لخت قرار آ جائے
جیسے اُجڑی ہوئی وادی میں بہار آ جائے
جیسے ہو جُرم کی آنکھوں میں ندامت پیدا

جیسے بجھتے ہوئے دل عزم کی قوت پالیں
بے خبر یک بیک احساس کی دولت پالیں
جیسے اربابِ جہنم کوئی جنت پالیں
برف پاروں میں ہو جس طرح حرارت پیدا

ظلمتِ یاس میں اُمیدِ درخشاں جیسے
دشت میں عطر فشاں بوئے گلستاں جیسے
شب کی تاریکیوں میں ماہِ فروزاں جیسے
اس طرح آج ہوا نورِ رسالت پیدا

ظہیر فتحپوری

صبحِ سعادت

لے کے پیغامِ طرب بادِ بہاری آگئی — سلسبیلِ رحمت و الطافِ باری آگئی
قلبِ ابراہیمؑ کی پوری ہوئی آخر دعا — گونج اُٹھا ارض و سما میں نغمۂ راحت فزا
منتظر فطرت بھی جس صبحِ سعادت کے لیے — آئی وہ صبحِ حسیں جلوے رسالت کے لیے
قسمتِ عالم سنور جانے کی باری آگئی — صاحبِ ختمِ نبوت کی سواری آگئی
قصرِ کسریٰ پر یکایک ابرِ نکبت چھا گیا — ٹوٹ کر ہر کنگرہ اس کا زمیں پر آگیا
لرزے ایوانِ شہی، اونچے منارے گر پڑے — بُت گرے سجدے میں ٹھنڈے ہوگئے آتشکدے
یُوں نویدِ موسیٰؑ عمرانؑ ہوئی تکمیل یاب — کُھل گئے عرشِ عُلیٰ سے نکہتِ جنّت کے باب
عیسیٰؑ مریمؑ کا حرفِ راز یوں افشا ہوا — وادیٔ بطحا میں اُس کا ہم نفس پیدا ہوا
ابنِ عبدالمطلب عبداللہؓ کا دُرِّ یتیم — ذاتِ حق کے بعد جس کی ذات ہے سب سے عظیم
آمنہؓ کا لختِ دل، نورِ نظر پیدا ہوا — خاندانِ ہاشمی میں اک گہر پیدا ہوا
کارگاہِ دہر کے شام و سحر روشن ہوئے — ہوگئے بیدار دل، فکر و نظر روشن ہوئے
جس کے آتے ہی جہالت کے اندھیرے چھٹ گئے — شرک و بدعت کے ضلالت کے اندھیرے چھٹ گئے
بادۂ وحدت کے بخشے جس نے دنیا کو ایاغ — معرفت کے جس نے سینوں میں کیے روشن چراغ
وہ کہ ہے عالی نسب، عالی گہر، عالی مقام — وہ کہ ہے کون و مکاں پر رحمتِ ربّ انام
وہ کہ جس کی ذات ہے خیر الوریٰ خیر الانام — وہ کہ جس کی جنبشِ لب معنیٔ حُسنِ کلام

کس کو یہ رتبہ ملا ہے کس نے پایا یہ مقام
ہے لبِ کونین پہ بھی الصلوٰۃ والسلام

—— یزدانی جالندھری

صبحِ شبِ ولادت

پُر نُور ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت
پردہ اُٹھا ہے کس کا صبحِ شبِ ولادت

فصلِ نگار آئی ، شکلِ نگار آئی
گلزار ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت

پھولوں سے باغ مہکے شاخوں پہ مرغ چہکے
عہدِ بہار آیا صبحِ شبِ ولادت

قطرہ میں لاکھ دریا، گُل میں ہزار گلشن
نشو و نما ہے کیا کیا صبحِ شبِ ولادت

جنّت کے ہر مکاں کی آئینہ بندیاں ہیں
آراستہ ہے دنیا صبحِ شبِ ولادت

چِکٹے ہوئے دلوں کے مدت کے مَیل چھُوٹے
ابرِ کرم وہ برسا صبحِ شبِ ولادت

شوکت کا دبدبہ ہے ہیبت کا زلزلہ ہے
شق ہے مکانِ کسریٰ صبحِ شبِ ولادت

روحُ الامینؑ نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اُڑا پھریرا صبحِ شبِ ولادت

چاندی ہے مفلسوں کی باندی ہے خوش نصیبی
آیا کرم کا داتا صبحِ شبِ ولادت

ظلمت کے سب رجسٹر حرفِ غلط ہوئے ہیں
کاٹا گیا سیاہا صبحِ شبِ ولادت

دن پھر گئے ہمارے سوتے نصیب جاگے
خورشید ہی وہ چمکا صبحِ شبِ ولادت

قربان اے دو شنبے تجھ پر ہزار جُمعے
وہ فضل تُو نے پایا صبحِ شبِ ولادت

پیارے ربیعِ اوّل، تیری جھلک کے صدقے!
چمکا دیا نصیبہ صبحِ شبِ ولادت

ہاں دین والو! اُٹھّو، تعظیم والو اُٹھّو
آیا تمہارا مولا صبحِ شبِ ولادت

آؤ فقیرو آؤ ، منہ مانگی آس پاؤ
بابِ کریم ہے وا صبحِ شبِ ولادت

مرجھائی کلیو آؤ ، کُمھلائے پھولو آؤ
برسا کرم کا جھالا صبحِ شبِ ولادت

حسن رضا خاں بریلوی

صبحِ درخشاں

ڈھلنے لگی ہے شامِ فسوں گر — اے قلبِ مضطر، اے قلبِ مضطر
ڈوبے، وہ ڈوبے گردوں پہ تارے — چھُپنے لگے ہیں وہ ماہ و اختر
بجھنے لگی ہیں تاروں کی شمعیں — سردرگریباں بیٹھا ہے آزر
ہونے لگا ہے اب تو سویرا — اُبھرا، وہ اُبھرا مہرِ منوّر
فاراں کا ماتھا چمکا، وہ چمکا — بدلا، وہ بدلا صحرا کا منظر
خورشیدِ تازہ، صبحِ درخشاں — دیکھو تو یاراں، نیرِ وُئے نیّر
اس کی ضیائیں صحرا بہ صحرا — اس کی تجلّی کشور بہ کشور
اس مہر کی ہیں پُرنور کرنیں — صدّیقؓ و فاروقؓ، عثمانؓ و حیدرؓ
اس کی شعاعیں مقدادؓ و سلمانؓ — اس کی ضیائیں عمّارؓ و بوذرؓ

حسّانؓ و محسنؒ، جامیؒ و قدسیؒ
کتنے سخنور، کتنے ثناگر

تیرے جلو میں جب ہوں روانہ
محفل جمائیں بر حوضِ کوثر
یہ حکم دیں آپؐ روح الامینؑ کو
لاؤ کہاں ہے طاہر وہ جعفر
آکر پڑھے تو اپنا قصیدہ
ہم بھی سُنیں تو شعرِ قلندر

— جعفر طاہر

میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

دکھا رہی ہے دعائے خلیلؑ اثر اپنا
ہیں جلوہ ریز نوید مسیحؑ کے انوار
جناب آمنہؓ کے پہلوئے مبارک سے
ہوا ہے رحمت پروردگار کا اظہار
حضور سرورِ کون و مکاںؐ ہوئے پیدا
پیمبری کے گلستاں میں آئی فصل بہار
جہان و اہلِ جہاں کی پلٹ گئی کایا
مٹائی مہرِ درخشاں نے ظلمتِ شب تار
بڑھی سیادتِ ایماں، گھٹی ضلالت کفر
چھٹی سیاہیٔ باطل، پھٹا بدی کا غبار
کرشمہ سنج ہوا ساقیٔ عربؐ ایسا
کہ شرق و غرب مئے حق سے ہو گئے سرشار
جناب ختم رسلؐ پر ہزار بار درود
ہے جن سے عالم امکاں کی گرمیٔ بازار

مولانا ظفر علی خاں

خدّامِ نعت کا انتقال

آسماں اُن کی لحد پہ شبنم افشانی کرے

سید محمد مہدی رئیس امروہوی

۲۲ ستمبر ۸۸ء کو رئیس امروہوی کی وفات (شاید قتل) نے صاحبانِ علم کو سخت رنجیدہ کیا۔ اللہ کریم انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ ایڈیٹر "نعت" کے نام ان کا آخری مکتوب ۱۶/ اگست ۱۹۸۸ء کا مرقومہ ہے۔ لکھتے ہیں:

"برادرم رشید محمود صاحب۔ السلام علیکم۔ یاد آوری کا شکریہ۔ عرض یہ ہے کہ آپ ماہنامہ "نعت" "جنگ" کی معرفت ارسال فرمایا کرتے ہیں۔ ازراہِ کرم میرا براہِ راست پتہ نوٹ فرمالیں "نعت" کے لیے چند شعر ارسال ہیں۔ کوئی خدمت؟۔ رئیس"

رفیع احمد صبا متھراوی

پہلے صبا صاحب کے شاگردِ عزیز مولانا محمد افضل کوٹلوی (فیصل آباد) نے اور پھر صبا صاحب کے خلفِ اکبر محمد منظور عالم (کراچی) نے یہ روح فرسا خبر بھیجی کہ صبا صاحب ۴ اکتوبر ۱۹۸۸ء / ۲۱ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ کو واصل بحق ہو گئے ہیں
قارئین "نعت" ان کی ایک میلادیہ نظم گزشتہ شمارے میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس نظم کے ساتھ مرحوم نے ۳/ اگست ۱۹۸۸ء کو ایڈیٹر "نعت" کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا:

"آپ کراچی آئے اور اپنی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے مجھ سے نہ مل سکے۔ میں نے متعدد عوارض کا شکار ہونے کے باوجود دو مرتبہ آپ کے بتائے ہوئے فون نمبر پر آپ سے رابطہ قائم کروانے کی سعی کروائی لیکن ناکامی ہوئی۔ خیر، یار زندہ صحبت باقی۔ پھر کبھی۔ کل امر باوقاتہا۔ آج بذریعہ تحریر گفتگو کر رہا ہوں۔ بسترِ علالت سے ہم کلام ہوں۔ دلِ بیمار مسلسل کئی دن سے حملے پر حملے کر رہا ہے لیکن بفضلِ ایزدی اب تک میں قابو یاب ہوں۔ آگے جو اللہ کی مرضی۔ شکر ہے کہ ذہن و دماغ ہمیشہ کی طرح، اس مرتبہ بھی دل کے حملوں سے متأثر نہیں ہوئے۔ بستر پہ پڑا ہوں لیکن قلم و کاغذ بدستور رفیق کار ہیں۔

اس عالم میں بھی آپ کی فرمائش پر میلادیہ نظم کہی، اور سمجھتا ہوں کہ اپنے لیے زادِ راہ میں اضافہ کرلیا ہے۔ اللہ اور اس کے حبیبؐ کی بارگاہ میں قبول ہو تو زہے نصیب۔ نعت سے مجھے ایک دلی لگاؤ ہے، اس لیے کہ نعت گوئی میرا محبوب مشغلہ ہے۔

دمِ تحریر بے ساختہ نوکِ قلم پر:-

ہو خلوت کہ جلوت، یہی مشغلہ ہے — ازل سے ہی ہونٹوں پہ صلِّ علیٰ ہے
اسے قیصر و جم سے کیا واسطہ ہے — صباؔ جو غلامِ حبیبِؐ خدا ہے

میرے لیے دعائے خیر فرمائیے۔ والسلام۔ دعاگو و دعاجو۔ صبا متھراوی"

حکیم منظور احمد ہمدانی

حکیم صاحب انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسولؐ پنجاب کے صدر تھے۔ ان کی قیادت میں اس انجمن کے جھنڈے تلے پنجاب بھر میں چند برسوں سے بہت سی محافلِ نعت ہو رہی تھیں۔ آپ حافظ مرغوب احمد ہمدانی کے والدِ بزرگوار تھے۔ "ہمدم حیات دواخانہ" لاہور میں روزانہ بیسیوں مریض ان کے ہاتھوں صحت پاتے تھے۔ ایڈیٹر "نعت" پر خصوصی کرم فرماتے تھے۔ افسوس کہ آپ ۲۲ / اگست / ۸ محرم کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

"نعت" سے محبت رکھنے والے تینوں بزرگوں کی وفات پر ادارۂ "نعت" دلی رنج کا اظہار کرتا ہے اور ان کی بلندیٔ درجات کے لیے دعاگو ہے۔

عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مبارک

گزشتہ خاص نمبر

جنوری ۱۹۸۸ء	حمدِ باری تعالیٰ
فروری ۱۹۸۸ء	نعت کیا ہے
مارچ ۱۹۸۸ء	مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصّہ اول)
اپریل ۱۹۸۸ء	اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصّہ اول)
مئی ۱۹۸۸ء	مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصّہ دوم)
جون ۱۹۸۸ء	اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصّہ دوم)
جولائی ۱۹۸۸ء	نعتِ قدسی
اگست ۱۹۸۸ء	غیر مسلموں کی نعت (حصّہ اوّل)
ستمبر ۱۹۸۸ء	رسول نمبروں کا تعارف (حصّہ اوّل)
اکتوبر ۱۹۸۸ء	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصّہ اول)

موجودہ خاص نمبر (نومبر ۱۹۸۸ء) میلادُ النّبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصّہ دوم)

آئندہ خاص نمبر

دسمبر ۱۹۸۸ء	میلاد النّبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصّہ سوم)
جنوری ۱۹۸۹ء	رسول نمبروں کا تعارف (حصّہ دوم)

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ **نعت** کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزین ہے۔ لہذا ماہنامہ **نعت** کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔



ماہنامہ لاہور

نعت

جلد : ۱
شمارہ: ۱۲
دسمبر ۱۹۸۸ء

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(حصہ سوم)

○ ایڈیٹر : راجا رشید محمود
○ معاون : ضیاء الحق قریشی ایم اے

مشیرِ خصوصی :
چوھری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مشیرِ قانون :
شاہد حسین قادری ایڈووکیٹ

○ خطاط : جمیل احمد قریشی تنویر رقم
محمد یوسف نگینہ
خلیل احمد نوری

قیمت ——
فی شمارہ : ۱۰ روپے
زرِ سالانہ : ۱۲۰ روپے

○ مینجر : اظہر محمود
○ دفترِ رابطہ :
۱۸۔ راحت مارکیٹ
اردو بازار ۔ لاہور ۔ فون ۵۸۶۶۶

○ پرنٹر : محمد نعیم کھوکھر ۔ جیم پرنٹرز ، لاہور
○ پبلشر : راجا رشید محمود
○ بائنڈر : خلیفہ عبدالمجید
بک بائنڈنگ ہاؤس ۔ ۳۸ ۔ اردو بازار لاہور

مقامِ اشاعت
اظہر منزل ۵ مسجد سٹریٹ
نیو شالامار کالونی ۔ ملتان روڈ
لاہور ۵۴۵۰۲

ڈائرکٹر تعلیمات (کالجز) بلوچستان کے سرکلر نمبر ڈی ایس ۳/۴۲/جلد ۴/۸۸/۱۳۶۰۵/جی بی کی رو سے منظور شدہ

محکمۂ تعلیم پنجاب کے سرکلر نمبر ایس او (پی آئی) ۴-۱۴۷/۸۸ کی رو سے منظور شدہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سجدۂ شکر جاری ہے،
اللہ کے اُس واحد احسان پر جو اُنہوں نے جتایا۔
مگر، یہ سجدہ ساعتوں، دنوں اور مہینوں کی قید سے ماورا ہے ——
یہ تو ادا ہوتا نظر نہیں آتا۔
یہ ادا ہونا ممکن کہاں ہے ——
اور، اگر ہم اس سجدۂ شکر سے اُٹھ بھی گئے تو تشہد کی کیفیت
جاری ہو جائے گی اور اِس حالت میں آقا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
کی بارگاہِ بیکس پناہ میں ہدیۂ سلام پیش کیے بغیر چارہ نہیں۔

ہم سجدے کی حالت میں نہ بھی رہے، تو بھی دل تو اس کیف سے سرشار
ہی رہے گا، وہ تو سرور کی اِن لذتوں سے مہجوری پسند نہ کرے گا،
وہ تو اللہ کے احسانِ عظیم پر ساجد و شاکر رہے گا۔

پھر، ہم سلامی ہوں گے تو یہ کیفیت بھی عارضی نہیں ہے۔ سلامی ہوں گے
تو سلامی رہیں گے۔

آقا حضورؐ پر، ان کے ماں باپ پر، ان کے اصحاب و عترت پر، ان کی ہر
خو و خصلت پر لاکھوں کروڑوں سلام۔ اَن گنت سلام۔

اللہ کے دربار میں ہمارا سجدۂ شکر بھی مستقل ہے، ایک نہ ختم ہونے
والا سلسلہ —— اور، اُس کے محبوب رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم
کی بارگاہ میں سلام بھی کوئی ہنگامی فرض نہیں۔
یہ بھی ہماری زندگی کے ہر لمحے کا رفیق ہے۔
اور، یہی ہمارا اعزاز ہے۔ یہی ہمارا افتخار ہے۔

—— ایڈیٹر

فہرست

نعتیں

علیہ الصلوٰۃ والسلام

شافعِ محشر آیا

بارک اللہ ہے کیا شانِ ربیع الاوّل ہیں شگفتہ گلِ بُستانِ ربیع الاوّل
کیوں نہ ہو جاؤں میں قربانِ ربیع الاوّل ہر کہ و مہ ہے ثناخوانِ ربیع الاوّل
ارض سے تا بہ فلک نور سے معمور ہے آج
ہر ملک، جن و بشر شاد ہے مسرور ہے آج

دھوم ہے گلشنِ اسلام میں آئی ہے بہار غیرتِ خُلدِ بریں بن گیا صحنِ گُل زار
نو عروسانِ چمن پر ہے قیامت کا نکھار قمریاں نغمہ سرا ہیں تو غزلخواں ہیں ہزار
شور ہے ماہِ عرب، مہرِ عجم آتا ہے
لو مبارک ہو، شہنشاہِ اُمم آتا ہے

آج ہے عطر فشاں پھولوں سے دامانِ صبا آج ہیں باغ میں مُرغانِ چمن نغمہ سرا
آج ہر سمت ہے چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا آج ہے پھیلی ہوئی مہرِ نبوّت کی ضیا
روشنی وہ ہے کہ خورشید بھی شرمندہ ہے
زر فشاں خاک کا ہر ذرّہ تابندہ ہے

آگیا کفر و ضلالت کا مٹانے والا آگیا کلمۂ توحید پڑھانے والا
آگیا راہ ہدایت کی دکھانے والا آگیا کشتیٔ اُمّت کا بچانے والا
آیتِ رحمتِ حق، ہادی و رہبر آیا
مظہرِ نورِ خدا، شافعِ محشر آیا

حافظ محمد یعقوب اوج گیاوی

مدحت ربیع الاوّل کی

سجی ہے محفلِ جنت ربیع الاوّل کی
ہر اک زباں پہ ہے مدحت ربیع الاوّل کی

ہے ماہِ طیبہ سے نسبت ربیع الاوّل کی
یہ شان اور یہ عظمت ربیع الاوّل کی

یہ ماہ اک مہِ خوبی کی ہے ولادت کا
نہ کیوں ہو چاند سی صورت ربیع الاوّل کی

ہوئے ہیں جلوہ نما اس میں صاحبِ معراج
یہ اوج اور یہ رفعت ربیع الاوّل کی

خود اس کی ذات ہے ممدوحِ خالقِ اکبر
ثنا ہے جس سے عبارت ربیع الاوّل کی

ملا اسی کو یہ اعزاز سب مہینوں میں
زیادہ سب سے ہے عزت ربیع الاوّل کی

نسیم کوثر و جنت کا فیض کیا کہنا
کہ جاگ اٹھی ہے قسمت ربیع الاوّل کی

زہے نصیب کہ ہم سے گناہگاروں کو
نصیب ہو گئی رحمت ربیع الاوّل کی

ضرور ہے وہ خدا کے حبیبؐ کا محبوب
ہے جس کے دل میں محبت ربیع الاوّل کی

کسی سے مرتبہ اس کا ادب نہیں پنہاں
کھلی ہوئی ہے حقیقت ربیع الاوّل کی

——— ادب سیمابی

ہاشم نسب پیدا ہوا

اے ہمدمِ شیریں سخن، ہے نورِ حق پرتو فگن، ہر نخلِ گُل کی ہے پھبن، طوُرِ جمالِ ذوالمنن
بن ٹھن عروسانِ چمن، شیریں ادا نسریں بدن، رنگیں قبا، گُل پیرہن، ہیں کس طرب سے خندہ زن

ہے نورِ وحدت جلوہ گر، روشن کرو اپنی نظر، اہلِ زمیں کو دو خبر، ہوں شادماں تا ہر بشر
پھر وجد میں شام و سحر، جن و بشر شاخ و شجر، حور و ملک شمس و قمر، ہوں اس طرح سے نغمہ زن

نُورِ قدم پیدا ہوا شاہِ اُمم پیدا ہوا، عرشی قدم پیدا ہوا، والا حشم پیدا ہوا
فرخ شیم پیدا ہوا، بحرِ کرم پیدا ہوا، شاہِ اُمم پیدا ہوا، پیدا ہوا قدسی سخن

یٰس لقب پیدا ہوا، مقبولِ رب پیدا ہوا، مہرِ عرب پیدا ہوا، ہاشم نسب پیدا ہوا
فخرِ عرب پیدا ہوا، کنزِ طرب پیدا ہوا، غفراں طلب پیدا ہوا، پیدا ہوا شیریں دہن

وہ زینتِ پیغمبری، وہ زیبِ شانِ دلبری، وہ تاجِ فرقِ سروری، ہے گرمِ جلوہ گُستری
حیراں ہے مہرِ خاوری، یوسف ہے اس کا مشتری، جن و بشر حُور و پری ہیں اس کے در پر نعرہ زن

مفتوںؔ ہے سرگرمِ ثنا، ہے اس کے در کا اک گدا، لاتا ہے لب پر یہ دعا، ہاں شافعِ روزِ جزا
مطلوب و محبوبِ خدا، دو بخشوا اس کی خطا، گو ہے سزاوارِ سزا، ہے خوف سے شورش فگن

وحید الدین مفتوںؔ

صبحِ میلادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ماہِ رحمت ہے اُفق پر جلوہ آرا نور کا
صبحِ میلادِ نبیؐ عالم ہے سارا نور کا

صاحبِ قرآں کی آمد ہے جہانِ حُسن میں
عرش سے حق نے صحیفہ ہے اُتارا نور کا

کائناتِ ظلم سے کافور ظلمت ہو گئی
ہو گیا کونین میں حُسن آشکارا نور کا

ماہِ میلادِ نبیؐ کی اللہ اللہ تابشیں
ذرّہ ذرّہ دہر کا ہے ایک تارا نور کا

نجم و اختر بھر رہے ہیں جام آبِ نور سے
چشمۂ خورشید سے بہتا ہے دھارا نور کا

صبحِ روزِ آفرینش دیکھ کر وہ شکلِ ناز
حسنِ رخ حُسن آفریں نے خود نکھارا نور کا

چاندنی میں کس نے دیکھا چاند کا سایہ کبھی
پاک تھا سائے سے وہ ماہِ دلآرا نور کا

چاندنی چھٹکی جہاں میں جگمگائی کائنات
آمنہؓ کی گود میں آیا ہے تارا نور کا

ہیں بخطِ نور سب لکھے گئے اسماءِ نور
ہے مزیّن نور سے ہر گوشوارہ نور کا

دین کو خود میں سمویا، خود دوبارہ ہو گیا
جب مہِ کامل نے کچھ پایا اشارا نور کا

آخیالوں میں کبھی ماہِ عرب، مہرِ عجم
کر دے برقِ حُسنِ رُخ سے دل ہمارا نور کا

دلِ شکستہ مُسلمِ مظلوم کے چمکے نصیب
ہو مبارک ملّتِ حق کو سہارا نور کا

قرۃ العینینِ زہرا ہیں، نبیؐ کے نورِ عین
نور کا آئینہ ہے ہر ماہ پارہ نور کا

طورِ سینا بن گیا سینہ، بنا دل رشکِ ماہ
جس نے دیکھا چاند سا چہرہ تمہارا نور کا

عیدِ میلادِ نبیؐ کا واسطہ، نورِ قدیم
تابشوں سے اپنی کر دے دل ہمارا نور کا

ظُلم کی تاریکیاں اسلام پر ہیں خندہ زن
نورؐ والے، دَور دورہ، ہو دوبارہ نور کا

علامہ ضیاء القادری بدایونی

نوروزِ بہارِ جاوداں

سرسبزی ہے باغ میں جناں کی
آمد ہے بہارِ بے خزاں کی
گلدستے بہشت نے بنائے
جبریلؑ درود پڑھتے آئے
بیٹھے ہوئے ہیں خوشی سے پھولے
غلماں لیے ہار، حُور گجرے
آفاق میں ہے تجلیٔ نور
یا شانِ نزولِ جلوۂ طُور
کرتا ہے فلک سجود پیہم
مائل بر زمیں ہے عرشِ اعظم
بُت چُپ، سکوت دردہاں ہے
بُت خانوں میں شورِ الاماں ہے
کس کی شوکت کا زلزلہ ہے
قصرِ کسریٰ جو ہل رہا ہے
خالق کا کرم ہے فیض گُستر
بخشش کی صدا ہے عام گھر گھر
ناگاہ بہ جلوۂ عبارت
پیدا ہوئی غیب سے بشارت
یہ صبحِ سعادتِ جہاں ہے
نوروزِ بہارِ جاوداں ہے
مفتاحِ خزینہ ہائے اسرار
مصباحِ تجلّیاتِ انوار
اسلام کا آفتاب چمکا
بے پردہ و بے نقاب چمکا
پیدا ہوئے سرورِ دو عالم
پیدا ہوئے فخرِ نوحؑ و آدمؑ
پیدا ہوئے حضرتِ پیمبرؐ
صبحِ قدرت کے سعدِ اکبر
پیدا ہوئے بادشاہِ ذی جاہ
آرائشِ تختِ لیِ مَعَ اللہ

خورشیدِ سپہرِ دیں محمدؐ
نورِ عینِ الیقیں محمدؐ

——— محسن کاکوروی

آئی سحرِ شبِ دوشنبہ

تاریکیٔ کفر ہٹ رہی ہے — ظلمت کی گھٹا سمٹ رہی ہے
لو، دور ہوئے مصیبت و غم — لہرایا وہ رحمتوں کا پرچم
محبوبِ خدا ہیں آنے والے — سلطانِ دَنَا ہیں آنے والے
کچھ اور ہے آج شانِ عالم — ہے یومِ ظہورِ جانِ عالم
غنچوں کو ملا ہے لحنِ داؤد — ہے وردِ زباں درودِ مسعود
شاخوں پہ بہار کا ہے عالم — مستی کا، خمار کا ہے عالم
پتے کفِ دستِ حوریاں ہیں — مرآتِ جمالِ نوریاں ہیں
ابوابِ نظر کھلے ہوئے ہیں — فردوس کے در کھلے ہوئے ہیں
دو رویہ فرشتگانِ افلاک — استادہ ہیں تا بہ مولدِ پاک
ہے نور زمیں سے آسماں تک — جلوے ہیں مکاں سے لامکاں تک
پُرنور مکاں ہے آمنہؓ کا — گھر رشکِ جناں ہے آمنہؓ کا
اشجار بھی سرو قد کھڑے ہیں — خاموش ادب سے سر جھکے ہیں
نرگس کی کھلی ہوئی ہیں آنکھیں — شبنم سے دُھلی ہوئی ہیں آنکھیں
ہیں چشم براہ غنچہ و گل — قمری ہے خموش، چپ ہے بلبل
دنیا پہ ہے اک سکوت طاری — مائل ہوا لطفِ خاصِ باری

ہے اوج پر کوکبِ دوشنبہ
آئی سحرِ شبِ دوشنبہ

اختر الحامدی الضیائی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو بہاریں آئیں

حق کا پیغام سُنانے آئے
آپؐ انسان بنانے آئے
بھیجا خالق نے ہدایت کے لیے
بگڑی تقدیر بنانے آئے

آپؐ آئے تو بہاریں آئیں
ہر طرف پھول کھلانے آئے
پتھروں کو بھی ملی گویائی
لب پہ مدحت کے ترانے آئے

غیر ممکن تھی یہاں رسمِ وفا
آپؐ آداب سکھانے آئے
مل گئی قلب و نظر کو تسکیں
آپؐ جب پیاس بجھانے آئے

مئے توحید بھلا کیوں نہ پئیں
خود ہیں سرکارؐ پلانے آئے
آپؐ کے دم سے پلٹ جاتی ہے
ہر وہ آفت جو ستانے آئے

کیا سمجھ پائے گا کوئی، ناصرؔ!
کیسی رحمت کے خزانے آئے

ناصر زیدی (اسلام آباد)

حیاتِ طیبہ میں ربیع الاوّل کی اہمیت

تحریر: شہناز کوثر

حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام سیرت نگار اور سب قدیم و جدید مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت ربیع الاوّل میں ہوئی۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل ابنِ کثیر القرشی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وھذا مالا اختلاف فیہ انہ ولد صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین ثم الجمھور علی ان ذلک کان فی شھر ربیع الاوّل (اس امر پر ذرا اختلاف نہیں ہے کہ حضورؐ دوشنبہ (پیر) کے دن پیدا ہوئے۔ پھر جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاوّل کا مہینا تھا) [1]

قمری مہینوں میں سے بعض مہینے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں ظہور فرمانے سے پیشتر ہی متبرک اور مقدس مشہور تھے اور حضورؐ کے اعلانِ نبوّت کے بعد بھی بعض مہینوں کو عظمتیں نصیب ہوئیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری کسی ایسے باعظمت مہینے میں کیوں نہ ہوئی۔ ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں "یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا حرمت والے مہینوں یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض ناسمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہو جاتے کہ آپ کو جو عظمت و شان حاصل ہے، وہ اِن مہینوں کی فضیلت اور قدر و منزلت کی وجہ سے ہے لیکن خالقِ حکیم جلّ جلالہٗ نے چاہا کہ آپ کی ولادت ماہِ ربیع الاوّل میں ہو تاکہ یہ مہینا آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے شرف و بزرگی حاصل کرے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جشنِ میلادِ نبوی

کی بدولت خدائے علیٰ قدیر کی عنایات و نوازشات کا اظہار ہو۔"[2]
چنانچہ معلوم ہوا کہ ربیع الاوّل کو عظمت آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک سے نصیب ہوئی۔ یہ مبارک مہینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہو گیا تو اس نسبت نے اسے اہمیت بخش دی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضورؐ کی اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کے علاوہ اس مہینے کو یہ خصوصیت بھی نصیب ہے کہ اسی میں سرکارؐ نے ہجرت فرمائی اور اسی میں اس دنیا سے پردہ فرمایا۔
مولانا محمد جعفر پھلواری لکھتے ہیں: "ظہورِ قدسی، آغازِ نبوت، اختتامِ ہجرت اور ظاہری مفارقت وغیرہ جیسے کئی اہم واقعات ماہِ ربیع الاوّل ہی میں ہوئے۔"[3]
شفیق بریلوی ایڈیٹر "خاتونِ پاکستان" کراچی اپنے مضمون میں ربیع الاوّل کی اہمیت کے بیان میں لکھتے ہیں: "ربیع الاوّل کے معنٰی ہیں بہار کا پہلا مہینہ۔ ربیع اس موسم کو کہتے ہیں جس میں کونپلیں پھوٹیں، درختوں اور پودوں پر موسمِ بہار کے آثار نمایاں ہونے لگیں؛ عرب میں اس ماہ میں موسم بہت خوشگوار ہو جاتا تھا۔ درختوں کھیتوں میں ہریالی نظر آتی تھی، اس وجہ سے اس کو بہار کا پہلا مہینہ کہتے تھے۔ اگر اِس ماہ مبارک میں کوئی اور بڑا واقعہ نہ بھی ہوا ہوتا، تو اس کی عظمت و تقدیس کے لیے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ اس عالمِ امکان کا سب سے بڑا انسان اسی مہینہ میں متولد ہوا۔ رمضان اس لیے مبارک ہے کہ اس مہینہ میں قرآنِ پاک نازل ہوا۔ پھر وہ مہینہ کیسے مبارک نہ ہو گا جس میں صاحبِ قرآن پیدا ہوا۔"[4]
اس حقیقت کی طرف شفیق بریلوی سے پہلے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے ہیرو، مفتی عنایت احمد کاکوروی نے ان الفاظ کی طرف اشارہ کیا تھا: "پیدا نہ ہونا آپؐ کا بروز جمعہ یا بماہ رمضان یا اور کسی دن میں جو متبرک مشہور ہیں، اس میں یہ نکتہ ہے کہ یہ بات نہ کہی جاوے کہ آپؐ کو برکت دن اور مہینے سے حاصل ہوئی بلکہ ایسے دن اور مہینے میں پیدا ہوئے کہ اس کو برکت آپؐ کے سبب ہوئی۔"[5]
ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی اپنی کتاب "عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ محبة رسول اللّٰہ[6]

میں لکھتے ہیں: "یہ (ربیع الاول) آپ کی شریعتِ مطہرہ میں بھی عمدہ مہینا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ فصلِ ربیع سب سے اچھا اور معتدل موسم ہے۔ اس میں کپکپا دینے والی سردی ہوتی ہے، نہ جھلسا دینے والی گرمی۔ اس میں نہ رات لمبی ہوتی ہے، نہ دن اور یہ موسم خزاں، جاڑے اور گرمیوں کے موسموں کی تمام بیماریوں سے پاک ہوتا ہے۔ بلکہ لوگ اس میں نئی زندگی اور جوش و ولولہ پاتے ہیں۔ ان کی راتیں یادِ الٰہی میں قیام اور ان کے دن روزے کے لیے سازگار رہتے ہیں۔ یہ فضا رحمت و شفقت کی شریعت کے مطابق ہے جسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے۔" ۸

شیخ الامام ابو عبد الرحمٰن الصقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہر شخص اپنے نام سے ایک حصہ رکھتا ہے۔ اس اصول کا اطلاق اشخاص پر بھی ہوتا ہے اور دوسری چیزوں پر بھی۔ چنانچہ موسم ربیع میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نعمتیں زمین کا سینہ چیر کر باہر نکل آتی ہیں اور رزق کے ذخائر جن پر انسانوں کی زندگی اور معیشت اور ان کے احوال کی بہتری کی بنیاد ہوتی ہے، میسر آجاتے ہیں۔ اس میں بیج اور گٹھلیاں اور انواع و اقسام کے پودے پھوٹ پڑتے ہیں۔ چنانچہ یہ منظر ہر دیکھنے والے کو خوشی بخشتا ہے اور زبانِ حال سے ان کھیتوں کے پکنے کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نعمتوں کے آغاز پر مسرت و شادمانی کی طرف ایک بہت بڑا اشارہ مضمر ہے۔" ۸

محمد نور النبی شمسؔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیائے آب و گل میں تشریف آوری کے حوالے سے ربیع الاوّل کی مدح میں یوں تر زبان ہوتے ہیں:

"ربیع الاوّل شریف وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آفتابِ نبوت ماہتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع ہو کر اپنے پرتوِ جمال کے فیضان سے تمام کائنات کو مالا مال کر دیا۔ ربیع الاوّل شریف وہ برگزیدہ مہینہ ہے جس میں دعائے خلیلؑ، بشارتِ مسیحؑ، تعبیرِ خوابِ آمنہؓ مجسّم بن کر ظاہر ہوئی۔" ۹

محمد بن ہشام نے "سیرت ابن ہشام" میں لکھا ہے "رسولؐ خدا پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے جس سال کہ اصحاب فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی[10] علامہ ابن حجر عسقلانی[11] اور طبری[12] نے بھی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔ ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول پر اجماع ہے[13] مولانا اشرف علی تھانوی اپنی مشہور کتاب نشر الطیب میں لکھتے ہیں "سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے آٹھویں یا بارھویں۔ ماہ سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا، سنہ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا"[14] مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے"[15] شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں "جمہور اور عام مورخین ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل کو یوم ولادت تسلیم کرتے ہیں"۔[16] مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "بارھویں ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل کو دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آپؐ پیدا ہوئے"[17] مولانا شاہ عطاء اللہ خان عطا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل (اسی سال میں واقعہ اصحاب الفیل واقع ہوا تھا) بروز دوشنبہ موسم بہار بوقت صبح صادق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے"[18] شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوت" میں رقم طراز ہیں۔ "بعض علماء نے اس قول پر دعویٰ کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور بعض کے نزدیک دو راتیں گزر چکی تھیں، بعض کے نزدیک آٹھ راتیں گزر چکی تھیں اور بعض کے نزدیک دس راتیں آئی ہیں"[19]

ملا واحدی ایڈیٹر "نظام المشائخ" دہلی لکھتے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کو حضورؐ کی ولادت ہوئی[20] سر سید احمد خان اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ "جمہور مورخین کی رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارھویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن روز بعد پیدا ہوئے[21] الحاج حکیم غلام نبی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ صبح کے وقت

عالم وجود میں جلوہ فرما ہوئے۔ [۲۲] عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "نبی اُمّی" میں لکھا ہے کہ حضور پاکؐ کی ولادت عام الفیل میں ۱۲۔ ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی۔ [۲۳] امام یوسف بن اسماعیل نبھانیؒ لکھتے ہیں کہ آپؐ کی ولادت ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر کے دن طلوع صبح کے قریب ہوئی۔ [۲۴] مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی نے ۸ یا ۱۲ ربیع الاول کو حضور پاک صاحب لولاکؐ کی ولادت با سعادت کا دن قرار دیا ہے [۲۵] سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آپؐ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے [۲۶] ابو الجلال ندوی نے لکھا ہے کہ سرور دو عالمؐ مکہ میں دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کی صبح کو پیدا ہوئے [۲۷] علامہ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ لکھتے ہیں۔ بارھویں ربیع الاول کے اسی سال میں جس میں قصۂ اصحاب فیل واقع ہوا۔ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ [۲۸]

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ ولادت با سعادت ۱۲ تاریخ کو ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو اکہتر برس بعد ہوئی۔ [۲۹] ماہنامہ "مولوی" دہلی کے رسولؐ نمبر ۱۳۵۵ھ میں ہے "ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی کہ ولادت نبویؐ کا نور ایک پردۂ ضیا بن کر تمام عالم امکان پر مسلط ہو گیا۔" [۳۰] محمد عبد الشکور لکھنوی لکھتے ہیں "ربیع الاول کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں تاریخ اور بقول بعض بارھویں کو حضورؐ نے اس خاکدان تیرہ کو اپنے جمال جہاں آرا سے منور فرمایا۔" [۳۱] مولانا احمد رضا خان بریلوی کے والد مکرم مولانا نقی علی خان بریلوی نے "سرور القلوب بذکر المحبوبؐ" میں ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے [۳۲] شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ فواد قاہرہ لکھتے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی۔ [۳۳] پیر محمد کرم شاہ اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" میں لکھتے ہیں "بارہ ربیع الاول کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افزائے بزم گیتی ہوئے۔" [۳۴] قاضی عبد الدائم دائم

لکھتے ہیں "یہ حقیقت ہے کہ متعدد تاریخی دلائل کے علاوہ تقویم کی رو سے بھی ۱۲ ربیع الاول ہی صحیح ہے"[۳۵] مولانا قاری احمد کے مطابق "۱۲ ربیع الاول کی صبح صادق کتنی حسین و سعید ساعت تھی جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کا خلعت فاخرہ زیب تن فرما کر عبد المطلب کے گھر میں جلوہ افروز ہوئے"[۳۶]

صاحبزادہ ساجد الرحمٰن (ادارہ تحقیقات اسلامیہ، اسلام آباد) ۱۲ ربیع الاول ہی کو صحیح تاریخ قرار دیتے ہیں۔[۳۷] حضورؐ کے مشہور سیرت نگار حضرت علامہ نور بخش توکلی بھی ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو حضورؐ کی ولادت کا دن لکھتے ہیں[۳۸] ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب "حیات محمد" میں لکھتے ہیں "اکثریت ۱۲ ربیع الاول پر متفق ہے اور یہی قول ابن اسحق وغیرہ کا ہے"[۳۹] نواب سید محمد صدیق حسن خان لکھتے ہیں۔ "ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے، روز دوشنبہ شب دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی"[۴۰] مولانا مفتی محمد شفیع نے ۱۲ ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے[۴۱] پروفیسر سید شجاعت علی قادری لکھتے ہیں "آپؐ اصحاب فیل کے واقعہ کے پچپن روز بعد ۱۲ ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت اس خاک دان عالم میں جلوہ فرما ہوئے"[۴۲] مولانا نیاز علی کی کتاب میں ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو جلوہ افروز عالم ہوئے جبکہ نوشیروان عادل فارس پر حکمران تھا"[۴۳] مولوی محمد عبد اللہ خاں سابق پروفیسر مہندر کالج، پٹیالہ "خطبات نبویؐ" میں تحریر کرتے ہیں۔ "حضور خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۶۱۶۳ھ بعد از ہبوط سیدنا آدم علیہ السلام بمقام مکہ ظہور پذیر ہوئی۔"[۴۴] سید محمد نظام الدین احمد جعفری لکھتے ہیں۔ بارھویں تاریخ شہر ربیع الاول اوائل عام فیل کے مطابق سنہ ۴۰ حکومت نوشیرواں عادل بروز دوشنبہ وقت صبح صادق آفتاب عالمتاب رسالت مطلع قدم سے جلوہ افروز ہوا۔[۴۵]

ابن جوزیؒ کے مولود نامے کا ترجمہ مولانا عبد الحلیم شررؔ لکھنوی نے کیا تھا، جو ۱۹۲۳ میں لکھنؤ سے چھپا۔ اس میں ہے: "ماہ ولادت یعنی ربیع الاول شروع ہوا تو ہر روز

ولادت باسعادت موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل ۵۷۱ء
کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔[51] مولوی عبدالسلام ہمدانی امرتسری "آفتاب رسالت"[52] میں لکھتے ہیں
۱۲ ربیع الاول کو حبیب خدا فخر کونین، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے مولود مسعود سے اہل جہاں کو مفتخر و ممتاز فرمایا۔ قیصر و کسریٰ کے ایوان متزلزل
ہوئے۔ آتش کدے سرد پڑ گئے اور ان بتوں نے جن کو مرکز عبودیت تصور کر کے پوجا
جاتا تھا، سر نیاز جھکا دیا۔[53]

علامہ حکیم ابو الحسنات خطیب مسجد وزیر خاں لاہور لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی
بیان کرتی ہیں "ماہ ربیع الاول شروع ہوا تو تمام عالم انوار سماویہ سے منور نظر آنے لگا۔
اور غیب سے تسبیح و تہلیل کی صدائیں میرے کانوں میں گونجنے لگیں۔ شروع ماہ کے
پہلے ہفتہ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ بشارت لائے اور فرمایا "آمنہ رض مبارک ہو۔ تم
سے وہ پیغمبر اولوالعزم ظاہر ہونے والے ہیں جو صاحب اسمائے حسنیٰ اور آیات کبریٰ ہیں
جب بارھویں شب ربیع الاول شریف آئی تو کوئی منادی ندا دینے لگا۔ اے آمنہ رض
تمہیں مبارک ہو۔ آج تم سے وہ مولود مسعود ہو گا جو آفتاب فلاح و ہدایت اور فخر سعادت و
نجابت ہے۔ ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔"[54] علامہ حکیم محمد عالم آسی کے مضمون
"مجالس میلاد نبوی" میں ہے "آپ کی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اس کو سب مانتے
ہیں مگر شب ولادت میں اختلاف ہے۔ زیادہ تر مشہور اور صحیح یہی قول ہے کہ
حضور علیہ السلام ۱۲ ماہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور حضرت ابن عباس رض کی روایت بھی
اسی کی تائید کرتی ہے۔"[55]

بعض مفسرین، علما اور دانشوروں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی
تاریخ ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے اور بعض نے کچھ اور اقوال بھی نقل کیے ہیں لیکن بہینا
بہر حال سب نے ربیع الاول ہی تسلیم کیا ہے۔ مثلاً علامہ قسطلانی[56]، حافظ ابن قیم[57]،
ابن حزم[58]، حمیدی[59]، عبدالرحمن شافعی[60]، محمد طلعت عرب[61]، علامہ راشد الخیری[62]، شبلی
نعمانی[63]، قاضی محمد سلیمان منصور پوری[64]، مولانا ابو الکلام آزاد[65]، محمد اسلم جیراجپوری[66]،

غلام احمد پرویز[۶۷] چودھری افضل حق[۶۸] عبدالکریم ثمر[۶۹] اور دوسرے بہت سے اہل قلم حضرات ۱۲ ربیع الاوّل کے بجائے کوئی اور تاریخ لکھتے ہیں لیکن اس تاریخ سازوں کو بہرحال ربیع الاوّل ہی کے مہینے سے متعلق تسلیم کرتے ہیں۔

نزولِ وحی کا آغاز

حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری ربیع الاوّل کے مبارک مہینے میں ہوئی۔ یہ کائنات میں امن و سلامتی کا آغاز تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا دوسرا اہم موڑ نزولِ وحی کا آغاز ہے جب قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا اور پڑھنے والے نے رب کے نام سے پڑھا۔ قرآن پاک کے نزول کا آغاز بھی ربیع الاوّل شریف ہی میں ہوا۔ اور وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[۷۰] کا معنٰی یہ ہے کہ حضور آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ و الثناء کی ہر بات وحیِ الٰہی ہے، ان کی گفتار فرمانِ خداوندی ہے، اُن کا کوئی ارشاد اس دائرے سے باہر نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں جو اُس نے دنیا کی اصلاح کے لیے اپنے محبوب سے کیں اور سرکارؐ نے ان باتوں کو من و عن دنیا تک پہنچایا قرآن مجید ہے۔ اس کلام کا آغاز اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ[۷۱] سے ہوا —— اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بنائی ہوئی اشرف المخلوقات تخلیق (انسان) سے باتیں کرنے کا وسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بنایا تو یہ ربیع الاوّل ہی کا مہینہ تھا۔

محمد نظام الدین احمد کہتے ہیں "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کو پہنچے۔ دوشنبہ کے روز آٹھویں تاریخ ربیع الاوّل کو غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ امین کو بھیج کر وحی نازل فرمائی"[۷۲] "رحمتِ دو عالم" میں شاہ عطاء اللہ خان عطا رقم کرتے ہیں "۸ ربیع الاوّل ۱۳ ؁ میلادی مطابق ۱۲ فروری ۶۱۲ء بروز پیر غارِ حرا میں عبادت کر رہے تھے، اس فرشتے نے خدا کا بھیجا ہوا سب سے پہلا پیغام جس کو وحی کہتے ہیں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا"[۷۳] مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی لکھتے

ایک نئی شان اور تازہ کرامات نمایاں ہونے لگیں۔ پہلی رات حضرت آمنہؓ کو ایک خاص فرحت و بشاشت محسوس ہوئی۔ دوسری رات بشارت دی گئی کہ آپ کا ہر مقصد برآئے گا اور سب آرزوئیں پوری ہوں گی۔ تیسری رات آپ نے ملائکہ کے تسبیح پڑھنے کی آواز علانیہ اور آشکارا طور پر سنی۔ چوتھی رات آپ پر اپنی دولتمندی و سعادت کا حال آشکارا ہوگیا۔ پانچویں رات ایک نئی فرحت و مسرت حاصل ہوئی جو استقلال کے ساتھ قائم رہی۔ چھٹی رات کو تھکن، کمزوری اور ساری کلفت دور ہوگئی۔ ساتویں رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں بشارت ہو ان نبیؐ کی جو جلیل القدر اچھے ناموں نشانیوں اور اعلیٰ کنیتوں والے ہیں۔ آٹھویں رات کو چونکہ اب زمانہ ولادت سرورِ عالمؐ بالکل قریب آپہونچا تھا، حضرت آمنہؓ نے دیکھا کہ فرشتے آپ کے گرد طواف کر رہے ہیں۔ نویں رات کو دیکھا کہ سارا گھر نور سے معمور ہوگیا اور روشنی سے جگمگا اٹھا۔ دسویں رات کو سنا کہ حضرت رسولِ مختارؐ کی خوشی میں طیور نغمہ سنجی کر رہے ہیں۔ گیارھویں رات کو دیکھا کہ فرشتے خداوندِ عالم کی حمد و ثنا میں مشغول ہیں اور سارا گھر ان کی آوازوں سے گونج اٹھا ہے۔ بارھویں رات کو سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے "آمنہ تمہیں مبارک ہو"۔ [۴۶]

خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں "ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو دوشنبہ کے دن آدمؑ کی پیشانی کا نور، نوح و ابراہیمؑ کے دل کا سرور، اسمٰعیل کی راحتِ جان، ہاشم و عبداللہ کے گھرانہ کی شان، غریبوں کا حامی، بیکسوں کا سہارا بی بی آمنہؓ کے پیٹ سے تولّد ہوا"۔ [۴۷]
علامہ معین کاشفی ہرویؒ کا قول ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینہ میں آنحضرت عالمِ وجود میں آئے اور اکثر کہتے ہیں کہ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ تھی۔ [۴۸] امام ابن جوزیؒ "الوفاء" میں لکھتے ہیں کہ "محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں۔ حضورؐ پیر کے دن عام الفیل بارھویں رات ربیع الاوّل گزرنے پر تشریف لائے۔ [۴۹] شیعہ عالم مُلّا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ "محمد بن یعقوب کلینی نے کہا حضرتؐ کی ولادت جب ہوئی تو ماہِ ربیع الاوّل کی بارہ راتیں گزری تھیں۔ [۵۰]
اہلِ علم کی تحقیق و کاوش کا فکری نتیجہ ہے کہ "ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

ہیں "دوشنبہ کے دن آٹھویں ربیع الاوّل کو غارِ حرا میں جبرئیلؑ آپؐ کے پاس آئے اور وحیِ الٰہی لائے"[۴۲]۔ "حبیبِ خدا" میں ہے "جب آپؐ چالیس برس کے ہوئے، آپؐ کو خلوت محبوب ہو گئی۔ آپؐ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے۔ ربیع الاوّل کی آٹھویں دوشنبہ کے دن جبریل علیہ السلام آئے اور سورہ اقرا کی شروع کی آیتیں آپؐ پر لائے"[۴۳]۔ محمد عبدالشکور لکھنوی مدیر "النجم" لکھتے ہیں "جب عمر شریف چالیس برس کی ہوئی تو دوشنبہ کے دن ۱۷ رمضان کو اور بقولے ۸ ربیع الاوّل کو وہ دولت کبریٰ آپؐ کو عنایت ہوئی، جو ازل سے آپؐ کے لیے نامزد ہو چکی تھی"[۴۴]۔

مختلف سیرت نگاروں نے کہیں کہیں آٹھ ربیع الاوّل کے بجائے نو ربیع الاوّل بھی لکھا ہے لیکن بات اِس مقدس مہینے ہی میں رہی۔ "سیرتِ احمد مجتبیٰ" میں ہے "قمری سال سے عمر ۴۰ سال ایک دن ہوئی تو ۹ ربیع الاوّل سنہ ۴۱ میلادی (مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء) پیر کی شام حرا کی خلوتیں جگمگا اٹھیں۔ غارِ حرا کے اندھیرے میں یکایک روشنی ہوئی۔ روح الامینؑ امرِ حق کے ساتھ ظاہر ہوئے"[۴۵]۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے بھی نزولِ وحی کے آغاز کی تاریخ ۹ ربیع الاوّل لکھی ہے[۴۶]۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں "جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو ۹ ربیع الاوّل ۴۱ سنہ میلادی (مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء) کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم ۔۔۔ لے کر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اس وقت آنحضرتؐ غارِ حرا میں تھے"[۴۷]۔

معراج النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں معراج شریف کی بڑی اہمیت ہے جب ذاتِ پاک جلّ شانہٗ نے حضورؐ کو جسدِ عنصری کے ساتھ راتوں رات سیر کرائی۔ سیرت کی عام کتابوں میں اس عظیم واقعے کا تعلق رجب المرجب سے بتایا گیا ہے لیکن کہیں کہیں یہ بات بھی ملتی ہے کہ معراج کا یہ واقعہ ربیع الاوّل میں پیش آیا

تھا۔ مثلاً علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبھانی اپنی کتاب "انوارِ محمدیہ" میں لکھتے ہیں:۔

"ربیع الاول کے مہینے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور جسم کو بیداری کی حالت میں مسجد الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے۔ پھر مسجدِ اقصیٰ سے آپؐ کو سات آسمانوں سے اوپر لے گئے اور آپؐ نے خدا کو دونوں آنکھوں سے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی باتیں القا کی گئیں اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں، پھر آپؐ راتوں رات مکّے کو واپس آگئے۔۔۔۔۔ یہ واقعہ بعثت کے پانچویں سال پیش آیا۔ ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا۔ حافظ عبد الغنی المقدسی نے اس روایت کو ترجیح دی ہے۔"[81] ۱۲ سنہ نبوت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی جو آپؐ کے فضائل مختصہ میں سے ہے۔ اس وقت عمر مبارک اکاون برس ۹ ماہ کی تھی۔ حضرت جبریلؑ بُراق لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کو اس پر سوار کر کے پہلے بیت المقدس لے گئے۔ پھر وہاں سے آسمانوں پر لے گئے۔ وہاں کے عجائب و غرائب ملاحظہ فرمائے۔ حق سبحانہٗ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ جنت دیکھی، دوزخ دیکھی، انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی، وہیں پنج وقتی نماز کی فرضیت کا حکم ملا۔ یہ معراج جسمانی تھی۔ تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۲۷ ربیع الاول لکھی ہے، بعض نے ۲۷ ربیع الآخر، بعض نے ۲۷ رجب اور یہی زیادہ مشہور ہے۔[82]

ہجرتِ مدینہ

ہجرتِ مدینہ اسلام کے عروج کا آغاز تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینۂ طیبہ کو ہجرت فرماتے وقت ربِّ کریم سے دعا فرمائی: "اے اللہ! تو نے میری محبوب ترین جگہ سے مجھے ہجرت کرائی۔ اب تو مجھے اس قطعۂ زمین میں آباد کر جو تجھے سب سے محبوب اور پسندیدہ ہو۔"[83] اللہ کریم نے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی محبوب اور پسندیدہ سرزمین (مدینۂ منوّرہ) میں بسایا اور سرکارؐ اب تک وہیں تشریف فرما ہیں اور اہم ترین بات یہ ہے کہ سرکارؐ اپنے خالق و مالک کی پسندیدہ جگہ پر

ربیع الاوّل شریف میں پہنچے۔

مولانا اشرف علی تھانوی ہجرتِ مدینہ کے بارے میں لکھتے ہیں "آپ مکہ سے دوشنبہ کے روز ربیع الاول کے مہینے میں اور بقول بعض صفر کے، ترپن سال کی عمر میں چلے تھے اور دوشنبہ ہی کے دن بارھویں ربیع الاوّل کو مدینہ میں پہنچے۔[84]

ماہنامہ "آستانہ" دہلی میں ہے "۲۷ صفر ۱۳ نبوت مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۱ء جمعرات کی شام سے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو گھیر لیا گیا ۔۔۔۔ حضورؐ سورۂ یٰسین تلاوت کرتے ہوئے گھر سے نکلے اور صاف نکل گئے، اللہ کے فضل سے کسی کی حضور پر نظر نہیں پڑی ۔۔۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اُن کو ساتھ لے کر جبل ثور کی طرف روانہ ہو گئے ۔۔۔ تین دن اور تین راتیں غارِ ثور میں گزریں ۔۔۔ پانچویں دن یعنی یکم ربیع الاول مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۱ء کو پیر کے دن تلاش کا زور ٹوٹا تو حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ غار سے باہر آئے اور سفر شروع کیا۔[85]

قاضی محمد سلیمان منصورپوری لکھتے ہیں "جب رات کو اُن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آ گھیرا۔ اس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا "تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو۔ ذرا فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تمہارا بال بیکا نہ کر سکے گا اور خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورۂ یٰسین پڑھتا ہوا صاف نکل گیا۔ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے نہ دیکھا۔ یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲ ستمبر ۶۲۱ء) کا ہے ۔۔۔ تین روز تک غار (غارِ ثور) میں رہے ۔۔۔۔ چوتھی شب ابوبکرؓ کے گھر سے دو اونٹنیاں آ گئیں، جن کو اسی سفر کے لیے خوب فربہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ بن اریقط سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاوّل روز دوشنبہ (۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) کو روانہ ہوئے۔[86]

"انوارِ مدینہ" میں ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ کو روانہ ہوئے تھے اور بارہ تاریخ کو مدینہ پہنچے۔[87] شیخ محمد رضا سابق مدیر

مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ اپنی کتاب "محمدؐ رسول اللہ" میں لکھتے ہیں "مکہ سے آپؐ کی تشریف بری یکم ربیع الاوّل پنجشنبہ کے دن عمل میں آئی اور اسی ماہ کی بارہ تاریخ ولادت مبارکہ سے ترپن سال بعد بروز دوشنبہ بوقت ظہر مدینہ میں داخل ہوئے"[88] مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔ "۸۔ ربیع الاول آپؐ قبا پہنچے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے ۳ میل دور واقع ہے"[89] "سراپائے قدس" میں ہے "۶۲۲ء (۱۲ ربیع الاول ۱۲ نبوی) میں حضور علیہ السلام نے حکم خداوندی کے تحت حضرت صدیق اکبرؓ کی معیت میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی سفر میں حضور علیہ السلام نے سراقہ بن جعشم کو بتایا کہ اسے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے"۔[90]

آر، وی، سی باڈلے اپنی کتاب "محمد رسولؐ اللہ" میں لکھتے ہیں "ماہِ ربیع الاول کا نیا چاند آسمان پر تھا۔ یعنی ربیع الاول کی شروع کی تاریخیں تھیں"[91] "خطباتِ سیرؐ" میں حافظ محمد یونس بیان کرتے ہیں "غارِ ثور میں متواتر تین دن قیام کے بعد ربیع الاول ۱ھ بروز پیر صدیق اکبرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ دو اونٹنیاں لے کر آگئے ان کے ساتھ عبداللہ اریقط بھی پہنچے جن کو راستہ بتلانے کے لیے اُجرت دے کر ساتھ لے لیا گیا تھا۔ وہ آگے آگے راستہ دکھانے کے لیے چلے"۔[92] "نقوش" رسولؐ نمبر کے مطابق غارِ ثور سے روانگی جمعہ ۲ ربیع الاول کو غار میں سہ روزہ قیام۔ جمعہ تا دوشنبہ ۲ تا ۵ ربیع الاوّل اور قبا میں آمد دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی"۔[93]

محمد عبدالشکور مدیر "النجم" لکھنؤ لکھتے ہیں "شب جمعہ کو خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ تین دن غارِ ثور میں اقامت فرمائی، وہاں سے روانہ ہو کے ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مدینہ منورہ پہنچ گئے"۔[94]

قبا میں آمد

علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "قبا میں آپؐ کا داخلہ اسلام کے

دورِ خاص کی ابتدا ہے، اس لیے مؤرخین نے اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔ اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ آٹھ ربیع الاوّل ۱۳ نبوی تھی[95]۔ محمد نظام الدین احمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ جنابِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچ کر محلہ قبا میں منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور وہ دن دوشنبہ بارھویں ربیع الاوّل کی تھی۔ چودہ دن آپؐ وہاں رہے[96]۔ "خطباتِ سیرت" میں ڈاکٹر حافظ محمد یونس لکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غارِ ثور سے یکم ربیع الاوّل دوشنبہ کو مدینہ منورہ ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ۸ ربیع الاوّل دوشنبہ قبا پہنچ گئے تھے[97]۔ "رحمۃٌ للعالمین" میں ہے "۸ ربیع الاوّل ۱۳ نبوت روز دوشنبہ کو خدا کا نبیؐ قبا میں پہنچ گیا۔"[98] عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "رسولِ عربی" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ ہجرت آٹھ روز میں طے کیا اور ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴ نبوی کو مدینہ میں واقع قبا میں پہنچے۔[99]

حضرت سلمان فارسیؓ کا قبولِ اسلام

حضرت سلمانؓ فارسی مسلمان ہونے سے پہلے کئی مذاہب اختیار کر چکے تھے مگر انہیں وہ ذہنی سکون نہ ملا تھا جس کی انہیں تلاش تھی۔ آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قیامِ قبا کے دوران وہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور حقیقی سکون پا لیا۔ جناب سلمان فارسیؓ ایک یہودی کے غلام تھے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا اپنے آقا کو کہو تمہیں آزاد کر دے لیکن اس نے آزادی کی شرط یہ رکھی کہ وہ تین ہزار کھجوروں کے پودے اس طرح لگائیں کہ ایک بھی پودا ضائع نہ ہو اور چالیس اوقیہ چاندی اور بارہ ہزار درہم نقد ادا کریں۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ وہ اپنے بھائی کی آزادی میں اس کی مدد کریں۔ ہر صحابی نے اپنے مقدور کے مطابق مدد کی۔ حتیٰ کہ تین ہزار کھجوروں کے درخت جمع کر دیے گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب درخت لگانے لگو تو مجھے بلا لینا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ پودے اپنے دستِ اقدس سے لگائے۔

حضرت سلمانؓ نے فرمایا "قسم ہے اس خدائے لم یزل کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ان پودوں میں سے ایک پودا بھی ضائع نہ ہوا۔ اس کے بعد ایک صحابی حاضر ہوئے جنہوں نے حضورؐ کی خدمت میں مرغی کے انڈے کے برابر وزن کا سونا پیش کیا اور بتایا کہ یہ کان سے ملا ہے۔ حضورؐ نے حضرت سلمانؓ کو بلایا اور فرمایا یہ لے جاؤ اور اپنی قیمت ادا کر آؤ۔ سلمانؓ نے عرض کی حضورؐ اس سے قیمت پوری نہ ہو سکے گی۔ ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے سونے پر اپنی زبان پھیر کر فرمایا، لے جاؤ، پورا اُترے گا۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں جب تولا گیا تو اس کی قیمت چار ہزار درہم سے ذرہ بھر بھی کم و بیش نہ ہوئی۔[۱۰۰]

مختلف مذاہب میں سے صرف اسلام ہی حضرت سلمانؓ کے اطمینانِ قلب کا باعث بنا اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے قبا میں قیام کے دوران حضرت سلمانؓ فارسی نے اسلام قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے چالیس اوقیہ سونا ان کے آقا کو دیا اور تین سو درخت اپنے ہاتھوں سے لگا کر انہیں آزادی دلائی[۱۰۱] (مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تین ہزار کھجوریں لکھی ہیں اور محمد احمد پانی پتی نے تین سو کھجوریں —— لیکن اصل بات یہ ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ربیع الاول میں یہ پودے اپنے ہاتھوں سے اِس مقصد کے لیے لگائے کہ حضرت سلمانؓ غلامی کے بندھنوں سے آزاد ہو جائیں۔)

مسجدِ تقویٰ یا مسجدِ قبا

"تاریخِ مدینہ" میں عبدالحق محدّث دہلوی لکھتے ہیں "آپ نے تین دن با خلافِ روایات تین دن سے زیادہ اسی جگہ قیام فرما کر مسجدِ قبا کی بنیاد ڈالی اور ایک روایت میں ہے کہ خود اہلِ قبا نے یہ درخواست کی تھی کہ ہم لوگوں کے لیے ایک مسجد بنوا دیجیے۔۔۔ ثقہ روایتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرتؐ اس مسجد کی تعمیر کے لیے خود بذاتِ شریف پتھر ڈھوتے تھے[۱۰۲] "البتہ مسجد وہ ہے کہ جس کی بنیاد رکھی گئی ہے

تقویٰ پر پہلے دن سے۔"[103] "رحمتِ دو عالم" میں ہے "مدینہ سے تین میل باہر کچھ اونچائی پر پہلے سے ایک چھوٹی سی آبادی تھی جس کو عالیہ اور قبا کہتے ہیں، یہاں مسلمانوں کے کئی معزز گھرانے رہتے تھے۔ قیام کے زمانہ میں حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی تھی جس کا نام قبا کی مسجد ہے۔ اس نواح میں یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی عبادت گاہ ہے۔[104]

شبلی نعمانی لکھتے ہیں "قبا میں آپؐ کا پہلا کام مسجد تعمیر کرانا تھا۔ حضرت کلثومؓ کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ یہیں دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید میں ہے" وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہو، وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو؛ اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (التوبہ ۱۰۸) حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شاعر تھے، وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جس طرح مزدور کام کرتے وقت تھکن مٹانے کو گاتے جاتے ہیں، وہ اشعار پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرتؐ بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔[105]

حافظ محمد یونس لکھتے ہیں" دورانِ قیام قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا انتظام فرمایا۔ تکمیلِ ہجرت کے بعد یہ پہلی مسجد تھی جس کی بنیاد حضورؐ کے دستِ مبارک سے رکھی گئی۔ اس مسجد کی عمارت بالکل سادہ تھی اور رسولؐ اللہ بہ نفسِ نفیس اس کی تعمیر میں شریک رہے تھے۔[106] محمد نظام الدین احمد اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں "جنابِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں پہنچ کر محلہ قبا میں منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور وہ دن دوشنبہ، بارھویں ربیع الاول کی تھی۔ چودہ دن آپؐ وہاں رہے اور مسجدِ قبا باعانت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم تعمیر کرائی۔ جب تک آپؐ وہاں رہے، اسی مسجد میں نماز پڑھتے رہے۔۔۔۔ اوّل مسجد ہے کہ عہدِ اسلام میں بنائی گئی۔ اس کے فضائل احادیث میں بہت ہیں اور بڑی فضیلت یہ ہے کہ آنجنابؐ

دوشنبہ و پنجشنبہ کو نماز وہیں پڑھتے تھے۔[۱۰۷] عمر ابو النصر لکھتے ہیں "قبا پہنچ کر سب سے پہلے کام آپؐ نے یہ کیا کہ اپنے دستِ مبارک سے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو چند ہی روز میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔[۱۰۸] مولانا عبد السلام ہمدانی امرتسری لکھتے ہیں "محلہ قبا جو ایک چھوٹی سی بستی ہے، ۸ ربیع الاول کو آپؐ وہاں پہنچے تو آپؐ نے چودہ روز قیام کیا اور اس جگہ آپؐ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور اسی جگہ "اسلام" کے متعلق سب سے پہلے خطبہ دیا"۔[۱۰۹]

سرکارؐ کا پہلا خطبہ جمعہ۔

حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الاوّل میں اس کائنات عالم میں قدم رنجہ فرمایا۔ ربیع الاول ہی میں قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا۔ بعض سیرت نگاروں کے بقول معراج شریف بھی اسی مہینے میں ہوئی۔ ہجرت مدینہ کی تکمیل بھی اسی مہینے میں ہوئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول میں قبا پہنچے۔ ربیع الاول میں مسجد قبا بنائی قبا ہی میں سرکارؐ کے قیام کے دوران میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ربیع الاول ہی میں آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا ر مدینۂ طیبہ میں پہنچے اور نواحِ مدینۂ پاک میں پہلا جمعہ پڑھا اور پہلا خطبۂ جمعہ ربیع الاوّل شریف میں دیا۔

عبد القدوس ہاشمی اپنے مضمون میں بیان کرتے ہیں "۲۲ ربیع الاوّل پہلی نمازِ جمعہ اور سب سے پہلا خطبہ نماز بمقام محلہ بنی سالم شہر مدینہ منورہ۔ اسی سال سے مقام یثرب مدینۃ النبیؐ (نبی کا شہر) کہلانے لگا۔ جو بعد کو صرف المدینہ مشہور ہوا"۔[۱۱۰] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ جمعہ کے دن مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنو سالم بن عوف مقام پر جمعہ کا وقت ہوگیا تو آپؐ نے وہیں وادی کی مسجد میں اپنے سو ہمراہی مسلمانوں کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا فرمائی۔ یہ سب سے پہلا جمعہ تھا۔ جو آپؐ نے نواحِ مدینہ میں ادا فرمایا تھا۔ اور آپؐ کا سب سے پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں دیا گیا تھا"۔[۱۱۱] حافظ محمد یونس "خطباتِ بصیرت" میں لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاوّل یکم ہجری کو بروز جمعہ قبل دوپہر آپؐ

قبلے سے روانہ ہوئے۔ چونکہ انصار ارد گرد جوق در جوق آکر راستہ کے دونوں جانب کھڑے ہوئے جا رہے تھے۔ اس لیے سواری کی رفتار بہت تیز نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بنی سالم کے محلے میں پہنچے تو نمازِ جمعہ کا وقت ہو گیا تھا اس لیے آپؐ نے وہیں نماز ادا کی۔ نماز سے قبل آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ آپؐ کی پہلی نمازِ جمعہ اور پہلا خطبۂ نماز تھا۔ خطبہ مبارکہ میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہے "مسلمانو! حظ اٹھاؤ مجھے حقوقِ الٰہی میں فروگذاشت نہ کرو۔ خدا نے اس لیے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا راستہ دکھایا ہے کہ راست بازوں اور جھوٹوں کو الگ الگ کر دیا جائے"۔[112] شاہ عطاء اللہ خان عطا کہتے ہیں "چودہ دن کے بعد آپؐ نے شہرِ مدینہ کا رُخ کیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ یہ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں پہلی نمازِ جمعہ تھی۔ نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔ یہ خطبہ ایسا تھا کہ جس نے سنا، اثر میں ڈوب گیا"۔[113] "سیرۃ النبی" میں ہے "چودہ دن کے بعد جمعہ کو آپؐ شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ راہ میں بنی سالم کے محلّہ میں نماز کا وقت آگیا۔ جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی۔ نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ یہ آنحضرتؐ کی سب سے پہلی نمازِ جمعہ اور سب سے پہلا خطبۂ نماز تھا۔ لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جوشِ مسرّت سے پیش قدمی کے لیے دوڑے"۔[114] مولوی عبدالسلام لکھتے ہیں "قبلے سے جب آپؐ مدینہ کو جانے لگے تو جمعہ کا دن تھا۔ راستہ میں قبیلہ بنو سالم کے محلّہ میں نماز کا وقت آگیا۔ آپؐ نے جمعہ کی نماز وہیں ادا فرمائی۔ نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ تاریخِ اسلام میں یہ سب سے پہلی نمازِ جمعہ اور خطبۂ نماز تھا"۔[115] "خطباتِ نبویؐ" میں ہے "آپؐ نے جمعہ کے روز قبا سے مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ جب آپؐ بنی سالم بن عوف کے قبیلے میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آگیا۔ وہاں کے لوگوں نے پہلے ہی ایک مسجد بنا رکھی تھی، وہاں آپؐ نے خطبہ جمعہ فرمایا اور نماز ادا کی۔ خطبہ کی کچھ باتیں مندرجہ ذیل ہیں" اور جو شخص اپنے اور خدا کے درمیانی حقوق میں ظاہر و باطن میں اصلاح کرے اور اس کی نیّت اس سے بجز رضائے خدا اور کچھ نہ ہو تو دنیا میں نیک نام ہوگا اور

مرنے کے بعد جب کہ آدمی اعمالِ خیر کا محتاج ہو گا۔ زاد و ذخیرہ ہو کے اس کو ملے گا۔ اور اس کے علاوہ اگر اصلاح نہ کیے تو وہ بدوں کے سبب چاہے گا کہ اس میں اور بدیوں میں ایک بڑا دراز فاصلہ ہو گا۔[۱۱۶]

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں "۱۲ ربیع الاوّل سنہ ہجرت کو جمعہ کا دن تھا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)[۱۱۷] قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔ (فرمایا) "حمد و ستائش خدا کے لیے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد و بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔"[۱۱۸] "نقوش" میں ہے "مدینہ میں نمازِ جمعہ ۱۶ ربیع الاول کو ہوا۔"[۱۱۹] رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں داخل ہونے کے بعد وہاں کے پہلے جمعہ میں مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔ "میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور بہترین تاکید یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو آخرت کے لیے آمادہ کرے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دے۔ حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو، جیسے کہ خود اس نے تمہیں اپنی ذات سے ڈرتے رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ نہ تو اس سے بڑھ کر کوئی نصیحت ہے نہ اس سے افضل کوئی ذکر ہے۔"[۱۲۰]

کتاب "حیاتِ رسولؐ" میں ہے "شہر (مدینہ) میں داخل ہونے سے پہلے محلہ بنو سالم میں نمازِ جمعہ کا وقت آ گیا اور آپؐ نے وہاں اسلام کا پہلا جمعہ پڑھا اور پہلا خطبہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اپنی آئندہ زندگی کی فکر کرو۔ تم مرنے کے بعد خدا کے حضور حاضر کیے جاؤ گے اور وہ تم سے ہم کلام ہو گا۔ اور کہے گا کہ اے شخص! کیا تیرے پاس میرا رسولؐ نہیں آیا تھا جس نے تجھے میرے احکام پہنچائے۔ کیا میں نے مال دے کر تجھ پر فضل نہیں کیا تھا؟ پھر تو نے کیا توشہ آگے بھیجا؟ وہ شخص دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھے گا، کچھ نہ پائے گا۔ پھر سامنے دیکھے گا تو جہنم کو پائے گا۔[۱۲۱]

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں قیام

حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدینۂ پاک میں تشریف لانا، وہاں پہلا جمعہ پڑھنا، وہاں پہلا خطبہ ارشاد فرمانا اور حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں قیام فرمانا ہجرتِ مدینہ ہی سے متعلق ہے۔ لیکن الگ الگ نہایت اہم واقعات ہیں، اس لیے ان کا علیحدہ علیحدہ ذکر ضروری سمجھا گیا ہے۔

"رحمتِ دو عالم" میں ہے "۲۰ ربیع الاوّل کو بروز جمعہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں داخل ہوئے۔ ارادتمند مدینے والوں کی مسرت کا جوش اور ارادت کے اظہار کا ولولہ اس درجہ تک تھا کہ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ آپؐ میرے ہی گھر میں اُتریں مگر آپؐ نے کسی کی دل شکنی کو گوارا نہ کیا اور فرمایا کہ جہاں میری اونٹنی جاکر خود بخود بیٹھ جائے گی، میں وہیں اُتر پڑوں گا۔۔۔۔ جہاں اب مسجدِ نبویؐ ہے، اونٹنی وہاں بیٹھ گئی۔۔۔۔ اس کے بعد اونٹنی اُٹھی، کچھ قدم آگے چل کر پھر مڑ کر وہیں آگئی۔ جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ یہ دوبارہ بیٹھنا آخری فیصلہ تھا۔ ہر چند لوگوں نے کوشش کی کہ اونٹنی اٹھے مگر وہ نہ اُٹھی۔ چونکہ اس مقام کے پاس جہاں اب مسجدِ نبویؐ ہے، ابوایوبؓ انصاری کا گھر تھا۔ اس لیے آپؐ اُنھی کے یہاں مہمان اُترے"۔ ۱۲۲

"نقوش" میں ہے "ہجرت کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ کی طرف چلے تو بہت سے قبائل نے آپؐ کے ٹھہرانے کی تمنا ظاہر کی لیکن یہ سعادت سیدنا ابوایوب کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپؐ کی اونٹنی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب بیٹھ گئی"۔ ۱۲۳

شبلی نعمانی لکھتے ہیں "جہاں اب مسجدِ نبویؐ ہے اس سے متصل حضرت ابوایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ کوکبۂ نبویؐ یہاں پہنچا۔ سخت کشمکش تھی کہ آپؐ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو؟۔۔۔۔ آخر یہ دولت ابوایوب کے حصہ میں آئی"۔ ۱۲۴ محمد نظام الدین احمد جعفری کی کتاب میں ہے "۱۴ روز اقامتِ محلہ قبا کے بعد، آپؐ نے اندر شہر

کے ارادہ اقامت کا فرمایا۔شہر کے لوگ کمال متمنی اس بات کے تھے اور ہر ایک کی نہایت آرزو تھی کہ آپؐ ہمارے محلہ میں ٹھہریں۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ نے فرمایا ناقہ مامور ہے جہاں بیٹھے گی وہاں ٹھہروں گا۔اونٹنی چلتے چلتے منبر مسجد شریف کی جگہ بیٹھ گئی، پھر اٹھی اور دروازہ ابو ایوب انصاری پر بیٹھی[125] "تواریخ حبیبؐ اللہ میں ہے کہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں ٹھہریں مگر آپؐ نے فرمایا میری اونٹنی اس کام کے لیے مامور ہے اور اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔"[126]

انصار کے ہر قبیلے اور خاندان کی دلی آرزو تھی کہ میزبانی کا شرف اسے بخشا جائے۔ ۔ ۔ ۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اونٹنی کو چھوڑ دو وہ خدا کی طرف سے مامور ہے۔اونٹنی چکر کاٹ کر ابو ایوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی"[127]

"آفتاب رسالت" میں عبدالسلام بیان کرتے ہیں "ہر ایک کی تمنا ہے کہ اس سعادت کا شرف مجھے عطا ہو۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابو ایوبؓ کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی اور آپؐ ابو ایوبؓ انصاری کے مکان میں تشریف لے گئے"[128]

شیخ محمد رضا کی کتاب میں ہے "بنو سالم کے مقام پر نماز پڑھنے کے بعد شہر مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔سب کی خواہش تھی کہ آپؐ ان کے ہاں ٹھہریں۔ آپؐ نے اونٹنی کو چھوڑ دیا اور وہ خدا کے حکم سے حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی اور اس طرح آپؐ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان بنے"[129] "حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے پر قیام کیا"[130]

"انوار محمدیہ" میں ہے "بعد از نماز آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور مدینے کو چلے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چلتے چلتے وہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ رضی اللہ عنہ کے صحن میں بیٹھ گئی، گردن زمین پر رکھ دی اور بغیر منہ کھولے آہستہ آہستہ بولنے لگی۔آپؐ اترے اور فرمایا "یہ ہے ان شاء اللہ ہماری منزل اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کجاوہ اٹھا کر اندر لے گئے۔"[131]

"مدینہ میں ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مہمان بنیں مگر

آپؐ کی اونٹنی حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔ حضرت ابوایوبؓ نے سامان اٹھایا اور اپنے گھر میں لے گئے۔" ۱۴۲ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی قصوی پر سوار جب مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ جس محلہ یا گلی میں جاتے، لوگ آپؐ کی اونٹنی کو پکڑتے تاکہ آپؐ انہی کے گھر میں قیام فرمائیں مگر آپؐ نے فرمایا کہ اونٹنی کے راستے سے ہٹ جاؤ، یہ حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ اونٹنی چلتے چلتے مسجد نبویؐ کی جگہ جا رکی۔ تھوڑا سا آگے گئی پھر واپس پہلی جگہ پر آکر بیٹھ گئی۔ وہاں حضرت ابوایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔" ۱۴۳

مسجدِ نبویؐ کی تعمیر

"مسجدِ نبویؐ کی تعمیر ربیع الاوّل ۱ھ میں ہوئی۔ سرکار رحمۃ للعالمینؐ مدینے میں تشریف لائے تو آپؐ نے فوراً ہی اپنے منصوبے کے مطابق تعمیری و انقلابی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا اور اس مقصد کی خاطر سب سے پہلے مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کی۔ آپؐ نے جس زمین پر مسجد تعمیر کی۔ وہ بنو نجار کے دو انصار کی ملکیت تھی جن کے نام سہل اور سہیل تھے۔ یہ دو بھائی تھے انہوں نے یہ زمین "خدا کے گھر" کے لیے بلا معاوضہ آپؐ کی نذر کرنا چاہی۔ لیکن آپؐ نے باصرار قیمت دے کر خریدا۔ آپؐ چونکہ عنقریب اسلامی مملکت کے پہلے سربراہ یعنی حکمران بننے والے تھے لہٰذا آپؐ نے مفت زمین لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس سے آئندہ حکمرانوں کو لوگوں سے جبراً بلا قیمت زمین لینے کا (چاہے مسجد ہی کے لیے ہو) جواز مل جاتا اور لوگ اسے سُنتِ حسنہ سمجھ بیٹھتے اور اس طرح دنیا میں ظلم کی رسم پڑ جاتی۔" ۱۴۴

پہلی اذان

کتاب "پیغمبرِ اعظم و آخر" کے مطابق پہلی اذان ربیع الاول ۱ھ مطابق اکتوبر

۶۲۲ھ کو مسجدِ نبویؐ میں دی گئی۔ ڈاکٹر نصیر الدین ناصر لکھتے ہیں "مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کے ساتھ نظامِ صلوٰۃ کے قیام کی پہلی ضرورت تو پوری ہو گئی لیکن وقتِ مقررہ پر با جماعت نماز ادا کرنے کا بند و بست کرنا ابھی باقی تھا۔ صحابہ کرامؓ نے اس سلسلے میں متعدد تجاویز پیش کیں۔ مثلاً ناقوس، دف، منادی وغیرہ کے ذریعے لوگوں کو مطلع کیا جائے لیکن آپؐ نے کسی تجویز کو پسند نہ فرمایا۔ آپؐ یقیناً وحی کے منتظر تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وحی کے ذریعے اذان کے مروّجہ طریقے اور الفاظ سے مطلع کیا۔ حسنِ توارد دیکھیے کہ بعض صحابۂ کرام حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے بھی خواب میں مروّجہ اذان سنی اور آپؐ کی خدمتِ اقدس میں اس کا اظہار کیا۔ آپؐ نے فرمایا "اس میں وحی تم سے سبقت لے گئی"۔ پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور اس طرح حضرت بلالؓ کو اسلام کا پہلا مؤذن بننے کا قابلِ رشک شرف حاصل ہے۔" [۱۲۵]

غزوۂ بواط

حضور نبیٔ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حیاتِ طیبہ میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے بہت سے معرکے ہوئے۔ ان میں سے کئی غزوے اور کئی سرایا بھی ربیع الاوّل کے مہینے میں وقوع پذیر ہوئے۔ ایسے معرکوں کا اجمالی ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

غزوۂ بواط ربیع الاول ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء میں ہوا۔ [۱۲۶] اس غزوہ کے علمبردار سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ [۱۲۷] اور ان کا نائب سعد بن معاذؓ کو مقرر کیا گیا تھا۔ [۱۲۸] یہ غزوہ ہجرت سے تیرھویں مہینے کے آغازِ ماہِ ربیع الاوّل میں وقوع ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ علمدار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا اور دو سو اصحاب کے ساتھ قافلۂ قریش کے قصد سے نکلے جس میں اُمیہ بن خلف اور قریش کے سو آدمی اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے مگر مقابلہ نہ ہوا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بواط سے واپس تشریف لے آئے۔ [۱۲۹]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس غزوے کا ذکر کیا ہے
لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قافلے کے ساتھ روانگی کا بطورِ خاص ذکر نہیں کر
لکھتے ہیں: "ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاول کے مہینے میں غزوۂ بواط میں دوسو
صحابہؓ کو قریش کے قافلے سے جنگ کے لیے روانہ کر دیا۔ ان میں اُمیہ بن خلف تھا
یہ لوگ رضویٰ کے اطراف میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ مدینہ سے تین منزل مکہ کی طرف ہے
یہ لوگ بھی جنگ کے بغیر مدینہ مشرفہ واپس آگئے"۔[140] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون
"سیرتِ نبویؐ (توقیت کی روشنی میں)" میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ بواط غزوۂ بدرِ اولیٰ کے
کا واقعہ ہے۔ لکھتے ہیں" اس غزوہ پر جانے کی تاریخ ابنِ حبیب کے موجودہ نسخے میں
۲ ربیع الآخر یوم دوشنبہ نظر آتی ہے مگر ساتھ ہی تاریخ مراجعت دوشنبہ ۲ ربیع
بیان کی گئی ہے"۔[141] غزوۂ بواط ابتدائی مہموں کے سلسلے کی پانچویں کڑی تھی۔ واق
کے مطابق بواط ایک مقام تھا جو ضبیہ کے کنارے ذی خشب کے نواح میں واقع تھا
اور مدینہ سے اس کا فاصلہ محض تین بُرد تھا۔ ربیع الاول ۲ھ/ستمبر ۶۲۳ء میں یعنی
چوتھی مہم کے ایک ماہ کے اندر اندر آپ کاروانِ قریش کو روکنے کی غرض سے نکلے
اس بار کاروانِ مکہ میں سو قریشی تھے اور پندرہ سو اونٹ اور سالارِ کارواں امیہ بن خلف
جمحی تھا لیکن مڈبھیڑ نہیں ہوئی اور آپؐ لوٹ آئے۔[142] "خطباتِ سیرت" میں حافظ
محمد یونس لکھتے ہیں "ربیع الاول ۲ھ کو حضورؐ بہ نفسِ نفیس ۲۰۰ جانثاروں کو لے کر رضوی
پہاڑ ینبوع کے علاقے میں گئے۔ راستہ میں ۱۰۰ آدمیوں کا قریش کا ایک قافلہ ملا۔ جو
اُمیہ بن خلف کی سرکردگی میں جا رہا تھا۔ مگر حضورؐ نے ان کو گزرنے دیا۔[143]

غزوۂ سفوان یا بدرِ اولیٰ

غزوۂ بدرِ اولیٰ یا غزوۂ سفوان ربیع الاول ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء میں ہوا[144]
مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ہجرت کے دوسرے سال ماہِ ربیع الاول
ہی میں کرز بن جابر فہری (جو روسائے مشرکین میں سے تھا مگر بعد میں ایمان لایا

کی گوشمالی کے لیے ایک اور غزوہ کی تیاری کی گئی۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم علمدار تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ کرز نہ مذکور مدینہ منورہ کے اونٹ جو جماد میں چرا کرتے تھے، ہانک کر لے گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے نواح میں وادئ سفوان تک تشریف لے گئے مگر کرز بچ کر نکل گیا۔ اور حضور سراپا نور مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے۔[۱۴۵] "خطباتِ سیرت" میں ہے" ربیع الاول ۲ ہجری کو کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب اطلاع ملی تو آپ نے سپاہیوں کا دستہ ساتھ لے کر اس کا پیچھا کیا۔ کرز تو بچ کر نکل گیا مگر آئندہ کے لیے سدّ باب ہو گیا[۱۴۶] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں " ابنِ اسحٰق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۲ھ کا تھا، چنانچہ ابنِ حبیب نے اس کی تاریخ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ھ ہی بیان کی ہے۔ بخلاف اس کے واقدی اور ابنِ سعد کے نزدیک یہ واقعہ ربیع الاوّل ۲ھ کا ہے[۱۴۷] محمد یٰسین مظہر صدیقی اپنے مضمون میں بدرِ اولیٰ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: " واقدی کا بیان ہے کہ ربیع الاوّل ۲ھ میں کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے اونٹوں پر، جو جماء اور اس کے نواح میں چرتے تھے، حملہ کیا تھا۔ خبر سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حملہ آوروں کے تعاقب میں نکلے مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ ... طبری کے بیان کے مطابق اضافہ ہے کہ شرکاء مہم سب کے سب مہاجر تھے لیکن ان کی تعداد کسی نے بھی نہیں بیان کی ہے۔ ابنِ اسحاق اور ابنِ ہشام کے بیانات بھی دوسروں کی مانند ہیں[۱۴۸]

غزوۂ لوط

مولوی اشرف علی تھانوی کے مطابق " ربیع الاوّل ۲ ہجری میں غزوۂ لوط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں۔ قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ملا۔[۱۴۹]

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس غزوے کا ذکر کیا ہے لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قافلے کے ساتھ روانگی کا بطورِ خاص ذکر نہیں کیا۔ لکھتے ہیں: "ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاوّل کے مہینے میں غزوۂ بواط میں دو سو صحابہؓ کو قریش کے قافلے سے جنگ کے لیے روانہ کر دیا۔ ان میں اُمیّہ بن خلف تھا۔ یہ لوگ رضوی کے اطراف میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ مدینہ سے تین منزل مکہ کی طرف ہے۔ یہ لوگ بھی جنگ کے بغیر مدینہ مشرفہ واپس آگئے۔"[۱۴۰] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون "سیرتِ نبویؐ (توقیت کی روشنی میں)" میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ بواط غزوۂ بدرِ اولیٰ کے بعد کا واقعہ ہے۔ لکھتے ہیں "اس غزوہ پر جانے کی تاریخ ابنِ حبیب کے موجودہ نسخے میں ۲ ربیع الآخر یوم دوشنبہ نظر آتی ہے مگر ساتھ ہی تاریخ مراجعت دوشنبہ ۲ ربیع الآخر بیان کی گئی ہے۔"[۱۴۱] غزوۂ بواط ابتدائی مہموں کے سلسلے کی پانچویں کڑی تھی۔ واقدی کے مطابق بواط ایک مقام تھا جو ضنیہ کے کنارے ذی خشب کے نواح میں واقع تھا اور مدینہ سے اس کا فاصلہ محض تین بُرد تھا۔ ربیع الاول ۲ھ / ستمبر ۶۲۳ء میں یعنی چوتھی مہم کے ایک ماہ کے اندر اندر آپ کاروانِ قریش کو روکنے کی غرض سے نکلے۔ اس بار کاروانِ مکہ میں سو قریشی تھے اور پندرہ سو اونٹ اور سالارِ کارواں امیّہ بن خلف جمحی تھا لیکن مڈبھیڑ نہیں ہوئی اور آپؐ لوٹ آئے۔[۱۴۲] "خطباتِ سیرت" میں حافظ محمد یونس لکھتے ہیں "ربیع الاوّل ۲ھ کو حضورؐ بہ نفس نفیس ۲۰۰ جانثاروں کو لے کر رضوی پہاڑ ینبوع کے علاقے میں گئے۔ راستہ میں ۱۰۰ آدمیوں کا قریش کا ایک قافلہ ملا جو اُمیّہ بن خلف کی سرکردگی میں جا رہا تھا مگر حضورؐ نے ان کو گزرنے دیا۔[۱۴۳]

غزوۂ سفوان یا بدرِ اولیٰ

غزوۂ بدرِ اولیٰ یا غزوۂ سفوان ربیع الاوّل ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء میں ہوا۔[۱۴۴] مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ہجرت کے دوسرے سال ماہِ ربیع الاوّل ہی میں کرز بن جابر فہری (جو رؤسائے مشرکین میں سے تھا مگر بعد میں ایمان لایا)

کی گوشمالی کے لیے ایک اور غزوہ کی تیاری کی گئی۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم علمدار تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ کرز مذکور مدینہ منورہ کے اونٹ جو جماء میں چرا کرتے تھے، ہانک کر لے گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے نواح میں وادیٔ سفوان تک تشریف لے گئے مگر کرز بچ کر نکل گیا۔ اور حضور سراپا نور مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے[۱۴۵] "خطباتِ سیرت" میں ہے "ربیع الاول ۲ ہجری کو کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اطلاع ملی تو آپؐ نے سپاہیوں کا دستہ ساتھ لے کر اس کا پیچھا کیا۔ کرز تو بچ کر نکل گیا مگر آیندہ کے لیے سد باب ہو گیا[۱۴۶] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "ابنِ اسحٰق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۲ھ کا تھا، چنانچہ ابنِ حبیب نے اس کی تاریخ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ھ ہی بیان کی ہے۔ بخلاف اس کے واقدی اور ابنِ سعد کے نزدیک یہ واقعہ ربیع الاوّل ۲ھ کا ہے[۱۴۷] محمد یٰسین مظہر صدیقی اپنے مضمون میں بدرِ اولیٰ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: "واقدی کا بیان ہے کہ ربیع الاوّل ۲ھ میں کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے اونٹوں پر، جو جماء اور اس کے نواح میں چرتے تھے، حملہ کیا تھا۔ خبر سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حملہ آوروں کے تعاقب میں نکلے مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ ۔۔۔ طبری کے بیان کے مطابق اضافہ ہے کہ شرکاء مہم سب کے سب مہاجر تھے لیکن ان کی تعداد کسی نے بھی نہیں بیان کی ہے۔ ابنِ اسحاق اور ابنِ ہشام کے بیانات بھی دوسروں کی مانند ہیں۔[۱۴۸]

غزوۂ لوط

مولوی اشرف علی تھانوی کے مطابق "ربیع الاوّل ۲ ہجری میں غزوۂ لوط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں۔ قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا، مگر مقابل نہیں ملا۔"[۱۴۹]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس غزوے کا ذکر کیا ہے لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قافلے کے ساتھ روانگی کا بطورِ خاص ذکر نہیں کیا۔ لکھتے ہیں: "ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاوّل کے مہینے میں غزوۂ بواط میں دو سو صحابہؓ کو قریش کے قافلے سے جنگ کے لیے روانہ کر دیا۔ ان میں اُمیّہ بن خلف تھا۔ یہ لوگ رضوی کے اطراف میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ مدینہ سے تین منزل مکہ کی طرف ہے۔ یہ لوگ بھی جنگ کے بغیر مدینہ مشرفہ واپس آ گئے۔"[۱۴۰] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون "سیرتِ نبویؐ (توقیت کی روشنی میں)" میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ بواط غزوۂ بدرِ اولیٰ کے بعد کا واقعہ ہے۔ لکھتے ہیں "اس غزوہ پر جانے کی تاریخ ابنِ حبیب کے موجودہ نسخے میں ۲ ربیع الآخر یوم دوشنبہ نظر آتی ہے مگر ساتھ ہی تاریخ مراجعت دوشنبہ ۲ ربیع الآخر بیان کی گئی ہے۔"[۱۴۱] غزوۂ بواط ابتدائی مہموں کے سلسلے کی پانچویں کڑی تھی۔ واقدی کے مطابق بواط ایک مقام تھا جو ضبّہ کے کنارے ذی خشب کے نواح میں واقع تھا اور مدینہ سے اس کا فاصلہ محض تین بُرد تھا۔ ربیع الاول ۲ھ / ستمبر ۶۲۳ء میں یعنی چوتھی مہم کے ایک ماہ کے اندر اندر آپ کاروانِ قریش کو روکنے کی غرض سے نکلے۔ اس بار کاروانِ مکہ میں سو قریشی تھے اور پندرہ سو اونٹ اور سالارِ کارواں امیہ بن خلف بھی تھا لیکن مڈبھیڑ نہیں ہوئی اور آپؐ لوٹ آئے۔[۱۴۲] "خطباتِ سیرت" میں حافظ محمد یونس لکھتے ہیں "ربیع الاوّل ۲ھ کو حضورؐ بہ نفسِ نفیس ۲۰۰ جاں نثاروں کو لے کر رضوی پہاڑ ینبوع کے علاقے میں گئے۔ راستہ میں ۱۰۰ آدمیوں کا قریش کا ایک قافلہ ملا۔ جو اُمیّہ بن خلف کی سرکردگی میں جا رہا تھا مگر حضورؐ نے ان کو گزرنے دیا۔[۱۴۳]

غزوۂ سفوان یا بدرِ اولیٰ

[۱۴۴] غزوۂ بدرِ اولیٰ یا غزوۂ سفوان ربیع الاوّل ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء میں ہوا۔ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ہجرت کے دوسرے سال ماہِ ربیع الاوّل ہی میں کرز بن جابر فہری (جو روسائے مشرکین میں سے تھا مگر بعد میں ایمان لایا)

کی گوشمالی کے لیے ایک اور غزوہ کی تیاری کی گئی۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم علمدار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ کرز مذکور مدینہ منورہ کے اونٹ جو جمار میں چرا کرتے تھے، ہانک کر لے گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے نواح میں وادی سفوان تک تشریف لے گئے مگر کرز بچ کر نکل گیا۔ اور حضور سراپا نور مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے[145] "خطبات سیرت" میں ہے "ربیع الاول ۲ ہجری کو کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اطلاع ملی تو آپؐ نے سپاہیوں کا دستہ ساتھ لے کر اس کا پیچھا کیا۔ کرز تو بچ کر نکل گیا مگر آیندہ کے لیے سدباب ہو گیا"[146] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "ابن اسحٰق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۲ھ کا تھا، چنانچہ ابن حبیب نے اس کی تاریخ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ھ ہی بیان کی ہے۔ بخلاف اس کے واقدی اور ابن سعد کے نزدیک یہ واقعہ ربیع الاوّل ۲ھ کا ہے"[147] محمد یٰسین مظہر صدیقی اپنے مضمون میں بدر اولیٰ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: "واقدی کا بیان ہے کہ ربیع الاوّل ۲ھ میں کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے اونٹوں پر، جو جمار اور اس کے نواح میں چرتے تھے، حملہ کیا تھا۔ خبر سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حملہ آوروں کے تعاقب میں نکلے مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ ... طبری کے بیان کے مطابق اضافہ ہے کہ شرکاء مہم سب کے سب مہاجر تھے لیکن ان کی تعداد کسی نے بھی نہیں بیان کی ہے۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام کے بیانات بھی دوسروں کی مانند ہیں"[148]

غزوۂ لوط

مولوی اشرف علی تھانوی کے مطابق "ربیع الاوّل ۲ ہجری میں غزوۂ لوط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں۔ قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ملا۔[149]

سریۂ زید بن حارثہ

مولوی اسحٰق النبی علوی لکھتے ہیں "سریۂ زید بن حارثہ کے متعلق ابن اسحٰق کی تشریح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے چھ ماہ بعد کا ہے۔ یعنی ربیع الاول ۳ھ کا بخلاف اس کے واقدی اور ابن سعد نے اس کو جمادی الاخریٰ کا واقعہ قرار دیا ہے۔ اس واقعے کی تاریخوں پر بھی دو تقویمی کارفرمائی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ جدول تقدیم میں ربیع الاول ۳ھ مکی، جمادی الاخریٰ مدنی کے مطابق ہے۔ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ موسم سرما کا تھا۔ جدول سے اندازہ ہوتا ہے کہ ربیع الاول ۳ھ نومبر دسمبر ۶۲۴ھ سے مطابق تھا۔[150]

کعب بن اشرف کا قتل یا سریۂ محمد بن مسلمہ

محمد بن مسلمہؓ کی قیادت میں یہودی کعب بن اشرف کا خاتمہ ربیع الاول ۳ھ اگست ستمبر ۶۲۴ء کو ہوا۔[151] شبلی نعمانی لکھتے ہیں "یہودیوں میں کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا۔۔۔۔ اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سرداران قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔۔۔۔ لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے شعر پڑھتا اور روتا اور رُلاتا تھا۔۔۔۔ مدینہ میں واپس آیا تو آنحضرتؐ کی ہجو میں اشعار کہنا اور لوگوں کو آنحضرتؐ کے برخلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔۔۔۔ فتنہ انگیزی کا زیادہ اندیشہ ہوا تو آپؐ کی مرضی سے حضرت محمد بن مسلمہؓ نے بہ مشورہ روسائے اوس جا کر اس کو ربیع الاول ۳ھ میں قتل کر دیا۔[152]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر "پیغمبر اعظم و آخر" میں لکھتے ہیں "یہودی فتنہ گر دسرغنہ کعب بن اشرف کا انجام ۱۴ ربیع الاول ۳ ھجری مطابق ۴ ستمبر ۶۲۴ء کو ہوا۔۔۔۔ محمد بن مسلمہؓ نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ایسے ڈرامائی انداز میں کعب بن اشرف کا خاتمہ کر دیا کہ یہود میں خوف و سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی اور انہیں تحریری طور پر عہد کرنا

پڑا کہ وہ آیندہ ایسی مذموم حرکات اور باغیانہ سرگرمیوں سے باز رہیں گے۔ اس واقعے سے وہ فتنہ فرو ہوگیا جو جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے لیے مہلک ثابت ہوسکتا تھا۔[۱۵۳] شیخ محمد رضا کے مطابق کعب بن اشرف محمد بن مسلمہؓ کا ماموں تھا مگر جب اس کی شرارتیں اور اسلام کے خلاف حربے حد سے بڑھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی "اے اللہ! مجھے جس طرح ہو کعب بن اشرف کے فتنہ سے بچا"۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے اپنے ماموں کو مارنے کی اجازت آپؐ سے لی۔ اور حضرت ابونائلہؓ جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی اور شاعر تھے اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ شیخ محمد رضا یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۳ھ مطابق ۶۲۴ء میں ہوا۔[۱۵۴]

اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا انتقال

حضرت زینبؓ بنت خزیمہ بن حارث قیسیہ جو قبیلہ عامر بنو صعصعہ قریش سے تعلّق رکھتی تھیں۔ لقب اُمّ المساکین تھا۔ آپ شہیدِ اُحد حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی بیوہ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اوائل رمضان میں دوسرا نکاح فرمایا اور بارہ اوقیہ زرِ مہر قرار پایا۔ آپؓ نے اسی سال یعنی ۳ھ ربیع الاول میں انتقال فرمایا۔[۱۵۵]

حضرت اُمِّ کلثومؓ کا نکاح

عمر ابو النصر "رسولِ عربیؐ" میں حضرت اُمّ کلثومؓ کے نکاح کے بارے میں لکھتے ہیں "حضرت عثمانؓ کی پہلی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ جب حضور جنگِ بدر کے لیے تشریف لے جانے لگے تو وہ سخت بیمار ہوگئیں اور چند ہی دنوں میں ان کی وفات ہوگئی۔ ان کی وفات کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ کی شادی حضرت

عثمانؓ سے کردی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہا جاتا ہے۔ یہ شادی ربیع الاوّل ۳ھ میں ہوئی۔[156] مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "اس واقعے سے متعلق واقدی کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ سے ان کا نکاح ربیع الاوّل ۳ھ میں ہوا تھا مگر رخصتی جمادی الاخریٰ میں ہوئی، جس کی بظاہر کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوئی۔ گمان غالب یہ ہے کہ واقدی کو اس نکاح کی دو مختلف روایتیں پہنچی تھیں۔ ایک ربیع کی دوسری جمادی کی۔ ان دونوں میں تطبیق کی خاطر انہوں نے نکاح اور رخصتی دونوں رسموں کو علیحدہ علیحدہ مہینے میں قرار دیا۔"[157]

"مدینۃ الرسولؐ" میں ہے "حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ربیع الاوّل ۳ھ میں سیدنا عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ چھ سال تک سیدنا عثمانؓ کے ساتھ رہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں۔ ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔[158] مولانا سید سلیمان ندوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "۳ھ میں جو غزوۂ بدر کا سال تھا حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تو ربیع الاوّل میں حضرت عثمانؓ نے حضرت اُمِّ کلثومؓ سے نکاح کر لیا۔ بخاری میں ہے کہ جب حضرت حفصہؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت عثمانؓ نے تامل کیا لیکن دوسری روایتوں میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا: میں تم کو عثمانؓ سے بہتر شخص کا پتا دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لیے تم سے بہتر شخص ڈھونڈتا ہوں تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دو۔ اور میں اپنی لڑکی کی شادی عثمانؓ سے کر دیتا ہوں۔"[159] شاہ مصباح الدین شکیل کے مطابق یہ شادی وحیِ الٰہی کی بنا پر ہوئی۔" ۲ھ میں بدر کی لڑائی کی فتح کے دن حضرت رقیہؓ راہیِ ملکِ عدم ہوئیں حضرت عثمانؓ بے حد مغموم رہنے لگے۔ ایک دن حضورؐ نے فرمایا کہ اے عثمان! اس قدر کیوں حزن و ملال میں مبتلا ہو۔ عرض کیا مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا

کہ نبی زادی خاک بسر ہوئیں اور خانوادۂ نبوت سے ہمیشہ کے لیے میرا رشتہ ٹوٹ گیا۔ ابھی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیل امین اس حکم کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اُمِ کلثومؓ کا عقد عثمان کے ساتھ کر دیا۔ تعمیل حکم میں حضرت رقیہؓ کے مہر کے برابر مہر پر عقد ہوا۔ یہ واقعہ ربیع الاول کا ہے۔ دو ماہ بعد جمادی الآخر ۳ھ ہجری میں رخصتی عمل میں آئی۔[160]

شیخ محمد رضا کی کتاب میں ہے کہ حضرت رقیہؓ کے انتقال پر حضرت اُم کلثومؓ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ ربیع الاول ۳ھ کو کر دیا۔ اور دو ماہ بعد رخصتی ہوئی۔[161]

غزوۂ ذو اَمر یا غزوۂ انمار یا غزوۂ غطفان

مولوی اسحٰق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "غزوۂ ذو امر کے واقعے کی توقیت پر بھی دو تقویمی کارفرمائی کا اثر واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کیونکہ ابنِ اسحٰق کی صراحت سے اس کی تاریخ آخر ذوالحجہ ۲ھ ثابت ہوتی ہے جبکہ واقدی کے نزدیک یہ ربیع الاول ۳ھ کا واقعہ تھا۔ جدول سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۲ھ میں ذوالحجہ اور ربیع الاول متبادل مہینے تھے۔[162] ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کے مضمون میں ہے "غزوۂ ذو اَمر ربیع الاول ۳ھ مطابق ستمبر ۶۲۴ء کو ہوا۔[163] جبکہ ڈاکٹر نصیر الدین ناصر کے مطابق یہ غزوہ محرم ۳ ہجری مطابق ۶۲۴ء کو ہوا۔[164]

غزوۂ بنی نضیر

حکیم غلام نبی لکھتے ہیں "ربیع الاول ۴ھ مطابق ۶۲۵ء میں غزوۂ بنی نضیر پیش آیا۔ جس کے بعد یہودان بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔[165] عبدالقدوس ہاشمی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ ربیع الاول ۴ ہجری کو غزوۂ بنو نضیر پیش آیا۔[166] شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب میں ہے "ربیع الاول کے

ماہ میں غزوہ بنی النضیر واقع ہوا۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا۔ یہاں کے لوگوں کو چھ روز تک محصور رکھا گیا۔ آخر کار جب یہ لوگ شام کی جانب جلا وطنی پر راضی ہو گئے تو انہیں جانے کی اجازت مل گئی۔"[167] ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کے مطابق غزوہ بنو نضیر کا واقعہ ربیع الاول ۴ھ مطابق اگست ۶۲۵ء کو پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اپنا خلیفہ حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔[168] ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنے مضمون میں لکھتے ہیں "بنو نضیر یہود مدینہ کا ایک قبیلہ تھا جو مسجد نبوی سے جنوب مشرق کی طرف شہر سے باہر آباد تھا۔ یہ ہر وقت اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپؐ ہمارے تین علماء سے اسلام پر گفتگو کرنے کے لیے تشریف لائیں اور ساتھ تین صحابی بھی لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعوت قبول فرمالی اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو ساتھ لے کر ان کے ہاں چلے گئے۔ یہود نے آپؐ کے آنے سے پہلے چھت پر ایک یہودی کو چڑھا دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ جب مسلمان باتوں میں لگ جائیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک وزنی سل گرا دے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو انہیں اسی دیوار کے سائے میں بٹھایا گیا لیکن وحی نے آپؐ کو سازش کی اطلاع دے دی۔ چنانچہ آپؐ اُٹھ کر واپس چلے گئے اور بنو نضیر کو سزا دینے کی سکیم بنانے لگے۔ آپؐ ربیع الاول ۴ھ میں صحابہؓ کا ایک جیش لے کر بنو نضیر کے محلے میں گئے، ان کا محاصرہ کر لیا اور پندرہ دن کے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ یہود ہتھیار چھوڑ جائیں اور جتنا سامان اُٹھا سکتے ہیں، لے کر مدینہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ خیبر وغیرہ کی طرف چلے گئے۔[169]

نور بخش توکلی لکھتے ہیں۔ "آپؐ نے بنو نضیر کی شرارتوں سے تنگ آکر اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار آپؐ نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا اور اجازت دی کہ وہ جو مال اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔"[170] شیخ محمد رضا کی کتاب میں ہے "بنو نضیر میں سے صرف

دو شخص اسلام لائے ۔ یامین بن عمیر بن کعب بن عمیر بن حجاش اور ابوسعد بن وہب ۔
چنانچہ یہ بدستور اپنے اموال پر قابض رہے اور انہوں نے اپنا مال و سامان محفوظ کر لیا ۔ اس غزوہ میں عزوک قتل کر دیا گیا جو بنی نضیر کا بہادر تیر انداز تھا ۔ اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا ۔[141] شاہ عطاء اللہ خاں کہتے ہیں " بنی نضیر کی جلا وطنی ربیع الاول ۴ھ میں ہوئی ۔ بنو قریظہ نے تو آپؐ سے معاہدہ کر لیا مگر بنو نضیر نے اپنی شرارتوں اور شیطنت کاریوں پر برابر قائم رہے ۔ انہیں اپنی شجاعت و دولت مندی اور مضبوط و مستحکم قلعوں پر بڑا ناز تھا ۔ قریش کے بھروں میں آئے ہوئے تھے ۔ اعلانیہ کہتے تھے کہ مسلمان ابھی قریش ہی سے لڑے ہیں ہمارے دست و بازو انہوں نے نہیں دیکھے ۔ ہم سے مقابلہ پڑے تو ہم انہیں دکھا دیں ۔ رسول کریمؐ انہیں سمجھانے کے لیے گئے تو انہوں نے یہ انتظام کیا کہ آپؐ کو دھوکے سے بلا کر اوپر سے پتھر لڑھکا کر شہید کر دیں ۔ چنانچہ انہوں نے آگے بلایا مگر آپؐ کو ان کی سازش کا علم ہو گیا ۔ اور آپؐ لوٹ آئے ۔ ۔ ۔ جب یہ کسی طرح باز نہ آئے تو انہیں سزا دینے کا تہیہ کیا گیا ۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک جمعیت لے کر ان کا محاصرہ کر لیا ۔ جب یہ ہر طرح سے مجبور ہو گئے تو انہوں نے اظہار عجز کیا اور یہ خود ہی جلا وطنی پر راضی ہو گئے ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کر لی ۔ اور انہیں اپنے تمام مال و متاع سمیت نکل جانے کی اجازت دے دی[142] مولوی اسحق النبی علوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں " غزوۂ بنو نضیر کے واقعہ کی تاریخ ابن حبیب سہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۴ ہجری بیان کی ہے جو مکی تقویم کے حساب سے ٹھیک بیٹھتی ہے ۔ وسٹنفیلڈ کی تقویم کے اعتبار سے یہ تاریخ غلط ہے "[143]

مسجد الفضیخ یا مسجد الشمس

عبد الباری لکھتے ہیں " اس واقعہ (غزوہ بنی نضیر) کی یادگار میں مسجد شمس یا مسجد الفضیخ یا مسجد الفیضیخ موجود ہے[144] اب اس کو مسجد الشمس کہتے ہیں ۔ مسجد قبا کے

قریب یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو مسجدِ قبا سے مشرقی جانب ایک بلند مقام پر سیاہ پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔ اس کی چھت ندارد ہے۔ مربع گیارہ در گیارہ گز ہے۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنی النضیر کا محاصرہ کیا تھا اور ان کے قریب خیمہ لگایا تھا تو چھ روز تک اسی مسجد کی جگہ پر نماز ادا فرمائی تھی۔ اس کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔ ابن شیبہ اور ابن زبالہ بیان کرتے ہیں کہ ابوایوب اور انصار کی ایک جماعت اس مسجد کی جگہ پر بیٹھ کر فضیخ استعمال کرتے تھے (یہ ایک پینے کی چیز ہے)۔ جب شراب کی حرمت کے لیے آیت نازل ہوگئی تو اس خبر سن کر مشکیزہ کا منہ کھول دیا اور مشک میں جتنی فضیخ تھی، اسی مقام پر گرا دی۔ اس وجہ سے اس کو مسجد فضیخ کہتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ شاید یہ قصہ مسجد کی تعمیر سے پہلے کا ہو یا شراب کی نجاست کا علم اس کے بعد ہوا ہو۔ امام احمد اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ اسی مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فضیخ کا ایک کوزہ لایا گیا تھا جس کو آپؐ نے نوش فرمایا تھا۔ اسی سبب سے اس کو مسجد فضیخ کہتے ہیں۔ [175]

سورۂ حشر

غزوۂ بنی نضیر کے مہینہ یعنی ماہ ربیع الاوّل میں سورۂ حشر نازل ہوئی۔ [176]
شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سورۂ حشر پوری کی پوری بنونضیر کے واقعات میں نازل ہوئی ہے جس میں ان مصائب کا مفصّل بیان کیا گیا ہے جو خدا کی طرف سے یہود پر نازل ہوئے اور جو آنحضرتؐ نے ان پر اللہ کی طرف سے مسلّط فرمائے۔ بخاری شریف میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے۔ آپؐ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سورۂ حشر کا ذکر کیا تو فرمایا اسے سورۂ نضیر کہو۔ [177]
عبد الباری لکھتے ہیں " پڑاؤ ڈالنے کے بعد بنوالنضیر کے پورے محلہ کو اس طرح گھیر لیا کہ کسی طرف سے نہ کوئی نکل کر باہر جا سکے اور نہ باہر سے کسی قسم کی مدد محلہ میں پہنچ

سکے۔۔۔۔ مگر جب کیمپ سے دونوں محلوں کی طرف نگاہ دوڑائی جاتی تو درمیان کے کھجور کے درخت یہودیوں کے قلعوں کو آڑ کر لیتے تھے، ان درختوں کو بغیر کاٹے کام چلنا مشکل نظر آیا۔ حُسنِ اتفاق سے اِن زاویوں کے درمیان جو کھجور کے درخت حائل تھے، گھٹیا قسم کے تھے جن کے کاٹے جانے سے کم نقصان تھا۔ سہیلی کا تو بیان ہے کہ بنو النضیر اس کھجور کو غذا کے کام میں بھی نہ لاتے تھے۔۔۔۔۔ جب اس طرح درختوں کو کاٹا جانے لگا تو بنو قریظہ نے آپؐ کو کہلا بھیجا "اے محمدؐ تم تو فساد کو منع کرتے ہو اور کہتے ہو کہ میں اصلاح کرنے آیا ہوں، پھر یہ درخت کیوں کاٹ رہے ہو؟ کیا یہ اصلاح ہے۔ آپؐ کے اور مسلمانوں کے متفکر ہونے پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔۔۔" تم نے لینہ کے جو درخت کاٹ ڈالے یا جس قدر ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب خدا کے اذن سے ہوا اور اس لیے کہ وہ فاسقوں کو رسوا کرے۔" [۱۶۸]

شراب کی شرعی حد

عبدالقدوس ہاشمی لکھتے ہیں "۴ ہجری ربیع الاوّل غزوہ بنو نضیر ہوا اور شراب کی تحریم کا حکم نازل ہوا۔" [۱۶۹] شیخ محمد رضا شراب کے متعلق لکھتے ہیں "حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے شراب پینے والے کو کھجور کی چھڑی اور جوتوں سے پٹوایا۔۔۔۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کے سامنے ایک شخص کو پکڑ کر لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں اسے کھجور کی چھڑی سے چالیس ماریں لگوائیں۔ شراب ۴ھ میں غزوۂ بنی نضیر کے اثنا میں حرام کی گئی۔" [۱۷۰]

غزوہ دومۃ الجندل

"سراپائے اقدسؐ" میں ہے "ربیع الاوّل ۵ھ مطابق جولائی ۶۲۶ء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے لیکن آپؐ کی ہیبت کے سبب دشمن مقابلہ پر نہ آیا۔" [۱۸۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں "ربیع الاوّل

کے مہینے میں جنگ کے بغیر غزوۂ دومۃ الجندل واقع ہوا۔"[182] کرنل ڈاکٹر محمد ایوب خان اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں "دومۃ الجندل والوں کی خبر ملی کہ وہ مقابلہ کے لیے نکل رہے ہیں۔ ربیع الاول ۵ھ میں آپؐ نے ایک ہزار صحابہؓ کے ہمراہ ادھر مسابقت کی۔ وہ لوگ منتشر ہو گئے اور کچھ اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ملیں۔ دومۃ الجندل مدینہ سے پندرہ روز کی مسافت پر ہے اور دمشق سے پانچ روز کی مسافت پر۔[183] غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "دومۃ الجندل کا قصبہ مدینے سے پانچ سو میل شمال میں اس تجارتی شاہراہ کے قریب واقع تھا جو یمن سے شام تک جاتی تھی چونکہ وہاں کے قبائل مدینہ کے تجارتی قافلوں کے لیے خطرہ بن گئے تھے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گوشمالی کے لیے ۲۴/۲۳ ربیع الاول ۵ھ کو ایک ہزار صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ حضرت سباع بن عرفطہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور پندرہ دن کے بعد دومہ میں پہنچے لیکن قبائل منتشر ہو چکے تھے اس لیے واپس آ گئے۔[184]

"انوارِ محمدیہ" میں ہے "یہ غزوہ ہجرت کے انچاس ماہ کے بعد، ربیع الاوّل کے مہینے میں پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ وہاں شر پسندوں کی ایک جماعت ہے جو وہاں سے گزرنے والوں کو ستاتی ہے۔ چنانچہ آپؐ ایک ہزار صحابہ کو لے کر ربیع الاوّل کی پچیس تاریخ کو روانہ ہوئے اور مدینہ کی سربراہی سباع بن عُرفطہؓ کے سپرد کی۔ جب وہاں پہنچے تو سوائے بھیڑ بکریوں کے کچھ نہ تھا۔ چنانچہ ان کے ڈھور ڈنگر اور ریوڑ چرانے والوں کو قابو کر لیا۔ کئی مارے گئے اور کئی بھاگ گئے۔ اہالیانِ بستی کو پتہ چلا تو وہ غائب ہو گئے۔ آپؐ وہاں پہنچے تو کسی سے آمنا سامنا نہ ہوا۔ آپؐ نے چند دن وہاں قیام فرمایا اور اِدھر اُدھر مہمیں روانہ کیں۔ ربیع الثانی کی بیس تاریخ کو واپس آ گئے۔[185]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے مطابق "ربیع الاوّل ۵ھ مطابق اگست ۶۲۶ء میں آپؐ کو اطلاع ملی کہ دومۃ الجندل میں، جو مدینے سے پندرہ روز کی مسافت پر ہے، مشرکین کثیر تعداد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا منصوبہ قافلوں کو لوٹنا اور مدینے کو

تاخت و تاراج کرنا ہے۔ فتنے کو سر اٹھاتے ہی کچل دینا آپ کی کامیاب حکمت عملی تھی۔ لہذا آپ نے فوراً ۲۵ ربیع الاول ۵ھ مطابق ۲۴ اگست ۶۲۶ء کو ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف پیش قدمی کی۔ سباعؓ بن عرفطہ غفاری کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ مشرکین کو اسلامی لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ اٹھے۔ بغاوت فرو ہو گئی اور فتنہ دب گیا۔[۱۸۵]

مہم یا غزوۂ بنی لحیان

غلام نبی لکھتے ہیں "ربیع الاوّل ۵ھ مطابق جولائی ۶۲۶ء میں حضور علیہ السلام غزوۂ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے لیکن آپؐ کی ہیبت کے سبب دشمن مقابلہ پر نہ آیا۔"[۱۸۶] محمد یسین مظہر صدیقی کے مطابق "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن اُم مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔"[۱۸۷] شیخ محمد رضا کہتے ہیں: "یہ غزوہ ابتدائے ماہِ ربیع الاول ۶ھ مطابق جون جولائی ۶۲۷ء کو واقع ہوا جس کا سبب یہ ہوا تھا کہ آنحضرتؐ حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے ساتھی قراء کے قتل کی وجہ سے بہت رنجیدہ تھے جو ماہِ صفر ۴ھ میں بئر معونہ کے مقام پر دھوکے سے قتل کر دیے گئے تھے۔ پس آپؐ نے اس کا اظہار فرمایا کہ آپؐ شام جا کر ان مجرمین کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے ان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے۔۔۔ وہاں پہنچ کر آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ وہ کفار آپؐ کی آمد سے خائف ہو کر پہاڑیوں کی چوٹیوں پر جا چھپے ہیں۔ آپؐ نے وہاں ایک دو دن قیام فرمایا اور ان کی تلاش میں پہاڑوں کے ہر طرف طلایہ گرد دستے روانہ فرمائے۔ پس حضرت ابوبکرؓ کو دس سواروں کا دستہ دے کر روانہ فرمایا تاکہ قریش کو ان کی آمد کا علم ہو تو وہ دہشت زدہ ہو جائیں۔ پھر آنحضرتؐ بغیر جنگ کیے واپس ہو گئے۔"[۱۸۹]

نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں "یہ غزوہ یکم ربیع الاول ۶ھ مطابق ۲۱ جولائی ۶۲۷ء کو ہوا۔ اس مہم کا مقصد حضرت عاصم بن ثابتؓ اور دیگر شہدائے رجیع کا انتقام لینا"

تھا۔ اس کی قیادت آپؐ نے کی تھی۔ بنو لحیان خوف سے پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ آپؐ اہلِ مکّہ کو مرعوب کرنے کی خاطر اور آگے بڑھے اور مکّے کی حدود میں پہنچ کر مراجعت فرمائی۔[۱۹۰]

مہم عکاشہ رضؓ

غلام جیلانی برق لکھتے ہیں کہ "حضورؐ کو اطلاع ملی کہ نجد کا ایک قبیلہ اسد شرارت پر آمادہ ہے آپؐ نے حضرت عکاشہ رضؓ بن محصن الاسدی کو ربیع الاول ۶ھ میں چالیس صحابہ کا ایک دستہ دے کر اس کی گوشمالی کے لیے بھیجا۔ جب یہ دستہ ارض اسد کے ایک چشمے غمر پر پہنچا تو وہ لوگ منتشر ہو گئے۔[۱۹۱] محمد رضا لکھتے ہیں "غمر مکہ کے راستہ میں فید نامی قلعہ سے دو دن کے فاصلہ پر واقع قبیلہ بنی اسد کا کنواں ہے۔ یہ سریہ ماہ ربیع الاول ۶ھ میں پیش آیا۔ حضرت عکاشہ رضؓ چالیس آدمیوں کا دستہ لے کر روانہ ہوئے۔ دشمن ان کی آمد کی خبر سے خوف زدہ ہو کر فرار ہو گئے۔ جب مسلمان ان کے مقام پر پہنچے تو ان کے فرار ہو جانے کی وجہ سے ان کا شہر خالی پایا۔ پس مسلمانوں نے ان کی تلاش میں ایک دستہ روانہ کیا جنھوں نے قریب ہی ان کے اونٹوں کے پیروں کے نشانات دیکھ کر ادھر کا رخ کیا اور ان کے ایک آدمی کو پا لیا۔ اور اسے امان دے دی جس کے بدلے اس نے اپنے قبیلہ کے اونٹوں کا پتا بتا دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر کے ان کے دو سو اونٹ ہانک لیے اور اس پتا بتانے والے کو آزاد کر دیا۔ اور اونٹوں کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جنگ کی نوبت نہیں آئی۔[۱۹۲]

مہم ذوالقصّہ

نقوش کے مطابق "مدینہ سے چوبیس میل دور نجد میں بنو ثعلبہ کا ایک موضع ذوالقصّہ کہلاتا تھا۔ حضورؐ کو اطلاع ملی کہ وہاں ثعلبہ کے آدمی حملے کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے ربیع الاول ۶ھ میں محمد بن مسلمہؓ کو صرف دس صحابہ کے ہمراہ

مقابلے کے لیے بھیجا۔ وہاں ایک سو آدمی اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے سب کو مار ڈالا۔ صرف محمدؓ بن مسلمہ بچ کر نکل سکے۔ حضورؐ نے فوراً چالیس صحابہ کا ایک اور دستہ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کی قیادت میں روانہ کیا لیکن وہ لوگ منتشر ہو گئے۔ دو تین ہفتے بعد ثعلبہ کے چند آدمی اپنے اونٹوں کو چرانے کے لیے مدینہ کے قریب ایک چراگاہ میں آگئے۔ حضورؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو دوبارہ چالیس صحابہ کے ساتھ بھیجا، وہ خود تو بھاگ گئے۔ لیکن ان کے بیشتر مویشی پیچھے رہ گئے۔ جنہیں یہ ہانک لائے۔[۱۹۳]

غزوہ ذی قرد

"سراپائے اقدس" میں ہے "ربیع الاول ۶ھ مطابق جون جولائی ۶۲۷ء کو غزوۂ بنی لحیان واقع ہوا۔۔۔ اسی ماہ غزوۂ ذی قرد پیش آیا جس میں دشمن کو ذلت آمیز شکست ہوئی"۔[۱۹۴] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "اس کا نام غزوۂ غابہ بھی ہے۔ ذو قرد غطفان کے علاقے کے قریب مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے۔ یہ غزوہ ماہ ربیع الاول ۶ھ مطابق جولائی ۶۲۷ء میں پیش آیا تھا۔ بخاری میں ہے کہ یہ غزوہ خیبر سے تین دن قبل اور غزوہ حدیبیہ کے بیس دن بعد پیش آیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ عیینہ بن حصن فزاری نے آنحضرتؐ کے اونٹوں پر چھاپہ مارا تھا۔۔۔ آنحضرتؐ نے حسب عادت اپنے بعد حضرت ابن مکتومؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا اور پانچ سو مجاہدین کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو اپنے بعد تین سو مجاہدین کے دستہ کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لیے مامور فرما گئے۔۔۔۔ اس غزوہ کا انجام یہ ہوا کہ مسلمانوں نے دشمن کو جا لیا اور انہیں شکست دے دی، ان کے سرغنوں کو قتل کر ڈالا۔۔۔ مسلمانوں کے صرف ایک مجاہد محرز بن نضلہؓ شہید ہوئے پھر آنحضرتؐ آگے بڑھ کر خیبر کے سامنے مقام ذاکر تک پہنچ گئے تو دشمن پناہ کے لیے بنی غطفان کے پاس جا چھپے۔۔۔۔۔ اس موقع پر حضرت ابوقتادہؓ نے مسعدہ بن حکمہ فزاری کو قتل کر دیا تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ نے مقتول کا گھوڑا اور ہتھیار انہیں عطا فرما دیے۔

ادھر راستہ میں حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو ابان بن عمرو اور اس کا بیٹا عمر ایک اونٹ پر سوار مل گئے تو آپ نے انہیں اپنے نیزے میں پرو کر دونوں کو قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر مدینہ سے پانچ دن غیر حاضر رہے۔[195]

سریہ حضرت شجاع بن وہب الاسدی یا سریہ بنو ہوازن

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ کے مطابق (یہ سریہ) "ہجرت کے آٹھویں سال ربیع الاوّل کے مہینے میں چوبیس آدمیوں کے ساتھ بنو ہوازن کی ایک جماعت کے خلاف بھیجی گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر حملے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ وہ راتوں کو سفر کرتے اور دن کو چھپ رہتے، تا آنکہ ایک صبح کو ان پر ہلہ بول دیا۔ اونٹ اور بکریاں پکڑ لیں اور ہانک کر مدینے لے آئے۔"[196]

مہم کعب رضی اللہ عنہ بن عمیر یا ذات اطلاع

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "حضور نے ربیع الاوّل ۸ھ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عمیر غفاری کو پندرہ صحابہ کے ہمراہ ذات اطلاع میں تبلیغ کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اور سب کو مار ڈالا۔ صرف ایک زخمی کسی طرح مدینے میں واپس پہنچا۔"[197] "انوارِ محمدیہ" میں ہے "یہ مہم ہجرت کے آٹھویں سال ربیع الاوّل کے مہینے میں پندرہ آدمیوں کے ساتھ ذات اطلاع کے خلاف روانہ کی گئی۔ وہاں پہنچے تو مقابلے پر ایک بڑی جماعت موجود تھی، گھمسان کا رن پڑا۔ چنانچہ مسلمان شہید ہو گئے اور ان میں سے ایک زخمی مسلمان جو ان کا امیر بتایا جاتا تھا، ان میں سے غائب ہو گیا۔ جب رات چھا گئی تو وہ بہ مشکل تمام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا رنج ہوا چنانچہ ان کے خلاف لشکر کشی کا ارادہ کیا اتنے میں معلوم ہوا کہ وہ کسی دوسرے مقام پر منتقل ہو گئے ہیں۔ اس لیے ارادہ ترک

کر دیا گیا۔[۱۹۸]

عدی بن حاتم طائی

۹ھ ربیع الاوّل کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی قیادت میں ایک مہم طے کے علاقے کی طرف بھیجی۔ ان کے آنے کی خبر سن کر عدی بن حاتم طائی بھاگ گیا۔ اور اس کے قبیلہ والوں کو قید کر لیا گیا جن میں اس کی بہن سفّانہ بھی تھی۔ ان قیدیوں کو مدینہ میں لایا گیا اور مسجدِ نبوی کے قریب ایک حظیرہ میں رکھا گیا۔ جب آپؐ اس طرف سے گزرے تو سفّانہ نے کہا کہ اسے چھوڑ دیں کیونکہ اس کا بھائی فرار ہو گیا ہے اس لیے اس کا فدیہ دینے والا کوئی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں۔ آپؐ نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا اور اسے آزاد کر دیا۔ آزاد ہونے کے بعد وہ اپنے بھائی کے پاس ملک شام پہنچی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بہت تعریف کی اور اسے اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ شام سے سیدھا مدینہ پہنچا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس وقت مسجد میں تھے۔ عدی بن حاتم کو لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک بڑھیا ملی۔ اس کی بات آپؐ نے نہایت غور سے سُنی۔ گھر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کو گدّے پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ عدی بن حاتم دل میں پکار اُٹھا کہ یہ کام کسی بادشاہ کا نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں کرنے کے بعد اسلام لے آیا۔[۱۹۹]

وفد بَلی

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں مختلف قبیلوں کے وفد حاضر ہوتے رہے سیرت کی کتابوں میں ہے کہ ربیع الاوّل ۹ھ میں بَلی کا وفد ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ سیرتِ ابنِ ہشام میں ہے کہ حضرت رویفع ابنِ ثابت

بلوی فرماتے ہیں۔ ماہِ ربیع الاوّل ۹ھ میں میری قوم کا وفد آیا۔ میں نے انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ پھر انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ اپنے کاشانۂ مبارک میں صبح کے وقت تشریف فرما تھے۔ وفد کے رئیس ابو الضباب آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور گفتگو کے بعد سب لوگ اسلام لے آئے۔ انہوں نے ضیافت کا حکم اور چند دیگر دینی مسائل پوچھے جو آپؐ نے بیان فرمائے۔ پھر میں ان حضرات کو لے کر اپنے گھر آگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کی ایک گٹھڑی اُٹھا کر لا رہے ہیں۔ فرمایا اِن کھجوروں سے کام چلاؤ۔ میں نے اِن حضرات کو یہ کھجوریں اور کچھ دوسری چیزیں پیش کیں۔ انہوں نے تین دن قیام کیا۔ پھر رخصت لینے کے لیے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے انہیں عطیات عطا فرمائے۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنے علاقے میں چلے گئے۔[200]

سریّہ بنی کلاب

"انوارِ محمدیہ" میں ہے "یہ مہم بنو کلاب کے خلاف ہجرت کے نویں سال ربیع الاوّل میں بہ جانب قرطاء روانہ کی گئی۔ انہیں دعوتِ اسلام دی گئی لیکن انہوں نے انکار کیا۔ جنگ ہوئی، بنو کلاب بھاگ گئے اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت حاصل ہوا۔[201] غلام جیلانی برق کے مضمون میں ہے "بنو کلاب نجد میں رہتے تھے۔ ان کے متعلق خبر ملی کہ یہ حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے ربیع الاوّل ۹ھ میں حضرت ضحاکؓ بن سفیان کو ان کی طرف بھیجا۔[202] مرشیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ نے ماہِ ربیع الاوّل ۹ھ کو مجاہدین کا ایک لشکر قرطاء کی طرف بھیجا۔ اس پر حضرت ضحاک... کو افسر مقرر فرمایا جو بڑے دلیر اور بہادر لوگوں میں سے تھے۔ اُن کے ساتھ اُصید بن سلمہ بن قرطؓ بھی تھے۔ پس یہ لوگ قرطیوں سے زج لاوہ (نجد کے ایک مقام) پر جا ملے اور انہیں اسلام لانے کی دعوت دی مگر اُنہوں نے انکار کر دیا تب مسلمانوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں شکست دے دی۔ اور ان کا مال و متاع لوٹ لیا۔[203] مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے

میں " ۹ ہجرت ربیع الاوّل میں ایک لشکر ضحاک بن سفیان کی ہمراہی میں بنی کلاب کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے، کفار کو ہزیمت ہوئی۔[۲۰۴]

سریۂ خالد بن ولیدؓ

" انوارِ محمدیہؐ " کے مطابق " حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے پہلے ہجرت کے دسویں سال ربیع الاوّل کے مہینے میں بنو عبد المدان کی طرف جو نجران کا ایک قبیلہ تھا، روانہ فرمایا تھا۔ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔[۲۰۵] شیخ محمد رضا لکھتے ہیں " آنحضرتؐ نے ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰ھ مطابق جون ۶۳۱ء میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو چار سو مجاہدین کا سردار بنا کر نجران کی طرف بنو حارث بن کعب پر فوج کشی کے لیے روانہ فرمایا اور انہیں حکم فرمایا کہ ان سے جنگ کرنے سے پہلے ان پر تین دن تک اسلام کی دعوت پیش کریں۔ اگر وہ منظور کرلیں تو تم ان کا اسلام قبول کرلو۔ پھر ان میں قیام کرکے انہیں اللہ کی کتاب، سنت نبی کریمؐ اور اسلامی حقائق کی تعلیم دیتے رہو۔ اہل نجران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ پس بہ ہدایات لے کر حضرت خالد بن ولیدؓ روانہ ہو کر نجران پہنچے اور سواروں کو مختلف سمتوں میں بھیج دیا تاکہ وہ ہر طرف لوگوں کی اسلام کی طرف بلائیں۔۔۔ پس وہ لوگ اسلام لے آئے۔[۲۰۶]

حضرت ابراہیمؓ کا انتقال

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں حضرت ابراہیمؓ کا انتقال خاص اہمیت رکھتا ہے اور یہ واقعہ بھی ربیع الاوّل میں پیش آیا۔

حکیم غلام نبی لکھتے ہیں " حضور علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ سولہ ماہ کی عمر میں ربیع الاول سنہ ۱۰ھ میں وفات پا گئے"[۲۰۷] سید سلیمان ندوی حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے متعلق لکھتے ہیں " حضرت ابراہیمؓ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ ذوالحجہ ۸ھ ہجری بمقام عالیہ جہاں حضرت ماریہ قبطیہ رہتی تھیں، پیدا

پیدا ہوئے۔۔۔۔ ابراہیمؓ نے اُم سیف ہی کے ہاں انتقال کیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خبر ہوئی تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے ساتھ تشریف لائے۔ نزع کی حالت تھی گود میں اُٹھالیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ کی یہ حالت ہے، آپؐ نے فرمایا یہ رحمت ہے۔۔۔۔ چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔ عثمانؓ بن مظعون کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔ قبر میں فضل بن عباسؓ اور اُسامہ نے اُتارا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قبر کے کنارے کھڑے تھے۔۔۔۔ ابو داؤد اور بیہقی کی روایت کے موافق دو مہینے دس دن عمر پائی۔ ذوالحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس روایت کی بنا پر ۹ھ میں انتقال ہوا۔ واقدی کے نزدیک ماہِ ربیع الاول ۱۰ھ میں وفات کی۔ ۲۰۸ شیخ محمد رضا لکھتے ہیں "آنحضرتؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ جو آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت ماریہؓ کے بطن سے تولد ہوئے تھے، صرف سولہ مہینے کی عمر میں بماہ ربیع الاول ۱۰ھ مطابق جون ۶۳۱ء وفات پا گئے۔ آنحضرتؐ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سہارے حجرہ میں داخل ہوئے۔ جہاں حضرت ابراہیمؓ قریب المرگ (۹۱) تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔۔۔۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت ابراہیمؓ کو بقیع کے قبرستان میں دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ آنحضرتؐ نے ان کی میت کی نماز پڑھی جس میں چار تکبیریں کہیں۔۔۔۔ دفن کے بعد ان کی قبر پر ایک مشکیزہ پانی چھڑک دینے کا حکم فرمایا۔ یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی چھڑکا گیا۔ جب ان کی قبر برابر کی جانے لگی تو آنحضرتؐ نے قبر کے ایک حصہ میں ایک پتھر سا دیکھا۔ آپؐ اسے اپنے دست مبارک سے درست فرمانے لگے اور فرمایا "تم جب کوئی کام کرو تو اسے مکمل اور اچھی طرح انجام دیا کرو۔ کیونکہ اس سے میت کے نفس کو راحت و اطمینان حاصل ہوتا ہے"۔ ۲۰۹

حضرت ابراہیمؓ کے انتقال کے دن خطبہ

ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی اپنے مضمون "خطبات رسولؐ" میں لکھتے ہیں "آنحضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تو اسی روز سورج گہن لگا۔ آپؐ نے

اعلان کرایا کہ سب لوگ نماز کے لیے مسجد میں جمع ہو جائیں۔ لوگ اکٹھے ہوئے تو آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں آپؐ نے طویل قراءت کی۔ نماز میں مرد اور عورتیں شریک تھیں۔ حضرت اسماء بنتِ ابوبکرؓ کو غشی آگئی۔ نماز اس وقت ختم ہوئی جب سورج گہن سے آزاد ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد آپؐ نے ایک خطبہ دیا، جس میں فرمایا "سورج اور چاند کو نہ کسی کے پیدا ہونے سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی موت سے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ڈراتا ہے۔ اے اُمتِ محمد! تم جب انہیں دیکھو تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ سے دعائیں کرو، تکبیریں کہو، صدقہ دو، اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، یہاں تک کہ گہن کھل جائے۔"[۲۱۱]

مہم اُسامہؓ

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آخری مہم ربیع الاول میں روانہ کی۔ اور اس کا امیر حضرت اُسامہ بن زید کو مقرر کیا۔ مولوی اسحٰق النبی علوی لکھتے ہیں "ابن سعد کا بیان ہے کہ صفر ۱۱ھ کے آخری ہفتے میں دوشنبہ کے دن آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہادِ روم پر جانے کی تیاری کریں۔۔۔۔ دوشنبے کو ۲۸ تاریخ تھی۔ اس سے صرف ایک دن بیچ یعنی چہارشنبہ کے روز یکایک پیغمبر اسلام کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہوئی۔ ۔۔۔۔ تمام رفقاء تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور جُرف میں فوج اکٹھی ہونا شروع ہوئی۔ جو غالباً عہدِ رسالتؐ میں فوجی پڑاؤ تھا۔ اس لیے یہ ممکن نہ تھا کہ اس پروگرام کو کسی طویل عرصے کے لیے ملتوی کر کے فوج کو چھٹی دے دی جائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے دوسرے ہی دن یعنی پنجشنبے کے روز خود اپنے دستِ مبارک سے ایک پرچم تیار کیا اور اُسامہ بن زید کے سپرد کر کے قیادت ان کے ہاتھ میں دے دی۔۔۔۔ وسٹنفیلڈ کی جدول کے بموجب یہ پنجشنبہ ۲ ربیع الاول کو پڑتا تھا۔ لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ربیع الاول کا چاند بجائے ۲۹ کے ۳۰ کو ہوا تھا یا اہلِ مدینہ اس کو دیکھ نہ سکے تھے تو پنجشنبے کی پہلی

تاریخ ہوگی۔ جو روایت کے عین مطابق ہے۔ دوسرے پنجشنبے یعنی ۸ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپؐ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو آپؐ نے ایک تحریر لکھنا چاہی لیکن بیماری کی شدت تھی اور یہ کام نہ ہو سکا۔ اس عرصے میں طبیعت کبھی بگڑتی کبھی سنبھلتی تمام اہلِ سیَر متفق ہیں کہ اُسامہ کی نامزدگی پر لوگوں میں ویسی ہی سرگوشیاں شروع ہوگئی تھیں، جیسی ان کے باپ کی سرداری پر۔۔۔۔ تو آپؐ اسی بیماری کی حالت میں مسجد تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے "لوگو! اُسامہ کے لشکر کو بڑھاؤ اور اس میں جا کر ملو۔ اگر تم اس کے امیر ہونے پر اعتراض کرتے ہو، تو اس سے پہلے تم نے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا اور بیشک اُسامہ ہر طرح سرداری کے لائق ہے، اور اس کا باپ بھی لائق تھا۔" یہ واقعہ دس ربیع الاول کا ہے۔ جب کہ مرض اپنی پوری شدت پر تھا، آنحضرتؐ کی خواہش تھی کہ یہ لشکر جلد از جلد روانہ ہو، چنانچہ اسی تاریخ کو اکثر صحابہ آنحضرتؐ سے رخصت ہو کر "جرف" کو روانہ ہوگئے۔ جہاں لشکر پڑا تھا۔ ابنِ سعد کا بیان ہے "اور یہ واقعہ ہفتے کے دن ۱۰ ربیع الاول کا ہے کہ جو مسلمان اُسامہ کے ساتھ جانے والے تھے، آنحضرتؐ سے رخصت ہوتے۔۔۔۔ آخر کار رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کا وقت آگیا، لب مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے "نماز اور غلام" یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو دو شنبے کے دن دوپہر کے بعد کا ہے کہ اُسامہؓ کا پرچم جو جرف پہنچ چکا تھا، واپس آیا اور آستانۂ نبوت پر نصب کر دیا گیا۔" [۲۱]

غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "حضورؐ کو اطلاع ملی کہ شمالی سرحد پر رومی مصروفِ شرارت ہیں۔ آپؐ نے حضرت اُسامہؓ بن زید کو بلایا اور تین ہزار مجاہدین کے ہمراہ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو روم کی طرف روانہ کیا۔ آپؐ مدینہ کے باہر جُرف میں آخری جائزے کے لیے ٹھہرے۔ ۱۲ ربیع الاوّل کو آگے بڑھنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ حضورؐ کی وفات کی خبر ملی۔ لشکر واپس آگیا لیکن جونہی حضرت ابوبکرؓ بیعت وغیرہ سے فارغ ہو چکے تو آپؐ نے اُسامہؓ کو اپنی مہم پہ دوبارہ جانے کا حکم دے دیا۔ آپؐ یکم ربیع الآخر کو روانہ ہوئے۔ بیس دن کے بعد منزل (موتہ) پر پہنچے، شریروں کی گوشمالی کی۔ پھر واپس چل

پڑے اور پندرہ دن کے بعد مدینے پہنچ گئے۔ [۲۱۱]

سرکارؐ کے آخری خطبے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علالت کی حالت میں ربیع الاول ۱۱ھ کے پہلے پیر کو اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے۔ وصال مبارک سے پہلے پانچ دنوں میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدِ نبویؐ میں اور حجرۂ مبارکہ میں سیدہ عائشہؓ، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کے ساتھ جو گفتگو فرمائی، اسے مولوی محمد عبداللہ خاں پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ نے اپنی کتاب "خطباتِ نبویؐ" میں جمع کر دیا ہے۔ یہ سب خطبے اور گفتگو ربیع الاول ۱۱ ہجری میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے پہلے پانچ دنوں میں فرمائی گئی۔ [۲۱۲]

وصال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول ہی کے مہینے میں دنیا کی نظروں سے اوجھل ہوئے اور اپنے محبوب و محب خالقِ حقیقی جل شانہٗ سے جا ملے۔ آپؐ کا وصال دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوا۔ [۲۱۳]

حواشی:

(۱) حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد۔ قصص القرآن۔ جلد چہارم۔ ناشران قرآن لاہور۔ ص ۲۸۷ (۲) عبدہٗ یمانی، ڈاکٹر محمد۔ علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ۔ ص ۱۰۲ (اس کتاب کے باب "الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ از محمد طفیل ضیغم ماہنامہ "نعت" لاہور بابت اکتوبر ۱۹۸۸ میں بھی شائع ہوا۔ یہ ترجمہ وہیں سے لیا گیا ہے ص ۴۸) (۳) ماہِ نو (ماہنامہ) کراچی سیرتِ رسولؐ۔ جولائی و اگست ۱۹۶۳۔ ص ۳۴ (مضمون "بارہ وفات" از محمد جعفر

پھلواروی) (۴) محفل (ماہنامہ) لاہور۔ خیر البشر نمبر۔ مارچ ۱۹۸۱ء ص ۴۰، ۲۴ ("ماہ
ربیع الاول تاریخ کے آئینہ میں" از شفیق بریلوی) (۵) عنایت احمد کاکوروی۔
تواریخ حبیب اللہ (مکتبۂ مہریہ رضویہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ نے یہ کتاب "سیرت رسول اعظمؐ"
کے عنوان سے شائع کی ہے) ص ۱۳ (۶) عبدہٗ یمانی۔ ڈاکٹر محمد۔ علّموا اولادکم
محبۃ رسول اللہ ص ۱۰۱، ۱۰۲۔ (۷) نعت (ماہنامہ) لاہور۔ ستمبر ۱۹۸۸ء۔ ص ۴۷،
۴۸ (ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی کی کتاب کے باب بعنوان "الاحتفاء بالمولد النبوی الشریف"
کا ترجمہ از محمد طفیل ضیغم) (۸) ایضاً۔ ص ۴۷ (۹) نور النبی شمس، محمد۔ میلادِ مصطفیٰؐ۔
انجمن جامع مسجد اہلسنت چک نمبر ۳۵ — ۱۲/ ایل چیچہ وطنی۔ ص ۱۲ (۱۰) سیرۃ ابن ہشام
ص ۸۹ (۱۱) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ مسلمانانِ عالم۔ جلد دوم۔ ص ۲، (۱۲)
"نقوش" لاہور، رسولؐ نمبر۔ جلد اوّل۔ ص ۱۰۷ (مضمون "ابن الجوزی اور سوانح رسولؐ
از ڈاکٹر غلام جیلانی برق) (۱۳) ابنِ جوزی، علامہ "میلادِ رسولؐ" (مترجم ڈاکٹر پروفیسر
شریف احمد) ص ۳، (۱۴) اشرف علی تھانوی، مولانا۔ حبیبِ خدا۔ ص ۲۹ ۔
(۱۵) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴۔ ص ۱۱۰ ("سیرت نبویؐ کی
بعض ضروری تاریخیں" از مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی) (۱۶) مصباح الدین
شکیل، شاہ۔ سیرت احمد مجتبیٰؐ۔ ص ۶۲ (۱۷) خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔
رسولؐ نمبر ۱۹۶۴۔ ص ۸۳۹ ("میلادِ رسولؐ" از مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی") (۱۸)
عطاء اللہ خان عطار، مولانا۔ رحمتِ دوعالمؐ۔ ص ۶۷ (۱۹) مدارج النبوت (مترجم
محمد اشرف نقشبندی) ص ۲۴ (۲۰) آستانہ (ماہنامہ) دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ دسمبر ۱۹۵۳
ص ۲۵ (۲۱) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۵ ("رسول کریمؐ
کا عہدِ طفلی" از سر سید احمد خان) (۲۲) غلام نبی ایم اے حکیم۔ "سراپائے اقدسؐ"
ص ۵ (۲۳) عمر ابو النصر "نبیؐ امّی"۔ (مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی) ص ۵۶ (۲۴)
الانوار المحمدیہ (مترجم پروفیسر غلام ربانی) ص ۴۲ (۲۵) عبدالشکور فاروقی لکھنوی
ذکرِ حبیبؐ۔ ص ۲۷ (۲۶) ابو الاعلیٰ مودودی، علامہ۔ "سیرت سرورِ عالمؐ" جلد دوم۔

ص ۹۲، ۹۴ (۲۷) "ماہِ نو" سیرتِ پاک کے مضامین کا انتخاب۔ مطبوعہ ۱۹۶۶۔ ص ۱۵
(۲۸) تواریخ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۲ (۲۹) سلیمان ندوی، سید "رحمتِ عالم"۔ ص ۱۳۔
(۳۰) مولوی (ماہنامہ) دہلی (مضمون "ولادت وطفولیت") ص ۱۵ (۳۱) النجم
(پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔ ص ۳ (۳۲) نقی علی خان بریلوی، مولانا۔
"سرور القلوب بذکر المحبوبؐ"۔ ص ۱۱-۱۲ (۳۳) محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہؐ ص ۳۰
(۳۴) کرم شاہ، پیر محمد۔ تفسیر ضیاء القرآن۔ جلد پنجم۔ ص ۶۶۵ (۳۵) جام عرفان
(ماہنامہ) ہری پور۔ اکتوبر ۱۹۸۴۔ ص ۱۰، ۱۱ (۳۶) قاری احمد، مولانا۔ تاریخ مسلمانانِ عالم
جلد دوم۔ ص ۲۷ (۳۷) ساجد الرحمٰن، صاحبزادہ۔ سیرتِ رسولؐ ص ۷۔ (۳۸)
نور بخش توکلی، علامہ۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۴۳ (۳۹) محمد حسین ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔
مترجم محمد وارث کامل۔ (ص ۱۳۹) (۴۰) صدیق حسن خان، نواب۔ الشمامۃ العنبریۃ
من مولد خیر البریۃ ص ۷ (۴۱) جامِ عرفان (ماہنامہ) اکتوبر ۱۹۸۴۔ ص ۱۱/ محمد شفیع،
مولانا مفتی۔ سیرتِ خاتم الانبیاء۔ مطبوعہ کراچی۔ ۱۴۰۲ھ۔ ص ۱۸ (۴۲) انیسِ اہلِ سنت
(ماہنامہ) فیصل آباد۔ عید میلاد النبیؐ نمبر۔ ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ۔ ص ۶۸ (۴۳) نیاز علی
مولانا (مرتب) "انتخابِ صحاح ستہ"۔ ص ۱۰ (۴۴) عبد اللہ خان، مولوی محمد۔ خطباتِ نبوی۔
۱۹۲۴۔ ص ۱ (۴۵) نظام الدین محمد جعفری "جنات النعیم فی ذکرِ نبی الکریم"۔ ص ۴۲
(۴۶) ابنِ جوزی "ولادتِ سرورِ عالمؐ" (مترجم مولانا محمد عبد الحلیم شرر) مطبوعہ دلگداز
پریس لکھنؤ۔ طبعِ اوّل۔ ۱۹۲۳۔ ص ۳۳، ۳۴ (۴۷) حسن نظامی، خواجہ "میلاد نامہ اور
رسولؐ بیتی"۔ مطبوعہ محبوب المطابع، دہلی۔ دسواں ایڈیشن۔ اپریل ۱۹۳۸۔ ص ۲۴ (۴۸)
معارج النبوۃ۔ جلد دوم۔ ص ۸۴ (۴۹) "الوفاء"۔ جلد اوّل ص ۹۰ (۵۰) جلاء العیون
جلد اول۔ ص ۲۷/ حیات القلوب جلد دوم۔ ص ۱۱۲ (۵۱) اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ
(جامعہ پنجاب، لاہور) جلد ۱۹۔ ص ۱۲ (۵۲) عبد السلام، مولوی "آفتابِ رسالت"۔
کتب خانہ ہمدانیہ، امرتسر، ۱۳۵۴ھ۔ ص ۳۰ (۵۳) حکیم عبد الرحمٰن خلیق نے اپنے مضمون
مشمولہ ہفت روزہ "اہلِ حدیث" لاہور میں تحریر فرمایا کہ امرتسر میں عیدِ میلاد النبیؐ کا اہتمام

اِن مولانا عبدالسلام ہمدانی کی جدّوجہد سے ہوتا تھا (شمس الاسلام بھیرہ۔ جنوری فروری ۱۹۸۱۔ ص ۲۱) محققِ عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے میرے والد (ایڈیٹر "نعت") کو بتایا کہ امرتسر میں سب سے پہلے مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی و پیر غلام محی الدین قاسمی برادران نے اپنی مسجد کٹڑہ کمہاراں سے عیدِ میلاد النبیؐ کا جلوس نکالا جس میں دس پندرہ آدمی تھے۔ یہ جلوس سکتری باغ میں جاکر ختم ہوا۔ اگلے سال سے مولانا عبدالسلام ہمدانی نے جلوس کا باقاعدہ اہتمام کرنا شروع کیا جو انجمن پارک بیرون ہال دروازہ سے نکلتا تھا اور سکتری باغ پر اختتام پذیر ہوتا تھا۔ جلوس کی قیادت مولانا عبدالسلام ہمدانی، مولانا غلام محمد ترنّم اور ابوالبیان محمد داؤد فاروقی خلفِ حضرت مولانا نور احمد محشّی مکتوبات مجدد الفِ ثانیؒ، فرمایا کرتے تھے۔ (۵۴) ابوالحسنات، حکیم "مدنی تاجدارؐ" میلاد نمبر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور۔ ص ۲۴ (۵۵) الفقیہ (ہفت روزہ) امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲۔ (مضمون "مجالسِ میلادِ نبویؐ" از مولانا حکیم محمد عالم آسی) ص ۴۰ (۵۶) پیامِ عمل (ماہنامہ) لاہور مارچ ۱۹۸۱۔ ص ۲۴ (۵۷) ابنِ قیمؒ، حافظ (مترجم رئیس احمد جعفری) زاد المعاد۔ جلد اوّل ص ۶۸ (۵۸) جامِ عرفان (ماہنامہ) ہری پور۔ اکتوبر ۱۹۸۴۔ ص ۱۰ (۵۹) ایضاً۔ (۶۰) عبدالرحمٰن شافعی۔ نزہۃ المجالس۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۶ (۶۱) "رحمۃ للعالمینؐ" جلد اوّل۔ ص ۴۰ (۶۲) راشد الخیری، علامہ "آمنہؓ کا لالؐ" ص ۱۷ (۶۳) شبلی نعمانی۔ "سیرۃ النبیؐ" جلد اوّل۔ ص ۱۷۶ (۶۴) "رحمۃ للعالمین۔ جلد اول۔ ص ۴۰ (۶۵) جامِ عرفان (ماہنامہ)، اکتوبر ۱۹۸۴۔ ص ۱۱ (۶۶) قاری احمد، مولانا "تاریخ مسلمانانِ عالم۔ جلد دوم۔ ص ۷۲۔ (۶۷) پرویز "معراجِ انسانیت" ص ۸، (۶۸) افضل حق چودھری۔ "محبوبِ خدا" ص ۲۰ (۶۹) عبدالکریم ثمر "رسولِ کائنات" ص ۲۷ (۷۰) النجم۔ ۵۳ : ۳، ۴ — (۷۱) العلق۔ ۹۶ : ۱ (۷۲) محمد نظام الدین احمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر النبی الکریم" دلّی پرنٹنگ ورکس، دہلی۔ ص ۷۴ (۷۳) عطاء اللہ خان، مولانا "رحمتِ دو عالمؐ"، ص ۸۷۔ (۷۴) عنایت احمد کاکوروی "تواریخ حبیب الٰہ" ص ۲۲ (۷۵) اشرف علی تھانوی، مولانا۔ "حبیبِ خدا" ص ۶۶ (۷۶) النجم (پندرہ روزہ) لکھنؤ، ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ

ص ۹ (۷۷) مصباح الدین شکیل، شاہ "سیرتِ احمد مجتبیٰ" ص ۱۳۰ (۷۸) نصیر احمد ناصر،
ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظم و آخر" ص ۲۵۹ (۷۹) محمد سلیمان سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمین"
ص ۴۷ (۸۰) بنی اسرائیل - ۱۷ : ۱ (۸۱) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ جلد اوّل۔
"انوارِ محمدیہ" ص ۲۷ (۸۲) النجم (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ ص ۱۶ (۸۳)
مستدرک حاکم۔ بحوالہ "میرے سرکار" ص ۳۸ (۸۴) اشرف علی تھانوی، مولانا "حبیبِ خدا"
ص ۱۵۹ (۸۵) آستانہ (ماہنامہ) دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ دسمبر ۱۹۵۳ ص ۴۴۔۴۵ (۸۶) محمد سلیمان
سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمین" جلد اوّل ص ۸۵، ۸۶، ۸۷ (۸۷) یوسف بن اسماعیل
نبہانی، علامہ "انوارِ محمدیہ" ص ۷۷ (۸۸) محمد رضا، شیخ۔ سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ۔
"محمد رسول اللہ" (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۲۴۵ (۸۹) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ)
کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۲۔ "سیرتِ نبوی کی بعض ضروری تاریخیں" از مولانا عبد القدوس
ہاشمی) (۹۰) غلام نبی حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۸ (۹۱) آر، وی، سی باڈلے۔
"محمد رسول اللہ" (مترجم سید محمد امین زبیری) ص ۲۲۸ (۹۲) حافظ محمد یونس "خطباتِ سیرت"
ص ۲۳ (۹۳) "نقوش" رسولؐ نمبر جلد ۲۔ ص ۱۵۶ (۹۴) "النجم" (پندرہ روزہ) لکھنؤ
ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ ص ۱۷ (۹۵) شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ" جلد اوّل ص ۲۶۱ (۹۶)
نظام الدین محمد جعفری "جنات النعیم فی ذکرِ نبی الکریمؐ" ص ۹۱ (۹۷) محمد یونس،
حافظ "خطباتِ سیرت" ص ۲۶ (۹۸) محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔ "رحمۃ للعالمین"
جلد اوّل - ص ۹۱ (۹۹) ابو النصر "رسولؐ عربی" ص ۱۱۶ (۱۰۰) نور الدین عبد الرحمٰن
جامی "شواہد النبوۃ" ص ۱۱۹ - ۱۲۱ (مترجم بشیر حسین ناظم) (۱۰۱) محمد احمد پانی پتی، شیخ۔
"غلامانِ محمدؐ" ص ۸۴ - ۹۱ (۱۰۲) عبد الحق محدث دہلوی "تاریخ مدینہ" ص ۱۳۹ (۱۰۳)
التوبہ - ۹ : ۱۰۸ (۱۰۴) عطاء اللہ خان عطا، مولانا "رحمتِ دو عالمؐ" ص ۱۱۸ (۱۰۵)
شبلی نعمانی، علامہ "سیرۃ النبیؐ" ص ۲۶۰، ۲۶۱ (۱۰۶) حافظ محمد یونس "خطباتِ سیرت"
ص ۲۷ (۱۰۷) محمد نظام الدین احمد جعفری "جنات النعیم فی ذکرِ نبی الکریمؐ" ص ۹۱ (۱۰۸)
عمر ابو النصر "رسولِ عربی" ص ۱۱۱ (۱۰۹) عبد السلام، مولانا امرتسری "آفتابِ رسالت"

کتب خانہ ہمدانیہ، امرتسر ۱۳۵۴ھ ۔ ص ۲۶ (۱۱۰) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔
رسول ﷺ نمبر ۱۹۶۴ ۔ ص ۱۱۲، ۱۱۱ (سیرتِ نبوی کی بعض ضروری تاریخیں از مولانا عبدالقدوس ہاشمی)
(۱۱۱) شیخ محمد رضا، سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد ۔ قاہرہ ۔ ص ۲۵۲ (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی)
(۱۱۲) محمد یونس، حافظ "خطباتِ سیرت" ص ۲۷، ۲۸ (۱۱۳) عطاء اللہ خان عطا ،
"رحمتِ دو عالم ﷺ" ص ۱۱۸ (۱۱۴) شبلی نعمانی "سیرۃ النبی ﷺ" جلد اوّل ۔ ص ۲۶۱ ۔ ۲۶۲ ۔
(۱۱۵) عبدالسلام، مولوی "آفتابِ رسالت" کتب خانہ ہمدانیہ، امرتسر ۔ ۱۳۵۴ھ ۔ ص ۲۶ ۔ ۲۷
(۱۱۶) خطباتِ نبوی ﷺ ۱۳۴۳ (مرتبہ و مترجمہ مولوی محمد عبداللہ خان) ص ۱۳ (۱۱۷) کتاب میں حضور ﷺ کے
نامِ نامی کے بعد "صلعم" لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ (۱۱۸) سلیمان سلمان منصور پوری ۔
"رحمۃ للعالمین ﷺ" ۔ جلد اوّل ۔ ص ۹۱ ۔ ۹۲ (۱۱۹) نقوش، رسول ﷺ نمبر ۔ جلد ۲ ۔ دسمبر ۱۹۸۲ء، ص ۱۵۶
(۱۲۰) نقوش، رسول ﷺ نمبر ۔ جلد ۸ ۔ جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۰ (۱۲۱) محمد ایوب خان کرنل ڈاکٹر ۔
"حیاتِ رسول ﷺ" ۔ ص ۴۴ (۱۲۲) عطاء اللہ خان عطا، مولانا "رحمتِ دو عالم ﷺ" ۔ ص ۱۱۹ ۔
(۱۲۳) نقوش، رسول ﷺ نمبر جلد ۷ ۔ جنوری ۱۹۸۴ء ۔ ص ۱۲۵ ۔ (۱۲۴) شبلی نعمانی "سیرۃ النبی ﷺ"
ص ۲۶۳ (۱۲۵) محمد نظام الدین احمد جعفری "جنات النعیم فی ذکر النبی الکریم" ص ۹۲ (۱۲۶)
محمد عنایت احمد کاکوروی، علامہ "تواریخ حبیب اللہ" ص ۶۲ (۱۲۷) محمد یونس، حافظ "خطباتِ سیرت"
ص ۲۹ (۱۲۸) عبدالسلام، مولوی "آفتابِ رسالت" کتب خانہ ہمدانیہ، امرتسر، ۱۳۵۴ھ ص ۲۷
(۱۲۹) شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد ۔ قاہرہ ۔ "محمد رسول اللہ ﷺ" ص ۲۵۲ (مترجم مولوی محمد
عادل قدوسی) ۔ (۱۳۰) آر، وی ۔ سی باڈلے "محمد رسول اللہ ﷺ" ص ۲۳۶ (مترجم سید محمد امین زبیدی)
(۱۳۱) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "انوارِ محمدیہ" ص ۸۲ (۱۳۲) عبدالحق محدث دہلوی، شیخ ۔
"تاریخ مدینہ" ص ۷۱ (۱۳۳) نورالدین عبدالرحمٰن جامی "شواہد النبوۃ" ۔ ص ۱۲۱ (۱۳۴) نصیر احمد
ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظم و آخر" ص ۴۲۵ (۱۳۵) ایضاً ص ۴۲۸ (۱۳۶) نقوش، رسول ﷺ نمبر جلد ۵
دسمبر ۱۹۸۳ ۔ ص ۳۶۷ (۱۳۷) نقوش ۔ رسول ﷺ نمبر ۔ جلد ۱۲ ۔ جنوری ۱۹۸۵ ۔ ص ۱۴ (۱۳۸) نقوش
رسول ﷺ نمبر ۔ جلد ۱۲ ۔ جنوری ۱۹۸۵ ۔ ص ۲۶ (۱۳۹) نور بخش توکلی ۔ "غزوات النبی ﷺ" ۔ ص ۱۵/۱
سیارہ ڈائجسٹ، رسول ﷺ نمبر ۔ ص ۱۷۹، ۱۸۰ / محمد رضا، شیخ مدیر مکتبہ جامعہ فواد ۔ قاہرہ ۔

"محمد رسول اللہ" (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۰۹ - ۳۱۰ (۱۴۰) عبدالحق محدث دہلوی،
شیخ۔ "تاریخ مدینہ" ص ۹۷ (۱۴۱) نقوش، رسول نمبر جلد ۲ ۔ ("سیرتِ نبوی توقیت کی
روشنی میں" از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۵۷ (۱۴۲) نقوش۔ رسول نمبر جلد ۱۲ ("عہدِ نبوی
کی ابتدائی مہمیں" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۲۹۱ (۱۴۳) محمد یونس، حافظ "خطباتِ سیرت"
ص ۹۱ (۱۴۴) نقوش، رسول نمبر جلد ۵ (تنظیم ریاست و حکومت از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی)
ص ۳۶۷ (۱۴۵) نور بخش توکلی "غزوات النبی" ص ۱۶ / سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر ص ۱۸۰/
شیخ محمد رضا "محمد رسول اللہ" (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۱۰ (۱۴۶) محمد یونس، حافظ۔
"خطباتِ سیرت" ص ۹۱ (۱۴۷) نقوش۔ رسول نمبر جلد ۲ ("سیرتِ نبوی توقیت کی روشنی
میں" از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۵۷ (۱۴۸) نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۱۲ ("عہدِ نبوی کی
ابتدائی مہمیں"۔ از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۲۹۲ (۱۴۹) اشرف علی تھانوی، مولانا۔
"حبیبِ خدا"۔ ص ۱۶۵ (۱۵۰) نقوش۔ رسول نمبر جلد ۲ ("سیرتِ نبوی توقیت کی روشنی میں"
از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۶۴ (۱۵۱) نقوش رسول نمبر جلد ۱۲ ("عہدِ نبوی میں تنظیم ریاست و
حکومت" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۸ (۱۵۲) شبلی نعمانی "سیرۃ النبی"۔ ص ۲۸۰۔
۳۸۲ (۱۵۳) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر۔ "پیغمبرِ اعظم و آخر"۔ ص ۴۹۲، ۴۹۳ (۱۵۴) محمد رضا، شیخ
"محمد رسول اللہ"۔ ص ۳۶۲ - ۳۶۵ (۱۵۵) سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر جلد ۱ (مضمون،
"ازواجِ مطہرات" از عبدالواحد خان دُرّانی) ص ۲۱۹، ۲۲۰ (۱۵۶) عمر ابوالنصر، "رسولِ عربی"
ص ۱۳۳، ۱۳۴ (۱۵۷) نقوش، رسول نمبر جلد ۲۔ ("سیرتِ نبوی توقیت کی روشنی میں" از مولوی
اسحٰق النبی علوی) ص ۱۶۴ (۱۵۸) ابوالنصر منظور احمد شاہ، مولانا۔ "مدینۃ الرسول"۔ ص ۱۸۶، ۱۸۷۔
(۱۵۹) سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر جلد ۱ (مضمون "آلِ رسول" از سید سلیمان ندوی) ص ۲۲۰
(۱۶۰) مصباح الدین شکیل، شاہ "سیرتِ احمد مجتبیٰ" ص ۱۱۸، ۱۱۹ (۱۶۱) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ"
(مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۵۹ (۱۶۲) نقوش، رسول نمبر جلد ۲ ("سیرتِ نبوی
توقیت کی روشنی میں" از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۵۸ (۱۶۳) نقوش، رسول نمبر جلد ۵
("عہدِ نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ص ۴۰ (۱۶۴)

نعیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظم و آخرؐ" ص ۴۹۱ (۱۶۵) غلام نبی حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۹
(۱۶۶) خاتونِ پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۲ (مضمون "سیرتِ نبویؐ کی بعض
ضروری تاریخیں" از مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی) (۱۶۷) عبدالحق محدث دہلوی، شیخ "تاریخ مدینہ"
ص ۸۴ (۱۶۸) نقوش، رسول نمبر جلد ۱۲۔ (عہدِ نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت از ڈاکٹر محمد
یٰسین مظہر صدیقی) ص ۲۶ (۱۶۹) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۴ (مضمون "مہمات رسولؐ" از غلام جیلانی
برق۔ ص ۴۰۰ / محمد ایوب خان، کرنل، ڈاکٹر "حیاتِ رسولؐ" ص ۶۸ (۱۷۰) نور بخش توکلی۔
"غزوات النبیؐ" ص ۱۲۲ (۱۷۱) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ" ص ۴۱۶ (مترجم مولوی محمد عادل
قدوسی) (۱۷۲) عطاء اللہ خان عطا، مولانا "رحمتِ دو عالمؐ" ص ۱۳۳/ عمر ابو النصرؒ "رسولِ عربیؐ"
ص ۱۴۲ / عبدالباری "رسولِ کریمؐ کی جنگی اسکیم" ص ۸۹، ۹۷/ شبلی نعمانی "سیرۃ النبیؐ" جلد اوّل
ص ۳۴۳ - ۳۸۷/ نعیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظمؐ و آخر" ص ۵۳۶ - ۵۳۸ (۱۷۳) نقوش
رسولؐ نمبر جلد ۲ (مضمون "سیرتِ نبویؐ توقیت کی روشنی میں" از مولوی اسحٰق النبی علوی) ص ۱۷۰
(۱۷۴) عبدالباری "رسولِ کریمؐ کی جنگی اسکیم" ص ۹۷ (۱۷۵) عبدالحق محدث دہلوی "تاریخ مدینہ"
ص ۱۴۴ (۱۷۶) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدس" ص ۹ (۱۷۷) محمد رضا، شیخ "محمد رسولؐ اللہ"
ص ۴۱۶ (۱۷۸) عبدالباری "رسولِ کریمؐ کی جنگی اسکیم" ص ۹۲ - ۹۴ (۱۷۹) خاتونِ پاکستان
(ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۱۲ ("سیرتِ نبویؐ کی بعض ضروری تاریخیں" از مولانا
سید عبدالقدوس ہاشمی) (۱۸۰) محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ" ص ۴۱۹ (۱۸۱)
غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۹ (۱۸۲) عبدالحق محدث دہلوی، "تاریخ مدینہ" -
ص ۸۵/ نور بخش توکلی، مولانا "غزوات النبیؐ" ص ۱۲۳ (۱۸۳) محمد ایوب خان، کرنل
ڈاکٹر "حیاتِ رسولؐ" ص ۶۹ (۱۸۴) نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۴۔ ص ۴۰۱ (مہماتِ رسولؐ
از غلام جیلانی برق) (۱۸۵) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "انوارِ محمدیہ" ص ۱۰۹/
شیخ محمد رضا "محمد رسول اللہ" ص ۴۲۵ (۱۸۶) نعیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبرِ اعظمؐ و آخر"
ص ۵۴۶ (۱۸۷) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۹ (۱۸۸) نقوش۔ رسولؐ نمبر
جلد ۱۲۔ ص ۲۶ ("عہدِ نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت" از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی)

(۱۸۹) محمد رضا، شیخ: "محمد رسول اللہ"۔ ص ۴۷۳ (۱۹۰) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "پیغمبر اعظم و آخر" ص ۵۷۲/ یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ، "انوار محمدیہ" ص ۱۱۶، ۱۱۰/ نقوش رسولؐ نمبر جلد ۴ ص ۵۰۴-۴۰۴ (مضمون "مہمات رسولؐ" از غلام جیلانی برق) (۱۹۱) نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۴۔ ص ۵۰۴ ("مہمات رسولؐ" از غلام جیلانی برق) (۱۹۲) محمد رضا، شیخ: "محمد رسول اللہ" ص ۴۷۶ (۱۹۳) نقوش، رسولؐ نمبر، جلد ۴۔ ص ۴۰۵ (۱۹۴) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۹ (۱۹۵) "محمد رسول اللہ" ص ۴۷۵ (۱۹۶) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "انوار محمدیہ" ص ۱۳۷ (۱۹۷) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۴ ص ۴۱۳ (۱۹۸) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "انوار محمدیہ" ص ۱۳۷۔ (۱۹۷) نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۴۔ ص ۴۱۳ (۱۹۸) یوسف بن اسماعیل نبہانی، علامہ "انوار محمدیہ" ص ۱۳۷ (۱۹۹) نقوش، رسولؐ نمبر، جلد ۷، ص ۶۷-۶۹ ("مکالمات رسولؐ" از پروفیسر فیض اللہ منصور) (۲۰۰) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۷، ص ۹۰، (بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہونے والے وفود از ابنِ ہشام المعافری) (۲۰۱) "انوار محمدیہ" ص ۱۶۶ (۲۰۲) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۴۔ ص ۴۱۷ (۲۰۳) "محمد رسول اللہ" ص ۶۴۲

(۲۰۴) اشرف علی تھانوی، مولانا "حبیبِ خداؐ" ص ۱۸۷ (۲۰۵) "انوار محمدیہ" ص ۱۷۶۔
(۲۰۶) "محمد رسول اللہ" ص ۶۶۴ (مترجم مولوی محمد عادل قدوسی) (۲۰۷) غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۱۰ (۲۰۸) سیارہ ڈائجسٹ، رسولؐ نمبر جلد ۱ ("آلِ رسولؐ" از مولانا سید سلیمان ندوی) ص ۲۳۱، ۲۳۲ (۲۰۹) "محمد رسول اللہ" ص ۶۶۷ (۲۱۰) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۸ ص ۵۵ ("خطباتِ رسولؐ" از ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی) (۲۱۱) نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۴ ص ۴۱۸، ۴۱۹ ("مہمات رسولؐ" از غلام جیلانی برق) (۲۱۲) محمد عبداللہ، مولوی (مرتب و مترجم) خطباتِ نبویؐ۔ ص ۱۳۱-۱۴۰/ نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۸۔ ("خطباتِ رسولؐ" مرتبہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہاشمی) ص ۹۰-۹۸ (۲۱۳) نصیر احمد ناصر "پیغمبر اعظم و آخر" ص ۶۴۰/ محمد رضا، شیخ "محمد رسول اللہ" ص ۲۸۲/ غلام نبی، حکیم "سراپائے اقدسؐ" ص ۱۰/ نقوش، رسولؐ نمبر جلد ۲۔ ص ۲۰۳/ سیارہ ڈائجسٹ رسولؐ نمبر جلد ۱۔ ص ۴۱۳ ("وفاتِ محمدؐ اور صحابہؓ پر اس کا اثر" مرتبہ اعجاز احمد فاروقی)/ عطاء اللہ خان عطا

مولانا "رحمتِ دو عالمؐ" ص ۱۶۷ / عمر ابوالنصر "رسولِ عربیؐ" ص ۱۸۱ / محمد سلیمان سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمینؐ" جلد اوّل ص ۲۵۱ / محمد عنایت احمد کاکوروی، علامہ "تواریخِ حبیبِؐ الٰہ" ص ۱۹۸ / عبدالحق محدث دہلوی "تاریخِ مدینہ" ص ۹۸ / "النجم" (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ ص ۲۱ / "مولوی" (ماہنامہ) دہلی۔ ربیع الاوّل ۱۳۴۵ھ ص ۴۶ / "خاتونِ پاکستان" (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر ۱۹۶۴ء / ۱۳۸۴ھ ص ۱۱۳

آئینۂ نظر ہے ماہِ ربیع الاوّل — گردوں پہ جلوہ گر ہے ماہ ربیع الاوّل
چمکا جو عرش پر ہے ماہِ ربیع الاوّل — فردوسِ ہر نظر ہے ماہِ ربیع الاوّل
محبوبِؐ کبریا ہیں تشریف لانے والے — کتنی حسیں خبر ہے ماہِ ربیع الاوّل
ہر باغ، ہر چمن میں فصلِ بہار آئی — گویا بہار بر ہے ماہِ ربیع الاوّل
اِس چاند میں بشارت ہے نصرتِ مبیں کی — وہ نغمۂ ظفر ہے ماہِ ربیع الاوّل
یادش بخیر اے دل! یادِ اہلِ انجمن کو — از شام تا سحر ہے ماہِ ربیع الاوّل
اک سال تک ہے اس کا آفاق میں اُجالا — گو لاکھ مختصر ہے ماہِ ربیعُ الاوّل

پھر دل میں اے ضیاؔ ہے اک جوشِ شادمانی
پھر جنّتِ نظر ہے ماہِ ربیعُ الاوّل

علامہ ضیاء القادری

آپؐ آئے تو.....

آپ آئے تو زمانے میں اُجالا آیا
اَوج پر قسمتِ انساں کا ستارہ آیا
یک بیک کشتیٔ ہستی نے سنبھالا خود کو
پاس منجدھار کے دریا کا کنارا آیا
آپ کی بارشِ رحمت کے ہی صدقے آقاؐ
پھول صحرا میں کِھل اُٹھنے کا زمانہ آیا
ہر سماعت میں اس آواز نے رس گھول دیا
سب غریبوں کا یتیموں کا سہارا آیا
راستے بھر مجھے کچھ اور سُجھائی نہ دیا
آنکھ روشن ہوئی جب سامنے طیبہ آیا
میں تہی دست نہ لوٹا کبھی دروازے سے
میرے حصے میں طلب سے بھی زیادہ آیا

میں منوّر ہوں فقط ایک کرن سے اُس کی
نور جو آپؐ کے دامن سے بکھرنا آیا

منوّر ہاشمی (راولپنڈی)

آج کعبہ کس لیے ہے شادماں

مژدہ لائی ہے [illegible] اِس پھول کا
جس نے عالم کو معطر کر دیا

آج کعبہ کس لیے ہے شادماں
بند ہے آتش کدوں کا کیوں دھواں

بُت کدوں میں کس لیے کُہرام ہے
کفر کا کیوں ٹکڑے ٹکڑے دام ہے

صف بصف ہیں کیوں فرشتے باادب
شور کیسا ہے عجم سے تا عرب

جنتیں آراستہ ہیں کِس لیے
شاد سب شاہ و گدا ہیں کس لیے

زلزلہ کیوں قصرِ کِسریٰ میں پڑا
کس کی آمد کا ہے ایسا دبدبہ

کیوں کہانت پر تباہی آ گئی
کون سے سلطاں کی ہے جلوہ گری

جب تحیّر اہلِ حیرت کو بڑھا
ہاتفِ غیبی نے یوں مژدہ دیا

آمد آمد سرورِ عالمؐ کی ہے
آمد آمد رحمتِ اعظم کی ہے

جن کی آمد کی خبر عیسیٰؑ نے دی
ذکر فرماتے رہے جن کا نبیؑ

نائبِ حق بادشاہِ دوجہاں
جانِ ایمان و مکینِ لامکاں

شافعِ محشر اُنھی کا نام ہے
دین و دنیا میں اُنھی سے کام ہے

مظہرِ علمِ خدا اُمّی لقب
مخبرِ صادق شہنشاہِ عربؐ

ان کی عزت کون جانے جز خدا
خود وہ فرماتا ہے لَوْلَاکَ لَمَا

سنگ ان کے پائے اقدس دیکھ کر
کھنچتے ہیں اُن کا نقشہ قلب پر

خاکِ پا اکسیر کا بھرتی ہے دم
کھاتا ہے قرآن بھی جس کی قسم

جمیل قادری رضوی

غایتِ تخلیق کی آمد

طلسمِ کُن سے قائم بزمِ ہست و بود ہو جانا　　اشارے ہی سے موجودات کا موجود ہو جانا
عناصر کا شعورِ زندگی سے بہرہ ور ہونا　　لپٹ کر آب و خاک و باد و آتش کا بشر ہونا
یہ کیا تھا؟ کس لیے؟ کس کے لیے تھا؟ مُدّعا کیا تھا　　یونہی تھا یا کوئی مقصد تھا؟ آخر ماجرا کیا تھا
وہ جلوہ جو چھپا بیٹھا تھا اپنے رازِ پنہاں میں　　در آیا کیوں تماشا بن کے وہ بازارِ امکاں میں
یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالم تاب پھرتا تھا　　ازل کے روز سے بے تاب تھا بے خواب پھرتا تھا
یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں　　زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں
یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی　　زمیں کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی
کروڑوں رنگتیں کس کے لیے ایام نے بدلیں　　پیاپے کروٹیں کس دُھن میں صبح و شام نے بدلیں
یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا　　گوارا کر لیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا
یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی اُمّید کی خاطر　　یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

مشیّت تھی کہ یہ سب کچھ نثارِ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ہونا تھا

خلیل اللہ نے جس کے لیے حق سے دعائیں کیں　　ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوبؑ میں آیا　　جسے یوسفؑ نے اپنے حُسن کے نیرنگ میں پایا
کلیم اللہ کا دل روشن ہوا جس ضوفشانی سے　　وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ لن ترانی سے

وہ جس کے نام سے داؤدؑ نے نغمہ سرائی کی — وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیماںؑ نے گدائی کی
دلِ یحییٰؑ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے — لبِ عیسیٰؑ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے

وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیے ہر بات کے وعدے

مرادیں بھر کے دامن میں مناجاتِ زبور آئی — سحر کی روشنی پڑھتی ہوئی آیاتِ نور آئی
نظر آئی بالآخر معنیٔ انجیل کی صورت — ودیعت ہو گئی انسان کو تکمیل کی صورت
اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا — ہوا ہر بصیرت کُحلِ مَا زَاغَ الْبَصَر پیدا
ربیع الاوّل امیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا — دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی — کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی
نئے سر سے فلک آج بختِ نوجواں پایا — خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگِ بہار آیا
اُدھر سطحِ فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے — اِدھر روئے زمیں کے نقش بنتے تھے سنورتے تھے
سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے — جبل لعل و جواہر کو مہیا کر کے بیٹھے تھے
زمرد وادیوں میں سبزہ بن کر ہر طرف بکھرا — ہوئی بارانِ رحمت ہر شجر کا رنگِ رُخ نکھرا
گلے پھولوں سے ملتے جا رہے تھے پھول گلشن میں — گلے مل مل کے کھلتے جا رہے تھے پھول گلشن میں

تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جوئباروں کے

جہاں میں جشنِ صبحِ عید کا ساماں ہوتا تھا — اُدھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا
نظر آئیں جو محکم فطرتِ کامل کی بنیادیں — دھڑک کر زلزلے سے ہل گئیں باطل کی بنیادیں
ستون مکے میں قائم ہو گئے جب دینِ بیضا کے — گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سرِ فاران لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا

بجائی بڑھ کے اسرافیلؑ نے پُرکیف شہنائی ‏— ہوئی فوجِ ملائک جمع زیرِ چرخِ مینائی
ندا آئی، دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے ‏— نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے
یکایک ہو گئی ساری فضا تمثالِ آئینہ ‏— نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ
خدا کی شانِ رحمت کے فرشتے صف بصف اترے ‏— پرے باندھے ہوئے سب دین و دنیا کے شرف اترے
سحابِ نور آ کر چھا گیا مکّے کی بستی پر ‏— ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہوا عرشِ معلّٰی سے نزولِ رحمتِ باری
تو استقبال کو اُٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطۂ ہستی ‏— ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اُجڑی ہوئی بستی
مبارکباد ہے اُن کے لیے جو ظلم سہتے ہیں ‏— کہیں جن کو اماں ملتی نہیں، برباد رہتے ہیں
مبارکباد بیواؤں کی حسرت زا نگاہوں کو ‏— اثر بخشا گیا نالوں کو، فریادوں کو، آہوں کو
ضعیفوں، بیکسوں، آفت نصیبوں کو مبارک ہو ‏— یتیموں کو، غلاموں کو، غریبوں کو مبارک ہو
مبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو ‏— مبارک دشتِ غربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو
خبر جا کر سنا دو شش جہت کے زیردستوں کو ‏— زبردستی کی جرأت اب نہ ہو گی خود پرستوں کو
معیّن وقت آیا، زورِ باطل گھٹ گیا آخر ‏— اندھیرا مٹ گیا، ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آ پہنچا ‏— نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
مبارک ہو کہ ختم المرسلینؐ تشریف لے آئے ‏— جنابِ رحمۃٌ للعالمینؐ تشریف لے آئے

بصد اندازِ یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

——— ابوالاثر حفیظ جالندھری

پیارے نبی صلّ علیٰ پیدا ہوئے

لو اٹھو حضرت محمد مصطفیٰؐ پیدا ہوئے
اُمتی گو، شافعِ روزِ جزا پیدا ہوئے

سب سے پیچھے ہیں، مگر سب سے مقدم خلق ہیں
پیشوا و سرگروہِ انبیا پیدا ہوئے

دن دوشنبہ کا تھا وہ اور بارھویں تاریخ تھی
صبحِ صادق تھی کہ وہ شمس الضحیٰ پیدا ہوئے

نور سے ان کے منوّر ہو گئے ارض و سما
جن کے نورِ پاک سے ارض و سما پیدا ہوئے

سب پیمبر لائے جن کی آمد آمد کی خبر
آج وہ سلطان ختم الانبیاؑ پیدا ہوئے

آسمانوں سے سوا رتبے میں ہے وہ سرزمیں
جس جگہ وہ باعثِ ارض و سما پیدا ہوئے

بعدِ آدمؑ شش ہزار و ہفصد و پنجاہ سال (۶۷۵۰)
جب ہوئے پورے تو وہ نورِ خدا پیدا ہوئے

بیٹھ کر حافظ نبیؐ پاکؐ پر بھیجو درود
یوں کہو پیارے نبی صلّ علیٰ پیدا ہوئے

— حافظ پیلی بھیتی

شہِ جنّ و بشر پیدا ہوئے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عرش کرسی آسماں شمس و قمر پیدا ہوئے — حور و غلمان و ملک جن و بشر پیدا ہوئے
روز و شب پیدا ہوئے شام و سحر پیدا ہوئے — جنّت و کوثر بنے نخل و شجر پیدا ہوئے
آپؐ کے صدقے میں جملہ بحر و بر پیدا ہوئے

کیا مبارک صبح تھی وہ، کیا سہانا وقت تھا — کھل کے ہر اک غنچہ و گل نے کہا صلِّ علیٰ
حوریں جنّت سے چلی آئیں بصد شوق لقا — چار سُو گونجی فضاؤں میں صدائے مرحبا
عرش جھوم اٹھا اُدھر، سرکارؐ اِدھر پیدا ہوئے

ذرّے ذرّے نے ادب سے دی صدا تسلیم کی — قدسیوں نے لیں بلائیں نورِ باتکریم کی
آپؐ آئے اور بیت اللہ نے تعظیم کی — دولتِ رحمت خدائے پاک نے تقسیم کی
مرحبا صلِّ علیٰ خیر البشرؐ پیدا ہوئے

تھا عرب والوں کا شیوہ بت پرستی بُت گری — بڑھ چکی تھی حد سے ان کی خود سری اور سرکشی
کر دیا حق نے ظہورِ مصدرِ پیغمبری — گر گئے بت منہ کے بل، ٹوٹا طلسمِ آزری
مصطفیٰؐ جب لے کے وحدت کا اثر پیدا ہوئے

کوئی در پردہ کرشمہ سازیاں دکھلا گیا — قصرِ کسریٰ گر پڑا، قیصر کو لرزہ آ گیا
نورِ حق ظلمات کی دنیا پہ ہر سُو چھا گیا — ابر اُٹھا جھوم کر رحمت کا مینہ برسا گیا
خارزاروں میں عجب گُل ہائے تر پیدا ہوئے

جن کو یکتائی ملی اوصاف میں تمثیل میں — وصف جن کا تھا رقم توریت میں انجیل میں
جن کے جلوے مستتر تھے دیدۂ جبریلؑ میں — روشنی بن کر رہے جو عرش کی قندیل میں
وہ سراپا نور عبد اللہؓ کے گھر پیدا ہوئے

انور فیروز پوری (لاہور)

والیٔ اُمّت ہوئے پیدا

محبوبؐ خدا والیٔ اُمّت ہوئے پیدا
مژدہ ہو کہ آج آیۂ رحمت ہوئے پیدا

لو آج وہ پیدا ہوئے گنجینۂ کونین
کونین میں سب جن کی بدولت ہوئے پیدا

در کُھل گئے اُس رات کو سب قصرِ کرم کے
جس رات شہنشاہِ نبوّت ہوئے پیدا

ہر سمت سے اُس رات کو آتی تھیں صدائیں
لو بھیجو درود اُن پہ کہ حضرتؐ ہوئے پیدا

ہے شانِ رسالت کو شرف جن کے سبب سے
وہ فخرِ رُسل شافعِ اُمّت ہوئے پیدا

بگڑی ہوئی بن جائے گی اے کیفؔ ہماری
سُلطانِ اُممؐ بہرِ شفاعت ہوئے پیدا

کیفؔ ٹونکی

ولادت کے وقت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات

سید محمد سلطان شاہ ایم اے

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وجہِ تخلیق کائنات ہیں۔ اگر حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت نہ ہوتی تو بزمِ عالم میں یہ رونق نہ ہوتی۔ نہ زمین کا فرش ہوتا نہ فلک کا سایہ، نہ خورشید میں چمک ہوتی نہ ماہتاب میں دمک۔ نہ کلیاں چٹکتیں نہ غنچے مسکراتے، نہ انسان اور جن ہوتے نہ حور و ملائک۔ اگر حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا نہ ہوتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ حضرت ابو حنیفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

أَنْتَ الَّذِي لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُؤٌ

كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰى لَوْلَاكَ[1]

(آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی نہ ہوتا اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ[2] (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ مجھ کو خبر دیجیے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی۔ اس پر حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یَا جَابِرُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ

نُوْرِہٖ[3] (اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبیؐ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا) ابونعیم اپنی کتاب "الدلائل" میں قتادہؓ حسن اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء سے پہلے پیدا فرمایا اور سب کے آخر میں مبعوث فرمایا۔[4] ایک اور حدیث پاک ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ[5] (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگ عرض گزار ہوئے۔ یا رسولؐ اللہ! آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی۔ فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے)

حضرت عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اُس وقت سے اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جب حضرت آدمؑ گندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے"۔[6]

ابونعیم ضالجی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ سے استفسار کیا کہ آپؐ کس وقت نبی بنائے گئے، فرمایا اس وقت جب آدمؑ مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے۔[7]

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ اُن کے جدّ اعلیٰ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حبیبِ کردگار، احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوّت اُس وقت مل چکی تھی جس وقت تخلیقِ آدمؑ نہیں ہوئی تھی۔ یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کو نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی اور اس سے قبل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عام انسان تھے، ہرگز جائز نہیں۔ قرآنِ پاک میں مختلف مقامات پر حضور سید لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا ذکر ہے۔ مثلاً:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا[9] (بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا)

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا[11] (بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا)

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ[11] (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے)

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ[12] (اے اہلِ مکہ) ہم نے تمہاری طرف ایک رسُول بھیجا ہے تم پر گواہ بنا کر)

اِن تمام آیات میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشیر، نذیر، شاہد، مبشر اور رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجنے کا ذکر ہے اور بھیجا اُس چیز کو جاتا ہے جو پہلے موجود ہو۔ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے۔ اس کی گواہی قرآن پاک دے رہا ہے۔ جب سیّدہ مریمؑ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد بچے کو گود میں لے کر لوگوں کے پاس آئیں۔ دیکھتے ہی ہر ایک انگشت بدنداں رہ گیا اور لوگوں کے منہ سے نکلا کہ مریم! تو نے بڑا ہی بُرا کام کیا۔ اس پر سیّدہ مریمؑ نے اللہ کے حکم سے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔[13] (مریمؑ نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ سب کہنے لگے کہ بھلا ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں) اتنے میں بِن بلائے حضرت مسیح علیہ السلام بول اُٹھے إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا[14] (وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے) علّامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب لوگ آپؑ کی والدہ ماجدہ سے باتیں بنا رہے تھے۔ آپؑ اس وقت دودھ پی رہے تھے جسے چھوڑ کر بائیں کروٹ سے ہو کر اُن کی طرف توجہ فرما کر یہ جواب دیا۔ کہتے ہیں کہ اس قول کے وقت آپ کی انگلی اُٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ مونڈھے تک اونچا تھا۔[15]

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ نے پیدا ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو بتایا کہ مجھے کتاب اور نبوّت مل چکی ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کتاب دے گا اور مجھے مقررہ وقت پر نبی بنا کر مبعوث فرمائے گا اور مجھے بابرکت کرے گا بلکہ تمام صیغے ماضی کے استعمال ہوئے ہیں جن کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب مرحمت فرما دی ہے، مجھے نبی بنا دیا ہے اور مجھے بابرکت کر دیا ہے۔ [۱۶]

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ولادت کے وقت کلام کر کے اپنی نبوت کی اطلاع دی، اسی طرح ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا نے بھی پیدا ہوتے ہی اپنے کچھ معجزات دکھائے۔ بعض حضرات انہیں معجزات کے بجائے ارہاص کا نام دیتے ہیں۔ [۱۷]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر تھی۔ اس رات مجھے ہر چیز آفتاب کی مانند روشن نظر آتی تھی۔ ستاروں کو میں نے دیکھا تو یوں معلوم ہوتے تھے جیسے میری طرف چلے آ رہے ہیں۔ [۱۸]

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب کہتی ہیں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا [۱۹]۔ شقراطیسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ضَاءَتْ لِمَوْلِدِهِ الْاٰفَاقُ وَاتَّصَلَتْ
بُشْرَی الْهَوَاتِفِ فِی الْاِشْرَاقِ وَالطَّفَلِ [۲۰]

(آپ کی ولادت باسعادت کے نور سے سب عالم جگمگا اٹھے اور ہاتفِ غیبی کی طرف سے مشرق و مغرب میں آپ کی ولادت کی خوشخبری پھیل گئی)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام کی ولادت کے وقت میں طوافِ کعبہ میں مصروف تھا۔ جب آدھی رات گزری تو میں نے خانہ کعبہ کو مقامِ ابراہیم کی طرف سجدہ کرتے اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے دیکھا اور کہتے ہوئے سنا کہ

اب مجھے مشرکوں کی نجاستوں اور زمانۂ جاہلیت کی ناپاکیوں سے پاک وصاف کر دیا گیا ہے۔ پھر اس وقت تمام بُت جھک گئے۔ میں نے ہُبل کی طرف دیکھا جو سب سے بڑا بُت تھا تو وہ بھی اوندھے منہ ایک پتھر پہ پڑا تھا۔ اور منادی نے یہ صدا دی کہ حضرت آمنہؓ کے بطن سے محمدؐ پیدا ہو چکے ہیں۔ اس وقت میں صفا پہاڑ پر چلا گیا۔ صفا پہاڑ کو میں نے پُرغوغا دیکھا۔ مجھے ایسا نظر آتا تھا گویا تمام پرندے اور بادل مکہ پر سایہ کرنے آئے ہیں پھر میں حضرت آمنہؓ کے گھر کی طرف آیا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے کہا دروازہ کھولو، حضرت آمنہؓ نے کہا۔ ابّا جان محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہو گئے ہیں [۲۱]۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بُردہ میں کیا خوب کہا ہے

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِي الْاُفْقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَفْقَ مَا فِي الْاَرْضِ مَا صَنَمِ [۲۲]

ڈاکٹر مہر عبدالحق نے اِس شعر کو یوں اُردو کا جامہ پہنایا۔

گِر رہے تھے آسماں سے بھی ستارے اس طرح
مُنہ کے بل اوندھے پڑے تھے بُت زمیں پر جس طرح [۲۳]

مفتی عنایت احمد کاکوروی لکھتے ہیں کہ سارے بُت روئے زمین کے، اس وقت سرنگوں ہو گئے اور یہ بات سوائے اہلِ اسلام کے زردشتیوں کی تاریخ میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ [۲۴]

عثمان بن ابی العاصؓ اپنی والدہ اُمِ عثمانؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نُور سے معمور ہو گیا ہے اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے [۲۵]

نبیٔ مکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں قدم رنجہ فرماتے ہی کلام فرمایا۔ مختلف روایات میں مختلف الفاظ آئے ہیں۔ ابونعیم نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے روایت کیا ہے اور وہ اپنی والدہ شفاء سے نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب

حضرت آمنہؓ سے آپؐ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پہ آئے اور آپؐ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سُنا کہ کہتا ہے رَحِمَكَ اللّٰهُ[26] (آپؐ پر اللہ کی رحمت ہو)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اوّل کلمہ جو زبانِ فیض ترجمان سے نکلا یہ تھا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا[27]

قسطلانی اور ابونعیم روایت کرتے ہیں کہ بعد ولادت کے آپؐ نے خدا کو سجدہ کیا اور انگشت مبارک آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ[28] (سوا خدا کے کوئی معبود نہیں میں خدا کا رسول ہُوں)

حافظ ابو الفضل بن حجر، سیر الواقدی میں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی تکلّم فرمایا، ابنِ سبع "الخصائص" میں ذکر کرتے ہیں کہ آپؐ نے پہلے جو کلام فرمایا، وہ یہ تھا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ـــــ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا[29]

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے دُنیا پر تشریف لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا فرمائی۔ يَا رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ (خدایا میری اُمت مجھے بخش دے) خطاب ہوا وَ هَبْتُكَ اُمَّتَكَ بِاَعْلٰى هِمَّتِكَ (میں نے تیری اُمّت بسبب تیری بلند ہمّت کے، تجھے بخش دی) پھر فرشتوں سے ارشاد ہوا اِشْهَدُوْا يَا مَلَائِكَتِیْ اَنَّ حَبِيْبِیْ لَا يَنْسٰى اُمَّتَهٗ عِنْدَ الْوِلَادَةِ فَكَيْفَ يَنْسَاهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ[30] (اے فرشتو! گواہ رہو کہ میرا حبیبؐ اپنی اُمّت کو ولادت کے وقت نہیں بھولا تو قیامت کے دن کب بھولے گا)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پیدا ہوتے ہی سجدۂ الٰہی میں گر پڑے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم[31] دونوں ہاتھوں پہ سجدہ کرتے اور دونوں آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے پیدا

ہوئے۔ بعض اور راویوں کا بیان ہے کہ پیدا ہوتے ہی آپؐ تو تقریب الٰہی کی جانماز پر سجدے کو جھکے مگر آپ کا نور عظمت الٰہی کے پردوں تک جا پہنچا اور انہیں چاک کر دیا۔[۳۱]

شیخ محمد رضا مصری لکھتے ہیں کہ آپؐ نے پیدا ہوتے ہی پہلے سجدہ کیا۔ پھر اپنے سر اور دو انگلیوں کو آسمان کی طرف اُٹھایا۔[۳۲]

عثمان بن ابی العاص ثقفی نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے وقت حضرت آمنہؓ سے ایک نور نکلا جس سے وہ گھر اور محلہ روشن ہو گیا اور اس حدیث کی شاہد عرباض بن ساریہؓ کی حدیث ہے جو کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سُنا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدمؑ گیلی مٹی میں پڑے ہوئے تھے اور ابھی تم کو اس کی حقیقت بتاتا ہوں۔ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسٰیؑ کی بشارت ہوں جو انہوں نے میری بابت کی تھی۔ اور اپنی والدہ ماجدہ کی رویت ہوں جو انہوں نے دیکھی تھی اور انبیاء علیہم السلام کی مائیں اِسی طرح دیکھتی آئی ہیں اور بے شک رسولؐ اللہ کی والدہ نے بھی آپ کی ولادت کے وقت نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے اور صحیح کہا اس کو ابن حبان اور حاکم نے۔ اور حضرت ابو امامہ کی حدیث میں بھی اسی طرح ہے۔[۳۳]

ابن ہشامؒ لکھتے ہیں کہ سیدہ آمنہؓ نے ولادت سے قبل دیکھا کہ ایک نور نکلا جس کی روشنی میں ان کو شام اور بصرہ کے محل دکھائی دیے۔[۳۴]

بیہقی اور ابن عبد البرؒ نے عثمان بن ابی العاصؓ کی ماں (فاطمہ بنت عبد اللہؓ) کا بیان نقل کیا ہے کہ حضورؐ کی ولادت کے وقت وہ بی بی آمنہؓ کے پاس موجود تھیں۔ اُس وقت جدھر نظر جاتی تھی، نُور ہی نور تھا۔[۳۵]

ابن ابی حاتمؒ اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ میلاد مبارک کے وقت روئے زمین نور سے منور ہو گئی۔ ابلیس نے کہا آج ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو ہمارا معاملہ خراب کر دے گا۔[۳۶]

بیہقی، ابونعیم، خرائطی اور ابنِ عساکر، ابویعلی بن عمران بجلی سے، وہ مخزوم بن ہانی سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں (اس وقت ان کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی) کہ شبِ ولادت ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آگیا اور اس کے چودہ کنگورے گر گئے۔ نارِ فارس بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے نہیں بجھی تھی۔ اور بحیرۂ ساوہ خشک ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو کسریٰ بہت خوفزدہ ہوا مگر اس نے صبر کیا، پھر جب زیادہ صبر نہ ہو سکا تو یہ سوچا کہ یہ بات اپنے وزراء سے نہ چھپانی چاہیے۔ چنانچہ تاج پہن کر سریر آرا ہوا۔ لوگوں کو جمع کیا اور انہیں صورتِ حال سے باخبر کیا۔ اسی دوران پرچہ آیا کہ فارس کی آگ بجھ گئی۔ اس پر اسے اور رنج ہوا۔ موبذان نے کہا "خدا بادشاہ کو سلامت رکھے میں نے بھی آج خواب دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں اور دجلہ عبور کر کے سارے ملک میں پھیل گئے ہیں"۔ بادشاہ نے پوچھا "اے موبذان! اب کیا ہوگا؟" اس نے کہا "عرب کی جانب سے کوئی عظیم واقعہ پیش آنے والا ہے"۔ اس کے بعد کسریٰ نے نعمان بن منذر کو لکھا کہ میرے پاس کسی عالم کو بھیجو، میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے عبدالمسیح بن عمرو بن حسان غسانی کو بھیج دیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا "تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں؟" اس نے کہا "بادشاہ سلامت! مجھے بتائیں۔ اگر مجھے علم ہوا تو بتا دوں گا ورنہ اس شخص کا پتا دوں گا جو جانتا ہو گا"۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کو ساری بات بتائی۔ جسے سُن کر عبدالمسیح نے کہا "اس کا علم میرے ماموں سطیح کو ہے۔ جو شام کے نواحی گاؤں میں رہتا ہے، بادشاہ نے کہا اچھا اسے لے آؤ، میں اس سے پوچھوں گا۔ عبدالمسیح روانہ ہو گیا اور سطیح کے پاس پہنچا جو مرنے کے قریب تھا۔ عبدالمسیح نے اُسے سلام کیا۔ سطیح نے سلام سن کر سر اُٹھایا اور بولا "عبدالمسیح ایک تیز رفتار اونٹ پر سطیح کے پاس آیا ہے جس کی موت قریب ہے۔ تجھے ساسانیوں کے بادشاہ نے بھیجا ہے کہ ایوان میں زلزلہ آگیا۔ نارِ فارس بجھ گئی۔ اور موبذان نے خواب دیکھا کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں اور وہ دجلہ عبور کر کے سارے ملک میں پھیل گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح! جب تلاوت کی

کثرت ہو جائے اور حاملِ عصا ظاہر ہو جائیں، وادیٔ سماوہ پانی سے اُبلنے لگے، بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے اور نارِ فارس ٹھنڈی ہو جائے تو پھر سطیح کے لیے شام نہیں ہے۔ بس کنگروں کے عدد کے مطابق بادشاہ ہوں گے اور جو کچھ ہونا ہوگا ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر سطیح مرگیا اور عبد المسیح نے آکر بادشاہ کو سارا واقعہ سنایا۔[۳۷]

وقتِ ولادت ظہور پذیر ہونے والے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے شقراطیسی نے کہا ہے:

و صَرحُ کسرٰی تداعٰی من قواعدہٖ
و انقضُّ منکسر الارجاء ذامیل

(کسرٰی کے محل کی بنیادیں زلزلے سے ہلنے لگیں اور اس کے محل کے کنگرے جھک گئے اور ٹوٹ کر گر پڑے)

و نار فارس لم تُوقد و ما خمدت
مذ الف عام و نہر القوم لم یسل[۳۸]

(ملکِ فارس کا آتشکدہ بجھ گیا حالانکہ اس کی آگ ہزار سال سے نہ بجھی تھی اور بحیرہ طبریہ کا پانی خشک ہو گیا)

اسی بات کو علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بُردہ میں یوں نظم کیا۔

وَ بَاتَ اِیْوَانُ کِسرٰی وھو منصدعٌ
کشَمْلِ اصحابِ کِسْرٰی غیر مُلْتَئِمِ

(محلِ کسرٰی گر پڑا اور پارہ پارہ ہو گیا
منتشر سب ہو گئے کسرٰی کے ساتھی ایک دم)[۳۹]

بوصیریؒ نے اپنے ہمزیہ قصیدہ میں بھی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے:

وَ تَدَا عٰی ایوان کسرٰی وَلَوْلَا
اٰیۃٌ منک ما تداعی البناء

(زلزلہ سے کسرٰی کے محل کی بنیادیں ہل گئیں اگر وہ آپؐ کی نبوت کی علامت نہ ہوتی تو زلزلے سے اس کی بنیادیں نہ ہلتیں)

وعدا كل بيت نارٌ وفيه
كُربة من خمودها وبلاءُ

(فارس کا ہر آتش کدہ بجھ جانے کی وجہ سے اس کے پرستاروں کے لیے مصیبت اور غمکدہ بن گیا)

وعيون للفرس غارت فهل كا ن بنيرانهم بها اطفاءُ؟

(فارس کے چشمے خشک ہو گئے۔ تو کیا ان چشموں کے پانیوں سے یہ آتش کدہ بجھ گیا تھا)

کسرٰی شہنشاہِ فارس کے محل کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے جس سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اس خاندان میں ظلم و استبداد کرنے والے صرف چودہ بادشاہ باقی ہیں۔ چنانچہ دس بادشاہ تو یکے بعد دیگرے چار سال ہی میں ختم ہو گئے۔ اور باقی چار حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں ہلاک ہو گئے۔[۴۱]

ابنِ سعد نے عمرو بن عاصم سے، انہوں نے ہمام بن یحییٰ سے اور انہوں نے اسحاق بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے بیان فرمایا کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ایک نور طلوع ہوا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ آپ بالکل پاک صاف پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے ہی زمین پر ہاتھ رکھ لیے۔[۴۲]

ابو نعیم نے عبد الرحمٰنؓ بن عوف سے، وہ اپنی والدہ شفا سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کا چہرہ روشن تھا۔ کسی کہنے والے نے کہا تجھ پر اللہ کی رحمت۔ پھر میرے سامنے مشرق و مغرب روشن ہو گئے اور میں نے روم کے محل دیکھ لیے۔ تھوڑی دیر میں مجھ پر تاریکی اور ہیبت کا پردہ سا پڑ گیا اور کپکپی لگ گئی اور آپ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ سو میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ کہتا ہے کہ اِن کو کہاں لے گئے تھے۔ جواب دینے والے نے کہا کہ مشرق کی طرف۔ وہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ پس میں اوّل اسلام لانے والوں میں ہوئی۔[۴۳]

عمرو بن قتیبہ نے اپنے والد سے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب آیا تو خدا نے فرشتوں سے کہا کہ آسمانوں اور بہشت کے دروازے کھول دو۔ اس دن سورج کی روشنی میں زبردست اضافہ کر دیا گیا تھا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے تمام دنیا کی عورتوں نے لڑکے جنے۔[44]

حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب کہتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت میں نے دیکھا کہ آپؐ کا نور چراغ کی روشنی کو مات کر رہا تھا۔ میں نے اس رات چھ علامات کا مشاہدہ کیا۔ اوّل یہ کہ جب حضورؐ پیدا ہوئے تو سب سے پہلے سجدہ ریز ہوئے۔ دوم، سجدے سے سر اٹھایا تو فصیح و بلیغ زبان میں لا الٰہ الا اللہ انی رسول اللہ کہا۔ سوم میں نے گھر کو آپؐ کے چہرۂ انور کے نور سے روشن و منوّر دیکھا۔ چہارم، میں نے چاہا کہ آپؐ کو نہلاؤں لیکن ہاتف نے آواز دی، اے صفیہ! اپنے آپ کو زحمت نہ دے کیونکہ ہم نے اپنے محبوبؐ کو پاک صاف پیدا کیا ہے۔ پنجم، میں نے دیکھا کہ حضور مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے ہیں۔ ششم، جب میں نے چاہا کہ آپ کو کسی کپڑے میں لپیٹوں تو آپ کی پشت پر میں نے مہرِ نبوت دیکھی اور آپؐ کے کندھے کے درمیان دیکھا تو وہاں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔[45]

ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ فرشتے آپ کو آسمان کی طرف لے گئے۔ پروردگار نے تاجِ کرامت اور خلعتِ عظمت عنایت فرمایا۔[46]

طبرانی، ابونعیم، خطیب اور ابنِ عساکر حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ”میرے رب نے ایک عزت مجھے بخشی ہے، کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں اور کسی نے میرے پوشیدہ مقام کو نہیں دیکھا۔“[47] ابنِ عساکر حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے اور حضرت ابنِ عمرؓ سے بھی یہی روایت ہے۔[48]

حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو پیدائشی طور پر نبی پیدا فرمایا

تھا۔ کیونکہ معجزات نبوّت کی علامت ہوتے ہیں جیسا کہ حضور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے "انبیائے کرام میں سے کوئی نبی نہیں مگر اُنہیں معجزے عطا فرمائے گئے کہ انہیں دیکھ کر لوگ ایمان لائیں۔" ۴۹ پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو سید المرسلین اور امام الانبیاء ہیں۔ آپ کا اُمتی بننے کی خواہش انبیاء نے کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ خدائے عزّ وجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہ کسی کو پیدا کیا نہ ظاہر کیا، نہ لباسِ ہستی پہنایا اور نہ خدا تعالیٰ نے بجز آپؐ کے کسی کی زندگی کی قسم کھائی۔ ۵۰

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کروڑوں درود اور سلام!

حواشی :

(۱) مجموعۂ قصائد۔ ص۔۴۰۔ بحوالہ سیرتِ رسولِ عربیؐ از علامہ نور بخش توکلی ص ۲۶۔ (۲) زرقانی شریف، ج ۱۔ ص ۳۷ (۳) اشرف علی، مولانا۔ نشر الطیب ص ۱۶/ انوار محمدیہ۔ ص ۲۶ (۴) جلال الدین سیوطیؒ۔ الخصائص الکبریٰ جلد اوّل (مترجم راجا رشید محمود) ص ۲۰ (۵) ترمذی شریف، عن ابو ہریرہؓ/ مشکوٰۃ شریف جلد سوم باب فضائل سید المرسلینؐ (یہ حدیث مولانا اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں بھی نقل کی ہے۔) (۶) مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلینؐ (۷) الخصائص الکبریٰ (اردو ترجمہ) جلد اوّل ص ۲۰ (۸) نشر الطیب ص ۱۹ (۹) البقرہ ۲: ۱۱۸ (۱۰) الفتح ۴۸: ۸ (۱۱) الانبیاء ۲۱: ۱۰۷ (۱۲) المزمّل ۷۳: ۱۵ (۱۳) مریم ۱۹: ۲۹ (۱۴) مریم ۱۹: ۳۰ (۱۵) تفسیر ابن کثیر جلد سوم۔ ص ۲۹ پارہ ۱۶ (۱۶) ضیاء القرآن جلد سوم۔ ص ۸۷ (۱۷) محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ۔ سیرت المصطفیٰؐ۔ ص ۱۴۵ (۱۸) نور الدین عبد الرحمٰن جامیؒ۔ شواہد النبوۃ (مترجم بشیر حسین ناظم) ص ۵۶ (۱۹) نشر الطیب۔ ص۔۴۰ (۲۰) محمد رضا شیخ مصری۔ محمدؐ رسول اللہ ص ۳۲ (۲۱) شواہد النبوۃ (اُردو) ص ۵۷ (۲۲) قصیدہ بُردہ (ترجمہ ڈاکٹر مہر عبد الحق) ص ۸۵ (۲۳) ایضاً۔ ص ۸۵ (۲۴) عنایت احمد کاکورویؒ، تواریخِ حبیبِ الٰہ ص ۳ (۲۵) نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ ص ۴۱ (۲۶) یوسف بن اسماعیل نبھانیؒ۔ انوارِ محمدیہؐ (مترجم پروفیسر غلام ربانی) ص ۴۰ (۲۷) نقی علی خاں، مولانا۔ سرور القلوب

بذکرالمحبوبؐ ص ۱۳ (۲۸) ایضاً (۲۹) الخصائص الکبریٰ (اُردو) جلد اوّل ص ۱۰۶
(۳۰) سرور القلوب بذکر المحبوبؐ ص ۱۲ (۳۱) ولادت سرورِ عالمؐ از ابنِ جوزی (مترجم عبدالحلیم شرر) ص ۲۷ (۳۲) محمد رضا، شیخ۔ محمدؐ رسول اللہ (مترجم: مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۰ (۳۳) محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ۔ سیرت المصطفیٰ ص ۱۴۷ (۳۴) سیرۃ ابنِ ہشام (اُردو ترجمہ) مطبوعہ مقبول اکیڈمی ص ۸۰ (۳۵) علامہ مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ ص ۹۵۔ (۳۶) الخصائص الکبریٰ۔ جلد اوّل۔ ص ۱۰۰ (۳۷) الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول ۱۰۱، ۱۰۲
(۳۸) محمدؐ رسول اللہ (اُردو) ص ۳۱ (۳۹) قصیدہ بُردہ شریف مطبوعہ تاج کمپنی (ترجمہ از محمد فیاض الدین نظامی بہزاد دکن) ص ۱۶/ طفیل احمد سلامی (مؤلف) تسکین القلوب ص ۲۲
(۴۰) محمدؐ رسول اللہ (اُردو ترجمہ) ص ۳۲ (۴۱) ایضاً۔ ص ۳۱ (۴۲) الخصائص الکبریٰ۔ جلد اوّل۔ ص ۹۴ (۴۳) نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ۔ ص ۴۲ (۴۴) انوارِ محمدیہؐ ص ۲۵
(۴۵) شواہد النبوۃ۔ ص ۵۶، ۵۷ (۴۶) سرور القلوب بذکر المحبوبؐ ص ۱۲ (۴۷) الخصائص الکبریٰ (اُردو) جلد اوّل۔ ص ۱۰۴ (۴۸) ایضاً ص ۱۰۵ (۴۹) مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلینؐ فصل اوّل (۵۰) ابنِ جوزی، ولادتِ سرورِ عالمؐ (اُردو ترجمہ) ص ۳۹، ۴۰

اے زہے بخت کہ معبود کا مظہر آیا
ہم غلاموں میں دو عالم کا وہ سرور آیا
ہے گلستاں میں نسیم سحر آمادہ بہ رقص
زینتِ لالہ و نسرین و صنوبر آیا
آپؐ کی شان سوا، آپؐ کا رُتبہ اعلیٰ
ویسے تو جو بھی نبی آیا وہ بہتر آیا

حشمت یوسفی، کراچی

شہنشاہِ صاحب نشاں کی ہے آمد

زمیں پر مہِ آسماں کی ہے آمد
ضیابخشِ کون و مکاں کی ہے آمد

ہوا سبز و شاداب مکّہ کا جنگل
چمن پر بہارِ جناں کی ہے آمد

ضعیفوں سے رخصت ہوئی ہے نقاہت
نحیفوں میں تاب و تواں کی ہے آمد

غم و رنج دنیا سے رخصت ہوئے ہیں
سرور و نشاطِ جہاں کی ہے آمد

اب اسلام والوں کے جھنڈے گڑیں گے
شہنشاہِ صاحب نشاں کی ہے آمد

رسولوں نے دی جن کی نسبت بشارت
اُنھی رہبرِ دو جہاںؐ کی ہے آمد

نہ ہو کیوں خوشی عید و نوروز جیسی
اِس اُمت کے اب مہرباں کی ہے آمد

غزیبؔ آج تنزیلِ رحمت ہے ہرسُو
محمدؐ شہِ انس و جاں کی ہے آمد

—غزیب سہارنپوری—

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے

کن کے انوار سجانے کے لیے آپؐ آئے
ذوقِ نظّارہ بڑھانے کے لیے آپؐ آئے

آتشِ کفر بجھانے کے لیے آپؐ آئے
شمعِ توحید جلانے کے لیے آپؐ آئے

عظمتِ کعبہ بڑھانے کے لیے آپؐ آئے
نقشِ اوہام مٹانے کے لیے آپؐ آئے

دولتِ درد لٹانے کے لیے آپؐ آئے
غم کے آداب بتانے کے لیے آپؐ آئے

معصیت کاروں کو، دنیا کے سیاہ کاروں کو
اپنے دامن میں چھپانے کے لیے آپؐ آئے

ہر ادا خالقِ کونین کی دامن میں لیے
دیدہ و دل میں سمانے کے لیے آپؐ آئے

عاصیو! آؤ چلیں فردِ ندامت دھونے
چشمۂ فیض بہانے کے لیے آپؐ آئے

اپنا پیوندِ قبا رحمتِ یزداں کی قسم
زخمِ عصیاں پہ لگانے کے لیے آپؐ آئے

وہ اشارہ جو کریں موجِ بلا چل کے ہلالؔ
میری کشتی کو بچانے کے لیے آپؐ آئے

ہلال جعفری (ملتان)

خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے

خوشا آں ساعت کہ عبداللہؓ کے نورِ نظر آئے
جنابِ آمنہؓ کے لعل، صد رشکِ قمر آئے
تعالی اللہ عالی مرتبت والا گہر آئے
شہِ ہر دو سراؐ فرمانروائے بحر و بر آئے
خلیق و صادق القول و امینِ معتبر آئے
جہاں میں بے نظیر انسان و بے ہمتا بشر آئے
جہانِ تیرہ و تاریک میں بن کر سحر آئے
تمام انسانیت کے رہنما و راہبر آئے
دعا جس کے لیے کی تھی خلیل اللہؑ نے رب سے
بشارت جس کی دی عیسیٰؑ نے، وہ پیغامبر آئے
محمدؐ کے لیے پیدا کیا افلاک کو رب نے
پہن کر تاجِ لولاکَ لما خیر البشرؐ آئے
تعالی اللہ یہ ہے عظمت کاشانۂ احمدؐ
یہاں روح الامینؑ بھی با ادب اور باخبر آئے
کرم گستر نظر، لب پر تبسّم، بات میں نرمی
سراپا رحمت و با شانِ عفو و درگزر آئے
گنہگارانِ اُمت کی شفاعت کے لیے بیدلؔ
محمدؐ مصطفیٰ محبوبِ ربّ، خیر البشرؐ آئے

بیدل فاروقی

حامئ خلقِ خدا آئے

زباں پر کیوں نہ پیہم نعرۂ صلِّ علیٰ آئے
یہ وہ دن ہے کہ عالم میں محمدؐ مصطفیٰؐ آئے

امام المرسلیں کی شان میں جلوہ نما ہو کر
نبوّت ختم ہے جن پر، وہ ختم الانبیاؐ آئے

نسیم مہر و الفت آگئی گلزارِ ہستی میں
بہارِ زندگی بن کر حبیبِ کبریا آئے

بھٹکتا دیکھ کر انسان کو راہِ ہدایت سے
بصد لطف و کرم انسانیت کے رہنما آئے

غریبوں بے نواؤں بے کسوں کی دستگیری کو
معینِ نوعِ انساں حامئ خلقِ خدا آئے

یہ اوصافِ کریمانہ شفیع المذنبیں ہو کر
گنہ گاروں کے محسن شافعِ روزِ جزا آئے

منظور حسین منظور

سرکار علیہ التحیۃ والتسلیم کی تشریف آوری

انسانیت کے نام پہ انسان داغ تھا ظلمت کی آندھیوں میں خودی کا چراغ تھا
تاراج پت جھڑوں سے محبت کا باغ تھا اوجھل نگاہِ دل سے خدا کا سُراغ تھا
قحطِ خلوصِ عام تھا کشتِ حیات میں
سیلابِ شر کا زور تھا اِس کائنات میں

پھر یُوں ہوا کہ ایک ستارا چمک اُٹھا تاریکیوں میں نور کا دھارا چمک اُٹھا
انسانیت کا ماند نظارا چمک اُٹھا طوفان بے بہا میں کنارا چمک اُٹھا
تاریک زندگی کو نیا نُور مل گیا
آنکھوں کو ایک جلوۂ مستُور مل گیا

سچ دھج سے لگ رہا ہے وہی آ رہے ہیں آج سب ذرّے آفتاب بنے جا رہے ہیں آج
ہفت آسمان زمیں پہ بچھے جا رہے ہیں آج غنچے دلوں کے پھول بنے جا رہے ہیں آج
دنیائے آب و گِل میں نیا انقلاب ہے
نُورِ خدا کا پیشِ نظر آفتاب ہے

انسان کو خدا سے ملانے وہ آ گئے دل میں خدا کی شان بڑھانے وہ آ گئے
دل کی نظر سے دیکھ زمانے وہ آ گئے ہم عاصیوں کو غم سے چھڑانے وہ آ گئے
مہماں زمیں پہ آئے ہیں عرشِ عظیم کے
پیغام لے کے آئے ہیں ربِّ کریم کے

شریف شیوہ (لاہور)

علیہ الصلوٰۃ والثناء

محبوبِ خدا آیا

مجھے اک محسنِ انسانیت کا ذکر کرنا ہے
مجھے رنگِ عقیدت فکر کے خاکے میں بھرنا ہے

بشر سے کس طرح توراۃ کے وعدے ہوئے پورے
سحر کے شام کے دن رات کے وعدے ہوئے پورے

بشارت جس کی دی تھی ابنِ مریمؑ نے زمانے کو
وہ ہستی کون تھی، کب آئی تھی محفل سجانے کو

وہ کیا ساماں تھے، جب اُتری تھی رحمت دو جہانوں کی
بلندی مل گئی کیونکر زمیں کو آسمانوں کی

نہ ہے تابِ سخن مجھ کو، نہ ہے تحریر کا یارا
میں ذرّہ ہوں، مرا موضوع خورشیدِ جہاں آرا

کہانی لکھ چکا ہوں گرچہ سورج چاند تاروں کی
بہت دہرا چکا ہوں داستاں رنگیں بہاروں کی

مگر وہ چاند، تارے، پھول، سورج سب ہیں جسمانی
جو اب موضوع ہے خورشید میرا، وہ ہے روحانی

یہ خورشیدِ ضمیر آرا ہے، خورشیدِ معانی ہے
اسی خورشید کی ذرّے کے لب پر اب کہانی ہے

عرب کی سرزمیں پر خیمہ زن گھرا اندھیرا تھا
جہاں تک کام کرتی تھی نظر، ظلمت کا ڈیرا تھا

قبیلوں میں یہاں تقسیم تھی انسان کی دنیا
فقط جنگ و جدل پر تھی فدا ارمان کی دنیا

بظاہر گرچہ تھے یہ دینِ ابراہیمؑ کے پیرو
یہ باطن تھے مگر سب اپنی ہی تنظیم کے پیرو

یہاں جتنے بھی سینے تھے، شجاعت کے ٹھکانے تھے
مگر اپنے ہی بھائی اِس شجاعت کے نشانے تھے

یہاں مذہب کی عزت تھی، نہ تھی ایمان کی عزت
نہ ہو ایمان کی تو پھر کہاں انسان کی عزت

غرض اس سرزمیں کی تھی عجب ناگفتنی حالت
جو نظّارہ تھا اس کا، تھا وہی نظّارۂ عبرت

جہاں قرآں بن کر حرفِ حق کو جگمگانا تھا
وہ خطّہ آج اک گہرے اندھیرے کا ٹھکانا تھا

عرب سے مختلف تھا گرچہ کچھ ایران کا عالم
یہاں بھی تھا مگر ناگفتنی ایمان کا عالم

شہنشاہی کی یاں بے نور شمعیں جھلملاتی تھیں
بھڑک اُٹھتی تھیں وہ کچھ دیر جب بجھنے پہ آتی تھیں

یہ ان بجھتی ہوئی شمعوں کا تھا انداز نورانی
کہ ظلمت میں اضافہ کر رہی تھی ان کی تابانی

وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا
وہی رُوئے زمیں پر آج تھا تخریب کی دنیا

یہ تحقیق و تجسّس کا جہاں تھا آج ویرانہ
فلاطوں کی خرد، سقراط کی دانش تھی افسانہ

ارسطو کی طلاقت ایک گم گشتہ خزانہ تھی
سکندر کی شجاعت ایک پارینہ فسانہ تھی

بہت چمکا زمینِ چین پر تہذیب کا تارا
مگر اب بجھ کے ٹھنڈا ہو چکا تھا یہ جہاں آرا

کبھی ہوتی رہی ہوگی یہاں تعظیمِ کنفوشس
دلوں سے ہو چکی تھی محو تکریمِ کنفوشس

غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا

کہ دنیا کے افق پر دفعتہً سیلابِ نور آیا
جہانِ کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا

حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا، نذیر آیا
شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا

بھٹکتی خلق کو رستہ دکھانے رہنما آیا
سفینے کو تباہی سے بچانے ناخدا آیا

مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلیں آیا
سحابِ رحم بن کر رحمۃ للعالمیں آیا

خلیق آیا، کریم آیا، رؤف آیا، رحیم آیا
کہا قرآں نے جس کو صاحبِ خُلقِ عظیم آیا

بشر بن کر زمانے کا جمالِ اوّلیں آیا
متاعِ صدق لے کر صادق الوعد امیں آیا

وہ آیا فقر فخری رُتبہ ہے جس کی قناعت کا
وہ آیا جو معلم ہے جہاں میں دینِ فطرت کا

سراپا علم بن کر صاحبِ اُمّ الکتاب آیا
زمینِ تشنہ لب کی زندگی بن کر سحاب آیا

تجلّی عام فرماتا ہوا شمس الضحیٰ آیا
امام الانبیاء آیا، محمدؐ مصطفیٰ آیا

محمدؐ مصطفیٰ یعنی وہ محبوبِ خدا آیا
دلوں نے سرخوشی پائی کہ احمدؐ مجتبیٰ آیا

نویدِ جاں فزا پائی یتیموں نے غریبوں نے
غلاموں بے سہاروں بیکسوں آفت نصیبوں نے

پیامِ زندگی مل رہا تھا زیردستوں کو
فضا آنکھیں دکھاتی پھر رہی تھی خود پرستوں کو

دلِ دنیا سے ہر ارمان اٹھتا تھا دعا بن کر
مسرّت نعرہ زن تھی چار سُو پیکِ صبا بن کر

سلام اے ظلِ سبحانی، سلام اے نورِ یزدانی
سلام اے وقت کی تقدیر کے ماتھے کی تابانی
سلام اے نازشِ و فخر و وقارِ آدمِ فانی
سلام اے بزمِ تاریکِ جہاں میں شمعِ نورانی

——— پنڈت جگن ناتھ آزاد (بھارت)

[illegible] خلافت کے منصب پر
[illegible] ——— اُس ذاتِ گرامی
[illegible] عطا کرنے کا احسان ،
نظم [illegible] کے طور طریقوں سے [illegible] کا احسان ، جہانبانی و
فرمانروائی کے ڈھنگ بتلانے کا احسان ، تجارت و معاشرت ، معیشت و
سیاست ، خطابت و امامت کے سلیقے سکھانے کا احسان ، فاقہ کشی و یتیمی ،
عزبت و افلاس ، تنگدستی و جفاکشی سے نبھا کرنے ، غرض کہ انسانی زندگی کے
تمام زیر و بم سے واقف کرانے کے لامحدود و لاتعداد احسانات ——— اس پر
طرّہ یہ کہ ہر فردِ مخلوق کو حسن و رعنائی عطا کی ، گلبنوں اور گلزاروں میں اپنے حسن و
نکہت کی فراوانی بخشی ، لہلاتے کھیت ، یہ اونچی پہاڑیاں ، پُر نور وادیاں ، بل کھاتی
سڑکیں ، عمودی ڈھلوانیں ، اُبلتے چشمے ، نرم و نازک شگوفے اور پتیاں سبھی و
اُس کے نور کی خیرات پر اترا رہے ہیں ——— تو پھر ——— اُس ذاتِ معظم ، محترم
رحمتِ عالم ، اُس اکمل و اجمل ، احسن و اکرم ذات والاصفات کی جلوہ [illegible]
ظہورِ قدسی پر جتنا شکر ادا کیا جائے اُتنا ہی کم ہے ۔ جتنا بھی اُس کی یاد میں [illegible]
ہوا جائے تھوڑا ہے ، جس قدر اُن کی عظمت و بزرگی کے خطبے پڑھے جائیں
قلیل ہیں ۔ اُس ذاتِ با برکات ، محبوبِ خدا و جانِ جہان کی کرم نوازیوں کی
وسعت اور بخششوں کی بہتات کا تو یہ عالم ہے کہ اگر پوری کائنات اپنے [illegible]
ذرائع و وسائل کو بروئے لاکر ابتدائے آفرینش سے دمِ آخرین تک بھی [illegible]
میں محو رہے تو بھی رسولِ صادق کے احسانات کا بدلہ نہیں چکایا جا سکتا
——— تذکارِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ——— بس ادنیٰ سی
کوشش ہے اظہارِ تشکر کی ——— محافلِ میلاد کا انعقاد ایک اقدام ہے

ان کی کرم فرمائیوں پر اظہار امتنان کا ... ایک اہتمام

آقا و مولا کے حضور میں ...

کا صلوٰۃ و سلام کے نذرانے ... کرنے کا

قرآن مجید سے قبل کے آسمانی صحائف اور ... کا مطالعہ کیا جائے
نیز انبیاء سابقین کی سیرت پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے اس عظیم رسول کا تذکرہ ان کتابوں کے صفحات میں بھی مندرج تھا
... کی تبلیغ ... کا بھی نقطۂ آغاز تھا — حضرت ابراہیم
... جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
... سے طلوع ہوں گے، حضرت
... پیدا ہوں گے، آپ کے فرزند اور
... علیہ السلام نے فرمایا وہ ٹھیک محمد ہیں،
... ان کے جانشین یسعیاہ علیہ السلام
... کے باشندے ان کی آمد پر
... علیہ السلام نے انہیں فارقلیط کے نام سے

بعثت
... رسولوں کا یہ کام ان کے مقصد
... مہتمم اعلیٰ و منتظم حقیقی جل و علیٰ
... میلاد و بعثت کے نغموں کا
... اس سلسلے کو ہر آن ... جاری و
... کا مقصد بعثت بھی اشاعت
...

ارمغانِ جمیل

سکونِ دل لیے ہوئے قرارِ جاں لیے ہوئے
وہ آئے ساتھ رحمتوں کا کارواں لیے ہوئے

وہ عزّۃُ الکمال ہیں، وہ حُسن بے مثال ہیں
جمالِ لایزال کی تجلّیاں لیے ہوئے

بصد ادائے دلبری، بصد شعور و آگہی
نویدِ رحمتِ خدائے دو جہاں لیے ہوئے

کھُلی کتاب لے کے آئے عالمِ شہود میں
خدائے ذوالجلال کی نشانیاں لیے ہوئے

خدا کے بعد پاک ہے، وہ ایک اُن کی ذات ہے
حریمِ قُدسِ کبریا کی پاکیاں لیے ہوئے

جمیلؔ ان کا مرتبہ ہے عظمتوں کا منتہیٰ
ہے اُن کا نام عرش کی بلندیاں لیے ہوئے

——— جمیلؔ نقوی (کراچی)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میلاد النبی کا فلسفہ

تحریر: خلیل احمد نوری

خوشا وہ صبح سعادت افروز، جس میں اُس ہستیٔ مقدس کی جلوہ نمائی ہوئی جسے خالق کائنات نے وجہ تخلیق کائنات بیان فرمایا ہے

مبارک وہ گھڑیاں، جس میں خدا اور بندوں کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو دوبارہ جوڑنے والی ذات نے اس دنیا میں قدم رنجہ فرمایا۔

پُرنور وہ لمحے، جس میں اُس محسنِ اعظم نے جنم لیا، جس کے احسان وکرم کا بار مخلوقِ خدا کے ہر فرد پر ہے۔

دل افروز وہ ساعت، جس میں اُس حسنِ مجسم کی ولادت ہوئی کہ کائنات میں بکھرا ہوا ہر حسن، رعنائی اور رنگینی کا ہر پہلو، کمال وخوبی کا ہر زاویہ اُس ذاتِ والاصفات سے خیرات مانگ کر وجود میں آیا ہے۔

ماہِ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو پیدا ہونے والی یہ مقدس ترین ذات، جب افلاک وارض، انسان وحیوان، جمادات ونباتات، شجر وحجر بلکہ دیکھی ان دیکھی، سُنی ان سُنی جملہ مخلوقِ خدا کی تکوین وتخلیق کا سبب ہے، اُس کی رحمت ان سب کے ارتقاء وبقاء کا باعث ہے ـــــــ گمراہ بندوں کو، ضلالِ مبین میں پڑے ہوئے کمزور وناتواں انسانوں کو رُشد وہدایت کے عطا کرنے

عبد کو معبود سے ملانے، نہیں نہیں، بندوں کو اُس حاکم مطلق کی خلافت کے منصب پر فائز کرنے کے لیے اُن کی ذات وسیلہ و واسطہ ہے ـــــــ اُس ذاتِ گرامی کے کِن کِن احسانات کو گنا جائے، مقصدِ زندگی سے آشنا کرنے کا احسان، زندگی گزارنے کے طور طریقوں سے رُوشناس کرانے کا احسان، جہانبانی و فرمانروائی کے ڈھنگ بتلانے کا احسان، تجارت و معاشرت، معیشت و سیاست، خطابت و امامت کے سلیقے سکھانے کا احسان، فاقہ کشی و یتیمی، غربت و افلاس، تنگدستی و جفاکشی سے نبھا کرنے، غرض کہ انسانی زندگی کے تمام زیر و بم سے واقف کرانے کے لامحدود و لاتناہی احسانات ـــــــ اس پر طرّہ یہ کہ ہر فردِ مخلوق کو حسن و رعنائی عطا کی، گلبنوں اور گلزاروں میں اپنے حُسن و نکہت کی فراوانی بخشی، لہلاتے کھیت، اونچی اونچی پہاڑیاں، پُرنور وادیاں، بل کھاتی سڑکیں، عمودی ڈھلوانیں، اُبلتے چشمے، نرم و نازک شگوفے اور پتیاں سبھی تو اُس کے نور کی خیرات پر اِترا رہے ہیں ـــــــ تو پھر ـــــــ اُس ذاتِ معظم، نورِ مجسم رحمتِ عالم، اُس اکمل و اجمل، احسن و اکرم ذاتِ والاصفات کی جلوہ آرائی پر، ظہورِ قدسی پر جتنا شکر ادا کیا جائے اُتنا ہی کم ہے، جتنا بھی اُس کی یاد میں رطب اللساں ہوا جائے تھوڑا ہے، جس قدر اُن کی عظمت و برتری کے خطبے پڑھے جائیں، قلیل ہیں۔ اُس ذاتِ بابرکات، محبوبِ خدا و جانِ جہان کی کرم نوازیوں کی وسعت اور بخششوں کی بہتات کا تو یہ عالم ہے کہ اگر پوری کائنات اپنے تمام تر ذرائع و وسائل کو بروئے لا کر ابتدائے آفرینش سے دمِ آخریں تک بھی تذکارِ رسول میں محو رہے تو بھی رسولِ صادق کے احسانات کا بدلہ نہیں چکایا جا سکتا ـــــــ تذکارِ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ـــــــ بس ادنیٰ سی کوشش ہے اظہارِ تشکر کی ـــــــ محافلِ میلاد کا انعقاد ایک اقدام ہے

اُن کی کرم فرمائیوں پر اظہارِ امتنان کا ـــــــ میلا دالنبی کی عید ایک اہتمام ہے اپنے آقا و مولا کے حضور میں مدح و ثنا سے دل بہلانے کا، مشامِ جاں کو معطّر کرنے کا، صلواۃ وسلام کے نذرانے پیش کرنے کا اور حقِ اُمتی ادا کرنے کا۔

ـــــــ ٭ ـــــــ

قرآنِ مجید سے قبل کے آسمانی صحائف اور الہامی کتب کا مطالعہ کیا جائے نیز انبیاءِ سابقین کی سیرت پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اِس عظیم رسول کا تذکرہ ان کتابوں کے صفحات میں بھی مندرج تھا اور انبیاء و رسل کے تبلیغ و ارشاد کا بھی نقطۂ آغاز تھا ـــــــ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اِن کے لیے دعا کی، جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو مژدۂ جانفزا سنایا کہ وہ فاران کے پہاڑ سے طلوع ہوں گے، حضرت داؤد علیہ السلام نے خبر دی کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے، آپ کے فرزند اور صاحبِ فضیلت پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا " وہ ٹھیک محمد ہیں، وہ میرے محبوب ہیں، میری جان ہیں " پھر ان کے جانشین یسعیاہ علیہ السلام نے واضح کیا کہ سلع (مدینہ منورہ کا ایک پہاڑ) کے باشندے اُن کی آمد پر گیت گائیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُنھیں فارقلیط کے نام سے یاد کیا، جس کا معنیٰ احمد ہے

اولوالعزم اور صاحبِ درجات و مراتب رسولوں کا یہ کام اُن کے مقصدِ بعثت کا حصہ تھا، جس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ مہتمم اعلیٰ و منتظم حقیقی جل وعلیٰ نے محبوب کی آمد سے قبل بھی سو بسو اور لمحہ بہ لمحہ میلاد و بعثت کے نغموں کا بندوبست فرما دیا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس سلسلے کو ابداً لآباد تک جاری و ساری رکھنا مطلوبِ خداوندی نہ ہو ـــــــ انبیاء کا مقصدِ بعثت بھی اشاعتِ

فضائلِ مصطفوی تھا، اور تخلیقِ انسانیت کا مقصد بھی اشاعتِ خصائلِ محمدی ہے جب انبیاء پر تذکارِ میلاد و بعثتِ نبوی واجب اور لازم تھا تو اُمتِ مصطفوی پر یہ کیوں واجب نہیں ہ سلسلۂ نبوت کے ذریعے سے خاتم النبیین کو متعارف کرانا مقصدِ الٰہی ہے تو تذکارِ رسول سے کائنات کے ہر گوشے کو معمور کرنا بھی عین منشاءِ خداوندی ہے —— اور اسی کا نام میلاد النبی ہے۔

قرآنِ حکیم میں صالحین خصوصاً انبیاء و رسل کا بار بار تذکرہ ہے اور ان کے تذکرے کا حکم بھی دیا ہے۔ دسیوں مرتبہ وَ اذْكُرْ کے لفظ میں یہ امرِ ربی موجود ہے۔ کہیں ایوب و ادریس کے ذکر کا حکم ہے، کہیں ابراہیم و اسماعیل کا، کہیں اسحاق و یعقوب کا، کہیں داؤد و سلیمان کا، کہیں آدم و نوح کا، کہیں موسیٰ و عیسیٰ کا اور کہیں زکریا و یحییٰ کا۔ سلام اللہ علیہم۔

جب اِن انبیاء کا ذکرِ خیر باعث ٹھہرا ہے تو وہ رسولِ معظم و محتشم جو امام الانبیاء والمرسلین کے منصبِ جلیلہ و عظیمہ پر فائز ہیں اُن کا ذکرِ مبارک کیوں باعثِ فلاحِ دارین نہیں ـ جب یحییٰ و زکریا او رعیسیٰ موسیٰ علیہم السلام کی ولادت کے تذکرے قرآن نے اس لیے سینے میں محفوظ کیئے ہیں کہ یوم النشور تک انہیں دہرایا جاتا رہے تو پھر رسولِ اقدس کی ولادت و بعثت کے واقعات کا سننا اور سنانا بھی روشِ قرآنی کے عین مطابق ہے —— یہی جشنِ میلاد النبی ہے۔

روزِ اول سے شرارِ بولہبی عشقِ مصطفوی سے ستیزہ کار رہا ہے۔ اہلِ باطل کی اُن ناپاک تحریکوں سے اوراقِ تاریخ سیاہ دکھائی دیتے ہیں جن کے ذریعے سے عشقِ مصطفوی کو اُمتِ مسلمہ کے قلوب سے مٹانے کی مذموم مساعی

کی جاتی رہی ہیں۔ بولہبیت یہ سمجھتی رہی ہے کہ یہی متاعِ گراں بہا اِس اُمت کے
وجود کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ سرزمینِ ہند میں عیسائی مشنریوں نے ایڑی چوٹی
کا زور لگایا اور آریہ سماجی کمر باندھ کر میدان میں کودے، مناظرے کیے اور کتب و
رسائل کے ذریعے ذاتِ گرامی پر رقیق حملے کیے۔ آج بھی دشمنانِ اسلام کسی نہ کسی
روپ میں پنہاں وعیاں عشقِ مصطفوی کے جذبات کو سرد کرنے یا پھر کسی حد تک
کم کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہیں ـــــ تو کیا ہم چپ سادھ لیں اور بولہبیت کو
پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرتے رہیں یا پھر اپنے نبی کی سیرت وصورت کو،
شمائلِ مصطفوی کو، آپ کے خدوخال کو اور عظمت وافضلیت کو خوب خوب
بیان کریں تاکہ محبتِ مصطفوی کا جذبہ پروان چڑھے؟ ـــــ کوئی بھی غیرت مند
کلمہ گو صورتِ اوّل کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہو سکتا ـــــ بس پھر ـــــ تذکار
میلاد النبی بہت بڑا ذریعہ ہے افرادِ اُمت کو عشقِ مصطفوی سے لبریز کرنے کا،
شیفتگی و وارفتگی سے دلوں کو معمور کرنے کا، محبوبِ دو عالم کے سراپا میں
کھو جانے کا، ـــــ جب ذکرِ مصطفےٰ کی محفل سجی ہو قمقموں اور آرائشی جھنڈیوں
سے گردوپیش منور ہو، لوبان و اگربتی کی خوشبوؤں سے ماحول معطر ہو جائے،
خوش گلو نعت خواں کی زبان پر اُس حسنِ مجسم کا تذکرہ ہو اور واقعاتِ ولادت و
بعثت کے حسین زمانے کا تذکرہ ہو، کبھی آپ کی زلفِ معنبر کا ذکر چھڑے، کبھی
والضحیٰ دلنشین چہرے کی بات ہو، کبھی صاحبِ مزمل کی ردا کا، کبھی آپ کے
قدوقامت کا، کبھی چال ڈھال کا اور کبھی گفتار و رفتار اور کردار کا ذکر خیر
نوک زبان پر ہو ـــــ تو ایسے میں محبوب و مطلوبِ مقدس کی یاد میں ڈوب
جانا ایک فطری امر ہے، والہانہ عشق اور جاودانی محبت کے جذبوں کا اُجاگر
ہونا ایک قدرتی بات ہے ـــــ یہ ایک ایسا مقصد ہے جس سے اُمت کی حیات

وابستہ ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے جس قدر مال و دولت کو صرف کر لیا، اِسراف نہیں۔ بلکہ حقیقت کے مطابق اور منشاءِ حق ٹھہرتا ہے۔

ماہِ ربیع الاول حریتِ انسانی کا مہینہ ہے، ولادتِ محمدی کا دن اصل میں انسانوں کی آزادی کا دن ہے —— قوانینِ باطلہ سے آزادی کا دن، طاغوتی قوتوں سے آزادی کا دن، اوہام و خرافات سے آزادی کا دن، جھوٹے خداؤں سے آزادی کا دن، مادیت کی زنجیروں سے آزادی کا دن، —— غلامی کو موت ملی، محکوموں اور زیردستوں کو رہائی ملی، بے بسوں اور بے کسوں کو آقائی کا مژدۂ جانفزا ملا، کلمۂ حق کو ظلم و فساد اور طغیان و ضلالت سے نوید میسر آئی۔ قرآنِ حکیم کی یہ آیتِ مبارکہ اسی جانب اشارہ کرتی ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ —— جو قوم اپنے یومِ آزادی کو بھول جائے وہ آہستہ آہستہ غلامی کے آہنی شکنجوں میں پھر کس دی جاتی ہے۔ ملتِ اسلامیہ میں عیدِ میلاد النبی کے اجراء کا یہی فلسفہ ہے تاکہ یومِ حریت نظروں میں رہے اور حق کا علم ہمیشہ سربلند رہے۔

محققین نے عیدِ میلاد النبی کی فلاسفی پر کافی اشارات کئے ہیں چند کا ذکر درج ذیل ہے:

● — ولادتِ محمدی پر فرحت و انبساط کا اظہار دنیاوی کلفتوں سے آزادی اور عذابِ اخروی سے نجات کا موجب ہے۔ ابولہب نے لونڈی آزاد کر کے عذابِ قبر سے تخفیف پائی۔

● — ذکرِ میلاد، انسانیت کو طبقاتی، گروہی، علاقائی، نسلی اور لسانی تفاوت

سے آزادی عطا کر کے یکجہتی و اتحاد عطا کرتا ہے۔ کیونکہ ان سب اختلافات کے باوجود ذکرِ رسول سب میں قدرِ مشترک ہے۔

● ولادت و سیرت کے واقعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ پنپتا ہے، اُسوۂ رسول پر عمل پیرا ہونے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔

● صلوٰۃ و سلام کی افزائی و فراوانی عین مطلوب حق ہے، نصِ قرآنی اس پر گواہ ہے۔ میلاد کی محافل اس سنت اللہ پر آمادگی کا باعث بنتی ہیں۔

● سیرتِ نبوی کے واقعات اور کشمکشِ حق و باطل میں حضور کی استقامت کا تذکرہ دین اسلام کی سربلندی، نظر و فکر میں پختگی اور عقیدے میں استقلال کا باعث بنتا ہے۔ حقائق آشکار ہوتے ہیں اور تذبذب و تشکک کے اثرات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

● جس طرح خدا کی اُلوہیت وحدہٗ لاشریک ہے یونہی انسانِ کامل کی انسانیت، کبریٰ اور کاملیت میں وحدہٗ لاشریک ہے، جس طرح توحید کو آشکار کرنا لازمی امر ہے ایسے ہی عبدِ کامل کی عبودیت کا ایسا بیان ضروری ہے جو عبودیت کی ابتدائی ساعت سے آخری ساعت تک محیط ہو۔ میلاد النبی کے تذکار انہی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔

● ملتِ اسلامیہ کا یہ فعل اللہ کے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری کا حصہ ہے۔ کیونکہ وَاذْكُرُوا بِأَيَّامِ اللّٰهِ کے ساتھ تاریخی ایام کی نگہداشت لابُدی ہے تاریخِ انسانیت میں اس سے بڑا یوم کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

● اللہ کے حکم کی اتباع یوں بھی ہے کہ تحدیثِ نعمت اور بیانِ فضل و رحمتِ خداوندی واجب ہے۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے وجودِ باجود سے بڑھ کر نہ کوئی نعمت ہے اور نہ کوئی فضل و رحمت۔

● محافلِ میلاد کے ذریعے غربا و فقراء اور مساکین کی دیکھ بھال ہوتی ہے۔

● — اہلِ ایمان کے یہ چھوٹے بڑے اجتماع معاشرتی روابط کو اُستوار کرتے ہیں محبت واخوت اور مساوات کو فروغ دیتے ہیں ۔

عیدِ میلاد النبی باعثِ ثواب، مستحب ومستحسن اور امرِ مباح ہے ۔ یہ قول بے بنیاد، لغو اور باطل ہے کہ جو کام صدرِ اول میں نہ ہوا وہ بدعت وضلالت ہے ۔ اس طرح تو ہزاروں مفید اشیاء و امور کو حرام قرار دینا پڑے گا ۔ جو امر شرعی اُصولوں سے نہ ٹکرائے اُس کے جواز میں کوئی بات مانع نہیں ہو سکتی ۔ یاد رہے کہ صدرِ اول کے مسلمانوں کا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ، پڑھ دینا ہی تذکارِ رسول کے لیے کافی ہو جاتا تھا اس پر سوا یہ کہ اُنھوں نے آنحضرت کی ایک ایک ادا کو محفوظ اور منتقل کیا ۔ اب تذکارِ رسول یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی ایک ایک ادا کی اشاعت کی جائے اور کسی پہلو سے صرفِ نظر کا رویہ اختیار نہ کیا جائے ۔ کیونکہ آپ کے اوصافِ جمیلہ کا کتمان تو بنی اسرائیل کا کام ہے جس کی کڑیاں آج بھی تلاش کی جا سکتی ہیں ۔ اُمتِ محمّدیہ کے جید اور مسلّم علماء و اکابر نے نہ صرف سیرتِ طیبہ پر کتب تصنیف کیں بلکہ خاص اور الگ طور پر میلاد کے واقعات کو بھی قلمبند کیا ۔ جن میں حافظ محمد بن ابوبکر شافعی (م۸۴۲ھ) حافظ عبد الرحیم بن الحسین مصری (م۸۰۸ھ) امام کبیر المعروف ابو الفضل زین الدین، حافظ محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی (م۹۰۲ھ) امام ملا علی قاری (م۱۰۱۴ھ) امام عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر (م۷۷۴ھ) امام ابن کثیر، حافظ وجیہ الدین عبد الرحمٰن بن علی (م۹۴۴ھ) کے علاوہ قاضی عیاض، علامہ یوسف نبہانی، مولانا جلال الدین وغیرہم کے نام قابلِ ذکر ہیں ۔ ان میں بیشتر کی میلاد النبی پر مستقل کتب موجود ہیں ـــــ یہ شہادت ہے اس بات کی کہ میلاد النبی گذشتہ صدی سے رواج پذیر نہیں ہوئی بلکہ صدرِ اول کے قریب سے ہی حصولِ برکات کا ذریعہ بنی رہی ہے ۔

وہ آتے ہیں

جہاں میں شور ہے ہر سو، وہ آتے ہیں، وہ آتے ہیں
جو آکر دین کا ڈنکا بجاتے ہیں، وہ آتے ہیں

چراغاں کیا کریں گے آکے تارے ان کی محفل میں
یہ تارے روشنی خود جن سے پاتے ہیں، وہ آتے ہیں

بٹا کرتی ہے دونو وقت نعمت جن کی عالم میں
جو دو دو دن میں صرف اک وقت کھاتے ہیں، وہ آتے ہیں

جسے چاہیں، اُسے کون و مکاں کی سلطنت دے دیں
جو خود چیتے کھجوروں کے بچھاتے ہیں، وہ آتے ہیں

خدائی بھر میں کوئی چیز جو اپنی نہیں کہتے
جنہیں دونو جہاں اپنا بتاتے ہیں، وہ آتے ہیں

ہمیشہ یاد رہتی ہے جنہیں ہر ایک کی نیکی
بھلائی کر کے جو خود بھول جاتے ہیں، وہ آتے ہیں

لحد میں، پُل پہ، میزانِ عمل پر، بزمِ محشر میں
جو ہر مشکل میں سب کے کام آتے ہیں، وہ آتے ہیں

منوّر ایسی کیا بگڑی ہے تیری، بن ہی جائے گی
جو ہر بگڑی ہوئی قسمت بناتے ہیں، وہ آتے ہیں

منوّر بدایونی

جب وُہ چاند نہ اُبھرا تھا

جب وہ چاند نہ اُبھرا تھا
کتنا گھور اندھیرا تھا

پورن ماشی کا چندا
پہلی رات کا لگتا تھا

صبح کے چڑھتے سورج پر
شام کا دھوکا ہوتا تھا

راہیں کتنی ویراں تھیں
جیون کتنا سُونا تھا

آنکھیں جاگتی رہتی تھیں
پر دل سویا سویا تھا

دریا طوفاں طوفاں تھے
ساحل دریا دریا تھا

پنچھی گاتے تھے لیکن،
شاخوں پر سناٹا تھا

رِم جِھم برکھا ہوتی تھی
پھر بھی انساں پیاسا تھا

سیّد سلیم گیلانی (اسلام آباد)

مُبارک ہو

تھا یہی مدعائے ربِ جلیل　　آج پوری ہوئی دعائے خلیلؑ
ہوئی روشن وہ نور کی قندیل　　کہتے آئے ہیں عرش سے جبریلؑ
لال یہ آمنہؓ مبارک ہو
نورِ صلِ علیٰ مبارک ہو

آئی باغِ بہشت کی خوشبو　　آبِ تسنیم سے بھرے ہیں سبو
کرکے کوثر پہ قدسیوں نے وضو　　مژدۂ جاں فزا دیا ہر سُو
لال یہ آمنہؓ مبارک ہو
نورِ صلِ علیٰ مبارک ہو

چشمِ آدمؑ نے پائی بینائی　　بڑھ گئی ہے زمیں کی رعنائی
عرش نے جھک کے کی پذیرائی　　خاکِ بطحا سے یہ ندا آئی
لال یہ آمنہؓ مبارک ہو
نورِ صلِ علیٰ مبارک ہو

جاگ اُٹھے گا آدمی کا ضمیر　　آج روشن ہوا سراجِ منیر
نوعِ انساں کی بڑھ گئی توقیر　　ہنس کے کہتی ہے صبح کی تنویر
لال یہ آمنہؓ مبارک ہو
نورِ صلِ علیٰ مبارک ہو

وحیدہ نسیم (کراچی)

ایڈیٹر نعت کے لیے صدارتی ایوارڈ

اسلام آباد میں ہونے والی بارھویں قومی سیرت کانفرنس میں ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ (۲۵ اکتوبر ۱۹۸۸ء) کو صدرِ مملکت غلام اسحٰق خان نے ایڈیٹر "نعت" (راجا رشید محمود) کو اُن کے پنجابی مجموعہ نعت "نعتاں دی اَٹّی" پر صدارتی ایوارڈ دیا۔ قومی سطح پر مجموعہ ہائے نعت پر امسال پہلی بار ایوارڈ دیے گئے۔ اس طرح پنجابی نعتوں کی کسی کتاب پر ملنے والا یہ پہلا صدارتی ایوارڈ ہے۔

"نعتاں دی اَٹّی" پہلی بار ۱۹۸۵ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جس میں ۴۲ نعتیں ہیں۔ کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی کسی نعت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے "تُو" یا "تُم" کا صیغہ استعمال کرنے کی جسارت نہیں کی گئی۔

ادارہ "نعت"، اُن تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے ذاتی طور پر یا ڈاک سے مبارک باد کے پیغامات بھیجے۔

منیجر "نعت"

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ میں ایڈیٹر "نعت" کی تکریم

صدرِ پاکستان نے بارھویں قومی سیرت کانفرنس کے موقع پر ایڈیٹر "نعت" کو جو صدارتی ایوارڈ دیا، اس پر اظہارِ تبریک کے طور پر بورڈ کے افسروں نے ایڈیٹر "نعت" (جو پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ میں سینئر ماہرِ مضمون ہیں) کی تکریم کے لیے ۱۵ نومبر ۸۸ء کو ایک تقریب برپا کی جس میں اس بات پر مسرت کا اظہار کیا گیا کہ راجا رشید محمود کو صدرِ پاکستان نے وہ اعزاز دیا ہے جو اس سے پہلے کسی نعت گو شاعر کو نہیں ملا۔ اس حوالے سے ایڈیٹر "نعت" نے بورڈ کا نام روشن کیا ہے۔ اس تقریب میں بورڈ کے چیئرمین چودھری عبدالوحید نے تعلیمی عملے کی طرف سے ایڈیٹر "نعت" کو ایک رمزی تحفہ بھی دیا جو ایک نہایت عمدہ قلم پر مشتمل تھا جس میں اشارہ یہ تھا کہ "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"

(سید سجاد رضوی۔ ایڈیٹر انچیف انسانیت۔
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور)

سرزمینِ حجاز پر دھنک رنگ دستاویز

(حرم سے حرم تک)

تحریر: اختر امام رضوی

سرزمینِ حجاز سے برِصغیر کے اسلامیان کی عقیدت کا انداز بالکل منفرد ہے۔ عقیدت اور محبّت کے لامحدود جذبوں کے اس پس منظر میں تاریخی، جغرافیائی، ثقافتی اور تہذیبی، اور سب سے بڑھ کر کئی مذہبی عوامل کارفرما ہیں جن کی توضیح و تشریح الفاظ میں ممکن نہیں۔

انسانِ کامل صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے مسجدِ حرام سے لامکاں کی رفعتوں کا لامحدود سفر فرمایا اور حشر تک پوری انسانیت کے سامنے ہر نوع کے ارتقا کی ان گنت منزلیں پھیل گئیں۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک مادی اور روحانی ارتقار کی ہر شعوری اور غیر شعوری کاوش کے سامنے نارسائی کے جانے کتنے ہی آسمان پھیل گئے ہیں اور تسخیرِ کائنات کے لیے اٹھنے والے ہر قدم سے لے کر عقیدت کے جذبوں سے سرشار، ہر سانس تک ہزارہا کیفیات مسلسل اضطراب میں ہیں۔ یہ سفر مختلف سمتوں میں مسلسل جاری ہے۔ لیکن وہ سانسیں جو عقیدتوں کی عطر بیز فضاؤں میں مسحور و مخمور ہیں، یقیناً ارفع و اعلیٰ جذبات کی کہانیاں کہہ رہی ہیں۔ حرم پاک اور حرم سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بارے میں اب تک دفتروں کے دفتر لکھے جا چکے ہیں اور لکھے جاتے رہیں گے۔ تاہم اس حوالے سے بعض ایسے تخلیقی کام ہوتے ہیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔

ایسا ہی ایک تخلیقی کام پاکستان اسٹیٹ آئل ریویو کے ایک شمارے کی

صورت میں سامنے آیا ہے۔ جس کو "حرم سے حرم تک" کا خوبصورت عنوان دیا گیا ہے۔
اپنے مندرجات کے اعتبار سے یہ شمارہ خصوصی حج نمبر ہے۔ سرورق، معروف مصور اور خطاط صادقین مرحوم کا ایک شاہکار ہے۔ جس میں عالمین کی ہدایت کے سرچشمے کعبۃ اللہ کی تصویر پر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی گونجار" افلاک کی بے کنار رفعتوں کی جانب تکبیر کی صورت میں اٹھتی ہوئی دکھائی گئی ہے۔ یہ نقش رنگوں کے خوبصورت امتزاج کے ساتھ حج بیت اللہ کی پوری نورانیت کو اپنے انداز میں بیان کرنے کی ایک عظیم کاوش ہے، اور انہی معنوں میں یہ ایک شاہکار ہے۔ مدیر محترم جناب میاں محمد فرید نے پیش لفظ میں بجا طور پر اس شمارے کو بیش بہا معلومات کا خزانہ کہا ہے بلا شبہ انہوں نے مضامین کو اس انداز سے ترتیب دیا ہے کہ یہ شمارہ معمارِ حرم سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے عہدِ حاضر تک، حرم شریف کی مکمل تاریخ پیش کرتا ہے۔ بلکہ مناسکِ حج کے سارے کوائف کو بھی اتنی صراحت سے بیان کرتا ہے کہ یہ حجاج کرام کے لیے ایک اچھی گائیڈ بک بن گیا ہے۔
سطوتِ دینِ مبین کے زیرِ عنوان کعبۃ اللہ کے بارے میں مولانا ناظم ندوی صاحب کا ایک فکر انگیز مضمون "ایٹم اور طوافِ کعبہ" کے عنوان سے زیبِ اشاعت ہے جس میں کعبہ شریف اور اس سے ملحقہ مقامات اور خود طواف کرنے والوں کو علامتی طور پر ایٹم اور ایٹم کے گرد ہر لحظہ رواں اور متحرک برقیوں کی صورت میں محسوس کیا گیا ہے۔ اور اس سے جو معانی اخذ کرنے کی شعوری کاوش کی گئی ہے، ان کو اتفاق ہی سہی، لیکن صادقین نے سرورق پر پہلے ہی بیان کر دیا ہے۔
اپنے متن کے اعتبار سے اس حصے کے بقیہ مضامین بھی بے حد جامع ہیں اور اور قاری کے لیے نہایت معلومات افزا۔
متاعِ دیدہ دل کے عنوان سے اس شمارے کا دوسرا حصہ سرزمینِ حجاز کے قدیم و جدید سفرناموں سے اقتباسات اور دیارِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضاؤں میں مسافرانِ عقیدت کی دلآویز کیفیتوں کا حسین مرقع ہے۔

ان سفرناموں میں دورِ جدید و قدیم کے ۱۸ معتقد علماء و ادباء اور مؤرخین کے اہم سفرناموں سے اقتباسات شامل ہیں۔ اقتباسات کا انتخاب بہت عمدہ ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے انتخاب کنندہ کے پیشِ نظر یہ مقصد تھا کہ قاری کے سامنے دیارِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف تصویروں کے علاوہ آپؐ کی ذاتِ اقدس سے عقیدتوں اور محبتوں کی وہ کیفیات بھی آجائیں جن کو کہیں واضح طور پر اور کہیں بین السطور بہت خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔

ان معنوں میں یہ شمارہ اور بھی وقیع ہو جاتا ہے کہ اس میں شامل مضامین کے توسّط سے مسجدِ نبویؐ اور گنبدِ خضریٰ کی تعمیر و توسیع کی تاریخ بھی آپ ہی آپ مرتّب ہو گئی ہے۔ یہ شمارہ اور بھی بہت سی صوری اور معنوی خوبیوں سے مزیّن ہے۔ دیارِ حرم اور دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف مناظر اور اہم تاریخی مقامات کی نایاب تصاویر تقریباً ہر صفحے پر سرورِ قلب و نگاہ کا سامان کرتی ہیں۔ حجّاج کی رہنمائی کے لیے مقاماتِ حج کے نقشے، مناسکِ حج کے اصطلاحی الفاظ، اور دوسری اہم معلومات بھی درج ہیں۔

"خصوصی حج نمبر" میں منظومات شامل نہیں ہیں۔ صرف ایک مضمون "حج امجد" (سید احمد حسین امجد حیدرآبادی) میں چند اشعار متن کی مناسبت سے درج ہیں۔ لیکن مضامین کے مطالعے کے دوران میں ایسے بہت سے مقامات آجاتے ہیں جہاں نظریں تو حروف پر جمی ہوتی ہیں لیکن تخیلات میں سرزمینِ حجاز کی روشنیاں دھنک کی صورت پھیل جاتی ہیں اور پھر وہ رنگ گنگنانے لگتے ہیں، کبھی حمد کے الفاظ میں اور کبھی نعتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیات میں۔

دو جہاں پیدا ہوئے جب مصطفیٰؐ پیدا ہوا — حق نظر آیا جب ایسا حق نما پیدا ہوا
پہلے پیغمبر سے تھا دنیا میں کیا پیدا ہوا — وہ ہوا پیدا تو یہ ارض و سما پیدا ہوا

مفتی غلام سرور لاہوری

ظہور سانچو (پرائیوٹ) لمیٹڈ

سائٹ ایریا، کورنگی، کراچی

گزشتہ خاص نمبر

جنوری ۱۹۸۸ء	حمدِ باری تعالیٰ
فروری ۱۹۸۸ء	نعت کیا ہے
مارچ ۱۹۸۸ء	مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اول)
اپریل ۱۹۸۸ء	اردو کے صاحب کتاب نعت گو (حصہ اول)
مئی ۱۹۸۸ء	مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)
جون ۱۹۸۸ء	اردو کے صاحب کتاب نعت گو (حصہ دوم)
جولائی ۱۹۸۸ء	نعتِ قدسی
اگست ۱۹۸۸ء	غیر مسلموں کی نعت (حصہ اوّل)
ستمبر ۱۹۸۸ء	رسول نمبروں کا تعارف (حصہ اوّل)
اکتوبر ۱۹۸۸ء	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
نومبر ۱۹۸۸ء	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)

موجودہ خاص نمبر (دسمبر ۱۹۸۸) **میلاد النبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ سوم)

آیندہ خاص نمبر

جنوری ۱۹۸۹ء	لاکھوں سلام
فروری ۱۹۸۹ء	رسول نمبروں کا تعارف (حصہ دوم)
مارچ ۱۹۸۹ء	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

